فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد

فتاویٰ عالمگیری
اردو جدید

مترجم

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تسہیل و عنوانات

مولانا ابو عبید اللہ

مکتبہ رحمانیہ

اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ ۔ اردو بازار ۔ لاہور

فَقِیہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

جلد دہم

مترجم
مولانا سیّد امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

تسہیل وعنوانات
مولانا ابو عبید اللہ
خطیب جامع مسجد رحمۃ للعلمین
ڈیفنس روڈ لاہور

مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ——— فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

مترجم ——— مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

تسہیل وعنوانات ——— مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح ——— طارق اسمٰعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع ——— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

کتاب المحاضر وَ السّجلات

لُغویٰ تشریح ☆

اقول محاضر جمع محضر و سجلات جمع سجل۔ محاضر و سجلات میں اصل یہ ہے کہ تصریح بیان کرنے میں مبالغہ کرے اور اجمال پر اکتفا نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ امام شمس الاسلام عمر النسفیؒ نے فرمایا کہ دعویٰ و محاضر میں اشارہ و لفظ شہادت ضروری ہے اسی طرح سجلات میں بھی اشارہ ضروری ہے حتیٰ کہ مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر محضر و دعویٰ میں یوں لکھا کہ فلاں شخص کچہری میں حاضر ہوا اور فلاں کو اپنے ساتھ لایا پھر اس شخص نے جو حاضر ہوا ہے اس پر دعویٰ کیا تو اس محضر کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اور یوں لکھنا چاہئے کہ پھر اس شخص نے جو حاضر ہوا ہے اس شخص پر جس کو اپنے ساتھ حاضر لایا ہے۔ اسی طرح اثنائے محضر میں مدعی و مدعا علیہ کے ذکر کے وقت بھی اسم اشارہ ذکر کرنا ضروری ہے چنانچہ لکھے کہ پس اس مدعی نے اور اس مدعا علیہ نے اس واسطے کہ بعض مشائخ بدون اس کے صحت کا فتویٰ نہیں دیتے تھے اسی طرح سجلات میں بھی مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی نے لکھا کہ میں نے اس زید کے واسطے اس عمر پر حکم دیا تو اس کے ساتھ ضروری ہے کہ یوں لکھے کہ میں نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمر و مدعا علیہ پر حکم دیا یہ ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر سجل میں لکھا کہ گواہوں نے موافق دعویٰ کے گواہی دی تو ایسی سجل کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جائے گا ☆

اسی طرح مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر محضر میں گواہوں کی گواہی لکھنے کے وقت یوں لکھا کہ گواہوں نے ہر دو متداعیین (یعنی مدعی و مدعا علیہ) کی طرف اشارہ کیا تو صحت کا فتویٰ نہ دیا جائے گا اور نیز مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر چک اجارہ میں لکھا کہ فلاں بن فلاں کو اپنی زمین بعد از انکہ دونوں میں درختان دیگر و درختان انگور کی جو اس زمین میں واقع ہیں بیع صحیح واقع ہوگئی اجارہ☆ پر دیا یا لکھا کہ بعد از انکہ ان دونوں متعاقدین[1] میں درختان انگور و درختان دیگر کی جو اس زمین میں واقع ہیں بیع صحیح واقع ہوگئی تو ایسی چک کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جائیگا بلکہ یوں لکھنا چاہئے کہ اپنی زمین میں اس مستاجر کو بعد از انکہ اس اجارہ دہندہ نے درختانِ انگور و درختانِ دیگر اس مستاجر کے ہاتھ فروخت کئے' اجارہ پر دی اور نیز فرمایا کہ اگر محضر میں لکھا کہ مدعی مع اپنے گواہوں کے حاضر ہوا اور مجھ سے گواہوں کی سماعت کی درخواست کی پس گواہوں نے موافق دعویٰ کے گواہی دی تو اس محضر کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جائیگا بلکہ الفاظِ گواہی بیان کرنے چاہئے' اس واسطے کہ شاید قاضی کے گمان میں دعویٰ و گواہی میں موافقت ہو حالانکہ درحقیقت دونوں میں موافقت نہ ہو۔

شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ضرور یوں بیان کرے کہ ہر ایک گواہ نے بعد دعویٰ و بعد جواب بانکار کے مدعی کی طرف سے گواہی طلب کرنے کے بعد گواہی دی تا کہ اختلاف سے نکل جائے ☆

مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا کہ اگر سجل میں یہی لکھا کہ گواہوں نے موافق دعویٰ کے گواہی دی تو ایسی سجل کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح خط قاضی بجانب قاضی دیگر میں اگر لکھنے والے قاضی نے لکھا کہ گواہوں نے موافق دعویٰ کے گواہی

[1] یعنی ہر دو بائع و مشتری یا موجر و مستاجر ۱۲

☆ اجارہ کی لغوی تفسیر کیلئے دیکھیں ص: ۴۲۲ جلد ہذا

ادا کی ہے تو اس خط کی صحت کا حکم نہ دیا جائے گا اور بعض مشائخؒ نے خط قاضی وسجل میں اور محضر دعویٰ میں فرق کیا ہے پس خط قاضی وسجل کی صحت کا حکم دیا اور محضر دعویٰ میں ایسا لکھنے سے اُس کے فاسد ہونے کا حکم دیا ہے اور نیز مشائخؒ نے فرمایا کہ اگر سجل میں بطور ایجاز لکھا کہ جس طرح حوادث حکمیہ ونوازل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہیں اسی طرح میرے نزدیک یہ مقدمہ ثابت ہوا تو ایسی سجل کی صحت کا فتویٰ نہ دیا جائے گا جب تک کہ ہر بات جس طرح واقع ہوئی ہے بیان نہ کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور مشائخؒ نے فرمایا کہ محضر دعویٰ میں لکھے کہ گواہوں نے ایسی گواہی بعد دعویٰ اس مدعی کے ادا کی اور نیز لکھے کہ اس مدعا علیہ کی طرف انکاری جواب دینے کے بعد ادا کی تا کہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ گواہوں نے قبل دعویٰ کے یا مدعا علیہ اقراری پر گواہی دی ہے اس واسطے کہ جو مدعا علیہ اقراری ہو اُس پر گواہی کی سماعت نہیں ہوتی ہے سوائے چند مقامات معدودہ کے اور ذخیرہ میں فرمایا کہ میرے نزدیک ان میں سے کوئی شرط نہیں ہے اور شروط میں ذکر فرمایا کہ ضرور ہے کہ یوں بیان کرے کہ ہر ایک گواہ نے بعد دعویٰ و بعد جواب بانکار کے مدعی کی طرف سے گواہی طلب کرنے کے بعد گواہی دی تا کہ اختلاف سے نکل جائے اس واسطے کہ امام طحاوی کے نزدیک اگر گواہوں نے بعد دعویٰ مدعی و جواب مدعا علیہ بانکار کے بدون درخواست مدعی کے گواہی دی تو سماعت نہ ہوگی اور ذخیرہ میں فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں سے کچھ شرط نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ مدعی کو اپنے دعویٰ میں یوں کہنا چاہئے کہ (ایں مدعا بحق من ست) اور اس پر اکتفا نہ کرے کہ (آن من ست وحق من) تا کہ یہ ممکن نہ ہو کہ اس کے آخر میں لاحق کیا جائے کہ (حق من وے) اسی طرح فرماتے تھے کہ مدعا علیہ کو اس پر اکتفا نہ چاہئے کہ (ایں مدعا ملک من ست وحق من) بلکہ یوں کہنا جاہئے کہ (ملک من ست وحق من ست) تا کہ اُس کے آخر میں کلمہ نفی نہ لگایا جا سکے اسی طرح گواہ اُس پر اکتفا نہ کرے (کہ ایں مدعائے اوست وحق وے) یعنی حق وی است کہنا چاہئے اور بعض مشائخ مدعی کے اس قول پر اکتفا کرتے ہیں کہ (ملک من است وحق من) اور مدعا علیہ کے اس قول پر کہ (ملک من ست وحق من) و گواہ کے اس قول پر کہ (ملک ایں مدعی ست وحق وے) اور اگر مدعی نے کہا کہ (ملک وحق من ست) تو یہ بالاتفاق کافی ہے۔ اسی طرح مدعا علیہ و گواہ نے بھی اگر اسی طرح کہا تو بالاتفاق کافی ہے یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ مال عین اس کا ہے یا فارسی میں کہا کہ (ایں آن مدعی راست) تو اس پر اکتفا نہ کیا جائے گا جب تک ملک کی تصریح نہ کریں اس واسطے کہ جس طرح ملک کی وجہ سے چیز آدمی کی طرف منسوب ہوتی ہے اسی طرح بوجہ عاریت وغیرہ کے منسوب ہوتی ہے پس اس احتمال دور کرنے کے واسطے ملک کی تصریح ضروری ہے اور فتاویٰ رشید الدین باب پنجم میں ہے کہ اگر گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ (ایں غلام آن فلاں ست) تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ ملک فلاں ست اس واسطے کہ یہ ترجمہ اس عبارت کا ہے کہ ہذا لہ اور یہ لفظ ملک کے واسطے لایا جاتا ہے۔

اگر قاضی نے اُن سے استفسار کر لیا کہ تمہاری کیا مراد ہے تو اُس کو یہ اختیار ہے اور اگر گواہوں نے اپنی گواہی میں بیان کیا کہ ایں مدعا ملک ایں مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ در دست ایں مدعا علیہ بناحق است تو اس میں مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر مدعی نے یہ درخواست کی کہ میرے نام میری ملک ہونے کا حکم دیا جائے تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور اگر مدعی کی درخواست یہ ہے کہ مجھے دلا دی جائے تو ایسی گواہی پر اس کا حکم نہ دیا جائے گا جب تک کہ گواہ بیان نہ کریں کہ در دست ایں مدعا علیہ بناحق ست اور آیا یہ بھی شرط ہے کہ گواہ یوں بیان کریں کہ (واجب ست برین مدعا علیہ کہ دست کوتاہ کند) تو اس میں مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح[1]

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ قول حکم قاضی کے ساتھ لائق تر ہے نہ شاہد کے قول کے ساتھ کیونکہ شاہد کے ذمہ یہی ہے کہ اُس امر کی وجہ بیان کرے نہ یہ کہ کسی شے کے ساتھ حکم کرے کیونکہ یہ شان تو قاضی کی ہے۔

یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے گواہ اس کو ذکر کرے تو زیادہ احتیاط ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

محضر☆

در اثبات قرضہ مطلق بعد تسمیہ کے لکھے کہ مجلس قضاء کورہ بخارا میں فلاں قاضی کے سامنے اس کا نام ونسب ولقب بیان کر دے جو بخارا میں متولی قضاء واحکام اور اہل بخارا میں نافذ القضاء والامضاء از جانب فلاں امیر یا سلطان ہے فلاں تاریخ فلاں مہینہ فلاں سنہ میں حاضر ہوا پھر اگر مدعی ومدعا علیہ دونوں اپنے نام ونسب سے معروف ہوں تو اُن کا نام ونسب بیان کرے پس لکھے کہ فلاں بن فلاں حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلاں بن فلاں کو لایا اور اگر دونوں اپنے نام ونسب سے معروف نہ ہوں تو لکھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے بیان کیا کہ فلاں بن فلاں میرا نام ہے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلاں بن فلاں اس کا نام ہے پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جس کو ساتھ حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ اس حاضر ہونے والے کے اس پر جس کو ساتھ لایا ہے اس قدر دینار نیشاپوری سرخ جید[1] مناصفہ موزونہ بوزن مثاقیل مکہ کے بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہیں اور اسی طرح اُس شخص نے جس کو اپنے ساتھ حاضر لایا ہے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع ورغبت خود ان تمام دیناروں کا جن کا ذکر ووصف اس محضر میں مذکور ہوا ہے اس شخص کے واسطے جو حاضر ہوا ہے اپنے اوپر بسبب صحیح قرضہ لازم ودین واجب ہونے کا اقرار کیا ہے کہ جس کی اس حاضر ہونے والے نے خطاباً تصدیق کی ہے پس اس شخص پر جس کو اپنے ساتھ حاضر لایا ہے اس شخص کو جو حاضر ہوا ہے اس مال کا ادا کرنا واجب ہے پھر اُس نے جواب کا مطالبہ ودرخواست کی پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کا اقرار کیا تو کام پورا ہو گیا اور مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور اگر اُس نے دعویٰ مدعی سے انکار کیا تو مدعی کو گواہ قائم کرنے کی ضرورت ہو گی پھر لکھے کہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور مجھ سے درخواست کی کہ اُن کی گواہی کی سماعت کروں پس میں نے منظور کیا اور وہ فلاں وفلاں وفلاں ہیں کہ اُن کا نام ونسب وحلیہ ومسکن ومصلا سب لکھے اور قاضی کو چاہئے کہ لفظ شہادت فارسی میں ایک ٹکڑے کاغذ پر لکھنے کا حکم دے تا کہ صاحب مجلس قاضی اس کو قاضی کے سامنے گواہوں کو پڑھ سنا دے اور الفاظ شہادت اس طرح لکھے کہ گواہی میدہم کہ این مدعی علیہ (اور اُس کی طرف اشارہ کرے) بحال روائے اقرار خویش بہمہ وجوہ مقر اند بطوع ورغبت وچنین گفت کہ برمن ست این مدعی را داور اس کی طرف اشارہ کرے) بست دینار زر سُرخ بخاری سرہ مناصفہ موزونہ بوزن مثاقیل مکہ چنانکہ اندرین محضر یاد کردہ شد (اور محضر کی طرف اشارہ کرے) پس امر لازم وحق واجب ست بسببے درست واقراری درست واین مدعی (اور اس کی طرف اشارہ کرے) راست گوئے داشت وبرادریں اقرار ویاروی پس اس کو صاحب مجلس گواہوں کو قاضی کے سامنے پڑھ سنائے پھر قاضی گواہوں سے کہے یہ الفاظ شہادت جو تم کو پڑھ سنائے ہیں تم نے سنے اور تم ایسی گواہی کے اوّل سے آخر تک گواہ ہوتے ہو پس اگر انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم اسی طرح گواہ ہیں تو قاضی ہر ایک گواہ سے کہے کہ (کہ ہمچنین گواہی میدہم کہ خواجہ امام صاحب برخواند از اوّل تا آخر مرایں مدعی رابرین مدعا علیہ) اور قاضی اشارہ کرے گا کہ ان میں سے ہر ایک کو حکم دیا جائے کہ الفاظ شہادت اوّل سے آخر تک جس طرح اُس کو پڑھ کر سنائے گئے ہیں بیان کرے پھر جب وہ لوگ اُس کو بیان کر دیں تو محضر میں گواہوں کے نام ونسب ومسکن ومصلے لکھنے کے بعد لکھے کہ ان گواہوں نے بعد از انکہ دعویٰ مدعی وانکار مدعا علیہ واقع ہوا بعد درخواست گواہی از جانب مدعی کے شہادت مستقیمہ صحیحہ متفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو ان سب کو سنایا گیا ہے اور ہر ایک نے اشارہ کی جگہ اشارہ کیا ہے ادا کی۔

---

[1] عمدہ وخالص جس کو عرف میں کھرا بولتے ہیں ۱۲

سجل ☆

این دعویٰ بعد تسمیہ کے لکھے کہ فلاں قاضی اس کا نام ونسب ولقب بیان کر دے جو خاقان عادل عالم خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و اعز نصرہ کی طرف سے بخارا میں اور اُس کی نواحی مین متولی قضاء واحکام واہل بخارا ونواحی کہ درمیان نافذ القضاء ہے ادام اللہ تعالیٰ توفیقہ کہتا ہے کہ میری مجلس قضاء کورۂ بخارا میں فلاں روز فلاں تاریخ فلاں سنہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلاں اُس کا نام ہے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ اس کا فلاں نام ہے اور اگر قاضی دونوں مدعی و مدعا علیہ کو پہچانتا ہو تو لکھے کہ فلاں حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلاں کو حاضر لایا پھر یہ جو حاضر ہوا ہے اُس پر جس کو ساتھ حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ اس حاضر ہونے والے کے اس شخص پر جس کو یہ حاضر لایا ہے بیس دینار سُرخ نیشاپوری جید مناصفہ بوزن مثاقیل مکہ بسبب صحیح قرضہ لازم و دین واجب ہے اور ایسا ہی اس شخص نے جس کو اپنے ساتھ حاضر لایا ہے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اس سب مال کا جس کے مبلغ و جنس و عدد محضر دعویٰ میں مذکور ہے اس مدعی کے واسطے اپنے اوپر قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے کہ جس کی تصدیق اس حاضر ہونے والے نے کی اور اُس سے اس سب مال کے ادا کر دینے کا مطالبہ کیا اور جواب دعویٰ مانگا پس اُس نے فارسی میں جواب دیا کہ مرا باین مدعی ہیچ چیزہ ادنیٰ نیست پس یہ مدعی اپنے ساتھ چند نفر کو لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور مجھ سے ان کی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس میں نے منظور کیا اور اُس نے گواہوں سے گواہی طلب کی اور وہ فلاں بن فلاں جس کا یہ حلیہ ہے اور فلاں جگہ رہتا ہے اور اُس کا مصلے اس کوچہ کی مسجد ہے اور دوسرا فلاں بن فلاں ہے اور اُس کا یہ حلیہ اور یہ مسکن اور یہ مصلے ہے اور سوم فلاں بن فلاں کہ جس کا حلیہ یہ ہے اور مسکن یہ ہے اور مصلّی یہ ہے پس ان گواہوں نے بعد درخواست مدعی کے اور دعویٰ اس مدعی اور انکار اس مدعا علیہ کے شہادت مستقیمہ صحیحہ متفقہ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو ان کے فارسی میں پڑھ سنایا گیا ہے اور مضمون اُس نسخہ کا جو ان کو پڑھ کر سنایا گیا ہے یہ ہے کہ گواہی مید ہم الی آخرہ یعنی تمام الفاظ شہادت فارسی میں جس طرح ہم نے بیان محضر میں ذکر کیا ہے لکھے پھر جب الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو تو لکھے کہ بس ان گواہوں نے یہ گواہی جیسا چاہئے ہے اور جو گواہی کا طریقہ ہے بیان کی اور ہر ایک نے اشارہ کی جگہ اشارہ کیا پس میں نے اُن کی یہ گواہی سنی اور اُس کو خریطہ[1] حکم میں محضر مجلد میں ثبت کر لیا پھر اس کے بعد اگر گواہ لوگ قاضی کے نزدیک عدالت میں معروف ہوں تو لکھے کہ میں نے اُن کی گواہی قبول کی کیونکہ میرے نزدیک وہ عدالت میں معروف ہیں اور جائز الشہادت ہیں اور اگر معروف بعدالت نہ ہوں بلکہ معدل لوگوں کے تزکیہ سے اُن کی عدالت ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ میں نے ان گواہوں کے حال دریافت کرنے کے واسطے جو لوگ اس ناحیہ میں مقرر ہیں کہ عدالت بیان کریں اُن کی طرف رجوع کیا پھر اگر سب گواہوں کی تعدیل ہو گئی ہو تو لکھے کہ معدلین نے سب کو عادل و جائز الشہادت بیان کیا پس میں نے ان گواہوں کی گواہی قبول کی کیونکہ علم نے اُن کی گواہی قبول کرنا واجب کر دیا ہے اور اگر معدلین نے بعض کو عادل کہا ہو اور بعض کو نہیں تو لکھے کہ معدلین نے دو گواہوں کو ان میں سے عادل کہا اور وہ اوّل و دوم ہے اور علیٰ ہذا القیاس زیادہ میں یہی سمجھنا چاہئے پس میں نے ان دونوں گواہوں کی گواہی بسبب ایجاب علم کے قبول کی اور یہ سب اُس وقت ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ نے گواہوں پر طعن کیا اور اگر اُس نے طعن نہ کیا ہو تو اس تحریر کے بعد کہ میں نے اُن کی گواہی سنی اور اس کو محضر مجاز میں خریطہ حکم میں ثبت کر لیا ہے لکھے کہ اس مدعا علیہ نے ان گواہوں میں طعن نہیں کیا اور مجھ سے یہ درخواست نہیں کی کہ معدلین سے اِن کا حال دریافت کروں پس میں نے معدلین سے ان کا حال دریافت کرنے کی طرف توجہ نہ کی اور اُن کی ظاہر عدالت عدالت اسلام پر اکتفا کیا اور ائمہ دین و علماء مسلمین سے ایسے امام کے قول پر

---

[1] خریطہ بجار معجمہ وراء مہملہ و بعد تحتانی طاء مہملہ صرہ جس کو جارے عرف میں تھیلی بولتے ہیں

عمل کیا کہ جو ظاہر عدالت پر حکم دینے کو جائز فرماتا ہے پس میں نے اُن کی گواہی قبول کی کیونکہ ایسی گواہی کا قبول کرنا جس طرح بیان کیا گیا ہے شرع نے واجب کیا ہے پس میرے نزدیک ان گواہوں کی گواہی سے جس کی انہوں نے گواہی دی ہے جس پر گواہی دی اُس پر ثابت ہو گیا پس میں نے مشہود علیہ کو اس سے آگاہ کیا اور خبر دی کہ میرے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی ہے اور اُس کو قابو دیا کہ اس دعویٰ کا دفعیہ لائے اگر اس کے پاس ہو پس وہ کچھ دفعیہ نہ لایا اور خلاصی کی کوئی بات نہ لایا اور میرے نزدیک اس سے اس کا عاجز ہونا ظاہر ہو گیا پھر مجھ سے اس مدعی نے اس مشہود علیہ کے روبرو جو بات اس سے میرے نزدیک ثابت ہوئی ہے اپنے واسطے اس مشہود علیہ پر حکم دینے کی اور سجل لکھنے کی اور اس پر گواہ کر دینے کی درخواست کی تاکہ اس معاملہ میں اُس کے واسطے حجت ہو پس میں نے اُس کی درخواست منظور کی پس میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ طلب کیا اور زیغ و زلل سے عصمت طلب کی اور خطا و خلل میں پڑ جانے سے بچانے کی دعا کی اور سچا حکم حاصل ہونے کے واسطے اُس سے مضبوطی طلب کر کے اس مدعا علیہ پر اس مدعی کے واسطے یہ حکم دیا کہ اس مدعا علیہ کا اپنے اوپر اس مال کا جس کے مبلغ و عدد و جنس و صفت اس سجل میں مذکور ہے بطور دین لازم و حق واجب کے بسبب صحیح اس مدعی کے واسطے اقرار کرنا اور تصدیق اس مدعی کی اُس کے اس اقرار کی بطور خطاب جس طرح اس سجل میں مذکور ہے ثابت ہو گیا پھر اگر گواہ لوگ معروف بعدالت ہوں تو بعد لکھنے اس عبارت کے کہ جس طرح اس سجل میں مذکور ہے لکھے کہ بگواہی ان گواہوں کے جو معروف بعدالت ہیں اور اگر ان کی عدالت تزکیہ معدلین ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ بگواہی ان گواہوں کے جن کی عدالت بعدیل معدلین ثابت ہوئی ہے اور اگر بعض کی عدالت ظاہر ہوئی اور بعض کی نہ ظاہر ہوئی تو لکھے بگواہی ان دو گواہوں کے جن کی عدالت تبدیل معدلین ثابت ہوئی ہے منجملہ ان گواہوں کے جن کا نام محضر میں بیان کیا گیا ہے اور ہر دو گواہ عادل نے روبرو اس مدعی و اس مدعا علیہ کے ہر ایک کی طرف اشارہ کر کے میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا کہ لوگوں کے درمیان بر سبیل تشہیر و اعلان کے ہے گواہی دی پس میں نے ایسا حکم دیا کہ قطعی کر دیا اور نافذ کر دیا جو تمام شرائط صحت و نفاذ کا جامع ہے اور میں نے اس محکوم علیہ پر اس مال کا ادا کرنا جس کے مبلغ و جنس و عدد و صفت اس میں مذکور لازم کر دیا کہ اس محکوم لہ یعنی مدعی کو ادا کرے اور میں نے اس محکوم علیہ کو اور ہر ذی حق و حجت و دفع کو اپنے حق و حجت و دفعیہ پر چھوڑ دیا کہ ہمیشہ جب اُس کا جی چاہے اپنے حق کا دعویٰ یا حجت پیش کرے یا دفعیہ پیش کرے اور میں نے اس سجل کی کتابت کا حکم دیا کہ اس محکوم[1] لہ کے واسطے اس مقدمہ میں حجت رہے اور میں نے اپنے مجلس کے حاضرین اہل علم و عدالت و امانت و صیانت کو اُس پر گواہ کر دیا اور یہ سب فلاں روز فلاں ماہ فلاں سنہ میں واقع ہوا فقط پس یہ صورت جو ہم نے سجل میں تحریر کر دی ہے تمام سجلات میں اصل ہے اور اس میں کوئی چیز بدلی نہ جائے گی سوائے دعویٰ کے کہ دعویٰ بہت ہوتے ہیں بعض کے مشابہ نہیں ہے اور کتاب سجل میں اور کچھ نہیں ہونا ہے سوائے اس کے کہ بعد بعینہ وہی دعویٰ جو محضر میں مذکور ہے اور اُس کے بعد الفاظ شہادت بعینہ سجل میں عادہ کرے اور الفاظ شہادت کے بعد سب سجلات میں تمام شرائط ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے اس سجل میں بیان کر دیئے ہیں۔ پھر قاضی کو چاہئے کہ صدر سجل کو اپنے توقیع مصروف سے مزین کرے اور آخر سجل میں قبل تاریخ لکھنے کے سجل کے بائیں طرف یہ لکھے کہ فلاں بن فلاں نے یہ سجل میرے حکم سے میری طرف سے لکھا اور جو ماجرہ اس میں مذکور ہے اس کا حکم میرے پاس اور میری طرف سے جاری ہوا ہے اور جو حکم میں مذکور ہے وہ میرا حکم و میری قضا رہے کہ میں نے اس کو بسبب حجت کے جو میرے نزدیک ظاہر ہوئی ہے نافذ کیا اور توقیع میں نے صدر سجل پر لکھی ہے اور یہ چار پانچ سطریں جیسے خط میں آئی ہوں میرے ہاتھ کی تحریر ہے اور کبھی یہ سجل بطریق معائنہ لکھا جاتا ہے کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر ان گواہوں نے جن کا نام اس تحریر کے آخر میں مذکور ہے سب شاہد ہوئے کہ مجلس قضاء واقع

[1] وہ شخص جس کے واسطے قاضی نے ڈگری دی ۱۲

کورہ بخارا میں سامنے فلاں بن فلاں قاضی کے جو اس وقت فلاں امیر کی جانب سے متولی قضاوا حکام اس کورہ کے واسطے ہے ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلاں اُس کا نام ہے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلاں اس کا نام ہے پھر الفاظ دعویٰ اسی طرح لکھے جیسے ہم نے صورت اولیٰ میں بیان کیا ہے اور نیز الفاظ شہادت بھی اسی طرح لکھے جیسے ہم نے صورت اولیٰ میں بیان کیا ہے پھر جب اس سے فارغ ہو تو لکھے کہ پس قاضی نے اُن کی گواہی سنی اور اس کو محضر مجلد میں خریطۂ حکم میں ثبت کر لیا پھر ان گواہوں کی تعدیل کے واسطے جو لوگ اس واسطے ہیں کہ نواح میں گواہوں کی تعدیل کریں ان کی طرف رجوع کیا آخر تک وہی عبارت تفصیل سے لکھے جس طرح ہم نے بیان کر دی ہے پھر لکھے کہ پس قاضی کے نزدیک ان گواہوں کی گواہی سے جس امر کی گواہی جس پر اُنہوں نے دی تھی وہ ثابت ہو گیا اور اُس نے دعویٰ اور الفاظ شہادت ان اماموں کے سامنے پیش کیا جن پر اس ناحیہ میں فتویٰ کا مدار ہے پس اُنہوں نے اُس کی صحت کا اور اس کے موافق حکم قضاء جاری کرنے کا فتویٰ دیا اور قاضی نے مشہود علیہ کو آگاہ کر دیا کہ قاضی کے نزدیک جس امر کی گواہوں نے جس پر گواہی دی ہے وہ ثابت ہو گیا تا کہ وہ کوئی دفعیہ پیش کرے اگر اُس کے پاس ہو مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ کوئی ایسی بات لایا جس سے اُس کا چھٹکارا ہو اور قاضی کے نزدیک اُس کا عاجز ہونا اس بات سے ظاہر ہو گیا پھر مشہود لہ (یعنی مدعی) نے قاضی سے موافق اُس کے جیسا اُس کے نزدیک اس مقدمہ میں ثابت ہوا ہے حکم کی اور اس مقدمہ کی سجل تحریر کرنے کی اور اُس پر گواہی کرا دینے کی درخواست کی تا کہ اُس کے واسطے حجت ہو پس اس قاضی نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں استخارہ کیا اور اس سے زیغ و زلل و وقوع خطاء و خلل سے عصمت کی دعا کر کے اس مشہود لہ کی درخواست پر اُس کے واسطے اس مشہود علیہ پر یہ حکم دیا کہ اس مشہود علیہ پر اس مال کا جس کے مبلغ و جنس و عدد و صفت اس سجل میں مذکور ہے اپنے اوپر بسبب صحیح اس مشہود لہ کے واسطے دین لازم و حق واجب ہونے کا اقرار کرنا اور مشہود لہ کا اُس کے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کرنا جس طرح کہ اس سجل میں مذکور ہے بگواہی ان گواہوں کے روبرو ان دونوں متخاصمین کے اُن کے حاضر ہونے کی حالت میں اس قاضی کی مجلس میں جو کورۂ بخارا میں لوگوں میں معروف ہے اس قاضی نے قطعی حکم دیا اور قضاء کو نافذ کر دیا اور اس محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ کو یہ مال جس کے عدد و مبلغ و جنس و صفت اس سجل میں مذکور ہے ادا کر دے اور محکوم علیہ و ہر صاحب حجت و دفعیہ کو اپنی حجت و دفعیہ پر چھوڑ دیا کہ اس کو اختیار ہے کہ ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور اس قاضی نے اس سجل کے لکھنے کا اور اس پر گواہی کرنے کا حکم دیا واقعہ تاریخ فلاں سنہ فلاں اور یہ سجل بھی اصل ہے لیکن لوگوں میں مستعمل وہی سجل ہے جو اوّل مذکور ہوا ہے اور کبھی یہ سجل بطریق ایجاز لکھا جاتا ہے کہ قاضی فلاں بن فلاں متولی قضاوا حکام بلدۂ بخارا الی آخرہ کہتا ہے کہ میرے نزدیک جس طرح حوادث شرعیہ و نوازل حکمیہ ثابت ہوتے ہیں بعد دعویٰ صحیحہ از جانب خصم حاضر بر خصم حاضر کے کہ حکم نے اُس طرف توجہ کرنا واجب کر دیا ہے بذریعہ گواہان عادل کے جو میرے سامنے قائم ہوئے یا شہادت فلاں و فلاں کے جن کی عدالت و جواز شہادت میرے نزدیک معروف ہے یہ ثابت ہوا کہ فلاں نے اقرار کیا ہے کہ فلاں کے اس پر اس قدر دینار و قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیحہ ہیں اور اسی طرح ثابت ہوا کہ جس نے ایسا حکم دینا واجب کر دیا پس میں نے اس مشہود لہ کی درخواست سے اس مشہود علیہ پر حکم تمام اس مال کا جس کا اس مشہود علیہ نے اس مشہود لہ کے واسطے اقرار کیا ہے دونوں کے روبرو اس طرح دیا کہ اس کو قطعی کر دیا اور قضاء کو نافذ کر دیا بعد استجماع شرائط صحت حکم جواز کے اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں جو لوگوں میں معروف ہے اور میں نے اس محکوم علیہ پر اس مال مذکور کا ادا کرنا محکوم لہ کو لازم کر دیا اور محکوم علیہ و ہر ذی حق و حجت و دفعیہ کو اپنے حق و حجت و دفعیہ پر مختار چھوڑ دیا ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور میں نے اس محکوم لہ کی درخواست سے اس سجل کے لکھنے کا حکم دیا تا کہ محکوم کے واسطے حجت رہے اور اس پر اپنے حاضرین مجلس کو گواہ کر دیا واقع تاریخ فلاں۔

محضر☆

دراثبات دفع برائے ایں دعویٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے بعد لکھے قاضی فلاں متولی کار قضاء واحکام بلدہ بخارا ادام اللہ توفیقہ کی مجلس قضاء واقع کورہ[1] بخارا میں فلاں روز ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اس کا نام زید ہے اور اپنے ساتھ دوسرے کو لایا اور بیان کیا کہ اس کا نام عمرو ہے پھر اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کا جو دعویٰ اس زید کی جانب ہے اس کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کیونکہ اس عمرو نے اس زید پر پہلے دعویٰ کیا تھا کہ اس عمرو کے اس زید پر بیس دینار قرضہ ہیں اور اُن کی نوع وصفت عدد بیان کر دے اور ایسا ہی اس زید نے اپنی حالت جواز اقرار میں ان دیناروں مذکورہ کا اس عمرو کے واسطے قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا ایسا اقرار صحیح کیا تھا کہ اس عمرو نے اُس کے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی تھی اور عمرو نے ان دینار مذکورہ کے ادا کرنے کا اس سے مطالبہ کیا تھا اور اس کے اس دعویٰ کے انکار کے بعد اُس نے اس زید پر گواہ قائم کئے تھے پس اب یہ زید اس کے اس دعویٰ کے دفعیہ میں جس کا ذکر کیا گیا ہے اس عمرو پر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ عمرو اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ اس زید کے اُس کو یہ دینار ادا کرنے سے اس عمرو نے یہ سب دینار مذکورہ بقبضہ صحیحہ وصول پائے ہیں اور ایسا ہی اس عمرو نے اپنی حالت جواز اقرار میں بطوع خود قبضہ کر پانے کا ایسا اقرار صحیح کیا کہ اس زید نے خطاباً اس کی تصدیق کی پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس زید کی طرف اپنا یہ دعویٰ ترک کر دے پھر زید نے اُس جواب کا مطالبہ کیا۔ یہ صورت اُس وقت ہے کہ جب دعویٰ اوّل کا حکم اس قاضی نے نہ دیا ہو اور اگر اس قاضی نے دعویٰ اوّل کا حکم دیا ہو تو اس قول کے بعد کہ اس سے ان دیناروں کے واپس دینے کا مطالبہ کیا اور زید کی طرف سے اُس کے دعویٰ کا انکار ہونے کے بعد اس عمرو نے اپنے گواہ قائم کئے اور میری طرف سے اس عمرو کے واسطے اس زید پر یہ حکم جاری ہوا۔ پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دفعیہ کا دعویٰ کیا آخر تک جیسا ہم نے بیان کیا ہے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو سے اپنے دعویٰ کا جواب طلب کیا پھر اس کے بعد لکھے کہ پھر قاضی نے اس عمرو سے جواب مانگا پس اُس نے فارسی میں کہا کہ من مبطل نیم اندریں دعویٰ پس مدعی دفع یعنی زید چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور مجھ سے درخواست کی کہ اُن کی گواہی سنوں پس میں نے اُس کو منظور کیا اور وہ لوگ فلاں وفلاں ہیں یعنی گواہوں کے نام ونسب وحلیہ ومساکن ومصلی لکھے پھر لکھے کہ ان گواہوں نے بعد دعویٰ دفعیہ اس زید کے اور اس عمرو کی طرف سے جواب بانکار کے اس زید کی گواہی طلب کرنے کے بعد سب نے ایک نے بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقۃ الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ سنایا گیا تھا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہے گواہی میدہم کہ مقر آمد ایں فلاں۔ اور اس عمرو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بحال روائے اقرار خویش بطوع ورغبت وچنیں گفت کہ قبض کردہ ام ازیں فلاں اور مدعی دفعیہ یعنی زید کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایں بست دینار زر کہ مذکور شدہ است دریں محضر اور اس محضر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قبض درست برسانیدن ایں فلاں۔ اور مدعی دفعیہ یعنی زید کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایں زر ہارا اقرارے درست وایں مدعی دفع اور زید کی طرف اشارہ کیا ہے۔ راست گوئے داشت مرایں مدعا علیہ را اور عمرو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اندریں اقرار کہ آوردہ رو برو اور اگر گواہوں نے قبضہ معائنہ کرنے پر گواہی دی تو بجائے اقرار بقبضہ کے معائنہ قبضہ تحریر کرے جس طرح ہم نے اقرار کی تحریر میں بیان کیا ہے اور لکھے اور پھر عمرو نے دینار ہائے موصوفہ اس زید مدعی سے بقبضہ صحیحہ بدیں طور کہ زید نے اُس کو سب ادا کئے ہیں وصول پائے اور اگر زید نے اس طرح دفعیہ کا دعویٰ کیا کہ عمرو نے اُس کو تمام دعویٰ وخصومات سے بری کر دیا ہے وہ بری ہو گیا تو لکھے کہ مدعی دفع اس زید نے دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے بل اپنے دعویٰ کے اس زید کو اپنے تمام دعویٰ وخصومات سے جو اس کے بجانب اس زید کے ہوں مال وغیرہ کے بابراء صحیح بری

[1] جس کو ہمارے عرف میں محلہ بولتے ہیں ۱۲

کر دیا ہے اور اقرار کیا ہے کہ اس عمرو کا اس زید کی طرف کوئی دعویٰ وکوئی خصومت قلیل یا کثیر مال میں کسی وجہ اور کسی سبب سے نہیں ہے اور اس زید نے اس عمرو سے یہ ابراء قبول کیا اور خطاباً اُس کی تصدیق کی ہے اور یہ کہ یہ عمرو بعد ازانکہ اُس نے زید کو جمیع دعویٰ سے بری کرنے کا اقرار کیا ہے اُس کی جانب دعویٰ کرنے میں مبطل[1] ہے حق پر نہیں ہے پس اس عمرو مذکور پر واجب ہے کہ ایسے دعویٰ سے باز رہے اور زید سے تعرض چھوڑ دے اور اس عمرو سے اُس نے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے اس دعویٰ میں مبطل نہیں ہوں پس مدعی نے چند نفر ساتھ لا کر بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں پھر یہاں سے آخر تک وہی عبارت لکھے جو ہم نے بطریق وصول پانے کے دفعیہ میں بیان کی ہے لیکن بطریق قبضہ میں جہاں لفظ قبضہ لکھا تھا وہاں اس ابراء کی صورت میں ابراء تحریر کرے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ بعد تسمیہ کے لکھے کہ قاضی فلاں کہتا ہے کہ زید مذکور حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا اور تمام دعویٰ جو محضر میں مذکور ہوا ہے اوّل سے آخر تک اعادہ کرے پھر جب مدعی دفعیہ یعنی زید کے گواہوں کی گواہی کی تحریر سے فارغ ہو تو لکھے کہ میں نے اُن کی یہ گواہی سنی اور اُس کو محضر مجلد خریطۂ حکم میں ثبت کر لیا اور برابر عبارت لکھتا جائے یہاں تک کہ اس عبارت پر آئے کہ میرے نزدیک جس بات کی گواہی جس شخص پر گواہوں نے دی ہے وہ ثابت ہو گئی پس میں نے مدعا علیہ یعنی اس عمرو پر یہ پیش کیا اور اُس کو آگاہ کیا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہو گیا ہے اور اُس کو قابو دیا کہ اگر اُس کے پاس اس کا دفعیہ ہو تو لائے پس وہ کوئی دفعیہ ومخلص نہ لایا نہ ایسی کوئی حجت پیش کی جس سے یہ دفعیہ ساقط ہو اور میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ دفعیہ پیش کرنے سے عاجز ہے اور مجھ سے اس مدعی زید نے اس مدعا علیہ عمرو کے سامنے درخواست کی کہ جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے اُس کا حکم دوں اور سجل لکھ کر گواہی کرا دوں یہاں تک کہ یہ لکھے کہ پس میں نے اس زید کے واسطے اُس کی درخواست پر اس عمرو مدعا علیہ پر اس عمرو کے روبرو اس دفعیہ کے ثبوت کا بگواہی ان گواہوں کے جن کا نام اس میں مذکور ہے اپنی مجلس قضاء واقع بخارا میں حکم دیا ایسا حکم کہ قطعی ہے اور ایسی قضاء کہ میں نے اس کو نافذ کر دیا ہے جو شرائط صحت ونفاذ کو مجمع ہے سامنے ان دونوں متخاصمین کے دونوں کی حاضری کے وقت دونوں کی طرف اشارہ کر کے حکم دیا ہے اور اس عمرو کو حکم کیا کہ اس محکوم لہ زید سے اس مال مذکور کے ادا کرنے کے مطالبہ کا تعرض ترک کرے اور اس عمرو کو اور ہر صاحب حق وحجت ودفعیہ کو اپنے حق ومحبت ودفعیہ پر چھوڑا کہ ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور اس زید کی حجت ہونے کے واسطے میں نے اس سجل کی کتابت کا حکم دیا اور اپنے حکم پر حاضرین مجلس قضا کو گواہ کر دیا واقعہ تاریخ فلاں سنہ فلاں اور اگر دعویٰ قرضہ کا دفعیہ اس طور سے ہو کہ زید نے دعویٰ کیا کہ سلطان نے مجھ پر اس قدر مال کے اقرار پر اکراہ[2] کیا تھا تو لکھے کہ اس زید نے جس کو اپنے ساتھ لایا ہے یعنی اس عمرو پر اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں یہ دعویٰ کیا کہ میں اس اقرار فر سلطان کی طرف سے باکراہ صحیح مجبور کیا گیا تھا اور یہ کہ میرا یہ اقرار صحیح نہیں ہوا اور یہ کہ عمرو اپنے دیناروں کے دعویٰ میں مبطل ہے پس اُس پر واجب ہے کہ اس دعویٰ سے باز رہے اور اگر دعویٰ قرضہ کا دفعیہ بدعوی صلح بمال ہو تو دعویٰ دفع میں لکھے کہ اس زید نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ عمرو اپنے دعویٰ اسمبطل ہے اُس واسطے کہ اس عمرو نے اس زید کے ساتھ اس قدر مال پر اپنے قرضہ سے صلح کر لی تھی اور تمام بدل صلح پر قبضہ کر لیا تھا اور دفعیہ کے دعویٰ بہت ہو سکتے ہیں پس دعوی اے دفعیہ میں سے جو دعویٰ پیش آئے اس کو اسی مثال پر لکھے اور اگر دعویٰ قرضہ کسی سبب سے ہو تو اس سبب کو محضر دعویٰ میں تحریر کرے اور اگر سبب قرضہ غصب ہو تو لکھے کہ اس قدر دینار قرضہ لازم وحق واجب ہیں بدیں سبب کہ اس شخص نے جس کو ساتھ حاضر لایا ہے اس شخص کے دیناروں میں سے جو حاضر ہوا ہے اس قدر مبلغ مذکور موصوف در محضر غصب کر کے صرف کر ڈالے ہیں اور مثل ان دیناروں کے اُس کے ذمہ قرضہ ہو گئے ہیں اور اگر سبب قرضہ بیع ہو تو لکھے کہ دین لازم وحق واجب ثمن ایسی متاع کا ہے جو حاضر ہونے والے نے اس شخص کے ہاتھ جس کو حاضر لایا ہے فروخت کر کے اُس کے سپرد کر دی ہے اور اگر سبب قرضہ اجارہ ہو تو لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب اجرت ایک چیز کی ہے جس کو اُس نے مدعا علیہ کو اُجرت پر دے کر سپرد کر دی تھی اور مدعا علیہ نے مدت اجارہ

[1] یعنی دعویٰ ناحق کنندہ ۱۲ [2] کسے را بزور بر کارے داشتن یعنی کسی سے بزور وزبردستی کام کرانا ۱۲

تک اُس سے انتفاع حاصل کیا ہے اور اگر سبب قرضہ کفالہ یا حوالہ ہو تو کفالت کی صورت میں لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب کفالت کے ہے کہ مدعا علیہ نے فلاں کی طرف سے اس کی کفالت کی تھی اور اس شخص نے جو حاضر ہوا ہے اُس کی کفالت کی اپنے واسطے مجلس کفالت میں اجازت دے دی تھی اور اس شخص نے جس کو ساتھ حاضر لایا ہے اسی طرح اپنے اوپر اس مال کی اس حاضر ہونے والے کے واسطے بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہے اور حوالہ کی صورت میں تحریر کرے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب حوالہ کے ہے کہ فلاں نے اس پر حوالہ کر دیا تھا اور اُس نے اُس کی طرف سے یہ حوالہ اُسی مجلس میں بالمشافہ روبرو قبول کیا ہے اور اس شخص نے جس کو اپنے ساتھ لایا ہے اسی طرح اس حاضر ہونے والے کے واسطے اپنی ذات پر اس مال کا بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہے اور اگر دعویٰ قرضہ بذریعہ دستاویز کے ہو تو لکھے کہ اس حاضر ہونے والے زید نے اس شخص پر جس کو ساتھ لایا ہے مسمی عمرو پر تمام سب باتوں کا جن کو اُس کی دستاویز متضمن[1] ہے جس کو پیش کرتا ہے دعویٰ کیا اور دستاویز کی عبارت یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پھر دستاویز اقراری کو اوّل سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ تمام سب جس کو اُس کی دستاویز متضمن ہے کہ اُس مال کا جو اس میں مذکور ہے اور اس مال کا اِس عمرو کا اپنے اوپر اس زید کے لئے قرضہ لازم وحق واجب ہونے کا اقرار اور اس زید کا اس تاریخ میں اس عمرو کے اقرار کی تصدیق کرنے کا دعویٰ کیا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس زید کو یہ مال ادا کر دے اور اس زید نے اس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا اور اگر کفالت وحالت تحریری ہو تو لکھے کہ اُس پر تمام اُس کا جس کو تحریر ضمان یا تحریر حوالہ متضمن ہے جس کو پیش کرتا ہے دعویٰ کیا اور یہ اُس کی عبارت ہے پس تحریر کفالت وحوالت کو بعینہ نقل کر دے پھر لکھے کہ قبول واقرار وتصدیق جو کفالت نامہ وحوالہ نامہ میں اوّل سے آخر تک ہے تمام ان باتوں کا جن کو تحریر حوالہ یا کفالہ جو اس محضر میں منقول ہے شامل ہے دعویٰ کیا یہ محیط میں ہے۔

محضر ☆

دعویٰ قرضہ جومیّت پر ہے زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید کے اس عمرو کے والد فلاں شخص پر اس قدر دینار۔ ان کا وصف بیان کرے اور مبالغہ کرے بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب تھے اور ایسا ہی والد عمرو فلاں نے اپنی زندگی وصحت وجواز اقرار وسب طرح نفاذ تصرفات کی حالت میں بطوع خود ان دیناروں مذکورہ کا اس زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا تھا جس کی اس زید نے خطابا فلاں تاریخ تصدیق کی تھی پھر والد عمرو فلاں شخص نے ان دیناروں کو اس زید کو ادا کرنے سے پہلے وفات پائی اور اس زید کے واسطے مثل ان دیناروں کے اُس کے ترکہ میں قرضہ ہوا اور اس متوفی مذکور نے وارثوں میں اپنا ایک بیٹا صلبی بھی جس کو ساتھ لایا ہے یعنی یہ عمرو چھوڑا اور ترکہ میں اپنا مال جنس مال مذکور سے ادائے مال قرضہ مذکور کی مقدار سے زائد اس عمرو کے قبضہ میں چھوڑا ہے اور اس عمرو کو اس معاملہ سے آگاہی ہے پس اس پر واجب ہے کہ یہ قرضہ مذکور اپنے مقبوضہ مال میں سے مال مذکور کے مثل ترکہ متوفی میں سے اس زید کو ادا کر دے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ سے پوچھا اور محضر کو مع الفاظ شہادت کے بروفق دعویٰ لکھ کر ختم کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ قاضی فلاں کہتا ہے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر دعویٰ بعینہ اعادہ کرے اور گواہوں کے نام و الفاظ شہادت وگواہوں کی عدالت اور یہ کہ اُس نے اُن کی گواہی بوجہ ظاہری عدالت اسلام کے یا بسبب اُن کے عادل معروف ہونے کے یا بوجہ تعدیل مزکین کے عدالت ثابت ہونے کے قبول کی یہاں تک کہ اس عبارت تک پہنچے کہ میں نے حکم دیا پس لکھے کہ میں نے

[1] شامل واحاطہ کنندہ ۱۲

اس زید کے واسطے اس عمرو پر متوفی مذکور کے حالت زندگی وصحت ونفاد تصرفات میں اپنے اوپر اس زید کے واسطے اس مال مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار واس زید کی اس کے اقرار کی خطاباً فلاں تاریخ مذکور میں تصدیق اور مال مذکور میں سے کچھ اس زید کو ادا کرنے سے پہلے قرض دار مذکور کی وفات اور عمرو کے پاس اس قدر ترکہ جس سے مثل مال مذکور ادا ہوسکتا ہے مع زیادتی کے چھوڑنا سب ثابت ہونے کا بذریعہ ان گواہان کے جن کا نام اس میں درج ہے حکم مبرم دیا اور ان سب باتوں کی بگواہی گواہان ثابت ہونے کی قضا اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں جو لوگوں میں معروف ہے مجمع بشرائط صحت ونفاذ بحضور ہر دو متخاصمین[1] م دونوں کے روبرو نافذ کر دی اور اس عمرو کو حکم کیا کہ اپنے پدر متوفی کے ترکہ میں سے جو اس کے قبضہ میں ہے قرضہ مذکور اس زید کو ادا کر دے فقط۔

محضر ☆

در اثبات دفعیہ برائے ایں دعویٰ۔ عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا پس اس عمرو نے اس زید پر اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو اس عمرو مذکور پر ہے دعویٰ کیا اور یہ اس واسطے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا تھا کہ اس زید کا اس عمرو کے پدر متوفی پر آخر تک پورا دعویٰ اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کہ زید اس دعویٰ میں جو وہ اس عمرو پر کرتا ہے مبطل ہے اس واسطے کہ اس زید نے اس کے پدر متوفی سے جس کا نام ونسب محضر میں مذکور ہے اس کی زندگی میں یہ دینار ہائے مذکور بطور صحیح وصول کر لئے ہیں اور ایسا ہی اس زید نے اپنی حالت صحت وثبات عقل میں بطوع خود ان دیناروں کا اس کے متوفی پدر فلاں سے وصول پانے کا بقبضہ صحیحہ اقرار کیا ہے اور یہ اقرار کیا ہے کہ اُس متوفی مذکور پر اُس کا کچھ دعویٰ کسی سبب اور کسی وجہ سے نہیں ہے باقرار صحیح جائز اقرار کیا جس کی متوفی مذکور نے خطاباً تصدیق کی ہے اور یہ کہ یہ زید اپنے دعویٰ مذکورہ میں جو عمرو کی جانب کرتا ہے بعد ازانکہ حالت یہ ہے جو بیان کی گئی ہے مبطل ہے محق نہیں ہے۔ یہ لکھ کر محضر کو تمام کر دے اور کبھی دعویٰ دفعیہ بدین طور ہوتا ہے کہ اس زید نے متوفی مذکور کو اپنے تمام دعوؤں سے بری کر دیا ہے اور دوسرے وجوہ سے بھی ہوتا ہے جن کا بیان اس سے پہلے گذر چکا ہے پھر اُن صورتوں میں اسی طرح لکھے جس طرح ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

سجل ☆

ایں دفعیہ بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کے اُسی طور سے لکھے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے پھر دعویٰ دفعیہ محضر دعویٰ سے جس طرح ہم نے پہلے لکھا ہے بعینہ نقل کر دے یہاں تک کہ تحریر حکم تک پہنچے تو بعد استخارہ (۱) کے لکھے کہ میں نے اس عمرو کے واسطے اس دفعیہ مذکورہ کے ثابت ہونے کا اس زید پر بگواہی ان گواہوں کے جن کا نام مذکور ہے دونوں متخاصمین کی موجودگی میں دونوں کے روبرو حکم دے دیا پھر جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے سجل کو تمام کر دے یہ محیط میں ہے۔

محضر ☆

دعویٰ نکاح ایسی عورت کے ساتھ جس کا کوئی شوہر نہیں ہے اور نہ وہ کسی کے قبضہ میں ہے۔ زید نے ہندہ کے نکاح کا دعویٰ کیا اور یہ زید یہ زعم[2] کرتا ہے کہ اس ہندہ کے ساتھ دخول کیا ہے اور ہندہ نکاح سے منکر ہے اور ضرورت اثبات نکاح کی اور تحریر محضر کی پیش آئی تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جس نے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ بنت عمرو ہے پس اس زید نے اس ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی بیوی ہے اور اُس کی منکوحہ وحلال ومدخولہ بنکاح صحیح ہے کہ اس نے زید کے ساتھ اپنا نکاح درحالیکہ عاقلہ

---

[1] یعنی مدعی ومدعا علیہ ۱۲ [2] گمان وخیال کرنا ۱۲ (۱) اللہ تعالیٰ سے استخارہ طلب کیا ۱۲

بالغہ سب صورتوں سے نافذ التصرفات تھی اور ہر غیر کی طرف سے اور اس زید کی طرف سے عدت میں نہ تھی بموجودگی وحضور گواہان مردان آزاد بالغ ومسلمان کے اس قدر مہر پر کرلیا اور اس زید نے درحالیکہ سب صورتوں سے نافذ التصرفات تھا اس ہندہ کے ساتھ اس مجلس تزویج میں انہی گواہوں کے سامنے جو اس مجلس تزویج میں حاضر تھے اسی قدر مہر مذکور پر اپنے واسطے بتزویج صحیح نکاح قبول کیا اور البتہ ان گواہوں نے جو اس مجلس تزویج میں حاضر تھے اُن دونوں متعاقدین کا کلام سنا اور یہ ہندہ آج کے روز بحکم نکاح مذکور کے اُس کی بیوی وحلالہ ہے اور ناحق احکام نکاح میں اس کی اطاعت سے انکار کرتی ہے پس اس ہندہ پر واجب ہے کہ احکام نکاح میں اس زید کی تابعداری واطاعت کرے پس درخواست کی کہ اس سے جواب دعویٰ کا مطالبہ ہو پس ہندہ مذکورہ سے دریافت کیا گیا اور اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو محضر میں لکھے کہ اس زید نے اس عورت ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ ہندہ اُس کی بیوی ومنکوحہ وحلالہ ہے اور دخول سے کچھ تعرض نہ کرے اور اگر یہ عقد نکاح کا ماجرا اس زید اور ہندہ کے ولی مثلاً اُس کے والد کے درمیان درحالیکہ ہندہ بالغہ تھی واقع ہوا ہو تو محضر میں لکھے کہ اس ہندہ کو اُس کے والد عمرو بن بکر قریشی نے درحالیکہ ہندہ سب صورتوں سے نافذ التصرفات عاقلہ بالغہ تھی ونکاح غیر وعدت غیر سے خالی تھی ہندہ کے حکم ورضامندی سے سامنے گواہان عادل کے اس قدر مہر پر بتزویج صحیح اس زید کے ساتھ نکاح کردیا پھر محضر کو تمام کردے اور اگر یہ عقد زید وہندہ کے وکیل کے درمیان جاری ہوا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کا نکاح اس زید کے ساتھ ہندہ کے وکیل خالد بن محمد نے اور آگے سب وہی لکھے جو ہم نے باپ کی صورت میں بیان کیا ہے اور اگر یہ عقد ہندہ کی صغرسنی کی حالت میں والد ہندہ اور اس زید کے درمیان جاری ہوا ہو اور زید بعد ہندہ کے بالغ ہوجانے کے اُس سے خصومت کرتا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کو اُس کے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اُس کی صغرسنی میں بولایت پدری زید کو کفو دیکھ کر اس قدر مہر پر جو اس کا مہر مثل ہے نکاح کردیا اور اگر عقد نکاح زید وہندہ دونوں کے والدین کے درمیان دونوں کی صغرسنی میں جاری ہوا ہو اور دونوں نے اپنے بالغ ہونے کے بعد مخاصمہ کیا تو لکھے کہ اس زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ہندہ اُس کی بیوی وحلالہ ومنکوحہ ہے اُس کو اس کے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اُس کی صغرسنی میں بولایت پدری اس زید کے ساتھ سب طرح سے اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت میں سامنے گواہان عادل کے بتزویج صحیح بیاہ دیا اور اس زید کے باپ فلاں بن فلاں نے اس تزویج موصوف کو اپنے پسر اس زید کے واسطے اس کی صغرسنی میں مجلس تزویج میں بولایت پدری سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت میں ان گواہان عادل کے سامنے جو مجلس تزویج ہذا میں حاضر ہوئے تھے بطور صحیح قبول کیا اور محضر کو تمام کرے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ سجل کی پیشانی موافق رسم کے تحریر کر کے نسخہ محضر سے تمام دعویٰ کا اعادہ کرے اور اسمائے گواہان ولفظ شہادت تمام لکھتا جائے یہاں تک کہ حکم لکھنے کے مقام تک پہنچے پھر حکم کی جگہ لکھے کہ میں نے اس زید کی درخواست سے اس زید کے واسطے اس عورت ہندہ پر اُس کا منکوحہ زید واس کے حلالہ ہونا سب جو میرے نزدیک ان گواہان مذکور کی گواہی سے بسبب نکاح صحیح مذکور مبین کے ثابت ہوا ہے ہر دو متخاصمین کے سامنے حکم کیا اور اس سب کا حکم قطعی وقضا کے شرعی مجمع بشرائط صحت ونفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں نافذ کردیا اور اس ہندہ پر احکام نکاح میں اس زید کی اطاعت لازم کردی پھر سجل کو تمام کردے یہ ذخیرہ میں ہے۔

محضر ☆

در دفع دعویٰ نکاح۔ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو اس کا اس ہندہ کی جانب تھا دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس ہندہ پر دعویٰ کیا تھا پھر دعویٰ کو بعینہ اوّل سے آخر تک اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس

زید کا یہ دعویٰ نکاح بجانب ہندہ ساقط ہے اس وجہ سے کہ اس ہندہ نے ہر طرح اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت میں اس نکاح مذکور میں اس زید سے بطلاق واحد اپنے مہر ونفقہ عدت و ہر حق پر جو عورتوں کا اپنے شوہروں پر خلع سے پہلے یا بعد واجب ہوتا ہے اور ہر ایک کے واسطے دونوں میں سے دوسرے کے سب دعویٰ وخصومات سے بریت ہونے پر خلع کرالیا تھا اور یہ کہ اس زید نے سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت میں اس دہندہ کو بطلاق واحد بر شرائط مذکورہ اسی مجلس اختلاع میں بخلع صحیح خالی از شروط مفسدہ ومعانی مبطلہ خلع کر دیا اور یہ کہ یہ زید اپنے اس نکاح کے دعویٰ میں جو ہندہ کی طرف کرتا ہے بعد ازانکہ اس زید واس ہندہ میں مخالعۂ مذکورہ واقع ہو چکی ہے مبطل ہے محق نہیں ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس دعویٰ سے باز رہے پھر ہندہ مذکورہ نے اُس سے جواب کا مطالبہ کیا اور جواب[1] دعویٰ مانگا کذا فی الظہیر یہ۔

سجل ☆

ابن دفعیہ بدستور سابق لکھتا جائے یہاں تک کہ حکم پر پہنچے پس لکھے کہ میرے نزدیک بگواہی ایں گواہان مسمین کے ثابت ہوا کہ اس ہندہ نے اپنے مہر ونفقہ عدت پر اور ہر حق پر جو عورتوں کا اپنے شوہروں کی طرف خلع سے پہلے یا اس کے بعد واجب ہوتا ہے اس زید سے بطلاق واحدہ اپنا خلع کرالیا ہے اور اس زید نے بعوض بدل مذکور کے اس مجلس خلع میں اس کو بطلاق واحد خلع دے دیا ہے اور یہ مخالفت دونوں متخاصمین میں سب طرح دونوں کے جواز تصرفات کی حالت میں جاری ہوئی ہے پس میں نے اس سب کا اس ہندہ کے واسطے اس زید پر حکم دیا اور قضائے شرعی بدین طور کہ یہ ہندہ اس زید پر بسبب مخالعت مذکورہ کے بطلاق واحدہ حرام ہوگئی ہے ہر دو متخاصمین کے روبرو باجتماع شرائط صحت ونفاذ کے نافذ کر دی اور سجل تمام کر دے یہ ذخیرہ میں ہے۔

محضر ☆

دعویٰ نکاح ایسی عورت پر جو دوسرے مرد کے پاس ہے اور یہ عورت اس مرد کے واسطے نکاح کا اقرار کرتی ہے لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جس نے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ ہے اور ایک مرد کو لایا جس نے کہا کہ میرا نام عمرو ہے پھر اس زید نے اس ہندہ پر اس عمرو کے سامنے دعویٰ کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی بیوی وحلالہ ومدخولہ بنکاح صحیح ہے اور یہ ہندہ اس زید کی طاعت سے باہر ہوگئی ہے اور یہ عمرو اس ہندہ کو اس زید کی اطاعت سے منع کرتا ہے اور احکام نکاح میں تابعداری کرنے سے روکتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ روکنے سے باز رہے اور دونوں میں سے ہر ایک سے زید نے مطالبہ کیا اور جواب دعویٰ مانگا پس ہندہ نے جواب دیا کہ میں اس زید کی بیوی نہیں ہوں اور مجھ پر اس کی اطاعت واجب نہیں ہے بلکہ میں اس عمرو کی بیوی ہوں اور عمرو نے جواب دیا کہ یہ ہندہ میری جورو وحلالہ ومنکوحہ ہے اور میں اس بات کا مستحق ہوں کہ اس زید کی اطاعت سے اس کو منع کروں پھر یہ مدعی زید چند نفر حاضر لایا اور کہا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور قاضی سے اُن کی گواہی کی سماعت کرنے کی درخواست کی پھر ہر ایک گواہ نے موافق دعویٰ مدعی کے شہادت متفقۃ اللفظ والمعنی ادا کی تو قاضی یہ حکم دے دے گا کہ یہ ہندہ اس زید مدعی کی بیوی ہے اور اگر عمرو نے بھی گواہ قائم کئے کہ یہ عورت اُس کی منکوحہ وحلالہ ہے تو قاضی اس عمرو کے نام ڈگری کرے گا اور ان گواہوں سے گواہان مدعی کو ساقط کر دے گا اور جب قابض وغیر قابض دونوں مقدمہ نکاح میں مطلقاً بدون بیان تاریخ کے گواہ قائم کریں تو قابض کے گواہوں پر حکم ہوگا بخلاف مقدمہ ملک مطلق کے اور اگر قاضی نے گواہان غیر قابض کی گواہی پر حکم دے دیا ہو پھر قابض نے گواہ قائم کئے پس آیا قابض کے گواہوں کے موافق حکم دے گا یا نہیں سو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی الظہیر یہ اور اس دفعیہ کی تحریر کا یہ طریقہ ہے کہ عمرو حاضر ہوا اور اپنے

[1] بعد اس کے دیکھا جائے کہ یا تو زید مقر ہوگا یا منکر ہوگا پس اگر مقر ہوا تو گواہوں کی حاجت نہیں کام پورا ہوگیا پس یوں ہی لکھے اور اگر منکر ہوا تو گواہوں کو مثل مذکورۂ سابق لکھے ۱۲ منہ

ساتھ ہندہ کو جس کے نکاح میں جھگڑا ہوا ہے لایا اور اپنے ساتھ زید کو لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اُس کے دعویٰ و گواہوں کے دفعیہ میں یہ دعویٰ کیا کہ اس زید نے اولاً اس ہندہ پر اس عمرو کے روبرو دعویٰ کیا تھا کہ یہ عورت اُس کی بیوی وحلالہ ومدخولہ بنکاح صحیح ہے اور یہ عورت اُس کی اطاعت سے خارج ہوگئی اور یہ عمرو اُس کو اس مدعی کی اطاعت[1] سے منع کرتا ہے اور بیان کر دے کہ اس زید نے اس عورت سے اپنے انقیار کا اور عمرو سے منع اطاعت سے باز رہنے کا مطالبہ کیا اور بیان کر دے کہ اس عورت نے اور اس مرد نے اس مدعی کے اس عورت کی جانب دعویٰ سے انکار کیا اور بیان کر دے کہ اس عورت مذکورہ نے اس عمرو کے واسطے اپنے نکاح کا اقرار کیا اور اس عمرو نے اُس کے قول کی تصدیق کی اور بیان کر دے کہ زید مدعی نے اس عورت پر اپنے نکاح مذکور کے دعویٰ کے گواہ قائم کئے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو عورت مذکورہ کی جانب ہے اُس کے روبرو یہ دعویٰ کیا کہ یہ عورت جو اس زید کے ساتھ حاضر ہے اس عمرو کی حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح جو دونوں میں جاری ہوا ہے اور اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کئے اور کہا کہ میں اس کے نکاح کا مستحق ہوں بحکم آنکہ میں قابض بھی ہوں اور میرے پاس گواہ بھی ہیں پس اس زید پر واجب ہے کہ اس عورت ہندہ کی طرف اپنا دعویٰ نکاح ومطالبہ ترک کرے تاکہ عورت مذکورا پنے شوہر اس عمرو کی اطاعت پر قادر ہو پھر مدعا علیہ سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا اور اس دفعیہ کا دفعیہ چند طرح سے ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ زید غیر قابض عمرو قابض پر دعویٰ کرے کہ اس عمرو نے اس کو بطلاق بائن یا رجعی طلاق دی اور اُس کی عدت گذر گئی پھر اس زید نے اس عورت سے عمرو کی عدت گذر جانے کے بعد نکاح کر لیا ہے پس اگر اس طرح دفعیہ کا دفعیہ کا ہو تو ایسے دعویٰ کے تحریر کی یہ صورت ہے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن شعیب اور ہندہ بن سالم کو لایا پس اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کے دفع دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا پس پہلے دعویٰ زید تحریر کرے پھر عمرو کی جانب سے اُس کے دعویٰ کا دفعیہ تحریر کرے پھر زید کا دفعیہ تحریر کرے پس لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اُس نے اپنی بیوی اُس ہندہ بنت سالم کو فلاں تاریخ طلاق دی پھر اُس کی عدت گذر گئی پھر اس مدعی کو بعد انقضائے عدت کے فلاں تاریخ عورت مذکورہ کے فلاں ولی کی تزویج برضامندی عورت مذکورہ سے بحاضری گواہان عادل اس مہر معلوم پر نکاح میں دیا اور اس مدعی کے اس کی تزویج بنفسہ اسی مجلس تزویج میں بقبول صحیح قبول کیا اور اب آج کے روز یہ عورت اس مدعی کی بیوی وحلالہ اس سبب سے ہے اور یہ عمرو اپنے اس دعویٰ میں جو اس زید کی جانب کرتا ہے بعد ازانکہ حالت یہ ہے جو بیان کی گئی مبطل ہے محق نہیں ہے اور محضر کو تمام کر دے اور وجہ دیگر اس دعویٰ کے دفعیہ کی یہ ہے کہ زید دعویٰ کرے کہ اس عمرو نے فلاں کو وکیل کیا کہ میری اس عورت ہندہ کو طلاق بائن یا رجعی دے دے پھر وکیل عمرو نے اس عورت کو موافق اس عمرو کے حکم کے طلاق دی اور اس کی عدت گذر گئی پھر اس زید نے اُس سے نکاح کیا۔ وجہ دیگر آنکہ یہ زید دعویٰ کرے کہ اس عمرو نے اقرار کیا ہے کہ یہ عورت اُس پر بسبب مصاہرت یا رضاعت کے حرام ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

محضر ☆

مہر کا ترکہ شوہر پر قرضہ ثابت کرنا۔ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ ایک مرد زید نامی کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس زید پر دعویٰ کیا کہ یہ ہندہ بیوی فلاں بن فلاں والد اس زید کی تھی اور اس کی منکوحہ وحلالہ ومدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس عورت کے اس پر اپنے باقی مہر کے جس پر اُس نے نکاح کیا تھا اس قدر دینار قرضہ لازم وحق واجب ومہر ثابت بنکاح صحیح جو دونوں میں قائم تھا واجب تھے اور ایسا ہی اس زید کے والد فلاں بن فلاں نے اپنی صحت وسب طرح نفاذ تصرفات کی حالت میں ان دیناروں کا اپنے اوپر اس عورت ہندہ کے واسطے بسبب نکاح مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا اور اُس کے اقرار کی تصدیق اس عورت نے بالمواجہہ وبالمشافہہ خطاباً کی پھر یہ فلاں بن فلاں مذکور قبل اس کے کہ اس عورت کو اس قدر مہر سب یا اس میں سے کچھ ادا کرے مر گیا پس یہ مہر

[1] اطاعت فرمانبرداری کرنا ومطیع ہونا ۱۲

مذکور اس عورت کے واسطے اُس کے ترکہ میں قرضہ ہو گیا اور وارثوں میں اُس نے ایک یہ بیوی چھوڑی ہے جو حاضر ہو کر مدعی ہوئی ہے اور ایک یہ بیٹا صلبی جس کو عورت مذکورہ اپنے ساتھ حاضر لائی ہے چھوڑا ہے ان دونوں کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اُس نے ترکہ میں دینار ہائے مذکورہ کی جنس سے اس زید کے قبضہ میں اس قدر چھوڑا ہے جو قرضۂ مذکورہ کے ادا کرنے کے واسطے کافی ہے اور اس سے زائد ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

سجل ☆

اس دعویٰ و محضر دفعیہ اس دعویٰ کا سجل دفع اس طور پر لکھا جائے جس طرح ہم نے ترکہ میّت میں قرضہ مطلق کا دعویٰ کرنے میں بیان کیا ہے۔

محضر ☆

در اثبات مہر المثل۔ اگر کسی شخص نے اپنی دختر بالغہ کو اس کی رضامندی سے کسی شخص کے ساتھ بنکاح صحیح بیاہ دیا اور اُس کا مہر کچھ بیان نہ کیا حتیٰ کہ مہر المثل واجب ہوا اور مہر المثل کے اثبات کی ضرورت ہوئی بایں طور کہ مرد مذکور نے اس کے ساتھ خلوت صحیحہ[1] کر کے یا دخول کر کے اس کو طلاق دی اور مہر المثل سے انکار کیا پس اگر دختر مذکورہ نے اپنے باپ کو وکیل کیا ہے حتیٰ کہ اُس نے اپنی دختر کے واسطے دعویٰ کیا تو محضر میں لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور اس زید نے اپنی دختر ہندہ کے واسطے بوجہ وکالت کے جو زید کے واسطے اپنی دختر مذکورہ کی طرف سے ثابت ہے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس کی دختر ہندہ موکلہ اس زید کی اس عمرو کی بنکاح صحیح بیوی ہے کہ اس کو اُس کے باپ اس زید نے اُس کی رضامندی سے گواہوں کے سامنے اس عمرو کے ساتھ بیاہ دیا اور عقد کے وقت اُس کا کچھ مہر بیان نہیں کیا اور اُس کا مہر مثل اس قدر دینار ہیں اس واسطے کہ اُس کی بڑی بہن یا چھوٹی بہن مسماۃ فلانہ جو اُس کی مادر پدر کی طرف سے یا پدر کی طرف سے بہن ہے اُس کا مہر اسی قدر ہے اور زید کی موکلہ مسماۃ ہندہ اپنی اس بہن کے ساتھ حسن و جمال و بکارت و سن میں برابر ہے۔ اور ہم نے یہ چیزیں اس واسطے ذکر کر دیں کہ اُن چیزوں کے مختلف ہونے سے مہر مختلف ہو جاتا ہے اور یہ بھی بیان کرے کہ موکلہ ہندہ کی بہن جس کا ذکر کیا گیا ہے اُسی شہر میں مقیم ہے جس میں موکلہ مذکورہ ہے اس واسطے کہ شہروں کے اختلاف سے مہر مختلف ہو جاتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اُس کی دختر موکلہ کے واسطے ان درموں یا دیناروں کے مثل ادا کرے پھر اُس سے اس کا مطالبہ کیا اور دعویٰ کا جواب طلب کیا پس اس عمرو سے دریافت کیا گیا پھر آخر تک تحریر کرے اور اگر ہندہ مذکورہ کی کوئی بہن نہ ہو تو اُس کے باپ کی برادری میں سے ایسی عورت تلاش کی جائے جو حسن و جمال و سن و بکارت میں اُس کے مثل ہو اور یہ شرط ہے کہ یہ عورت بھی اسی شہر سے ہو کیونکہ اس کی وجہ ہم نے ذکر کر دی ہے اور اگر اُس کے باپ کی قوم میں کوئی عورت ان اوصاف کی نہ پائی جائے تو اُسی شہر کے اجنبی لوگوں میں سے کسی عورت کے مہر مثل پر اس کے مہر مثل کا اعتبار کیا جائے گا اور اُس کی ماں کی قوم میں سے کسی عورت کے مہر مثل پر اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اوّل باب المہور میں ذکر کیا ہے اور نیز شیخؒ نے مسئلہ اختلاف الزوجین میں بیان کیا ہے کہ موافق امام اعظمؒ کے اُس کے مہر مثل کی تقدیر اجنبیوں میں سے کسی عورت کے مہر پر جو اُس کے مشابہ ہو نہ کی جائے گی پس اس روایت کے موافق جو حکم اوّل باب المہور میں ذکر کیا ہے وہ صاحبینؒ کے قول کے موافق ہوگا اور اگر اس عورت نے کسی اجنبی کو وکیل کیا ہو تو لکھے کہ عیسیٰ حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس عیسیٰ نے اپنی موکلہ ہندہ بنت زید مخزومی کے واسطے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس کی موکلہ یہ عورت ہندہ اس عمر کی بنکاح صحیح بیوی تھی جس کو اُس کے باپ زید بن خالد مخزومی

---

[1] یعنی وہ حکومت کہ جس میں کوئی مانع شرعی مثل رمضان وغیرہ کے نہ ہو ۱۲

نے اُس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ مذکورہ کے گواہوں کے سامنے بیاہ دیا تھا اور کچھ مہر مقرر و بیان نہیں کیا تھا آخر تک تمام عبارت تحریر کرے یہ محیط میں ہے۔

محضر☆

دراثبات مہر المثل ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اُس کو اُس کے ولی مسمی زید نے اس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ کے بشہادت گواہان عادل کے بنکاح صحیح بیاہ دیا تھا اور کچھ مہر بیان نہیں کیا تھا پس شرع نے اس ہندہ کے واسطے مہر مثل واجب کیا اور اُس کا مہر مثل اس قدر ہے اس لئے اُس کی بہن ایک مادر پدر کی مسماۃ سلیمہ کا مہر اسی قدر تھا اور یہ ہندہ مال و جمال وسن و بکارت میں اُس کے مساوی ہے اور گرانی وارزانی کی راہ سے اُس کا اور اِس کا زمانہ ایک ہے پس دونوں کا مہر ایک ہے پس اس عمرو کو مثل ان سب دیناروں کے بشرطیکہ ہندہ کو اپنے اوپر حرام [1] کرلیا ہو نہ بقدر معجّل کے اس میں سے ہندہ مذکورہ کو ادا کرنا واجب ہے فقط واللہ اعلم۔

محضر☆

دراثبات متعہ۔ [2] ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمر کو حاضر لائی پھر ہندہ نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے اس ہندہ سے نکاح کیا اور کچھ مہر بیان نہ کیا تھا پھر قبل دخول کے اُس کو طلاق دے دی پس ہندہ کے لئے اس عمرو پر متعہ واجب ہوا اور وہ تین کپڑے یعنی درع وخمار وملحفہ ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس کے عہدہ سے خارج ہو۔

محضر☆

دراثبات خلوت۔ ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر کر کے اُس پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے اس ہندہ کے ساتھ بتزویج اس کے فلاں وکیل یا ولی کے اس کے ساتھ برضامندی ہندہ مذکور کے اس قدر مہر پر سامنے گواہان عادل کے جو حاضر ہوئے تھے نکاح کیا پھر اس عمرو نے اس ہندہ کے ساتھ خلوت صحیحہ کی کہ ان دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا اور کوئی مانع شرعی یا طبعی نہ تھا پھر اس کے بعد اُس نے ہندہ مذکورہ کو طلاق بائن دے دی اور ایسا ہی شوہر یعنی اس عمرو نے بھی اس کا اقرار صحیح کیا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ مثل ان دیناروں کے اس ہندہ کو ادا کرے اور اس کی ذمہ داری سے خارج ہو پھر اپنے دعویٰ کے جواب کا مطالبہ کیا یہ ظہیریہ میں ہے۔

محضر☆

دراثبات حرمت غلیظہ۔ جاننا چاہئے کہ دعویٰ حرمت بطلاق چند اقسام ہیں ایک یہ کہ دعویٰ حرمت صریح تین طلاق کے ساتھ اور اس دعویٰ کے محضر کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اُس نے اپنے ساتھ عمرو کو حاضر کیا پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر یہ دعویٰ کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی منکوحہ وحلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس ہندہ کے اس عمرو پر اس قدر دینار یا اس قدر درم بسبب اس نکاح کے قرضہ لازم وحق واجب تھے اور اس عمرو نے اس ہندہ کو اپنے اوپر تین طلاق سے بحرمت غلیظہ حرام کیا کہ اس کے بعد اس پر حلال نہیں ہوسکتی ہے یہاں تک کہ غیر شوہر سے نکاح کرے اور آج کے روز یہ ہندہ اس عمرو پر بوجہ اسی سبب مذکور کے حرام ہے اور یہ عمرو باوجود علم اس بات کے دونوں کے درمیان حرمت غلیظہ ثابت ہوگئی ہے اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ نہیں کرتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس ہندہ کو جدا کر کے اُس کی راہ روکنا چھوڑ دے اور جو مہر اس کا اس عمرو پر ہے اس کو

(۱) مثلاً طلاق دے دی ہو یا مانند اس کے ۱۲ (۲) اس کے معنی عنقریب بیان ہوتے ہیں

ادا کر دے اور مثل نفقہ عدت کے اس کی عدت منقضی ہونے تک اس کو دیا کرے پھر ہندہ مذکورہ نے اس سے جواب کا مطالبہ کیا۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ بدستور سابق تحریر کرنے کے بعد حکم کے وقت لکھے کہ میں نے اس ہندہ مدعیہ کے واسطے اس حرمت غلیظہ کے ثبوت کا اس عمرو پر بسبب مذکور کے بعد ازانکہ عمرو کی حلالہ بعقد نکاح تھی بگواہی ان گواہان کے ہر دو متخاصمین کی حاضری میں دونوں کے روبرو حکم دیا اور اس عمرو محکوم علیہ پر اس ہندہ کا چھوڑ دینا و اُس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرنا لازم کر دیا اور اس عمرو کو اُس کے مال مہر مذکور کے اس کو ادا کر دینے کا اور اُس کی عدت منقضی ہونے تک اُس کا نفقہ مثل اس پر جاری رکھنے کا حکم دیا اور سجل کو تمام کر دے وجہ دوم آنکہ حرمت کا دعویٰ اس وجہ سے کرے کہ عمرو نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو تین طلاق دے دی ہیں اور اس کے محضر کے تحریر کی یہ صورت ہے کہ ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی بیوی منکوحہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی پھر اس عمرو نے اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات میں اقرار کیا کہ میں نے اس ہندہ کو تین طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کر دیا پھر اس ہندہ کو اسی طرح حرام ساتھ رکھتا ہے اور نہیں چھوڑتا ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس کو جدا کر دے اور اس کا مہر مذکور اس کو ادا کر دے اور سجل اس دعویٰ کا بطریق سجل دعویٰ اوّل کے ہے لیکن اس صورت میں حکم میں اقرار کا بیان کرے پس یوں لکھے کہ میں نے اس ہندہ کے واسطے اس عمرو پر ثبوت اقرار عمرو مذکور بایں حرمت غلیظہ مذکورہ بشہادت گواہان مسمین کا حکم دیا اور سجل کو تمام کرے۔ وجہ سوم آنکہ تین طلاق سے حرام ہو جانے کا بسبب حلف کے دعویٰ کرے کہ جس حالت میں ہندہ و عمرو کے درمیان نکاح قائم تھا یہ قسم کھائی تھی کہ اگر وہ یہ فعل کرے تو اس کی بیوی ہندہ پر تین طلاق ہیں پھر اُس نے یہ فعل معین جس پر قسم کھائی تھی کیا اور اپنی قسم میں حانث ہوا اور ہر سہ طلاق مشروطہ اُس کی بیوی ہندہ پر واقع ہوئیں اور یہ عورت ہندہ اُس پر حرام بحرمت غلیظہ ہوگئی اور یہ عمرو باوجود علم اس حرمت غلیظہ کے اس کو حرام اپنے ساتھ رکھتا ہے اور جدا نہیں کرتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس کو جدا کر دے اور اس سے اس کا مطالبہ کیا پھر محضر کو تمام کر دے۔ اسی طرح اگر ایک طلاق یا دو طلاق کی وجہ سے حرمت کا دعویٰ کرے تو اس کو محضر میں بیان کر دے اور اسی طرح اگر کسی دوسرے سبب[1] سے حرمت کا دعویٰ کرے تو وہ سبب محضر میں بیان کرے۔

محضر ☆

جب کہ بدون دعویٰ عورت کے گواہوں نے بحق شرع تین طلاق کی وجہ سے ہندہ و عمرو میں حرمت غلیظہ ثابت ہونے کی گواہی دی اور یہ کہ ہندہ مذکور آج کے روز تین طلاق سے اُس پر حرام ہے۔ ایک قوم نے قاضی کے سامنے ایک مرد حاضر مسمی عمرو پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی حاضرہ اس ہندہ کو تین طلاق دی ہیں اور یہ عورت آج اس مرد پر تین طلاق کی حرمت غلیظہ سے حرام ہے پس گواہوں نے گواہی کو اپنے طریقہ پر ادا کیا اور گواہی کے موافق بیان پر اس کو بیان کیا تو محضر میں تحریر کرے کہ مجلس قضاء میں ایک قوم حاضر ہوئی جنھوں نے بیان کیا کہ ہم حسبۃً للہ تعالیٰ گواہ ہیں اور وہ فلاں و فلاں و فلاں علیٰ ہذا القیاس اُن کے نام و انساب[2] و حلیہ و مساکن و مصلی بیان کر دے اور اپنے ساتھ ایک مرد مسمی عمرو کو اور ایک عورت مسماۃ ہندہ کو لائے اور ان گواہوں میں سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اس عمرو نے اپنی بیوی اس ہندہ کو طلاق دی اور اس عورت ہندہ کی طرف اشارہ کیا تین طلاقیں۔ پھر یہ شخص عمرو اس عورت کو نہیں چھوڑتا ہے اور اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہے پھر دونوں سے دریافت کیا گیا یعنی اس عمرو اور اس ہندہ سے پس دونوں نے طلاق سے انکار کیا تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ قاضی ان لوگوں کی گواہی قبول کر کے دونوں میں جدائی کا حکم کرے گا۔

[1] مثلاً عمرو کی زوجہ صغیرہ نے اس کی زوجہ کبیرہ کا دودھ پی لیا ۱۲ منہ [2] انساب جمع نسب یعنی فلاں ابن فلاں ابن فلاں ۱۲

سجل ☆

این دعویٰ۔ سجل کی پیشانی اپنی رسم کے موافق لکھ کر اس قوم گواہان کا اپنی مجلس میں حاضر ہونا اور اُن کی گواہی جس طرح انہوں نے ادا کی ہے لکھے اور مرد مذکور عورت مذکورہ کا طلاق سے انکار کرنا لکھے پھر لکھے کہ پس میں نے ان گواہوں کی گواہی سنی اور اُس کو محضر مجلد میں دیوان حکم میں ثبت کر دیا اور گواہوں کا احوال بزعم خود ان لوگوں سے جن پر مدار رسم تعدیل وتزکیہ اس نواح میں ہے دریافت کیا پس انہوں نے ان کو بجانب عدالت و جواز شہادت منسوب کیا اور قابل قبول بیان کیا پس میں نے ان کی گواہی قبول کی اور میرے نزدیک اُن کی گواہی سے جس چیز کی گواہی جس پر انہوں نے دی تھی ثابت ہو گیا اور میں نے مشہود علیہ کو آگاہ کر دیا تاکہ اگر اُس کے پاس اس کا کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور میرے نزدیک اس سے اس کا عاجز ہونا ظاہر ہوا پس میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر کے آخر تک اس کی عبارت لکھے پھر لکھے کہ میں نے حکم دیا کہ یہ ہندہ بنت خالد اپنے شوہر اس عمرو بن بکر پر تین طلاق سے حرام ہے اور یہ حکم میں نے دونوں کی حاضری میں دونوں کے روبرو دیا آخر تک یہاں کی عبارت بدستور سابق لکھے اور میں نے دونوں میں سے ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ دوسرے سے جدا ہو جائے یہاں تک کہ اس ہندہ کی عدت اس شوہر سے گذر کر یہ ہندہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اس کے ساتھ دخول کر لے پھر دوسرا بھی اس کو طلاق دے دے اور اس کی عدت اُس سے بھی گذر جائے پھر اگر یہ عمرو چاہے تو برضامندی اس ہندہ کے اس کے ساتھ نکاح کرے۔

محضر ☆

مرد غائب پر حرمت غلیظہ ثابت کرنے کا دعویٰ۔ ایک عورت مثلاً ہندہ کا ایک شوہر مثلاً عمرو ہے جس نے اُس کے ساتھ دخول کیا ہے پھر ہندہ کو اپنے او پر تین طلاق دے کر حرام کر لیا اور گواہوں کے سامنے یہ طلاق دی ہیں پھر قبل اس کے کہ قاضی اس حرمت کا حکم دے عمرو مذکور غائب ہو گیا پھر اس عورت نے چاہا کہ یہ حرمت قاضی کے سامنے ثابت کرائے تاکہ قاضی اُس کے گواہوں پر اس کا حکم دے دے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہندہ مذکورہ ایک مرد حاضر مثلاً بکر پر دعویٰ کرے کہ میرے شوہر فلاں یعنی عمرو پر میرے ہزار درم یا دینار جس کے نصف اس قدر ہوتے ہیں میرے باقی مہر کے قرض تھے اور تو نے میرے شوہر اس عمرو کی طرف سے میرے واسطے اس مال کی اس طرح ضمانت کر لی تھی کہ اگر تیرا شوہر عمرو تجھ کو اپنے او پر تین طلاق دے کر حرام کر لے تو یہ ہزار درم مجھ پر ہوں گے اور میں نے اسی مجلس ضمانت میں تیری اس ضمانت معلق بشرط کی اجازت دے دی تھی پھر مجھے میرے شوہر عمرو مذکور نے اپنے او پر تین طلاق دے کر حرام کر لیا ہے پس یہ دراہم مذکورہ میرے واسطے تجھ پر بحکم ضمانت مذکورہ قرضہ لازم ہوئے حالانکہ تجھ کو سبب مذکور سے اس حرمت مذکورہ کا علم ہے پس تجھ پر واجب ہے کہ یہ دراہم مجھ کو ادا کر کے اس کی ذمہ داری سے باہر ہو پھر مدعا علیہ اس طرح ضمانت کرنے کا اقرار کرے لیکن اس حرمت کے واقع ہونے سے انکار کر جائے تو یہ دعویٰ کی صورت ہے اور محضر کی یہ صورت ہے کہ ہندہ حاضر ہوئی اور بکر کو اپنے ساتھ حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس بکر پر دعویٰ کیا پھر جس طرح ہم نے دعویٰ کا طریقہ بیان کیا ہے اوّل سے آخر تک تحریر کرے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ بدستور جس طرح رسم ہے پھر جس طرح ہم نے دعویٰ کی عبارت بیان کی ہے اعادہ کرے یہاں تک کہ مدعیہ کے گواہوں تک پہنچے پس لکھے کہ پھر یہ ہندہ مدعیہ چند نفر اپنے ساتھ حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے دعویٰ کے موافق گواہ ہیں اور مجھ سے اُن کی گواہی سننے کی درخواست کی پس میں نے درخواست کو منظور کیا پھر دعویٰ مدعیہ کے بعد اور مدعا علیہ کی طرف سے ایسی حرمت

واقع ہونے کے انکار کی مدعیہ مذکورہ کی درخواست سے ایک نے بعد دوسرے کے ایک نسخہ سے جواُن کو پڑھ کر سنایا گیا گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہے کہ (گواہی میدہم کہ ایں زن حاضر آمدہ) اور مدعیہ عورت کی طرف اشارہ کیا (زن فلان بن فلان بود وایں فلاں و برابر خویشتن حرام کردہ است بسہ طلاق وامروز این زن حاضر آمدہ حرام است بر فلان بسہ طلاق) اور ہر ایک نے تمام مواضع[1] اشارہ میں اشارہ کر دیا پس میں نے اُن کی گواہی سنی یہاں تک کہ بدستور لکھتے ہوئے حکم تک پہنچے تو لکھے کہ میں نے حکم کیا کہ یہ عورت ہندہ حاضرہ اپنے شوہر فلاں پر بسبب مذکورہ حرام ہے اور میں نے حکم دیا اس عورت ہندہ حاضرہ کے واسطے اس مرد حاضر بکر پر کہ واجب ہے اس مرد بکر پر کہ اس کو یہ مال مذکور جس کے مبلغ وجنس وعدد مذکور ہے اور وہ اس قدر ہے ادا کر دے بسبب ضمانت مذکورہ کے دروقتیکہ اُس کی شرط پائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ فلاں شخص اس ہندہ حاضرہ کے شوہر نے اُس کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے جس طرح کہ اس میں مذکور ہے اور یہ حکم قضا مین نے ہر دو متخاصمین کے روبرو نافذ کیا ہے۔ پھر سجل کو تمام کر دے وجہ دوم آنکہ ایک مرد حاضر پر نفقہ عدت کی ضمانت کرنے کا اس طرح دعویٰ کرے کہ تو نے میرے نفقہ عدت کی اگر مجھے میرا شوہر تین طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کر لے ضمانت کر لی تھی اور میں نے تیری اس ضمانت کی اسی مجلس ضمانت میں اجازت دے دی تھی پھر میرے شوہر نے مجھے فلاں تاریخ تین طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور میں آج کے روز اُس کی عدت میں ہوں اور تجھ پر میرے واسطے میری عدت کا نفقہ واجب ہوا یہاں تک کہ میری عدت گذر جائے کیونکہ تو نے ضمانت مذکورہ کر لی تھی پس تجھ پر واجب ہے کہ میرا نفقہ عدت جو تجھ پر بسبب ضمان مذکور کے لازم آیا ہے وہ مجھ کو ادا کر کے عہدۂ ضمانت سے خارج ہو۔ پھر مدعا علیہ نفقہ عدت کی ضمانت کرنے کا بشرط تحریم مذکور اقرار کرے مگر تحریم مذکور واقع ہونے سے انکار کرے پس عورت مذکورہ چند گواہ لائے جو اس مضمون کی گواہی دیں کہ اس کے شوہر فلاں شخص نے اس کو اپنے اوپر تین طلاق دے کر حرام کیا ہے اور یہ عورت اس وقت اپنے شوہر فلاں کی عدت میں ہے پس یہ دعویٰ کی صورت ہوئی اور اس دعویٰ کے محضر کی یہ صورت ہے کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لائی اور ہندہ حاضرہ نے اس بکر حاضر پر یہ دعویٰ کیا کہ اس بکر نے میرے لئے نفقہ عدت کی اگر شوہر مجھے تین طلاق دے کر اپنے اوپر حرام کر لے میرے شوہر کی طرف سے ضمانت کر لی تھی پھر اوّل سے آخر تک اُس کا دعویٰ لکھے اور آگے یہاں تک کہ پھر اس ہندہ نے چند آدمیوں کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں آخر تک لکھے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ صدر دعویٰ وغیرہ برابر بدستور سابق لکھتا جائے یہاں تک کہ اس عبارت تک پہنچے کہ پس میں نے اُن گواہوں کی سماعت کی اور اُن کی گواہی کو قبول کیا کیونکہ علم نے اس کے مثل گواہی کو قبول کرنا واجب کر دیا ہے اور میں نے حکم دیا کہ یہ عورت اپنے شوہر فلاں پر حرام ہے اور یہ آج کے روز اس کی عدت میں ہے اور حکم قضاء دیا میں نے اس عورت کے واسطے اس بکر پر اس کی نفقہ عدت اس پر واجب ہونے کا یہاں تک کہ عدت گذر جائے بگواہی ان گواہوں کے بحضوری ہر دو متخاصمین کے دونوں کے روبرو اور محضر کو تمام کر دے۔

محضر ☆

تفریق میاں شوہر وزوجہ بسبب عجز از نفقہ۔ ایک صغیر کے تحت میں ایک صغیرہ ہے اور یہ صغیر اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہے کیونکہ وہ فقیر ہے کسی چیز کا مالک نہیں ہے پس اس صغیرہ کے باپ نے اس کا مقدمہ اس کی نیابت میں قاضی کے پاس پیش کیا تا کہ

[1] مواضع جمع موضع جگہ اور مقام پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۱۲

قاضی حنفی اس مقدمہ میں قاضی شافعی مذہب کو جونفقہ دہی سے شوہر کے عاجز ہونے سے تفریق جائز سمجھتا ہے اپنا خلیفہ کردے پس قاضی حنفی اُس کو اس حادثہ میں خط تحریر کرے گا اُس کی صورت یہ ہے کہ بعد تسمیہ وتحیہ کے لکھے کہ صغیرہ مسماۃ فلانہ کی نیابت میں اُس کے باپ اس فلاں نے اُس کا مقدمہ میرے پاس اس طرح پیش کیا کہ یہ صغیرہ مذکورہ فلاں بن فلاں صغیر کی بیوی ہے جس کو اُس کے ساتھ اس صغیرہ کے باپ فلاں بن فلاں نے بولایت پدری اس قدر مہر پر گواہوں کے سامنے بتزویج صحیح بیاہ دیا تھا اور صغیر مذکور کے باپ نے اپنے پسر اس صغیر کی طرف سے یہ تزویج بقبول صحیح قبول کی اور یہ صغیرہ اس صغیر کی بنکاح صحیح بیوی ہوگئی اور یہ صغیر معدم ہے کہ دنیا کی کسی چیز کا مالک نہیں ہے اور وہ کمائی والا نہیں ہے اور نہ پیشہ ور ہے اور میرے نزدیک اُس کے گواہوں سے جن کی تعدیل ہوگئی ہے جنہوں نے میرے پاس اس سب کی گواہی دی ہے یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ صغیر اس صغیرہ کونفقہ دینے سے عاجز ہے اور مجھ سے اس صغیرہ کے باپ نے درخواست کی کہ تم کو ادام اللہ تعالیٰ فضلہ خط لکھوں پس میں نے اُس کے التماس کو قبول کر کے تم کو خط لکھا کہ بمہربانی اس خصومت واقع میں توجہ کر کے موافق اپنی رائے و اجتہاد کے اللہ تعالیٰ سے استعانت واصابۃ الحق کی توفیق طلب کر کے مجتہد ہو پس یہ صورت اُس خط کی ہے جو قاضی حنفی بجانب قاضی شافعی تحریر کرے گا۔ پھر جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہنچے تو پدر صغیرہ قاضی مکتوب الیہ کے سامنے پدر صغیر سے موافق تحریر قاضی حنفی کے خصومت کرے گا اور اس بات کے گواہ قائم کرے گا کہ اس کا طفل صغیر جس کا نام خط میں مذکور ہے معدم ہے اُس کا کچھ مال ہی نہیں ہے اور وہ اپنی بیوی اس صغیرہ کونفقہ دینے سے عاجز ہے اور قاضی سے درخواست کرے گا کہ ان دونوں میں تفریق وجدائی کرادے پس قاضی شافعی ان دونوں میں جدائی کرادے گا اور سجل اس صورت سے لکھے گا کہ فلاں بن فلاں شفعوی کہتا ہے کہ مجھے فلاں بن فلاں متولی کار قضاواحکام کورۂ بخارا ادام اللہ تعالیٰ توفیقہ از جانب خاقان فلاں کا خط پہنچا جس میں وہ واقعہ لکھا تھا کہ جو اُس کے پاس پیش ہوا کہ فلاں بن فلاں اموی اپنی دختر صغیرہ فلانہ بنت فلان کے واسطے خصومت کرتا تھا اور فلاں مخزومی اپنے پسر صغیر فلاں کی جانب سے خصومت کرتا تھا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ اس فلاں پدر صغیرہ مذکورہ نے اس قاضی کاتب کے پاس دعویٰ کیا کہ میری دختر صغیرہ مذکورہ اس صغیر کے فلاں بن فلاں اس شخص کی بیوی ہے و حلالہ ہے بنکاح صحیح جس کو میں نے اس کے ساتھ بتزویج[1] صحیح بیاہ دیا ہے اور اس صغیر کے والد اس فلاں بن فلاں نے اس صغیر کے واسطے یہ نکاح اس مجلس تزویج میں بقبول صحیح قبول کیا ہے اور میری یہ دختر صغیرہ محتاج نفقہ ہے اور اُس کا شوہر یہ صغیر معدم ہے نفقہ دینے سے عاجز ہے جس کا عاجز ہونا اس قاضی کاتب کے نزدیک ثابت ہوگیا اور پدر صغیرہ مذکورہ فلاں بن فلاں نے اس قاضی سے درخواست کی کہ مجھے خط لکھے اور اس خصومت کی سماعت کی اور موافق اجتہاد ورائے اپنی کے اس میں فیصلہ کرنے کی اجازت دی پس میں نے اُس کا خط پڑھا اور سمجھ کر اُس کے حکم کی پابندی سے اس خصومت کی سماعت کی اور اُس کے واسطے ایک جلسہ مقرر کیا اور میرے سامنے اس صغیرہ کا والد مسمی فلاں اور اُس کے ساتھ صغیر کا والد مسمی فلاں حاضر ہوئے پھر اس فلاں حاضر نے اس فلاں حاضر کردہ پر اپنے اس صغیرہ کے واسطے یہ دعویٰ کیا کہ صغیرہ مسماۃ فلانہ جو اس حاضر شوندہ کی دختر ہے اس صغیر کی جو اس حاضر کردہ شدہ کا بیٹا ہے بیوی ہے اور یہ صغیر مسمی اس شخص کا بیٹا جس کو حاضر لایا ہے معدم ہے اس صغیرہ مسماۃ کونفقہ دینے سے عاجز ہے اور یہ صغیرہ مسماۃ مذکورہ نفقہ کی محتاج ہے پھر گواہ عادل اس بات کے قائم کئے کہ یہ صغیر مسمی جو اس شخص کا جس کو ساتھ لایا ہے بیٹا ہے اس صغیرہ کونفقہ دینے سے عاجز ہے۔ پھر اس صغیرہ کے والد نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس صغیرہ مذکورہ اور اس صغیر مذکور میں جدائی کرادوں پس میں نے اس میں تامل کیا تو میرا اجتہاد اس امر پر واقع ہوا کہ ایسی تفریق ان دونوں میں جائز ہے باخذ قول ایسے عالم کے علماء سلف میں سے جو فرماتا ہے کہ بیوی ومرد میں بسبب عاجز از نفقہ ہونے کے تفریق جائز ہے پس میں نے بعد ازانکہ دونوں کے درمیان نکاح ہونا معلوم ہوگیا اور بعد ازانکہ اس

---

[1] بیاہ دینا ونکاح کردینا ۱۲

صغیر کا نفقہ دینے سے عاجز ہونا معلوم ہو گیا دونوں میں تفریق صحیح کر دی اور اس سجل کی تحریر کا اس مقدمہ میں حجت ہونے کے واسطے حکم دیا اور اگر اس نے قاضی اصل سے اس سجل کے امضا[1] کی درخواست کی تو قاضی اصل حکم کرے گا کہ اس سجل کی پشت پر لکھا جائے کہ قاضی فلاں کہتا ہے کہ تمام ماجرے جس کو یہ سجل متضمن ہے اوّل سے آخر تک بتاریخ مذکور کہ میں نے فلاں بن فلاں کو خط متضمن بتفویض سماعت خصومت مذکورہ وسماعت گواہان وعمل بموافقت رائے واجتہاد مکتوب الیہ تحریر کیا ہے سب میری طرف سے تھا اور میں نے مکتوب الیہ فلاں کو اپنا نائب مقرر کیا کہ موافق اپنی رائے واجتہاد کے عمل کرے پس میں نے اس نائب کا حکم نافذ کر دیا اور اُس کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ اس امضاء کی تحریر لکھی جائے واقع تاریخ فلاں اور اگر شوہر و بیوی دونوں بالغ ہوں اور شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو اس کا طریقہ وہی ہے جو دونوں کے صغیر ہونے کی صورت میں ہم نے بیان کیا ہے لیکن اس صورت میں جب قاضی شافعی مذہب کے سامنے شوہر و بیوی میں خصومت واقع ہوئی اور بیوی نے اس پر دعویٰ کیا کہ میرا یہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہے پس اگر شوہر نے اس کا اقرار کر لیا تو شوہر کے اقرار سے بیوی کی درخواست پر قاضی دونوں میں تفریق کرا دے گا اور اگر شوہر نے اقرار نہ کیا تو عورت اس کے عاجز ہونے کے گواہ پیش کرے گی اور قاضی دونوں میں باقرار شوہر[(1)] تفریق کرا دے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

محضر ☆

در فسخ قسم مضاف۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ جس عورت سے نکاح کروں ہر ایک کو طلاق ہے پس اگر ایسے مرد کو اس قسم کے فسخ کی ضرورت ہوئی تو چاہئے کہ کسی عورت سے بتزویج اس کے ولی کے اگر اُس کا ولی ہو یا بتزویج قاضی کے اگر اُس کا ولی نہ ہو نکاح کرے حتیٰ کہ یہ نکاح بالا جماع صحیح ہو جائے پھر یہ مقدمہ قاضی حنفی کے پاس پیش کرے اور اُس سے درخواست کرے کہ قاضی شافعی مذہب کو خط لکھ دے تو قاضی حنفی اُس کو خط لکھے گا کہ بعد تسمیہ وصلوٰۃ کے بسوئے شیخ امام قاضی بالقابہ اطال اللہ تعالیٰ بقائہ میرے پاس یہ مقدمہ آیا کہ مسماۃ ہندہ بنت زید بن عمرو نے دعویٰ کیا کہ خالد نے مجھ سے نکاح کیا تھا حالانکہ اُس نے میرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت کے جس کے ساتھ نکاح کرے اُس کے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اس قسم کے بعد اُس نے مجھ سے نکاح کیا پس مجھ پر طلاق واقع ہو گئی اور میں اسی سبب سے اس پر حرام ہو گئی حالانکہ وہ اسی طرح حرام مجھے روک رکھتا ہے اور اپنا ہاتھ کوتاہ نہیں کرتا ہے پھر مجھ سے درخواست کی کہ میں اس مقدمہ میں اُس کے واسطے خط تحریر کروں پس میں نے اُس کا التماس قبول کر کے تم کو یہ خط لکھا ہے کہ مہربانی سے اس خصومت کو جو دونوں میں واقع ہوئی ہے موافق اپنی رائے واجتہاد کے بتوفیق اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دو۔ پھر جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہنچے تو یہ عورت مذکورہ اپنے شوہر مذکور پر قاضی مکتوب الیہ کے سامنے اسی طرح دعویٰ کرے جیسا اُس نے قاضی کاتب کے سامنے دعویٰ کیا تھا پس اُس کا شوہر اس قسم واس نکاح کا اقرار کرے لیکن یہ کہے کہ یہ عورت مجھ پر حلال ہے طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ قسم مذکور منعقد نہیں ہوئی پس قاضی مکتوب الیہ اس قسم کے باطل ہونے کا اور دونوں میں نکاح قائم ہونے کا حکم بقول اس عالم کے علماء سلف میں سے جو ایسی قسم کے باطل ہونے کو فرماتا ہے دے دے گا۔

سجل ☆

در فسخ قسم مضاف۔ اور اگر اُس کی سجل چاہا تو لکھے کہ قاضی فلاں بن فلاں شافعی مذہب کہتا ہے کہ میرے پاس قاضی فلاں متولی کار قضا واحکام کورۂ بخارا و نواحی بخارا من جانب سلطان فلاں کا خط متضمن بمقدمہ متدائرہ خصومت میاں فلانہ بنت فلاں و میاں خالد بن شعیب در معاملہ وقوع طلاق بسبب قسم مضاف بسوی نکاح وارد ہوا اور اُس نے مجھ کو اس خصومت کے سننے و فیصلہ کرنے

[1] دستخط ومہر وغیرہ علامت قابل اعتبار ۱۲ (۱) یعنی گواہوں سے اس کا اقرار ثابت ہو ۱۲

و گواہوں کی سماعت کا و موافق اپنی رائے و اجتہاد کے حکم دینے کا حکم کیا پس میں نے اُس کے حکم کی پابندی کر کے اس کے واسطے ایک مجلس مقرر کی پس اس مجلس میں ہندہ بنت زید حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ اپنے شوہر خالد بن شعیب کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس خالد پر دعویٰ کیا کہ یہ خالد مجھ سے احکام نکاح میں اطاعت طلب کرتا ہے بدیں زعم کہ میں اُس کی بیوی ہوں حالانکہ اس نے مجھ سے نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت کی جس سے نکاح کرے گا اُس کے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اس کے بعد مجھ سے نکاح کیا پس مجھ پر طلاق پڑ گئی اور میں اُس سبب سے اس پر حرام ہو گئی ہوں۔ پھر خالد نے نکاح کا اقرار کیا اور اس سبب سے وقوع طلاق سے انکار کیا پھر شوہر مذکور نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اپنی رائے و اجتہاد کے موافق اس معاملہ میں حکم دوں پس میں نے اجتہاد کیا اور تامل کیا اور میری رائے میں یہ آیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح ہو وہ باطل ہے کہ میں نے اس میں موافق قول ایسے امام کے علمائے سلف میں سے عمل کیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح کو صحیح نہیں فرماتا ہے پس میں نے اس قسم کے باطل ہونے کا اور اس نکاح سے اس عورت کے اس مرد پر حلال ہونے کا حکم دیا اور اس عورت کو اپنے اس شوہر کی اطاعت کرنے کا حکم دے دیا کہ احکام نکاح میں اس شوہر کی اطاعت کرے اور یہ حکم اُن دونوں متخاصمین کی حاضری کے وقت دونوں کے روبرو اس طرح دیا کہ حکم مبرم ہے اور قضاء شرعی کہ اُس کو میں نے نافذ کر دیا اور یہ حکم و قضا اپنے اس مجلس حکم میں لوگوں کے درمیان بر سبیل شہرت و اعلان[1] بدون خفیہ و کتمان کے نافذ کیا ہے۔ اور یہ امر بعد اُس کے ہوا کہ قاضی فلاں بن فلاں نے مجھے اس خصومت میں مطلقاً اختیار دیا کہ اپنی رائے و اجتہاد کے موافق حکم کروں واقع تاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں قاضی امام ثقۃ الدین محمد بن علی حلوائیؒ نے فرمایا کہ میں بہت بڑے قاضیوں کی صحبت میں رہا مگر میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اُس نے کسی حادثہ مجتہد فیہ میں کسی قاضی شافعی کو خط لکھنے کی درخواست منظور فرمائی ہو سوائے اس قسم مضاف کے کہ اس مسئلہ میں اصحاب حدیث کے دلائل بہت لائح اور ان کے براہین واضح ہیں اور نوجوان لوگ ایسی قسم کھانے پر جرأت کر جاتے ہیں پھر بیاہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور مضطر ہوتے ہیں پس اگر قاضی اُن کی اس درخواست کو منظور نہ کرے تو بسا اوقات اُن کے فتنہ میں پڑ جانے کا خوف ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

محضر ☆

تفریق کے واسطے عنہ[2] کا اثبات اور اگر عورت نے قاضی کے پاس اپنے شوہر سے خصومت کی اور کہا کہ یہ میری طرف رسد نہیں ہوا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں اُس کی جانب پہنچ گیا ہوں پس اگر عورت مذکورہ وقت نکاح کے باکرہ ہو تو قاضی اس کو عورتوں کو دکھلائے گا اور ایک عورت عادلہ کافی ہے اور احوط یہ ہے کہ دو عورتیں ہوں پس اگر انہوں نے کہا کہ یہ باکرہ ہے تو قاضی اُس کے مرد کو ایک سال کی مہلت[3] دے گا اور اگر انہوں نے کہا کہ یہ ثیبہ ہے تو شوہر مذکور سے قسم لی جائے گی کہ وہ اُس تک پہنچ گیا ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ قسم سے عورت کا قول قبول ہو پھر اگر استحسان کے موافق قسم لینے سے شوہر نے قسم کھا لی تو ثابت ہو گیا کہ مرد مذکور نے اس عورت سے دخول کیا ہے پس سال کی میعاد نہ دی جائے گی اور اگر اُس نے انکار کیا تو نارسیدہ ہونے کا مقر ہو گیا پس اُس کو ایک سال کی میعاد دی جائے گی اور اگر اس مدت دینے کے واسطے تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدیں مضمون ہے کہ قاضی امام فلاں بن فلاں متولی کار قضا و احکام کورۂ بخارا نافذ الاذن و القضاء والفضل والامضار درمیان اہل بخارا اندریں ایام نے فلاں بن فلاں کو مہلت دی جب کہ فلانہ بنت فلاں نے اُس کے پاس مقدمہ پیش کیا کہ اس نے میرے ساتھ بتزویج صحیح نکاح کیا اور میں نے اُس کو

---

[1] اعلان اظہار یعنی ظاہر کرنا کتمان چھپانا ۱۲ [2] عنہ جو مرد عورت سے جماع نہ کر سکے اس کو عنین کہتے ہیں اور مرض عنہ ہے ۱۲

[3] اقول قالوا المراد بہ السنۃ الشمسیۃ و فیہ خلاف من لا یعتد بہ ۱۲ منہ

عنین[1] پایا ہے کہ مجھ تک نہیں پہنچتا ہے اور یہ امر قاضی موصوف کے نزدیک ثابت ہو گیا جس طریق سے ثابت ہوا کرتا ہے پس میں نے موافق شرع کے جو اُس نے عنین کے حق میں واجب کیا ہے کہ وقت خصومت سے ایک سال تک مہلت دے دی جائے بدین امید کہ شاید وہ اس مدت میں جماع کرنے پر قادر ہو جائے اس کو دونوں کے حساب سے موافق اختیار اکثر مشائخ کے ایک سال کی مہلت اس تحریر کی تاریخ سے جو روز خصومت ہے بامہال صحیح دے دی اور مرد مذکور کی حجت کے واسطے اس تحریر کا حکم کیا واقع تاریخ فلاں سنہ فلاں پھر جب مہلت کی تاریخ سے سال تمام ہو گیا اور شوہر نے دعویٰ کیا کہ مدت تاجیل میں اُس نے عورت مذکورہ سے جماع کر لیا ہے اور عورت نے اس سے انکار کیا پس اگر نکاح کے وقت عورت مذکورہ باکرہ ہو تو موافق مذکورہ بالا کے قاضی اُس کو عورتوں کو دکھلائے گا پس اگر انہوں نے کہا کہ یہ باکرہ ہے تو ثابت ہو گا کہ مرد مذکور نے اُس سے جماع نہیں کیا ہے پس قاضی اُس عورت کو اختیار دے گا کہ تیرا جی چاہے اس مرد کے ساتھ رہ یا جدائی کرا لے اور اگر عورتوں نے کہا کہ یہ ثیبہ ہے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہو گا پس شوہر سے قسم لی جائے گی کہ اُس نے اُس عورت کے ساتھ جماع کیا ہے جیسا کہ گذرا پس اگر وہ قسم کھا گیا تو عورت مذکورہ کو خیار نہ ہو گا اور اگر قسم سے انکار کیا تو عورت مذکورہ کو خیار ہو گا۔

محضر ☆

در دفع ایں دعویٰ۔ اس مرد نے جو حاضر ہوا اُس عورت پر جس کو حاضر لایا ہے بطور دفعیہ عورت مذکورہ دعویٰ کیا کہ یہ عورت اپنے اس دعویٰ میں کہ یہ مرد عنین ہے اور تفریق کا مطالبہ کیا ہے بعد گذرنے مدت مہلت کے پس مدت مہلت گذرنے کے بعد یہ عورت تفریق کے مطالبہ میں مبطل ہے کیونکہ اس نے قاضی کی مہلت دینے کے بعد اس مرد کے ساتھ رہنا اختیار کیا ہے اور عنین ہونے پر اپنی زبان سے برضا مندی صحیح راضی ہوئی ہے یا یوں کہے کہ میں نے مدت مہلت کے اندر اس سے جماع کر لیا ہے اور اس بات کا اس عورت مذکورہ نے اقرار کیا ہے۔

محضر ☆

دعویٰ نسب ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہے وہ ایک مرد پر دعویٰ کرتی ہے کہ یہ لڑکا اُس کا بیٹا اس مرد سے ہے اس کی فراش سے درحالیکہ دونوں میں نکاح قائم تھا اس کو جنی تھی اور اس مرد سے اُس کا کھانا و کپڑا طلب کرتی ہے یا ایک مرد کے پاس ایک لڑکا ہے وہ ایک عورت پر دعویٰ کرتا ہے کہ یہ لڑکا اُس کا بیٹا اس عورت کے پیٹ سے ہے کہ عورت اُس کے فراش سے درحالیکہ دونوں میں نکاح قائم تھا جنی تھی اور عورت اس سے انکار کرتی ہے۔ یا ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہے وہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ میرا بیٹا اس میرے شوہر سے ہے اور شوہر اس پر منکر ہے پس یہ سب دعویٰ صحیح ہیں اور جاننا چاہئے کہ پدری یا مادری کا دعویٰ صحیح ہے خواہ اس دعویٰ کے ساتھ مال ہو یا نہ ہو اور اس کی یہ صورت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد پر دعویٰ کیا کہ میں اس مرد کا باپ ہوں یا دعویٰ کرے کہ میں اس مرد کا بیٹا ہوں اور یہ مرد اس سے منکر ہو پس دعویٰ صحیح ہے حتیٰ کہ اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو قاضی اُس کے دعویٰ کی سماعت کرے گا اور اُس کے گواہوں پر مدعا علیہ پر حکم کر دے گا اور اسی طرح مادری کا دعویٰ بھی بدون دعویٰ مال کے صحیح ہے حتیٰ کہ اگر کسی عورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ میں اس کی ماں ہوں اور گواہ قائم کئے تو قاضی اُس کے گواہ قبول کرے گا اور اس کے گواہوں پر حکم دے دے گا کہ یہ عورت اس مدعا علیہ کی ماں ہے۔

---

[1] عنین مرد از کار رفتہ یعنی جز وست کہ جماع عورت پر قادر نہ ہو ۱۲

صورت محضر ☆

جب کہ ایک عورت کے پاس لڑکا ہو اور وہ اپنے شوہر پر دعویٰ کرتی ہو کہ یہ میرا بیٹا اس شوہر سے ہے دہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا جو ہندہ کی گود میں ہے اور اُس کی طرف اشارہ کیا بیٹا اس عمرو کا ہے کہ اس کے فراش پر درحالیکہ دونوں میں نکاح قائم تھا ہندہ جنی تھی پھر اس کے بعد اگر چاہے تو یہ بھی دعویٰ کرے کہ اور اس عمرو پر اس طفل کا کھانا و کپڑا واجب ہے اور اگر چاہے یہ دعویٰ نہ کرے۔

صورت محضر ☆

جب کہ مرد کے پاس صغیر بچہ ہو وہ دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا بیٹا اس عورت کے پیٹ سے ہے۔ عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ہندہ کو حاضر لایا پھر عمرو نے اس ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ طفل جو میرے پاس ہے اور اُس کی طرف اشارہ کیا یہ مجھ سے اس عورت کا بیٹا درحالیکہ ہم دونوں میں نکاح تھا میرے فراش سے جنی ہے پھر اس کے بعد چاہے یہ بیان کرے کہ اس عورت پر واجب ہے کہ اس کو دودھ پلایا دے اور چاہے ذکر نہ کرے۔

صورت محضر ☆

مرد بالغ کا ایک مرد پر دعویٰ کرنا کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہے اس زید کی ماں فلانہ بنت فلاں اس کو اس عمرو کے فراش سے درحالیکہ دونوں میں نکاح قائم تھا جنی ہے۔

صورت محضر ☆

ایک مرد نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ یہ مدعی اُس کا باپ ہے۔ اس عمرو حاضر شوندہ نے اس زید پر جس کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ یہ عمرو اس زید کا باپ ہے اور یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہے عمرو کے فراش سے اُس کی بیوی فلانہ بنت فلاں کے پیٹ سے درحالیکہ دونوں میں نکاح قائم تھا پیدا ہوا ہے آخر تک تحریر کرے اور بھائی یا چچا یا سگا بھتیجا یا سگا پوتا ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں ہے الّا اُس صورت میں کہ اس دعویٰ نسب کے ساتھ مال کا دعویٰ ہو مثلاً مدعی لنجا ہو اور وہ کسی شخص پر بھائی یا چچا ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنے واسطے نفقہ کا مدعی ہو اور اس کی ایک دوسری صورت ہے کہ برادران مدعا علیہ کے واسطے متوفی کی طرف سے وصیت کا دعویٰ کرے۔

وصیت ☆

صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ فلاں میّت نے اس عمرو کو وصی کر دیا تھا کہ بعد اُس کی وفات کے اُس کے کام کی درستی کرے اور اپنے ترکہ میں سے اس قدر اس شخص کے پاس چھوڑا اور میّت مذکور نے حامد بن خالد سب بھائیوں کے واسطے اس قدر مال کی وصیت کر دی تھی اور حامد بن خالد تین بھائی ہیں شعیب و حامد و زید یہی مدعی پس اس عمرو پر واجب ہے اس مال وصیت میں سے زید کا حصہ اس کو دے دے اور وہ اس قدر مال ہوا پھر مدعا علیہ سے جواب کا مطالبہ کرے پس مدعا علیہ مذکور وصیت میّت کا اور اپنے وصی ہونے کا اقرار کرے اور زید کے شعیب و حامد کے بھائی ہونے سے انکار کرے اور اس کی ایک دوسری صورت ہے کہ عورت دعویٰ کرے کہ شوہر نے مجھ پر طلاق واقع ہونا اس پر معلق کیا تھا اگر حامد کے بھائی سے خود کلام کرے حالانکہ شوہر مذکور نے زید سے کلام (۱) کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

(۱) پس شوہر اس بات سے انکار کرے کہ زید اس کا بھائی ہے پس وہ ثابت کرتا ہے ۱۲

محضر☆

دعویٰ ولاء عتاقہ ۔ زید مر گیا پھر عمرو آیا اور دعویٰ کیا کہ یہ میّت میرے والد خالد کا آزاد کیا ہوا ہے کہ اس کو میرے والد نے اپنی صحت وحیات میں آزاد کیا ہے اور اس میّت کی میراث مجھے چاہئے ہے اس واسطے کہ میں اُس کے آزاد کرنے والے کا بیٹا ہوں میرے سوائے اُس کا کوئی اور وارث نہیں ہے پس ہمارے بعض مشائخ نے اس دعویٰ کے فاسد ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے اُس کی صحت کا فتویٰ دیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ دعویٰ فاسد ہے اس واسطے کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں یہ بیان نہیں کیا کہ اُس کا باپ آزاد کرنے کے روز اُس کا مالک تھا اور غیر ملک کا آزاد کرنا باطل ہوتا ہے اسی واسطے اگر کسی شخص نے ایک غلام پر اپنے مملوک ہونے کا دعویٰ کیا اور غلام نے گواہ قائم کئے کہ فلاں شخص نے اس کو آزاد کر دیا ہے تو مدعی ملک کے واسطے حکم دیا جائے گا اور اگر غلام کے گواہوں نے کہا کہ فلاں نے اس کو آزاد کیا درحالیکہ اس کا مالک تھا تو غلام کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ مسئلہ دعویٰ الاصل میں مذکور ہے۔

محضر☆

دعویٰ دفعیہ اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خالد بن بکر سے تاریخ فلاں سنہ فلاں میں خریدا ہے اور قابض نے اس سے انکار کیا پھر زید نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے پس اس کے موافق حکم ہونا لازم آیا پس عمرو نے زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں یہ دعویٰ کیا کہ تو جس کی طرف سے ملک حاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یعنی خالد بن بکر اُس نے تیرے خرید کی تاریخ سے یا تیری خرید سے ایک سال پہلے بطوع خود یہ اقرار کیا ہے کہ یہ غلام میرے بھائی شعیب بن بکر کی ملک وحق ہے اور شعیب ابن بکر نے اُس کے اقرار کی تصدیق کی ہے اور میں نے یہ غلام اُسی مقرلہ شعیب بن بکر سے خریدا ہے پس اس سبب سے تیرا دعویٰ مجھ پر باطل ہے پس سب مفتیوں نے بالاتفاق جواب لکھا کہ یہ دفعیہ صحیح ہے پھر اس کے بعد استفتاء کیا گیا کہ آیا زید کو یہ اختیار ہے کہ مدعی دفعیہ یعنی عمرو سے اس اقرار کا بیان وقت طلب کرے کہ کہاں ہوا تھا اور کس مہینہ میں ہوا تھا پس قاضی اُس کو اس کے بیان کی تکلیف دے گا تو بھی جواب سب مفتیوں کے متفق ہوئے کہ قاضی اس کو ایسی تکلیف نہ دے گا اس واسطے کہ اُس نے ایک بار جس قدر ضرورت تھی بیان کر دیا کہ تیری خرید کی تاریخ سے پہلے اقرار کیا ہے یہ فصول اُشترد شنی میں ہے۔

محضر☆

دراثباتِ عصوبت

قال المترجم☆

فقط عصبہ شرع میں وہ وارث ہے جس کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے بعد اُن لوگوں کے جن کا حصہ مفروض ہے جو باقی رہتا ہے وہ سب لے لیتا ہے اور اگر تنہا ہوتا ہے تو سب لے لیتا ہے اب بیان کتاب سننا چاہئے قال مجلس قضاء کورۂ بخارا میں فلاں قاضی کے سامنے ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ اس کا نام احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو ہے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جس نے بیان کیا کہ اُس کا نام ابوبکر بن محمد بن عمرو ہے پس اس احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو نے اس ابوبکر بن محمد بن عمرو پر دعویٰ کیا کہ سعد بن احمد بن عبداللہ بن عمرو نے وفات پائی اور جو وارث چھوڑے ہیں وہ یہ ہیں ایک اُس کی بیوی سادہ بنت فلاں بن فلاں ہے اور ایک دختر مسماۃ سعادہ بنت سعد ہے اور ایک اُس کے چچا کا بیٹا یہی مدعی ہے کیونکہ یہ عمرو کا بیٹا ہے اور سعد متوفی احمد کا بیٹا ہے اور احمد اس متوفی کا باپ اور عمرو اس مدعی کا باپ دونوں ایک باپ کی اولاد سگے بھائی ہیں کہ دونوں کا باپ عبداللہ بن عمرو ہے اور متوفی مذکور نے ترکہ میں اس ابوبکر بن

محمد بن عمرو کے پاس بارہ دینار نیشاپوری چھوڑے ہیں اوراس کی موت سے یہ مال اُن وارثوں کے واسطے بفرائض اللہ تعالیٰ میراث ہو گیا چنانچہ بیوی کے واسطے آٹھواں حصہ اور دختر کے واسطے نصف اور باقی اس چچازاد بھائی کے واسطے ہوا اور اس ابوبکر بن محمد بن عمرو کو اس کا علم ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس مدعی کو اُس کا حصہ اس میں سے جو چوبیس سہام میں سے نو سہام ہوتے ہیں دے دے پھر اُس سے اس کا مطالبہ کیا اور اپنے دعویٰ کا جواب مانگا پس مدعا علیہ نے فارسی میں جواب دیا (کہ مرا از میراث خوارگی ایں مدعی علم نیست) پھر اس مدعی نے چند نفر حاضر کئے اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور مجھ سے درخواست کی کہ اُن کی گواہی کی سماعت کروں پس میں نے اس کی درخواست منظور کر کے اُن کی طرف توجہ کی اور وہ فلاں وفلاں ہیں پس ان لوگوں نے گواہی دی۔

سجل ☆

این دعویٰ۔فلاں قاضی کہتا ہے۔ برابر لکھتا جائے جس طرح پہلے بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ گواہوں کی گواہی کا بیان آئے پس لکھے کہ پھر اس مدعی کے دعویٰ وانکار اس مدعا علیہ ودرخواست اس مدعی کے بعد ان گواہوں نے میرے پاس گواہی دی کہ جو متفق الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے تھی جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا تھا اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہے کہ گواہی میدہم کہ ابن سعد بن احمد عمرو بن عبداللہ بمرد وازوے میراث خوار ماند زن دے سارہ بنت فلاں بن فلاں ودختر سعادہ وابن عم ایں مدعی احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو پسر عم وے از روئے پدر بدانکہ این احمد۔ اور اس مدعی کی طرف اشارکیا۔ پسر عمرو بود وآن سعد متوفی پسر احمد بودو عمرو پدر این مدعی یا احمد پدر این متوفی برادران پدری بودند پدر ایشان عبداللہ بن عمرو بجز ایشان ہر سہ میراث خوار دیگر تمید انیم پس گواہوں نے یہ گواہی جس طرح ادا کرنی چاہئے ہے ادا کی اور سجل کو برابر تا حکم لکھتا جائے جس طرح معلوم ہے یہاں تک کہ اس قول تک پہنچے کہ پھر مجھ سے اس مدعی احمد بن عمرو بن عبداللہ نے اس کے موافق جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے حکم اور اس کی تحریر سجل مع گواہی کر دینے کے اپنی حجت ہونے کے واسطے مانگا پس میں نے اس کی درخواست منظور کی اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا یعنی توفیق خیر مانگی یہاں تک کہ اس لکھنے تک پہنچے کہ میں نے اس مدعی احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمرو کے واسطے اس مدعا علیہ ابوبکر بن محمد بن عمرو پر درحالیکہ دونوں متخاصمین میری مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں حاضر تھے روبرو حکم دیا کہ میرے نزدیک بگواہی ان گواہان عادل کے یہ ثابت ہوا کہ سعد بن احمد بن عبداللہ بن عمرو نے وفات پائی اور ثابت ہوا کہ اُس نے وارثوں میں سے باپ کی طرف سے چچازاد بھائی یہ مدعی اور اپنی بیوی سارہ بنت فلاں اور اپنی دختر مسماۃ سعادہ چھوڑی ہے ایسا حکم دیا کہ وہ مبرم کر دیا اور ایسی قضاء کو وہ نافذ کر دی پھر آخر تک بدستور معلوم سجل کو ختم کرے اور اگر مدعی میت کے چچازاد بھائی کا بیٹا ہو تو صورت محضر یہ ہے کہ محمود بن طاہر بن احمد بن عبداللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لایا اُس نے بیان کیا کہ اُس کا نام حسن بن علی بن عبداللہ بن عمرو ہے پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے یہ دعویٰ کیا کہ عمرو بن محمد بن عبداللہ بن عمرو نے وفات پائی اور وارثوں میں ایک چچازاد بھائی کا بیٹا یہی مدعی چھوڑا جو پسر طاہر بن احمد اہے اور عمرو متوفی ابن محمد ہے اور محمد والد متوفی ہذا اور احمد اس مدعی اک دادا دونوں ایک باپ کے بیٹے دونوں بھائی ہیں کہ دونوں کا باپ عبداللہ بن عمرو ہے اور اس متوفی کا سوائے اس کے جو حاضر ہوا ہے کوئی وارث نہیں ہے اور یہ شخص جس کو حاضر کیا ہے اس کے پاس اس متوفی کے ترکہ میں اس قدر دینار نیشاپوری ہیں اور یہ دینار ہائے مذکورہ اس کی موت سے اس حاضر ہونے والے کے واسطے میراث ہو گئے اور یہ شخص جس کو حاضر لایا ہے اس کو یہ حال معلوم ہے پس اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے واجب ہے کہ یہ سب دینار اس مدعی کو ادا کر دے پھر اس مدعا علیہ سے اس کا مطالبہ کیا اور اپنے دعویٰ کا جواب مانگا پس اُس نے فارسی میں جواب دیا (کہ مرا از میراث

خوارگی این مدعی علم نیست) یعنی مجھے اس مدعی کی میراث خوارگی کا علم نہیں ہے پھر مدعی چند نفر لایا اور بیان کیا کہ میرے گواہ ہیں آخر تک بدستور معلوم لکھے۔

سجل ☆

اس دعویٰ کا بطریق مذکورۂ بالا کے ہے اور اگر مدعی اُس کے چچا زاد بھائی کے پسر کا پسر ہو تو اُس کے محضر کی صورت یہ ہے کہ محمد بن محمود بن ظاہر بن احمد بن عبداللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جس نے بیان کیا کہ اُس کا نام حسن بن علی بن عبداللہ ہے پس اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ عمرو بن عبداللہ بن عمرو بن علی نے وفات پائی اور وارثوں میں فقط اپنے پدری چچا زاد بھائی کے پسر کا پسر چھوڑا ہے وہ یہی ہے جو ظاہر ہوا ہے اس واسطے کہ یہ حاضر ہونے والا پسر محمود بن ظاہر ہے اور ظاہر اس مدعی کا دادا پسر احمد ہے اور عمرو متوفی اور احمد اس مدعی کے دادا کا باپ دونوں ایک باپ کے بیٹے بھائی ہیں کہ دونوں کا باپ عبداللہ بن عمرو بن علی ہے اور متوفی مذکور کا کوئی وارث سوائے اس حاضر ہونے والے کے نہیں ہے اور اس متوفی مذکور نے مال نقدی میں اس قدر دینار نیشاپوری اس شخص کے پاس جس کو حاضر لایا ہے چھوڑے ہیں اور یہ دنیا اُس کی موت سے اس حاضر ہونے والے کے واسطے میراث ہو گئے اور اس شخص کو جس کو حاضر لایا ہے اس کا علم ہے پس اس پر واجب آخر تک بدستور سابق لکھے۔

سجل ☆

اس دعویٰ کا بھی بطریق سجل مذکورۂ بالا ہے اور اگر مدعا علیہ نے اس صورت میں دعویٰ مدعی کے دفعیہ میں یہ دعویٰ کیا کہ اس مدعی نے پہلے اقرار کیا ہے کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے تو یہ دعویٰ مدعی کے دعویٰ عصوبت کا دفعیہ ہوگا اس واسطے کہ تناقض لازم آتا ہے۔

محضر ☆

دعویٰ حریۃ الاصل ۔ یعنی مدعی اصلی حر ہے اور اصلی حر اُس کو کہتے ہیں جس میں کسی وقت رقیت ثابت نہیں ہوئی مجلس قضاء شرفہ اللہ تعالیٰ واقع کورۂ بخارا میں قاضی فلاں کے سامنے ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اس کا نام زید بن عمرو مخزومی ہے اور یہ شخص نوجوان ہے اُس کا تمام حلیہ ذکر کر دے اور اپنے ساتھ ایک مرد کو لایا جس نے بیان کیا کہ میرا نام بکر بن خالد ہے پس اس زید بن عمرو نے اس بکر بن خالد پر دعویٰ کیا کہ یہ زید بن عمرو حر الاصل ہے اور اس کا نطفہ حالت حریت میں اقرار پایا ہے کیونکہ یہ زید جو حاضر ہوا ہے عمرو مخزومی کا بیٹا ہے اور عمرو مخزومی حر الاصل تھا اور اُس کی ماں ہندہ بنت شعیب ہے وہ بھی اصلی حرہ تھی اور یہ زید اپنے والدین کے فراش سے جو دونوں حر ہیں متولد ہوا ہے اس پر یا اس کے ہر دو والدین پر کبھی رقیت اس دم تک طاری نہیں ہوئی ہے اور یہ بکر بن خالد اس زید مذکور سے ناحق استرقاق و استبعاد چاہتا ہے باوجودیکہ یہ اس امر مذکور سے آگاہ ہے پس اس بکر بن خالد پر واجب ہے کہ اس خواہش سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے پھر اس سے اُس کا مطالبہ کیا اور جواب دعویٰ طلب کیا پس اُس نے فارسی میں جواب دیا کہ ایں حاضر آمدہ ملک من ست و رقیق من ست مرا از آزادی وی علم نیست پھر اس زید بن عمرو نے چند نفر کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور مجھ سے اُن کے گواہی کی سماعت کی درخواست کی اور وہ فلاں و فلاں و فلاں ہیں پس میں نے اُس کی درخواست کو منظور کر کے گواہوں سے گواہی چاہی پس انہوں نے شہادت صحیحہ صفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہے پس آخر تک بدستور لکھے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ اس سجل کی پیشانی موافق اپنی رسم کے لکھ کر عبارت دعویٰ نسخہ محضر بتمامہ نقل کرے اور اسامی گواہان و الفاظ شہادت لکھے اور بعد تحریر عبارت استخارہ لکھے کہ میں نے اس زید بن عمرو کے واسطے اس بکر بن خالد پر حکم دیا کہ یہ زید بن عمرو خود مع والدین کے حرالاصل ہے اس پر اُس کے والدین پر رقیت طاری نہیں ہوئی اور اس بکر بن خالد کو حکم دیا کہ اُس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اُس سے احکام رقیت[1] کا مطالبہ کرنے سے باز رہے۔

محضر ☆

قابض پر اُس کے اعتاق کرنے کی وجہ سے عتق کا دعویٰ کرنا۔ اس زید نے جو حاضر ہوا ہے اس عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مملوک و مرقوق[2] تھا پھر اس عمرو نے اس زید کو اپنی صحت و ثبات عقل بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت میں بطوع خود خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ وطلب مرضاتہ بعتق صحیح جائز نافذ بغیر بدل آزاد کر دیا اور یہ زید آج کے روز اس سبب سے آزاد ہے اور اس عمرو کو اس کا علم ہے پس یہ عمرو اس زید سے خدمت لینے کا مطالبہ کرنے اور اُس پر رقیت کا دعویٰ کرنے میں مبطل ہے محق نہیں ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس زید سے ہاتھ کوتاہ کرے اور تعرض چھوڑ دے پھر اس سے جواب کا مطالبہ کیا۔

سجل ☆

ایں دعویٰ بطریق سابق تحریر کرنے کے بعد جب حکم لکھنے تک پہنچے تو بعد استخارہ کے لکھے کہ میں نے بگواہی گواہان مسمیان اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہے بسبب مذکور کسی کا مملوک تابعدار نہیں ہے اور سبب مذکور یہ ہے کہ اس عمرو نے اس کو خود آزاد کر دیا اور یہ کہ اس عمرو کا اُس پر رقیت کا دعویٰ کرنا باطل ہے اور سجل کو ختم کر دے۔

محضر ☆

قابض پر اُس کے سوائے دوسرے کی طرف سے اعتاق کی وجہ سے آزادی کا دعویٰ کرنا اس زید حاضر شوندہ نے اس عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے یہ دعویٰ کیا کہ یہ زید مملوک و مرقوق خالد بن بکر کا اُس کے قبضہ و تصرف میں تھا اور خالد بن بکر نے بخوف عذاب الٰہی وطلب جنت و ثواب آخرت و برضائے الٰہی خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ اپنے خالص مال و ملک سے اس زید کو آزاد کر دیا اور اس اعتاق مذکور کی وجہ سے یہ زید آزاد ہو گیا اور اسی سبب سے آج کے روز وہ آزاد ہے اور یہ عمرو باوجود علم اس بات کے اس زید سے خدمت غلامانہ از راہ ظلم و تعدی لیتا ہے پس اس پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ کوتاہ کرے آخر تک بدستور لکھے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ بطریق گذشتہ برابر لکھتا جائے یہاں تک کہ حکم تک پہنچے پس بعد استخارہ کے لکھے کہ میں نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہے بسبب مذکور کے کسی کا غلام نہیں ہے اور سبب مذکور یہ ہے کہ خالد بن بکر نے اس کو اپنے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا ہے اور یہ کہ عمرو کا اُس پر رقیت کا دعویٰ کرنا باطل ہے اور وہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے آخر تک سب لکھے۔

---

[1] وقال المترجم پھر بعد اس کے بکر کا کوئی دفعیہ قبول نہ ہوگا اس معنی میں کہ مدعی رقیق بنایا جائے ۱۲ [2] مرقوق و مملوک کے ایک ہی معنی ہیں یعنی غلام ۱۲

محضر☆

دراثبات رقیت۔ زید حاضر ہوااور اپنے ساتھ ایک مرد کولایا جس نے بیان کیا کہ اُس کا نام کلو ہندوستانی ہے اور یہ مرد نوجوان ہے اُس کا سب حلیہ بیان کردے پھر لکھے کہ اس زید نے اس کلو پر دعویٰ کیا کہ کلو اس زید کا (یعنی میرا) مملوک ومرقوق ہے یہ سبب اس کے کہ زید بسبب صحیح اس کا مالک ہے اور یہ کلو احکام رقیت میں اُس کی تابعداری وفرمانبرداری سے باہر ہو گیا ہے پھر اس سے اس کا مطالبہ کیا اور جواب دعویٰ طلب کیا اور محضر تمام کردے۔

سجل☆

ایں دعویٰ۔ بدستور سابق سب لکھ کر بعد استخارہ کے لکھے کہ میں نے ان گواہان مسمیان کی گواہی کے ثبوت سے اس زید کے واسطے اس کلو ہندوستانی پر یہ حکم دیا کہ یہ کلو ہندوستانی اس زید کا مملوک ومرقوق ہے اور یہ کہ یہ کلو احکام رقیت میں زید کی تابعداری و فرمانبرداری سے انکار کرنے میں مبطل[1] ہے اور میں نے اس کلو مذکور کو حکم دیا کہ احکام رقیت میں اس زید کی تابعداری وفرمانبرداری کرے پھر سجل کو تمام کردے اور واضح رہے کہ رقیت کا حکم دینے اور اس کا سجل لکھ دینے میں ضرور چاہئے کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریت ثابت کرنے سے عاجز ہو جائے اور قبل اس کے رقیت کا حکم نہ دے اور نہ سجل تحریر کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

محضر☆

در دفع ابن دعویٰ۔ اس دعویٰ کے دفعیہ کے بہت طریقہ ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریۃ الاصل کا دعویٰ کرے اور اُس کے تحریر کی صورت یہ ہے کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو ساتھ حاضر لایا اور زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو زید نے اُس پر کیا ہے دعویٰ کیا اور زید نے اُس پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ کلو اُس کا مملوک ومرقوق ہے اُس کی اطاعت سے خارج ہو گیا ہے اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا تھا پس اس کلو نے اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو زید نے اُس پر کیا ہے یہ دعویٰ کیا کہ کلو حرالاصل ہے اور اُس کا نطفہ حالت حریت میں قرار پایا ہے کیونکہ اُس کا باپ نھو ولد خیرو ہے اور اُس کی ماں جمیلہ دختر امامی ولد مولا بخش ہے اور یہ دونوں مادر و پدر اُس کے اصلی آزاد ہیں اور یہ کلو ان دونوں والدین آزاد کے فراش سے متولد ہوا ہے اُس پر یا اُس کے والدین ان دونوں پر کبھی رقیت طاری نہیں ہوئی اور اس زید کو اس کا علم ہے پس وہ باوجود ایسا حال ہونے کے جو بیان کیا گیا ہے کلو سے تابعداری غلامانہ چاہئے اور اُس پر رقیت کا دعویٰ کرنے میں مبطل ہے محق نہیں پس اُس پر واجب ہے کہ اُس سے باز رہے پھر اس کا مطالبہ کیا اور درخواست کی پس زید سے دریافت کیا گیا پھر محضر کو تمام کردے۔

سجل☆

این دفعیہ۔ اوّل سے بدستور سابق لکھے یہاں تک کہ جب حکم تک پہنچے تو لکھے کہ میں نے اس کلو کے واسطے اس زید پر وہ سب جو میرے نزدیک اس زید کے اس کلو پر دعویٰ رقیت کے دفعیہ میں کلو کے دعویٰ سے ثابت ہوا حکم دیا کہ یہ کلو حرالاصل ہے اور اس زید کا اُس پر رقیت کا دعویٰ باطل ہے اور یہ ثبوت بگواہی ان گواہان مسمیان کے بعد ازانکہ اُن کی عدالت بتعدیل معدلین این نواح ظاہر ہو گئی ہے ہوا اور میں نے یہ حکم ان دونوں محکوم بہ اور محکوم علیہ کے حضور میں دونوں کے روبرو اپنی مجلس قضا وحکم واقع بخارا میں دیا اور اس سب کی صحت کا حکم قضاءً نافذ کیا اور اس زید کا ہاتھ اس کلو سے جس کے واسطے حریت کا حکم دیا ہے کوتاہ کر دیا اور کلو مذکور سے اُس کی

---

[1] یعنی ناحق پر ہے

فرمانبرداری اُٹھانا دور کیا اور اس محکوم علیہ زید کو اختیار دے دیا کہ اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے (بشرطیکہ زید نے اس کو کسی بائع سے خرید کر بروز عقد اُس کے بائع کو اُس کا ثمن نقد ادا کر دیا ہو) پھر سجل کو تمام کر دے اور مشائخ نے فرمایا کہ جہاں حریت ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئے تو واجب ہے کہ اس کا اثبات بطریق دفعیہ ہو بایں طور کہ قابض اُس پر مملوک و مرقوق ہونے کا دعویٰ کرے اور گواہ قائم کرے پھر مملوک بطریق دفع اپنی حریت ثابت کرے۔ وجہ دوم یہ کہ مدعا علیہ اسی رقیت کے مدعی کی طرف آزاد کرنے کا دعویٰ کرے۔

صورت ☆

تحریر یہ ہے کہ کلو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا اس کلو نے اس زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو زید نے اس پر کیا ہے یہ دعویٰ کیا کہ یہ کلو آزاد ہے اس واسطے کہ یہ کلو اس زید کا مملوک و مرقوق تھا اور اس زید نے سب طرح اپنے جواز تصرفات کی حالت میں باعتاق صحیح جائز نافذ اُس کو آزاد کر دیا اور یہ کلو بوجہ اس اعتاق کے آزاد ہو گیا اور یہ زید احکام رقیت میں اُس کی اطاعت و انقیاد کا مطالبہ کرنے میں مبطل ہے اور محضر کو تمام کر دے۔

سجل ☆

اس محضر کا سجل بھی بطریق سجل محضر اوّل کے ہے لیکن حکم میں اس صورت میں یوں لکھے کہ میں نے اس ثبوت کا حکم دیا کہ یہ کلو سبب مذکور سے آزاد اپنے نفس کا مالک ہے اور سبب مذکور یہ ہے کہ اس زید نے اس کو آزاد کیا ہے اور یہ کہ کلو بسبب اس اعتاق کے تمام آزادوں کے ساتھ ملحق ہو گیا اور یہ کہ یہ کلو بروز اعتاق مذکور اس زید کا مملوک تھا اور سجل کو تمام کر دے وجہ سوم آنکہ جس پر مدعی نے رقیت کا دعویٰ کیا ہے وہ غیر مدعی کی طرف سے اپنے آزاد کرنے کا دعویٰ کرے اس کی صورت تحریر یہ ہے کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس کلو نے اس زید پر اس دعویٰ کے دفعیہ میں جو زید نے کلو پر کیا ہے یہ دعویٰ کیا کہ یہ کلو پہلے عمرو بن بکر مخزومی کا غلام و مملوک تھا اور اُس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سخت و عقاب شدید سے بچنے اور اُس کی رضامندی و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اس کلو کو خالصۃً بوجہ اللہ تعالیٰ اپنے خالص مال و ملک سے مفت بدون بدل کے اپنی صحت و ثابت عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت میں آزاد کیا اور آج یہ کلو اس اعتاق مذکور کے سبب آزاد ہے الیٰ آخرہ۔

سجل ☆

اس محضر کا مثل مذکورۂ بالا کے ہے لیکن قاضی اس میں حکم کا مقام یوں لکھے گا کہ میں نے اس کلو کی حریت کا حکم اس سبب سے جو اس میں مذکور ہے دیا اور وہ یہ ہے کہ خالد بن بکر مخزومی نے اس کو آزاد کیا ہے اور یہ حکم دیا کہ کلو اُس خالد بن بکر مخزومی کا بروز اعتاق مملوک تھا یہ محیط میں لکھا ہے۔

محضر ☆

اثبات تدبیر[1] و استیلا۔ اگر تدبیر و استیلاد ☆ کے ثابت کرنے کی ضرورت ہو اور مولیٰ پر اُس کا ثبوت کرنا ممکن نہ ہو سکے اس واسطے کہ فی الحال اُس کا کوئی حق مولیٰ پر ثابت نہیں ہوتا ہے پس اُس کے اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ مولیٰ اُس کو کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دے پھر اس پر مدبر یا ام ولد اس طرح دعویٰ کرے کہ اس کلو حاضر ہونے والے نے اس زید پر دعویٰ کیا کہ یہ کلو حاضر شوندہ عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا پھر اُس نے اس کو بدون طمع حطام دنیاوی کے بغرض تحصیل رضائے الٰہی خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ اپنے خالص

[1] تدبیر غلام یا باندی کو مدبر کرنا یعنی اُن کی آزادی کو کسی وقت کے ساتھ موقت کرنا ۱۲

☆ باندی کو جس کی ملکیت حقیقۃً یا حکماً ثابت ہو اس طرح اپنے تصرف میں لانا...... (تفصیل مزید دیکھئے ص: ۴۲۳)

مال و ملک سے بتدبیر صحیح مدبر کیا کہ بعد وفات اس کے آزاد ہے اور آج کے روز یہ کلو اس کا مدبر ہے اور اگر ام ولد مدعیہ ہو تو لکھے کہ فلانہ ام ولد نے دعویٰ کیا کہ وہ خالد بن عمرو کی ام ولد ہے اُس کی ملک میں اُس کے فراش سے بچہ جنی ہے اور آج کے روز وہ اُس کی ام ولد ہے۔ اور یہ شخص زید اُس سے ناحق استرقاق واستعباد چاہتا ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے پھر اس سے جواب کا مطالبہ کیا یہ ظہیریہ میں ہے۔

محضر☆

دعویٰ تدبیر۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو بتدبیر مطلق مدبر کیا اور بعد مدبر کرنے کے مرگیا اور وارث چھوڑے اور وارثوں نے مدبر کرنے کے حال سے واقف ہونے سے انکار کیا اور مدبر کو گواہوں سے اس کے اثبات کی ضرورت ہوئی اور تحریر محضر کی حاجت پیش آئی تو لکھے کہ اس کلو نے جو حاضر ہوا ہے اس زید پر جس کو ساتھ حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ یہ کلو اس زید کے والد عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا اُس نے اپنی زندگی وسب طرح جواز تصرفات کی حالت میں بطوع و رغبت خود بتدبیر مطلق مدبر کر دیا اور عمرو بن خالد اس زید کا والد مرگیا پس یہ کلو مدبر آزاد ہوگیا اور یہ زید اس حالت سے واقف ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ اس کلو حاضر آئندہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے الی آخرہ۔

سجل☆

ایں محضر۔ ابتدا سے بدستور لکھتا جائے اور بیان حکم کے وقت لکھے کہ میں نے ان گواہان مسمیان عادلان کی گواہی سے اس کلو کے واسطے اس زید پر تمام اُس بات کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہے حکم دیا کہ اس کلو کو اس زید کے والد عمرو بن خالد نے درحالیکہ یہ کلو اُس کا مملوک ومرقوق تھا اپنے خالص مال و ملک سے بتدبیر مطلق صحیح بلاقید مدبر کیا ہے اور یہ کہ یہ کلو بسبب موت عمرو بن خالد کے آزاد ہوگیا اور یہ کہ اس زید کے والد عمرو بن خالد نے ترکہ کا مال اس زید کے پاس اس قدر چھوڑا ہے کہ جس کی تہائی سے یہ کلو برآمد ہوتا ہے اور یہ کہ کلو آج کے روز آزاد ہے زید کو اُس پر بسبب رقیت کے کوئی استحقاق نہیں ہے سوائے سبیل ولاء کے اور یہ حکم میں نے ہر دو متخاصمین کی حاضری میں دونوں کے اوپر بطور مبرم دیا اور حکم قضاء نافذ کر دیا یہ ذخیرہ میں ہے۔

سجل☆

اثبات عتق برغائب۔ قاضی فلاں کہتا ہے کہ میرے سامنے میری مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں ایک شخص زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ میرے اس شخص پر اس قدر دینار دین لازم وحق واجب بسبب صحیح ہیں (اور دینار ہائے مذکورہ کی نوع وصفت بیان کردے) پس اس پر واجب ہے کہ اس عہدہ سے خارج ہو پس اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے انکار کیا کہ مجھ پر اس کا کچھ نہیں ہے پھر مدعی مذکور دو مرد حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلاں و فلاں ہیں اور مدعی و ہر دو گواہ نے بیان کیا کہ یہ دونوں گواہ خالد بن بکر کے آزاد کردہ ہیں جس نے ان دونوں کو اپنے مملوک ہونے کی حالت میں آزاد کیا ہے اور مدعی نے مجھ سے ان کی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پھر ان لوگوں نے بعد دعویٰ مدعی وانکار مدعا علیہ و استشہاد[1] مدعی کے ایک نے بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقہ اللفظ والمعنی موافق دعویٰ مدعی کے ایک نسخہ سے جو دونوں کو پڑھ کر سنایا گیا ہے ادا کی اور یہ مضمون اس نسخہ کا تھا پس مضمون نسخہ ہذا بیان کردے پھر جب دونوں نے گواہی کو جیسا چاہئے ادا کیا تو مدعا علیہ

---

[1] استشہاد کسی دعویٰ پر گواہی طلب کرنا ۱۲

نے اس گواہی کے دفعیہ میں بیان کیا کہ یہ دونوں گواہ مملوک خالد بن بکر کے ہیں جس کی نسبت مدعی اور ہر دو گواہ زعم کرتے ہیں کہ اُس نے ان کو آزاد کر دیا ہے حالانکہ یہ سب جھوٹے ہیں اُس نے ان دونوں کو آزاد نہیں کیا ہے پس میں نے یہ دفعیہ اس مدعی پر پیش کیا پس اُس نے کہا کہ یہ دونوں آزاد ہیں ان دونوں کے مولیٰ نے درحالیکہ یہ دونوں اُس کے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد کر دیا ہے اور میرے پاس اس کے گواہ ہیں پس میں نے اُس کو تکلیف دی کہ اپنے صحت دعویٰ کے واسطے گواہ قائم کرے پس وہ چند نفر کو لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے اس دعویٰ کے موافق گواہ ہیں اور مجھ سے اُن کی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس میں نے ان کی گواہی کی سماعت کی اور میرے نزدیک اُن کی گواہی سے ہر دو شاہدین کی حریت ثابت ہوگئی کہ باعتاق خالد بن بکر یہ دونوں آزاد اور اہل شہادت ہیں پس مدعی ہذا نے مجھ سے ان دونوں گواہوں کی حریت کا اور دونوں کے اہل شہادت ہونے کا اور بگواہی ان دونوں گواہوں کے اپنے واسطے مال مدعی بہ کا حکم قضا طلب کیا پس میں نے اُس کی درخواست کو منظور کیا اور حکم کیا کہ یہ دونوں گواہ باعتاق خالد بن بکر کے درحالیکہ دونوں اُس کے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد ہیں اور یہ کہ دونوں اہل شہادت ہیں اور اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر بگواہی ان دونوں گواہوں کے مال مدعی بہ کا حکم دے دیا ایسا حکم کہ مبرم ہے اور ایسی قضا کہ نافذ کر دی ہے اور سجل کو تمام کر دے پس جب قاضی نے اس طرح حکم دیا تو مولیٰ کے حق میں بھی ان دونوں کا اعتاق ثابت ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر اُس نے حاضر ہو کر اس سے انکار کیا تو اُس کے انکار پر التفات نہ کیا جائے گا اور غلام کو اُس کے انکار پر دوبارہ بمقابلہ مولیٰ کے گواہوں کے قائم کرنے کی حاجت نہ ہوگی اس واسطے کہ مشہود لہ یعنی مدعی نے مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ پر آزادی گواہان مذکور کا دعویٰ کیا ہے اور اُس کی طرف سے یہ دعویٰ صحیح ہے کیونکہ وہ مشہود علیہ پر اپنا حق بدون اس کے ثابت نہیں کر سکتا ہے اور مشہود علیہ نے اس سے انکار کیا اور اُس کا انکار بھی صحیح ہے اس واسطے کہ وہ اس گواہی کو بدون انکار حریت گواہان کے دفع نہیں کر سکتا ہے اور اصل یہ ہے کہ جو شخص کسی حاضر پر ایسے حق کا دعویٰ کرے جس کا اثبات بدون اس کے ممکن نہ ہو کہ وہ اُس کا سبب کسی غائب پر ثابت کرے تو ایسی صورت میں جو حاضر ہے وہ غائب کی طرف سے خصم ہو جاتا ہے پس بنا بر اس اصل کے مشہود علیہ پر گواہ قائم کرنا مثل مولائے غائب پر گواہ قائم کرنے کے ہے یہ محیط میں ہے۔

محضر ☆

در اثبات حد القذف۔ زید حاضر ہوا اور عمر کو حاضر لایا اور دعویٰ کیا کہ اس زید کو اس عمرو نے قذف کیا ایسا قذف جو موجب حد ہے پس اس عمر کو پر اسی کوڑے حد قذف کے واجب ہیں الیٰ آخرہ اور اگر شتم کیا ہو جو موجب تعزیر ہو تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور ایسے شتم کو جو موجب تعزیر ہے معین کرے پس کہا کہ ایسے ایسے پھر لکھے کہ پس شرع میں اس کی تنبیہ کے واسطے کہ آئندہ ایسا نہ کرے اس پر تعزیر واجب ہوئی پس اس سے مطالبہ کیا و جواب مانگا۔

محضر ☆

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے درموں میں سے اس قدر درم جو اس دار میں فلاں مقام پر رکھے تھے چُرائے ہیں اور عمرو اس دار کے رہنے والوں میں سے ہے اور اس مدعا علیہ نے اس مدعی سے کہا تھا کہ اگر تو قسم کھائے کہ میں نے تیرے درموں سے اس قدر درم جس کا تو دعویٰ کرتا ہے چورائے ہیں تو میں تجھے اس قدر درم دے دوں گا پس مدعی نے اپنے دعویٰ پر قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اس کو اس کے نصف دے کر اور باقی کے واسطے ایک دستاویز لکھ دی پھر مدعا علیہ نے اپنے اس قدر درم جو دیئے ہیں واپس لینے چاہے تو اس کا کیا حکم ہے شیخ نجم الدین نسفیؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر مدعا علیہ نے نصف مقدار دے دی اور باقی نصف دینے کا بطور صلح کے دعویٰ مدعی سے اپنے اوپر التزام[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر) کر لیا اور یہ اقرار کیا کہ میں نے درم چورائے ہیں تو اس پر باقی کا دینار

لازم ہوگا اور اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ نصف مقدار جو دی ہے اُس کو واپس کر لے اور اگر اُس نے بنا بر قسم مدعی ووفائے قول خود کے نصف مقدار دے کر باقی کے واسطے ایک دستاویز تحریر کردی ہے تو اُس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اُس کو اختیار ہوگا کہ دیا ہوا واپس کر لے اور بعض نے فرمایا کہ اُس کو اختیار ہے کہ دونوں صورتوں میں واپس کر لے اس واسطے کہ مدعی اپنی قسم سے مدعا علیہ پر کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا ہے چنانچہ امام محمدؒ نے کتاب الصلح میں صریح فرمایا کہ اگر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ اگر مدعی اپنے دعویٰ پر قسم کھا جائے تو مدعا علیہ مدعی کے واسطے اس مال کا جس کا دعویٰ کرتا ہے ضامن ہوگا تو صلح باطل ہے۔

محضر ☆

ایک نانوائی نے ایک شخص کو اپنی دوکان پر اس غرض سے بٹھلایا کہ میری روٹیاں میرے واسطے لوگوں کے ہاتھ فروخت کرے اور اُس سے دام وصول کر لے اور ایسے شخص کو صاحب دکان کہتے ہیں پھر اس پر دعویٰ کیا اور صورت دعویٰ یہ ہے کہ نانوائی نے مقدار معلوم مال کا دعویٰ کیا اور کہا کہ تو نے روٹی کے داموں میں سے میرا مال اس قدر چورایا ہے اور اس پر دعویٰ کیا کہ تو نے کہا ہے کہ میں نے لوگوں سے ہر روز پانچ درم اس طرح لئے کہ ان کی روٹیوں میں سے اُن کو کم دیں مگر تیری روٹیوں کے دام میں سے کچھ نہیں لیا ہے اور صاحب دکان اس سب سے انکار کرتا ہے اور آخر محضر میں تحریر کیا ہے کہ اس شخص پر جس کو ساتھ حاضر لایا ہے واجب ہے کہ یہ دراہم مجلس قضاء میں حاضر لائے تاکہ مدعی اُن کے واسطے گواہ قائم کر سکے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ نانوائی کی طرف سے یہ دعویٰ صاحب دکان پر متوجہ نہیں ہو سکتا ہے یعنی ناممسوع ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ صاحب دکان کا یہ دراہم اس طرح لینے کا اقرار جس طرح اُس نے دعویٰ میں بیان کیا ہے ثابت کرے لیکن اگر یہ ثابت بھی ہو تو نانوائی کو کچھ فائدہ نہیں ہے بلکہ حق خصومت اس میں ان لوگوں کو حاصل ہے جن کے دام تھے کیونکہ جب اُس نے ان لوگوں سے دام لئے اور اُس قدر روٹیاں ان کو نہ دیں تو اُس پر واجب ہوا کہ یہ درم اُنہیں کو واپس کرے اور واپس لینے کا استحقاق اُنہیں لوگوں کو ہوا نہ اُس نانوائی کے واسطے کہ یہ اُن کی طرف سے خصم نہیں ہے اور اور اگر نانوائی نے اُس پر یہ دعویٰ کیا کہ تو نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ہر روز پانچ درم تیرے مال سے لئے ہیں اور مشتری کو روٹیاں کم کم دی ہیں تو بھی یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ جب اُس نے مشتری کو روٹیاں کم دیں حالانکہ ثمن پورا لیا تو جو دراہم بمقابلہ نقصان کے ہوئے ہیں وہ نانوائی کی ملک نہیں ہے ہیں بلکہ مشتری کی ملک ہیں پس نانوائی کو اُن کے واپس لینے کا استحقاق نہ ہوگا یہ ذخیرہ فصول استروشنی میں ہے۔

محضر ☆

دعویٰ شرکۃ العنان۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمر کو حاضر لایا اور اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو کے ساتھ فلاں تجارت میں شرکت عنان بدیں شرط کی تھی کہ ہر ایک کا راس المال اس قدر ہے بدین شرط کہ دونوں مال شرکت میں تصرف کریں اور ہر ایک اپنی اپنی رائے سے تصرف کرے وبدین شرط کہ جو کچھ نفع حاصل ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو کچھ نقصان وخسارہ پڑے وہ ہر ایک پر اُس کے راس المال کے حساب سے پڑے اور ہر ایک اپنا راس المال مجلس شرکت میں لایا اور ان دونوں کو خلط کر دیا حتیٰ کہ دونوں مال ایک ہو گئے اور دونوں نے یہ مال شرکت اس عمرو کے پاس رکھا اور اُس میں تصرف کیا اور اس قدر نفع حاصل کیا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس مدعی کے راس المال سے وحصہ نفع سے جو اس قدر ہے چھٹکارا کرے یعنی مدعی کو سب دے دے اور اگر اس شرکت کا شرکت نامہ ہو تو شرکت نامہ میں بھی اسی طور سے لکھنا چاہئے پھر شرکت نامہ ہونے کی صورت میں

[1] یعنی اپنے ذمہ اُن کا ہونا لازم کر لیا۔

لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر تمام اُن باتوں کا جس کو شرکت نامہ متضمن ہے از بیان شرکت وراس المال بنفع مشروط خلط ہر یکے راس المال خود بمال دیگر بنابر اینکہ شرکت نامہ سے اوّل سے آخر تک اُس کی تحریر کی تاریخ سے ظاہر ہے اور دونوں نے تمام مال اس عمرو کے قبضہ میں رکھا اور اس عمرو نے اس قدر نفع حاصل کیا ہے پس اُس پر واجب ہے کہ اس زید کا راس المال واُس کا حصہ نفع اس زید کو دے دے اور اُس کا راس المال[1] اس قدر اور نفع اس قدر ہے اور محضر کو تمام کر دے۔

محضر☆

در دفع ایں دعویٰ۔ اس عمرو حاضر ہونے والے نے اس زید پر جس کو حاضر لایا ہے اس کے دعویٰ کے دفعیہ جو اس زید نے اس عمرو پر کیا تھا کہ اس قدر راس المال سے باہم شرکت کی تھی اور اپنے راس المال وحصہ منافع کے واپس کرنے کا دعویٰ کیا تھا پس عمرو مذکور اس کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اس دعویٰ میں مبطل ہے کیونکہ زید مذکور نے اس سے مقاسمہ کر لیا تھا اور راس المال وحصہ منافع بٹوا لیا ہے اور عمرو سے یہ سب عمرو کے اُس کو سپرد کرنے سے وصول کر لیا ہے۔ اور محضر کو تمام کر دے۔

محضر☆

در اثبات وقفیۃ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے بحکم اس اجازت کے جو اس کو قاضی فلاں کی طرف سے مقدمہ اثبات وقفیت مذکورہ ایں محضر حاصل ہوئی ہے اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جس کو وقف نامہ جو پیش کرتا ہے متضمن ہے دعویٰ کیا پھر وقف نامہ کو اوّل سے آخر تک تحریر کر دے اور یہ مضمون وقف نامہ ہے پھر لکھے کہ پس اس تمام مضمون کا جس کو وقف نامہ متضمن ہے کہ بکر بن خالد مخزومی نے اس زمین محدودہ مذکورہ میں وقف نامہ منقولہ اندریں محضر کو اپنے خالص مال و ملک سے برشرائط مذکورہ و مصاف معلومہ مذکورہ وقف نامہ منقولہ اندریں محضر از اوّل تا آخر بتاریخ تحریر وقف نامہ مذکورہ وقف کیا اور قبل وقف کرنے کے یہ تمام زمین محدودہ و مذکورہ وقف نامہ اس وقف کرنے والے کی ملک تھی اور اس کے قبضہ میں تھی یہاں تک کہ اُس نے وقف کر کے اس متولی کو جس کا نام ونسب اس وقف نامہ میں جو اوّل سے آخر تک اس محضر میں منقول ہے مذکور ہے سپرد کر دی اور آج یہ زمین مذکورہ محدودہ اندریں محضر بروجہ مذکور وقف وصدقہ ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ یہ زمین اس زید کے سپرد کر دے تاکہ اُس میں شرائط وقف کی مراعات کرے اور اُس سے جواب طلب کیا اور یہ اُس وقت ہے کہ مدعی نے وقف نامہ پیش کیا ہو اور اگر مدعی کے پاس وقف نامہ نہ ہو تو لکھے کہ اس زید حاضر ہونے والے نے اس عمرو پر جس کو ساتھ حاضر لایا ہے یہ دعویٰ کیا کہ تمام زمین جو دس کھیت باہم ایک دوسرے سے متصل شہر بخارا کے پرگنہ فلاں دیہ فلاں کے زمین اس دیہ کے فلاں جانب واقع ہے جو بیگھ والی کہلاتی ہے اور اُس کے حدود اربعہ میں سے ایک حد شارع عام ہے اور اس گاؤں میں شارع عام کے نام سے فقط ایک ہی راستہ ہے اور دوم وسوم و چہارم راستہ ہے اور اسی طرف مدخل ہے یہ زمین مع اپنے سب حدود و حقوق و مرافق کے وقف دائمی و حبس معروف ہے جس کو بکر بن خالد مخزومی نے اپنی صحت حیات و بعد وفات کے اپنے خالص ملک و مال سے بدیں شرط وقف وصدقہ کیا ہے کہ اجارہ دہی میں جو طریقہ افضل ہو اس طرح دی جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو حاصلات ہو پہلے اُس میں سے اس کے کھائیں خندق وغیرہ کی مرمت واصلاح میں خرچ کیا جائے پھر جس قدر باقی رہے اس سے اندرون شہر بخارا میں جو مسجد فلاں محلہ میں اس نام سے معروف ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں اُس کی درستی واصلاح میں خرچ کیا جائے پھر جو باقی رہے وہ مسلمان فقیروں کو تقسیم کیا جائے اور وقف کرنے کے روز یہ زمین محدودہ اس وقف کرنے والے کی ملک اور اُس کے قبضہ میں تھی اور وقف کرنے والے نے یہ تمام زمین وقفی

[1] جس کو ہمارے عرف میں اصل مال بولتے ہیں ۱۲

اپنے پسر فلاں یا فلاں اجنبی کے سپرد کی بعد ازینکہ اس پسر یا اس اجنبی کو اس وقف کا متولی و قیم قرار دیا اور اس متولی نے اس کی طرف سے یہ قوامت وولایت بقبول صحیح قبول کر لی اور تمام زمین وقفی جس کا ذکر کیا گیا ہے وقف کنندہ سے لے کر بقبضہ صحیح اپنے قبضہ میں کر لی اور آج کے روز یہ سب زمین جس کا وقف ہونا بیان کیا گیا ہے بروجہ مذکور وقف ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ یہ تمام زمین وقفی جس کے حدود اس محضر میں بیان کر دیئے گئے ہیں اس حاضر مدعی کو دے دے تاکہ یہ شخص اُس میں وقف کرنے والے کی مقرری شرطیں مرعی[1] رکھے اور مدعا علیہ سے اس کا مطالبہ کیا اور جواب دعویٰ طلب کیا پس عمرو مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ مجھے اس محدودہ کے وقف ہونے کا اور اس مدعی حاضر آمدہ کو سپرد کرنے کا علم نہیں ہے پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں پھر آخر تک بدستور سابق تحریر کرے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ ومحضر۔ فلاں قاضی کہتا ہے پس تمام دعویٰ مدعی وشہادت گواہان مدعی مع اشارہ مقامات اشارہ بتمامہ نقل کرے یہاں تک کہ حکم تحریر کرنے تک پہنچے پھر لکھے کہ میں نے بگواہی ان گواہان تعدیل شدگان کے جن کا نام مذکور ہے تمام سب باتوں سے جو اُن کی گواہی سے مجھے ثابت ہوئی ہیں کہ یہ زمین محدودہ مذکورہ از جانب بکر بن خالد مخزومی بر شرائط مبینہ ووجوہ مصارف مذکورہ اُس کے خالص مال وملک سے وقف صحیح ہے اور اُس نے فلاں کو متولی کرنے کے بعد یہ زمین اُس کے سپرد کر دی ہے اور وہ یہ ہے اور یہ کہ یہ زمین اس مدعا علیہ عمرو کے پاس ناحق ہے بدرخواست مدعی مذکور اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں لوگوں کے سامنے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر حکم دیا پس آخر تک بدستور لکھ کر سجل کو تمام کرے اور اگر وقف کرنے والے نے متولی کو سپرد کرنے کے بعد اپنے وقف سے رجوع کر لیا ہو تو صورت محضر یہ ہے کہ ابتداء میں جس طرح ہم نے بیان کیا ہے لکھ کر پھر لکھے کہ اس حاضر ہونے والے نے جواز جانب فلاں قاضی اثبات وقفیت مذکورہ کا اجازت یافتہ ہے اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے یعنی وقف کرنے والے پر یہ دعویٰ کیا کہ اُس نے تمام زمین واقع موضع فلاں جس کے حدود اربعہ یہ ہیں اپنے خالص مال وملک سے اپنی زندگی میں بر شرائط مذکور وقف کی اور اس وقف کرنے والے نے یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ وقضیہ فلاں متولی کے سپرد کر دی پھر اس وقت کرنے والے کی رائے میں اس سے رجوع کر لینا آیا پس اس نے موافق قول اس امام کے جو وقف کو لازم نہیں سمجھتا ہے اپنے وقف سے رجوع کر لیا اور متولی کے قبضہ سے نکال کر اپنی باقی املاک میں داخل کر لیا پس اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اُس سے کوتاہ کرے اور فلاں مذکور متولی کو سپرد کر دے تاکہ اُس میں شرائط وقف مذکورہ مرعی رکھے پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دعویٰ مانگا پس اُس سے جواب مانگا گیا اور اُس نے فارسی میں جواب دیا (کہ ایں محدود ملک من ست ودر دست من وبکسے سپردنی نے)۔

سجل ☆

این محضر۔ بدستور سابق لکھتا جائے یہاں تک کہ حکم لکھنے تک پہنچے لکھے کہ میں نے اس وقف کرنے والے فلاں بن فلاں پر اُس کے روبرو بدرخواست اس مدعی کے وقف صحیح ہونے اور لازم ہونے کا حکم کیا اور وقف مذکورہ کا رجوع کر لینا باطل کر دیا اور اُس کا قبضہ اس سے دور کر دیا بنا بر قول ایسے عالم کے علمائے سلف میں سے جو اس وقف کو لازم فرماتا ہے اور میں نے یہ زمین مذکورہ اُس کے متولی کو بعد ازانکہ میرے نزدیک یہ وقف کرنا اور صدقہ کرنا جو مذکور ہوا ہے ثابت ہو گیا ہے سپرد کر دی اور سجل کو تمام کر دے یہ محیط میں ہے۔

---

[1] یعنی ان شرطوں کا لحاظ واُن کی رعایت پیش نظر رہے ۱۲

محضر☆

دراثبات ملک محدود۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لا کر اُس پر دعویٰ کیا کہ جمیع اراضی تعدادی بیگھ موسومہ بیگھ والی ازدیہ فلاں پرگنہ فلاں جس کے حدود اربعہ بیان کردے مع اپنے حدود وسب حقوق ومرافق کے اور اگر دعویٰ وار ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت خود واقع کوچہ فلاں ازمحلّہ فلاں ازکورۂ فلاں پھر اُس کے حدود اربعہ سب بیان کردے مع اپنے حدود وحقوق کے ملک اس زید کی ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس اراضی یا دار سے کوتاہ کر کے اس زید کے سپرد کردے اور اُس سے اُس کا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا اس سے دریافت کیا گیا پس اُس نے جواب دیا کہ ایں زمین ہا یا ایں خانہ کہ مدعی دعویٰ میکند ملک من ست وحق من ست بایں مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا کہ یہ میرے گواہ میرے دعویٰ کے موافق ہیں اور مجھ سے اُن کی گواہی سننے کی درخواست کی پس میں نے منظور کیا اور وہ فلاں وفلاں ہیں اُن کے نسب وحلیہ آخر تک جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے پھر ان گواہوں نے دعویٰ اس مدعی وانکار اس مدعاعلیہ کے بعد گواہی صحیحہ متفقۃ الالفاظ[1] والمعانی ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا ادا کیا اور مضمون اُس نسخہ کا یہ ہے۔ گواہی میدہم کہ ایں زمینہا یا ایں شراکت جائگاہ وحدود دے دریں محضر یاد کردہ شدہ است اور محضر کی طرف اشارہ کیا بحدود دے ہاوے جملہ حقوق ہائے وے ملک این حاضر آمدہ وحق وے ست اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ وبدست این حاضر آوردہ بناحق ست وواجب است بروئے تسلیم کردن بایں مدعی اور محضر کو تمام کردے۔

سجل☆

این دعویٰ لکھے کہ فلاں قاضی کہتا ہے کہ میری مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر دعویٰ اوّل سے آخر تک اعادہ کرے یعنی لکھے کہ اس زید نے دعویٰ کیا کہ سب اراضی واقع موضع فلاں جس کے حدود اربعہ یہ ہیں یا دار واقع موقع فلاں جس کے حدود اربعہ یہ ہیں مع جمیع حدود وحقوق کے ملک اس زید کی ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں ناحق ہے اور اس عمرو کو اس کا علم ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا دار محدودہ محضر دعویٰ سے کوتاہ کر کے اس زید کے سپرد کردے اور جواب طلب کیا پس مدعاعلیہ سے دریافت کای گیا کہ اس مدعی کے دعویٰ کی نسبت تو کیا کہتا ہے اُس نے فارسی میں جواب دیا کہ این زمینہا کہ دعویٰ میکند ایں مدعی یا این خانہ ملک من ست و باین مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور مجھ سے ان کی گواہی سننے کی درخواست کی اور وہ فلان وفلاں ہیں اُن کے نام ونسب جس طرح ہم نے سابق میں بیان کیا ہے اُسی طرح برابر لکھتا جائے یہاں تک کہ موضع حکم تک پہنچے پھر حکم اس طرح لکھے کہ میں نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمرو مدعاعلیہ پر یہ حکم دیا کہ یہ اراضی محدودہ مذکورہ اندریں سجل یا یہ دار محدودہ مذکور اندریں سجل مع اپنے سب حدود وحقوق ومرافق کہ جو اُس کے حقوق سے اُس کو ثابت ہیں ملک وحق اس مدعی کا ہے اور اس مدعاعلیہ عمرو کے پاس اُس کے قبضہ میں ناحق ہے یہ حکم بگواہی ان گواہان مسمیان کے دیا اور حکم قضا نافذ کیا کہ یہ مدعی یہ ملک اس مدعی مذکور کی ہے بگواہی ان گواہان مذکور کے اور یہ حکم وقضا بعد ازانکہ میں نے ان گواہان کا حال اُن لوگوں سے جن پر مدار تعدیل وتزکیہ کا اس نواح میں ہے دریافت کیا اور اُنھوں نے اُن کی تعدیل کی اور بعد ازانکہ میں نے دعویٰ مدعی والفاظ شہادت ان علماء کے پاس پیش کئے جن پر اس نواح میں فتویٰ کا مدار ہے اور اُنھوں نے صحت دعویٰ ہذا وجواز شہادت مذکورہ کا فتویٰ دیا ہے میری طرف سے صادر ہوا اور یہ حکم وقضا میری طرف سے میری مجلس واقع کورہ بخارا میں صادر ہوا اور یہ حکم مبرم دنیا اور یہ قضا نافذ کردینا درحالیکہ مستجمع جمیع شرائط صحت ونفاذ ہے دونوں متخاصمین کی حاضری میں دونوں کے

---

[1] متفقۃ الالفاظ والمعانی وہ کہ جس کے لفظ اور معانی میں فرق نہ ہو۱۲

روبرو میں نے کیا ہے اور میں نے اس محکوم علیہ[1] کو حکم دیا کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا اس دار محدودہ سے کوتاہ کرے پس اُس نے اپنا قبضہ چھوڑ کر اس محکوم لہٗ[2] مدعی کے سپرد کر دیا اور یہ اُس نے بعرض امتثال حکم شرع کیا ہے اور سجل کو اس طرح ختم کرے جیسا ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

محضر ☆

درد دفع ایں دعویٰ۔ اگر مدعا علیہ مذکور نے اس مدعی سے خرید کرنے کا دعویٰ کیا تو لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو اُس نے عمرو پر کیا تھا دعویٰ کیا اور دعویٰ زید یہ تھا پھر آخر تک زید کا دعویٰ نقل کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اُس کے دفعیہ میں یہ دعویٰ کیا کہ زید اپنے دعویٰ مذکورہ میں جو اُس نے اس عمرو پر کیا ہے مبطل ہے اس واسطے کہ اس زید نے سب طرح اپنے جواز تصرفات کی حالت میں یہ دار محدودہ مع اُس کے حدود و حقوق اور تمام اُس کے مرافق کے جو اُس کے واسطے اُس کے حقوق سے ثابت ہیں قبل اپنے اس دعویٰ مذکورہ کے اس عمرو کے ہاتھ درحالیکہ یہ دار محدودہ مذکورہ کو اس زید کی ملک وحق تھا اور اُس کے قبضہ میں تھا بعوض اس قدر دینار کے یہ بیع صحیح فروخت کیا اور اس عمرو نے اس دار مذکورہ کو اُس سے بحدود و حقوق و بمرافق جو اُس کو اُس کے حقوق سے ثابت ہیں بعوض اس قدر ثمن مذکور کے اپنی سب طرح جواز تصرفات کی حالت میں بخرید صحیح خرید کیا اور دونوں میں سے ہر ایک نے باہمی قبضہ صحیح کر لیا اور اگر عمرو نے باوجود اس کے زید کے ایسے اقرار کا دعویٰ کیا ہو تو تحریر میں بعد لکھنے باہمی قبضہ صحیح کے اس قدر زیادہ کرے کہ اور اسی طرح اس زید نے اپنے جواز قرار وسب طرح نفاذ تصرفات کی حالت میں بطوع خود اس بیع وشراء مذکور کا اپنے اور اس عمرو کے درمیان اس زمین محدودہ مذکورہ میں یا اس دار محدودہ مذکور میں مع اُس کے حدود وحقوق و تمام مرافق کے جو اُس کے واسطے اُس کے حقوق سے ثابت ہیں بعوض اس قدر ثمن مذکور کے سب طرح دونوں کے نفاذ وتصرفات کی حالت میں واقع ہونے کا اور دونوں میں باہمی قبضہ دافع ہونے کا اقرار صحیح اقرار کیا جس کی اس عمرو نے خطاباً تصدیق کی اور یہ زید اپنے اس دعویٰ مذکورہ میں جو وہ اس عمرو کی طرف کرتا ہے بعد ازانکہ ثابت ہوا کہ حال یہ ہے جو بیان کیا گیا مبطل ہے محق نہیں ہے یا لکھے کہ بعد ازانکہ اس سے ایسا اقرار صادر ہوا ہے مبطل ہے محق نہیں ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ اپنے اس دعویٰ کو جو اس عمرو کی طرف کرتا ہے ترک کرے اور مدعی بہ میں اُس کے ساتھ تعرض کرنا چھوڑ دے پھر جواب کا مطالبہ کیا اور محضر تمام کر دے اور اگر اس عمرو نے اس دعویٰ دفعیہ کے واسطے اُجرت پر مانگنا وغیرہ کسی بات کا دعویٰ کیا مثلاً یہ دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ دار محدودہ مذکورہ قبل اپنے دعویٰ مذکورہ کے اجارہ پر مانگا تھا یا درخواست کی تھی کہ اُس کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس محضر میں اُس کی جگہ پر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر یہ دعویٰ کیا کہ اس زید کا اس دار محدودہ مذکورہ کی ملکیت کا دعویٰ کرنا بجانب عمرو ساقط ہے اس واسطے کہ اس زید نے یہ دار محدودہ مذکور مع اپنے حدود وحقوق الی آخرہ کو اس عمرو سے کرایہ پر مانگا تھا یا لکھے کہ یہ درخواست کی تھی کہ اس کو میرے ہاتھ اس قدر ثمن کے عوض فروخت کر دے اور اس عمرو نے اُس کو کرایہ پر دینے یا اُس کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا یہ دار محدودہ اس عمرو سے کرایہ پر مانگنا یا اُس کے خرید کی درخواست کرنا اُس کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس عمرو کی ملک ہے اور جب اُس سے ایسا اقرار صادر ہو گیا ہے تو اس کے بعد اپنے دعویٰ مذکورہ میں وہ مبطل ہے محق نہیں ہے اور محضر کو تمام کر دے۔

سجل ☆

ایں دفعیہ۔ صدر سجل و دعویٰ دفع بتمامہ موافق ہمارے بیان مذکورہ سابقہ کے تا مقام تحریر حکم لکھے پھر لکھے کہ میں نے ان گواہان

[1] وہ شخص جس پر حق عائد کیا گیا ۱۲ [2] وہ شخص جس کے واسطے حق ثابت ہوا ۱۲

مسمیان کی گواہی پر ہر دو متخاصمین کی حاضری میں دونوں کے روبرو اپنی مجلس قضاواقع کورۂ بخارا میں آدمیوں کے درمیان اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا حکم دیا اور محضر کو آخر تک تمام کردے اور اگر اس عمرو نے اس زید کے دعویٰ کا دفعیہ بسبب بکر سے یہ دار محدودہ خرید کرنے کے چاہا تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں یہ دعویٰ کیا کہ اس زید کا دعویٰ اس دار کی ملکیت کا بجانب اس عمرو کے ساقط ہے کیونکہ عمرو نے قبل دعویٰ اس زید کے یہ دار مذکورہ محدودہ بکر بن خالد سے جو اس کا مالک تھا بعوض اس قدر ثمن کے بخرید صحیح خرید کیا ہے اور محضر کو آخر تک تمام کردے اور سجل اس دفعیہ کا بطریق سابق ہے۔

محضر☆

اثبات دعویٰ میراث ولد از پدر۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ دار جو فلاں موقع پر واقع ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں مع اپنے حدود وحقوق و اپنے مرافق کے جو اُس کے واسطے اُس کے حقوق ثابت ہیں وہ اُس کے والد خالد بن بکر کی ملک اور حق تھا اور برابر اُس کے تحت وتصرف میں رہا یہاں تک کہ اُس نے وفات پائی اور وارثوں میں فقط اُس نے ایک صلبی بیٹا چھوڑا اور وہ یہی مدعی ہے اور اس کے سوائے کوئی وارث نہیں چھوڑا پس یہ دار مذکور جس کا موقع وحدود بیان کردیئے گئے ہیں اُس کے واسطے اُس کے باپ خالد بن بکر کی میراث ہوا اور اس سبب مذکور سے آج کے روز یہ دار جس کے حدود وموقع بیان کیا گیا ہے اس مدعی کی ملک ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں ناحق ہے اور اس عمرو کو اس کا علم ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس دار مذکورہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس مدعی کے سپرد کرے اور اس عمرو سے اس کا جواب طلب کیا پس عمرو سے جواب مانگا گیا پس اس نے فارسی میں جواب دیا کہ ایں دار محدودہ ملک من ست وحق من ست ومرا بایں مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ میرے دعویٰ کے موافق میرے گواہ ہیں اور مجھ سے اُن کی گواہی سُننے کی درخواست کی پس اس مدعی کے دعویٰ وانکار مدعا علیہ ہذا کے بعد ان گواہوں نے گواہی صحیح متفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا ادا کی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہے کہ گواہی میدہم کہ ایں خانہ کہ جائے گا دو حدود وے یاد کردہ شدہ است در محضر ایں دعویٰ اور محضر دعویٰ کی طرف اشارہ کیا بجد ہائے وحقہائے ومرافق وے کے از حق ہائے دے ست ملک خالد بن بکر پدر ایں بود اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ وحق دی بود ودر قبض وتصرف وے تا ایں زمان کہ وفات یافت واز وے وبر ایک پسر ماند ہمیں مدعی اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا۔ وبجز از دی وارثے دیگر نماندہ ایں متوفی۔ وایں خانہ میراث شد ازیں متوفی مر پسر وے را ایں مدعی اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا وامروز ایں خانہ محدود دریں محضر۔ اور محضر دعویٰ کی طرف اشارہ کیا بجد ہائے وحقہائے ملک ایں مدعی ست وحق دے ست وور دست ایں مدعا علیہ بناحق ست اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا اور محضر کو تمام کردے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سجل☆

ایں دعویٰ۔ قاضی فلان کہتا ہے اپنے رسم کے موافق لکھ کر اوّل سے آخر تک بعینہ دعویٰ کا اعادہ کرے پھر سب اسمائے گواہان والفاظ شہادت واس بات کا بیان کہ میں نے ان گواہوں کے معروف بعدالت ہونے کی وجہ سے یا تعدیل کرنے والوں کی تعدیل سے عدالت ظاہر ہونے کی وجہ سے یا مدعا علیہ کی عدم طعن سے ظاہر اسلام عدالت کی وجہ سے ان گواہوں کی گواہی قبول کی اور سب جو سجلات میں لکھا جاتا ہے مقام حکم تک لکھے پھر لکھے کہ میں نے اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں لوگوں کے درمیان درحالت حاضری ہر دو متخاصمین کے دونوں کے روبرو حکم مبرم وقضائے نافذ مستجمع جمیع شرائط نفاذ ان گواہان مسمیان کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر تمام اُس بات کا جو ان گواہوں سے ثابت ہوئی کہ یہ دار محدودہ مذکورہ ملک خالد بن بکر والد اس مدعی کا تھا اور اُس

کی وفات تک برابر اُس کے تحت وتصرف میں رہا اور بعد اس کی وفات کے اس مدعی کے واسطے اس کے باپ سے میراث ہوا اُس سجل میں حکم دے دیا اور سجل کو بدستور تمام کردے۔

محضر☆

در دفع ایں دعویٰ۔ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا اور اس زید نے پہلے اس عمرو پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ دار جو فلاں موقع پر واقع ہے جس کے یہ حدود ہیں وہ اُس کے باپ کی میراث اُس کے واسطے ہے اُس کا دعویٰ بعینہ سب اعادہ کرے پس اس عمرو نے اس زید سے اس دعویٰ مذکورہ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کہ اس کا یہ دعویٰ ساقط ہے اس واسطے کہ اس کے والد خالد بن عمرو نے اپنی صحت وحیات میں یہ دار محدودہ مذکورہ محضر نامہ ہذا اس عمرو کے ہاتھ اس قدر ثمن کے عوض بہ بیع صحیح فروخت کیا تھا اور اس عمرو نے اس ثمن مذکور کے عوض اُس سے یہ دار محدودہ مذکورہ بشراء صحیح خرید کیا تھا اور باہم دونوں میں قبضہ صحیحہ ہو گیا تھا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس سبب سے اس عمرو کی ملک ہے اور اُسی کا حق ہے اور یہ زید اپنے دعویٰ میں جو مجھ پر کرتا ہے بعد از انکہ حال یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے مبطل ہے محق نہیں ہے پس اس پر واجب ہے کہ ایسے دعویٰ سے باز رہے پھر اُس سے اُس کا جواب طلب کیا پس اس سے دریافت کیا گیا الیٰ آخرہ۔

سجل☆

ایں دفعیہ۔ بدستور معلوم لکھنے کے بعد تجویز حکم کے وقت لکھے کہ میں نے اپنی مجلس قضاء واقع کورۂ بخارا میں ہر دو متخاصمین کی حاضری کی حالت میں دونوں کے روبرو اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا بگواہی ان گواہان مسمیان کے حکم دیا اور زید کو حکم دیا کہ اپنے اس دعویٰ سے باز رہے اور عمرو سے اُس کی بابت کوئی تعرض نہ کرے پھر سجل کو تمام کردے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

محضر☆

دعویٰ ملکیت مال منقول بملک مطلق۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو ساتھ لایا اور اس عمرو کے ساتھ ایک گھوڑا درمیانی حبشہ کا ہے اور ایسے رنگ کے گھوڑے کو ابلق[1] کہتے ہیں نتھنے مشقوق اور اُس کے بائیں پٹھے پر داغ ہے صورت اس کی ایسی ہے داغ کی شکل اور اس کی بال بجانب راست مائل ہے اُس کی دم پوری ہاتھ مازن مجل ہیں اور لنبائی میں اُس کا دایاں کان کٹا ہوا ہے ایسے گھوڑے کو سونال کہتے ہیں پس وہ اس دعویٰ کی مجلس میں حاضر لایا گیا تا کہ اس کی طرف اشارہ کیا جائے پس اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ برزون اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا اور اس زید کی ملک وحق ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں ناحق ہے اور اس عمرو کو اس کا علم ہے پس اُس پر واجب ہے کہ اس برذون سے جس کی طرف اشارہ کیا ہے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس مدعی کو سپرد کرے اور اپنا جواب دعویٰ طلب کیا پس عمرو سے استفسار کیا گیا پس اُس نے جواب دیا کہ ایں اسپ ملک من ست وحق من ست مرا ایں مدعی سپردنی نیست۔ پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور اُن سے گواہی طلب کی اور وہ فلاں وفلاں ہیں الیٰ آخرہ۔

سجل☆

ایں دعویٰ برسم خود صدر سجل تحریر کرنے کے بعد جب گواہوں کی گواہی تک پہنچے تو لکھے کہ ان گواہوں سے گواہی طلب کی گئی

[1] دورنگی کو ابلق بولتے ہیں خواہ سرخ وسفید ہو خواہ سفید وسیاہ جس کو ہمارے عرف میں چت کبرا بولتے ہیں ۱۲

پس اُنہوں نے بعد دعویٰ مدعی وانکار مدعا علیہ کے بدرخواست مدعی ہر ایک نے اس طرح گواہی دی گواہی میدہم کہ این اسپ۔ اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا۔ ملک این حاضر آمدہ است اور مدعی کی طرف اشارہ کیا وحق وے ست و در دست این حاضر آوردہ اور مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا بناحق ست پس میں نے اُن کی گواہی سُنی پھر برابر بدستور معلوم تا تحریر حکم لکھتا جائے پھر لکھے کہ میں نے اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں درحالت حاضری ان ہر دو متخاصمین واس اسپ متدعویہ کے ان گواہان معروف بعدالت کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ یہ اسپ متدعویہ جس کی طرف اشارہ کیا ہے ملک اس مدعی کی اور اسی کا حق ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور سجل کو تمام کردے۔

محضر ☆

در دفع دعویٰ برذون مذکور اس دعویٰ کے دفعیہ کے وجوہ بہت ہو سکتے ہیں مگر ہم اُس میں سے تین وجہیں بطور مثال تحریر کرتے ہیں کہ جب اُن سے کاتب واقف ہو جائے گا تو اسی مثال پر دوسری وجہیں بھی تحریر کر سکتا ہے۔ ایک یہ کہ خرید کی درخواست کرنے کے ذریعہ سے اس دعویٰ کا دفعیہ کرے اور اُس کی صورت یہ ہے کہ عمرو حاضر آیا اور زید کو حاضر لایا جس کے ہاتھ میں ایک گھوڑا تھا جس کا حلیہ یہ ہے پھر چونکہ اس زید نے اس عمرو پر اس اسپ مذکور کی ملک کا جو مجلس دعویٰ میں حاضر ہے دعویٰ کیا تھا اور اس کا دعویٰ بتمامہ نقل کردے پھر لکھے پس اس عمرو نے اس زید پر اُس کے دعویٰ مذکور کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کہ اس زید کا اس اسپ مذکور کی ملکیت کا دعویٰ بجانب اس عمرو کے جو مذکور ہوا ہے ساقط ہے اس واسطے کہ اس زید نے اس اسپ مذکور کے خریدنے کے اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا۔ اس عمرو سے درخواست کی تھی درحالیکہ ہر طرح اس کے تصرفات نافذ ہو سکتے تھے اور اس عمرو نے اُس کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا اس عمرو سے اس برذون مدعی بہ کے خریدنے کی درخواست کرنا اس زید کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ اس زید کی اس برذون متدعوبہ میں کچھ ملکیت نہیں ہے اور بعد صدور ایسے اقرار کے اس زید سے یہ زید اپنے دعویٰ ملکیت اس برذون میں مبطل ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ اپنے دعویٰ سے جو اس عمرو کی جانب کرتا ہے باز رہے پھر اس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ وجہ دوم اس طور پر کہ زید نے عمرو سے اُس کو اجارہ پر مانگا تھا پس تحریر کرے کہ یہ زید اپنے دعویٰ میں جو اس اسپ کے اپنی ملک ہونے کا اس عمرو پر کرتا ہے مبطل ہے اس واسطے کہ اس زید نے یہ اسپ مذکور سب طرح اپنے نفاذ تصرفات کی حالت میں اس عمرو سے کرایہ پر طلب کیا تھا اور کرایہ پر طلب کرنا اُس کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ اس برذون میں اُس کی کچھ ملکیت نہیں ہے پس اس پر واجب ہے الیٰ آخرہ جیسا ہم نے درخواست خرید میں ذکر کیا ہے۔ وجہ سوم دفعیہ بطور نتاج اور اُس کی صورت میں تحریر کرے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں جو وہ عمرو پر اس برذون مذکورہ کے اپنی ملک ہونے کا کرتا ہے یہ دعویٰ کیا کہ زید کا یہ دعویٰ اُس کی جانب ساقط ہے کیونکہ یہ برذون حاضر اور اُس کی طرف اشارہ کیا اس عمرو کے یہاں اُس کے گھوڑی سے پیدا ہوا ہے اور یہ گھوڑی اس بچہ دینے کے روز اس عمرو کی ملک تھی اور اُسی کا حق اُسی کے قبضہ میں تھی اور یہ برذون حاضر مذکور اس عمرو کی ملک سے روز پیدائش سے آج تک نہیں نکلا پس جب حال یہ ہے تو یہ زید اس برذون پر اپنی ملک کا دعویٰ کرنے میں مبطل ہے محق نہیں ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس عمرو پر اپنا ایسا دعویٰ کرنے سے باز رہے اور جواب کا مطالبہ کیا۔

سجل ☆

اس دفعیہ صدر سجل تا تحریر حکم برسم مذکورۂ بالا تحریر کرے پھر بر تقدیر وجہ اوّل حکم یوں تحریر کرے کہ بدرخواست مدعی ہذا بحضوری ان ہر دو متخاصمین واسپ مذکور کے روبرو ان دونوں کے بگواہی ان گواہان مسمیان کے میں نے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر یہ حکم

دیا کہ اس مدعی کا دعویٰ دفعیہ کہ اس مدعا علیہ نے اس اسپ مذکورہ حاضر شدہ کے خرید کی درخواست اپنی حالت صحت ونفاذ تصرفات میں اس مدعی سے قبل اپنے دعویٰ ملکیت اسپ مذکور کے بجانب اس مدعی مذکور کے کی تھی اور اس مدعی نے اُس کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا تھا ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ حاضر آوردہ کا دعویٰ مذکورہ بالا بجانب اس مدعی کے باطل ہے اور درصورت ثانی کے یوں لکھے کہ اس مدعی کا دعویٰ دفعیہ بجانب اس مدعا علیہ کے اس مدع اعلیہ نے قبل اپنے دعویٰ مذکورہ کے بجانب اس مدعی کے اس اسپ مذکورہ کے کرایہ لینے کی درخواست اپنی حالت صحت ونفاذ تصرفات میں اس مدعی سے کی تھی ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم نے صورت اوّل میں تحریر کیا ہے اسی طرز سے تحریر کرے اور صورت ثالث کے یوں لکھے کہ میں نے یہ حکم دیا کہ اس مدعی کا دعویٰ دفعیہ اس مدعا علیہ پر کہ یہ اسپ مذکورہ بالا اس مدعی کی گھوڑی سے جو اُس کی مملوکہ تھی اور اُس کے قبض وتصرف میں تھی پیدا ہوا ہے اور روز پیدائش سے آج تک اُس کی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ کا دعویٰ بجانب اس مدعی کے ملکیت اس اسپ مذکور کا جیسا مذکور ہوا ہے اس مدعی سے ساقط ہے اور میں نے یہ حکم مبرم وقضائے نافذ مستجمع بجمیع شرائط نفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں لوگوں کے سامنے نافذ کیا اور محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ سے تعرض نہ کرے پھر آخر تک تو معلوم لکھ کر تمام کر دے۔

محضر ☆

دعویٰ ملکیت عقار[1] بسبب خریدار صاحب قبضہ لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ دار واقع موقع فلاں جس کے حدود اربعہ یہ ہیں اور وہ اس عمرو کے قبضہ میں ہے آج کے روز اس مدعی کی ملک ہے۔ اُسی کا حق ہے بسبب اس کے کہ اس زید مدعی نے اُس کو اس عمرو مدعا علیہ سے اس قدر دینار کے عوض بخرید صحیح خرید کیا ہے اور اس عمرو نے یہ دار اس مدعی کے ہاتھ بہ جمیع صحیح فروخت کیا اور اس مدعی کے یہ تمام ثمن مذکور اس عمرو کو دینے سے اس عمرو نے اس تمام ثمن پر بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہے اور یہ دار مذکورہ بروز خرید اس عمرو کی ملک اور قبضہ میں تھا پس اس سبب مذکور سے یہ دار محدود مذکورہ اس مدعی کی ملک ہو گیا ہے اور یہ عمرو مدعا علیہ اس دار مذکورہ کو اس زید مدعی کے سپرد کرنے سے براہ ظلم وتعدی انکار کرتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے اُس کے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے جواب مانگا گیا اور اگر بیع کے واسطے بیعنامہ ہوا اور بائع پر بمضمون بیعنامہ دعویٰ کیا حالانکہ دار مذکور بائع کے پاس ہے اور وہ دینے سے انکار کرتا ہے تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اُس نے عمرو کو حاضر کیا پھر زید نے اُس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جس کو تحریر بیعنامہ متضمن ہے جس کو وہ پیش کرتا ہے اور نسخہ بیعنامہ مذکور یہ ہے پھر اوّل سے آخر تک بدون زیادت ونقصان کے عبارت بیعنامہ مذکور تحریر کر دے پھر اس سے فارغ ہو کر لکھے کہ پس زید نے عمرو پر تمام مضمون بیعنامہ کا جو اُس محضر میں مذکور ہوا کہ عمرو نے زید کے ہاتھ دار مذکورہ فروخت کیا اور اُس نے خرید کیا اور ثمن سب ادا کیا اور عمرو نے قبضہ کر لیا اور مبیع کے درک کا ضامن ہوا جیسا کہ مضمون بیعنامہ مورخہ تاریخ بیعنامہ مذکورہ محضر ہذا سے واضح ہے دعویٰ کیا اور یہ دار مذکورہ جس کے حدود اُس کے بیعنامہ منقولہ[2] محضر ہذا میں مذکور ہیں بروز خرید اس عمرو کی ملک تھا پھر یہ دار مذکورہ محدودہ بنا بر تجویز بیعنامہ متذکرۂ محضر ہذا کے بسبب خرید مذکورہ کے اس زید کی ملک ہو گیا مگر یہ عمرو یہ دار اس زید کو سپرد کرنے سے انکار کرتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ یہ دار مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے جواب مانگا اور اگر دونوں نے باہمی قبضہ بھی کر لیا ہو تو اس طرح لکھے کہ اس زید حاضر نے اس عمرو حاضر شدہ پر دعویٰ کیا تمام مضمون بیعنامہ منقولہ محضر ہذا کا کہ باہم خرید وفروخت ہوئی اور مشتری نے ثمن دیا اور بائع نے قبضہ کیا اور بائع نے دار دیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور بائع اس مبیع کی ضمان ورک کا ضامن ہوا جیسا کہ

---

[1] ایسی چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو غیر منقول ہو ۱۲
[2] وہ شے جس کا ایک جگہ دوسری جگہ سے ہٹانا ممکن ہو ۱۲

عبارت بیعنامہ سے واضح ہے اور یہ کہ یہ دار محدودہ مذکورہ بیعنامہ منقولہ محضر ہذا بروز خرید اس عمرو کی ملک تھا پس سبب خرید مذکور کے یہ دار مذکور اس زید کی ملک ہو گیا پھر اس عمرو نے بعد اس خرید وفروخت و باہمی قبضہ کے اس دار محدود مذکورہ پر دست درازی کر کے اس کو زید کے قبضہ سے بغیر حق کے نکال لیا پس اس پر واجب ہے کہ یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا۔

محضر ☆

اثبات سجل جس کو زید مثلاً دوسرے شہر سے لایا ہے تاکہ اس شہر میں اپنے بائع سے ثمن برذون واپس لے جو استحقاق میں لے لیا گیا ہے۔صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ثمن معلوم ایک گھوڑا خریدا اور باہمی قبضہ کر لیا اور یہ بیع بخارا میں واقع ہوئی پھر مشتری اس برذون کو سمرقند لے گیا وہاں کسی شخص مثلاً خالد نے گواہ پیش کر کے قاضی سمرقند کے سامنے اس گھوڑے پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی سمرقند نے مستحق کے نام اس مشتری مذکور پر برذون مذکور اُس کی ملک ہونے کا حکم دیا اور مشتری مذکور کے واسطے اس مقدمہ کا سجل تحریر کر دیا پس مشتری مذکور اس سجل کو لے کر بخارا میں آیا اور چاہا کہ بائع برذون[1] سے اپنا ثمن واپس لے پھر بائع مذکور نے وقوع استحقاق و ثبوت سجل سے انکار کیا تو مشتری مذکور کو ضرورت ہوگی کہ قاضی بخارا کے سامنے گواہوں سے بائع کے مقدمہ میں اس سجل کو ثابت کرے پس ایسی حالت میں محضر لکھنے کی ضرورت ہوگی پس لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور عمرو پر دعویٰ کیا تمام اُس مضمون کا جس کو سجل جواز جانب قاضی سمرقند لایا ہے متضمن ہے اور اُس کی عبارت یہ ہے پس اوّل سے آخر تک اُس سجل کو نقل کرے اور صدر سجل پر توقیع قاضی سمرقند تحریر کرے اور بعد تاریخ سجل کے خط قاضی سمرقند کہ قاضی سمرقند مسمے فلان کہتا ہے کہ یہ میرا سجل ہے آخر تک جو کچھ لکھا ہو لکھ دے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ برذون جس کا ذکر سجل منقولہ محضر ہذا میں ہے اس قدر دینار یا درم کو خریدا تھا اور اس عمرو نے اُس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور دونوں نے باہمی قبضہ بھی کر لیا تھا پھر خالد بن بکر نے اسی برذون مذکور کو اس مشتری کے ہاتھ سے مجلس حکم کورۂ سمرقند میں وہاں کے قاضی کیسا کنے عادل گواہ قائم کر کے استحقاق میں لے لیا اور اس خالد بن بکر کے واسطے اس زید پر اس برذون کا حکم جاری ہو گیا اور اس قاضی نے یہ برذون اس زید کے ہاتھ سے نکال کر اس خالد بن بکر کو بتاریخ تحریر سجل مذکور جیسا کہ سجل مورخہ تاریخ خود تمام منقولہ محضر ہذا سے واقع ہے دے دیا اور یہ قاضی سمرقند فلاں بن فلاں جس کا نام اس سجل منقولہ محضر ہذا میں مذکور ہے بروز حکم از جانب خاقان فلاں قاضی سمرقند نافذ اعضاء میاں اہل سمرقند تھا اور اس زید کو اس عمرو سے اپنا ثمن واپس لینے کا استحقاق ہے اور اس عمرو کو مجھ سے باستحقاق اس طرح لئے جانے کا علم ہے پس اس پر واجب ہے کہ جس قدر ثمن اس نے زید سے لیا ہے واپس کر دے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس عمرو نے جواب دیا کہ مرا از بن سجل علم نیست و مرا بکسے چیزی دادنی نیست۔

سجل ☆

این دعویٰ۔صدر سجل جر سم خود لکھ کر اور دعویٰ مدعی تا جواب مدعا علیہ اعادہ کر کے پھر لکھے کہ مدعی چند نفر گواہ لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلاں و فلاں تھے اور مجھ سے اُن کی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس میں نے قبول کیا پس ان گواہوں نے بعد دعویٰ مدعی و انکار مدعا علیہ وطلب گواہی کے ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا گواہی صحیحہ متفق اللفظ والمعنی ادا کی اور مضمون نسخہ یہ ہے کہ گواہی میدہم کہ این سجل اور اس سجل کی طرف جس کو یہ مدعی لایا ہے اشارہ کیا۔سجل قاضی سمرقندست اینکہ نام ونسب وی درین سجل ست و مضمون وی حکم وقضائے قاضی سمرقندست حکم کرد مرا این مستحق را باین اسپ کہ صفت وی درین سجل مذکورست برابن مستحق

[1] وہ گھوڑا جس کی اصل غیر عربی گھوڑے کی ہو ۱۲

علیہ وآنروز کہ این قاضی حکم کرد باین مضمون کہ اندرین سجل ست و مارا برین سجل گواہ گردانید وے قاضی بود بشہر سمرقند نافذ القضاء میاں اہل وے پس گواہ لوگوں نے گواہی کو جیسا کہ چاہئے ہے ادا کیا اور گواہی کے طریقہ سے اس کو رواں کیا پس میں نے اُن کی گواہی سنی اور اُس کو محضر مجلد دیوان حکم میں اپنے پاس ثبت کر لیا اور ان لوگوں کا حال دریافت کرنے کے واسطے میں نے اُن لوگوں کی طرف رجوع کیا جن پر مدار تعدیل وتزکیہ گواہان اس نواح میں ہے پس اُنہوں نے ان گواہوں میں سے دو گواہوں فلاں وفلاں کو عدالت وجواز شہادت کی طرف منسوب کیا اور میرے نزدیک ان دونوں گواہوں سے جن کی تعدیل ثابت ہوئی ہے وہ امر جس کی اُنہوں نے جس پر گواہی دی ہے۔ ثابت ہو گیا ہے۔ پس میں نے مشہود علیہ کو اس حال سے آگاہ کیا کہ میرے نزدیک یہ امر ثابت ہو گیا ہے اور میں نے اُس کو قابو دیا کہ اگر اُس کے پاس کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا یہاں سے تاتحریر حکم بدستور معلوم لکھے پھر میں نے اس سجل کی ثبوت کا جس کا نسخہ اس سجل میں منقول ہے حکم دیا کہ وہ قاضی فلاں کا سجل ہے اور اُس کے حکم کا مضمون ہے اور وہ اس حکم دینے اور اُس پر گواہ کرنے کے روز کورۂ سمرقند کا قاضی نافذ القضاء تھا اور میں نے اُس کا یہ حکم مذکور کیا اور اُس کی صحت کا حکم دیا اور یہ میرا حکم ہر دو متخاصمین کی حاضری میں دونوں کے روبرو ہوا اور میں نے اس مستحق علیہ یعنی مشتری کے واسطے اختیار دے دیا کہ اُس عمرو سے اپنا ثمن واپس لے بعد ازانکہ میں نے دونوں کے درمیان سے عقد بیع جو دونوں میں واقع ہوا تھا فسخ کر دیا اور یہ سجل جس کو یہ مدعی حاضر لایا ہے تحریر نسخہ محضر کے وقت حاضر تھا اور اُس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور میں نے اس سجل پر اپنے اہل مجلس حاضرین کو گواہ کر دیا اور یہ سب میری مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں بروز فلاں وتاریخ وماہ فلاں سنہ فلاں میں واقع ہوا اور اگر زید مشتری نے وہ برذون سالم کے ہاتھ فروخت کیا ہو پھر سالم اُس برذون کو سمرقند لے گیا اور اُس کے ساتھ اُس کا بائع زید بھی گیا پھر خالد بن بکر نے قاضی سمرقند کی مجلس میں سالم پر اس برذون کے استحقاق کے گواہ عادل قائم کئے اور قاضی سمرقند نے خالد بن بکر کے نام اس برذون کی ڈگری سالم پر کر دی اور قاضی مذکور نے سالم کے واسطے اپنے بائع زید سے اپنا ثمن واپس لینے کا حکم کیا اور قاضی سمرقند نے زید کے واسطے ایک سجل لکھ دیا کہ سالم نے اس سے اپنا ثمن بابت برذون مذکور کے واپس لیا ہے پھر زید اُس کو لے کر بخارا میں آیا اور مجلس قاضی بخارا میں اپنے بائع عمرو کو حاضر لا کر اُس سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا اور اُس نے استحقاق مذکور اور سجل مذکور سے انکار کیا اور سجل مذکور کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو اُس کا محضر بدین طور لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے اس زید کے ہاتھ ایک گھوڑا جس کا حلیہ یہ ہے بعوض اُس قدر درم یا دینار کے فروخت کیا تھا اور اس زید نے اس عمرو سے یہ گھوڑا بعوض اس قدر ثمن مذکور کے خریدا تھا اور دونوں میں باہمی قبضہ ہو گیا پھر اس زید نے یہ برذون سالم بن غانم کے ہاتھ فروخت کیا پھر خالد بن بکر مجلس قضاء کورۂ سمرقند میں وہاں کے قاضی کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے ساتھ سالم بن غانم کو حاضر کیا پھر اس خالد بن بکر نے اس سالم پر بحضوری اس برذون مذکور کے اُس کی طرف اشارہ کر کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ برذون میری ملک وحق ہے اور اس سالم کے قبضہ میں ناحق ہے پس مدعا علیہ نے اُس کے دعویٰ سے انکار کیا اور فارسی میں کہا کہ یہ برذون متدعویہ میری ملک ہے پھر اس مدعی خالد بن بکر نے بحضوری مدعا علیہ مذکور وبحضوری برذون مذکور قاضی سمرقند کی مجلس میں جس کا لقب ونام اس محضر میں مذکور ہے اپنے دعویٰ کے موافق گواہان عادل قائم کئے پھر قاضی مذکور نے اُس کے گواہوں کی سماعت کی اور گواہی مذکور اُس کے شرائط کے ساتھ قبول کیا اور خالد بن بکر مذکور کے واسطے اس سالم پر دونوں متخاصمین[1] اور برذون مذکور کی حضوری میں برذون متدعویہ کی ملکیت کا حکم دیا اور یہ برذون مذکور اس سالم سے لے کر اس خالد بن بکر کو دے دیا اور یہ قاضی بروز حکم از جانب خاقان فلاں سمرقند واُس کے نواحی کا قاضی نافذ القضاء والامضاء تھا پھر اس سالم نے اپنے بائع اس حاضر یعنی زید سے اپنا ثمن جو اس قدر دیا تھا مجلس قضاء

[1] متخاصمین: مدعی ومدعا علیہ ۱۲

کورہ۔ سمرقند میں قاضی فلاں مذکور کے سامنے واپس لیا اور پورا وصول کر لیا بعد ازانکہ اس سالم کے واسطے اس قاضی کی طرف سے اس زید حاضر پر بسبب نکول اس حاضر کے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے سے یہ حکم جاری ہوا اور بعد ازانکہ اُس نے دونوں کے درمیان عقد بیع کو جو واقع ہوا تھا فسخ کر کے اختیار واپسی ثمن مذکور دے دیا تھا اور اس سبب امور مذکورہ پر مضمون سجل جس کو پیش کرتا ہے شاہد ہے اور اس زید کو اپنے بائع عمرو سے اپنے ثمن مذکورہ کے واپس لینے کا جو اُس نے وقت باہمی خرید و فروخت کے اپنے بائع کو ادا کیا تھا استحقاق حاصل ہوا ہے پس عمرو مذکور سے جواب کا مطالبہ کیا اور مانگا اُس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا کہ میرا باین سجل علم نیست و باین مدعی چیزے دادنی نیست پھر یہ مدعی حاضر چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور مجھ سے اُن کی گواہی کی سماعت کی درخواست کی۔

سجل ☆

اس دعویٰ کا اُسی طور سے ہے جس طرح پہلے لکھا گیا ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اس سجل میں سالم کا زید سے ثمن واپس لینے کا حکم جو قاضی سمرقند نے مفصل دیا ہے اس سجل کا دوسرا نسخہ بطریق ایجاز کے سجل قاضی سمرقند کے پشت پر قاضی بخارا اس طرح تحریر کرے کہ فلاں بن فلاں قاضی بخارا و نواحی آن الی آخرہ کہتا ہے کہ جس طور سے حوادث حکمیہ و نوازل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہیں ثابت ہوا کہ اس محکوم علیہ نے جس کا نام و نسب اس سجل کی رو میں مذکور ہے یہ برذون جس کا حلیہ بھی اس سجل کی رو میں مذکور ہے۔ بعوض اس قدر ثمن کے جو روئے سجل میں مذکور ہے اپنے بائع فلاں بن فلاں سے خریدا تھا اور فلاں بن فلاں مذکور بروئے سجل نے بھی اس کے ہاتھ اس ثمن مذکور کے عوض فروخت کیا تھا پھر اس محکوم علیہ نے جو روئے سجل میں مذکور ہے اپنے بائع سے جو روئے سجل میں مذکور ہے اپنا ثمن جو روئے سجل میں مذکور ہے میرے حکم سے بہ سبب ان کے نکول کے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے سے واپس لیا بعد ازانکہ میں نے برذون کے معاملہ میں جو عقد دونوں کے درمیان واقع ہوا تھا فسخ کر کے اس مرجوع علیہ کو اپنے بائع فلاں بن فلاں سے ثمن مذکور جس کے عوض برذون مذکور خریدا تھا واپس لینے کا اختیار مطلق دے دیا اور اس واپسی کا حکم اس سجل کی پشت پر اس مرجوع علیہ کے واسطے حجت ہونے کے لئے لکھنے کا حکم دیا اور اُس پر اپنے حاضرین مجلس کو گواہ کر دیا اور سجل دوم بھی اسی طور سے لکھے لیکن اتنی بات ہے کہ اُس میں دوسرے مشتری کا اوّل سے واپس لینا پھر مشتری اوّل کا اس بائع سے واپس لینا تحریر کرے گا یہ محیط میں ہے۔

محضر ☆

در اثبات تو در زید حاضر ہونے والے نے عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے اس زید کے باپ خالد بن بکر مخزومی کو عمداً ناحق تیز لوہے کی چھری سے قتل کیا اُس کو مار کر سخت مجروح کیا پس اس ضرب سے وہ اُسی وقت مر گیا اور شرع میں اس پر قصاص واجب ہوا اور اگر اُس نے یہ نہ لکھا کہ اُس وقت مر گیا بلکہ یہ لکھا کہ اس زخم سے برابر چارپائی پر پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو یہ کافی ہے۔ اسی طرح اگر لکھا کہ وہ اس ضرب سے مر گیا تو بھی کافی ہے۔ پھر لکھے کہ اس مقتول نے اپنے صلب سے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعی ہے اس کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اُس کو شرع میں اس قاتل سے قصاص لے لینے کا اختیار ہے پس اس قاتل پر واجب ہے کہ وہ اس کو قابو دے دے تاکہ اس سے قصاص حاصل کرے پھر اُس سے اس کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اس سے پوچھا گیا اور اُس نے جواب دیا۔ اسی طرح اگر اُس کو نیزہ یا تلوار سے مارا اور اُسی طرح اگر سوئی سے یا تیر سے مار کر قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور حاصل یہ ہے کہ وجوب قصاص کے واسطے حدید سے قتل کرنا ضروری ہے خواہ اس حدید میں دھار ہو کہ مثل نشتر کے شگاف کرے یا نہ ہو جیسے عمود[1] و ترازو کا بانٹ اور یہ بنا بر روایت اصل کے ہے اور طحاوی نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اگر ترازو کے بانٹ

[1] جس کو ہندی میں گُرز بولتے ہیں اور زمانہ قدیم میں اہل حرب وضرب اس سے کام لیتے تھے ۱۲

یا عمود سے قتل کیا جن میں دھار نہیں ہے تو قصاص واجب نہ ہوگا پس صاحبینؒ کے نزدیک اگر غالباً اُس سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہو تو قصاص ہوگا اور اگر غالباً اُس سے مرتا نہ ہو تو قصاص واجب نہ ہوگا پس صاحبینؒ نے بنا بر روایت اصل کے جس حدید میں دھار نہ ہو اُس کو تلوار کے ساتھ لاحق کیا ہے اور بنا بر روایت طحاویؒ کے اُس کو لاٹھی وغیرہ لکڑی کے ساتھ لاحق کیا ہے اور لکڑی کی صورت میں صاحبینؒ کے نزدیک جواب میں تفصیل ہے کہ اگر غالباً اُس سے ہلاک ہو جاتا ہو تو قصاص واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر مقتول نے باپ یا ماں یا دختر یا برادر از جانب پدر چھوڑا تو بھی اُس کو قصاص کے دعویٰ کا اختیار ہے اور ہمارے نزدیک قصاص میں ارث جاری ہوتا ہے اور حق استیفاء سے قصاص ہر ایک کو جو وارث ہو حاصل ہوتا ہے پس جس طرح ہم نے پسر کی صورت میں لکھا ہے اُسی طرح ہر وارث کے دعویٰ میں تحریر کرے اور اگر مقتول نے چند وارث چھوڑے تو اثبات قصاص کا حق وارثوں میں سے ہر ایک کو حاصل ہوگا اور حق استیفائے قصاص ہر شخص کو جو وارث ہو حاصل ہوگا پس اگر سب بالغ ہوں تو لکھے اور اگر بعض بالغ اور بعض نابالغ ہوں تو بالغوں کو حق استیفائے قصاص حاصل ہونے میں اختلاف معروف ہے اور اگر قاضی کے نزدیک یہ مذہب ہو کہ حق استیفائے قصاص بالغوں کو حاصل ہے تو محضر بنام بالغ لکھے پھر محضر میں مقتول کے وارث چھوڑنے کے ذکر کے وقت تمام وارثوں کے نام لکھے اوّلاً نابالغوں کا نام لکھے پھر بالغوں کا نام لکھے پھر لکھے کہ اس وارث بالغ کو حق استیفائے قصاص حاصل ہے اور محضر کو تمام کردے۔

محضر ☆

در ایجاب دیت لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے اُس کے باپ کو خطا سے قتل کیا ہے کیونکہ اس عمرو نے لوہے دار تیر کو جو لوہے کا تھا اس شکار کو دیکھ کر مارا اور وہ تیر اس کے باپ کے لگا اور اُس کو مجروح کر دیا جس سے وہ اُسی وقت مر گیا یا یہ کہا جس سے وہ برابر چار پائی پر پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو یہ کافی ہے پھر لکھے کہ اس مقتول کی دیت اس قاتل اور اس کی عاقلہ مددگار برادری پر واجب ہوئی اور یہ دیت دس ہزار چاندی یا دس ہزار دینار سُرخ خالص جید موزوں بوزن مثاقیل مکہ یا سو اونٹ ہیں پس اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے اور اُسی مددگار برادری پر یہ دیت اس زید کو ادا کرنی واجب ہے پھر اس کا جواب طلب کیا پس عمرو سے پوچھا گیا اُس نے جواب دیا۔

محضر[1] ☆

در اثبات حد قذف۔ زید نے حاضر ہو کر عمرو کو حاضر لا کر اُس پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے اس زید کو قذف کیا یعنی ایسی تہمت لگائی ہے جس سے حد واجب ہوتی ہے پس اسّی پر حد قذف کے اسی کوڑے واجب ہوئے الی آخرہ اور اگر اُس کو شتم کیا ہو جو موجب تعزیر ہے تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور اس شتم کو جو موجب تعزیر ہے بطور معین بیان کرے یعنی کہا کہ اے ایسے پھر لکھے کہ شرع میں اس پر تعزیر واجب ہے تاکہ پھر ایسا نہ کرے اور اُس سے مطالبہ کیا۔

محضر ☆

در اثبات وفات و وارثت مع مناسخہ۔ مناسخہ یہ ہے کہ ایک شخص مر جائے اور وارث چھوڑے پھر قبل تقسیم میراث کے کوئی وارث مر جائے اور وہ اپنے وارث چھوڑے۔ پھر ان وارثوں میں سے بھی کوئی تیسرا مر جائے قبل اس کے کہ میراث تقسیم ہو اور اپنے وارث چھوڑ جائے علیٰ ہذا القیاس اور محضر تحریر کرنے کی یہ صورت ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر

[1] اقول یہ محضر ایک مرتبہ گذر چکا ہے یہاں مستقل عبارت کتاب کی وجہ سے نقل کرنا لازم ہوا ۱۲ منہ

دعویٰ کیا کہ تمام حویلی جس کے حدود وصفت موقع بیان کردے مع اپنے حدود وحقوق کے ملک وحق بکر بن خالد مخزومی والد اس مدعی کی تھی اور برابر اس کے تحت وتصرف میں رہی یہاں تک کہ اُس نے وفات پائی اور وارثوں میں ایک بیوی مسماۃ ہندہ بنت شعیب اور ایک بیٹا صلبی وہ یہی مدعی ہے اور دو دختر صلبیہ مسماۃ حلیمہ وسلیمہ چھوڑیں اور اُن کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اپنے ترکہ میں یہ حویلی مذکورہ ان لوگوں کے واسطے برفرائض اللہ تعالیٰ میراث چھوڑی کہ بیوی کے واسطے آٹھواں حصہ اور باقی اولاد کے درمیان مرد کے واسطے عورت سے دو چند حصہ کے حساب سے ہے پس اصل مسئلہ (۸) سے اور قسمت (۳۲) سے جس میں سے بیوی کے واسطے چار سہام اور پسر کے واسطے (۱۴) اور ہر دختر کے واسطے سات سات ہوئے پھر اس متوفی کی یہ بیوی مرگئی جس کا نام ہندہ ہے قبل اس کے کہ اپنا حصہ ترکہ اس حویلی مذکور محدود سے اپنے قبضہ میں لائے اور وارثوں میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑیں اور وہ یہی مدعی حاضر اور اُس کی دونوں بہنیں ہیں جن کا نام مذکور ہوا ہے اُن کے سوائے اس عورت مذکورہ کا کوئی وارث نہیں ہے پس اس حویلی محدودہ مذکورہ میں سے (۳۲) سہام میں سے اس کا حصہ مذکورہ (۴) سہام اُس کے ان وارثوں مذکور کے واسطے برفرائض اللہ تعالیٰ اُس کی میراث ہوئی جس میں سے (۲) سہام پسر کے اور ایک ایک سہم ہر ایک بیٹی کے واسطے ہوئے پھر ان دونوں دختروں مذکورہ میں سے ایک دختر مرگئی جس کا نام حلیمہ ہے قبل اس کے کہ ان دونوں ترکوں میں سے اپنا حصہ وصول کرے اور یہ آٹھ سہام منجملہ (۳۲) سہام اس حویلی محدودہ مذکورہ میں سے ہیں جس میں سے سات سہام ترکۂ اوّل میں سے ایک سہم ترکۂ ثانی میں سے ہے اور اُس نے ایک اپنی دختر مسماۃ وسیمہ اور ایک بھائی از جانب مادر و پدر یہی مدعی اور ایک بہن از جانب مادر و پدر وہ سلیمہ مذکورہ چھوڑی اور اُن کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے پس اُس کا تمام ترکہ اُس کی موت سے اُس کے ان وارثان مسمیان کے واسطے اُس کی میراث برفرائض اللہ تعالیٰ ہوا جن میں سے نصف اُس کی دختر مسماۃ وسیمہ کے واسطے اور باقی اس کے بھائی وبہن کے درمیان بسبب عصبہ ہونے کے مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ہوا پس اصل فریضہ دو سے اور اُس کی تقسیم چھ سے ہوئی جس میں سے تین سہام اُس کی دختر کے اور دو سہام اُس کے برادر حقیقی کے اور ایک سہم اُس کی حقیقی بہن کا ہوا۔ لیکن اس مسماۃ متوفات کا حصہ ہر دو ترکہ میں سے آٹھ سہام میں جن کی تقسیم چھ پر بطور استقامت نہیں ہو سکتی ہے پس (۸و۶) کی نسبت توافق دو سے دیکھ کر[1] نصف مفروض سوم یعنی (۳) کو فریضہ اوّل یعنی (۳۲) میں ضرب دیا تو (۹۶) ہوئے اور متوفات مذکورہ کے (۳۲) سہام میں سے جو آٹھ سہام تھے وہ بھی تین میں مضروب ہو کر (۲۴) ہو گئے پس اس سے اُس کے وارثوں کے حصص باستقامت نکل سکتے ہیں کہ اُس کی دختر کے واسطے (۱۲) ہوئے اور اُس کے بھائی اس مدعی حاضر کے واسطے (۸) ہوئے اور اُس کی بہن سلیمہ کے واسطے (۴) ہوئے پس اس مدعی حاضر کے واسطے تینوں ترکوں میں سے (۵۶) سہام منجملہ (۹۶) سہام اس حویلی محدود مذکور سے بدین تفصیل ہوئے کہ ترکہ اوّل سے (۴۲) سہام اور ترکہ دوم سے (۶) سہام اور ترکہ سوم سے (۸) سہام جملہ (۵۶) سہام ہوئے اور تمام یہ حویلی محدودہ مذکورہ آج کے روز اس شخص عمرو کے قبضہ میں ہے جس کو حاضر لایا ہے اور یہ عمرو اس زید کو اس حویلی محدودہ مذکورہ کے جملہ (۹۶) سہام سے اس زید کے ہر سہ ترکہ کے (۵۶) سہام سے ناحق مانع ہوتا ہے حالانکہ اُس کو اس کا علم ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ حویلی محدودہ مذکورہ میں سے اس کے حصص سے ہاتھ کوتاہ کر کے اس زید کے سپرد کرے اور میں نے مدعا علیہ سے مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پھر محضر کو تمام کر دے۔

[1] مترجم کہتا ہے کہ نظر توافق میں اولیٰ یہ ہے کہ درمیان چھ و بتیس کے نظر کی جائے حتیٰ کہ وہ (۹۶) ہو جائیں پس اس کا ربع یعنی ۲۴ متوفاۃ کے واسطے ہوں لیکن یہ ایک نیا طریقہ ایجاد کرنا ہے اور اُس کی نظیر نہیں پائی گئی لہٰذا اپنے منشاء سے اطلاع دی اور اُن کے طریقے کو تغیر نہیں دیا ۱۲

محضر☆

مثالیہ دیگر برائے این جنس دعویٰ۔ زید مر گیا اور ایک بیوی اور تین پسر و ایک دختر چھوڑی اور یہ عورت ان اولاد کی ماں ہے پھر قبل تقسیم میراث کے یہ عورت بھی مری اور یہی اولاد وارث چھوڑی اور اُس کا حصہ ان اولاد کے واسطے میراث ہو گیا پھر قبل تقسیم میراث کے ان پسران میں ایک پسر مر گیا اور دو بھائی اور ایک بہن از جانب مادر و پدر وارث چھوڑے اور اُس کا حصہ ان دونوں بھائیوں و بہن کے واسطے میراث ہو گیا ایک مرد حاضر ہوا اور اُس نے بیان کیا کہ اُس کا نام محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن اسحٰق ہے اور اپنے ساتھ ایک مرد کو حاضر لایا اس نے بیان کیا کہ اس کا نام ناصر بن اسماعیل بن اسحاق ہے پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ ہم دونوں کے باپ مسمی ابراہیم بن اسماعیل بن اسحاق نے وفات پائی اور وارثوں میں اپنی بیوی بیوی و مسماۃ سعادہ بنت عمرو بن عبداللہ العمری و تین پسر ایک یہ جو حاضر ہوا ہے اور ایک یہ جس کو حاضر لایا ہے اور ایک اور مسمی عیسیٰ تھا اور ایک دختر مسماۃ عائشہ چھوڑی ان لوگوں کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ترکہ میں اس حاضر آوردہ کے قبضہ میں مال نقد درم یا دینار اس قدر چھوڑے ہیں پس یہ مال اُس کے ان وارثان مذکور کے واسطے بفرائض اللہ تعالیٰ میراث ہو گیا کہ بیوی کے واسطے آٹھواں حصہ ہے اور باقی اُس کی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ہے پس اصل مفروضہ (۸) سے ہے پھر قبل تقسیم میراث کے اس اولاد کی ماں مسماۃ سعادہ مذکورہ مر گئی پھر اُس کا حصہ ترکہ میّت اوّل میں سے مال نقد مذکور سے اولاد کے واسطے مرد کے لئے عورت سے دو چند کے حساب سے میراث ہوا پھر ہر دو ترکہ کے تقسیم سے پہلے مسمی عیسیٰ مر گیا اور وارثوں میں از جانب مادر و پدر دو بھائی و ایک بہن چھوڑے پس اُس کا حصہ ان ہر دو ترکہ میں سے اس مال نقد میں سے اُس کے ان دونوں بھائی و بہن کے واسطے میراث ہو گیا اور سب ترکوں کے سہام (۲۸۰) ہوئے پس بیوی کے واسطے ترکہ اوّل میں سے (۳۵) سہام اور ہر پسر کے واسطے (۷۰) سہام اور اُس کی دختر کے واسطے ۳۵ سہام ہوئے پھر جب کہ تقسیم میراث کی مسماۃ سعادہ ان اولاد کی ماں مر گئی تو منجملہ (۲۸۰) سہام کے اُس کا حصہ (۳۵) سہام اس اولاد کے واسطے میراث ہوا کہ ہر پسر کے واسطے دس سہام اور دختر کے واسطے پانچ سہام ہوئے پھر چونکہ قبل تقسیم ہر دو ترکہ کے مسمی عیسیٰ مر گیا پس اُس کا حصہ ہر دو ترکوں میں سے جو منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۸۰) سہام ہیں اُس کے ہر دو برادر و اخت کے درمیان میراث ہوا جس میں سے ہر بھائی کے واسطے (۳۲) سہام اور بہن کے واسطے (۱۶) سہام ہوئے پس اس حاضر شوندہ محمد بن ابراہیم کے واسطے ترکہ میّت اوّل اس مال نقد سے منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۷۰) سہام اور ترکہ میّت دوم میں سے منجملہ (۳۵) سہام کے جو اُس کو (۲۸۰) میں سے ملے ہیں (۱۰) اسہام ہوئے اور میّت سوم کے (۸۰) سہام از جملہ (۲۸۰) سہام سے (۳۲) سہام ہوئے پس اس مال نقد سے ہر سہ ترکات میں سے جس قدر سب اس حاضر آمدہ کو ملا ہے وہ (۱۲) سہام منجملہ (۲۴) کے ہیں اور یہ شخص جس کو ساتھ حاضر لایا اس مدعی کو اس مال نقد مذکور سے اس قدر حصہ جو اُس کو تینوں ترکوں میں سے ملا ہے جو (۱۱۲) سہام منجملہ (۲۸۰) سہام کے ہیں نہیں دیتا ہے اور اس کا مطالبہ و جواب طلب کیا پس حاضر آوردہ سے دریافت کیا گیا الی آخرۃ۔

محضر☆

دعویٰ حویلی میراث از پدر خویش۔ ایسا محضر پہلے گذر چکا ہے لیکن اس میں اور اُس میں فرق یہ ہے کہ پہلے کا مفروضہ یہ تھا کہ وارث ایک ہے اور اُس کا مفروضہ یہ ہے کہ وارث کئی آدمی ہیں اُس کی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ تمام دار واقع محلّہ فلاں محدودہ بحدود ہذا بجمیع حدود و حقوق و عمارت و زمین و سفل و علو و نہر حق کہ اُس کے واسطے ثابت ہوا اُس میں داخل ہے اور پھر حق کہ اُس کے واسطے ثابت ہوا اس سے خارج ہے اس زید کے والد مسمی عمرو بن خالد کی ملک و حق

واُس کے تحت وتصرف میں تھا یہاں تک کہ اُس نے وفات پائی اور وارثوں میں ایک پسر یہ مدعی اور اس کے سوائے دوسرے وارث فلاں وفلاں پسر وفلانہ وفلانہ دختر چھوڑی کہ ان کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے پس یہ دار محدودہ اُس کے ان وارثان مسمیان کے واسطے برفرائض اللہ تعالیٰ اُس کی میراث ہو گیا اور سب کے اس قدر سہام ہوئے منجملہ اُن کے اس زید مدعی کا اس قدر سہام حصہ ہوا اور آج کے روز یہ تمام دار اس شخص کے قبضہ میں ہے جو حاضر ہوا ہے اور یہ شخص اس زید کو اُس کے حصہ سے جو اس قدر سہام منجملہ اس قدر سہام کیے ہوئے مانع ہوتا ہے الی آخرہ اور اگر اس زید نے تمام دار مذکورہ کا اپنے واسطے دعویٰ کیا بسبب ایکہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہونے میں یہ دار تمام اُس کے حصہ میں آیا ہے بایں معنی کہ متوفی مذکور نے سوائے اس دار کے دیگر مال غیر منقول ومنقول اراضی و نقود چھوڑے پھر باہمی رضامندی سے وارثوں کے درمیان اس ترکہ کی تقسیم واقع ہوئی اس سے یہ دار مذکور پورا اس پسر مدعی کے حصہ میں آیا تو محضر میں لکھے کہ متوفی نے ترکہ میں یہ دار محدودہ[1] چھوڑا اور اس کے ساتھ یہ عقار اور یہ عروض و اس قدر نقد چھوڑا پھر ان وارثوں میں باہم برضامندی تقسیم صحیحہ واقع ہوئی پس یہ دار مذکورہ محدودہ اس پسر کے حصہ میں جو حاضر ہو کر دعویٰ کرتا ہے آیا اور اس مدعی مذکور نے اس دار پر قبضہ کر لیا اور باقی وارثوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کیا اور آج کے روز یہ سب دار بسبب مذکور اس مدعی کی ملک ہے اور یہ دار مذکور اس حاضر آوردہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور وہ اس مدعی کو اس سب سے روکتا ہے۔

سجل ☆

ایں دعویٰ۔ اس کا سجل بھی اُسی طور سے ہے جیسا ہم نے گذشتہ محضر دعویٰ میراث دار از پدر خویش کی سجل میں بیان کیا ہے پھر اس سجل کے آخر میں لکھے کہ مجھ سے اس مدعی نے جس کا نام ونسب اس سجل میں مذکور ہے درخواست کی کہ جو کچھ میرے نزدیک اس مدعا علیہ پر ثابت ہوا ہے اُس کا حکم قضا نافذ کروں پس میں نے حکم قضا یہ نافذ کیا کہ فلاں نے وفات پائی اور اُس نے وارثوں میں فلاں و فلاں کو چھوڑا اور یہ کہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کے والد کی ملک تھا اور برابر اُس کے تحت وتصرف میں رہا یہاں تک کہ اُس نے وفات پائی اور اس دار محدودہ مذکورہ کو اپنے ان وارثوں کے واسطے جن کا نام بیان کیا گیا ہے میراث چھوڑا الی آخرہ اور یہ کہ اس شخص کے واسطے جو حاضر آیا ہے اس دار محدودہ کے منجملہ اس قدر سہام کے اس قدر سہام ہیں اور یہ کہ یہ شخص جس کو حاضر لایا ہے اور اس دار محدودہ کے اس کے حصہ سے اس کو ناحق منع کرتا ہے اور میں نے اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ اس مدعی کو دار محدودہ میں سے اُس کا حصہ اُس کے سپرد کر دے اور یہ سب میری طرف سے میری مجلس قضا واقع کورہ الی آخرہ اور اگر مدعی تمام دار مذکورہ کا اپنے واسطے دعویٰ کرتا ہو اُسی سبب سے جس کا ذکر ہم نے اوپر بیان کیا ہے (یعنی تقسیم ترکہ میں تمام دار اُس کے حصہ میں آیا) تو قاضی آخر سجل میں لکھے کہ میں نے یہ قضا[2] نافذ کی کہ فلاں نے وفات پائی اور اپنے وارثوں میں فلاں وفلاں کو چھوڑا اور اُس نے ترکہ میں یہ دار محدودہ اور عقار وعروض ونقوذ میں اس اس قدر چھوڑے اور باہمی تقسیم ان وارثان مذکور میں اس متوفی کے ترکہ میں جاری ہوئی اور تمام یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کے حصہ میں آیا الی آخرہ۔

محضر ☆

در اثبات وصایت۔ زید جو حاضر ہوا ہے اُس نے اس عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے یہ دعویٰ کیا کہ اس زید کا بھائی بکر بن خالد مر گیا اور اُس نے وارثوں میں اپنے باپ خالد اور اپنی ماں فلانہ بنت فلاں اور لڑکوں میں فلاں وفلاں ولڑکیوں میں فلانہ فلانہ کو چھوڑا ان کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اُس نے اس زید کو اپنی صحت عقل وبدن وجواز امر کی حالت میں اپنے سب ترکہ میں اور جس

---

[1] یعنی مقررہ مقید کردہ شدہ ۱۲ [2] نفاذ جاری ورواں کرنا ۱۲

کو وہ اپنے بعد چھوڑ جائے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اپنا وصی مقرر کیا ہے اور اس کے اصلاح کار کا متولی کیا ہے اور اس زید نے اُس کی اس وصایت کو اور متولی کار ہونے کو قبول کیا ہے اور اس زید کے بھائی متوفی کے اس عمرو پر اس قدر دراہم وزن سبعہ سکہ چہرہ شاہی فی الحال واجب الادا ہیں اور اس زید کے پاس اپنے دعویٰ کے گواہ ہیں۔ ایسا ہی صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا کہ مدعی کے اس قول سے ابتدا کی کہ اُس کے پاس اپنے دعویٰ کے گواہ ہیں اور یہ امام محمدؒ کا اخیر قول ہے حتیٰ کہ مدعا علیہ قرضہ دے دینے سے بری نہ ہوگا اور اس واسطے کہ ایسے دعویٰ کا جواب چاہئے ہوتا ہے جواز جانب خصم ہوا اور اس مدعی کا خصم ہونا جبھی ثابت ہوگا جب وہ وصایت کو ثابت کرے اسی واسطے اُس کے قول سے ابتدا کی کہ اُس کے پاس اس دعویٰ کے گواہ ہیں۔ پھر لکھے کہ مدعی مذکور ایک جماعت کو حاضر لایا اور اُنہوں نے گواہی دی کہ فلاں بن فلاں اس مدعی کا بھائی جس کو یہ گواہ لوگ بمعرفت قدیمی نام ونسب و صورت سے پہچانتے تھے مر گیا اور وارثوں میں اپنے باپ فلاں کو اور اپنی ماں فلانہ کو اور لڑکوں میں سے فلاں وفلاں اور لڑکیوں میں فلانہ وفلانہ کو اور اپنی بیوی ومسماۃ فلانہ بنت فلاں کو چھوڑا ہے اور یہ لوگ حاضر نہیں ہوئے ہیں اور گواہ لوگ سوائے ان لوگوں کے اُس کا کوئی وارث نہیں پہچانتے ہیں اور اس متوفی مذکور نے اپنی صحت عقل وبدن وجواز تصرف کی حالت میں اس اپنے بھائی کو جو حاضر ہوا ہے وصی کرنے کے وقت ہم لوگوں کو شاہد کیا کہ میں نے اُس کو اپنے تمام اُس کا جس کو بعد وفات کے چھوڑ جاؤں وصی کیا ہے اور یہ اُس کا بھائی اُس مجلس میں جس میں اُس نے ہم لوگوں کو گواہ کیا تھا حاضر تھا پس اُس نے اس کی وصایت قبول کر لی اور قاضی ان گواہوں کو بصفت عدالت وجواز شہادت پہچانتا تھا پس قاضی نے مدعا علیہ مذکور سے اس کا دعویٰ جو وہ اپنے بھائی کے واسطے دراہم مذکورہ کی بابت کرتا ہے دریافت کیا پس اس مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اِس مدعی حاضر کے بھائی فلاں بن فلاں کے اس قدر درم وزن سبعہ نقد چہرہ شاہی مجھ پر فی الحال بلا میعادی واجب الادا ہیں پس مدعی وصایت نے جو حاضر ہوا ہے قاضی سے درخواست کی کہ سب جو کچھ اُس کے نزدیک ان گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا کہ اُس کا بھائی فلاں مر گیا اور اس قدر دارث چھوڑے اور اُس نے اس مدعی کو وصی کیا اور یہ کہ مدعا علیہ مذکور پر جن درموں موصوف کا اُس نے فلاں کے واسطے اقرار کیا ہے اُس کے ثبوت کا اور اُس کے ادا کرنے کا اس وصی کو سب کا حکم قضا نافذ کر دے پس قاضی موصوف نے اپنا حکم قضا اس طرح نافذ کیا کہ فلاں بن فلاں اس مدعی حاضر کے بھائی نے وفات پائی اور اس قدر وارث فلاں وفلاں آخر تک چھوڑے بنابر آنکہ یہ گواہ لوگ اس کی گواہی پر متفق ہوئے ہیں پھر قاضی نے یہ حکم قضا نافذ کیا کہ فلاں بن فلاں متوفی نے اپنے اس بھائی کو جو آیا ہے اپنے تمام ترکہ کا وصی کیا اور بعد اس حاضر آمدہ نے اس وصایت کو قبول کیا ہے بنابر آنکہ یہ گواہ لوگ اُس کی گواہی پر متفق ہوئے ہیں اور یہ امر بعد از انکہ قاضی کے نزدیک اس وصی کی عدالت وامانت ثابت ہوگئی اور یہ معلوم ہوگیا کہ وہ اس کام کے واسطے گویا رکھا گیا ہے اور اُس نے اُس کو حکم دے دیا کہ اپنے بھائی کے فلاں بن فلاں کے تمام ترکہ میں خالصاً للہ تعالیٰ بجائے موصی کے خود تصرف کرے اور قاضی نے فلاں بن فلاں اس مدعا علیہ پر جن درموں مذکورہ موصوفہ کا فلاں بن فلاں کے واسطے اپنے اوپر اقرار کیا ہے وہ اُس پر لازم کر دے اور اس سب کا اُس پر حکم دے دیا اور اُس کو حکم کیا کہ یہ دراہم فلاں کو دے دے اور یہ فلاں جو حاضر ہوا ہے اُس متوفی مذکور کا وصی ہے اور اس کا بھائی ہے اور اُس نے مدعا علیہ مذکور کے روبرو اس سب کا جس طرح اس تحریر میں بیان کیا گیا ہے حکم دے دیا اور یہ سب اُس نے اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں کیا ہے اور بہت لوگ علماء میں سے پہلے مدعا علیہ کے جواب سے ابتدا[1] کرتے ہیں جیسا کہ اُس میں رسم ہے بخلاف باقی دعویٰ وخصومات کے۔

---

[1] قال یعنی مطالبہ مدعی کے بعد مدعا علیہ کہے کہ مجھے اس کی وصایت کا علم نہیں ہے ۱۲ منہ

محضر☆

دیگر اندرین مثال۔ اس زید نے جو حاضر ہوا ہے اس عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ فلاں نے اس زید کو بعد اپنی وفات کے اپنی نابالغ اولاد فلاں وفلاں کی درستی کار کا اور اپنی وفات کے بعد اپنے مال سے تہائی لے کر کارہائے خیر وثواب میں صرف کرنے کا بایصاء صحیحہ وصی کیا اور اس حاضر آمدہ زید نے اُس سے یہ وصیت بقبول صحیح قبول کی اور یہ وصی مقرر کرنا اُس کی آخری وصیت تھی جس کی اس حاضر آمدہ کی طرف وصیت کی ہے پھر وصیت کنندہ نے وفات پائی درحالیکہ اس وصیت پر ثابت تھا اس سے رجوع نہیں کیا تھا اور آج کے روز یہ حاضر آمدہ اس متوفی کی اولاد صغار کی درستی کار کا اور اُس کے تمام مال سے تہائی لے کر موافق اُس کی وصیت کے جیسا اس مدعی نے دعویٰ کیا ہے صرف کرنے کا وصی ہے اور اس موصی کا مال اس قدر اس وصی کے قبضہ میں ہے اور اس قدر اُس کا مال اس عمرو پر ہے پس اس پر واجب ہے کہ یہ مال اس وصی کو دے دے تاکہ اُس میں سے موصی مذکور کی وصیتیں نافذ کرے اور اس عمرو کو اس کا علم ہے پھر اس سے مطالبہ کیا اور جواب دعویٰ طلب کیا پس عمرو مذکور سے دریافت کیا گیا بس اُس نے جواب دیا۔

محضر☆

دراثبات دعویٰ بلوغ یتیم۔ زید نے حاضر ہو کر عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ یہ عمرو اس زید کے باپ کا اُس کی وفات کے بعد اس کے درستی کار وحفظ ترکہ کا اُس کے وارثوں کے واسطے وصی تھا اور اُس کے باپ نے سوائے اس زید کے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہے اور ایک یہ زید بلوغ تک جس پر پورا مرد ہوتا ہے باحتلام یا بقول سن یا بقول آن کہ اٹھارہواں یا انیسواں سال شروع ہو گیا پہنچ گیا اور اس حاضر آوردہ کے قبضہ میں اُس کے باپ کے ترکہ میں سے اس قدر مال ہے پس اس پر واجب ہے کہ یہ سب مال اس زید کے سپرد کر دے۔

محضر☆

دراثبات اعدام وافلاس بنا بر قول ایسے امام کے جو اس کو جائز فرماتا ہے۔ زید نے حاضر ہو کر عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے اس زید پر جو دعویٰ کیا ہے کہ اس قدر دراہم وہ عمرو کو دے دے اور دے کر اس کے مطالبہ سے خارج ہو پس زید مذکور اس دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کرتا ہے کہ یہ عمرو اپنے اس دعویٰ میں مبطل ہے اس واسطے کہ یہ زید فقیر ہے اس کے پاس ایسا مال واسباب کچھ نہیں ہے جس سے فقر وافلاس سے خارج ہو اور گواہ لوگ بیان کریں کہ ہم اس کے واسطے ایسا کوئی مال واسباب نہیں جانتے ہیں جس سے حالت فقر سے خارج ہو اور اُسی کو امام خصاف وفقیہ ابوالقاسم نے اختیار کیا ہے اور چاہئے کہ لوگ یوں کہیں کہ آج کے روز یہ نادار ہے ہم اس کی ملک میں کوئی مال سوائے اس کے ان کپڑوں کے جو اس کے تن پر ہیں اور اُس کے رات کے کپڑوں کے نہیں جانتے ہیں اور ہم نے اس کی حالت کو خفیہ وظاہر ہر طرح سے جانچ لیا ہے۔

سجل☆

ابن محضر بدستور لکھ کر مقام ثبوت میں لکھے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ شخص نادار مفلس فقیر ہے سوائے اپنے تن کے کپڑوں کے کسی مال کا مالک نہیں ہے اور ثابت ہوا کہ اُس پر جو لوگوں کا مال ہے اس کا مطالبہ اُس سے ساقط ہے اور میں نے حکم دیا تمام اُس امر کا جو میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ فقیر ہے کسی چیز کا مالک الی آخرہ۔

محضر☆

دراثبات ہلال رمضان ومحضر کو ایک شخص کے نام سے دوسرے پر کسی قدر مال معلوم میعادی بماہ رمضان تحریر کرے پس لکھے

کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر جس کو حاضر لایا ہے اس قدر دینار قرض صحیح لازم وحق واجب بدین سبب ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کی میعاد اس سال کا ماہ رمضان تھا پس ماہ رمضان داخل ہونے سے یہ دینار فی الحال واجب الادا ہو گئے کیونکہ یہ دن غرۂ ماہ رمضان ہے پس مدعا علیہ بدل کا اقرار کر لے اور میعاد آ جانے سے اور یہ دن غرۂ ماہ رمضان ہونے سے انکار کرے پس مدعی گواہ قائم کرے کہ یہ دن غرۂ رمضان ہے اور گواہوں کو اختیار ہے کہ چاہیں یہ گواہی دیں کہ یہ روز ماہ رمضان کا ہے اور کچھ تفسیر بیان نہ کریں اور چاہیں تفسیر کے ساتھ بیان کریں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ماہ شعبان کی انتیسویں تاریخ کل شام کے وقت نماز کے وقت میں نے چاند دیکھا اور آج کے روز غرہ ماہ رمضان اس سال کا ہے اور اگر گواہوں نے بدون کسی کے دعویٰ کے ایسی گواہی دی تو بھی گواہی کی سماعت ہوگی اور قبول کی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

محضر ☆

اس امر کا اثبات کہ جس عورت پر دعویٰ ہے وہ پردہ نشین ہے۔ بدین غرض کہ مطالبہ مدعی کہ وہ مجلس حکم میں حاضر ہو دفع ہو جائے۔ محضر میں لکھے کہ زید جو ہندہ بنت عمرو کی طرف سے دعویٰ وخصومات و گواہ قائم کرنے کے اختیارات میں اُس کی طرف سے ثابت الوکالۃ ہے حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر بن خالد کو لایا پھر اس وکیل مذکور نے اس بکر بن خالد پر جس نے اُس کی موکلہ پر اپنے دعویٰ کی جواب دہی کے واسطے مجلس حکم میں حاضر ہونے کا مطالبہ کیا ہے اس کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کہ موکلہ مذکورہ پردہ نشین ہے اپنے حاجات کے واسطے اپنی حویلی سے باہر نہیں نکلتی ہے اور مردوں میں مختلط نہیں ہوتی ہے اور یہ بکر بن خالد اپنے دعویٰ میں کہ وہ مجلس حکم مین حاضر ہو کر جواب دہی کرے مبطل ہے پس اُس پر واجب ہے کہ ایسے دعویٰ سے باز رہے۔

محضر ☆

غائب پر تحریر حکمی مال کا دعویٰ کرنا۔ صورت اُس کی یہ ہے کہ ایک شخص مسمی زید کا عمرو پر مال ہے اور اس مال کے گواہ شہر میں موجود ہیں لیکن عمرو غائب ہے اور اس شہر سے مسافت سفر کی دوری پر ہے اور قرض خواہ نے قاضی شہر سے درخواست کی کہ میرا دعویٰ و میرے حق کے گواہ سُن کر جس شہر میں قرض دار موجود ہے وہاں کے قاضی کے نام خط لکھ دے تو قاضی اُس کی درخواست منظور کرے گا بنابر قول ایسے امام کے جو اس کو جائز فرماتا ہے کیونکہ لوگوں کو ایسی ضرورت بہت ہوتی ہے۔ پس اس کے محضر تحریر کرنے کی یہ صورت ہے کہ مجلس قضاء واقع کورۂ[1] فلاں میں فلاں قاضی کے روبرو مسمی زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر نہ لایا اور خصم کا نائب بھی حاضر نہ لایا پھر اس حاضر آمدہ نے دعویٰ کیا کہ اس کے فلاں شخص غائب پر جس کا یہ نام ونسب واُس کا یہ حلیہ ہے پس شناخت کی باتیں بدرجۂ غائت جہاں تک ممکن ہوں تحریر کرے۔ اس قدر دینار بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہیں اور سبب مذکور کو بیان کر دے اور ایسا ہی اس غائب مذکور نے جس کا حلیہ اس محضر میں بیان ہوا ہے اپنی صحت و جہہ وجوہ جواز اقرار ونفاذ تصرفات کی حالت میں بطوع[2] خود ان دیناروں مذکورہ کا اس شخص زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا ہے۔ جس کی تصدیق اس زید نے خطاباً کی ہے اور آج کے روز یہ شخص غائب مذکور اس شہر سے بمسافت سفر غائب ہو کر فلاں شہر میں مقیم اور اس زید کے اس دعویٰ سے منکر ہے اور اس زید کے گواہان عادل اس شہر میں اُس کے دعویٰ کے موافق گواہی دیتے ہیں اور یہ زید بسبب دوری مسافت کے اس بات سے مجبور ہے کہ غائب مذکور اور ان گواہوں کو ایک ساتھ جمع کرے اور اس زید نے اس قاضی سے درخواست کی کہ اس دعویٰ پر اس غائب مذکور پر اُس کے گواہوں کی جو موافق دعویٰ کے گواہی دیتے ہیں سماعت کر کے اس فلاں شہر کے قاضی کو جس میں غائب مذکور ہے بایں عنوان کہ اور جس شخص کو قاضیانِ مسلمین و حکام اسلام میں سے یہ خط پہنچے اس کے موافق فیصلہ کر دے پس قاضی مذکور

---

[1] جس کو ہمارے عرف میں نگر اور ہندی میں ڈھرا بولتے ہیں ۱۲ [2] بطوع رضامندی یعنی خوشی خاطر ضدا کراہ ۱۲

نے اس کی درخواست منظور کی اور مدعی مذکور چند نفر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُس کے گواہ ہیں اور وہ فلاں وفلاں وفلاں ہیں اُن کے نام ونسب وحلیہ ومساکن جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تحریر کردے پھر جب گواہوں نے موافق دعویٰ مدعی کے اوّل سے آخر تک گواہی دی اور موضع اشارہ میں اشارہ کیا اور قاضی مذکور ان کو عادل جانتا ہے یا ان کا حال دریافت کر کے عادل معلوم کیا تو خط حکمی تحریر کرنے کا بدین طور حکم فرمائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ میرا خط بسوی قاضی امام شیخ الاسلام اس کے القاب لکھنے نام ونسب نہ لکھے اطال اللہ تعالیٰ بقاؤ وبسوئے ہر کسے کہ از قاضیان اسلام وحکام مسلمین بدست وے درآید ادام اللہ عزہ وعزہم وسلامتہ وسلامتہم والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اور یہ میری تحریر میری مجلس قضا واقع کورۂ فلاں میں سے صادر ہوئی ہے اور جس روز میں نے اس کی تحریر کا حکم دیا ہے اُس روز میں از جانب خاقان فلاں عز نصرہ اس کورہ اُس کے نواح کا قاضی ہوں میری قضایا واحکام اس کورہ و اس نواح کے لوگوں میں نافذ وجاری ہیں والحمد لله على نعمائه التى لا تحصى والآئه التى لا التستقضى۔ امابعد میری مجلس قضا واقع کورہ میں بروز فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں میں ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اس کا نام زید بن بکر مخزومی ہے اور اپنے ساتھ کسی خصم کو نہیں لایا اور نہ خصم کا نائب لایا پھر اس زید نے ایک شخص غائب پر دعویٰ کیا جس کا نام بیان کیا کہ اس کو عمرو بن خالد مخزومی کہتے ہیں پھر دعویٰ اوّل سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ اُس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اُس کا یہ دعویٰ اس غائب مذکور پر جس کا حلیہ بیان کر دیا گیا ہے سنوں اور اس دعویٰ کے موافق اُس کے گواہ سنوں اور آپ کو ادام اللہ عزوہ اور ہر شخص کے نام بطور عام کہ قاضیان اسلام وحکام مسلمین سے جس کو یہ تحریر پہنچے کوئی ہو اُس کو خط حکمی متضمن مضمون مذکور تحریر کروں پس میں نے اُس کی درخواست کو منظور کیا پس مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلاں وفلاں وفلاں ہیں پس اُن لوگوں نے بعد طلب شہادت کے اس مدعی کے اس دعویٰ کے بعد (اور اس مقام پر یہ نہ لکھے کہ اور بعد انکار اس مدعا علیہ کے غائب ہونے کی وجہ سے اُس کی طرف سے کوئی جواب پایا نہیں گیا ہے ہر ایک نے ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا ہے گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہے الی آخرہ۔ پھر الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو کر لکھے کہ گواہوں نے یہ گواہی جس طرح واقع میں تھی ادا کی اور جیسا چاہئے ہے گواہی دی پس میں نے اُس کو سن کر محضر مجلد بدیوان حکم میں اپنے پاس ثبت کر لی پھر میں نے ان گواہوں کا حال دریافت کرنے کے واسطے ان لوگوں کی طرف رجوع کیا جو اس نواح میں تعدیل وتزکیہ گواہان کے واسطے ہیں اور وہ فلاں وفلاں ہیں بعد ازاں اگر معدلین ومزکین نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ پس اہل تعدیل نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا اور اگر بعض کو بعدالت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ انہوں نے فلاں وفلاں کو عادل وجائز الشہادۃ بیان کیا پس چونکہ علم نے اُن کی گواہی قبول کرنی واجب کر دی اس واسطے میں نے اُن کی گواہی قبول کی پھر مجھ سے اس مدعی نے بعد اس تمام معاملہ کے یہ درخواست کی کہ فلاں قاضی کو اور ہر حاکم وقاضی کو جو مسلمانوں کے واسطے مقرر ہے جس کو یہ خط پہنچے خط حکمی لکھوں اور جو کچھ میرے پاس اس ماجرے سے ثابت ہوا ہے اُس سے اس مکتوب الیہ کو اور ان سب لوگوں کو بطور عموم آگاہ کروں اور نیز ہر ایک کو اُس کی خبر کر دوں تاکہ جس وقت مکتوب الیہ معلوم یا کسی حاکم وقاضی اسلام کو یہ خط پہنچے جس پر سچی میری مہر ہے جس طرح رسم ہے اور اس کے نزدیک بھی اسی طرح سے جو موجب حکم ہے ثابت ہو جائے تو قبول کر کے اس خط کے لانے والے کے حق میں جو امر اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے الہام کرے اُس کی تقدیم کر دے اور جاننا چاہئے کہ آخر تحریر کو کلمہ استثناء یعنی انشاء اللہ تعالیٰ سے محفوظ رکھے اس واسطے کہ یہ استثناء امام اعظمؒ کے نزدیک تمام خط سے متعلق ہو جاتا ہے پس تمام خط باطل ہو جائے گا پھر قاضی کاتب اس خط کو جس کو اس پر گواہ کرتا ہے پڑھ سنائے اور اُس کو اس کے مضمون سے آگاہ کر دے اور اس کو گواہ کر دے کہ یہ خط میری طرف سے بنام قاضی کورہ فلاں کے ہے اور

رسم ایسے خط کی یہ ہو کہ بسہ انصاف کاغذ پر یا زیادہ یا کم پر بقدر ضرورت ہو جو بعض سے بعض متصل ہوں اور خط کے دو عنوان ہوں ایک خارج سے اور دوسرا داخل سے پس دائیں جانب خط کے لکھے کہ بجانب قاضی فلاں بن فلاں قریشی قاضی کورۂ فلاں ونواح آن جو وہاں کے لوگوں کے درمیان نافذ القضاء والامضاء ہے اور بائیں جانب لکھے کہ از جانب فلاں بن فلاں مخزومی قاضی کورۂ فلاں ونواح آن جو وہاں کے لوگوں کے درمیان نافذ القضاء والامضاء ہے اور اس کے اوصال پر خارج سے اور جانبین سے اعلام کر دے کہ وصل صحیح ہے اور اُس کے[1] داخل پر دائیں جانب سے لکھے کہ الحکم اللہ تعالیٰ خارج سے سوائے نام قاضی کے جس کی طرف سے خط حکمی ہے بعد شہادت کے ثبوت اقرار فلاں بن فلاں برائے فلاں بن فلاں فلانی بانیقدر دتہار ہا اور ان گواہوں کا نام جن کو خط پر گواہ کیا ہے آخر میں لکھے اور اُن کے انساب و مصلی بیان کر دے پھر صدر خط کو اپنی توقیع سے اپنے خط سے مزین کرے اور آخر خط میں تحریر کرے کہ فلاں بن فلاں الفلانی کہتا ہے کہ یہ خط میرے حکم سے میری طرف سے لکھا گیا اور جو ماجرا اس میں مذکور ہے وہ میرے سامنے میرے پاس واقع ہوا ہے اور یہ سب سہ انصاف کاغذ پر موصول وصلین تحریر ہے ہر وصل پر خارج سے لکھا جائے کہ وصل صحیح ہے ہر دو جانب سے اور داخل سے مکتوب ہے وصل پر دائیں جانب سے الحکم للہ تعالیٰ معنون بدو عنوان ہے ایک داخل و دوم خارج اور میری اس توقیع سے موقع ہے اور میری مہر اس پر ہے اور اس خط پر جو میں نے اپنی مہر کی ہے اُس کا نقش یہ ہے اور اس کتاب کے مضمون پر میں نے اُن گواہوں کو گواہ کیا ہے جن کا نام اس خط کے آخر میں تحریر ہے اور عنقریب اُن کو جب کہ ختم کروں گا تو بند کے مہر بھی پر شاہد کر دوں گا اور میں نے توقیع کو صدر خط پر تحریر کر دیا ہے اور یہ سات یا آٹھ سطریں یا جس قدر تحریر میں آئی ہوں میرے ساتھ کا خط ہے حامداً اللہ تعالیٰ ومصلیاً علی نبیہ محمد وآلہ ومسلما پھر رسم کے موافق خط کی مہر کرے اور قاضی انہیں گواہوں کو جن کو مضمون خط پر گواہ کیا ہے اس مہر بند پر بھی گواہ کرے اور قاضی کو چاہئے کہ اس خط کی دوسری نقل بعینہٖ کر لے جو گواہوں کے پاس رہے اور ان کی گواہی کے وقت وہ لوگ اُس کے مضمون کی گواہی ادا کریں اور اُس کو فارسی میں (کشادنامہ) کہتے ہیں۔

کتاب حکمی و نقل کتاب حکمی ☆

یعنی خط حکمی کے نقل کے بارہ میں خط حکمی تحریر کرنا۔ بعد تحریر خط صدر و دعا کے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے یعنی کہ زید بن عمرو نے قاضی امام اطال اللہ بقادہ کا خط حکمی میرے سامنے پیش کیا اور اُس کا نسخہ یہ ہے پھر اوّل سے آخر تک اُس کو نقل کرے پھر اس سے فارغ ہو کر تحریر کرے کہ زید بن عمرو نے یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ خط فلاں بن فلاں کا ہے جو کورۂ بخارا اور اُس کے نواح کا قاضی ہے اور اُس کی مہر اُس پر ہے اور اُس کی توقیع ہے اور اُس نے اُس کے مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کر دیئے ہیں درحالیکہ وہ اس وقت کورۂ بخارا میں قاضی تھا اور یہ خط مذکور اُس کی جانب سے تیرے نام ہے اور میری طرف اشارہ کیا اور بدین مضمون ہے کہ اس خط لانے والے یعنی زید بن عمرو کے واسطے گواہی جو اُس نے خالد بن بکر پر دلائی ہے اس میں منقول ہے اور کہا کہ مشہود علیہ یعنی خالد بن بکر جس کا نام و نسب اس خط میں تحریر ہے وہ اس شہر سے بھی غائب ہے اور کورۂ سمرقند میں مقیم ہے اور مجھ سے درخواست کی کہ اُس خط کی نقل کا خط حکمی بنام قاضی امام فلاں ادام اللہ بقاءٗہ تحریر کروں پس میں نے اس خط پر گواہ طلب کئے پس دو گواہ لایا فلاں وفلاں جنہوں نے بعد درخواست شہادت کے بعد اس دعویٰ کے یہ گواہی دی کہ یہ خط فلاں بن فلاں قاضی کورۂ بخارا کا مزین بمہر موقع بتوقیع اور تیرے نام ہے اور میری طرف اشارہ کیا اور دونوں نے کہا کہ ہم کو اُس نے اس کی مہر پر اور اس کے مضمون پر اندرین حتیٰ کہ زید بن عمرو کے واسطے خالد بن بکر پر اس مدعی بہ کی گواہی ثابت ہوئی ہے۔ پس میں نے ان کی گواہی سنی اور میرے نزدیک ان لوگوں کی عدالت اس نواح کے تعدیل کرنے والوں سے ثابت ہو گی تب میں نے خط کو قبول[2] کیا اور اُس کو کھولا پس اُس کو معنون بعنوان

[1] یعنی یہ مہر اُسی قاضی کی ہے ۱۲ [2] اقول یہ بنا بر اُس مذہب کے مستقیم ہے جس کے نزدیک خصم کا حاضر ہونا خط کھولنے کے واسطے شرط نہیں ہے ۱۲

داخل وعنوان خارج پایا اور موقع بتوقیع صدر وآخر پایا اور وصال پر ظاہراً و باطناً اعلام پایا یا جس طرح قاضیوں کے خطوط میں ہوتا ہے پس میرے نزدیک یہ بات صحیح ہوئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ خط فلاں قاضی کا ہے جس نے میرے نام اس معنی میں لکھا ہے اور حالیکہ وہ کورۂ بخارا کا قاضی تھا۔ پھر مجھ سے اس زید بن عمرو نے یہ درخواست کی کہ میں اس کی نقل بجانب آپ کے تحریر کروں پس میں نے اُس کی درخواست کو منظور کیا اور اپنے اس خط کی تحریر کا حکم دیا پھر خط بطریق گذشتہ تمام کرے اور اگر وہ خط جس کی نقل کی ضرورت پیش آئی ہے کسی دوسرے خط کی نقل ہو تو اس کی ترتیب اسی طور سے ہوگی جس طرح ہم نے بیان کی ہے۔

سجل ☆

درثبوت ملک محدود بکتاب حکمی قاضی فلاں کہتا ہے کہ میری مجلس قضا واقع کورۂ بخارا میں زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ تمام دار واقع موقع فلاں جس کے حدود یہ ہیں ملک اس زید حاضر آمدہ کی اور اس کا حق ہے اور اس عمرو حاضر آوردہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس پر واجب ہے کہ یہ دار مذکور اس زید کے سپرد کردے اور اس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اس مدعا علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اُس نے فارسی میں جواب دیا کہ این خانہ کہ ایں مدعی دعویٰ میکند ملک من است وحق من است واندر دست من بحق ست پس میں نے اس مدعی سے اُس کے دعویٰ کی حجت مانگی پس اُس نے میرے پاس یہ خط حکمی پیش کیا جس کا نسخہ یہ ہے پس اوّل سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ خط قاضی کورۂ سمرقند کا تیرے نام ہے اور میری طرف اشارہ کیا اور خط کی طرف اُس نے بدین مضمون تحریر کیا ہے کہ ملکیت اس دار کی بحدود آن و حقوق آن تیرے واسطے ہے یہ خط اُس کے توقیع سے موقع اور اُس کی مہر سے مزین ہے اور وہ اس تحریر کے وقت قاضی سمرقند تھا اور اُس کے مضمون اور اپنی مہر خاتمہ پر اُس نے گواہ کر دیئے ہیں پس میں نے اُس سے گواہ طلب کئے تو وہ چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلاں وفلاں ہیں اور مجھ سے اُن کی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس میں نے منظور کیا اور گواہوں کی طرف متوجہ ہوا پس اُس کے ان گواہوں نے گواہی دی کہ یہ خط (اس خط کی طرف جو میری مجلس قضا میں حاضر تھا اشارہ کیا) قاضی کورۂ سمرقند کا ہے جس نے تیرے نام تحریر کیا ہے درحالیکہ وہ قاضی سمرقند تھا بدین مضمون کہ ملکیت اس دار محدود کی اس مدعی کے واسطے جس نے خط پیش کیا ہے (اور مدعی مذکور کی طرف اشارہ کیا) ثابت ہے اور یہ خط اُس کی مہر خاتمہ سے مزین اور اُس کی توقیع سے موقع ہے اور قاضی مذکور نے ہم کو اس خط کے مضمون اور اپنی مہر خاتمہ پر گواہ کرلیا ہے پس میں نے اُن کی گواہی سن کر اس نواح کے تعدیل کرنے والوں کی طرف ان کی دریافت کے واسطے رجوع کیا پس اُنہوں نے ان میں سے دو آدمیوں کو جو فلاں وفلاں ہیں عادل و جائز الشہادۃ بیان کیا۔ پس میں نے خط کو قبول کیا اور ہر دو خصم کی حاضری میں اُس کو کھولا پس میں نے اس کو معنون بعنوان داخل و خارج و موقع بتوقیع صدر وآخر معلم الاوصال بظاہر و باطن پایا اور اُسے ان گواہوں کے نام آخر خط میں رسم کے موافق جیسے قاضیوں کے خطوں میں ہوتا ہے تحریر کیا تھا پس میں نے اُس کو قبول کیا اور میرے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ خط فلاں قاضی کورۂ سمرقند کا درحالیکہ وہ سمرقند کا قاضی تھا اور بارہ ثبوت ملک اس دار محدود کے واسطے اس مدعی کے اور اس مدعا علیہ کے ہاتھ میں ناحق ہونے کے میرے نام ہے اور اُس نے ان گواہوں کو اُس کے مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کرلیا اور جو مضمون اُس سے نکلا وہ میرے نزدیک صحیح ہوا اور جو کچھ اُس میں درج ہے وہ ثابت ہوا پس میں نے یہ بات مدعا علیہ پر پیش کردی اور اُس کو اس حال سے آگاہ کردیا اور اُس کو قابو دیا کہ اس کا دفعیہ پیش کرے اگر اس کے پاس ہو پس وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ اس سے چھٹکارے کی کوئی بات پیش کی اور میرے نزدیک اس بات سے اس کا عاجز ہونا

ا یعنی ثبوت گواہی اور حق فلاں برذمہ فلاں برکن دعویٰ کماذکر سابقا ۱۲

ظاہر ہوا پھر مجھ سے مدعی نے درخواست کی کہ جو کچھ اس سے میرے نزدیک اس مدعی کے واسطے ثابت ہوا ہے اُس کا حکم اس مدعا علیہ پر دوں۔ پس میں نے اُس کی درخواست کو منظور کر کے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر ملکیت اس دار محدودہ کا الی آخرہ۔

محضر ☆

دعویٰ مضاربت و بضاعت میں کتاب حکمی پر گواہ پیش کرنا۔ مجلس قضا کورۂ بخارا میں قاضی فلاں بن فلاں کے سامنے زید حاضر ہوا بدون کسی خصم یا نائب خصم کے کہ اُس کو حاضر نہیں لایا پھر اس زید نے ایک غائب پر جس کا نام عمرو و اُس کا حلیہ ایسا ایسا بیان کیا دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو غائب کو نوے دینار سُرخ مناصفہ بخاریہ جید رائجہ موزونہ بوزن سمرقند کو بطریق مضاربت صحیحہ کے جسم میں کچھ فساد نہیں ہے دیئے تھے کہ وہ اس مال سے جس قسم کی تجارت اُس کا جی چاہے حضر یا سفر میں کرے بدین شرط کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ اس میں نفع دے وہ ان دونوں میں تین تہائی بدین طریق تقسیم ہو کہ دو تہائی اس رب المال[1] کی اور ایک تہائی اس مضارب غائب کی جس کا نام و نسب مذکور ہوا ہے اور جو کچھ اُس میں خسارہ پڑے وہ اس رب المال کے ذمہ ہے اور اس مدعا علیہ غائب نے اس زید سے یہ راس المال بروجہ مضاربت صحیحہ مذکور اس مجلس عقد میں اس زید کے اُس کو بروجہ مضارب دینے سے بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اس قبضہ کا بدین شرائط مذکورہ اس زید کی طرف سے باقرار صحیح اقرار کیا جس کی اس زید نے جو حاضر ہوا ہے خطاباً تصدیق کی اور نیز اس زید سے اسی غائب کو بیس دینار طلا سُرخ بخاریہ مناصفہ موزونہ برزن سمرقند بروجہ بضاعت صحیحہ دیئے کہ اس کے عوض اس زید کو اونی کپڑے میں سے جو اُس کی رائے میں آویں کہ جو اہل ماوراء النہر و تمر ماش کے لائق ہوں دے دیئے اور اسی غائب نے اس زید کی طرف سے یہ دینار ہائے مذکورہ بروجہ بضاعت مذکورہ مبینہ بقبضہ صحیحہ قبضہ کئے اور بقبول صحیح قبول کی اور ان دیناروں کے قبضہ کا اس کی طرف سے بروجہ بضاعت بطور مذکور مبین باقرار صحیح اقرار کیا جس کی اس زید نے خطاباً تصدیق کی اور آج کے روز یہ شخص غائب اس شہر و نواح سے غائب ہو کر قصبۂ اوزجند میں مقیم اور اس مدعی کے ہر دو دعویٰ مذکورہ سے منکر ہے اور اور اس مدعی کے پاس ان دونوں کے گواہ ہیں یہاں سے آخر تک بدستور سابق تحریر کرے کذافی المحیط و ہکذافی الذخیرہ۔

محضر ☆

درنیکہ میّت پر اُس کے وارثوں کو حاضر لا کر مال مضاربت کا دعویٰ کرنا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو و بکر و خالد کو حاضر لایا یہ سب ولاد ابراہیم ہیں پس اس زید نے ان سب پر جن کو ساتھ لایا ہے دعویٰ کیا کہ اس زید نے اُن کے مورث ابراہیم کو ہزار درم بروجہ مضاربت دیئے تھے اور اُس نے ان میں تصرف کیا اور طرح طرح کا نفع حاصل کیا اور قبل تقسیم اس سب مال کے وہ مرگیا اور قبل اس کے کہ راس المال اس زید کو دے دیئے اور اُس کا حصہ نفع اس کو دے اس سب مال کو تجہیل (۱) کے ساتھ چھوڑ کر مرگیا اور یہ مال اُس کے ترکہ میں قرضہ ہو گیا الی آخرہ یعنی آخر تک بدستور معلوم لکھے پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر دعویٰ راس المال و نفع دونوں کا ہو تو مقدار نفع کا بیان کرنا ضروری ہے اور اگر بیان نہ کرے تو دعویٰ میں فساد و خلل ہوگا اور اگر دعویٰ فقط راس المال میں ہو تو مقدار نفع کا بیان ترک کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ فصول استروشنی میں ہے۔

خط حکمی ☆

دراثبات شرکت عنان درکار گلہ[2] فروشی۔ زید نے حاضر ہو کر ایک مرد غائب پر جس کا نام قراحہ سالار بن ادیم بن کریم

[1] رب المال وہ شخص جس نے اپنا مال کسی شخص کو تجارت کے واسطے دیا ۱۲ [2] قال یعنی بھیڑ و بکری وغیرہ خرید کر ایک جگہ سے دوسری جگہ فروخت کے لئے لے جانا ۱۲ (۱) یعنی بیان نہ کیا

ہمیاری معروف با کدش[1] بچہ بیان کیا اور اس کا حلیہ ایسا ایسا بیان کیا دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ اس حاضر اور اس غائب مذکور نے تجارت گلہ فروشی میں شرکت عنان برتقویٰ اللہ تعالیٰ وادائے امانت واجتناب خیانت کے بدین شرط کی تھی کہ اس شرکت میں دونوں میں سے ہر ایک کا راس المال سو دینار سرخ بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند ہوں پس سب راس المال اس تجارت کا دوسو دینار سُرخ بخاری رائجہ مزونہ بوزن سمرقند ہوئے بدین شرط کہ تمام راس المال مذکور اس غائب مذکور کے قبضہ میں رہے اور دونوں اور ہر ایک دونوں میں سے اس سب سے حضر وسفر میں تجارت گلہ فروشان کی تجارت کرے اور متاع گلہ فروشان و اُن کی تجارت معہودہ کے لائق جو مال ہو اُس کو دونوں اور ہر ایک دونوں میں سے جو اُس کی رائے میں آئے خریدے اور دونوں اور ہر ایک دونوں میں سے اس میں سے جو اُس کی رائے میں آئے نقد یا اُدھار جس طرح اُس کی رائے میں آئے فروخت رکھے اور اس میں جو باقی ہو اس سے دونوں اور ہر ایک دونوں میں سے جو اسباب اس کی رائے میں یا دونوں کی رائے میں آئے مبادلہ کر لے وہ اسباب جو گلہ فروشوں کی تجارات میں معہود و معروف ہے اور دونوں اور ہر ایک اس کل مال کے ساتھ بلادِ اسلام یا کفر میں جہاں دونوں کی رائے میں یا ہر ایک کی رائے میں آئے مل کر سفر کرے اور بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اس تجارت میں نفع بخشے وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور جو کچھ خسارہ ہو یا گھٹی پڑے وہ بھی دونوں پر نصفا نصف ہوگا اور دونوں میں سے ہر ایک اپنا راس المال مذکور اس مجلس شرکت میں حاضر لایا اور دونوں نے اس مال کو باہم خلط کر دیا اور بعد خلط کرنے کے دونوں نے ان سب کو بطور صحیح کے اس غائب کے قبضہ میں کر دیا اور اس غائب نے اس مال شریک مذکور کے وصول پانے کا باقرار صحیح اقرار کیا جس کی اس زید حاضر نے خطابا بالشافہہ اس مجلس شرکت میں تصدیق کی۔ اور نیز اس زید حاضر آمدہ نے بیان کیا کہ اس کے اس غائب مذکور پر سو دینار سُرخ جید بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند کے قرضہ لازم وحق واجب سبب قرض صحیح کے ہیں کہ ان کو اس زید نے اس غائب کو اپنے مال سے بقرض صحیح قرض دیا ہے اور اس غائب مذکور نے اس سے لے کر بقبضہ صحیحہ قبضہ کر کے اس شرکت مذکورہ میں اپنا راس المال قرار دیا ہے اور ایسا ہی اس غائب مذکور نے اپنی حالت صحت اقرار و بہمہ وجوہ نفاذ تصرفات میں بطوع خود اس عقد شرکت مذکورہ کے واقع ہونے اور اس تمام راس المال شرکت مذکورہ کے وصول پانے اور اس زید کے سو دینار مذکورہ بطریق مذکورہ کو قرض دینے کا اقرار صحیح کیا اور یہ قرافہ سالار مذکور آج کے روز اس شہر بخارا اور اُس کے نواح سے غائب ہے اور شہر سمرقند میں مقیم ہے اور اس زید کے دعویٰ مذکورہ سب سے منکر ہے الی آخرہ۔

محضر☆

در اثبات خط حکمی مجلس قضاء واقع کورۂ بخارا میں قاضی فلاں کے سامنے ایک آدمی حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُس کا نام عمرو بن عبداللہ بن ابی بکر ترمذی ہے اور وہ آج کے روز سگی ماں و باپ کی طرف سے اپنے دونوں بھائیوں ابی بکر و احمد اور اپنی ماں مسماۃ کوہرستی بنت عمرو بن احمد ترمذی بزازی کی طرف سے وکیل اور سب کی طرف سے سب دعویٰ وخصومات و اقامت گواہان اور سب طرح دوسرے کے دعویٰ کے گواہوں کی ان پر سماعت کرنے اور تمام لوگوں پر جو کچھ ان کے حقوق ہوں اُن کے طلب کرنے اور اُن کے واسطے اُن پر قبضہ کرنے کا سوائے تعدیل ایسے گواہ کے جو اُن پر گواہی دے اور سوائے اُن پر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہے اور اُس کے ہاتھ میں ایک خط حکمی ہے جس کے عنوان ظاہر پر لکھا ہے بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب ہر ایسے شخص کے جس کو قاضیان مسلمانان و حکام مسلمانان میں سے پہنچے از جانب موفق بن منصور بن احمد قاضی ترمذی کے درمقدمہ نقل اقرار ابی بکر بن طاہر بن محمد مکاعی بمضمون تحریرات جو بعض سے بعض میری آخر تحریر میں ملصق[2] ہیں بنابرآنکہ جس طرح پر تحریر متضمن ہے اور اس خط پر میری مہر ہے اور میری مہر کا نقش یہ ہے۔ الموافق بن منصور بن احمد مکاعی اور یہ حاضر آمدہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اُس نے بیان کیا کہ اُس کو ابوبکر بن طاہر بن محمد ترمذی معروف باولیاء المکاعین کہتے ہیں اور اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر اپنی طرف سے بطریق اصالت اور اپنے موکلوں کی طرف سے بطریق وکالت جو اُس کو ان موکلوں کی طرف سے حاصل ہے دعویٰ کیا کہ شیخ عبداللہ بن

---

[1] قال اکدش و یکدش آنکہ مثلاً رومی و عربی سے پیدا ہوا نوری گو پدست میکند نشتی و مخموری چو چشم یکدشان ۱۲ [2] یعنی متصل وملا ہوا ۱۲

ابی بکر ترمذی کے اس شخص پر جس کو حاضر لایا ہے دوسو چالیس دینار مکیہ موزونہ بوزن مکہ بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہیں اور اس حاضر آوردہ نے اپنی صحت اقرار کی حالت میں بطوع[1] خود اس سب مال مذکورہ کا شیخ مذکور کے واسطے اقرار کیا اور اُس کا یہ اقرار تین دستاویزوں میں مذکور ہے ایک میں ایک سو پچاس دینار اور دوسری میں ستر دینار کا اور تیسری میں بیس دینار کا کہ اُس نے اپنے اوپر بسبب صحیح قرضہ لازم و حق واجب ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا جس کی شیخ عبداللہ بن ابی بکر مذکور نے اپنی زندگی میں اس سب کی خطاباً تصدیق کی اور اس سب کا قاضی کورۂ ترمذ موفق بن منصور بن احمد نے درحالیکہ وہ ترمذ کا قاضی وامل ترمذی کے درمیان نافذ القضاء واحکام تھا اپنی مجلس قضا واحکام میں حکم دے دیا اور سجل لکھ دیا ہے پھر اس شیخ عبداللہ بن ابی بکر مذکور نے قبل اس کے کہ اس حاضر آوردہ سے اس مال میں سے کچھ وصول کرے وفات پائی اور وارثوں میں اپنی جورو یہ گوہرستی مذکورہ اور تین پسر اپنے صلب سے چھوڑے جن میں سے ایک یہ شخص ہے جو حاضر آیا ہے اور باقی دونوں اس کے دونوں موکل ہیں جن کا نام مذکور ہوا ہے اور شیخ عبداللہ کا ان کے سوائے کوئی وارث نہیں ہے اور اس نے اپنے ترکہ میں اپنے مال میں یہ مال مذکور اس حاضر آوردہ پر قرضہ چھوڑا ہے اور یہ مال مذکور اُس کی موت سے برفرائض اللہ تعالیٰ اُس کے ان وارثوں کے درمیان میراث ہوگیا کہ جورو کے واسطے آٹھواں حصہ اور باقی اُس کے تینوں بیٹوں کے درمیان برابر ہوا اور اصل مفروضہ آٹھ سہام سے اور اس کی تقسیم چوبیس سہام سے ہوئی جس میں سے جورو مذکورہ کے واسطے تین سہام اور ہر ایک کے واسطے سات سات سہام ہوں گے اور یہ مال مذکور اس مدعا علیہ پر اُس کے اس شیخ عبداللہ کے عین حیات میں اُس کے واسطے اقرار کرنے سے ثابت تھا اور یہ اقرار اُس نے مجلس قضا واقع کورۂ ترمذ میں وہاں کے اس قاضی مذکور کے سامنے کیا تھا اور اُس نے اس شخص پر اس مال کا حکم دے کر سجل لکھ دیا تھا اور اس سے اس مدعی حاضر اور اُس کے موکلوں نے جو کچھ اُس کے نزدیک ان کے مورث کے واسطے ثابت ہوا ہے اور محکوم بہ[2] و مسجل ہے اُس کے اس خط حکمی (اور اس خط کی طرف جو اُس کے ہاتھ میں ہے اشارہ کیا) کے بجانب ہر شخص کے جو مسلمانوں کا حاکم و قاضی ہو تحریر کرنے کی درخواست کی پس اُس نے اس درخواست کو منظور کر کے اس خط کے (اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا) مضمون مذکور تحریر کرنے کا بتاریخ مذکورہ آخر تک حکم دیا بعد اجتماع شرائط صحت خط ہذا کے اوّل سے آخر تک اور خط کی طرف اشارہ کیا اور قاضی مذکور جس روز اُس نے اس خط کے لکھنے کا حکم دیا ہے (اور خط کی طرف اشارہ کیا) کورۂ ترزو اُس کے نواح کا قاضی تھا اور آج کے روز بھی وہ اسی طرح قاضی ہے اور یہ شخص جس کو ساتھ لایا ہے اس کو اس سب کا علم ہے پس اس پر واجب ہے کہ مال مذکورہ جو بسبب مذکور اس پر لازم ہے اس مدعی مذکور کو ادا کرے تاکہ اپنے واسطے اصالتہ اور اپنے موکلوں کے واسطے وکالتہً برسہام مذکورہ قبضہ کر لے اور اپنے دعویٰ کا جواب طلب کیا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُس نے فارسی میں جواب دیا کہ (مرا ازین وام وازین نامہ معلوم نیست ومرا باین مدعی چیزے دادنی نیست بایں سبب کہ دعویٰ میکند) پھر مدعی مذکور چند نضر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُس کے گواہ ہیں پھر ہر ایک نے ان الفاظ سے گواہی دی (گواہی میدہم کہ این نامہ حکمی) اور اشارہ اس خط کی طرف کیا۔ ازان قاضی ترمذ ست الموافق بن منصور بن احمد کہ نام ونسب وے برعنوان ظاہر این نامہ مکتوب ست و ایں موفق بن منصور کہ برعنوان ظاہر ایں نامہ مذکور ست اور اس خط کی طرف اشارہ کیا۔ آنروز کہ نشبتن فرمود ایں نامہ را اور خط کی طرف اشارہ کیا۔ قاضی بود بشہر ترمذ ونواحی آن واداں اور باز برعمل قضا سے ترمذ ست ونواہی آن وآن نامہ۔ اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا۔ بمہر وے ست ونقش برمہر وے الموفق بن منصور بن احمد ست ومضمون ایں نامہ اور اُس کی طرف اشارہ کیا۔ ایں ست کہ این مدعا علیہ اقرار کردہ است اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا بحال جواز اقرار خویش بطوع کہ برمن ست ودر گردن من ست براین عبداللہ بن بکر را کہ نام ونسب وے اندرین محضر واندرین نام مذکور ست اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا دولیت وچہل دینار مکی بلخی سرہ بوزن مکہ حقی واجب ودامی

---

[1] رضامندی وخوشی خاطر ۱۲ [2] یعنی اُس کا حکم دیا گیا ۱۲

لازم بسببے درست اقرارے درست واین مقرلہ کہ اندرین محضر واندرین نامہ مذکورست اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا تصدیق کردہ بود ومقررا اندریں اقرار ودیا روے پس این عبداللہ بن ابی بکر کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ مذکورست اور محضر وخط دونوں کی طرف اشارہ کیا۔ بمرد پیش از قبض کردن وے چیزے ازین زرہا کہ مبلغی وصفت وجنس ووزن دی اندرین محضر ونامہ مذکورست۔ اور دونوں کی طرف اشارہ کیا وازوے میراث خوار ماندہ است یکی زن این گوہرستی کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ کورست وسہ پسر صلبی ماند یکے ازایشان این مدعی اور اُس کی طرف اشارہ کیا۔ ودو دیگر موکلان ابن مدعی کہ نام ونسب ہر دو درین نامہ ومحضر مذکورست دیا اجزاء نیہا دیگرے راپس ماندہ خوارش نمیدانیم وہمگین این زرہا کہ اندرین محضر ونامہ مذکورست۔ اور دونوں کی طرف اشارہ کیا بمرگ وے میراث شدہ است براین وارثان اوراکہ نام ونسب ایشان اندرین محضر ونامہ مذکورست وبدین مسمے کہ اندرمیں محضر واندرین نامہ یاد کردہ شدہ است اور دونوں کی طرف اشارہ کیا۔ واجب ست بدین مدعا علیہ تااین حال چنانکہ اندریم محضر نامہ مذکورست اور دونوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قاضی بخارا اُس محضر کے آخر میں لکھے کہ جس بات کی گواہوں نے اور وہ یہ دونوں گواہ ہیں گواہی دی ہے اُس کے ثبوت کا حکم میری طرف سے جاری ہوا ہے۔

خط☆

دیگر حکمی۔ مجلس قضا (کورۂ بخارا میں شیخ امام عفیف الدین عبدالغنی بن ابراہیم بن ناصر الحجاج قزوینی حاضر آیا اور شیخ حجاج محمود بن احمد الصفار قزوینی جوامروز وکیل مسماۃ قراۃ العین بنت ابراہیم بن ناصر قزوینیہ کا اُس کی طرف سے دعویٰ وخصومات واقامت گواہان کا اور اگر اُس پر کوئی گواہ قائم کرے تو اُس کی سماعت کا سب صورتوں میں سوائے تعدیل ایسے شخص کے جو اُس پر گواہی دے اور سوائے اُس پر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہے اور اُس کی طرف سے اُس کو اجازت ہے کہ جس کو چاہے اپنے نیچے اُسی طور سے جس طرح اُس نے اس کو وکیل کیا ہے دوسرے کو وکیل کر لے حاضر آیا اور دونوں اپنے سالار احمد بن حسن بن حجاج جلاب کو حاضر لائے پھر شیخ امام عبدالغنی حاضر آمدہ نے اپنے واسطے باصالت اور شیخ امام محمود حاضر آمدہ نے اپنی اس موکلہ کے واسطے بوکالت اس شخص حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ عمرو بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے وفات پائی اور وارثوں میں اپنی دختر صلبی مسماۃ فرخندہ اور اپنا ایک ماں باپ سے سگا بھائی یہی شیخ امام عبدالغنی اور اپنی ایک ماں وباپ کی سگی بہن یہی شیخ امام محمود کی موکلہ چھوڑی اُن کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے اور اپنے ترکہ میں اس شخص حاضر آوردہ کے پاس دس کھالیں مدبوغ قندز جس میں سے ہر ایک کھال کی قیمت چار دینار نیشاپوری جید رائجہ سُرخ مناصفہ بوزن مثاقیل مکہ ہے چھوڑی ہیں اور یہ سب اُس کی موت سے اُس کے ان وارثان نامبردہ کے واسطے بفرائض اللہ تعالیٰ میراث ہوئیں کہ دختر کے واسطے نصف اور باقی سگے بھائی بہن کے واسطے ہوئی اور اصل مفروض (۲) سے اور اس کی تقسیم سے (۶) ہوئی جس میں سے (۳) سہام دختر کو اور ایک بہن کو اور (۲) بھائی کے واسطے اور ان دونوں نے جو حاضر ہوئے ہیں گواہ عادل مجلس قضاء کورہ قزوین میں عمرو بن عبدالحمید بن عبدالعزیز خلیفہ اپنے والد شیخ امام ابوعبداللہ عبدالحمید بن عبدالعزیز قاضی کورہ۔ قزوین ونواح آن جس کو اُس کورۂ نواح میں اپنے قضا نافذ کرنے اور اپنا نائب مقرر کرنے کی اجازت ہے اُس کے سامنے اور کورۂ رے کی مجلس قضا میں محمد بن الحسین بن محمد بن احمد استر آبادی خلیفہ اپنے والد صدر امام ابی محمد الحسین بن محمد بن احمد استر آبادی قاضی کورہ رے ونواح آن جونافذ ا[1] لقضاء والامضاء وصاحب اجازت در بارۂ تقرری خلیفہ کے ہے ادام اللہ توفیقہ کے سامنے پیش کئے خلیفہ اور قاضی کورہ رے کے سامنے تمام اُن باتوں کے گواہ پیش کئے جس کو قاضی کورۂ قزوین کے خلیفہ نے باجازت اپنے والد کے

[1] یعنی اس کا حکم جاری اور واجب العمل ہوتا ہے ۱۲

بعد ثبوت بگواہان عادل کے خط حکمی میں جو بنام ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے جس کو پہنچے لکھا تھا کہ عمرو بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے وفات پائی اور وارثوں میں اپنی دختر صلبی واز جانب مادر و پدر ایک بھائی و ایک بہن جن کا نام درج خط ہے چھوڑا اور ان کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے پس قاضی کورہ رے و نواح رے کے خلیفہ قاضی نے بھی اس کا حکمی خط بنام ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے جس کو یہ خط پہنچے بعد ثبوت بگواہان عادل کے لکھا اور یہ دونوں خط یہ ہیں جن کو یہ دونوں جو حاضر ہوئے ہیں پیش کرتے ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک نے خط حکمی تحریر کرنے کا حکم دیا ہے اور ان دونوں حاضر آمدہ کی طرف سے مجلس قضا واقع کورہ قزوین میں وہاں کے قاضی کے سامنے گواہ پیش کرنا اور مجلس قضاء واقع کورہ رے میں خط حکمی پیش کرنا بعد اس بات کے ہوا کہ جب پہلے پس محمود بن احمد نے اپنی وکالت از جانب موکلہ مذکورہ خود قاضی کورہ قزوین کے سامنے ثابت کر دی اور قاضی کورۂ رے کے سامنے خط حکمی کے وقت ثبوت وکالت کے باوجود تمام اس ماجرے کو جو اُس نے خط حکمی میں بجانب قاضی کورۂ رے و بجانب ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے جس کو پہنچے تحریر کیا ہے ثابت کر دیا اور ان دونوں نائبوں میں سے حکم و قضا میں اپنے اپنے کورہ میں جس وقت اُس نے خط کی تحریر کا حکم دیا ہے کہ بنام ہر قاضی و حاکم مسلمانان کے ہے جس کو پہنچے ہر ایک اُس وقت اپنے منوب کی طرف سے نائب تھا در حالیکہ جس کا وہ نائب ہے وہ اپنے کورہ میں قاضی تھا اور اُس کو نفاذ قضاء و نائب مقرر کرنے کا اختیار تھا اور یہ ہر ایک نائب اُس وقت سے کہ اُس نے اس تحریر خط کا حکم دیا ہے اس وقت تک حکم قضاء و امضاء اپنے کورہ میں ویسا ہی ثابت ہے جیسا تھا اور یہ شخص جس کو حاضر لائے ہیں اس کو ان دونوں خطوں کا حال معلوم ہے پس اُس پر واجب ہے کہ اس مال مذکور میں سے حصہ شیخ عبدالغنی اس حاضر آمدہ کا اس کے سپرد کرے تاکہ وہ اپنے واسطے اُس پر قبضہ کر لے اور یہ منجملہ چھ سہام کے دو سہام ہیں اور اُس میں سے شیخ محمود کی موکلہ مذکورہ کا حصہ اس کی موکلہ کے واسطے اُس کے سپرد کرے تاکہ اس کے واسطے قبضہ کر لے اور یہ منجملہ چھ سہام کے ایک سہم ہے اور دونوں نے اس سے اس کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس نام بردہ کی وفات سے آگاہی نہیں ہے اور ان مدعیون کی وراثت و ان خطوں حکمی کا علم نہیں ہے اور ان مدعیوں کو جو مقدار جس سبب سے وہ دعویٰ کرنے میں یہ مقدار اس سبب سے دینا نہیں ہے۔ پھر دونوں حاضر آمدہ چند نفر حاضر لائے اور بیان کیا کہ یہ ہمارے گواہ ہیں اور وہ فلاں فلاں ہیں اور گواہوں کے نام اس طور سے لکھے کہ شاہد اصل شیخ محمود بن ابراہیم بن فلاں معروف بشروانی اور فرع اُس کی شیخ احمد بن اسماعیل بن ابی سعید معروف یغازی سالار شیخ صابر محمد بن محمود الصالح النجری ساکن علی رومی کوچہ ناجیہ مسجد فلاں پھر لکھے کہ اصل دوم شیخ ابوالحسن احمد بن الحسین قزوینی تاجر پھر اس کے نیچے اس کے دو فرع جو اوّل اصل کی گواہی پر گواہ ہیں اور شیخ محمد بن احمد محمد کسائی پھر کاتب اسمائے فرع ثانی کے نیچے اُن کے نام و نسب لکھے اور اصل ثالث شیخ احمد بن محمد حجاج اسکاف معروف باحمد بن خوب اور اس اصل کے واسطے فرع نہ تھی اس واسطے کہ یہ خود گواہی دیتا ہے اور قاضی بخارا نے اس تحریر میں لکھا بعد از انکہ ان گواہوں نے ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا ہے گواہی ادا کی میں نے ان دونوں اصلوں کی گواہی پر ان فروع کی گواہی دینے سے ان دونوں حکمی خطوں کے ثبوت کا حکم دیا اور الفاظ شہادت بر شہادت جو اُن کو پڑھ کر سنائے گئے ہیں یہ ہیں گواہی مید ہم کہ گواہی داد پیش من محمد بن ابراہیم بن فلاں شروانی و ابوالحسن احمد بن الحسین قزوینی چنین گفتند ہر یکے از ایشان کہ گواہی مید ہم کہ این ہر دو نامہ اور ہر دو خطوں کی طرف اشارہ کیا یکے از دو نامہ اور خاص ایک خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی شہر قزوین ست ایں کہ نام و نسب وے و نام و نسب متوب عنہ وے و لقب وے اندرین محضر مذکور ست اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و این نامہ دیگر اور دوسرے خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی رے ست کہ نام و نسب منوب عنہ وے و لقب وے درین محضر مذکور ست اور اس محضر کی طرف اشارہ کیا۔ و این ہر دو مہر اور دونوں مہر کی طرف اشارہ کیا۔ و ہر دو نامہ اور ہر دو خط کی طرف اشارہ کیا۔ این یکے مہر

نائب قاضی قزوین ست اینکہ نام ونسب وی اندرین محضر مذکورست اور مہر ومحضر کی طرف اشارہ کیا واین یکے دیگر مہر نائب قاضی شہر رے ست اینکہ نام ونسب وے اندرین محضر مذکورست اور مہر ومحضر کی طرف اشارہ کیا ومضمون این دو نامہ۔ اور دونوں خطوں کی طرف اشارہ کیا۔ این ست کہ اندرین محضر یاد کردہ شدہ است اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ وآنروز کہ ہر یکے از ایشان ہر دو ایں بنوشتن فرمودند ایں نامہ۔ اور دونوں خطوں کی طرف اشارہ کیا۔ نائب بودند اندریں شہر خویش اندر عمل قضا ازیں منوب[1] عنہ خود کہ نام ونسب وے درین محضر مذکورست اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین منوب عنہ وے نیز قاضی بود اندرین شہر خویش کہ اذن قضاء ونائب کردن نافذ بودو قاضی بودوامروز ہر یکے از ایشان ہمچنیں نائب ست اندر شہر خویش اندر عمل قضاء ہمیں منوب عنہ خود از ان روز کہ نبشتن فرمود این نامہ را۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ تا امروز مرا گواہ گردانید بر گواہی خود بدین ہمہ وبفرمود مرا تا گواہی وہم بر گواہی دے برین ہمہ ومن اکنون گواہی مید ہم بر گواہی دی برہن ہمہ از اوّل تا آخر وہر دو گواہ اصل مرا بگواہی خود برین ہمہ گواہ گردانیدند وامروز از شہر بخارا و نواحی وے غائب اند بغیب مفر وعدل اند۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

خط ☆

حکمی اُسی قاضی کی طرف سے جس نے خود کسی دعویٰ کا فیصلہ کر کے حکم دے کر سجل لکھ دیا۔ بعد تحریر پیشانی خط ودعا کے لکھے کہ فلاں روز میرے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلاں اُس کا نام ہے پس اُس کا نام ونسب وحلیہ[2] بیان کر دے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لایا اُس نے اپنا نام ونسب بیان کیا پس اُس کا نام ونسب وحلیہ تحریر کر دے پھر حاضر آمدہ کا دعویٰ اور اپنا حکم اس محضر پر اور نسخہ سجل اوّل سے آخر تک مع تاریخ تحریر سجل مذکور لکھ کر پھر لکھے کہ یہ مدعی پھر میرے پاس حاضر ہوا اور دعویٰ کیا کہ محکوم (۱) علیہ فلاں اس شہر سے غائب ہو کر فلاں شہر میں مقیم ہے اور وہ اس متدعو یہ چیز کی ملکیت مدعی سے اور حکم قضاء سے منکر ہے اور اس مدعی نے مجھ سے درخواست کی کہ آپ کے نام ادام اللہ تعالیٰ عزکم اس مضمون کا خط لکھوں اور اُس پر گواہ کروں پھر خط کو تمام کر دے۔

نسخہ ☆

دیگر برائے این تحریر۔ یہ صورت ہے کہ سجل کو آخر تحریر میں نقل کر دے پس لکھے کہ اطال اللہ تعالیٰ بقاء القاضی الامام فلاں کہ یہ خط میرا اندرین مضمون ہے کہ میں نے اپنا سجل فلاں کے واسطے مرتب کیا تھا کہ اُس پر فلاں شخص کا حق اس قدر ثابت ہوا ہے اور اس واسطے کہ اُس کے ہاتھ سے اس قدر نکال کر مستحق مذکور کو دے دیا جائے اور اس محکوم علیہ نے بیان کیا کہ اُس نے یہ فلاں شخص سے جو اس نواح میں مقیم ہے اور اس حاضر آمدہ نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ آپ کو ادام اللہ تعالیٰ عزکم آگاہ کر دوں اور خط لکھ دوں۔

نسخہ ☆

دیگر بعد پیشانی لکھنے اور دعا لکھنے کے لکھے کہ میں نے اپنے اس خط میں اپنا سجل جو میں نے فلاں کے واسطے لکھا ہے اور میں نے اس میں فلاں بن فلاں کے واسطے اس امر کا حکم بگواہی گواہان عادل جنھوں نے میری مجلس قضاء میں جیسا کہ سجل سے واضح ہے گواہی دی تھی حکم دیا ہے پیچیدہ کیا ہے بعد از انکہ میری قضا کا حکم اُس میں مثبت و ماضی ہے پھر مجھ سے یہ درخواست کی گئی کہ آپ کے نام ادام اللہ عزکم اس مضمون اور اُس پر گواہی گذرنے کا خط لکھوں پس میں نے درخواست کو منظور کر لیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

---

[1] وہ شخص جس کی طرف سے نائب کیا گیا ۱۲ [2] یعنی خط وخال وقد وقامت وغیرہ جس کے ذریعہ سے دوسرے سے امتیاز حاصل ہو ۱۲

(۱) حاضر آوردہ یعنی مدعا علیہ پر ۱۲ منہ

محضر☆

دعویٰ شفعہ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے دار واقع کوچہ فلاں محلّہ فلاں ازمحلات شہر فلاں خرید کیا اور اس دار کے حدود میں سے ایک حد اس مدعی کے دار سے ملاصق ہے اور حد دوم وسوم و چہارم چنین و چنان ہیں اس مشتری نے اُس کو اُس کے حدود و حقوق و جمیع سرافقہائے داخلہ و خارجہ کے ساتھ بعوض وزن سبعہ کے اس قدر درموں کے خرید کیا اور اس نے اس دار پر قبضہ کرلیا اور وہ اُس کے قبضہ میں ہوگیا اور یہ مدعی حاضر آمدہ اس دار کا شفیع بجوار ہے کہ اس مدعی کا دار مملو کہ اس دار مبیعہ سے ملاصق[1] ہے کہ وہ اس دار مبیعہ کے جوار میں واقع ہے اور اُس کے حدود اربعہ یہ ہیں اور حد ملصق فلاں ہے اور اس حاضر آمدہ کو اس حاضر آوردہ کے یہ دار محدودہ مذکورہ خرید نے کا علم ہوا اور اُس نے آگاہ ہوتے ہی بدون درنگ و تاخیر کے بطلب مواثبہ اُس کا شفعہ طلب کیا پھر یہ شخص مدعی اس حاضر آوردہ کے پاس آیا کیونکہ نیست دار مبیعہ مذکورہ کے یہ حاضر آوردہ قریب تھا او راس سے اپنا حق شفعہ اس دار مذکور میں طلب کیا اور اس پر گواہ کر لئے اور یہ مدعی اس وقت تک اپنی طلب شفعہ پر باقی ہے اور اپنے ساتھ ثمن مذکور حاضر لایا ہے اور اس حاضر آوردہ کو آگاہی ہے کہ یہ مدعی اس دار خرید کردہ شدہ کا شفیع ہے اور اس نے وقت آگاہی کے کہ یہ دار اس حاضر آوردہ نے خریدا ہے بدون درنگ و تاخیر کے فوراً اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اس کے بعد بدون تاخیر کے اس خرید کنندہ کے پاس آیا تھا اور اس کے سامنے اپنے شفعہ لینے پر گواہ کر دیئے تھے پس اس پر واجب ہے کہ یہ ثمن حاضر آوردہ اس شخص مدعی سے لے لے اور یہ دار خرید کردہ اس مدعی کے سپرد کردے پھر اس سے دعویٰ کے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا اور ایسی صورت میں یا تو یہ مدعاعلیہ اس دار محدودہ مذخورہ کو بعوض ثمن مذکور کے خرید کرنے کا اقرار کرے گا یا انکار کرے گا کہ یہ مدعی اس دار سے جس کی اُس نے حد بیان کی ہے اس دار خرید کردہ کا شفیع نہیں ہے یا اس طرح انکار کرے گا کہ جس دار کی اُس نے حد بیان کی جس سے شفعہ کا استحقاق ثابت کرتا ہے وہ اس مدعی کی ملک نہیں ہے اور ایسی صورت میں بعد جواب مدعاعلیہ کے تحریر کرے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور فلاں و فلاں و فلاں ہیں اور قاضی سے ان کی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس قاضی نے اس کی درخواست کو منظور کیا پس بعد دعویٰ مدعی ہذا اور انکار مدعاعلیہ ہذا بعد درخواست طلب شہادت کے ہر ایک گواہ نے ایک نسخہ سے جو اُن کو پڑھ کر سنایا گیا ہے گواہی دی کہ مضمون نسخہ ہذا یہ ہے کہ گواہی میدہم کہ خانہ کہ بفلاں موضع ست حد ہائے وے کذا و کذا چنانکہ این مدعی یاد کردہ است در جوار این خانہ کہ خرید شدہ است ملک این مدعی بود پیش از آنکہ این مدعاعلیہ مر این خانہ را کہ موضع و حدود دے درین محضر یاد کردہ شدہ است بخرید و بر ملک وے ماند تا امروز و امروز این خانہ ملک این مدعی ست پھر اس کے بعد دیکھا جائے کہ اگر مدعاعلیہ اس بات کا مقر ہو کہ مدعی مذکور نے شفعہ کو بطلب مواثبہ و بطلب اشہاد طلب کیا ہے تو اس پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر اس سے منکر ہو تو لکھے کہ وہمین گواہان نیز گواہی دادند کہ این مدعی راچون خبر دادند بخریدن آن مدعاعلیہ مر این خانہ را کہ ایں مدعی دعویٰ شفعہ وے میکند ہمان ساعت طلب شفعہ وے کرد بے تاخیر و درنگ و نزدیک این مشتری آمد کہ این مشتری نزدیک تر بود بوے ازانخانہ کہ خرید شدہ است بے تاخیر و گواہ گردانید مارا روبرے این خرندہ بطلب کروں خویش شفعہ این خانہ کہ حدود دے درین محضر یاد کردہ شدہ است وامروز برہمان طلب ست و وے برحق تر ست باین خانہ کہ خریدن وے اندرین محضر یاد کردہ شدہ است ازخرندہ۔ اور اگر مدعاعلیہ نے اس دار محدودہ کے خرید کرنے سے انکار کیا اور اس کے سوائے مدعی کا بطلب مواثبہ و بطلب اشہاد طلب شفعہ کرنے کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اس مدعی کو حق جوار دار مذکور حاصل ہے تو مدعی کو اُس کے خرید کرنے کی ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی

[1] متصل و ملا ہوا ١٢

پس محضر میں لکھے کہ قاضی نے فلاں مدعا علیہ سے اس امر کو جس کا فلاں مدعی اُس پر دعویٰ کرتا ہے دریافت کیا کہ آیا تو نے دار محدودہ مذکورہ محضر ہذا خرید کر اُس پر قبضہ کیا ہے پس مدعا علیہ مذکور نے خریدنے اور قبضہ کرنے سے موافق دعویٰ مدعی کے انکار کیا پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلاں وفلاں ہیں الی آخرہ پھر بعد دعویٰ اس مدعی اور انکار اس مدعا علیہ کے گواہی طلب کرنے پر ان گواہوں نے یوں گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ فلاں بن فلاں مدعا علیہ بہ جس کو حاضر لایا ہے۔ بجز یداز فلاں بن فلاں خانہ را کہ موضع وحدود دے درین محضر یاد کردہ است بچندین از بہاو این مدعا علیہ مر این خانہ را قبض کرد و امروز در دست وے ست و این مدعی سزاوارتر ست باین خانہ بحکم شفعہ جوار بخانہ کہ ملک این مدعی ست در ہمسائگی این خانہ کہ خرید شدہ است چنانکہ درین محضر یاد کردہ شدہ است اور اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کی دونوں طرح کے طلب شفعہ سے انکار کیا اور اس کے سوائے سب کا اقرار کیا تو محضر میں لکھے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں پس ہر ایک نے گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ این مدعی راچون خبر دادند بجز یدن این مدعا علیہ این خانہ را کہ درین محضر یاد کردہ شدہ است شفعہ طلب کرد مر این خانہ را طلب مواثبہ بے ہیچ درنگ و تاخیر ونزدیک این خرندہ این مدعا علیہ رفت کہ وے نزدیک تر بود بوے بے ہیچ درنگ وتاخیر اے آخرہ اور اگر مدعا علیہ اس وجہ سے شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے کہ مبیع میں اُس کی شرکت ہے تو محضر میں لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ نے فلاں زمین سے اُس کا نصف یعنی منجملہ دوسہام[1] کے ایک سہم مشاع غیر مقسوم خرید کیا ہے اور یہ مدعی جو حاضر آیا ہے اس زمین مبیع کا شفیع ہے بشفعہ شرکت اس واسطے کہ باقی نصف اس زمین محدودہ سے یعنی منجملہ دوسہام کے ایک سہم غیر مقسوم اس مدعی کی ملک وحق ہے۔

سجل ☆

این محضر۔ قاضی فلاں کہتا ہے۔ بدستور تا تحریر حکم لکھے کہ میں نے فلاں بن فلاں اس مدعا علیہ کے روبرو بدرخواست مدعی ہذا تمام اُس امر کا جو میرے نزدیک بگواہی ان گواہوں کے ثابت ہوا کہ اس مدعا علیہ نے دار محدودہ مذکورہ بعوض ثمن مذکور کے خریدا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے اور یہ مدعی اس دار مبیعہ کا بجوار ملاصقہ بطریق مذکورہ محضر ہذا اس کا مشفیع ہے اور اس مدعی نے جب اس کو اس دار محدودہ مذکورہ کے خرید کئے جانے کی خبر دی گئی ہے بطلب مواثبہ بطلب اشہاد اُس کا شفعہ طلب کیا ہے حکم دے دیا اور میں نے حکم قضاء بنام اس مدعی کے بدین مضمون کہ اُس کو حق شفعہ جوار اس دار محدودہ مذکورہ میں جس کی خرید مذکور ہوئی ہے بثمن مذکور حاصل ہے اور میں نے اس مدعی کو حکم دیا کہ یہ ثمن مذکور نقد اس مدعا علیہ کو دے دے اور اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ یہ دار محدودہ اس مدعی کو دے دے اور یہ سب میری طرف سے میری مجلس قضا میں لوگوں کے درمیان ہر دو متخاصمین[2] کے روبرو واقع ہوا الی آخرہ۔

محضر ☆

در دعویٰ مزارعت جاننا چاہئے کہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان کبھی قبل زراعت کے خصومت واقع ہوتی ہے اور کبھی بعد زراعت کے اور اگر قبل زراعت کے خصومت ہو تو خصومت جبھی متوجہ ہو سکتی ہے جب بیج از جانب کاشتکار ٹھہرے ہوں ورنہ اگر بیج از جانب مالک زمین قرار پائے ہوں تو خصومت متوجہ نہ ہوگی اس واسطے کہ ایسی صورت میں مالک زمین کو اختیار ہے کہ عقد مزارعت باقی رکھنے سے انکار کر جائے پھر اگر بیج از جانب کاشتکار ہوں اور اُس نے مزارعت کو ثابت کرنا چاہا تو محضر میں لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو

[1] سہام جمع سہم بمعنی حصہ ۱۲ [2] یعنی مدعی و مدعا علیہ ۱۲

کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے فلاں زمین واقع دیہ فلاں از پرگنہ فلاں (اُس کے حدود بیان کردے) تین سال کے واسطے ایک سال کے واسطے (جیسی دونوں میں شرط ہوئی ہو) از تاریخ فلاں تا تاریخ فلاں بدین شرط مزارعت پر لی ہے کہ اپنے بیجوں اور بیلوں وکارپردازوں سے ربیع وخریف کے غلہ میں سے جو چاہے زراعت کرے اور اُس کو سینچے اور اُس کی پرداخت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس میں پیدا کرے وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور اس عمرو نے یہ اراضی اس کو بمزارعت صحیحہ مجمع شرائط صحت دے دی پھر یہ عمرو یہ اراضی اس زید کو زراعت کرنے کے لئے دینے سے انکار کرتا ہے پس اُس پر واجب ہے کہ بحق مزارعت واقع مذکورہ اُس کے سپرد کردے اور اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا اور اگر کاشتکار کے پاس اُس کی کوئی تحریر پٹہ ہو تو لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جس کو یہ تحریر پٹہ متضمن ہے جس کو وہ پیش کرتا ہے اور عبارت پٹہ یہ ہے۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پس پٹہ اوّل سے آخر تک نقل کردے پھر لکھے اینکہ اس مدعاعلیہ نے یہ زمین اس کو دی اور اُس نے بحصہ مذکورہ پٹہ مزارعت پر لی جیسا کہ اوّل سے آخر تک پٹہ مرقومہ بتاریخ فلاں سے ظاہر ہے۔دعویٰ کیا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اراضی بحق این مزارعت مذکور اس کے سپرد کرے اور اس سے اُس کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا اور اگر بعد زراعت کے نزاع واقع ہو پس اگر غلہ زمین مذکور میں موجود ہو تو محضر میں بطریق اوّل اس قول تک لکھے کہ بطریق مزارعت صحیحہ مجتمعہ شرائط صحت اُس کو دے دی۔پھر لکھے کہ اُس نے گیہوں مثلاً اس میں بوئے اور اپنے بیجوں اور بیل وکارپردازوں سی کھیتی تیار کی اور امروز یہ کھیتی اس اراضی میں لگی کھڑی ہے اور بیان کردے کہ اُس میں بالین آ گئی ہیں یا ہنوز وہ خالی درخت ہیں جیسا حال ہو لکھ دے اور یہ سب ان دونوں کے درمیان بشرط مذکورہ مزارعت نصفا نصف ہے اور یہ عمرو اس کاشتکار کو ناحق اُس میں کام کرنے اور حفاظت کرنے سے منع کرتا ہے پس اُس پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کر کے کھیتی تیار لائق کاٹنے کے ہونے تک تعرض نہ کرے یہاں تک کہ بعد کاٹ لینے کے وہ اپنا حصہ اُس میں سے اپنے واسطے وصول کر لے پھر مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔اگر کھیتی تیار ہو کر کاٹ لی گئی ہو تو جھگڑا پیداوار میں ہوگا پس محضر میں جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے لیکن اس صورت میں یہ نہ لکھے کہ یہ کھیتی امروز اس اراضی میں لگی کھڑی ہے بلکہ یہ لکھے کہ اس کاشتکار نے اپنے بیجوں و بیلوں و آدمیوں سے اُس میں زراعت کی اور پیداوار تیار ہو کر کاٹ لی گئی اور وہ دونوں کے درمیان موافق شرط مذکورۂ مزارعت کے نصفا نصف مشترک ہے اور یہ عمرو اُس کو اُس کے حصہ سے جو اس قدر ہے ناحق مانع ہوتا ہے پھر جواب دعویٰ مانگا اور اس سے دریافت کیا گیا۔

سجل ☆

این دعویٰ۔اگر زراعت سے پہلے نزاع واقع ہوا ہو تو لکھے کہ قاضی فلاں کہتا ہے تا موضع تحریر حکم بدستور سابق تحریر کرے پھر حکم کی جگہ اس طرح لکھے کہ میرے نزدیک ان گواہوں کی گواہی سے جن کی تعدیل ثابت ہو گئی وہ سب بات جس کی اُنہوں نے گواہی دی ہے کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو سے یہ اراضی محدودہ مذکورہ بمزارعت صحیحہ لی ہے اور اس عمرو نے اس کو یہ اراضی مذکورہ محدودہ بمزارعت صحیحہ بر شرائط مذکورہ بر حصہ مذکورہ دی ہے ثابت ہو گئی ہے پس میں نے ہر دو متخاصمین کے روبرو ان دونوں کے درمیان اس مزارعت مذکورہ کے بر شرائط مذکورہ واقع ہونے کا بدرخواست مدعی ہذا حکم مبرم دے دیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ یہ اراضی مذکورہ اس مدعی کے سپرد کردے پس سجل کو تمام کردے۔اور اگر کھیتی کاٹے جانے کے بعد دونوں میں نزاع واقع ہوا ہو تو موضع حکم میں تحریر کرے کہ میں نے بدرخواست مدعی ہذا روبرو فلاں بن فلاں مدعا علیہ کے اُس پر تمام اُس صورت میں سے جو میرے نزدیک ان گواہوں کی گواہی سے جن کی تعدیل ثابت ہو گئی کہ چنین و چنان واقع ہوا ہے حکم مبرم دے دیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ اس مدعی کا حصہ اور یہ

نصف پیداوار اراضی مذکورہ ہے بحکم مزارعت مذکورہ بر شرائط مذکورہ کے اُس کو دے دے پھر سجل کو تمام کرے اور اگر قبل زراعت کے مالک زمین نے مزارعت کا دعویٰ کیا اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہیں اور اُس کو عقد مزارعت ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو محضر میں لکھے کہ اور یہ شخص جس کو ساتھ لایا ہے کہ اس اراضی میں کام کرنے سے جس پر عقد مزارعت واقع ہوا ہے انکار کرتا ہے اور اگر بعد کھیتی کاٹے جانے کے عقد مزارعت[1] کا دعویٰ کرتا ہے اور غلہ خارج ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں اس کا دعویٰ پیداوار حاصلہ میں ہوگا پس محضر میں لکھے کہ اور یہ شخص جس کو ساتھ لایا ہے اس کو اس کے حصہ پیداوار دینے سے انکار کرتا ہے۔

محضر ☆

در اثبات اجارہ[2]۔ زید نے اپنی اراضی عمرو کو کچھ مدت معلومہ کے واسطے باجرت معلومہ اجارہ پر دی تا کہ اس مدت میں اس اراضی میں گیہوں و جو وغیرہ جو اُس کی رائے میں آئے زراعت کرے اور اراضی مذکورہ مستاجر کو دے دی پھر مدت مذکورہ گذرنے سے پہلے زید مذکور نے اس اراضی مذکورہ پر اپنا قبضہ کر لیا اور عمرو کو عقد اجارہ ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی پس اگر اجارہ کے واسطے کوئی تحریر ہو کہ عمرو نے اُس کو اجارہ لینے کے وقت اپنی حجت کے واسطے لکھوا کر گواہ کرا لئے ہوں تو محضر میں لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اُس عمرو نے اس زید پر تمام اُس مضمون کا جس کو تحریر اجارہ متضمن ہے دعویٰ کیا جس کی عبارت یہ ہے پس اوّل سے آخر تک اس تحریر کو نقل کر کے بعد فراغت کے لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر تمام اُن امور کا جس کو تحریر اجارہ منقولہ محضر ہذا متضمن ہے کہ اس زید نے اس عمرو کو اراضی مذکورہ جس کے حدود مقام اس تحریر اجارہ میں جو اس محضر میں منقول ہے مذکور ہیں بمدت معلومہ بکر اور معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ پر دی اور اراضی مذکورہ کی بابت باہم تسلیم و تسلیم ہو گیا چنانچہ اس سب کا اس اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کے اوّل سے آخر تک سے اُس کی تاریخ مورخہ کے روز واقع ہونا واضح ہے پھر اس زید نے مدت اجارہ گذرنے سے پہلے بدون کسی فسخ کے جوان کے درمیان جاری ہوا ہو ناحق اس اراضی محدودہ پر اپنا قبضہ کیا پس اُس پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس اراضی سے کوتاہ کر کے اس مستاجر[3] کے سپرد کر دے تا کہ اس سے براہ زراعت تمام مدت مقررہ تک نفع حاصل کرے پھر اس سے اُس کا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پس اس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے جواب دیا۔

سجل ☆

این دعویٰ۔ شروع سے موافق طریق سابق کے تا تحریر ثبوت لکھے پھر لکھے کہ میرے نزدیک اس عمرو کا اس زید سے یہ زمین محدودہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا بمدت معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ لینا اور پھر اس زید کا اسی اراضی محدودہ مذکورہ پر قبل مدت اجارہ گذرنے کے بدون کسی فسخ کے جوان دونوں کے درمیان جاری ہوا ہو ناحق قبضہ کر لینا ثابت ہوا پس میں نے حکم دیا کہ یہ سب ثابت ہوا کہ اس عمرو نے الی آخرہ اور قاضی اس طرح نہ لکھے گا کہ میں نے حکم دیا کہ تمام اُس کا جو میں نے لکھا ہے بلکہ میں نے حکم دیا تمام اُس کا جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے اور اگر عقد اجارہ کے واسطے کوئی تحریر نہ ہو تو محضر میں لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ نے تمام اراضی جو اس کی ملک فلاں گاؤں فلاں پرگنہ میں واقع ہے اور اُس کے حدود اربعہ بیان کر دے اس عمرو کو ایک سال یا دو سال یا تین سال کے واسطے فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک باجارہ صحیحہ اجارہ پر دی تا کہ اُس میں جو کچھ اُس کی رائے میں آئے خریف یا ربیع کے غلہ سے زراعت کرے اور اس عمرو نے یہ اراضی محدودہ بشرط مذکور باجارہ صحیحہ اس سے اجارہ پر لی۔ پس آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے اور اجارہ طویلہ مرسومہ بخارا کی صورت میں اگر تسلیم و تسلیم واقع ہو مگر

---

[1] زمین کو بٹائی پر دینا ۱۲ [2] جس کو ہمارے عرف میں ٹھیکہ بولتے ہیں ۱۲ [3] اجارہ لینے والے شخص کو بولتے ہیں ۱۲

پھر مدت گذرنے سے پہلے بدون فسخ باہمی کے اجارہ دہندہ نے اُس پر اپنا قبضہ کیا اور متاجر کو اثبات اجارہ کی ضرورت ہوئی تو بھی محضر اسی طور سے تحریر کرے جیسا ہم نے بیان کیا ہے اور اگر امام اجارہ میں اجارہ دہندہ کے حضور[1] میں متاجر کے فسخ کرنے سے اجارہ طویلہ فسخ ہوا اور متاجر نے اجارہ دہندہ سے باقی حال اجارہ واپس دینے کا مطالبہ کیا اور موجر نے اجارہ واقع ہونے سے انکار کیا اور متاجر کو اُس کے اثبات کی ضرورت ہوئی پس اگر متاجر[1] کے پاس اجارہ کی تحریر ہو تو محضر میں اس تحریر کا حوالہ دینے کو جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے پھر اس کرایہ نامہ کو لکھ کر لکھے اس عمرو مدعی نے اس زید پر جس کو حاضر لایا ہے تمام اُس مضمون کا جس کو تحریر اجارہ متضمن ہے ازینکہ اجارہ دینار واجار لینا بشرائط مذکورہ تحریر ہذا و تعجیل اجرت و تعجل آن و تسلیم معقود علیہ و تسلم آن و ضمان درک چنانچہ نامہ منقولہ محضر ہذا سے اوّل سے آخر تک ظاہر ہے دعویٰ کیا اور اس متاجر نے اس عقد مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کو ایام اجارہ میں درحالت اپنے اختیار کے بحضوری اجارہ دہندہ مذکور کے بفسخ صحیح فسخ کیا اور اس اجرت مذکورہ اجارہ نامہ سے اتنی مدت تک کی اجرت جو زمانہ فسخ تک گذری ہے جاتی رہی پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہے کہ اس اجارہ فسخ شدہ کی میعاد باقی کے مقابلہ میں جس قدر اُجرت باقی ہے وہ اس حاضر آمدہ کو واپس دے اور محضر کو بدستور تمام کر دے۔

سجل ☆

این محضر شروع سے تا تحریر ثبوت موافق رسم مذکورہ سابقہ کے تحریر کرے پھر لکھے کہ میرے نزدیک فلاں شخص کی یہ تمام زمین محدودہ مذکورۂ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا واسطے مدت مذکور کے بعوض مال مذکور کے بشرائط مذکورہ محضر نامہ ہذا اجارہ لینا اور تعجیل اجرت[2] و تعجل آن و تسلیم معقود علیہ تسلم[3] آن واس متاجر کا جو حاضر ہوا ہے ایام اجارہ میں بحضوری موجر اس اجارہ مذکورہ کا فسخ کرنا سب ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس موجر پر واجب ہوا کہ باقی مال اجارہ اس متاجر کو واپس دے اور یہ اس قدر مال ہے پھر لکھے اور حکم کیا میں نے تمام ان باتوں کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہیں اور یہ بجائے اس عبارت کے کہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے یعنی بجائے ذکر کے ثبوت لکھے اور اگر اجارہ مذکورہ بسبب موت موجر کے فسخ ہو گیا ہو تو محضر کو وارثان موجر پر اُسی طرح لکھے جس طرح موجر پر لکھتا تھا درصورتیکہ وہ زندہ تھا اور اس سے اس قدر زیادہ کرے اور یہ اجارہ بسبب موت فلاں موجر کے فسخ ہو گیا اور وقت اجارہ سے تا وقت موت اس موجر کی اجرت مذکورہ محضر ہذا میں سے اس قدر جاتی رہی اور اس قدر باقی رہی اور یہ بقیہ مال اجارہ ترکہ اس موجر متوفی پر قبضہ ہو گیا پھر محضر کو بطریق سابق تمام کر دے۔

سجل

اس محضر کا اسی طرح ہے۔ جیسا ہم نے پہلے بیان کیا ہے لیکن اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ اس موجر کی وفات اور اس کی موت سے اس اجارہ کا ٹوٹ جانا اور وارث موجر پر متاجر کو باقی اُجرت معجلہ[2] جو اس قدر ہے واپس دینا واجب ہونا زیادہ بیان کرے اور اگر متاجر مر گیا اور موجر زندہ ہے لیکن وہ اجارہ واقع ہونے کا منکر ہے اور وارثان متاجر کو اثبات اجارہ اور اُس کے فسخ کی ضرورت ہوئی تو محضر کو اسی طور سے تحریر کرے جیسا ہم نے بیان کیا ہے لیکن اس قدر زیادہ کرے کہ یہ اجارہ بسبب موت فلاں متاجر کے فسخ ہو گیا اور اُس نے وارثوں میں اپنا یہ بیٹا جو حاضر آیا ہے چھوڑا اور اس اجرت مذکور میں سے وقت اجارہ سے تا موت متاجر فلاں جو مدت گذری اس قدر کی اُتنی اجرت جاتی رہی اور باقی مال اجارہ مفسوخہ اس متاجر متوفی کی میراث اُس کے اس وارث کے واسطے رہا اور

---

[1] اجارہ لینے والے شخص کو بولتے ہیں ۱۲ [2] یعنی جو تعجیل (۱) یعنی اس کی دانست میں ۱۲ (۲) یعنی اجارہ دہندی کا فی الحال وصول پانا ۱۲
(۳) قبضہ متاجر ۱۲

اس موجر کواس کا علم ہے پس اس پر واجب ہے کہ باقی مال اجارہ مفسوخہ اس وارث مذکور کو دے دے اور محضر کوتمام کر دے۔

محضر☆

دراثبات رجوع از ہبہ۔ محضر میں لکھے کہ زید حاضر آیا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال بہ ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور اس عمرو سے اس زید نے یہ مال مجلس ہبہ میں بقبضہ صحیحہ قبضہ کرلیا اور یہ مال موہوب اس عمرو کے پاس قائم ہے نہ اس کے قبضہ میں کم ہوا ہے اور نہ زیادہ ہوا ہے اور نہ کسی طرح متغیر ہوا ہے اور اس عمرو نے اس زید کو اس ہبہ کے مقابلہ میں کوئی چیز عوض نہیں دی ہے پھر اس زید نے اس ہبہ مذکورہ سے رجوع کیا اور اس عمرو سے بسبب رجوع کرنے کے مطالبہ کیا کہ اس زید کو سپرد کر دے اور جواب مانگا۔

سجل☆

این محضر۔ مقام ثبوت میں لکھے کہ مجھے ان گواہوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال بہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو نے اُس سے یہ مال مجلس ہبہ میں بقبضہ صحیحہ قبضہ کرلیا اور اس زید نے پھر اپنے ہبہ مذکورہ سے رجوع کرلیا بنابرآنکہ گواہوں نے گواہی دی ہے پس میں نے اُس کے اس ہبہ سے رجوع کرنے کی صحت کا حکم دیا اور ہبہ فسخ کر دیا اور اس مال ہبہ کو قدیم ملک اس واہب میں عود کر دیا اور اس موہوب لہ کو حکم دیا کہ یہ مال موہوب اُس کے واہب کو دے دے اور سجل کو بدستور تمام کر دے۔

محضر☆

دراثبات منع رجوع از ہبہ۔ اس عمرو نے اس زید کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا اور بات یہ ہے کہ اس زید نے اس عمرو پر پہلے دعویٰ کیا تھا کہ میں نے اُس کو یہ مال ہبہ کیا تھا الیٰ آخرہ پھر میں نے اُس ہبہ سے رجوع کرلیا پس یہ عمرو اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کرتا ہے کہ یہ مال موہوب[1] اس عمرو کے پاس بزیادتی متصلہ زائد ہو گیا ہے اور اس کا رجوع کرنا ممنوع ہو گیا اور محضر کو تمام کر دے۔

محضر☆

دراثبات رہن۔ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو کو اس قدر کپڑے اُن کی صفت بیان کر دے بعوض اس قدر دینار قرضہ واجب کے بر ہن صحیح رہن دیئے ہیں اور اس عمرو نے یہ کپڑے جن کا ذکر ہوا ہے اس زید سے بعوض اس قدر دیناروں مذکورہ کے بطور صحیح رہن لئے ہیں اور اس زید کے اُس کو سپرد کرنے سے اُن پر قبضہ صحیح کرلیا ہے اور آج کے روز یہ کپڑے مذکور اس عمرو کے پاس رہن ہیں اور یہ زید اب اس دینار ہائے مذکورہ کو حاضر لایا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ ان دیناروں کو وصول کر کے یہ مال مرہون اس زید کے سپرد کرے پس اپنے دعویٰ کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔

محضر☆

دراثبات استصناع[2]۔ صورت استصناع یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو لوہا یا تانبا دے تاکہ اُس کے واسطے برتن ڈھال دے یا اُس کے مثل کوئی اور چیز ڈھالنے کے واسطے دے پس اگر وہ چیز اس کے شرط کے موافق ڈھالی تو صانع کو دینے سے انکار کا اختیار نہ ہوگا اور نہ مستصنع کو جس نے ڈھالنے کے واسطے دیا ہے قبول سے انکار کا اختیار ہوگا اور اگر شرط کے برخلاف ہوا تو مستصنع کو اختیار ہوگا چاہے اپنے لوہے کے مثل اُس سے لوہا تاوان لے اور وہ لوہا اُس صانع کا ہو جائے گا اور اُس کو مزدوری کچھ نہ ملے گی اور چاہے برتن

[1] ہبہ کردہ شدہ ۱۲ [2] کاریگر کو جنس دے کر اُس کی کوئی چیز بنوانا ۱۲

لے کر صانع کو اُس کے کام کا اجر المثل دے دے جو مقدار مسمی[1] سے زائد نہ ہوگا۔ پس اگر اُس نے شرط کے موافق ڈھالا مگر دینے سے انکار کیا تو محضر میں لکھے کہ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اُس کو اس قدر لوہا اس صفت کا برتن اس قدر اُجرت پر بنانے کو دیا تھا اور اُس کو اجرت دے دی تھی اور اس نے اس لوہے سے موافق شرط کے برتن ڈھالا مگر وہ اس کو یہ برتن دینے سے انکار کرتا ہے پس اُس پر واجب ہے کہ اس زید کو یہ برتن دے دے پس اس کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے فارسی میں جواب دیا اور اگر صانع نے شرط میں خلاف کیا اور مستصنع نے چاہا کہ اُس سے اپنے لوہے کے مثل لوہا تاوان لے تو لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اُس کو اس قدر تانبا اس صفت کا ایسی صفت کا برتن اس اُجرت پر ڈھالنے کے واسطے دیا تھا اور اُس کو اُجرت دے دی تھی پس اس نے خلاف شرط مقررہ کے ڈھالا پس یہ زید اس سے راضی نہ ہوا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس زید کو اُس کے تانبے اور اُجرت کے مثل جن کی مقدار و صفت بیان کر دی گئی ہو واپس دے پس اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دریافت کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط۔

خط ☆

حکمی در دعویٰ عقار۔ اگر دعویٰ عقار کی بابت واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے خط حکمی کی درخواست کی تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ اوّل آنکہ عقار مذکور شہر مدعی میں واقع ہوا اور مدعا علیہ دوسرے شہر میں ہو اور ایسی صورت میں قاضی اُس کو خط لکھ دے گا اور جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہنچے گا تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے مدعا علیہ یا اس کے وکیل کو مدعی کے ساتھ روانہ کرے تاکہ قاضی کاتب اُس پر ڈگری کر کے مدعی کو عقار مذکور سپرد کرا دے اور چاہے خود حکم دے دے کہ حجت موجود ہے اور سجل لکھ دے اور فیصلہ تحریر کر کے اُس پر گواہ کر کے مدعی کو دے دے لیکن عقار مذکور سپرد نہ کرے گا اس واسطے کہ وہ اس کی ولایت میں کرانے پر قادر نہ ہوگا مگر سپرد کرانے پر قادر نہ ہونا سپرد کرانے ہی سے مانع ہے حکم دینے سے مانع نہیں ہے اسی واسطے فرمایا کہ مدعی کے نام عقار کی ڈگری کر دے گا مگر اُس کے سپرد نہ کرے گا اور جب مدعی حکم قبضہ قاضی مکتوب الیہ کو قاضی کاتب کے پاس جا کر اُس کے اس قبضہ پر گواہ قائم کرے گا تو قاضی کاتب اس گواہی کو قبول نہ کرے گا اس واسطے کہ اُس کو تنفیذ قضاء کی ضرورت ہے اور تنفیذ قضا کے ہے پس شخص غائب پر جائز نہ ہوگی اسی طرح دار مذکور بھی مدعی مذکور کے سپرد نہ کرے گا اس واسطے کہ دار سپرد کرنا قضا ہے پس غائب پر جائز نہ ہوگا لیکن قاضی مکتوب الیہ کو چاہئے کہ جب اُس نے مدعی کے واسطے ڈگری کر کے اُس کے واسطے سجل لکھ دیا تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین بھیجے کہ وہ مدعی کو دار مذکور کو سپرد کر دے اور اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ قاضی کاتب کو ایک خط لکھے گا اُس میں اُس کو آگاہ کرے گا کہ اُس کا خط مکتوب الیہ کو پہنچا اور مدعی کے حضور میں مدعا علیہ و مدعی کے درمیان یہ ماجرا واقع ہوا اور میں نے مدعی مذکور کے نام اس عقار کا مدعا علیہ پر حکم دیا اور مدعا علیہ کو حکم کیا کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین روانہ کرے تاکہ وہ مدعی کو دار مذکور سپرد کر دے اور اُس نے اس بات سے انکار کیا پھر لکھے کہ یہ امر تیرے اوپر ہے اور مدعی نے مجھ سے درخواست کی کہ میں تجھ کو خط لکھوں اور اُس میں آگاہ کروں کہ میں نے اس مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دار متدعویہ کا حکم دلایا ہے تاکہ تو یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کر دے پس تو اس کی کاروائی اللہ تعالیٰ کے واسطے کر دے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور مجھ پر سب پر رحم کرے اور عقار مذکورہ محدودہ خط ہذا اس مدعی فلاں بن فلاں رسانندہ خط ہذا کو سپرد کر دے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہنچے گا تو وہ مدعا علیہ کے قبضہ سے دار مذکور نکال کر مدعی کے سپرد کرے گا دوم آنکہ عقار متدعویہ شہر مدعی کے سوائے دوسری جگہ ہو اور اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ عقار ایسے شہر میں ہو جہاں مدعا علیہ ہے اور ایسی صورت میں بھی قاضی وہاں کے قاضی کو خط لکھے گا اور جب مکتوب[2] الیہ کو خط پہنچے گا اور اُس

[1] یعنی جو قیمت بیان کر دی ۱۲ [2] وہ شخص جس کی جانب خط لکھا گیا ۱۲

نے مدعی کے واسطے حکم دے دیا تو مدعا علیہ کو حکم دے گا کہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے اور اگر اُس نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی مذکور خود سپرد کر دے گا اس واسطے کہ دار مذکور اُس کی ولایت میں واقع ہے اور اگر عقار مذکور کسی دوسری جگہ جہاں مدعا علیہ نہیں ہے واقع ہو تو بھی قاضی ایسے قاضی کو خط لکھے گا جہاں مدعا علیہ موجود ہے پھر مکتوب الیہ کو اختیار ہوگا چاہے مدعا علیہ یا اس کے وکیل کو مدعی کے ساتھ ایسے قاضی کے پاس روانہ کرے جہاں وہ دار واقع ہے اور اُس کو خط لکھ دے تا کہ وہ مدعی کے واسطے مدعا علیہ کے روبرو دار مذکور کا حکم دے دے اور چاہے مدعی کے واسطے حکم دے کر اُس کو سجل لکھ دے لیکن عقار مذکور اُس کے سپرد نہ کرے گا جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے کیونکہ عقار مذکور اُس کی ولایت میں نہیں ہے۔

خط ☆

حکمی در بارۂ غلام گریختہ بنا بر قول ایسے امام کے جو اُس کو روا فرماتا ہے اگر ایک شخص بخاری کا غلام سمرقند کو بھاگ گیا وہاں کسی سمرقندی نے اُس کو گرفتار کیا اور اُس کے مولیٰ کو خبر دی گئی اور مولیٰ کے گواہ سمرقند میں نہیں ہیں بلکہ بخارا میں موجود ہیں پس مولیٰ نے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ جس امر کی گواہی مولیٰ کے گواہ اُس کے سامنے دیتے ہیں اُس کو خط میں لکھ دے تو قاضی اُس کی درخواست کو منظور کرے گا اور اُس کے واسطے ایک خط بنام قاضی سمرقند لکھ دے گا جیسا کہ ہم نے قرضوں کی صورت میں بیان کیا ہے مگر یوں لکھے گا کہ میرے سامنے فلاں وفلاں نے گواہی دی کہ غلام سندھی جس کا نام فلاں ہے اور اُس کا حلیہ ایسا ہے اور قد وقامت ایسا ہے ملک اس فلاں مدعی کی ہے اور وہ سمرقند کو بھاگ گیا ہے اور آج کے روز وہ سمرقند میں فلاں کے قبضہ میں ناحق ہے اور اپنے خط پر ایسے دو گواہوں کو گواہ کر دے جو بجانب سمرقند شخص ہوں اور اُن دونوں کو مضمون خط سے آگاہ کر دے گا تا کہ قاضی سمرقند کے سامنے خط اور اُس کے مضمون کی گواہی دیں پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہنچے تو غلام کو معہ اُس کے قابض کے حاضر کرا دے تا کہ دونوں گواہ اس خط کی اور اس کے مضمون کی گواہی دیں کہ ایسی گواہی بالاجماع قبول ہو پھر جب قاضی نے اُن کی گواہی قبول کی اور ان کی عدالت اُس کے نزدیک ثابت ہوگئی تو خط کو کھولے گا پس اگر اُس نے غلام مذکور کے حلیہ کو اُس کے برخلاف پایا جیسا کہ گواہوں نے قاضی کاتب کے سامنے گواہی دی ہے تو جب کہ ظاہر ہوا کہ یہ غلام اس کے سوائے دوسرا ہے جو خط میں مذکور ہے تو خط کو واپس کر دے گا اور اگر اُس کے موافق ہو تو خط کو قبول کرے گا اور غلام مذکور اس مدعی کو دے دے گا بدون اس کے کہ اُس کے نام ڈگری کرے اس واسطے کہ گواہوں نے غلام کی موجودگی میں گواہی نہیں دی ہے اور مدعی سے نفس غلام کے واسطے کوئی کفیل لے لے گا اور غلام کی گردن میں ایک رانگ کی انگوٹھی ڈال دے گا تا کہ راہ میں کوئی اس غلام سے تعرض نہ کرے کہ اس نے یہ غلام چرایا ہے اور قاضی بخارا کو اس حال کا خط لکھ دے اور اپنے ضمن خط پر اور مہر پر دو گواہ کر دے پھر جب خط مذکور قاضی کو پہنچے گا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ خط قاضی سمرقند کا ور اس کی مہر ہے تو مدعی کو حکم کرے گا اُن گواہوں کو حاضر کرے جنہوں نے پہلے اُس کے روبرو گواہی دی تھی پس یہ لوگ غلام کی موجودگی میں گواہی دیں گے کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہے اور جب انہوں نے ایسی گواہی دی تو پھر قاضی بخارا کیا کرے گا پس اس میں امام ابو یوسف سے مختلف روایات ہیں بعض روایت میں یہ ہے کہ قاضی بخارا اس مدعی کے نام اس غلام کی ڈگری نہ کرے گا اس واسطے کہ خصم[1] غائب ہے لیکن دوسرا خط قاضی سمرقند کے نام لکھے گا اور جو کچھ ماجرا اُس کے نزدیک پیش آیا ہے تحریر کر کے مضمون خط اور مہر ردو گواہ کر کے مدعی کو خط غلام سمیت سمرقند بھیج دے گا تا کہ قاضی سمرقند بحاضری مدعا علیہ اس مدعی کے نام حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہنچے گا اور گواہ لوگ مضمون خط وخط ومہر کی گواہی دیں گے اور گواہوں کی عدالت ظاہر ہو جائے گی تو مدعی کے واسطے بحضور مدعا علیہ

[1] یعنی مدعا علیہ ۱۲

کے غلام کی ملکیت کا حکم دے گا اور کفیل مدعی کو بری کر دے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ قاضی بخارا بنام مدعی ملکیت غلام کا حکم دے دے گا اور قاضی سمرقند کو لکھ دے گا کہ کفیل مدعی کو بری کرے اور جس روایت کے موافق امام ابو یوسفؒ نے باندیوں کی صورت میں خط حکمی قاضی جائز رکھا ہے اُس کی صورت بھی ایسی ہے جیسی ہم نے غلام کی صورت میں بیان کر دی ہے فرق اتنا ہے کہ اگر مدعی مرد ثقہ مامون نہ ہوتو قاضی اس باندی متدعویہ کو اُس کے حوالہ نہ کرے گا بلکہ مدعی کو حکم دے گا کہ ایک مرد ثقہ مامون جس کی عقل و دین پر اعتماد ہو حاضر لائے جس کے ساتھ اس باندی کو بھیجے اس واسطے کہ باب الفروج [1] میں احتیاط واجب ہے۔

رسوم ☆

قضاۃ و حکام اور باب تقلید [2] اوقاف لکھے کہ قاضی کورہ بخارا و نواح ان جو اس کورہ کے لوگوں میں نافذ القضاء از جانب خاقان فلاں ہے۔ کہتا ہے کہ شہر بخارا کے محلّہ فلاں کوچہ فلاں کی مسجد فلاں کے لوگوں میں سے ایک جماعت نے جو اسمی فلاں و فلاں و فلاں ہیں سب نے باتفاق یہ پسند کیا کہ اس مسجد کے واسطے جو چیزیں وقف ہیں اُس کی درستی کار فلاں بن فلاں الفلانی کے ذمہ ہو اور وہی متولی رہے کیونکہ ان لوگوں نے اُس کا مرد صالح امانت دار ہونا اور تصرفات میں اچھی حال سے بکفایت چلنا معلوم کیا ہے پس میں نے اُس کے اختیار و پسند کرنے کو رواں کر کے اُن کے اس پسندیدہ آدمی کو متولی مقرر کر دیا کہ یہ اُس کا قیم[۱] ہے تا کہ اُس کی حفاظت و نگہداشت و ضائع ہونے سے بچانے اور اُس کے حاصلات کو برعایت شرائط وقف کنندہ اُس کے مصارف میں خرچ کرنے کے کاموں میں اچھی طرح مستعد رہے اور میں نے اُس کو اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور ادائے امانت اور غدر و منکرات ناجائز سے و خیانت خفیہ و علانیہ سے دور رہنے کی وصیت کر دی اور میں نے اُس کے پاس مال وقف کے حاصلات سے دے دیا یا وہ چھوڑ دیا یعنی اختیار دیا کہ فی دہائی ایک لے لے تا کہ اُس کو اس کام میں مدد ملتی رہے اور میں نے اس کو اس کام کے واسطے مقرر کیا پس اُس نے میری طرف سے شرائط حفاظت تقرری قبول کئے اور میں نے اُس کے لئے حجت ہونے کے واسطے اس تولیہ نامہ لکھنے کا حکم دیا اور اہل علم و عدالت جو لوگ میرے پاس حاضر تھے اُن کو اُس پر گواہ کر دیا پھر قاضی مذکور اس تحریر کے صدر پر توقیع معروف لکھ دے اور آخر میں لکھے کہ فلاں بن فلاں کہتا ہے کہ یہ سب میری طرف سے میرے پاس جاری ہوا ہے اور میں نے توقیع پیشانی پر لکھی ہے اور یہ سطریں آخر میں میرے خط سے ہیں۔

سوال

قاضی بجانب بعض حکام نواحی[۲] در بارہ اختیار متولی اوقاف۔ اللہ تعالیٰ فلاں کا مددگار رہے میرے پاس پیش کیا گیا کہ جو مالہائے وقف تمہارے گاؤں کی مسجد کے واسطے ہیں وہ متولی سے خالی ہیں اُن کا کوئی متولی نہیں ہے کہ اُن کی پرداخت کرے اور حاصلات جمع کر کے اُس کو مصارف میں خرچ کرے اور ضائع ہونے سے بچائے پس میں نے بدین غرض تجھ کو لکھا کہ کوئی متولی جو اچھی طرح کام دے سکتا ہے صاحب عفت و امانت اور کاموں میں اچھی چال سے بکفایت چلتا ہو اور تقویٰ و دیانت میں نیک ہو پسند کر کے میرے اس خط کی پشت پر شرح جواب لکھے تا کہ میں اُس پر واقف ہو کر جس کو قیم ہونے کے لئے پسند کیا ہے اُسکو قیم مقرر کر دوں بعون اللہ تعالیٰ۔

جواب

خط از مکتوب الیہ بشیخ القاضی الامام ادام اللہ تعالیٰ ایامہ آپ کا خط پہنچا اور میں نے اُس کو پڑھا اور اس کے مضمون سے واقف

---

[۱] کار پرداز و نگران کار ۱۲ [۲] نواحی جمع ناحیہ بمعنی اطراف و جوانب ۱۲

(۱) یعنی فرج کے مقدمہ میں کہ زنا سے بچانا چاہئے ۱۲ (۲) یعنی مال وقف کا کسی کو متولی کرنا ۱۲

ہوا اور آپ کے حکم کی تعمیل میں کہ کوئی قیم اپنے گاؤں کی مسجد کے واسطے پسند کریں میں نے اور میرے گاؤں کے مشائخ نے اپنے گاؤں کی مسجد کے اوقاف کے متولی و قیم ہونے کے واسطے فلاں بن فلاں کو پسند کیا کیونکہ ہم لوگ اُس کی پرہیز گاری و دیانت و عفت سے واقف ہیں اور ہم نے اُس کے واسطے اس وقف کی حاصلات سے وہ یا زیادہ چھوڑ دیا تا کہ اُس کے واسطے کار وقف میں مصروف ہونے میں مدد ملتی رہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست شکر گذار ہوں۔

تقلید ☆

وصایت قاضی فلاں کہتا ہے کہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا کہ فلاں مر گیا اور ایک پسر نابالغ چھوڑا اور کسی کو اس صغیر کے کام کی درستی کے واسطے وصی نہیں کیا حالانکہ اس صغیر کے واسطے کوئی شخص ضرور ہے جو اُس کے کاموں کی درستی کرے اور اس کا ایک چچا فلاں شخص ہے اور وہ مرد دیندار پرہیز گار کاموں میں بکفایت و چلن چلتا ہے پس میں نے اُس کے حال کی جستجو کی تو مجھے فلاں و فلاں و فلاں ایک جماعت نے خبر دی کہ یہ شخص دینداری و پرہیز گاری و امانت داری میں مشہور ہے اور نیک چال سے خرچ کرنے و بکفایت انجام دینے میں معروف ہے پس میں نے اس مرد مذکور کو اسباب صغیر کا قیم مقرر کیا کہ اُس کے اسباب و تمام اموال کی اچھی طرح حفاظت کرے و پرداخت کرے اور ضائع ہونے سے بچائے اور جو اسباب اُس کا کرایہ پر چلانے کے لائق ہے اُس کو کرایہ پر چلائے اور اُس کی حاصلات وصول کرے اور حفاظت سے رکھے اور جو اُس کے مصارف کی صورتیں ہیں اور صغیر مذکور کے ضروری حاجات کھانے و پینے ولباس میں بدون بخل یا اسراف کے خرچ کرے اور میں نے اُس کو اس معاملہ میں خفیہ وعلانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور ادائے امانت و پرہیز از غدر و خیانت کی وصیت کی اور میں نے اُس کے واسطے صغیر مذکور کے مال واسباب کی حاصلات سے وہ یا زیادہ چھوڑ دیا کہ خود لے لیا کرے تا کہ اُس کے واسطے کام میں مدد ملتی رہے اور میں نے اُس کو اس صغیر کے ہر ایک عقار محدودہ کی بیع سے بدون استطلاع صاحب رائے کے منع کر دیا اور میں نے اُس کو اس سب کے شرط وقایت تقلید کے اور اس تحریر وصایت نامہ لکھنے کا حکم دیا کہ اُس کے واسطے حجت رہے اور اپنے پاس کے حاضرین ثقات کو گواہ کر دیا اور یہ واقعہ فلاں تاریخ واقع ہوا۔

خط ☆

بجانب بعض حکام نواح برائے قسمت ترکہ و پسندیدگی وصی برائے وارث صغیر یہ میرا خط بجانب شیخ فقیہ حاکم فلاں الی آخرہ اطال اللہ تعالیٰ بقاؤہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا کہ فلاں گاؤں کا فلاں شخص وہیں مر گیا اور وارثوں میں ایک نابالغ چھوڑا ہے جس کا نام فلاں ہے اور ایک دختر بالغہ مسماۃ فلانہ چھوڑی اور بہت مال طرح طرح کا چھوڑا ہے اور یہ دختر بالغہ اس تمام مال پر محیط ہو کر اُس کو تلف کرتی ہے اور ضروری ہے کہ اس صغیر کا حصہ الگ کر کے اس دختر بالغہ مذکور کے ہاتھ سے نکال لیا جائے پس میں تم کو اس معاملہ میں لکھتا ہوں کہ تمام ترکہ محدودات غیر منقولات[1] کو اور منقولات وحیوانات کو تحریر کرو اور جو شخص وہاں اُس کو جانتا ہو اُس سے تفحص حال کر کے سب لکھو اور تمام ترکہ اس صغیر اور اس کبیرہ کے درمیان دونوں کے حصہ کے موافق ہر ایک کو تقسیم کر دو اور اس تقسیم میں عدل وانصاف کو کام فرماؤ اور ایک شخص وصی کرنے کے واسطے جو پرہیز گار صاحب عفت وصایت و دیانت و کفایت و ہدایت ہو پسند کر کے تحریر ترکہ کے ساتھ میرے پاس بھیج دیا تا کہ میں اُس صغیر کے واسطے وصی مقرر کر دوں اور تقسیم کو نافذ کر دوں اور حصہ صغیر اُس کے سپرد کر دوں اور مجھے امید ہے کہ تم کو اس کام کے انجام دینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق حاصل ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ کذا فی الذخیرہ۔

[1] جس کا دوسری جگہ ہونا غیر ممکن ہو ۱۲

خط☆

درباب تقرری حکام دردیہات۔ قاضی فلاں کہتا ہے کہ ہرگاہ میرے نزدیک یہ بات ظاہر ہوئی کہ فلاں بن فلاں مرد صالح اور باوجود ادراک حقائق احکام وعلم حلال وحرام سب کاموں میں یہ شخص صاحب صیانت وسداد ودیانت وکفایت [1] وہدایت ہے تو میں نے اُس کو فلاں نواح میں حکم مقرر کیا کہ جن دو آدمیوں میں خصومت ونزاع ہو اُن کی باہمی رضامندی سے بطریق مصالحت اُن دونوں کے بیچ میں درمیانی تصفیہ کرنے والا ہو جائے بعد ازانکہ اس واقعہ میں اچھی طرح تامل کرے اور یہ نہ کرے کہ کسی شریف کی اُس کی شرافت کی وجہ سے حمایت کرے یا کسی ضعیف پر اُس کے ضعیف کی وجہ سے ظلم کرے اور میں نے اُس کو یہ حکم نہیں کیا کہ کسی حادثہ میں گواہ سنے اور کسی صورت میں کسی کے واسطے کسی پر حکم قضا جاری کرے اور جب خصومات کا تبراضی فیصلہ کرنا اُس سے ناممکن ہو تو مدعی ومدعا علیہ کو مجلس حکم میں بھیج دے اور میں نے اُس کو حکم کیا کہ جن عورتوں کے شوہر نہیں ہیں اور وہ نکاح وعدت سے خالی ہیں اور ان کا ولی نہیں ہے اُن کو اُن کے ہمسروں کے ساتھ اُن کے مہر مثل پر بیاہ دے مگر خوب احتیاط کے ساتھ کرے اور میں نے اُس کو حکم کیا کہ مالہائے وقفی ومالہائے یتیمان کے واسطے قیم ایسا پسند کرے جس کی پرہیز گاری وثقاہت پر اتفاق ہو اور وہ ان کو انجام دے سکتا ہو اور اختیار کرے اور میں نے اُس کو حکم کیا کہ ہر حال میں پوشیدہ وظاہر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور اس سے ڈرے اور اُس کے احکام کو بجالائے اور اس کے منہیات سے دور رہے پس میں نے اُس سے یہ عہد لیا ہے اور جو شخص اس تحریر کو پڑھے یا اس کو پڑھ کر سنائی جائے اُس کو چاہئے کہ اس شخص کا حق وحرمت پہچانے اور جو کچھ اُس کو تفویض کیا گیا ہے اُس میں خوض نہ کرے اور اپنے آپ کو ملامت سے دور رکھے واللہ الموفق للصواب۔

خط☆

درتزویج۔ بعد دعا کے لکھے کہ شیخ فقیہ فلاں ابدہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں کو فلاں شخص نے خطبہ کیا کہ اُس کو حرہ بالغہ عاقلہ خالیہ از نکاح وعدت پایا اور یہ خطبہ کرنے والا اُس کا کفو ہے پس اگر اُس کا کوئی ولی حاضر یا ولی غائب جس کے آ جانے کا انتظار ہو نہ ہو تو برضامندی مسماۃ مذکورہ کے اس فلاں کے ساتھ گواہوں کے سامنے اس قدر مہر پر نکاح کر دے اور اگر وہ مسماۃ صغیرہ ہو مگر ایسی ہے کہ مردوں کے لائق ہو گئی پس اگر اُس کا کوئی ولی حاضر یا ولی غائب جس کے حاضر ہونے کا انتظار ہو نہ ہو تو خط اس طور سے تحریر کرے جیسا ہم نے بیان کیا ہے اور لکھے کہ اگر تو اس مسماۃ کو ایسی پائے کہ شوہر کے گھر بھیجنے کے لائق ہو گئی ہے اور اس کا کوئی ولی حاضر یا غائب جس کے حضور کا انتظار ہو نہ ہو اور اس فلاں مرد کے ساتھ اس مسماۃ مذکورہ کا نکاح کرنا تیری رائے میں صلحت معلوم ہو تو اس مسماۃ کو اس مرد کے ساتھ برمہر معلوم یا برمہر مثل بیاہ دے اور جس قدر مہر کے معجّل [ا] لے لینے کی رسم ہے اُس قدر مہر میں سے بطور تعجیل لے کر اُس کو اس کے شوہر کے سپرد کر دے اور شوہر سے بقیہ مہر کا وثاقت نامہ لکھوا کر اُس پر گواہی کرا دے۔

خط☆

قاضی بجانب نواح کے کسی حکم کے جو مدعی ومدعا علیہ کے درمیان میں حکم ہوا ہے۔ فلاں بن فلاں بن فلاں نے میرے پاس مرافعیہ کیا اور اُس کا دعویٰ فلاں بن فلاں بن فلاں پر ہے اور وہ اُس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کرتا ہے اور اس کو اس کا حق نہیں دیتا ہے اور اس کے ساتھ مجلس حکم میں حاضر نہیں ہوتا ہے اور اہلکاران سلطانی سے مل کر اپنا بچاؤ کرتا ہے پس میں اس مقدمہ میں تجھ کو لکھتا ہوں

ا یعنی فی الفور۱۲ (۱) ہر کام میں ہوشیار ہے وہ بکفایت انجام دیتا ہے۱۲

کہ دونوں کو جمع کر کے دعویٰ مدعی و جواب مدعا علیہ سن کر دونوں کے درمیان برضامندی حکم ہو کر دونوں کا فیصلہ کر دے پس اگر اصلاح ہو جائے تو خیر ورنہ دونوں کو میری مجلس حکم میں بھیج دے تا کہ حکم دے کر دونوں میں فیصلہ کر دوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

خط☆

قاضی بجانب حاکم دیہ برائے ایکہ زمین کو متوقف رکھے اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ زمین پر دعویٰ کیا اور صحت دعویٰ کے گواہ قائم کئے اور قاضی ہنوز ان گواہوں کی عدالت دریافت کرنے میں مشغول ہے پس مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ حاکم دیہ کو تحریر فرمائے کہ زمین متدعویہ جو اُس گاؤں میں ہے اُس میں کسی طرح کا تصرف زیادتی یا کمی کا نہ ہونے دے تو قاضی لکھے گا۔ بدین صورت کہ پیشانی موافق رسم کے لکھ کر اُس کے بعد لکھے گا کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں پر ملکیت اراضی کا جو ایک چہار دیواری کا باغ انگور مع عمارت مبینہ اور اس قدر جریب زمین ہے جو فلاں موضع کی زمین فلاں جانب جس کے حدود اربعہ یہ ہیں دعویٰ کیا کہ یہ زمین مذکور مدعی کی ملک ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں بغیر حق ہے اور اس پر گواہ قائم کئے ہیں اور ہنوز مجھے گواہوں کا حال معلوم نہیں ہوا ہے پس اس مدعی نے مجھ سے درخواست کی کہ تجھ کو تحریر کروں کہ یہ اراضی متنازعہا[1] کو مدعا علیہ کے قبضہ میں متوقف رکھے کہ اُس کے غلہ میں وہ کچھ کمی یا زیادتی کسی طرح کا تصرف نہ کرے بلکہ اس کے قبضہ میں موقوف رہے یہاں تک کہ گواہوں کا حال ظاہر ہو پس اگر مدعا علیہ مذکور اس حکم پر مان جائے تو خیر ورنہ مجھے جواب سے آگاہ کر بعون اللہ تعالیٰ۔

غائب پر قرضہ لینے کی اجازت دینے کی تحریر☆

لکھے کہ قاضی امام فلاں فرماتا ہے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں قریشی نے میرے پاس مرافعہ کیا کہ اُس کا شوہر فلاں بن فلاں کورۂ بخارا اور اُس کے نواح سے غائب ہے اور اس مسماۃ کو بدون روٹی کپڑے کے ضائع چھوڑ گیا ہے اور یہ مسماۃ اس نان نفقہ کے واسطے مضطر ہے حالانکہ فی الحال دونوں میں نکاح قائم ہے اور وہ اپنے ساتھ اپنے پڑوسیوں میں سے فلاں وفلاں وفلاں کو لائی ان کے نام ونسب تحریر کر دے پس ان لوگوں نے مجھے خبر دی کہ اوّل سے آخر تک سب حال ایسا ہی ہے جیسا اس نے دعویٰ کیا ہے پس اس مسماۃ نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کا نفقہ و کپڑا معین کر کے اُس کو اجازت دے دوں کہ اس غائب مذکور پر قرضہ لے پس میں نے اس کی درخواست منظور کر کے اس مسماۃ کو اجازت دی کہ اس تاریخ سے اپنے نان نفقہ کے واسطے ماہواری اس قدر درم اس غائب پر قرضہ لے اور اپنے کپڑے کے واسطے ہر شش ماہی اس قدر درم اس غائب پر قرضہ لے یہاں تک کہ یہ غائب مذکور حاضر آئے اور جو کچھ اس مسماۃ نے اُس پر قرضہ لیا ہے وہ ادا کر دے اور یہ مسماۃ اس تعیین پر راضی ہو گئی اور میں نے اس تحریر کا اس مسماۃ کے واسطے حکم دیا تا کہ اس معاملہ میں حجت رہے اور اپنی مجلس کے ثقہ لوگوں کو اس پر گواہ کر دیا۔

عورت کے نفقہ قرض کرنے کی تحریر☆

ایک عورت اپنے شوہر سے نفقہ طلب کرتی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ وہ اِس کو نفقہ نہیں دیتا ہے اور اُس نے قاضی سے درخواست کی کہ اُس کا نفقہ قرض کر دے تو لکھے کہ قاضی فلاں کہتا ہے کہ میرے پاس مسماۃ فلانہ بنت فلاں نے مرافعہ کیا کہ اُس کا شوہر اُس کو نفقہ نہیں دیتا ہے اور مجھ سے اُس نے التماس کیا کہ اُس کا نفقہ مقرر کر دوں پس میں نے اُس کی درخواست منظور کر کے اس کے شوہر پر اُس کے نان نفقہ کے واسطے اس تاریخ سے ماہواری اس قدر درم اور اُس کے کپڑے کے بدلے ششماہی اس قدر درم مقرر کر

[1] یعنی جس میں باہمی جھگڑا ہو ۱۲

دیئے اور شوہر مذکور پر لازم کر دیا کہ اُس کو برابر جاری رکھے تا کہ وہ اپنی تن پروری کر سکے اور یہ مسماۃ مذکورہ اس تقدیر (۱) پر راضی ہوئی اور میں نے اس تحریر کا حکم دیا۔ یا لکھے کہ قاضی فلاں نے فلاں بن فلاں پر اُس کی زوجہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں کا نان نفقہ ماہواری اس قدر درم اس تاریخ سے اور اس کا کپڑا الی آخرہ۔ اور قاضی مذکور اس تحریر کی پیشانی پر اپنی توقیع لکھے اور آخر میں لکھ دے کہ یہ تحریر میری طرف سے میرے حکم سے لکھی گئی اور تقدیر نان و جامہ جو اس میں مذکور ہے میری طرف سے ہے کذا فی المحیط۔

تحریر ☆

مستورہ بجانب تعدیل کنندہ دریافت احوال گواہان۔ قاضی ایک ٹکڑے کاغذ پر بعد تسمہ (۲) کے لکھے کہ اللہ تعالیٰ فقیہ کی مدد کرے درمعاملہ دریافت احوال چند نفر گواہوں کے جنہوں نے میرے پاس فلاں روز فلاں بن فلاں کے واسطے فلاں بن فلاں پر اُس کے اس دعویٰ کی گواہی دی ہے اور دعویٰ کو لکھ دے پھر لکھے کہ میں ان گواہوں کے نام اپنے خفیہ خط ہذا کے آخر میں مفصل تحریر کرتا ہوں تا کہ اُن کا احوال دریافت کر کے مجھ کو آگاہ کرو جو کچھ تمہارے نزدیک ان کا احوال اور معاملہ عدالت ظاہر ہوتا کہ میں اُس پر واقف ہوں اور اُسی پر کارروائی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ پھر گواہوں کے نام فلاں بن فلاں اور اُس کا حلیہ کہ ایسا ایسا ہے اور اُس کا مقام تجارت کہ فلاں بازار ہے اور اُس کا مصلی کہ فلاں مسجد ہے سب لکھ دے۔

جواب از جانب تعدیل کنندہ ☆

تعدیل کنندہ کو چاہئے کہ اُن کے تین درجہ کرے اعلیٰ درجہ جائز الشہادۃ باعدل شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا کہ فقد عدل کہنے پر اکتفا نہ کرے بلکہ عادل مقبول الشہادۃ کہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ آدمی عادل ہو مگر مقبول الشہادت نہ ہو اس واسطے کہ عدالت یہ ہے کہ آدمی اُن باتوں سے پرہیز رکھے جن کو کرنے سے وہ اپنے دین میں ضرر و حرام جانتا ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک شخص ایسا ہو مگر اُس کی گواہی قبول نہ ہو بایں طور کہ اُس کو حد قذف[1] ماری گئی ہو پھر توبہ کر کے ایسا ہو گیا ہو اور وجہ دوم مستور اور مستور وہ فاسق ہے اور ثقہ وہ ہے جس کی گواہی مقبول نہ ہو نہ اس وجہ سے کہ وہ فاسق ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اُس میں مثل غفلت و نسیان وغیرہ کے مانند کوئی امر ہے اور قاضیوں میں سے بعض دو ثقہ کو بجائے ایک عادل کے قرار دیتے ہیں ایسا ہی شیخ حاکم سمرقندی نے ذکر کیا ہے اور مستور ہمارے مشائخ کے عرف میں اس کو کہتے ہیں جس کا حال معلوم نہ ہو نہ متدین معلوم ہو اور نہ فاسق معلوم ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔

محاضر و سجلات ☆

جو کسی خلل کی وجہ سے رد کر دیے گئے۔ ایک محضر پیش ہوا جس میں ایک شخص نے جو زعم کرتا ہے کہ وہ صغیر کا اُس کے باپ کی طرف سے وصی ہے اس صغیر کے واسطے قرضہ کا دوسرے شخص پر دعویٰ کیا ہے پس یہ محضر رد کر دیا گیا ہے بدیں وجہ کہ محضر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ اس صغیر کے واسطے قرضہ کس وجہ سے ہے حالانکہ اس کا بیان کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ اگر قرضہ موروثی ہو اور میت کا اس صغیر کے سوائے دوسرا وارث ہو تو یہ قرضہ صغیر کے واسطے جبھی ہوگا جب تقسیم جاری ہو اور قرضہ کی تقسیم باطل ہے اور گواہوں نے اپنی گواہی میں باپ کے مرنے اور اس مدعی کو وصی کرنے کی گواہی نہیں دی حالانکہ یہ بھی ضروری ہے۔

محضر ☆

دعویٰ عقار برائے صغیر باجازت حکمی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پس اس زید نے اس عمرو پر

---

[1] یعنی پاک دامن کو تہمت زنا لگانے کی حد ماری گئی ۱۲ (۱) یعنی یہ مقدار مقرر کرنے پر ۱۲ (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۲

باجازت حکمی یہ دعویٰ کیا کہ جو دار اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے جس کے حدود چنین و چنان ہیں ملک فلاں صغیر کی ہے۔ بدین سبب کہ یہ دار اس صغیر کے والد فلاں شخص کا تھا جس کا نام محضر میں مذکور ہے اُس نے اپنے سے اس صغیر کے واسطے جس کا نام محضر میں مذکور ہے اس صغیر کے مال سے ولایت پدری بہ ثمن معلوم جو مثل قیمت دار مذکور ہے خرید کیا تھا اور آج کے روز یہ دار محدودہ اس صغیر کی ملک ہے اُسی سبب سے جو ذکر کیا گیا ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں بغیر حق ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس حاضر آمدہ کو سپرد کر دے تا کہ اس صغیر مذکورہ محضر ہذا کے واسطے قبضہ کر لے پس یہ محضر رد کر دیا گیا بدین سبب کہ اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اجازت حکمی اس قاضی کی طرف سے اُس کو حاصل ہوئی یا کسی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے وہ برتقدیریکہ اُس کو اجازت حکمی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے تو ضروری ہے کہ اجازت حکمی اس قاضی کے نزدیک ثابت کرے تا کہ اُس کی خصومت کی سماعت کرے اور بدیں وجہ کہ محضر میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس مدعی کو اجازت قبضہ کرنے کی بھی حاصل ہے اس میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ اُس نے باجازت حکمی دعویٰ کیا اور اس میں احتمال ہے کہ شاید اس کو دعویٰ و خصومت کی اجازت ہو قبضہ کی اجازت نہ ہو پس اگر اُس کو قبضہ کی اجازت حاصل نہ ہو گی تو اُس کو حق قبضہ امام زفرؒ کے نزدیک حاصل نہ ہو گا اس واسطے کہ جس کو دعویٰ و خصومت کی اجازت ہو وہ بمنزلۂ وکیل خصومت کے ہے اور وکیل خصومت کو امام زفرؒ کے نزدیک قبضہ کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور اُسی پر فتویٰ ہے پس ضروری ہے کہ یہ ذکر کرے کہ اس کو قبضہ کی اجازت حاصل ہے یا ایسا امر ذکر کرے جس سے اُس کا وصی ہونا ثابت ہو کیونکہ وصی ہونے سے اختیار قبضہ کرنے کا ثابت ہو جاتا ہے اور بدین وجہ کہ اُس نے محضر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ ثمن مذکور وقت عقد کے بھی اس دار کی قیمت کے مثل تھا حالانکہ اس عقد کے صحیح ہونے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ وقت عقد کے ثمن مذکور اُس کی قیمت کے مثل ہو کذا فی المحیط۔

محضر☆

ورنیکہ جورو کا وارث شوہر پر میراث کا دعویٰ کرنا اور وارث کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس عورت نے اپنے تمام حصہ میراث سے اور تمام دعویٰ و خصومات سے صلح کر لی ہے اور بدل صلح پر قبضہ کر لیا ہے۔ پس محضر اس وجہ سے رد کر دیا گیا کہ محضر میں ترکہ کا بیان نہیں ہے اور جائز ہے کہ ترکہ میں قرضہ ہو اور اس تقدیر پر صلح جائز نہ ہو گی الّا اس صورت میں کہ صلح میں قرضہ کا استثناء کر دیا ہو اور اگر ترکہ میں قرضہ نہ ہو تو احتمال ہے کہ شاید ترکہ میں جنس بدل صلح سے نقد مال اس قدر ہو کہ بدل صلح میں جو نقد اس عورت کو ملا ہے وہ میراث کے اُس کے نقدی حصہ کے برابر یا زیادہ ہو اور ایسی صورت میں بسبب ربوا ہونے کے صلح جائز نہ ہو گی۔ اور اگر ترکہ میں جنس بدل صلح سے نہ ہو تو جائز ہے کہ اُس میں خلاف بدل صلح کے نقد ہو اور ایسی صورت میں مجلس بدل صلح پر قبضہ شرط ہو گا۔ اور فقیہ ابو جعفرؒ فرماتے تھے کہ ایسی صلح جائز ہے اور فرماتے تھے کہ جائز ہے کہ ترکہ میں قرضہ نہ ہو اور جائز ہے کہ ترکہ میں جنس بدل صلح سے نہ ہو اور اگر ہو تو جائز ہے کہ اس عورت کا حصہ میراث مثل بدل صلح کے یا کم نہ ہو بلکہ زائد ہو اور جائز ہے کہ ترکہ میں کوئی چیز نقد سے نہ ہو پس جو کچھ ذکر کیا ہے یہ سب وہم ہے اور وہم سے ابطال[1] صلح نہیں ہو سکتا یہ فصول استروشنی و محیط میں ہے۔

محضر☆

دعویٰ تجہیل ودیعت☆۔ ابراہیم حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس ابراہیم نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس عمرو کے باپ فلاں کو ایک تھیلی بیر بمہر جس پر لکھا تھا کہ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ بِضَاعَةٌ ابراہیم الحاجی ودیعت دی تھی اور اس میں پانچ عدد لعل بدخشانی تھے جس میں ہر ایک کا وزن سات درم اور ہر ایک کی قیمت اس قدر تھی اور اس عمرو کے باپ فلاں نے مجھ سے لے کر بقبضہ

[1] مترجم کہتا ہے کہ وہم کے ساتھ صلح کا باطل کرنا ممکن نہیں ہے اور یہاں متحمل ہے کہ صلح صحیح نہ ہو تو وہم کے ساتھ صلح کا باطل کرنا کیونکر ہو سکتا ہے ۱۲

☆ ودیعت: حفاظت کے لیے امانت رکھنا۔

صحیح اپنے قبضہ میں کر لی تھی اور وہ قبل مجھے واپس کرنے کے مر گیا اور تجہیل کے ساتھ بدون بیان کرنے کے مراد ہے پس اُس ودیعت کی سب قیمت مذکورہ اُس کے ترکہ پر قرضہ ہوئی اور گواہوں نے اس کی گواہی دی۔ پس یہ محضر بایں وجہ رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں اور نیز گواہوں نے اپنی گواہی میں یہ بیان نہ کیا کہ تجہیل کے روز ان چیزوں کی کیا قیمت تھی بلکہ فقط دینے کے روز کی قیمت بیان کی ہے حالانکہ ایسی صورت میں واجب اُس قیمت کا بیان کرنا ہوتا ہے جو تجہیل کے روز ہو اس واسطے کہ ایسی صورت میں سبب ضمان یہی تجہیل ہے پس روز تجہیل کی قیمت کا لحاظ کیا جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم میں کہتا ہوں کہ امام محمد نے کفالۃ الاصل میں ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کو مال عین ودیعت دیا اور مستودع نے اُس سے انکار کیا اور وہ مستودع کے پاس تلف ہو گیا پھر مودع نے ودیعت دینے کے اور روز انکار کی قیمت کے گواہ قائم کئے تو مستودع پر روز انکار کی قیمت کی ڈگری کی جائے گی اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم روز انکار کی اس کی قیمت نہیں جانتے ہیں مگر ودیعت دینے کے روز کی قیمت جانتے ہیں کہ وہ اس قدر تھی تو قاضی مستودع پر بحکم ایداع قبضہ کرنے کے روز کی قیمت کی ڈگری کرے گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مستودع پر ضمان واجب ہونے کا سبب درصورت انکار ودیعت کے انکار ہے بشرطیکہ روز انکار کی ودیعت کی قیمت معلوم ہو اور اگر روز انکار کی قیمت معلوم نہ ہو اور روز ایداع کی قیمت معلوم ہو تو سبب ضمان اس کے حق میں بحکم ایداع قبضہ کرتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ضمان مستودع پر بسبب انکار و قبضہ سابق کے واجب ہوتی ہے کیونکہ اگر مثلاً وہ ودیعت سے انکار کر جائے اور کہے کہ میرے پاس تیری ودیعت کچھ نہیں ہے اور بات یہی ہو جیسی وہ کہتا ہے بایں طور کہ اُس نے قبضہ نہ کیا ہو تو ضمان واجب نہ ہو گی (باوجودیکہ انکار پایا گیا) اور اگر اس نے قبضہ کیا ہو اور انکار نہ کیا تو بھی ضمان واجب نہ ہو گی اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کر دی ہے لیکن ان دونوں سببوں میں سے انکار بحسب وجود پیچھے ہے پس ضمان تا امکان اُسی پر ڈالی جائے گی پس جب گواہوں نے روز انکار کی قیمت کی گواہی دی تو ضمان اُس پر ڈالنا ممکن ہوا پس ہم نے مستودع کے حق میں سبب ضمان یہی انکار قرار دیا اور اُس پر روز انکار کی قیمت واجب کر دی اور جب گواہوں نے روز انکار کی قیمت کی گواہی نہ دی بلکہ روز ایداع کی قیمت کی گواہی دی تو انکار پر ضمان کا احالہ کرنا متعذر ہو گیا پس ہم نے اُس کو قبضہ سابق پر احالہ کیا اور سبب ضمان اُس کے حق میں قبضہ سابقہ قرار دیا اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم اُس کی قیمت بالکل نہیں جانتے ہیں نہ قیمت روز انکار اور نہ قیمت روز ایداع۔ تو مستودع مذکور پر اُس کی قدر قیمت کی ڈگری کی جائے گی جس قدر وہ روز انکار کے قیمت خود بیان کرے جیسا کہ غاصب کی صورت میں ہوتا ہے کہ اگر مال مغصوب غاصب کے پاس تلف ہو گیا اور اُس کی روز غصب کی قیمت معلوم نہ ہوئی تو اُس پر اُسی قیمت کا حکم دیا جائے گا جس کا خود بروز غصب ہونے کا اقرار کرے پس بقیاس اس مسئلہ کے مسئلہ تجہیل میں یوں کہنا چاہئے کہ اگر گواہوں نے روز تجہیل کے قیمت بضاعت کی گواہی نہ دی بلکہ جس روز اُس نے بضاعت دی ہے اُس روز کی قیمت کی گواہی دی تو اس روز ابداع کی قیمت کی ڈگری کی جائے گی اور اگر گواہوں نے بالکل اُس کی قیمت جاننے کی گواہی نہ دی تو بروز ابداع[1] جس قدر قیمت ہونے کا خود اقرار کرے اس قدر کی ڈگری کی جائے گی اور یہی صحیح ہے۔

سجل ☆

ایسا پیش ہوا جس میں آخر میں حکم کے وقت یوں نہیں لکھا کہ میں نے اس حکم کو اپنی مجلس قضا کورۂ فلاں میں صادر کیا ہے یعنی

[1] مترجم کہتا ہے کہ ماتن نے کہا کہ یہ جبھی ممکن ہے کہ میّت زندہ ہو حالانکہ وہ زندہ نہیں ہے مگر آنکہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے اور میں کہتا ہوں کہ ایضاع اس مقام کی جانب اشارہ ہے قولہ الابداع اس صورت میں ایداع مذکور ہے نہ ابضاع اور بحسب سیاق آسانی فہم کے واسطے اس کی قیمت گذر چکی ۱۲

کورہ کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تو یہ سجل اس وجہ سے رد کر دیا گیا کہ نفاذ قضا کے واسطے ظاہر الروایۃ کے موافق شہر ہونا شرط ہے۔اس طعن کے دفع کرنے والوں نے فرمایا کہ کیا یہ بات موجود نہیں ہے کہ اُس نے ابتدائی سجل میں لکھا ہے کہ میری مجلس قضاء واقع کورہ فلاں میں حاضر ہوا پس اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ پہلے دعویٰ کی حکایت ہے اور یہ جائز ہے کہ دعویٰ شہر میں واقع ہوا اور حکم قضا شہر سے خارج صادر ہو پس ذکر حکم وقضا کے وقت شہر کا ذکر کرنا ضروری ہے تا کہ یہ احتمال جاتا رہے لیکن میرے نزدیک یہ طعن فاسد ہے اس واسطے کہ روایت نوادر کے موافق نفاذ قضا کے واسطے شہر شرط نہیں ہے پس اگر قاضی نے شہر سے باہر کسی امر کا حکم نافذ کیا تو اُس کی قضاء ایک صورت مجتہد فیہ میں واقع ہوئی اور صورت مجتہد فیہ میں جو حکم قضاء واقع ہو وہ بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہے پس سجل صحیح ہوگا اور اتفاقی ہو جائے گا۔

سجل ☆

ایک قاضی کے پاس ایک سجل آیا جس نے اُس کے آخر میں لکھا تھا کہ فلاں قاضی کہتا ہے کہ یہ سجل میری طرف سے میرے حکم سے لکھا گیا ہے اور اس کا مضمون میرا حکم ہے کہ چنین و چنان پس مشائخ نے اُس پر مواخذہ کیا اور کہا کہ اُس کا یہ کہنا کہ اس کا مضمون میرا حکم ہے خطا ہے اس واسطے کہ مضمون سجل میں تحریر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و مکاتب دعویٰ مدعی و انکار مدعا علیہ و شہادت گواہان ہے اور ان سب میں کوئی حکم قاضی نہیں ہے اور حکم قاضی صرف بعض مضمون سجل ہے پس یوں لکھنا چاہئے کہ اس کے مضمون میں میرا حکم ہے یا یوں لکھے کہ جو حکم اس میں مذکور ہے وہ میرا حکم ہے یوں لکھے کہ اس میں جو قضاء مذکور ہے وہ میری قضا ہے جس کو میں نے ایسی حجت کی وجہ سے جو میرے نزدیک واضح ہوئی ہے نافذ کیا ہے۔

محضر ☆

بدین مضمون وارد ہوا کہ راس المال شرکت کے دینار ہائے مکیہ کا دعویٰ کیا ہے۔صورت اُس کی یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس زید نے اس عمرو کے ساتھ بشرکت حنان بدین شرط اشتراک کیا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا راس المال اس قدر عدالی اس ضرب کے ہوں و بدین شرط کہ ہر ایک دونوں میں تنہا سے اور خیر دونوں مل کر متاع و قماش میں سے جو رائے آئے اُس کو خرید و فروخت کریں اور دونوں اپنا اپنا راس المال حاضر لائے اور دونوں نے اُس کو مخلوط کر کے اس عمرو کے قبضہ میں رکھا پھر اس عمرو نے کل راس المال عدالیات سے ایسے اس قدر تھان خریدے پھر اُن کو بعوض اس قدر دینار ہائے مکیہ موزونہ بوزن مکہ کے فروخت کیا پس اس پر واجب ہے کہ ان دینار ہائے مکیہ سے اس زید کا حصہ جو اس قدر ہوا ادا کرے اس لئے کہ یہ بعینہٖ اس کے پاس موجود ہیں اور اُس سے اس کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔پس یہ محضر بدیں علت رد کر دیا گیا کہ دعویٰ مذکورہ دینار ہائے مکیہ میں واقع ہوا ہے اس واسطے کہ ثمن کرابیس میں دعویٰ واقع ہوا ہے اور ثمن کرابیس یعنی دینار ہائے مکیہ مال منقولہ ہے اور مال منقولہ پر دعویٰ و گواہی درحالیکہ وہ سامنے موجود نہ ہو غیر مسموع ہوتا ہے۔اقول رد ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اس علت کی وجہ سے محضر کا رد کرنا جائز نہیں ہے اس واسطے کہ مال منقول میں اُس کا حاضر و سامنے موجود ہونا اسی واسطے مشروط ہوتا ہے کہ اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے اور دیناروں کے مانند چیز میں اشارہ [1] ناممکن ہے اس واسطے کہ بعض دینار [2] بعض دینار سے مشابہ ہوتے ہیں کہ جن میں فصل و تمیز ممکن [3] نہیں ہو سکتی ہے۔پھر واضح ہوا کہ ایسا عقد امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک موافق مشہور قول اُن دونوں اماموں کے شرکت نہ ہوگا اس واسطے کہ عدالی جو ہمارے زمانہ میں ہیں وہ بمنزلہ فلوس کے ہیں اور ان دونوں اماموں کے مشہور قول کے موافق فلوس

(۱) یعنی بے فائدہ ہے۱۲ (۲) یعنی تاہم ایک دوسرے مشابہ ہوتے ہیں۱۲ (۳) پس اشارہ کرنے سے یہی دینار ملتے نہیں ممکن ہے۱۲

عقد شریک کا راس المال نہیں ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد دیکھا جائے کہ اگر دراہم عدالیہ دینے والے نے اپنے شریک سے عدالیات دینے کے روز یہ کہا ہو کہ اُن کے عوض پے در پے خرید و فروخت کر تو جب شریک نے بعوض عدالیات کے تھان خریدے اور اُن کو دینار ہائے مکیہ کے عوض فروخت کیا پھر دینار ہائے مکی کے عوض کوئی چیز خریدی اور پھر اُس کو فروخت کیا اسی طرح پے در پے خرید و فروخت کی تو سب معاملات بیع نافذ ہوں گے اور جو چیز ہر بار خریدی ہے وہ دونوں میں ہر بار مشترک ہوگی اور ثمن مع نفع ہر بار اسی طرح مشترک ہوگا اس واسطے کہ یہ تصرفات از جانب شریک اگرچہ دینے والے پر بحکم شرکت نافذ نہ ہوں گے کیونکہ شرکت صحیح نہیں ہوئی ہے لیکن بحکم وکالت نافذ ہوں گے کہ اُس نے حکم دیا ہے اور اگر دینے والے نے اپنے شریک سے فقط یہ کہا کہ ان عدالیات کے عوض خرید کر و فروخت کر اور یہ نہ کہا کہ پے در پے خرید و فروخت کر پھر اُس نے ان عدالیات کے عوض تھان خریدے اور پھر اُن کو فروخت کر دیا تو وکالت تمام ہو جائے گی اور شریک پر واجب ہوگا کہ ان دینار ہائے مکیہ میں سے دینے والے کو بقدر اُس کے حصہ راس المال کے مع حصہ نفع کو دے دے اور اگر اس کے بعد اُس نے کوئی چیز خریدی تو اپنے وارث کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر اُس نے دینار ہائے مکیہ میں س سے اس کا ثمن ادا کیا تو دینار ہائے مکیہ میں سے حصہ دہندہ مذکور کا غاصب ہوگا پس اُس کے حصہ کے قدر ضامن ہوگا۔

محضر☆

جس میں تہائی مال کی وصیت کا دعویٰ ہے۔ زید حاضر آمدہ نے عمرو حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو کے باپ نے اس حاضر آمدہ کے واسطے اپنے تمام مال سے تہائی کی وصیت کی تھی اور یہ وصیت اپنی صحت و ثبات عقل کی حالت میں وصیت صحیحہ کی تھی اور اس زید نے بعد موت اس عمرو کے باپ کی اُس کی اس وصیت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا تھا پس بحکم اس وصیت کے اس عمرو کے باپ کے تمام ترکہ کی تہائی اس زید کے واسطے ہوگئی اور اس عمرو کے باپ کے ترکہ میں اس عمرو کے پاس چنین و چنان مال ہے بس بحکم وصیت مذکورہ اس عمرو پر واجب ہے کہ اس قدر اس زید کہ دے دے تا کہ وہ اپنے واسطے اُس پر قبضہ کر لے۔ پس یہ محضر اس وجہ سے رد کر دیا گیا کہ اس میں یہ نہیں لکھا ہے کہ اُس نے بہمہ وجوہ اپنے نفاذ تصرفات کی حالت میں وصیت کی ہے بلکہ فقط یہ مذکور ہے کہ اُس نے اپنی حیات و صحت و ثبات عقل کی حالت میں وصیت کی ہے حالانکہ صحیح و ثابت العقل ہونے کے واسطے یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس کی وصیت بھی صحیح ہو اس واسطے کہ بقول ایسے[1] امام کے جو آزاد کا مجور[2] کرنا روا فرماتا ہے اُس کی وصیت جائز نہ ہوگی اور کتاب الحجر میں مذکور ہے کہ جو مرد سفیہ اپنے مال کو باسراف برباد کرتا ہوا گر اُس نے وصیتیں کیں تو قیاساً جائز نہ ہوگی اور استحساناً جائز ہوگی مگر اس قدر وصیتیں جائز ہوگی جو اہل صلاح کی وصیتوں کے موافق ہوں اور ایسی وصیت کو لوگ موصی کی طرف سے اسراف نہ شمار کریں اور اپنے درمیان اُس کو بیہودہ خرچ نہ جانیں اور نیز محضر میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اُس نے بطوع خود وصیت کی حالانکہ یہ لفظ ذکر کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ جو شخص وصیت کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اس کی وصیت ہمارے نزدیک صحیح نہ ہوگی۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے ایک اور وجہ اس محضر کے رد کرنے کے واسطے خیال کی ہے وہ یہ ہے کہ موصی کا آزاد ہونا مذکور نہیں ہے اور وہم ہے اس واسطے کہ آزاد ہونا اسی سے مستفاد ہوا کہ اس نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی۔

محضر☆

دعویٰ کفالت۔ صورت اس کی یہ ہے کہ اس حاضر آمدہ زید نے اس حاضر آوردہ عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے میرے واسطے نفس خالد کی کفالت باین شرط کی تھی کہ اگر میں اُس کو فلاں روز تجھے سپرد نہ کروں تو جو مال اس زید کا اُس خالد پر ہے وہ مجھ پر ہوگا اور یہ ہزار درم تھے اور میں نے اس کی کفالت کی اجازت دے دی پھر اس عمرو نے مجھے اس خالد کو بروز معین سپرد نہ کیا اور جو مال میر اس

[1] یعنی امام اعظمؒ ۱۲ [2] مجور خلاف ماذون یعنی تصرفات سے روکا ہوا۔

پر تھا اس مال کا کفیل ہو گیا اور یہ ہزار درم ہیں اُس سے اس کا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا۔ پس یہ محضر بدیں وجہ رد کر دیا گیا کہ محضر میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ یہ ہزار مال کفالت جن کا دعویٰ کرتا ہے کس وجہ سے مکفول عنہ پر واجب ہوئے ہیں حالانکہ اس کا بیان کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ بعض مال کی کفالت صحیح نہیں ہوتی جیسے بدل کتابت و دیعت وغیرہ پس ضروری ہوا کہ اس کو بیان کرے تا کہ دیکھا جائے کہ آیا کفالت صحیح ہوئی تھی یا نہیں اور دعویٰ کفالت آیا صحیح ہے یا نہیں اور وجہ دیگر یہ ہے کہ اُس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ مدعی نے مجلس کفالت میں اُس کی کفالت کی اجازت دے دی تھی حالانکہ یہ ضروری ہے کہ مجلس کفالت میں کفالت کی اجازت دے چنانچہ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے کسی غائب کے واسطے کفالت کر لی اور مجلس کفالت میں اس کی طرف سے کسی نے اجازت نہ دی اور نہ کسی اجنبی نے اُس کی طرف سے خطاب کیا پھر غائب مذکور کو خبر پہنچی اور اُس نے اس کفالت کی اجازت دے دی تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک کفالت صحیح نہ ہو گی اور امام ابو یوسفؒ کا قول اوّل بھی یہی ہے اور ہمارے بعض[1] مشائخ نے فرمایا کہ کفالت میں دعویٰ اجازت کچھ شرط نہیں ہے اور دعویٰ کفالت (۱) خود متضمن دعویٰ اجازت ہے چنانچہ دعویٰ بیع متضمن دعویٰ خرید ہے پھر جس نے دعویٰ اجازت شرط کیا ہے اُس کے قول پر دعویٰ اجازت کا مجلس کفالت میں واقع ہونا شرط ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے اُس کی کفالت کی اپنی مجلس میں اجازت دے دی اور یہ نہ کہا کہ مجلس کفالت میں اجازت دے دی تو یہ کافی نہیں ہے اس واسطے کہ شاید مکفول لہ نے کفالت کی اجازت نہ دی ہو یہاں تک کہ کفیل اس مجلس سے اُٹھا کر چلایا گیا پھر اُس نے اجازت دے دی تو یہ اجازت مجلس مکفول لہ میں اجازت ہو گئی حالانکہ یہ بالاجماع معتبر نہیں ہے اور اگر اُس نے ایک بار کفالت کرنے کا دعویٰ کیا اور اس کے ساتھ اجازت کا دعویٰ نہیں کیا پھر ذکر کیا کہ اُس نے دوبارہ کفالت کی اور دعویٰ کیا کہ میں نے مجلس کفالت میں اس کی کفالت کی اجازت دے دی تو یہ صحیح ہو گا۔

محضر ☆

دعویٰ مہر بحکم ضمان صورت یہ ہے کہ مسماۃ ہندہ نے زید پر دعویٰ کیا کہ یہ عورت منکوحہ عمرو تھی کہ اُس نے اس عورت کو بعوض ہزار درم مہر کے بنکاح صحیح نکاح میں (۲) لیا تھا اور اس زید نے اس ہندہ کے واسطے اُس کے تمام مہر کی ضمانت صحیحہ کر لی تھی اور اس ہندہ نے اس کی ضمانت کی مجلس ضمانت میں اجازت دے دی تھی پھر یہ ہندہ اپنے شوہر عمرو پر بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی اور اس کا مہر اس کے شوہر عمرو و اس زید پر جس نے مہر کی ضمانت کر لی تھی فی الحال دینا واجب ہو گیا پس اس پر واجب ہے کہ تمام مہر اُس کا اس کو ادا کر دے اور یہ ہزار درم ہیں پھر اُس سے اس کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس یہ محضر بدیں وجہ رد کر دیا گیا کہ اُس نے سبب حرمت بیان نہ کیا کہ وہ کس وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہے اور حرمت کے سبب دو طرح کے ہیں ایک متفق علیہ دوم مختلف فیہ پس احتمال ہے کہ اُس نے ایسے سبب سے حرمت کا زعم کیا ہو جس میں اختلاف ہے اور مفتی و قاضی کے نزدیک اس کے برخلاف ہو اور بدین وجہ کہ سبب حرمت غلیظہ کبھی عورت (۳) کی طرف سے کوئی بات ہوتی ہے اور ایسی صورت میں اگر دخول سے پہلے اُس نے ایسا کیا ہو تو شوہر و کفیل دونوں کے ذمہ سے اور مہر ساقط ہو جائے گا اور کبھی شوہر کی جانب سے اس کا موجب ہوتا ہے اور ایسی صورت میں اگر دخول سے پہلے ہو تو شوہر و کفیل کے ذمہ سے نصف مہر ساقط ہو گا حالانکہ عورت مدعیہ نے کچھ بیان نہ کیا کہ آیا سبب حرمت از جانب شوہر ہے یا از جانب

---

[1] میں کہتا ہوں کہ اس میں نظر ہے کیونکہ جو کوئی دیکھے گا کہ اصیل پر مال ڈوب گیا تو وہ ضرور اس کفیل کو گرفتار کرے گا جس کی کفالت کو اُس نے پہلے جائز نہیں رکھا تھا۱۲ (۱) یعنی اس سے ظاہر ہے کہ اس نے کفالت کی اجازت دی۱۲ (۲) یعنی کوئی شخص مہر کا ضامن ہوا تھا اس پر دعویٰ کیا۱۲

(۳) مثلاً شہوت سے شوہر کے فرزند کا بوسہ لے لیا۱۲

عورت مدعیہ ہے آیا دخول سے پہلے ہے یا بعد دخول ہے کے ہے پس بدون بیان کے اس کا تمام مہر کا دعویٰ کفیل پر ٹھیک نہیں ہے۔

محضر☆

دعویٰ کفالت چیزے از مال مہر بدین شرط کہ اگر شوہر سے جدائی واقع ہو تو کفیل مال میں سے اس کا ضامن ہے صورت یہ ہے کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے زید پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے شوہر عمرو کی طرف سے میرے واسطے میرے مہر سے جو میرا میرے شوہر عمرو پر ہے ایک دینار سُرخ جید کی کفالت بدین شرط کر لی تھی کہ اگر تم دونوں میں جدائی واقع ہو تو میں ایک دینار سُرخ جید کا تیرے واسطے ضامن ہوں اور میں نے تیری ضمانت کی مجلس ضمانت میں اجازت دے دی تھی اور اب میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی واقع ہوگئی بدین سبب کہ میرے شوہر نے امر اطلاق کا اختیار میرے قبضہ میں بدین شرط دے دیا تھا کہ جب وہ میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہو تو مجھے اختیار ہے کہ اپنے تئیں ایک طلاق بائن دے دوں اور وہ اختیار دینے کی تاریخ سے میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہو تو مجھے اختیار ہے کہ اپنے تئیں ایک طلاق بائن دے دوں اور وہ اختیار دینے کی تاریخ سے میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہوا ہے اور میں نے بحکم اس اختیار کے اپنے تئیں طلاق دے دی اور تو میرے واسطے میرے مہر میں سے ایک دینار کا کفیل ہوگیا پس تجھ پر واجب ہے کہ یہ دینار مجھے ادا کر دے پھر اس عورت مذکورہ نے اس سب دعویٰ پر اپنے گواہ قائم کیے تو مشائخ نے اس محضر کی صحت کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ اس کے گواہ قبول کیے جائیں اور کفیل پر ایک دینار کا حکم قضاء نافذ کیا جائے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم قضاء اس کے شوہر پر بھی حکم بفرقت ہوگا اس واسطے کہ عورت مذکورہ نے کفیل پر ایسے امر کا دعویٰ کیا ہے جس کے توصل بدون اس کے ممکن نہیں ہوسکتا ہے کہ شوہر پر ایک دوسرا امر ثابت کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ اُس نے امر طلاق اس عورت کے اختیار میں دیا اور اس عورت نے بحکم اس اختیار کے شرط پائی جانے کے وقت اپنے آپ کو طلاق دے دی پس اس بات میں کفیل مذکور اُس کے شوہر کی طرف سے خصم مقرر ہو جائے گا اور یہ اصل قواعد شرع میں ممہد ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس میں اشکال ہے اس واسطے کہ دعویٰ میں دو یا تین ہیں کہ غائب پر فرقت کا دعویٰ ہے اور حاضر پر مال کا دعویٰ اور غائب پر جو دعویٰ ہے وہ اس دعویٰ کے ثبوت کا جو حاضر پر ہے سبب نہیں ہے بلکہ اُس کے واسطے شرط ہے اور ایسی صورت میں جو شخص حاضر ہے از جانب غائب خصم نہیں ہو جاتا ہے اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہے پس چاہیے کہ حاضر پر مال کا حکم دے دے اور شوہر پر فرقت کا حکم نہ دے۔[1]

محضر☆

ملکیت زمین ایسے شخص پر جس کے قبضہ میں اس سے تھوڑی زمین ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو پر ایک زمین کا جو اُس کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ زید کی ملک ہے اور اس عمرو کے قبضہ میں ناحق ہے اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے بعد ازانکہ مدعا علیہ نے اُس کے دعویٰ سے انکار کیا اور قاضی نے مدعی کے واسطے زمین مذکور کا حکم دے دیا جیسا کہ رسم ہے پھر ظاہر ہوا کہ یہ زمین جس کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے اس مدعا علیہ کے اور ایک شخص خالد کے قبضہ میں ہے تو بعض نے فرمایا کہ مسئلہ کی دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ بات مدعی کے اقرار سے ظاہر ہوئی تو ظاہر ہوا کہ حکم قضا باطل ہے اس واسطے کہ مدعی نے اس طرح اقرار کرنے سے بعد حکم قضاء کے اپنے گواہوں کی بعض شہادت میں تکذیب کی اور بعد قضاء کے مدعی کا اپنے گواہوں کی بعض شہادت میں تکذیب کرنا موجب

[1] قال المترجم للہ دار المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس بیان شافی سے اختلاج رفع ہوگیا کیونکہ بعض مشائخ نے اختلاط کر کے زعم کیا کہ سبب و شرط ایک ہے اور اسی مسئلہ میں جو یہاں مذکور ہے وہاں حکم دیا کہ شوہر پر بھی فرقت کا حکم دے۔ یہ حکم مختلط اور غیر صحیح ہے اور صواب صحیح یہ حکم ہے جو جہاں مذکور ہے پس ایسے مقامات میں تامل کرنا چاہیے اور صحیح قول پر فتویٰ دینا چاہیے واللہ تعالیٰ الموافق ۱۲

بطلان قضاء ہوتا ہے جیسا کہ اشارات اصل و جامع سے واضح ہے اور اگر مدعا علیہ نے اس بات کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ جس زمین کا میرے قبضہ میں ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ دعویٰ کے وقت میرے اور فلاں کے قبضہ میں تھی تو اس کے گواہ قبول نہ ہوں گے کہ وہ دعویٰ کی چیز کی اُس کے قبضہ میں ہونے کی نفی کرتے ہیں بعد ازانکہ یہ امر مدعی کے گواہوں سے ثابت ہو گیا ہے پس ایسے گواہ قبول نہ ہوں گے اور اس سے حکم قضاء کا باطل ہونا ثابت نہ ہوگا کذافی المحیط۔

محضر☆

دعویٰ حصہ شائع از اراضی۔ مثلاً کسی زمین کے اس قدر سہام میں سے اپنے سہام کا دعویٰ کیا اور گواہوں و مدعی نے یہ ذکر نہ کیا کہ یہ تمام زمین مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تو اس میں مفتیوں کے جواب مختلف ہیں بعضوں نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہے اس واسطے کہ جب ان لوگوں نے مدعا علیہ کے قبضہ میں پوری زمین کا ہونا بیان نہ کیا تو درصورتیکہ حصہ مشاع کا دعویٰ ہے تو یہ بھی ثابت نہ ہوگا کہ یہ بعض مشاع اس کے قبضہ میں ہے (تاکہ مدعا علیہ پر مطالبہ وارد ہو) اور بعض نے اس کی صحت کا فتویٰ دیا اس واسطے کہ ایک چیز میں سے بعض شائع پر اپنا قبضہ جما دینے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ پوری چیز پر اپنا قبضہ جمائے پس قول اوّل میں اشارہ ہے کہ مال عین میں سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور نہیں ہے اور ایسا ہی رکن الاسلام ابوالفضل نے اپنے اشارات میں اور صدر الشہیدؒ نے ذکر فرمایا ہے اور قول دوم میں یہ اشارہ ہے کہ مال عین میں سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ دو آدمیوں کا ایک غلام کو غصب کر لینا متصور ہے اور ایسی حالت میں ہر ایک غاصب نصف غلام شائع کا غصب کرنے والا قرار دیا جائے گا اور آیا نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دو آدمیوں نے ایک مکان کرایہ پر لیا یا اُس کو خرید کیا اور دونوں نے اُس کو اپنی متاع مشترک سے گھیر لیا تو دونوں میں سے ہر ایک اُس کے نصف شائع پر اپنا قبضہ جمانے والا ہوگا اور امام محمدؒ نے جامع میں چند مقام پر صریح فرمایا ہے کہ مال عین کے نصف شائع کا غصب متصور ہے یہ فصول استروشنی میں ہے۔

محضر☆

چیز محدود کا والد قابض سے خریدنے کا دعویٰ۔ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ حویلی محدودہ بحدود چنین و چنان واقع مقام فلاں اس حاضر آوردہ کے والد فلاں کی ملک و حق تھی اور اُس نے اپنی حیات و صحت و نفاذ تصرفات کی حالت میں میرے ہاتھ اس قدر داموں کو فلاں روز فلاں ماہ فلاں سنہ میں فروخت کی اور ایسا ہی اُس نے میرے واسطے اپنے حیات میں اس محدودہ کی تاریخ فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے اور چند گواہ لایا جنہوں نے قابض کے والد فلاں کی اس بیع مذکور کے اقرار کی گواہی دی اور گواہوں نے کہا کہ آج کے روز یہ حویلی بسبب مذکورہ محضر ہذا اس مدعی کی ملک ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں بغیر حق ہے۔ پس بعض مفتیوں نے زعم کیا کہ اس محضر میں دو وجہ سے خلل ہے ایک یہ کہ گواہوں نے بائع کے اس بیع کے اقرار کی گواہی دی جو دعویٰ مدعی میں مذکور ہے اور دعویٰ مدعی میں اقرار بائع مضاف بتاریخ بیع مذکور ہے اور وہ فلاں روز ہے پس شاید یہ اقرار اُس روز واقع ہوا ہو لیکن احتمال ہے کہ اُس روز بیع واقع ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو پس اقرار بتاریخ بیع ہوگا لیکن بیع سے پہلے ہوگا اور اس تقدیر پر گواہوں کی گواہی اور اقرار بیع کا بیع واقع ہونے سے پہلے ہوں گے اور قبل بیع کے اقرار بیع باطل ہے تو قبل بیع کے اقرار بیع کی گواہی بھی باطل ہوگی اور اس وجہ سے کہ گواہوں نے اپنی گواہی میں کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اُس سبب سے جو اس محضر میں مذکور ہے اس مدعی کی ملک ہے اور اس محضر میں جو سبب مذکور ہے وہ بیع ہے نہ اقرار بیع اس واسطے کہ اقرار سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور بیع پر اُن کی گواہی نہیں ہے بلکہ اُن کی گواہی اقرار بیع پر ہے لیکن یہ زعم فاسد ہے۔ پس وجہ اوّل دو وجہوں سے فاسد ہے ایک یہ کہ مطلق کلام

عاقل اور اُس کا تصرف بروجہ صحت محمول کیا جائے گا بحکم فقہ الاصل اور یہ اس مقام پر بایں طور ہے کہ دعویٰ مدعی باقرار بیع بتاریخ مذکور اُس کے دعویٰ اقرار بتاریخ مذکور پر بعد بیع کے واقع ہونے کے محمول کیا جائے اور گواہی میں بھی یہی صورت ہے اور دوم آنکہ مطلق کلام عاقل ایسی صورت پر محمول کیا جاتا ہے جیسی لوگوں میں عادت ہو اور لوگ اپنی عادت کے موافق ایسے بول چال میں ایسے کلام سے بھی مراد لیتے ہیں کہ بیع کے بعد اس تاریخ میں بیع کا اقرار کیا۔ وجواب وجہ دوم یہ ہے کہ ہاں یہ اقرار بیع کی گواہی ہے اور بیع سب ملک ہے اور یہ صحیح ہے۔

محضر ☆

باندی پر ملک کے دعویٰ کرنے کے مقدمہ میں۔ زید حاضر آیا اور اپنے ساتھ ایک باندی کو حاضر لایا اور دعویٰ کیا کہ یہ باندی اُس کی ملک ہے حالانکہ باندی اس سے منکر ہے پھر زید چند گواہ لایا جنہوں نے گواہی دی بایں عبارت (روزے مردے بیامد واین جاریہ حاضر آوردہ را باین حاضر آمدہ وبفروخت بہ بہائے معلوم وبوے تسلیم کرد) پس یہ محضر دو علتوں سے رد کر دیا گیا دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ گواہوں نے مدعی کے واسطے ملک کی بطریق انتقال گواہی دی یعنی دوسرے کی ملک سے منتقل ہو کر اس مدعی کی ملک میں بوجہ بیع کے آئی ہے پس ضروری ہے کہ پہلے اُس بائع کی ملک ثابت کی جائے تاکہ انتقال مالک مذکور بجانب مدعی ثابت ہو حالانکہ اس صورت میں ایسی گواہی سے ملک بائع ثابت نہ ہوگی کیونکہ بائع مجہول ہے اور مجہول کے واسطے ملک کا اثبات متحقق نہیں ہوتا ہے اور جب کہ اس صورت میں اس گواہی سے بائع کے واسطے ملک ثابت نہ ہوئی تو اس گواہی سے مدعی کے واسطے کیونکر انتقال ملک ثابت ہوگا حتیٰ کہ بائع اگر مرد معلوم ہوتا تو یہ گواہی مقبول ہوتی اور مدعی کے واسطے باندی کی ملک کا حکم نہ دیا جاتا اور دوسری علت یہ ہے کہ گواہوں نے فقط یہ گواہی دی ہے کہ ایک شخص نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی اور یہ گواہی نہیں دی کہ اس مشتری نے بھی اس کو اس سے خریدا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ بائع مذکور نے باندی مذکور اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی ہو مگر مدعی مذکور نے اس کو نہ خریدا ہو اور فقط بیع سے بدون خرید کے ملک ثابت نہیں ہوتی ہے لیکن علت دوم صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ ذکر بیع متضمن ذکر خرید ہے اور نیز ذکر خرید متضمن ذکر بیع ہوتا ہے۔ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ باندی اس قدر ثمن کے عوض فروخت کی اور اس سے ثمن کا مطالبہ کیا تو اس کا بیع کا دعویٰ صحیح ہوگا اگرچہ مدعا علیہ پر اس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے خریدی ہے اور اسی طرح اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میرے ہاتھ اس مرد نے یہ باندی فروخت کی ہے تو اُس کا دعویٰ صحیح ہوگا اگرچہ اُس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے اس کو اس سے خرید کیا ہے اس امر کو امام محمدؒ نے بہت جگہ ذکر کیا ہے اور نیز ایک محضر باندی پر دعویٰ کرنے کا مقدمہ پیش ہوا کہ زید حاضر ہوا اور ایک باندی کو حاضر لایا اور دعویٰ کیا کہ یہ میری باندی ہے میں نے اس کو فلاں شخص سے خریدا ہے پس میری اطاعت اس پر واجب ہے اور باندی مذکورہ اس سے منکر ہے پھر یہ زید مذکور چند گواہ لایا جنہوں نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی نے اس باندی کو فلاں شخص سے خریدا ہے تو اس میں مفتیوں کے جواب مختلف ہوئے بعضوں نے فتویٰ دیا کہ ملکیت کا حکم دینے کے واسطے یہ دعویٰ صحیح ہے اور اطاعت واجب ہونے کی قضاء نافذ کرنے کے واسطے صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اطاعت[1] جب واجب ہوگی کہ جب بائع نے باندی مذکور اس مدعی کے سپرد کر دی ہے اور اس کا سپرد کرنا بعد ادائے ثمن کے ہوگا اور مدعی نے اپنے دعویٰ میں یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اُس نے ثمن ادا کر دیا ہے اور بعضوں نے دعویٰ بالکل صحیح نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس واسطے کہ گواہوں نے ملک بائع کی صریحاً یا دلالۃً کسی طرح گواہی نہیں دی اور بدون اس کے مشتری کی ملک کا حکم نہ دیا جائے گا اور یہ مسئلہ کتاب الشہادہ میں ہے۔

[1] فرمانبرداری وحکم ماننا ۱۲

محضر ☆

در بار دعویٰ ولاء عتاقہ پیش ہوا کہ زید مر گیا پھر عمرو آیا اور دعویٰ کیا کہ میت مذکور میرے والد بکر کا آزاد کیا ہوا ہے کہ اُس کو میرے والد نے اپنی زندگی میں آزاد کیا تھا اور اس کی میراث مجھے چاہئے ہے کیونکہ میں اُس کے آزاد کنندہ کا بیٹا ہوں میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ پس بعض مشائخ نے اس کے فاسد ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے اس دعویٰ کی صحت کا فتویٰ دیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ دعویٰ فاسد ہے اس واسطے کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں یہ نہیں کہا کہ میرے والد نے اُس کو اپنی زندگی میں آزاد کیا درحالیکہ میرا والد اس کا مالک تھا اور غیر مالک کا آزاد کرنا باطل ہے اور جو ہم نے بیان کیا ہے اُس کی صحت کی دلیل وہ ہے جو امام محمدؒ نے دعویٰ الاصل میں باب دعویٰ العتق میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی غلام نے گواہ قائم کئے کہ اُس کو زید نے آزاد کر دیا ہے اور زید اس سے منکر ہے یا اس کا مقر ہے اور عمرو نے گواہ قائم کئے کہ یہ میرا غلام ہے تو قاضی عمرو کے نام ڈگری کر دے گا اس واسطے کہ آزادی کے گواہوں نے عتق باطل کی گواہی دی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی گواہی میں یہ نہیں بیان کیا کہ اس حالت میں زید اُس کا مالک تھا اور بدون گواہی کے زید کی ملک ثابت نہ ہوگی اور عتق بلا ملک باطل ہے اور ہمارے اس قول کی کہ گواہوں نے عتق باطل کی گواہی دی ہے یہی معنی ہیں پس ایسی گواہی کا وجود و عدم یکساں ہے اور اگر بالفرض ایسی گواہی موجود نہ ہوتی تو عمرو کے واسطے ملک کی ڈگری کی جاتی پس ایسا ہی درصورت موجود ہونے ایسی گواہی کے بھی یہی حکم ہوگا۔ اسی طرح اگر عتق کے گواہوں نے غلام کے واسطے اس طرح گواہی دی کہ زید نے اس کو آزاد کیا درحالیکہ یہ غلام اُس کے قبضہ میں تھا تو بھی عمرو کے واسطے جس نے اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کئے ہیں ملک کا حکم دیا جائے گا اس واسطے کہ اعتاق صحیح ہونے کے واسطے ملک معتبر ہے قبضہ کا اعتبار نہیں ہے اور گواہوں نے ملک کی گواہی نہیں دی ہے۔ اور اگر عتق کے گواہوں نے یوں گواہی دی کہ زید نے اس کو درحالیکہ زید اس کا مالک تھا آزاد کیا ہے اور عمرو کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اس عمرو کا غلام ہے تو عتق کے گواہوں پر حکم ہوگا اس واسطے کہ غلام کا اپنے آزاد کنندہ کی ملک ثابت کرنا مثل آزاد کنندہ کے اپنی ملک ثابت کرنے کے ہے اور اگر آزاد کنندہ بالفرض گواہ قائم کرے کہ یہ میرا غلام سابق ہے میں نے اس کو اپنی ملک کی حالت میں آزاد کر دیا ہے تو عتق کے گواہوں پر حکم ہوگا اس واسطے کہ دونوں فریق گواہ ملک ثابت کرنے کے حق میں یکساں ہیں مگر ایک فریق میں اثبات عتق زائد ہے پس ایسا ہی اس صورت میں جب کہ غلام نے ایسے گواہ قائم کئے ہیں یہی حکم ہوگا پس یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ غیر کی طرف سے عتق کا دعویٰ کرنے میں اس غیر کی ملک کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

محضر ☆

در دعویٰ دفعیہ پیش ہوا۔ جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو خالد سے ۱۳ تاریخ محرم ۱۳۰۰ ہجری کو خریدا ہے اور مدعا علیہ نے اس کے دعویٰ سے انکار کیا پس زید نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کئے اور حکم قضاء بناء گواہان زید کے واسطے عمرو پر اس غلام کی ملک کی نسبت متوجہ ہوا پھر مدعا علیہ نے اس دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کہ یہ شخص جس کی طرف سے تو ملک حاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس نے تیری خرید کی تاریخ سے ایک سال پہلے بطوع خود یہ اقرار کیا ہے کہ یہ غلام میرے بھائی بکر کی ملک وحق ہے اور اس کے بھائی بکر نے اس کے اس اقرار کی تصدیق کی ہے اور اس نے یہ غلام اُس کے بھائی بکر سے خریدا ہے پس اس سبب سے تیرا دعویٰ مجھ پر باطل ہے۔ تو مفتیوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ یہ دفعیہ صحیح ہے پھر اُس کے بعد فتویٰ طلب کیا گیا کہ اگر زید نے مدعی دفعیہ عمرو سے اس اقرار کا وقت طلب کیا کہ کس روز کس شہر میں واقع ہوا ہے پس آیا قاضی اُس کو اس بیان کی تکلیف دے گا تو یہی بالاتفاق جواب دیا کہ قاضی اُس کو تکلیف نہ دے گا اس واسطے کہ اُس نے ایک بار بقدر ضرورت یہ

بیان کردیا کہ تیری تاریخ خرید سے یا تیری خرید سے پہلے اقرار کیا ہے۔

محضر☆

دربارۂ دعویٰ سے میراث پیش ہو جس کی صورت یہ ہے کہ مجلس قضاء میں زید و عمرو و ہندہ حاضر ہوئے اور یہ سب اولاد بکر ہیں پھر ان سب نے خالد پر جس کو حاضر لائے ہیں ایک دار محدود[1] کا اپنی مادر سلیمہ میّت کی میراث اپنے واسطے ہونے کا دعویٰ کیا اور محضر میں یہ لکھا کہ یہ دار محدود ملک مسماۃ سلیمہ والدہ ان ہر دو مدعیوں کا اور اسی کا حق تھا اور برابر تادم موت اُس کے قبضہ میں رہا یہاں تک کہ وہ مرگئی اور اُس کے فرزندوں کے واسطے میراث رہ گیا۔ تو یہ محضر دو علتوں سے رد کردیا گیا ایک یہ کہ محضر میں یوں لکھا ہے کہ ان دو مدعیوں کی والدہ حالانکہ چاہئے کہ ان سب مدعیوں کی والدہ لکھا جائے اور دوم[2] آنکہ محضر میں لکھا ہے کہ مرگئی اور اُس کے فرزندوں کے واسطے میراث رہ گیا اور اُس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ کیا چیز فرزندوں کے واسطے میراث رہ گئی اور یوں لکھنا چاہئے کہ یہ دار محدود اُس کے فرزندوں کے واسطے میراث رہ گیا یوں لکھنا چاہئے کہ یہ اس کے فرزندوں کے واسطے میراث رہ گیا تاکہ مال متروک بصریح یا بکنایہ مذکور ہو جائے اور بدوں صریح یا کنایہ ذکر کرنے کے جس میں دعویٰ واقع ہوا اُس کی خبر میراث تمام نہ ہوگی اور شیخ امام نجم الدین عمر نسفی نے حکایت کی کہ میں نے خبر میراث میں ایک فتویٰ لکھا اور اُس کے شرائط صحت بیان کرنے میں خوب مبالغہ کیا لیکن اتنی بات تھی کہ اس قول کی جگہ کہ اُس کو میراث چھوڑا ضمیر چھوڑ دی تھی صرف یہ لکھا تھا کہ اور میراث چھوڑا تو شیخ الاسلام علی بن عطاء بن حمزہ السغدی رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کی صحت کا فتویٰ نہ دیا اور مجھ سے کہا کہ اس میں ضمیر لکھ دے اور یوں کردے کہ اُس کو میراث چھوڑا تب میں صحت کا فتویٰ دوں گا۔ امام زاہد نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک محضر پیش ہوا جس میں زید نے عمرو پر ایک زمین کا دعویٰ کیا تھا کہ یہ زمین اس مدعی کی ملک و حق ہے اور اس مدعا علیہ کے مورث فلاں نے اُس پر بغیر حق اپنا قبضہ کرلیا اور برابر اپنے قبضہ میں رکھا یہاں تک کہ مرگیا پھر اس کے وارث اس حاضر آوردہ کے قبضہ میں بھی ناحق ہے پس اس پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرکے اس مدعی کو سپرد کردے اور مدعا علیہ نے اِس کے دعویٰ کے دفعیہ میں کہا کہ میرے مورث فلاں نے اس کو اس مدعی کے مورث سے بطور بیع قطعی خرید کیا تھا اور باہمی قبضہ طرفین سے ہوگیا تھا اور میرے مورث کے قبضہ میں تاحیات اُس کے بحق رہی یہاں تک کہ اُس نے وفات پائی پھر میرے واسطے بحق اُس کے میراث رہی پس مدعی نے اس دفعیہ کے دفع میں کہا کہ اس مدعا علیہ کے مورث نے اقرار کیا کہ جو بیع ہمارے درمیان میں جاری ہوئی ہے وہ بیع وفاء ہے کہ جب بائع مجھ کو ثمن دے دے تو مجھ پر اس زمین کا واپس کرنا لازم ہوگا اور اس پر گواہ قائم کردیئے پس آیا اس طور سے دفعیہ کا دفع کرنا صحیح ہے تو شیخ نجم الدینؒ نے فرمایا کہ قاضی القضاۃ عماد الدین علی بن عبداللہ اور شیخ امام علاء الدین عمرو بن عثمان معروف بعلا بدر نے جواب دیا کہ صحیح ہے اور میں جواب دیتا ہوں کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ مدعی نے اوّلاً دعویٰ کیا کہ اس مدعا علیہ کا قبضہ بغیر حق ہے پھر جب بیع وفاء کا اقرار کیا تو اقرار کیا کہ اُس کے قبضہ میں بحق ہے اور بعض نے فرمایا کہ دعویٰ دفعیہ کا صحیح ہونا واجب ہے بنابر قول ایسے امام کے کہ بیع الوفاء رہن کے حکم میں ہے۔ اس واسطے کہ مدعی نے اس دفعیہ میں مدعا علیہ کے واسطے جس بات کا ابتدا میں بالکل انکار کیا تھا یعنی یہ زمین محدودہ اس کے قبضہ میں ناحق ہے اس میں سے تھوڑے کا اقرار کیا اور یہ بدین طور کہ جب اس بیع کو حکم رہن حاصل ہے تو مبیع مدعی کی ملک رہی لیکن مدعا علیہ کو روکنے اور اپنے پاس رکھنے کا استحقاق حاصل ہے حالانکہ مدعی نے اس اراضی محدودہ کی اپنی ملک ہونے کا اور مدعا علیہ کے قبضہ میں بغیر حق ہونے کا دعویٰ کیا

---

[1] یعنی حد بیان کردہ شدہ یعنی ہر چار جہت کی حدیں بیان کیا ہوا ۱۲ [2] مترجم کہتا ہے کہ یہ دونوں کی والدہ میں مقتول نہ ہوگا اور جو ہم نے بیان کیا وہ اُسی صورت میں ہے جو بیان ہو چکی ۱۲

ہے پھر جب اس کے بعد مدعا علیہ کے واسطے بیع بالوفاء کا اقرار کیا تو اپنے واسطے محدود مذکور کی ملکیت کا دعویٰ اور مدعا علیہ کے واسطے بحق قبضہ رکھنے کا اقرار کیا اور یہی ہمارے اس قول کے معنی ہیں کہ جس امر کا مدعا علیہ کے حق میں اوّلاً انکار کیا تھا اس میں سے بعض بات کا اقرار کیا اور بنابر قول عامہ مشائخ کے نزدیک اگر وفاء عقد بیع مشروط نہ ہو تو بیع صحیح ہوگی پس دعویٰ مدعی کی سماعت نہ ہوگی اور اگر وفاء عقد بیع میں مشروط ہو تو بیع فاسد ہوگی پس اگر اُس نے فسخ عقد کا دعویٰ کیا تو دعویٰ دفعیہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں کذا فی المحیط۔

محضر ☆

شیخ نجم الدین نسفیؒ کے سامنے پیش کیا گیا جس میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر ایک باغ انگور کا استحقاق ثابت کیا اور اُس کے حاصلات کا مطالبہ کیا اور اس کو بیان کر دیا پس اس محضر میں مدعا علیہ نے اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کہ مدعی نے اس سے بدل معلوم پر صلح کر لی ہے اور مقدار بدل کا ذکر نہیں ہے اور نہ قبضہ مذکور ہے پس آیا یہ دفعیہ صحیح ہوگا تو فرمایا کہ یہ دفعیہ نہیں صحیح ہے اور اگر بدل صلح پر قبضہ کرنا مذکور ہو تو صحیح ہوگا اگرچہ مقدار بدل مذکور نہ ہو اس واسطے کہ مقدار بدل کا بیان ایسی صورت میں ترک کرنا جس میں اب قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں باقی ہے مضر نہیں ہے۔ واضح ہو کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہے کہ اگر فقط باغ انگور سے صلح واقع ہوئی اور بدل معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے لیکن گواہوں نے بدل الصلح پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو صلح صحیح ہوگی اور دعویٰ دفعیہ صحیح ہوگا اور اگر صلح باغ انگور اور اُس کی حاصلات غلہ سے جس کو مدعا علیہ نے تلف کر دیا ہے بعوض ایسے بدل کے واقع ہوئی جو اس مال کے برخلاف ہے تلف کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہے اور بدون قبضہ کے دونوں جدا ہو گئے تو حق پیداوار غلہ میں صلح صحیح نہ ہوگی خواہ بدل صلح معلوم ہو یا نہ ہو پس یہ دعویٰ حق غلہ میں دفعیہ نہ ہوگا یہ فصول استروشنی میں ہے۔

محضر ☆

جس میں وارث نے ترکہ کی زمین کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا ہے اُس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ترکہ میّت عمرو میں سے ایک زمین کا اُس کے وارث بکر پر دعویٰ کر کے استحقاق ثابت کیا پس بکر نے اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں کہا کہ تو اس دعویٰ میں مبطل ہے اس واسطے کہ تو نے مجھ سے ایک بار کہا ہے کہ تو نے باپ سے میراث پائی ہے یا یوں دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے ایک بار کہا ہے کہ تو نے باپ کے مرنے کے پیچھے بہت مال پالیا ہے میں نے کہا کہ میں نے کون سا مال پالیا ہے۔ کون سا مال میراث پایا ہے تو تو نے کہا کہ فلاں زمین پس یہ تیری طرف سے میری ملک ہونے کا اقرار ہے اور تیرا دعویٰ باطل ہے پس آیا اس کلام سے حجت پکڑ سکتا ہے اور یہ اُس دعویٰ کا دفعیہ ہو سکتا ہے تو اس میں شیخ نجم الدین نسفیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ زید کے اس کلام میں کہ میراث پایا ہے حجت ہے اور دفعیہ ہو سکتا ہے اس واسطے کہ یہ بات اُس کی طرف سے بکر کے واسطے ملکیت کا اقرار ہے اور اس کلام میں کہ تو نے پالیا ہے اس سے دفعیہ نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ یہ ملکیت کا اقرار نہیں ہے اور یہ جواب ظاہر ہے اور نیز ایک محضر پیش ہوا جس میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ باغ انگور چہار دیواری والا جو فلاں مقام پر واقع ہے اور اُس کے حدود یہ ہیں وہ اس مدعی کی ماں کے قبضہ میں تھا اور اُس کی ماں نے اقرار کیا تھا کہ وہ اس مدعی کی ملک ہے اور بعد اس اقرار کے اس مدعا علیہ نے یہ باغ مذکور اس مدعی کی ماں سے خریدا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ یہ باغ مذکور اس مدعی کے سپرد کرے۔ پس ائمہ سمرقند میں سے ایک جماعت نے جواب دیا کہ یہ دعویٰ صحیح ہے اور امام نجم الدین نسفی نے جواب دیا کہ فاسد ہے اور فساد کی وجہیں ظاہر ہیں لیکن بیان نہیں فرمائیں اور شاید منجملہ وجوہ فساد کے ایک یہ بات ہے کہ مدعی نے اپنے واسطے ملک کا دعویٰ نہیں کیا اور اگر اپنے واسطے ملک کا دعویٰ بھی کرتا اور دعویٰ کرتا کہ اُس کی ماں نے اُس کے واسطے اس باغ مذکور کا اقرار کیا ہے تو بھی دعویٰ کی سماعت نہ ہوتی اس واسطے کہ اُس نے اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف

مضاف کیا جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور وہ اقرار ہے حتیٰ کہ اگر وہ اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف مضاف کرے جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے مثلاً یوں کہے کہ یہ باغ انگور میری ملک ہے میں نے اس مدعا علیہ کے خرید نے سے پہلے اس کو اپنی ماں سے خریدا ہے تو اُس کا دعویٰ[1] صحیح ہوگا۔

محضر☆

دعویٰ میراث مع عتق پیش ہوا جس میں یہ مذکور ہے کہ زید نے ایک شخص مسمیٰ عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرے چچازاد بھائی بکر کا غلام تھا اور وہ مر گیا اور جس وقت مرا ہے اُس وقت یہ اُس کی ملک تھا اور میں اُس کو وارث ہوں اور میرے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں ہے پس یہ غلام اُس کی طرف سے میرے واسطے میراث ہو گیا حالانکہ یہ غلام میری اطاعت سے انکار کرتا ہے پس مدعا علیہ نے اُس کے دعویٰ کے دفعیہ میں دعویٰ کیا کہ اُس کے مورث مذکور نے مجھ کو اپنے مرض الموت میں آزاد کر دیا تھا اور اس کے تہائی[2] مال سے برآمد ہوتا ہوں اور آج کے روز میں آزاد ہوں اُس کے واسطے مجھ پر کوئی راہ نہیں ہے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے پھر اس مدعی نے دوبارہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس غلام کو اپنے چچازاد بھائی فلاں مذکور سے اُس کی صحت میں خرید کیا ہے تو شیخ نجم الدین نسفیؒ نے جواب دیا ہے کہ دوسرا دعویٰ اُس کا صحیح نہیں ہے اس واسطے ہر دو دعویٰ میں تناقض واقع ہوتا ہے اور توفیق نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اُس نے پہلے میراث پانے کا دعویٰ کیا پھر مورث مذکور کی زندگی میں اُس سے خرید نے کا دعویٰ کیا اور یہ جواب صحیح ہے اور علت مذکور ظاہر ہے اور امام محمدؒ نے آخر جامع کبیر میں ذکر فرمایا ہے کہ زید کا باپ عمرو مر گیا پس زید نے بکر کے مقبوضہ دار پر دعویٰ کیا کہ یہ دار میرا ہے میں نے اس کو اپنے باپ سے اس کی حیات وصحت کی حالت میں خرید کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کئے مگر اُن کی تعدیل نہ ہوئی یا اُس کے پاس گواہ تھے اور اُس نے مدعا علیہ سے قسم لے لی پھر اُس نے گواہ قائم کئے کہ یہ دار اُس کے باپ کا ہے وہ مر گیا اور اُس کو اُس کے واسطے میراث چھوڑ گیا ہے اور گواہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس کے سوائے اُس کا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں تو قاضی بنام مدعی اس دار کی ڈگری کر دے گا اس واسطے کہ پہلے باپ سے حالت حیات وصحت میں خرید نے کے دعویٰ اور پھر دوبارہ اُس سے میراث پانے کے دعویٰ میں تناقض نہیں رہتا ہے اس واسطے کہ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اُس سے خریدا تھا جیسا کہ میں نے پہلے دعویٰ کیا تھا لیکن میں اپنی خرید ثابت کرنے سے عاجز ہوا اور بحسب ظاہر یہ دار میرے باپ کی ملک میں رہا پس بظاہر وہ میرے باپ کے مرنے کے بعد میرے واسطے میراث ہوا اور اگر ایسی صورت میں پہلے اُس نے باپ سے میراث پانے کا دعویٰ کیا پھر اس کے بعد اُس سے خرید نے کا دعویٰ تو کیا دعویٰ خرید کی سماعت نہ ہوگی اس واسطے کہ پہلے میراث پانے کے دعویٰ اور پھر خرید نے کے دعویٰ میں تناقض ہے اس واسطے کہ وہ یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے میراث پایا جیسا کہ میں نے پہلے دعویٰ کیا پھر جب میں میراث ثابت کرنے سے عاجز ہوا تو میں نے اُس سے خریدا اور اُس کی توضیح یہ ہے کہ باپ سے جو چیز خریدی ہے وہ کبھی میراث ہو سکتی ہے بایں طور کہ مثلاً اُس کی زندگی میں دونوں کے درمیان بیع فسخ ہو جائے یا بعد موت کے فسخ ہو کہ وارث اُس میں کوئی عیب پا کر اُس کو واپس کر دے پس تناقض متحقق نہیں ہو سکتا ہے اور جو چیز[3] باپ کی طرف سے میراث ملی ہو وہ اُس کی خرید شدہ نہیں ہو سکتی ہے پس تناقض متحقق ہوگا۔

---

[1] قال المترجم اور میرے نزدیک اب بھی صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ اُس نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ یہ باغ مذکور اُس کی ماں کی ملک تھا درحالیکہ اُس نے فروخت کیا ہے کیونکہ اگر غیر کی ملک فروخت کر دے تو صاحب استحقاق کو مشتری سے بعد اثبات استحقاق کے لے لینے کا اختیار ہوتا ہے اگرچہ اس نے خرید کیا ہے پس محض خرید نا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ چیز بائع کی ملک ہو ورنہ اس صورت میں کیونکر لے سکتا تھا اور اس تقریر سے واضح ہوا کہ اول وجہ خلل یہ ہے ۱۲ [2] وہ شخص جو کچھ میراث چھوڑ کر مرا ۱۲ [3] اگر لفظ باپ کو ترک کر کے مورث کا لفظ کہا جائے تو زیادہ واضح ہو جائے ۱۲ منہ

محضر ☆

دعویٰ میراث اُس کی صورت یہ ہے کہ زید مر گیا پھر ایک شخص مستحق عمرو آیا اور چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے عصبہ ہونے کا دعویٰ کیا اور نسب پر گواہ قائم کئے کہ دادا تک نام ونسب ذکر کئے پھر اس نسب و اس میراث کے منکر نے گواہ قائم کئے کہ میّت کا دادا فلاں شخص ہے اور یہ سوائے اُس شخص کے ہے جس کو مدعی نے دادا ثابت کیا ہے پس آیا یہ دعویٰ مدعی اور اُس کے گواہوں کا دفعیہ ہوگا یا نہیں تو شیخ نجم الدین نسفیؒ نے جواب دیا کہ اگر پہلے گواہوں کے موافق حکم قضا نافذ ہو چکا ہے تو دفعیہ نہ ہوگا اور اگر پہلے گواہوں کے موافق حکم قضا نافذ نہیں ہوا ہے تو بسبب تعارض کے کسی فریق گواہ کے موافق حکم دینا جائز نہیں ہے اور فرمایا کہ یہ نظیر مسئلہ طلاق جورو وعتاق غلام ہے کہ ایک فریق گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے کوفہ میں اس سال کی قربانی کے روز اپنی جورو کو طلاق دی ہے اور دوسرے فریق گواہوں نے غلام کے واسطے گواہی دی کہ ایسے شخص نے اسی سال کی قربانی کے روز مکہ میں اس غلام کو آزاد کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ چاہئے کہ مدعی کے گواہوں کا دفعیہ نہ ہو اور مدعا علیہ کے گواہ قبول نہ ہوں کیونکہ اگر مدعا علیہ کے گواہ ہوں تو یا تو دادا کے نام کے اثبات پر قبول ہوں گے اور اِس کی کوئی وجہ نہیں ہے اس واسطے کہ وہ اس میں خصم نہیں ہے اور یا دعویٰ مدعی کی نفی پر قبول ہوں گے اور اس کی بھی کوئی راہ نہیں ہے اس واسطے کہ نفی پر گواہی قبول نہیں ہوتی ہے اور یہ نظیر اس صورت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کو فلاں روز ہزار درم قرضہ دیئے ہیں اور مدعا علیہ نے گواہ دیئے ہیں کہ یہ شخص اس روز فلاں شہر میں تھا کسی دوسرے شہر کا نام لیا تو مدعا علیہ کے گواہ قبول نہ ہوں گے اس واسطے کہ یہ گواہ درحقیقت نفی پر قائم ہوئے ہیں۔

محضر ☆

درمقدمہ دعویٰ و دیرہ وسرائچہ پیش ہوا اور گواہوں نے بلفظ خانہ گواہی دی تو محضر مذکور بدین علت رد کر دیا گیا کہ جس چیز کی گواہوں نے گواہی دی ہے وہ تحت دعویٰ داخل نہیں ہے اس واسطے کہ دعویٰ سرائچہ کا ہے اور گواہوں نے خانہ کی گواہی دی ہے حالانکہ سرائچہ اور ہے اور خانہ اور ہے اور یہ جواب ایسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ جب دعویٰ بزبان عربی اور گواہی بزبان عربی اور اگر دعویٰ فارسی میں اور گواہی فارسی میں ہو تو دعویٰ و گواہی دونوں صحیح ہوں گے اس واسطے کہ فارسی میں خانہ کا اطلاق سرائچہ پر ہوسکتا ہے ہاں عربی میں ایسا نہیں ہے۔

محضر ☆

درمقدمہ دعویٰ بیع سکنی جس میں لکھا تھا کہ اس کو مع اُس کے حدود وحقوق کے فروخت کیا اور یہ محضر شیخ الاسلام سغدیؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو شیخؒ نے اس کو رد کر دیا کہ سکنی نقل ہے اور نقلی (۱) کے واسطے حد نہیں ہوتی ہے اور نیز شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لکھ کر دوسرا محضر پیش ہوا جس میں مدعا علیہ کے دادا کا نام مذکور نہ تھا جس کی صورت یہ تھی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اُس عمرو پر دعویٰ کیا۔ تو شیخ نے اس کی صحت کا فتویٰ دیا اس واسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہے اور حاضر میں اشارہ کافی ہے اُس کے اور اُس کے باپ کے نام کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے پس دادا کے نام بیان کرنے کی بدرجہ اولیٰ ضرورت نہ ہوگی اور اگر مدعا علیہ غائب ہو تو دادا کا نام بیان کرنا ضروری ہے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اسی طرح حدود کے بیان میں صاحب حد کے دادا کا نام بیان کرنا ضروری ہے اسی طرح ہر دو متخاصمین کی شناخت میں دادا کا نام بیان کرنا ضروری ہے اور قاضی امام رکن الاسلام علی بن حسین

(۱) غیر منقول کے حدود ہوتے ہیں ۱۲

سغدی ابتدا میں اُس کی شرط نہیں فرماتے تھے کہ دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے پھر آخر عمر میں اس کی شرط کرنے لگے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

محضر☆

پیش ہوا جس میں شفعہ کا دعویٰ ہے اور اس میں بہر سہ طریق شفعہ کا طلب کرنا مذکور ہے بس یہ محضر اس علت سے رد کیا گیا کہ دعویٰ و گواہی میں یہ مذکور نہیں ہے کہ شفیع نے طلب کے گواہ وقت قدرت میں فی الفور کر لیے ہیں اور اُس نے اس محدود کے شفعہ طلب کرنے پر گواہ کر لئے ہیں اور محدود مذکور بنسبت بائع و مشتری کے شفیع سے زیادہ نزدیک تھا حالانکہ اس کا بیان ضروری ہے اس واسطے کہ شرط یہ ہے کہ ایسے پر گواہ کر لے جو شفیع سے زیادہ نزدیک ہو خواہ محدود ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو اور جاننا چاہئے کہ طلب اشہاد کی مدت کی تقدیر اسی[1] قدر ہے کہ بخلاف قدرت [(1)] بائع یا مشتری یا محدود ان تین میں سے ایک کی حاضری میں فوراً گواہ کر لے اور مشتری سے طلب کرنا ہر حال میں صحیح ہے خواہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور بائع سے طلب کرنا جب صحیح ہے کہ جب دار اُس کے قبضہ میں ہو اور اگر دار اُس کے قبضہ میں نہ ہو تو شیخ الاسلام نے بھی شرح میں ذکر کیا کہ استحساناً اُس سے شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قیاساً صحیح نہیں ہے اور شیخ ابوالحسن قدوری نے اپنی شرح میں اور ناطفی نے اپنی اجناس میں اور عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا کہ یہ صحیح نہیں ہے اور استحسان و قیاس کا کچھ ذکر نہیں کیا اور اگر شفیع نے بغرض طلب اشہاد ان تین میں جو زیادہ قریب ہے اُس کو چھوڑ کر دوری والے کے پاس جانے کا قصد کیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر میں ہوں تو اُس کا شفعہ باطل نہ ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں اور عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے اس واسطے کہ شہر واحد باوجود تباین اطراف کے حکم میں مثل مکان واحد کے ہے اور خصاف نے ادب القاضی میں ذکر فرمایا کہ اگر وہ نزدیک کو چھوڑ کر دور والے کے پاس گیا تو اُس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور ایسا ہی صدر الشہید نے اپنے واقعات میں ذکر کیا ہے اور اگر یہ سب متفرق دو یا زیادہ شہروں میں ہوں پس اگر ان میں سے کوئی ایک اسی شہر میں موجود ہو جس میں شفیع ہے پھر شفیع اس کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں طلب اشہاد کے واسطے گیا تو اُس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر شفیع دار محدود و مشتری و بائع ان سب میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ شہر میں ہو پس وہ نزدیک والے کو چھوڑ کر ایسے کے پاس گیا جو بنسبت اُس کے دور ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور ایسا ہی عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اور ایسا ہی ناطفی نے اجناس میں ذکر کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گاہ ہے ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ شفیع کسی سبب سے نزدیک والے کے پاس نہیں جا سکتا ہے پس دور والے کے پاس جانا اُس کے شفعہ کا مبطل نہ ہوگا اور علی ہذا اگر نزدیک والے کے پاس پہنچنے کے دو راستہ ہوں پس شفیع نے نزدیک کا راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کیا تو بقیاس اس کے جو عصام نے ذکر کیا ہے اُس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور بقیاس اُس کے جس کو ناطفی نے ذکر کیا ہے اُس کا شفعہ باطل نہ ہوگا۔ پھر جس شہر میں ان سب سے زیادہ قریب موجود ہے جب اس شہر میں پہنچا تو طلب صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اس چیز کے حضور میں طلب ہو خواہ یہ شئے دار ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو سب کا حکم یکساں ہے یہی مشہور و معروف ہے اور قاضی امام ابو زید کبیر فرماتے تھے کہ بائع و مشتری میں اور دار میں فرق ہے کہ صحت طلب کے واسطے بائع یا مشتری کا حضور شرط ہے اور دار اگر زیادہ قریب ہو تو اُس شہر میں پہنچ کر دار کا حضور شرط نہیں ہے بلکہ اُس شہر میں جس میں دار ہے بدون تاخیر کے جہاں چاہے شفعہ طلب کرنے کے گواہ کر لے تو طلب اشہاد

[1] یعنی اُن میں سے کسی کو حاضر پا کر باوجود قدرت اشہاد کے فوراً گواہ کرنا چاہئے ہے لیکن صحت کے جملہ شرائط شفعہ میں مذکور ہوئے ہیں الّا کچھ یہاں بیان ہونے ہیں ۱۲ (۱) جس وقت اشہاد پر قادر ہو ۱۲

صحیح ہو جائے گی اور فرماتے تھے کہ اسی طرف امام محمدؒ نے باب شفعہ اہل البغی میں اشارہ فرمایا ہے اور علی ہذا اگر دار مذکور اُسی شہر میں ہو جہاں شفیع موجود ہے تو طلب اشہاد کی صحت کے واسطے بنابر اختیار امام ابوزید کبیرؒ کے دار مذکور کا بطلب اشہاد شفعہ طلب کرنے کے واسطے اس دار کا سامنے ہونا شرط نہ ہوگا اور اگر بائع و مشتری شہر شفعہ میں ہوں تو اُس کے حضور میں طلب اشہاد بالاتفاق شرط ہے کذا فی المحیط۔

محضر☆

اس مقدمہ میں پیش ہوا کہ مادہ خرخرید کردہ پر استحقاق ثابت کر کے لے لیے جانے کے بعد مشتری نے اپنا ثمن واپس لینے کا دعویٰ کیا۔ اُس کی صورت یہ ہے کہ مجلس قضاء بخارا میں مسمیٰ حیدر حمیری حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص مسمی عثمان حمیری کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ نے میرے ہاتھ ایک مادہ پورے جثہ کی اس قدر ثمن کے عوض فروخت کی اور یہ فروخت ماہ فلاں سنہ فلاں میں واقع ہوئی اور میں نے اس مادہ خر کو اس سے خرید کیا اور ہم دونوں میں باہمی قبضہ واقع ہوگیا پھر میں نے یہ مادہ خر بدست احمد بن خالد بثمن معلوم فروخت کی اور اُس نے مجھ سے اس ثمن معلوم کے عوض خرید لی اور ہم دونوں میں باہمی قبضہ ہوگیا پھر احمد بن خالد نے یہ مادہ خر بدست علی بن محمد دہقان فروخت کی پھر مسمیٰ زید نے اس مادہ خر کو علی بن محمد کے ہاتھ سے مجلس قضائے کورہ نسف میں قاضی معین الدین بن فلاں کے سامنے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی معین الدین اس وقت میں از جانب قاضی امام علاء الدین عمرو بن عثمان متولی احکام قضائے کورہ سمرقند و اکثر شہر ماوراء النہر کے کورہ نسف و اُس کے نواح کا قاضی تھا اور یہ استحقاق بذریعہ گواہان عادل کے جو قاضی معین الدین کے حضور میں شاہد ہوئے تھے ثابت کیا اور قاضی معین الدین کی طرف سے زید کے واسطے علی بن محمد دہقان پر اس مادہ خر کا حکم جاری ہوا اور قاضی موصوف نے اس مادہ خر کو اُس کے ہاتھ سے نکال کر اس مستحق کو دے دیا پھر قاضی امام سدید الدین ظاہر کی طرف سے جو بخارا میں از جانب متولی احکام قضاء وشہر بخارا و نواح آن قاضی امام صدر الدین احمد بن محمد کے ثابت الحکم ہے اس مستحق علیہ دہقان علی بن محمد کے واسطے اپنے بائع احمد بن فلاں سے اپنا ثمن ادا کردہ شدہ واپس لینے کا حکم جاری ہوا پس اُس نے اپنے بائع سے اپنا ثمن تمام و کمال واپس لیا پھر اس قاضی سدید الدین کی طرف سے اس احمد بن فلاں کے واسطے حکم جاری ہوا کہ اپنے بائع سے اپنا ادا کردہ شدہ ثمن واپس لے پس اس نے مجھ سے اپنا تمام و کمال ثمن واپس لے لیا اور مجھے استحقاق حاصل ہوا کہ میں نے جو ثمن اس حاضر آوردہ کو ادا کیا ہے سب اس سے واپس لوں پھر اس مدعا علیہ سے جس کو مدعی حاضر لایا ہے جواب مانگا گیا تو اُس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس مدعی کو کچھ دینا نہیں پھر یہ مدعی اپنے دعویٰ پر چند گواہ حاضر لایا۔ پس اس دعویٰ کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا تو بعض نے جواب دیا کہ اس دعویٰ میں چند طرح سے خلل ہے اوّل آنکہ مدعی نے یہ نہیں بیان کیا کہ قاضی علاء الدین کے خلیفہ کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ یہ شرط ہے کیونکہ اگر اُس کو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت نہ ہو گی تو اُس کا خلیفہ کرنا صحیح نہ ہوگا اور معین الدین قاضی نہ ہوگا اور دوم آنکہ اُس نے قاضی معین الدین کے قاضی مقرر ہونے کی تاریخ نہیں لکھی تاکہ دیکھا جائے کہ قاضی علاء الدین اُس کو قاضی مقرر کرنے کے وقت خود قاضی تھا یا نہ تھا تاکہ معلوم ہو کہ قاضی معین الدین اس کے مقرر کرنے سے قاضی ہوگیا اور نیز اُس نے صریحاً یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی سمرقند کو نسف پر ولایت حاصل تھی بلکہ یہ ذکر کیا کہ اکثر شہر ہائے ماوراء النہر حالانکہ ماوراء النہر میں بہت سے شہر ہیں پس اسی بات کو ذکر کرنے سے نسف داخل نہ ہو جائے گا اور نیز اُس نے یہ بیان کیا قاضی معین الدین نے عادل گواہوں پر حکم دے دیا اور یہ بیان نہ کیا کہ یہ گواہ مدعا علیہ کے روبرو قائم ہوئے تھے حالانکہ جب تک گواہی و حکم روبرو مدعا علیہ کے نہ ہو تب تک حکم صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اور نیز اُس نے صرف یہ بیان کیا کہ قاضی معین الدین کے روبرو

اس کے گواہ عادل قائم ہوئے اور یہ بیان نہ کیا کہ آیا گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ مشتری نے اس مدعی مستحق کی ملک ہونے کا اقرار کیا ہے کہ ایسی صورت میں اُس کو اپنے بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہ ہوگا یا گواہوں نے مستحق کی ملک ہونے کی گواہی دی ہے کہ ایسی صورت میں ثمن واپس لینے کا استحقاق ہوتا ہے حالانکہ دونوں صورتوں میں حکم مختلف ہوا جاتا ہے۔ پھر اس نے بیان کیا کہ قاضی امام سدید الدین ثابت الحکم شہر بخارا کی طرف سے اس مستحق علیہ کے واسطے اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لینے کا حکم جاری ہوا اور یہ نہ بیان کیا کہ یہ بیع قاضی سدید الدین کے نزدیک ثابت تھی اور قاضی سدید الدین نے اس کے فسخ کا حکم دیا اور اس سے خلل پیدا ہوتا ہے اس واسطے کہ ثمن واپس لینے کا حکم جبھی صحیح ہوتا ہے جب حاکم کے نزدیک بیع ثابت ہو جائے پھر بیع فسخ کرنے کا حکم دے دے پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا خواہ قاضی اُس سے ثمن واپس لینے کا حکم دے یا نہ دے اور نیز یہ بھی ذکر نہ کیا کہ قاضی امام صدرالدین کو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ اس کا بیان کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور نیز یہ وجہ ہے کہ مدعی اپنے ثمن کا دعویٰ کرتا ہے اور دعویٰ میں یہ نہیں کہتا ہے کہ ایسے دراہم شہر میں رائج ہیں اور اگر ایسے درم شہر میں نہ پائے جاتے ہوں یا پائے جاتے ہوں لیکن رائج نہ ہوں تو چاہئے کہ قیمت کا دعویٰ کرے اور کہے کہ مدعا علیہ پر واجب ہے کہ ایسے درموں کی قیمت جو امروز اِس کو دینے واجب ہیں مجھے دے دے اور ثمن کا دعویٰ ایسی حالت میں صحیح نہیں ہے اور منقول ہے کہ قاضی امام الاسمشی جب سمرقند کے قاضی مقرر ہوئے تو اگلے قاضیان سمرقند کی سجل پر عمل نہیں کرتے تھے پس ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اُس نے اپنی سجل میں لکھا ہے کہ وہ آج کے روز سمرقند و ماوراء النہر میں قاضی القضاۃ ہے حالانکہ قاضی سمرقند بخارا کا قاضی نہیں ہے پس یہ محض دروغ ہے اور جھوٹا کیونکر قاضی ہو سکتا ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ اُس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ قاضی سمرقند اکثر شہر ہائے ماوراء النہر کا قاضی ہے اور احکام شرح میں اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے پس قاضی ماوراء النہر کہنا جائز ہوگا۔

محضر ☆

درمعاملہ فروخت سہم[1] واحد شائع بحدود خود بحضور شیخ نجم الدین نسفیؒ پیش کیا گیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ سمرقند فرماتے تھے کہ اس میں فساد ہے اس واسطے کہ اس سے افراز[(۱)] کا وہم ہوتا ہے کہ مفرز[(۲)] کے حدود ہوتے ہیں اور جو مشاع ہو یعنی مقسوم علیحدہ نہ ہوا اُس کے نہیں ہوتے ہیں اور فرمایا کہ میرے نزدیک یہ موجب فساد نہیں ہے اور شیخ ابو جعفر طحاویؒ نے اپنے شروط میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ مشتری نے اُس سے نصف دار بحدود ایں نصف خرید کیا اور فرمایا کہ میں نے سید امام محمد بن ابی شجاع بلخیؒ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں اس مسئلہ میں اپنے والد مرحوم سے کچھ یاد نہیں رکھتا ہوں اور ہمارے اصحاب سے اس میں کوئی روایت نہیں ہے پس میں نے اُن سے جو امام طحاویؒ نے ذکر کیا ہے بیان کیا تو انہوں نے اس کو مستحسن جانا اور اس کو لے لیا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حدود کے ذکر کرنے میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو افراز پر دلالت کرتی ہو آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ سہم و ٹکڑے کا ذکر کرنا افراز پر دلالت نہیں کرتا ہے پس اسی طرح اُس کے حدود کے ذکر میں بھی ایسا ہی ہے۔

محضر ☆

در دعویٰ اجارہ طویلہ جس میں لکھا تھا کہ اوّل روز اس اجارہ کا روز چارشنبہ چھٹی ماہ شوال ہے اور اُس کے بعد لکھا اور دونوں نے تاریخ مذکور میں باہمی قبضہ کر لیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ تاریخ مذکور میں قبضہ کر لیا تو بیان کرنا خطا ہے اس واسطے کہ یہ مشعر ہے کہ تقابض جو حکم عقد ہے وہ عقد کے ساتھ زمانہ واحد میں واقع ہوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ تقابض جو بحکم عقد ہو وہ بعد عقد کے ہوتا ہے پس یوں لکھنا

[1] سہم جس کو ہمارے عرف میں حصہ بولتے ہیں ۱۲ (۱) علیحدہ جدا ۱۲ (۲) یعنی علیحدہ جدا کیا ہوا ۱۲

چاہئے کہ دونوں نے تقابض اُسی روز کر لیا جس دن عقد واقع ہوا یا یوں لکھے کہ جس دن عقد کر دیا ہے اُسی روز باہمی قبضہ کر لیا تا کہ تقابض بعد عقد کے ثابت ہو اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یوں لکھے کہ عقد قرار دینے کے بعد دونوں نے باہمی قبضہ اُسی روز کر لیا جس دن عقد واقع ہوا ہے۔

محضر☆

دردعویٰ مال اجارہ مفسوخہ۔ (۱) اُس کی صورت یہ تھی کہ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو کے والد مسمی بکر نے مجھے ایک حویلی محدودہ بحدود چنین و چنان بعوض اس قدر مال کے اجارہ طویلہ مرسومہ بہ کرایہ دی تھی پھر وہ مر گیا اور اُس کی موت سے اجارہ فسخ ہو گیا اور بقیہ مال اجارہ اُس کے ترکہ پر میرا قرضہ ہو گیا۔ پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر میں یہ مذکور نہیں ہے کہ موجر نے مال اجارہ یعنی کرایہ پر قبضہ کر لیا تھا حالانکہ جب تک موجر مال کرایہ وصول نہ پائے تب تک اُس کی موت سے اُس کے ترکہ میں اِس کا کچھ بھی قرضہ نہ ہو گا اور نیز اُس نے اجارہ کی اوّل تاریخ و آخر تاریخ ذکر نہیں کی حالانکہ اُس کا ذکر ضروری ہے تا کہ دیکھا جائے کہ مال اجارہ میں سے کچھ باقی رہا ہے یا نہیں اور بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ مال اجارہ پر قبضہ کرنے کی تصریح کرنی چاہئے اور اس پر اکتفا نہ کرنا چاہئے کہ دونوں نے بقبضہ صحیحہ باہمی قبضہ کر لیا اس واسطے کہ اگر مستاجر مال اجارہ لایا مگر موجر کو دیا نہیں اور جو چیز اجارہ (ف) لی ہے اس پر قبضہ کر لیا بتسلیم موجر اور موجر نے مال اجارہ پر قبضہ کر لیا بدون تسلیم مستاجر کے تو یہ قول کہ تقابض واقع ہو گیا ہے صحیح ہو گا بدین اعتبار باوجود آنکہ ہر دو بدل میں سے ایک پر قبضہ نہیں پایا گیا اور ہمارے بعض مشائخ نے اس قول کی تزییف[ا] کی ہے اور فرمایا کہ یہ کچھ بات نہیں ہے اس واسطے کہ نظیر شرع و قواعد شرع میں لوگوں کے مفہوم کا اعتبار ہے اور اس قول سے کہ دونوں نے باہمی قبضہ کر لیا یہی مفہوم ہوتا ہے کہ موجر نے اجرت پر اور مستاجر نے جو چیز اجارہ پر لی ہے اُس پر قبضہ کر لیا اور بعض نے فرمایا کہ پٹہ میں یوں نہ لکھنا چاہئے کہ علی ان یزرع المستاجر مابدالہ یعنی بدین شرط کہ مستاجر اُس میں جو اُس کی رائے میں آئے زراعت کرے اس واسطے کہ کلمہ علی کلمہ شرط ہے اور ظاہر ہے کہ مستاجر کا بنفس خود زراعت کرنا مقتضائے عقد میں سے نہیں ہے پس یہ لازم آئے گا کہ اس عقد میں ایسی بات مشروط ہے جو مقتضائے عقد نہیں ہے ہاں یوں لکھے کہ لیزرع مابدالہ تا کہ جو اُس کی رائے میں آئے زراعت کرے اور یہ موجب فساد نہیں ہے اس واسطے کہ اس کا مرجع بیان غرض مستاجر ہے شرط کی جانب نہیں ہے لیکن یہ قول میرے نزدیک نہایت ضعیف ہے اس واسطے (۲) کہ اجارہ دراصل مستاجر کے نفع حاصل کرنے کی ضرورت کے واسطے مشروع ہوا ہے پس اُس کا بنفس خود انتفاع حاصل کرنا مقتضائے عقد سے ہوا اور اگر مانا کہ مستاجر کا بنفس خود نفع اُٹھانا مقتضائے عقد نہیں ہے لیکن غیر مقتضائے عقد کے عقد میں شرط لگانا موجب فساد عقد جبھی ہوتا ہے جب کہ دونوں عاقدین میں سے کسی کے واسطے اس میں نفع ہو بالا جماع یا دونوں میں سے کسی کے واسطے مضرت ہو بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے پس جب کہ دونوں میں سے کسی کے واسطے نفع یا ضرر نہ ہو تو عقد فاسد نہ ہو گا چنانچہ اگر اناج خریدا اور بائع نے مشتری پر شرط لگائی کہ اس کو کھائے تو فاسد نہیں ہے اور اس مقام پر بھی دونوں میں سے کسی کے واسطے اس شرط میں نفع ہے اور نہ ضرر ہے اور اگر عقد اجارہ میں جو چیز زراعت کرے گا وہ بیان نہ کیا تو جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اجارہ فاسد ہے اور دوسرے مقام پر ذکر کیا کہ استحساناً اجارہ جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔

محضر☆

درمقدمہ دعویٰ اجارہ و درنیکہ موجر نے جو چیز اجارہ پر لی ہے اُس پر قبضہ کر لیا۔ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ

ا یعنی اس قول کو مستند اور قابل حجت نہیں قرار دیا ہے ۱۲ (۱) جو اجارہ فسخ کیا گیا ۱۲ (۲) اقول فیہ نظر ظاہر او ان کان الامر کما قال ۱۲

(ف) پھر مستاجر نے خود اُس پر قبضہ کر لیا پھر جو چیز اجارہ پر لی گئی ہے وہ مستاجر کے سپرد کی گئی اور مستاجر نے مال اجارہ سپرد نہ کیا ۱۲

پر دعویٰ کیا کہ اس عمرو نے مجھے دس کھیت زمین از اراضی فلاں جس کے حدود یہ ہیں اجارہ پر دی تھی اور مجھے سپرد کر دی تھی پھر اس نے اس زمین پر بغیر حق اپنا قبضہ کر لیا پس اس پر واجب ہے کہ اس اراضی سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور تعرض چھوڑ کر مجھے سپرد کرے پس یہ محضر بدین علت[1] رد کر دیا گیا کہ اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ اس نے مجھے یہ اراضی اجارہ پر دی درحالیکہ یہ اس اراضی کا مالک تھا اور اس کا ذکر کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ مالک کے سوائے دوسرے کا اجارہ پر دے دینا صحیح نہیں ہے اگر چہ اس کے بعد اس کا مالک ہو جائے اور نیز یہ ذکر نہ کیا کہ اُس نے یہ اراضی مجھے اجارہ پر دی اور اُس وقت یہ اُس کے قبضہ میں تھی حالانکہ اُس کا بیان کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ اراضی خرید کردہ ہو مگر ہنوز اُس پر قبضہ نہ کیا ہو اور قبضہ سے پہلے اراضی خرید کردہ شدہ کا اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے یا تو باختلاف نہیں صحیح ہے جیسا کہ قبضہ سے پہلے عقار کے فروخت کرنے میں ہے بنا برقول بعض مشائخ کے یا بالاتفاق نہیں صحیح ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے اور نیز اس وجہ سے کہ اس نے یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اراضی لائق زراعت تھی حالانکہ صحت عقد کے واسطے ضروری ہے کہ وقت عقد کے اراضی لائق زراعت ہو اور اس قول پر کہ باستیجار صحیح اجارہ پر لی اکتفا نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ اراضی وقت عقد کے لائق زراعت نہ ہو لیکن ایسی ہو کہ متاجر کے درست کر لینے سے قابل زراعت ہو جائے پس گمان کیا جائے کہ جو زمین ایسی ہو کہ متاجر کی محنت و درستی سے قابل زراعت ہو جائے صحت عقد کے واسطے کافی ہے۔

محضر ☆

دعویٰ بقیہ مال اجارہ مفسوخہ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور یہ شخص حاضر آمدہ اپنی بہن بالغہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے دعویٰ مذکورہ محضر کے واسطے وکیل ہے اور اپنی بہن صغیرہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے باجازت حاکم دعویٰ مذکورہ محضر کے واسطے وصی ہے اور یہ سب اولاد فلاں بن فلاں ہیں پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر اپنی ذات کے واسطے بطریق اصالت اور بالغہ بہن کی طرف سے بطریق وکالت اور بہن صغیرہ کے واسطے باجازت حکمی اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ نے ہمارے باپ فلاں کو تمام اراضی محدودہ بحدود چنین و چناں بعوض اس قدر دیناروں کے باجارہ طویلہ مرسومہ اجارہ دی تھی اور ہمارا باپ قبل اس کے کہ یہ اجارہ فسخ ہو اور قبل اس کے کہ مال اجارہ مذکورہ میں سے کچھ وصول کر کے مر گیا اور اُس کی موت سے اجارہ فسخ ہو گیا اور یہ مال اجارہ جو اس قدر دینار ہیں اس کے ان وارثوں مذکور کے واسطے اُس کی میراث ہو گیا سوائے ایک دینار کے کہ اس میں سے کسی قدر کچھ مدت اجارہ گذرنے سے گیا اور کسی قدر اس وجہ سے گیا کہ ہماری باپ نے اپنی زندگی میں اس سے اس کو بری کر دیا تھا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ یہ دینار ہائے مذکورہ سوائے ایک دینار کے سب ادا کرے تاکہ مدعی اپنا حصہ بطریق صالت اور مسماۃ فلانہ اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت اور فلانہ اپنی بہن صغیرہ کا حصہ باجازت حکمی وصول کر لے بس یہ محضر بدین وجہ رد کر دیا گیا اس میں مذکور ہے کہ مال اجارہ اُس کے وارثوں کے واسطے میراث ہو گیا ماسوائے ایک دینار کے کہ اُس میں سے کسی قدر اس وجہ سے جاتا رہا کہ ہمارے باپ نے اُس موجر کو اپنی زندگی میں اُس سے بری کر دیا تھا حالانکہ اُس صورت سے دعویٰ ابراء فاسد ہے اس واسطے کہ ابراء فقط بعد وجوب کے یا بعد سبب وجوب کے صحیح ہوتا ہے اور متاجر کی زندگی میں مال اجارہ موجر پر واجب نہیں ہے درحالیکہ اجارہ قائم ہو اور ہنوز فسخ نہ ہوا ہو۔ اور نیز سبب وجوب بھی پایا نہیں گیا اس واسطے کہ سبب وجوب یہ ہے کہ اجارہ فسخ ہو جائے اور اجارہ ہنوز فسخ نہیں ہوا ہے اور دوسری علت اس میں یہ ہے کہ دعویٰ میں مذکور ہے کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ مال اجارہ اس مدعی کو دے دے تاکہ وہ اپنا حصہ

---

[1] اقول میرے نزدیک وجوہ خلل اس میں بہت ہیں کہ اُس نے اجارہ کے اول و آخر تاریخ نہیں کہی اور یہ بیان نہ کیا موجر نے امام اجارہ میں اُس پر قبضہ کر لیا ہے اور شاید بوجہ ظہور کے ان کو بیان نہ کیا واللہ اعلم ۱۲ منہ

بطریق اصالت اور اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت وصول کرے حالانکہ جو شخص خصومت کے واسطے وکیل ہو وہ امام زفرؒ کے نزدیک قبضہ کرنے کا مختار نہیں ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے پس بنابر مفتی بہ کے اُس کا حصہ موکلہ کا مطالبہ صحیح نہ ہوگا اور واضح ہو کہ پہلی وجہ ردمحضر کے واسطے صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ دعویٰ ابراء اگرچہ صحیح نہ ہوا لیکن یہ ایسی بات ہے کہ اُن کے ذمہ لازم آئے اور اس سے باقی مال اجارہ کے دعویٰ میں کچھ خلل نہ ہوگا کیونکہ یہ مال تو اُن کا حق بذمہ موجر لازم آیا ہے۔

محضر☆

دعویٰ اجارہ مال مفسوحہ[1] از وارثان مستاجر بسبب موت موجر[2] اس محضر میں وارثان مستاجر کی طرف سے دعویٰ ٹھیک تھا اس میں کوئی خلل نہ تھا پھر لکھا کہ مدعا علیہ نے دفع دعویٰ مدعی کے واسطے بیان کیا کہ تیرے باپ نے میرے باپ سے میرے باپ کی زندگی میں اس قدر من گیہوں بعوض مال اجارہ کے جس کا تو دعویٰ کرتا ہے وصول کیے ہیں پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مال اجارہ کے عوض گیہوں دینا جبھی ہو سکتا ہے کہ جب مال اجارہ واجب ہو جائے حالانکہ موجر کی زندگی میں موجر پر مال اجارہ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ موجر کی زندگی میں مال اجارہ برحال خود قائم تھا اور مال اجارہ جب ہی واجب ہوتا ہے کہ جب اجارہ فسخ ہو جائے پس ایسی حالت میں مال اجارہ کے عوض مستاجر کا گیہوں وصول کر لینا کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور دوسری علت یہ ہے کہ اُس نے یہ بیان نہ کیا کہ اُس نے گیہوں عوض میں دیئے ہیں بلکہ یہ ذکر کیا کہ تیرے باپ نے عوض میں گیہوں وصول کر لئے ہیں اور اُس کے عوض میں وصول کرنے سے گیہوں عوض نہ ہو جائیں گے جب تک کہ گیہوں کے مالک کی طرف سے بطور عوض دینا ثابت نہ ہو۔

اجارہ نامہ☆

اجارہ نامہ پیش کیا گیا جس میں لکھا تھا کہ فلاں نے فلاں کو اراضی محدودہ بحدود چنین و چنان جو لائق ہے زراعت اس شرط پر اجارہ دی کہ مستاجر اس میں اس چیز کی زراعت کرے تو بعض نے فرمایا کہ یہ اجارہ نامہ باطل ہے اس واسطے کہ کسی خاص چیز کی زراعت کی مزارعت میں شرط کرنا مقتضیات عقد میں سے نہیں ہے پس اُسی عقد میں ایسی شرط لگائی جو مقتضائے عقد نہیں ہے حالانکہ اس میں ہر دو عاقدین میں سے ایک کے واسطے نفع ہے اور وہ موجر ہے اور ایسی شرط بالاتفاق موجب فساد عقد ہے اور بعض نے فرمایا کہ اتنی بات سے تجویز فاسد نہ ہوگی اس واسطے[(1)] کہ ایسے مقام پر یہ کہنا کہ علی ان یزرع فیھا کذا کہ اُس میں یہ چیز زراعت کرے اور یہ کہنا لیزرع فیھا کذا تا کہ اس میں اس چیز کی زراعت کرے دونوں یکساں ہیں اور ظاہر ہے کہ لیزرع فیھا کہنا شرط نہیں ہے بلکہ یہ بیان کے واسطے ہے پس موجب فساد نہ ہوگا اور موجب فساد کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ ہم نے اس سے پہلے جامع صغیر سے نقل کر دیا ہے کہ اگر مستاجر نے یہ بیان نہ کیا کہ وہ کس چیز کی زراعت کرے گا تو عقد فاسد ہوگا پس جس چیز کی زراعت کرے گا اُس کا بیان ترک کرنے سے جب عقد فاسد ہوتا ہے تو بیان کرنے سے کیونکر فاسد ہوگا۔

محضر☆

در بیان شناخت مملوک۔ شیخ الاسلام علی سغدیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک محضر کے اوّل میں لکھا ہے کہ روزبہ بن عبداللہ ہندی نے فلاں پر دعویٰ کیا تو جواب دیا کہ یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اس طرح نسبت کرنے سے آگاہی و شناخت نہیں ہوتی ہے اور واجب ہے کہ یوں لکھا جائے کہ وہ فلاں کا غلام ہے یا فلاں کا مولیٰ ہے یعنی آزاد کیا ہوا غلام ہے اور نیز محضر میں لکھا تھا کہ قرض دار

---

[1] یعنی وہ اجارہ جو کسی وجہ سے فسخ کر دیا گیا ہو ۱۲ [2] اقول ظاہراً صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے موجر مر گیا پھر ہنوز مستاجر نے خصومت نہ کی تھی کہ وہ بھی مر گیا ۱۲ (۱) اس واسطے کہ بعض اناج کی زراعت سے زمین کم ناقص ہوتی ہے ۱۲

فلاں نے اُس کے واسطے اس کا اقرار بطوع[ل] خود کیا تو فرمایا کہ یہ ضروری بیان کرنا چاہئے کہ روز یہ بن عبداللہ آزاد ہے اُس کو اُس کے مولیٰ نے آزاد کیا ہے تا کہ اقرار اُس کے واسطے اور مال اُس کے واسطے ہو یا یہ بیان نہ کرے کہ وہ اپنے مولیٰ کا غلام مجور ہے تا کہ اقرار اُس کے مولیٰ کے واسطے واقع ہو اور مال اُس کے مولیٰ کا ہو یا یوں بیان کرے کہ ماذون[۱] مدیون ہے پس اقرار اُس کے واسطے ہوگا اور مال اُس کے مولیٰ کی ملک ہوگا اور حکم اقرار باختلاف اقوال مختلف ہوتا ہے اس واسطے اس کا بیان کرنا ضروری ہے اور فرمایا کہ آزاد شدہ کی شناخت اُس کے مولیٰ کی طرف نسبت کرنے سے ہوتی ہے اور اگر اُس کا مولیٰ بھی آزاد کیا ہوا ہو تو ضرور یوں کہنا چاہئے کہ فلاں کا آزاد کیا ہوا ہے اور اگر تیسرا مولیٰ بھی آزاد کیا ہوا ہو اور اُس کو اُس کے مولیٰ آزاد کرنے والے کی طرف منسوب نہ کیا تو مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ تیسرا مولیٰ ایسا ہے جیسے[۲] نسب میں دادا ہوتا ہے پس اس پر اقتصار کرنا جائز ہے۔

سجل ☆

پیش کیا گیا جس میں قاضی سمرقند کے نائب کا حکم ہے۔ پس وہ چند وجوہ سے رد کر دیا گیا اوّل آنکہ اُس میں لکھا تھا کہ فلاں نے حکم کیا اور وہ قاضی سمرقند فلاں کا نائب ہے اور اُس میں یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی سمرقند کو خلیفہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے دوم آنکہ اُس میں لکھا تھا کہ قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی تھا حالانکہ بخلاف واقع تھا بلکہ قاضی سمرقند از جانب خاقان قاضی تھا اور خاقان محمد از جانب سلطان سنجر والی تھا لیکن یہ امر مفسد نہیں ہے اس واسطے کہ قاضی سمرقند جب خاقان محمد کی طرف سے قاضی ہوا اور خاقان محمد سلطان سنجر کا نائب ہے تو قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی ہوگا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ولایت سلطان سنجر کی اہل سمرقند پر ابتداء میں ظاہر تھی وسوم آنکہ گواہوں نے اپنی گواہی میں فقط اس قدر بیان کیا کہ جس چیز کی نسبت دعویٰ واقع ہوا ہے اس مدعی کی ملک ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور یہ نہ کہا کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس دعویٰ کی چیز کو اس مدعی کے سپرد کرے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اس کا ذکر کرنا ضروری ہے اور ہم اگرچہ ایسا نہیں کہتے ہیں لیکن اس کا لکھ دینا ضروری چاہئے تا کہ اس میں کوئی طعن نہ کر سکے چہارم آنکہ اُس کے آخر میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے اس حکم کو قاضی فلاں کے نافذ کرنے پر موقوف رکھا اور قاضی فلاں وہ ہے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا ہے اور یہ اس حکم کو حکم ہونے سے خارج کرتا ہے اس واسطے کہ جو کسی چیز پر موقوف و معلق ہو وہ اُس کے پائے جانے سے پہلے ثابت نہیں ہوتا ہے اور یہ خلل قوی ہے بشرطیکہ حکم اسی طور سے پایا گیا ہو اور اگر یہ حکم مطلقاً پایا گیا ہو لیکن لکھنے والے نے اس طور سے لکھا تو یہ حکم میں خلل نہ ہوگا بلکہ تحریر میں اس سے خلل ہوگا یہ فصول استروشنی میں ہے۔

محضر ☆

جس میں غلام اجارہ پر دینے کا دعویٰ مذکور ہے۔ اس کی صورت یہ مذکور ہے کہ زید نے ایک شخص کے پاس جو غلام ہے اُس کا دعویٰ کیا کہ میں نے یہ غلام اس قابض کو ایک درم روزانہ پر اجارہ دیا تھا اور اتنے ایام گذر گئے ہیں پس اس پر واجب ہے کہ یہ غلام مع اس قدر اجرت کے مجھے سپرد کرے۔ پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُس نے یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے ایک درہم روزانہ پر اجارہ پر دیا اور مدت اجارہ کی کوئی انتہا بیان نہ کی ہر روز جو آتا ہے اس میں نیا اجارہ منعقد ہوتا ہے اور یہ روز جس میں دعویٰ واقع ہوا ہے اس میں اجارہ منعقد ہوا اور مستاجر کو اُس سے انتفاع حاصل کرنے اور روکنے کا اختیار ہوا پس کیونکر مدعی کی طرف سے مستاجر پر اُس کے سپرد

ل یعنی بلا اکراہ دیگرے خود اپنی خوشی خاطر اور رضامندی کے ساتھ کیا ۱۲

(۱) اجازت یافتہ قرض دار ہے ۱۲ (۲) یعنی جس طرح نسب میں دادا ہوتا ہے ۱۲ منہ

کرنے کا مطالبہ صحیح ہوگا اور اگر اس کے واسطے کوئی مدت بیان کی ہو اور یہ دعویٰ کا روز منجملہ مدت مذکور سے ہو تو بھی یہی ہوگا اس واسطے کہ جب یہ روز دعویٰ منجملہ مدت اجارہ کے ہو تو عقد اجارہ میں داخل ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ غلام کو اپنے پاس روک رکھے اور اُس سے انتفاع حاصل کرے اور بدیں وجہ کہ اُس نے کذا و کذا اجرت کا دعویٰ کیا اور محضر دعویٰ میں لکھا ہے کہ اُس نے غلام اجارہ پر دیا اور بعد بہت سے کلمات لکھنے کے بیان کیا اور اُس کے سپرد کر دیا اور یوں بیان نہ کیا کہ اور یہ غلام اُس کے سپرد کر دیا پس ایسی تحریر سے غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ جائز ہے کہ اُس نے کوئی اور چیز سپرد کی ہو اور جب تک غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہ ہو تب تک اجرت واجب نہ ہوگی پس اجرت کا مطالبہ کرنے کا دعویٰ ٹھیک نہ ہوگا۔

خط ☆

صلح وابراء۔ ایک خط پیش ہوا جس میں صلح وابراء کا ذکر تھا اور اُس میں لکھا تھا کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں پر مال معدوم کا دعویٰ کیا پس فلاں نے اُس سے ہزار درم پر صلح کر لی اور فلاں نے بدل الصلح پر قبضہ کر لیا اور اُس کے آخر میں لکھا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو اپنے تمام دعویٰ و خصومات سے بابراء صحیح عام بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ صلح صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں مقدار مال متدعویہ مذکور نہیں ہے حالانکہ اس کا بیان کرنا ضروری ہے تا کہ معلوم ہو کہ صلح باسقاط واقع ہوئی یا بمعاوضہ اور تا کہ معلوم ہو کہ صلح صرف ہے کہ جس میں مجلس صلح میں بدل الصلح پر قبضہ شرط ہے یا نہیں شرط ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ بدل صلح پر مجلس میں قبضہ ہو گیا اور یہ بیان نہ کیا کہ مجلس صلح میں قبضہ ہو گیا پس باوجود اس احتمال کے صلح کے صحیح ہونے کا حکم نہیں دیا جا سکتا ہے اور چونکہ ابراء بسبیل عموم واقع ہوا ہے یعنی بطور عام اُس نے بری کر دیا ہے اس وجہ سے مدعی کا کوئی دعویٰ اس کے بعد مدعا علیہ مذکور پر مسموع نہ ہوگا اور نامسموع ہونا اس وجہ سے نہیں ہے کہ صلح صحیح ہے۔

محضر ☆

میں میت کے وارثوں کے حضور میں میت پر مال مضاربت[1] کا دعویٰ مذکور ہے بدیں صورت کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلاں و فلاں کو جو سب اولاد فلاں ہیں حاضر لایا پھر ان حاضر آمدہ نے ان سب پر جن کو حاضر لایا ہے دعویٰ کیا کہ میں نے اُن کے مورث فلاں کو ہزار درم بطریق مضاربت دیئے تھے اور اُس نے ان درموں میں تصرف کر کے طرح طرح کا نفع حاصل کیا پھر وہ قبل تقسیم مال کے اور قبل اس کے کہ رب المال کو اُس کا راس المال دے دے اور نفع تقسیم کر کے دے دے اس مال کو تجہیل چھوڑ کر مر گیا یعنی بیان نہ کیا اور یہ اُس کے ترکہ میں قرضہ ہو گیا الیٰ آخرہ پس بعض نے فرمایا کہ اگر دعویٰ راس المال و منافع دونوں کا ہے تو مقدار نفع بیان کرنا ضروری ہے اور اس کے چھوڑنے میں خلل پیدا ہوگا اور اگر فقط راس المال کا دعویٰ ہے تو مقدار نفع کا بیان چھوڑنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

محضر ☆

جس میں اعتاق مستہلکہ کا دعویٰ ہے۔ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر ہزار دینار قیمت اپنے مالہائے عین میں سے کسی مال عین تلف کردہ کا جس کو سمرقند میں تلف کیا ہے دعویٰ کیا۔ تو یہ محضر بچند وجوہ رد کر دیا گیا اوّل آنکہ اُس نے مال تلف کردہ بیان نہیں کیا حالانکہ اس کا بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ بعض مال عین ایسے ہوتے ہیں جن کے تلف کرنے پر اُن

[1] یعنی میرے اور اُس کے درمیان میں باہم تجارت میں شرکت تھی ۱۲

کی قیمت واجب ہوتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ تلف کرنے پر اُس کے مثل ضمان واجب ہوتی ہے اور شاید یہ مال تلف کردہ ایسا ہو جس کی ضمان بمثل واجب ہوتی ہے تو مطلقاً دعویٰ قیمت کس طرح ٹھیک ہوگا اور اس وجہ سے کہ امام اعظمؒ کے اصول میں سے یہ ہے کہ فقط تلف کرنے سے مالک کا حق اس مال عین سے منقطع نہیں ہوتا ہے اور اسی واسطے امامؒ نے جو مال مغصوب تلف کر دیا ہے اُس سے اُس کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز رکھا ہے اور اُس کا حق مال عین سے منقطع ہو کر قیمت کے ساتھ جبھی متعلق ہوتا ہے کہ جب حکم قاضی جاری ہو یا باہم دونوں اس پر رضامند ہوں اور قبل اس کے مالک کا حق متعلق بعین ہوتا ہے پس اس کا بیان کرنا ضروری ہے اور اس وجہ سے کہ اُس نے بیان نہ کیا کہ مقدار اس مال عین تلف کردہ کی قیمت سمرقند یا بخارا میں یہی ہے جہاں اُس کو تلف کیا ہے اور مختلف شہروں میں ایک ہی چیز کی قیمت مختلف ہو جاتی ہے اور معتبر اُسی مقام کی قیمت ہے جہاں اُس کو تلف کر دیا ہے۔ پس اس کا بیان کرنا ضروری ہے۔

محضر☆

جس میں گیہوں کا دعویٰ ہے صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اس حاضر آمدہ سے ہزار من گیہوں لے کر اپنے قبضہ میں اس طرح کئے تھے کہ اُن کا واپس کرنا واجب تھا اور گیہوں کے اوصاف بیان کر دیئے اور ایسا ہی اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں اِن گندم موصوفہ پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہے کہ اُس نے فارسی میں کہا ہے (کہ تیرا ہزار من گندم آبے پاکیزہ میانہ سرخہ ترا بوزن اہل بخارا بامن ست) اور یہ اقرار صحیح کیا جس کی اس حاضر آمدہ نے خطاباً تصدیق کی ہے پھر اس بکر نے قبل اس کے کہ ان گیہوں میں سے کچھ ادا کرے وفات پائی درحالیکہ ان گیہوں کو وہ بتجہیل چھوڑ کر بدون بیان کرنے کے مرا ہے پس یہ گیہوں مذکورہ اس حاضر آمدہ کے واسطے اُس کے ترکہ میں مضمون ہوئے اور وارثوں میں اپنا یہ بھائی چھوڑا ہے اور ترکہ میں اس بھائی کے قبضہ میں طرح طرح کا مال چھوڑا ہے جس میں ہزار من گیہوں بھی اسی وصف مذکورہ کے ہیں پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہے کہ اس مدعی کو مثل گندم متدعویہ کے ترکہ کے گیہوں سے جو یہ اوصاف مذکورہ ہیں ادا کر دے اور گواہوں نے مدعا علیہ کے ایسے اقرار کی گواہی دی پس یہ محضر تین وجہ سے رد کر دیا گیا اوّل آنکہ اُس نے پہلے دعویٰ کیا کہ میرا مال اس طرح اپنے قبضہ میں لیا ہے جس میں واپس کرنا واجب ہے اور قبضہ مطلق اور علی الخصوص جس میں یہ وصف بھی بیان ہو کہ اُس کا رد کرنا واجب ہے راجع بجانب غصب ہوتا ہے اسی طرح مطلق لے لینا بھی یہی حکم رکھتا ہے پھر اُس نے کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اُس نے فارسی میں کہا کہ ترا ہزار من گندم الی آخرہ جیسا کہ تحریر ہوا اور یہ اقرار مدعا علیہ ایسا نہیں ہے جیسا مدعی نے دعویٰ کیا ہے کیونکہ مدعا علیہ نے کہا کہ ترا باً من ست اور یہ مدعا علیہ کی طرف سے ودیعت ہونے کا اقرار ہے اور گواہوں نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی ہے اور اقرار مدعا علیہ ودیعت ہونے کا ہے پس اُن کی گواہی ودیعت ہونے کی ہوئی پس گواہی موافق دعویٰ مذکورہ کے نہ ہوئی۔ دوم آنکہ مدعی نے اُس پر بوزن و من دعویٰ کیا ہے اور گیہوں کی ضمانت طلب کی ہے اور تاوان ادا کرنے پر جس کا تاوان ادا کیا ہے وہ ضامن کی ملک ہو جاتا ہے پس ان وزن کئے ہوئے گیہوں میں اور اس کی عمان میں مقابلہ ہوا اور گیہوں کیلی ہیں وزنی نہیں ہیں پس ایسی صورت میں وزن و من کے ساتھ اُس کا دعویٰ صحیح[1] نہ ہوگا وسوم آنکہ اُس نے کہا کہ اس پر اس کے مثل ترکہ میں ادا کرنا واجب ہے حالانکہ وارث پر عین ترکہ میں سے قرضہ ادا کرنا لامحالہ واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ

[1] یعنی اُس کی مثل کا ضامن مالک ہوگا اور وہ کیلی ہے پس متحمل ہے کہ ایک میں بنسبت دوسرے کے کمی و بیشی ہو پس بقدر اس کے ربوا ہوگا اس واسطے کہ گیہوں بھی از مال ربوا ہے ۱۲

وارث کو اختیار ہوتا ہے چاہے ترکہ میں سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے ادا کردے اور وارث کے قبضہ میں ترکہ ہونے کی شرط اس واسطے ہے کہ اُس پر مطالبہ قائم ہو سکے اس واسطے نہیں ہے کہ اُس میں سے لامحالہ ادا کرے اور واضح ہو کہ تیسرا اعتراض صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اصل وجوب ترکہ میں ہوتا ہے لیکن وارث کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنے مال سے قرضہ ادا کر کے ترکہ بچالے اور ہرگاہ ثابت ہوا کہ اصل وجوب ترکہ میں ہوتا ہے تو نظر بر اصل مذکور ترکہ سے ادا کرنے کا دعویٰ ٹھیک ہوا۔

محضر ☆

عدالیات پر بغیر حق قبضہ کر کے تلف کر دینے کے دعویٰ میں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے حاضر ہو کر عمرو حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس حاضر آمدہ سے بغیر حق دراہم عدالیہ (اُن کے عدد و وصف وجنس بیان کر دی ہے) اپنے قبضہ میں لے کر اُن کو تلف کر دیا ہے پس اُس پر واجب ہے کہ مثل ان دراہم عدالیہ کے اگر ان کے مثل پائے جائیں یا ان کی قیمت اگر اُن کے مثل نہ پائے جائیں اس حاضر آمدہ کو ادا کرے اور قبضہ کے روز ان عدالیہ کی قیمت اس قدر تھی اور آج کے روز اس قدر ہے پس بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اس دعویٰ میں ایک طرح کا خلل ہے بدیں وجہ کہ اس نے یہ ذکر کیا کہ اس نے ان درموں پر بغیر حق وقبضہ کیا اور اُن کو تلف کر دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اُس نے بغیر حق و بغیر حکم مالک تلف کر دیا ہے اور اس میں احتمال ہے کہ شاید تلف کرنا باجازت مالک تھا یا بدون اجازت مالک تھا اور اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا گیا کہ اگر مانا کہ تلف کرنا موجب ضمان اس وجہ سے نہیں ہو سکتا ہے کہ اُس میں احتمال ہے تو غصب سابق پر ہی اتلاف ضمان واجب کرنے کے واسطے کافی ہے۔ پھر اس جواب کا جواب اس طرح دیا گیا کہ غصب سابق کی وجہ سے ضمان کا واجب کرنا ممکن نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ احتمال ہے کہ شاید مالک ان درموں کے قبضہ کرنے پر راضی ہو گیا اور مالک جب غاصب کے قبضہ کرنے پر راضی ہو جائے اور غاصب نے بغرض حفاظت قبضہ کیا ہو تو ضمان سے بری ہو جاتا ہے اس کو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے آخر کتاب الصرف میں ذکر کیا ہے اور اکثر مشائخؒ کے نزدیک اصل خلل مذکور درحقیقت کچھ خلل نہیں ہے اس وجہ سے کہ غصب و قبضہ ناحق فی نفسہٖ وجوب ضمان کے واسطے صالح ہے اسی طرح تلف کر دینا بھی فی نفسہٖ وجوب ضمان کے واسطے سبب صالح ہے لیکن مالک کا قبضہ غاصب کی یا تلف کرنے کی اجازت دے دینا غاصب کو ضمان سے بری کرنا ہے مگر مدعی پر اُس کے نفی یا اثبات سے تعرض کرنا کچھ واجب نہیں ہے لیکن اگر اس میں سے مدعا علیہ نے کسی چیز کا دعویٰ کیا تو ایسی صورت میں یہ مدعی کے دفعیہ کا دعویٰ ہو جائے گا ہاں اگر مدعی کے ذمہ اس کے بیان کی شرط کی جائے تو اُس پر اس تفصیل کا بیان کرنا لازم ہوگا پھر واضح ہو کہ اگر مدعی نے اس دعویٰ میں تلف کر دینے کا ذکر نہ کیا بلکہ فقط ناحق قبضہ کر لینے کا ذکر کیا تو چاہئے کہ مدعا علیہ سے پہلے بعینہٖ ان درموں کے واپس دینے کا مطالبہ کرے اس واسطے کہ دراہم اگر بعینہٖ قائم ہوں اور اُن پر ناحق قبضہ کرنا ثابت ہو تو مدعا علیہ پر بعینہٖ ان درموں کا واپس دینا واجب ہوگا کیونکہ سابق میں معلوم ہو چکا ہے کہ درم و دینار غصب کی صورت میں متعین ہو جاتے ہیں پس مدعی بعینہٖ اُن درموں کے واپس دینے کا مطالبہ کرے پس جب وہ بعینہٖ ان درموں کے دینے سے عاجز ہوگا تو ان کے مثل واپس دے گا پھر اگر مثل دینے پر بھی قادر نہ ہوا تو ان کی قیمت دے گا اور بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ مدعی کو چاہئے کہ پہلے ان درموں کے حاضر[1] لانے کا مدعا علیہ سے مطالبہ کرے تا کہ اُن پر گواہ باشارہ قائم کرے پھر اس سے ان درموں کے اپنے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے جیسا کہ دیگر اموال منقولہ میں حکم ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس صورت میں مطلقاً یہ مطالبہ کہ حاضر لائے ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے بخلاف باقی منقولات کے اس واسطے کہ منقولات میں حاضر لانے کا مطالبہ اسی غرض سے ہوتا ہے کہ جب گواہ گواہی دیں تو مدعی بہ کی طرف اشارہ کریں اور

---

[1] سوائے ان درموں کے جن کا دعویٰ ہے یعنی شاید یہ دراہم جن کو حاضر لایا ہے وہ نہ ہوں جن کا دعویٰ ہے ۱۲

اس مقام پر گواہوں سے اشارہ ممکن نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ دراہم ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں پس ہوسکتا ہے کہ اشارہ دوسرے درموں کی طرف واقع ہو بخلاف باقی منقولات کے کہ بظاہر اُن کی شناخت ہوسکتی ہے لیکن اگر ان درموں پر ایسی کوئی علامت ہو جس سے اپنے جنس کے دوسرے درموں سے اُن کی تمیز ہوسکتی ہے تو ایسی صورت میں البتہ حاضر لانا شرط ہوگا۔

محضر ☆

دعویٰ ثمن۔ صورت اُس کی یہ ہے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے اُس کے ہاتھ میں گز اطلس عدنی کا ٹکڑا اُس کا طول وعرض بیان کر دیا ہے، بعوض ثمن معلوم کے فروخت کیا اور یہ ثمن بھی بیان کر دیا ہے اور اس نے مجھ سے یہ ٹکڑا اطلس کا مجلس بیع میں اسی ثمن معلوم کے عوض جو بیان کیا گیا ہے خریدا اور دو کلاہ عراقی وازار وتکمہ اس قدر ثمن کے عوض فروخت کیئے اور (ثمن کو بیان کر دیا ہے) اس مشتری کے سپرد کر دیئے ہیں اور اُس نے مجھ سے لے کر قبضہ میں کر لئے ہیں مگر ثمن نہیں دیا ہے پس اُس پر واجب ہے کہ ثمن مذکور ادا کرے اور محضر میں شرائط خرید وفروخت بلوغ وعقل وغیرہ سب بیان کر دیئے ہیں پھر ثمن مذکور کا مطالبہ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے خرید کرنے سے انکار کیا اور اپنے اوپر ثمن واجب ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ کے موافق گواہ قائم کر دیئے جیسے شرائط چاہیئے ہیں سب گواہی میں موجود تھے پھر محضر تحریر کر کے فتویٰ طلب کیا گیا تو بعض مفتیوں نے زعم کیا کہ اس دعویٰ میں خلل ہے ازیں جہت کہ اُس نے محضر میں یہ نہیں ذکر کیا کہ آیا مبیع[1] بائع کی ملک تھی یا نہ تھی کیونکہ جائز ہے کہ اُس نے غیر کی ملک بدون اُس کی اجازت کے فروخت کر دی ہو پس ثمن کا مطالبہ کرنے کا استحقاق حاصل نہ ہوگا اور اس وجہ سے کہ اُس نے محضر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ انداز ناپ کا اہل بخارا کے گزوں سے ہے یا اہل خراسان کے گزوں سے ہے اور ان دونوں میں تفاوت ہے پس مبیع مجہول رہے گی لیکن قائل کا زعم موجب خلل نہیں ہوسکتا ہے اور دونوں کی تفصیل یہ ہے کہ اوّل اس وجہ سے نہیں ہوسکتا ہے کہ اُس نے دعویٰ میں ذکر کیا کہ بائع نے اس مبیع کو مشتری کے سپرد کر دیا اور یہ سپرد کر دینا بمنزلہ اس قول کے ہے کہ یہ میری ملک تھی اور یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں ہے۔ اور دوم اس وجہ سے نہیں ہوسکتا ہے کہ اُس نے دعویٰ میں ذکر کیا ہے کہ اُس نے مشتری کے سپرد کر دی اور بعد سپرد کرنے اور قبضہ کرنے کے مدعی یہ درحقیقت وہ ثمن ہے کہ عقد سے واجب ہو کر اُس کے ذمہ قرضہ ہوگیا اور ثمن میں کچھ جہالت نہیں ہے اور خلل اس دعویٰ میں دوسری وجہ سے ہے کہ دعویٰ میں یہ مذکور ہے کہ اُس نے اُس کے ہاتھ اطلس کا ٹکڑا اس صفت کا اور دو ٹوپیاں اس صفت کی فروخت کیں اور مشتری نے اِن کو اُس سے خرید کیا اور بائع نے اُس کو مشتری کے سپرد کیا اور یہ نہیں کہا کہ بائع نے اُن کو فروخت کیا اور مشتری نے اُن کو خریدا اور بائع نے اُن کو سپرد کیا یا بعد ازاں کہ بائع نے اس سب کو فروخت کیا مشتری نے اس سب کو اُس سے خرید لیا اور بائع نے اس سب کو مشتری کے سپرد کیا اور اُس نے سب پر قبضہ کر لیا تاکہ یہ سب میں سے ہر ایک سے متعلق ہو اور نہ شاید یہ ہو کہ اُس نے اطلس کا ٹکڑا اور ٹوپیاں فروخت کیں اور مشتری نے فقط اطلس کا ٹکڑا خریدا ٹوپیاں نہ خریدیں یا اطلس کا ٹکڑا سپرد کیا ٹوپیاں سپرد نہیں کیں غایت مافی الباب یہ ہے کہ کلمہ ہا ضمیر یعنی اس جائز ہے کہ ہر ایک کی طرف راجع ہو (پس قولہ اس کو سپرد کیا یہ معنی ہوئے کہ اس ہر ایک کو سپرد کیا) لیکن یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی کی طرف راجع ہو پس یہ احتمال دور نہ ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ ایسا کوئی لفظ ذکر کیا جائے جس سے یہ احتمال مذکور زائل ہو اور وہ لفظ ان ہے یا سب ہے اور بدون اس کے یہ احتمال زائل نہ ہوگا تو مبیع اور جو چیز سپرد کی ہے سب مجہول رہی پس بعض کا دعویٰ درست نہ ہوگا پس سب دعویٰ رد ہوگا کیونکہ جو کچھ سپرد کیا ہے وہ معلوم نہیں ہے تاکہ اسی کے قدر دعویٰ ثمن مستقیم ہو۔

---

[1] یعنی وہ شے جس کو بائع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ۱۲

محضر☆

جس میں وکیل نے اپنے موکل کی ودیعت کا دعویٰ کیا ہے۔ایک شخص نے دوسرے پر بحکم وکالت کے جواُس کواُس کے باپ کی طرف سے ثابت ہے یہ دعویٰ کیا کہ اُس کے باپ نے اس حاضر اور وہ کوئختہ دیباج اتنے عدد اور اُس کی صفت ایسی اور رنگ ایسا ہے اور ہر دیباج کا طول اس قدر عرض اس قدر ہے بطریق امانت کے دیئے تھے اور اُس کے باپ کواس پر قابو نہ ملا کہ اس سے لے لےاوراس کے والد نے اس حاضر آمدہ کووکیل خصومت کیا کہ جب اس حاضر آوردہ کو پائے اُس سے اس معاملہ میں خصومت کرے اوراس سے اس مال کے وصول کرنے کا بھی وکیل کیا ہے اور یہ وکالت اُس کے حق میں مجلس قضاء میں ثابت ہوئی ہے پس اس مدعاعلیہ پر دعویٰ کیا کہ یہ مال مجلس قضاء میں حاضر لائے تاکہ وکیل اُس پر گواہ قائم کرے پس مدعاعلیہ نے سرے سے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کئے کہ اس مدعاعلیہ نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اُس کے والد سے اس مال مذکور کواپنے قبضہ میں لیا تھا لیکن اس کے والد کوواپس کیا ہے پھر محضر لکھا گیا اور مفتیوں سے فتویٰ طلب کیا گیا پس مفتیوں نے جواب لکھا کہ اس میں خلل ہے اور شاید وجہ خلل یہ ہے کہ اُس نے محضر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ مدعی نے اُس کے اس قول کی کہ باز ردکردم تکذیب نہیں کی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ مدعی نے اگراس کے اس قول کی کہ میں نے اس کے والد کو پھر واپس دیئے ہیں تصدیق کی تو پھر اُس کو حق خصومت باقی نہ رہے گا پس ضروری ہے کہ رد کرنے میں تکذیب کرنا بیان کرے تاکہ اُس کی طرف سے مجلس قضاء میں حاضر لانے کا دعویٰ ٹھیک ہو اور میرے نزدیک یہ بات خلل نہیں ہے اس واسطے کہ جب اُس نے تختہائے مذکور مجلس قضاء میں حاضر لانے کا مطالبہ کیا تو یہ اُس کے قول واپس کرنے کی تکذیب ہے۔

محضر☆

درحیکہ ایک عورت نے ایک مرد کی مقبوضہ حویلی کا جس کواس عورت نے اپنے والد سے خریدا ہے دعویٰ کیا۔ایک عورت نے ایک مرد پر ایک حویلی کا جواُس کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ حویلی (اور اُس کی جگہ وحدود بیان کرتی ہے) میرے والد فلاں کی ملک وحق تھی اور اُس نے میرے ہاتھ بعوض اس قدر ثمن کے فلاں مہینہ میں درحالیکہ وہ نافذ التصرف[1] تھا فروخت کی ہے اور میں نے اس کوبعوض اس قدر ثمن مذکور کے ایسی مجلس بیع میں بحالت اپنی صحت تصرفات کے خریدی ہے اور آج کے روز بدین سبب مذکور یہ تمام حویلی میری ملک وحق ہے اوراس قابض حاضر آوردہ نے اُس پر اپنا قبضہ جدید ناحق کرلیا پس اس پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرلے اور مجھے سپرد کرے پس مدعاعلیہ نے جواب دیا کہ ایں منزل ملک من ست بایں مدعیہ سپردنی نیست بایں سبب کہ دعویٰ میکندہ۔ پھر مدعیہ مذکورہ چند نفر حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں پھر ایک گواہ نے بعد درخواست گواہی کے اس طرح گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ این فلاں بن فلاں والد این مدعیہ اقرار کرد برحال ادائے اقرار وگفت من آنخانہ کہ حدود دے دریں محضر مذکور ست بایں دختر خویش فلانہ فروختہ ام ووے این خانہ ازمن خریدہ است بہمن بہا کہ دریں محضر مذکور ست بہمن تاریخ کہ دریں محضر مذکور ست فروختنی وخریدنی درست وامروز ایں خانہ ملک ایں فلانہ است باین سبب کہ اندریں محضر یاد کردہ شدہ است واین مدعاعلیہ دست نو کردہ است درین خانہ بناحق اور مفتیوں سے استفتا طلب کیا پس بعض نے زعم کیا کہ اس میں خلل ہے ازیں جہت کہ اُس نے دعویٰ میں ذکر کیا ہے کہ اُس نے اس مدعیہ کے ہاتھ بتاریخ فلاں فروخت کی اور ایسا ہی اقرار بائع کا اس تاریخ بیع کا مذکور ہے اور یہ موجب خلل ہے اس وجہ سے کہ اُس نے اقرار کی اضافت بسوئے بتاریخ بیع بروز فلاں کی ہے اور شاید یہ اقرار قبل بیع واقع ہونے کے ہو مگر یہ زعم فاسد

---

[1] یعنی اُس کے جملہ تصرفات مقبول وجاری ہوتے تھے اور اُن میں کسی قسم کا خرخشہ نہیں ہوتا تھا ۱۲

ہے اس وجہ سے کہ اقرار اگر بیع سے پہلے ہونے پر محمول کیا جائے تو باطل ہوگا اور اگر بیع کے بعد ہونے پر محمول کیا جائے تو صحیح ہوتا ہے اور عاقل کے تصرف میں اصل یہ ہے کہ اُس کی تصحیح کی جائے نہ یہ کہ اُس کو باطل کیا جائے اور نیز اس زعم کرنے والے نے زعم کیا کہ الفاظ شہادت میں بھی خلل ہے کہ گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اُس نے بیع کا اقرار کیا اور اُس کے اقرار کی گواہی دی پھر کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اس سبب سے جو محضر ہذا میں مذکور ہے اس مدعیہ کی ملک ہے اور محضر میں سبب مذکور بیع ہے اور اقرار بیع سبب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے حالانکہ انہوں نے بیع پر گواہی نہیں دی ہے پس گواہی باطل ہوگی اور اس کا جواب دوطرح سے ہے ایک یہ کہ یہ امر اُن کی گواہی میں موجب فساد وخلل نہیں ہے اس واسطے کہ جب گواہوں نے اقرار کا بائع مبیع کی اور اقرار مدعیہ تحریر کی گواہی دی تو گواہوں کی گواہی سے خرید وفروخت ثابت ہوگئی لیکن بر بناء اقرار ثابت ہوئی۔ اور بیع سبب ملک ہے۔ اور دوم یہ کہ گواہوں نے بائع کے اقرار بیع کی گواہی دی اور ہم کو یہ علم نہیں ہے کہ ابتدائے بیع پر اُن کی گواہی نہیں ہے اور شاید گواہ لوگ ابتدائے بیع پر گواہ ہوئے ہوں لیکن جب کہ انہوں نے اقرار بائع بیع کی اوّلاً گواہی دی پھر بیع کی گواہی دی اور یہ سب موجب ملک ہے تو گواہی میں کوئی خلل نہ ہوا۔

محضر☆

دعویٰ ثمن روغن سمسم۔ ایک شخص نے دوسرے پر چندیں دینار نیشاپوری جید کا حق واجب و دین لازم بسبب صحیح شرعی ہونے کا دعویٰ کیا اور بسبب اس میں بیان کر دیا اور مدعا علیہ نے ان دیناروں مذکورہ کا اپنے اوپر سبب صحیح ہونے کا کہ اُس نے اس مدعی سے اس قدر روغن سمسم صاف اور سب اوصاف بیان کر دیئے بخرید صحیح خرید ا اور اس سے لے کر بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہے اقرار کیا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ یہ دینار ہائے مذکورہ اس مدعی کو ادا کرے اور محضر میں جواب مدعا علیہ بانکار بیان کیا پھر اس کے بعد گواہوں کی گواہی کہ مدعا علیہ نے اس قدر روغن سمسم صاف باوصاف مذکورہ خرید کرنے کا اقرار کیا ہے بیان کی اس طرح کہ ہر گواہ نے فارسی میں یوں گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ این مدعا علیہ اور اس کی طرف اشارہ کیا بقرآمد بحال صحت ورضائے خویش بطوع ورغبت و چنین گفت بخریدم ازیں مدعی اور اُس کی طرف اشارہ کیا ہفت صدمن روغن کنجد پاکیزہ صافی خریدنی درست وقبض کردم قبضے درست پھر اس دعویٰ کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا تو بعض نے کہا کہ یہ دو وجہ سے فاسد ہے اور گواہی مطابق دعویٰ کے نہیں ہے۔ پس ہر دو وجہ فساد میں سے ایک یہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ کیا ہے کہ مدعا علیہ نے اس مال کا اقرار کیا ہے اور دعویٰ اقرار مال عامہ علماء کے نزدیک دو وجہ سے نہیں صحیح ہے ایک یہ کہ دعویٰ اقرار دعویٰ حق کے واسطے صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ حق مدعی مال ہے نہ اقرار پس جب اقرار کا دعویٰ کیا تو ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اُس کا حق نہیں ہے۔ دوم آنکہ اس دعویٰ میں وجہ کذب ظاہر ہوئی اس واسطے کہ نفس اقرار وجوب مال کا سبب نہیں ہے۔ بلکہ وجوب مال کا سبب کوئی دوسرا امر مثل مبایعت یعنی خرید وفروخت یا قرضہ کا دین لین وغیرہ ہوگا پس اگر مدعی کا حق اپنے سبب سے ثابت ہوتا تو وہ اس کا دعویٰ کرتا اور سبب بیان کرتا اور جب اُس نے اُس سے اعراض کیا اور اقرار کی طرف جھکا تو معلوم ہوا کہ وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے اور وجہ دوم فساد دعویٰ کی یہ ہے کہ ہرگاہ اُس نے سبب وجوب مال یعنی تیل خریدنا بیان کیا تو ضروری بیان کرنا چاہئے کہ اس قدر تیل جس کی بیع کا دعویٰ کرتا ہے اُس کے پاس وقت بیع واقع ہونے کے موجود تھا تا کہ بیع صحیح واقع ہو اس واسطے کہ اگر بر تقدیر تمام یا تھوڑا معدوم ہونے کے انعقاد بیع ہوا تو کل یا بعض کے حق میں بیع منعقد نہ ہوگی پس ثمن مدعا علیہ پر واجب نہ ہوگا تو بسبب خرید وفروخت کے دعویٰ ٹھیک نہ ہوگا غایت مافی الباب یہ ہے کہ اُس نے بیان نہ کیا کہ مشتری مذکور نے بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہے لیکن یہ امر صحت بیع و وجوب ثمن کے واسطے کافی نہیں ہے بدو وجہ ایک یہ کہ اس قدر تیل وقت بیع کے موجود نہ تھا اور نہ

اس نے درواقع قبضہ کیا ہے لیکن کاتب نے ایسا ہی تحریر کیا اور دوم آنکہ احتمال ہے کہ وقت بیع کے موجود نہ تھا پھر بائع نے اُس کو تیار کر کے مشتری کے سپرد کیا اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور حال یہ ہے کہ اُس نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ مجلس خرید و فروخت میں اُس نے اس مبیع پر قبضہ کیا ہے اور مجلس خرید سے اُٹھ جانے کے بعد اور بر تقدیر یکہ وہ وقت بیع کے معدوم تھا پھر سپرد کرنا کچھ نافع نہ ہوگا اس واسطے کہ ایسی صورت میں عقد بیع باطل واقع ہوا ہے اور بیع باطل پر تسلیم و سپرد کرنا کچھ مفید نہیں ہے پس یہ بیع تعاطی بھی نہ ہوگی اس واسطے یہ سپردگی بر بناء بیع باطل ہی اور بیع تعاطی ایسے مقام پر اعتبار کر لی جاتی ہے جہاں سپردگی بر بنائے عقد فاسد نہ ہو اور یہ نظیر اُس کی ہے جو ہم نے اجارہ میں بیان کیا ہے کہ اگر اپنا دار یا زمین دوسرے کو اجارہ پر دی حالانکہ وہ دار اسباب موجر سے یا وہ زمین موجر کی کھیتی سے گھری ہوئی ہے پھر موجر نے اِس کو خالی کر کے سپرد کیا تو اجارہ مذکورہ منقلب ہو کر جائز نہ ہو جائے گا پس اُن دونوں میں از سر نو اجارہ بتعاطی بھی منعقد ہوگا اس واسطے کہ سپردگی بر بناء اجارہ فاسد واقع ہوئی ہے ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے۔ اور بعض مشائخؒ نے اس دعویٰ میں وجہ قیاس سے انکار کیا اور ہر دو وجہ فساد میں سے ہر ایک کے واسطے جواب ذکر کیا پس اوّل کا جواب یہ فرمایا کہ ہم کہتے ہیں کہ دعویٰ اقرار بمال جبھی نہیں صحیح ہوتا ہے کہ جب دعویٰ مال فقط بحکم اقرار واقع ہو مثلاً مدعی نے کہا کہ میرے تجھ پر اس قدر درم ہیں کیونکہ تو نے میرے واسطے اس قدر درم کا اقرار کیا ہے یا کہا کہ یہ مال عین میری ملک ہے کیونکہ تو نے میرے واسطے اس کا اقرار کیا ہے اور اس مقام پر دعویٰ مال بحکم اقرار نہیں ہوا بلکہ دعویٰ مال مطلقاً ہے لیکن اُس نے دعویٰ مال کے ساتھ مدعا علیہ کے اقرار بمال کا بھی دعویٰ کیا اور یہ موجب خلل نہیں ہے اور قولہ اس دعویٰ میں ایک وجہ دروغ کی ظاہر ہوئی ہے یہ بھی ممنوع[1] ہے اور قولہ اُس نے سبب کا دعویٰ نہ کیا اقول سبب کا دعویٰ نہ کرنا اس وجہ سے نہیں ہے جو تم کہتے ہو بلکہ اس وجہ سے ہے کہ مدعی کو ایسے گواہ نہ ملے جو سبب پر گواہی دیں اور ایسے گواہ ملے جو مدعا علیہ کے اقرار مال کی گواہی دیں اور وجہ دوم کے جواب میں فرمایا کہ قولہ یہ ضروری ہے کہ بیان کرے کہ اس قدر تیل وقت انعقاد بیع کے موجود تھا اقول اس کی ضرورت ایسی گواہی میں ہے کہ جہاں گواہ لوگ مثلاً یوں گواہی دیں کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کے ہاتھ اس مقدار تیل کو فروخت کیا اور اس صورت میں گواہ لوگوں نے بیع کی گواہی نہیں دی ہے بلکہ اقرار بیع کی گواہی دی ہے اور اُس کا خرید صحیح کا اقرار واقع ہوا اور جب کسی آدمی کا اقرار بتصرف صحیح پایا گیا تو اُس کا حکم اُس کے حق میں ثابت ہوگا اگرچہ متحمل فساد ہو بخلاف گواہی کے کہ اُس میں ایسا نہیں ہوتا ہے اور گواہی و اقرار میں جو فرق ہے وہ اپنے مقام پر مذکور ہے۔ اب باقی رہا بیان اس بات کا جو ہم نے کہا ہے کہ گواہی و دعویٰ میں مطابقت نہیں ہے سو اس طرح ہے کہ گواہی میں صرف یہ مذکور ہے کہ مدعا علیہ نے قبضہ کا اقرار کیا اور یہ نہیں ہے کہ مبیع پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا چنانچہ گواہوں نے کہا کہ مقر آمد ایں مدعا علیہ کہ بخریدم ازیں مدعی ہفقصد من روغن کنجد صافی پاکیزہ وقبض کردم قبضے درست۔ اور دعویٰ قبضہ باشارہ مذکور ہے چنانچہ مدعی نے کہا کہ بالغ سے لے کر اُس پر قبضہ صحیح کیا۔ پس گواہوں کو چاہئے تھا کہ اقرار مدعا علیہ کی گواہی میں یوں بیان کرتے کہ قبض کردمش قبضے درست۔

محضر ☆

تہائی مال کی وصیت کے دعویٰ میں جس کی صورت یہ ہے کہ موصی لہ نے کسی ایک وارث پر دعویٰ کیا کہ میّت نے اپنی زندگی میں اپنے عاقل بالغ ہونے کی حالت میں میرے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے اور مجلس حکم میں ایک انگوٹھی سونے کی لایا جس کا نگینہ فیروزہ ہے اور وارث پر دعویٰ کیا کہ یہ انگوٹھی منجملہ مال ترکہ سے ہے جس کو میّت نے چھوڑا ہے اور یہ تیرے قبضہ میں ہے پس تجھ پر واجب ہے کہ اس میں سے تہائی مشاع[2] بحکم وصیت مجھے سپرد کر دے پس وارث نے وصیت سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ

---

(۱) یعنی ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں یہ صرف تمہارا خیال ہے (۱) جو سب میں شائع ہے یعنی جو علیحدہ نہیں ہے ۱۲

کے موافق گواہ قائم کئے پھر دعویٰ کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا پس مفتیوں نے فساد دعویٰ ہذا کا فتویٰ دیا مگر وجہ فساد میں باہم اختلاف کیا بعض نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ اُس نے محضر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ موصی نے برضا ورغبت وصیت کی پس احتمال ہے کہ اُس نے باکراہ یعنی مجبور کئے جانے پر وصیت کردی ہو اور وصیت باکراہ باطل ہے اور بعض نے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ اُس نے انگوٹھی میں سے تہائی مشاع کا مطالبہ کیا ہے اور یہ متصور نہیں ہے مگر صحیح اوّل ہے اس واسطے کہ تسلیم[1] جز وشائع کی تسلیم کل سے ہے۔

محضر☆

دعویٰ نکاح ایک عورت پر بدیں صورت کہ فلاں مرد نے فلانہ عورت پر یہ دعویٰ کیا کہ وہ عورت اس کی منکوحہ وحلالہ ہے بسبب اس کے کہ اس مرد نے اس عورت سے مہر معلوم پر بحضوری گواہان عادل بسبب اس عورت کے اپنے نفس کو اس مرد کے نکاح میں دینے کے نکاح کرلیا ہے اور یہ عورت اس مرد کی اطاعت سے خارج ہوگئی ہے پس اس عورت پر احکام نکاح میں اس مرد کی اطاعت واجب ہے اور جواب عورت مذکورہ یہ ہوا کہ مجھ پر احکام نکاح میں اس کی اطاعت واجب نہیں ہے اس وجہ سے کہ اس نے تین طلاق اس عورت کو دلائی ہیں اور یہ عورت اُس پر بسہ طلاق حرام ہے اور عورت مذکورہ نے اس بات کو بطریق دفعیہ دعویٰ نکاح مرد مذکور کے گواہوں سے ثابت کردیا پھر مرد کی طرف سے اُس کے دفعیہ میں یہ دعویٰ مذکور ہے کہ مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت اپنے دعویٰ دفعیہ میں مبطل ہے اور اُس کا یہ دعویٰ دفعیہ ساقط ہے اس وجہ سے کہ اس عورت نے اپنے اس دعویٰ دفعیہ سے پہلے اقرار کیا ہے کہ اس عورت نے ان تین طلاق کے بعد اس کی عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا پھر اس کو طلاق دے دی اور اس نے اُس کی عدت بھی پوری کی اور دونوں عدتوں کے پوری کرنے کی مدت اس قدر بیان کی کہ جس میں دونوں عدتوں کا گذر جانا متصور ہے پھر اس شوہر سے بمہر معلوم بحضوری گواہان عدول نکاح کیا اور آج کے روز یہ اُس کی جورو ہے۔ پس اس محضر پر بڑے بڑے مشائخ سمرقند کا جواب یہ لکھا تھا کہ صحیح ہے اور مشائخ بخارا نے اتفاق کیا کہ محضر صحیح نہیں ہے اور اس کی ایک یہ وجہ بیان کی کہ شوہر نے عورت کی اِن باتوں کے اقرار کا دعویٰ کیا ہے اور مدعا علیہ پر کسی چیز کے اقرار کا دعویٰ مدعی کی طرف سے صحیح نہیں ہوتا ہے یہ شرح ادب القاضی میں مذکور ہے اور میرے نزدیک جو وجہ فساد اُنہوں نے ذکر کی ہے وہ صحیح نہیں ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ شوہر اُس کے اقرار پر دعویٰ نکاح کا مدعی نہیں ہے بلکہ اُس پر نکاح کا دعویٰ مطلقاً کرتا ہے اور دعویٰ اقرار فقط بدیں بیان ہے کہ وہ اپنے دفعیہ کے دعویٰ میں مبطل ہے اور یہ صحیح[2] ہے اور اسی طرف آخر جامع میں اشارہ کیا ہے اور ہم نے یہ مسئلہ قبل اس کے مشرح بیان کیا ہے کذا فی الذخیرہ۔

سجل☆

در اثبات۔ ملکیت حمل۔ شہر مرد سے آیا جس میں لکھا ہے کہ قاضی فلاں صاحب مظالم واحکام شرعیہ بشہر مرد ونواح آن از جانب سلطان فلاں عز نصرہ کہتا ہے کہ مجلس حکم اینجا میں بتاریخ فلاں ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اس کا نام فلاں ہے اور اپنے ساتھ ایک خصم کو حاضر لایا جس نے بیان کیا کہ اُس کا نام فلاں بن فلاں ہے پس اُس پر اُس کے حضور میں دعویٰ کیا پس مشائخؒ نے فرمایا کہ اس محضر مذکور میں یہاں تک دو خلل ہیں ایک یہ کہ اُس نے لکھا کہ مجلس حکم اینجا میں اور اس سے پہلے ذکر ہوا ہے کہ وہ مرد کا اور اُس کے نواح کا قاضی تھا پس اُس کے قول اینجا میں احتمال ہے کہ مرو مراد ہے یا نواح مرو پس نواح مرو کی صورت میں حکم صحیح نہ ہوگا اس

[1] مترجم کہتا ہے کہ صحیح اوّل ہی ہے لیکن ثانی بھی بعید نہیں ہے ۱۲ [2] مترجم کہتا ہے کہ جس کو اُس نے ذکر کیا وہ صحیح ہے اور جو اُن لوگوں نے ذکر کیا وہ صحیح نہیں ہے بلکہ محضر کے مفہوم کے خلاف ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے ۱۲ منہ

واسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق صحت قضاء کے واسطے شہر شرط ہے اور اسی طرف اکثر مشائخ نے میل کیا ہے یہ ادب القاضی للخصاف میں مذکور ہے اور میرے نزدیک یہ خلل نہیں ہے اس واسطے کہ موافق روایت نوادر کے شہر شرط نہیں ہے پس اگر قاضی نے خارج شہر میں حکم قضاء دیا تو اُس کی قضاء ایک صورت مختلف فیہ میں ہوگی پس نافذ ہو جائے گی اور دوم آنکہ اُس نے ذکر کیا کہ اُس نے اُس کی حضوری میں اُس پر دعویٰ کیا حالانکہ ضروری تصریح چاہئے بلفظ اس حاضر آمدہ واس حاضر آوردہ کے پس اس طرح لکھنا چاہئے کہ پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا۔ کیونکہ اُس کی تحریر پر احتمال ہے کہ شاید اس مدعی کے سوائے دوسرے سے یا اس مدعی کے سوائے دوسرے پر صادر ہوا ہو اور نیز یوں لکھے کہ بحضوری اس مدعا علیہ کے تاکہ یہ احتمال نہ رہے کہ اس مدعا علیہ کی غیبت میں اُس پر دعویٰ کیا ہے پھر اس سجل میں لکھا کہ دعویٰ کیا ایک حمل کا جس کی صفت یہ ہے اور سن اس قدر ہے اور قیمت اُس کی اس قدر ہے بحضوری مجلس قضاء کے اور اُس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُس کی ملک واس کا حق ہے۔ تو مشائخؒ نے فرمایا کہ ان الفاظ میں خلل ہے کہ بعض کے بیان کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ صفت وسن و قیمت کے بیان کی کچھ حاجت نہیں ہے اس واسطے کہ وہ مجلس حکم میں موجود ہے اور قولہ اور اُس کی طرف اشارہ کیا کہ اُس کی ملک واس کا حق ہے اس میں خلل ہے یوں بیان کرنا چاہئے کہ اس بچہ گوسفند کی طرف جو حاضر ہے اشارہ کیا کہ یہ مدعی کی ملک واُس کا حق ہے۔ پھر لکھا کہ اور مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے۔ اُس کو ضرور اس طرح لکھنا چاہئے کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے۔ پھر لکھا کہ اس پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے۔ اس کو یوں لکھنا چاہئے کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ اپنا ہاتھ اس بچہ گوسفند متدعو یہ سے کوتاہ کرے۔ پھر لکھا کہ اس کا اعادہ اُس کے قبضہ میں کرے اور اس میں احتمال ہے کہ شاہد اوّل میں مدعی مذکور کے قبضہ میں نہ آیا بلکہ مثلاً اُس کا وارث ہوا ہو اور ہنوز قبضہ نہ کیا ہو کہ مدعا علیہ مذکور نے غصب کر لیا ہو پس ایسے احتمال کی صورت میں لفظ اعادہ لکھنا نہ چاہئے بلکہ بجائے اس کے لفظ تسلیم لکھے کہ اس بچہ گوسپند کو اس مدعی کے سپرد کرے۔ پھر بعد بیان درخواست جواب مدعی وانکار مدعا علیہ کے لکھا کہ پس مدعی ایک جماعت کو حاضر لایا مگر یوں لکھنا چاہئے کہ یہ مدعی ایک جماعت کو حاضر لایا۔ پھر گواہوں کی گواہی یوں لکھے کہ اُنہوں نے گواہی دی کہ حمل متدعو یہ ملک مدعی ہے اور مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے۔ مگر ضروری ہے کہ یوں لکھے کہ گواہی دی کہ یہ بچہ گوسفند متدعو یہ ملک اس مدعی کی ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور اس کے بعد لکھا کہ اور گواہوں نے متداعیین کی طرف اشارہ کیا حالانکہ یہ لفظ دونوں میں سے ہر واحد کو شامل ہے پس ہر واحد کے ذکر کے وقت اشارہ کرنے کا بیان تحریر کرنے کی حاجت اس لفظ سے دفع نہ ہوگی کہ شاید اُنہوں نے مدعا علیہ کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت کے وقت مدعی کی طرف اشارہ کیا ہو اور بچہ گوسفند کے ذکر کے وقت بچہ گوسفند کی طرف اشارہ کرنا تحریر کرنا چاہئے ہے لیکن اگر یہ ذکر کر دیا کہ انہوں نے اس مشہور بہ کی طرف اشارہ کیا اور اگر لفظ اس ذکر نہ کیا تو بھی خیر ہو سکتا ہے اور بڑی احتیاج تو محضر و سجل میں یہ ہوتی ہے کہ الفاظ شہادت دعویٰ میں اُنہوں نے مقامات اشارہ میں کیا تاکہ اشتباہ رفع ہو جائے اور دعویٰ صحیح ہو اور اپنے اس قول کے بعد کہ بعد کہ مجھ سے اس مدعی۔ نے حکم کی درخواست کی یوں بیان کیا کہ پس میں نے مدعا علیہ کو آگاہ کیا اُس حکم سے جو اُس پر متوجہ ہوا ہے۔ مگر مدعا علیہ کے ساتھ لفظ ہذا یعنی اشارہ ذکر نہ کیا اسی طرح آخر سجل تک مدعا علیہ کے ساتھ کہیں (اس) کا لفظ (اس مدعا علیہ) نہیں کہا لیکن ان جگہوں میں (اس) کا لفظ ذکر نہ کرنے میں تساہل کیا اور (اس) کا لفظ ذکر کرنے میں فقط دعویٰ و گواہی میں مبالغہ کیا جاتا ہے بعض دعویٰ و گواہی میں ضرور ذکر کرنا چاہئے اور تیز اس سجل میں لکھا کہ میں نے ہر دو متخاصمین کے حضور میں مدعی کے واسطے ملکیت مذکور کے ثبوت کا اور مدعا علیہ کے قبضہ میں بناحق ہونے کا حکم کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اس بچہ گوسفند کے سامنے موجود ہونے کی حالت میں حالانکہ اس کا ذکر کرنا لامحالہ ضروری ہے اس واسطے کہ مال منقول کا حکم دینے کے وقت قاضی کو اشارہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ گواہ کو

وقت گواہی کے ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر اوّلاً قیمت کا دعویٰ ہو تو اِس صورت میں اس قیمت کے حاضر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ استحقاق میں جوع کرنے کی حالت میں ہوتا ہے کہ قاضی بدون چیز مستحق حاضر کرنے کے رجوع کا حکم دیتا ہے پس ایسا ہی قیمت کے دعویٰ میں بھی ہے اور قاضی مذکور نے آخر سجل مذکور میں لکھا کہ فلاں سے صادر ہوا اور یہ نہیں لکھا کہ میں نے ان گواہوں کی گواہی پر یا ایسی دلیل سے جو میرے نزدیک ظاہر ہوئی یا اور اس کے مانند الفاظ اس معنی میں ہوں حکم دیا حالانکہ اس کا لکھنا ضروری تھا تا کہ معلوم ہو کہ یہ دعویٰ و گواہی اُس کے سامنے ہوئی ہے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید دعویٰ و گواہی اُس کے نائب کے حضور میں ہوئی اور متولی حکم خود آپ ہو گیا اور ایسی صورت میں قضاء جائز نہ ہو گی پس ایسا کلام بیان کرنا ضروری ہے جو اس پر دلالت کرے اور قاضی بخارا نے آخر اس سجل میں لکھا کہ اُس کی جانب بگواہی دو عادلوں کے حکم صادر ہوا اور یہ نہ لکھا کہ خصم کے حضور میں۔ پس شاید خصم کی غیبت میں صادر ہوا ہو پس صحیح نہ ہو گا اور اگر یوں لکھتا کہ میں نے اس سجل کے ثبوت کا اس کے شرائط کے ساتھ حکم کیا تو بھی کافی نہ تھا اس واسطے کہ قاضی شرائط پر واقف نہیں ہوتا ہے پس بیان کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اس صورت میں لکھا ہے کہ اگر قاضی نے کہا کہ گواہوں نے موافق دعویٰ کے گواہی دی تو یہ کافی نہیں ہے اس واسطے کہ قاضی دعویٰ و گواہی کی موافقت کو نہیں جانتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے۔

محضر☆

تہائی مال کی وصیت کرنے کے اثبات میں اور موصی ایک عورت مسماۃ ہندہ بنت اُستاد محمد بخاری سمرقندی معروف باستاد منارہ تھی کہ اُس نے اپنی تہائی مال کی وصیت اس طرح پر کی تھی کہ اس کی تہائی سے گیہوں خرید کر اُس کی نماز ہائے فوت شدہ کے واسطے فقیروں کو بانٹ دیئے جائیں اور ایک تہائی سے ایک بکری خرید کر ایام قربانی کے اوّل روز قربانی کر دی جائے اور ایک تہائی سے نان گردہ حلوا کوزہ وغیرہ چیزیں موافق لوگوں کی عادت کے جو ایام عاشوراء میں خریدتے ہیں خریدی جائیں اور اُس نے اپنی بہن کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور اُس کو حکم دیا تھا کہ ان وصیتوں کو نافذ کر دے پس اُس کی بہن نے اُس کے شوہر پر بحضوری شوہر مذکور دعویٰ کیا اور محضر کی تحریر میں وصیت کرنے کا بیان لکھا اور آخر میں لکھا کہ اُس کے شوہر اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ایک زین پوش ہے جس کا طول اس قدر عرض اس قدر را اور اُس کی قیمت ڈیڑھ دینار ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس[1] کو مجلس حکم میں حاضر کرے تا کہ اُس میں سے تنفیذ[2] وصیت کا قابو ہاتھ آئے بشرطیکہ اُس کے حاضر کرنے پر قادر ہو اور اگر اُس کے حاضر لانے سے عاجز ہوا اور اُس کو تلف کر ڈالا ہو تو اُس پر واجب ہے کہ نصف دینار ادا کرے اور یہ اُس کی تہائی قیمت ہے تا کہ اُس سے وصیت نافذ کی جائے اور اس تحریر سے خلل پیدا ہوا اس وجہ سے کہ مذکور فقط قیمت ہے اور یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ قیمت اُس کے قبضہ کے روز کی یا تلف کرنے کے روز کی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ بظاہر یہ زین پوش اس شوہر کے قبضہ میں بطور امانت ہو گا جب کہ یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ اُس نے بغیر حق قبضہ کر لیا ہے پس ایسی حالت میں اُس کے ذمہ ضمان جبھی واجب ہو گی کہ جب اُس نے تلف کر دیا ہے پس جس دن تلف کر دیا ہے اُسی روز کی قیمت کا اعتبار ہو گا پس فی الحال اُس کا مطالبہ نصف دینار کا صحیح نہ ہو گا تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ تلف کر ڈالنے کے روز بھی اُس کی قیمت ڈیڑھ دینار تھی اور چاہئے یہ تھا کہ یوں بیان کرتی کہ اس پر اس زین پوش کا حاضر لا کر اس وصیہ کے سپرد کرنا واجب ہے تا کہ یہ وصیہ اُس کو فروخت کر کے اس میں سے تہائی لے لے اور اگر وہ اس زین پوش مقبوضہ کا اس موصیہ کی ملک ہونے سے انکار کرتا ہے تو بدین غرض کہ مدعیہ اُس پر گواہ قائم کرنے پر قادر ہو پس حاضر لانے کا مطالبہ کرنے کی وجہ صحیح درصورتیکہ شوہر مذکور مقرر ہو تو تنفیذ وصیت کے

[1] قولہ اس کو یعنی زین پوش کو حاضر کرے ۱۲ [2] تنفیذ بمعنی جاری کرنا یعنی وصیت کے موافق جاری کر سکے ۱۲ منہ

واسطے اسی طور سے ہوسکتی ہے جیسا ہم نے بیان کیا کہ اِس کو فروخت کر کے اُس سے تنفیذ وصیت کرے اور درصورتیکہ منکر ہے تو اُس پر گواہ قائم کرے۔

سجل ☆

در اثبات وقفیت۔ جس میں تحریر ہے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل کیا اور بجائے اپنے مقرر کیا دریں باب کہ اُس کے حقوق کا جن لوگوں پر آتے ہیں مطالبہ کرے اور اُس کے واسطے اِن کو وصول کرے اور یہ توکیل ایسی شرط پر معلق تھی جو قبل اس توکیل کے محقق ہوگئی اور وہ یہی وقف ہے اور اُس نے توکیل میں یوں کہا کہ اگر فلاں نے یہ موضع اپنے برادر وخواہر فلاں وفلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہے اور بروز وقف جس کو متولی مقرر کیا تھا اس کے سپرد کیا ہے اور اس کا وقف ہونا لوگوں میں مشہور ہوگیا ہے اور یہ وقف اوقات قدیمہ مشہورہ سے ہوگیا ہے تو اُن قرضوں کے وصول کرنے کا جو لوگوں پر ہیں وکیل ہے اور حال یہ ہے کہ اس موضع کا وقف ہونا بدین شرائط مذکورہ ثابت ہوگیا اور یہ وقف اوقاف مشہورہ میں سے ہوگیا اور شرائط وکالت جو لوگوں سے قرضہ فلاں وصول کرنے کے واسطے تھی محقق ہوگئی اور فلاں موکل کا اس حاضر آوردہ پر ایسا ایسا قرضہ ہے۔ پس خصم نے جواب دیا کہ بلے فلاں ترا وکیل کردہ است بران وجہ کہ دعویٰ میکنی وکالتے معلوم بآن شرط کہ یاد کردی ومرا بفلاں چندیں کہ دعویٰ میکنی دادنی ہست لیکن مرا از دوقفیت ایں موضع معلوم نیست و از شہرت واستفاضت او خبر نے ومرا تو بایں وجہ کہ دعویٰ میکنی دادنی نیست۔ پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُس کے گواہ ہیں کہ اُس کے وقف ہونے پر گواہی دیتے ہیں پس گواہوں نے اس کی گواہی جیسی چاہئے ہے ادا کی اور گواہی کے طریق پر گواہی کو رواں[1] کیا اور بیان کیا کہ فلاں نے اس موضع مذکورہ فلاں وفلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہے اور قاضی نے اس وقفیت کے اور تحقیق شرط وکالت کے اور مدعی پر یہ مال لازم ہونے کے ثبوت کا حکم دے دیا اور اُس کو حکم دیا کہ یہ مال مدعی مذکور کو ادا کردے اور اس سجل کی تحریر کا حکم دیا پس یہ لکھا گیا اور قاضی نے صدر سجل پر اپنی توقیع لکھی اور اخیر میں برسم[2] متعاد تحریر کیا۔ پھر اس سجل کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا۔ پس بعض مشائخ نے اس کی صحت کا فتویٰ دیا اور محققین نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہے پھر وجہ فساد میں باہم اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس وجہ سے فاسد ہے کہ گواہوں نے اصل وقف و اُس کے شرائط پر بشہرت واستفاضت (۱) گواہی دی حالانکہ اصل وقف بشہرت گواہی دینا جائز ہے اور شرائط واقف پر بشہرت گواہی دینا نہیں جائز ہے اور جب شرائط پر گواہی مقبول نہ ہوئی حالانکہ گواہوں نے دونوں کی گواہی دی ہے تو اس صورت میں اصل وقف کی گواہی بھی مقبول نہ ہوگی خواہ بدین وجہ کہ گواہی ایک ہے پس جب بعض گواہی باطل ہوئی تو کل باطل ہوگئی یا بدیں وجہ کہ جب گواہوں کو شرائط پر بشہرت گواہی دینا حلال نہ تھی۔ پھر بھی اُنہوں نے اس کی گواہی دی تو ایسا فعل کیا جو اُن کو حلال نہ تھا اور یہ اُن کے فسق کا موجب ہے اور فسق مانع شہادت ہے اور اگر گواہ لوگ نادانستگی کا عذر کریں کہ جانتے نہ تھے تو یہ عذر مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ امر احکام میں سے ہے اور دارالاسلام میں احکام کی نادانستگی کا عذر نہیں مقبول ہوتا ہے رہی یہ بات کہ گواہوں کا اس معاملہ میں سنی ہوئی گواہی دینا کیونکر ثابت ہوا سو اس وجہ سے معلوم ہوا کہ اُنہوں نے وقف قدیمی کی گواہی دی ہے جس پر بہت برسیں گذر گئی ہیں اور یہ وقت قدیمی شمار کیا جاتا ہے جس سے قطعاً معلوم ہے کہ یہ لوگ اس وقف کرنے والے کی زندگی میں وجود نہ تھے اور اُنہوں نے اُس سے نہیں سنا ہے۔ اسی طرح ہر جگہ جہاں کسی وقف قدیم پر جس پر بہت برسیں گذر گئی ہیں جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ وقف کرنے والے کی زندگی میں نہ تھے اور اُنہوں نے اس سے نہیں سنا ہے گواہی دیں تو یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ ان لوگوں نے سنی سنائی گواہی دی ہے اقول میرے نزدیک یہ بات کوئی چیز نہیں ہے اس واسطے کہ گواہوں نے

[1] یعنی گواہی کے طریق پر اُس کو بیان کیا ۱۲ [2] یعنی وہ رسم جس کی عادت باہم جاری ہے ۱۲ (۱) لوگوں میں پھیل جانا ۱۲

اگر چہ ایسے وقف قدیمی کی گواہی دی جس پر بہت برسیں گذر گئی ہیں لیکن اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ہے کہ اُنہوں نے سنی سنائی گواہی دی ہے اس واسطے کہ جائز ہے کہ گواہوں نے بچشم خود کسی قاضی کو دیکھا ہو کہ اُس نے اس موضع کا بشرائط مذکورہ وقف ہونے کا حکم دیا اور ایک طریقہ اور ہے جس سے یہ بات ثابت ہو کہ گواہوں نے سنی سنائی گواہی دی ہے وہ یہ ہے کہ گواہ لوگ یوں کہیں کہ ہم نے یہ گواہی دی اس وجہ سے کہ ہم میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے اور یہ مقبول ہوگی بخلاف اس کے اگر اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اس وجہ سے گواہی دی کہ ہم نے لوگوں سے یہ بات سنی ہے تو ظاہر جواب کے موافق قبول نہ ہوگی چنانچہ اگر اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اس مال عین کی اس فلاں کے ملک ہونے کی گواہی دی کیونکہ ہم نے اس کو اس فلاں کے قبضہ میں اس طرح دیکھا کہ وہ اس میں مالکانہ تصرف کرتا تھا یہ شہادات مختصر عصامؒ میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اگر چہ وہ لوگوں سے سننے کو بیان کر دیں اس روایت کو کتاب الاقضیہ میں ذکر کیا ہے اور بعض محققین نے فساد سجل کی یہ وجہ بیان کی کہ متولی کا نام ونسب بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ ایک مرد مجہول ذکر کیا ہے اور مجہول کو سپرد کرنا متحقق نہیں ہوسکتا ہے اور سپرد کرنا وقف صحیح ہونے کی شرط ہے لیکن یہ علت قابل اعتماد نہیں ہے اور اعتماد اُسی پہلی علت پر ہے اور میرے نزدیک وکیل کی طرف سے اس موضع کے وقف ہونے کا دعویٰ جس طرح بیان کیا ہے صحیح نہیں ہے اگر چہ دعویٰ وجہ دیگر سے جو ذکر کی ہے خالی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دعویٰ میں وکیل اپنے حق کی شرط اس طور سے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ایک شخص غائب پر ایسا فعل ثابت کرتا ہے جس سے اُس کی مملوک چیز سے اس کا حق باطل ہوا جاتا ہے حالانکہ کوئی آدمی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے کہ اپنے حق کی شرط اس طرح ثابت کرے کہ کسی غائب پر ایسا فعل ثابت کرے جس سے اُس کے حق کا ابطال ہو۔ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر زید نے اپنے غلام کی آزادی کو اس بات پر معلق کیا کہ عمرو اپنی جورو کو طلاق دے پھر غلام نے گواہ قائم کئے کہ عمرو نے اپنی جورو کو طلاق دی ہے تو قاضی اس غلام کے دعویٰ کی سماعت نہ کرے گا اور اُس کے گواہ قبول نہ کرے گا یہ مسئلہ طلاق جامع اصغر میں اسی طرح مذکور ہے اور بعض متاخرین نے ایسے دعویٰ کی سماعت اور قبول گواہی پر فتویٰ دیا ہے مگر اوّل صحیح ہے۔

محضر ☆

جس میں مذکور ہے کہ مدعی نے مدعا علیہ کو چیزیں فروخت کرنے کے واسطے بھیجی تھیں اور اُن کے ثمن کا دعویٰ کرتا ہے اور صورت یہ مذکور ہے کہ زید بن عمرو مخزومی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ کے پاس اپنے امین خالد کے ہاتھ اتنے تھان زندنجی بخاری ممسوح جس کے ہر واحد کا طول اس قدر وعرض اسی قدر تھا بدیں غرض بھیجے تھے کہ اس کے خریدار کے ہاتھ اس کو بعوض اس قدر درموں کے جو اس کے دانا کا اندازہ کریں فروخت کرے اور خالد امین نے یہ تھان اس حاضر آوردہ کو پہنچا دیئے اور اس حاضر آوردہ نے ان سب پر امین کی طرف سے لے کر قبضہ کر لیا اور ان کو دانائے کار کے انداز پر خریدنے والے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کر لیا اور یہ ثمن اس قدر ہے پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہے کہ یہ ثمن اس مدعی کے سپرد کرے اگر بعینہٖ اُس کے پاس موجود ہو اور اگر اُس کو اُس نے تلف کر دیا ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان دیناروں مذکورہ کے مثل اس مدعی کو ادا کرے پھر اس دعویٰ کا جواب مانگا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اس نے بانکار[1] جواب دیا پس مدعی گواہ حاضر لایا۔ اس دعویٰ کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ یہ دعویٰ ٹھیک نہیں ہے اور اس میں دو طرح سے خلل ہے ایک یہ کہ مدعی نے مدعا علیہ پر اُن تھانوں کے ثمن[2] دینے کا دعویٰ کیا ہے جن کا ذکر اس دعویٰ میں ہے اور دعویٰ میں مذکور ہے کہ اس مدعا علیہ نے یہ تھان مذکورہ اس قدر داموں کو فروخت کئے اور ثمن وصول کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اُس نے

[1] یعنی انکار کیا ۱۲ [2] وہ قیمت جو بائع ومشتری کے درمیان قرار پائے ۱۲

یہ تھان بیچ کر مشتری کے سپرد کئے ہیں پس احتمال رہا کہ شاید یہ تھان مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اس بائع کے پاس تلف ہو گئے ہوں اور اس تقدیر پر تھانوں کے مالک کے واسطے یہ ثمن نہ ہوگا بلکہ بیع باطل ہو جائے گی اور مشتری کو اُس کا ثمن واپس ملے گا اور ثمن مذکور مالک تھان کے واسطے جبھی ہوگا جب بائع مذکور نے یہ تھان فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیئے ہوں پس جب تک یہ ذکر نہ کرے کہ بائع مذکور نے یہ تھان اُس کے مشتری کو سپرد کر دیئے تھے تب تک بائع سے تھانوں کے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ صحیح نہ ہوگا اور وجہ دوم یہ ہے کہ اُس نے دعویٰ میں کہا کہ اس حاضر آوردہ پر واجب ہے کہ اس مدعی کو یہ ثمن سپرد کرے حالانکہ ایسے دعویٰ کی صورت میں اس طرح کا مطالبہ دو وجہ سے ٹھیک نہیں ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اُس نے ذکر کیا کہ واجب ہے۔ حالانکہ برتقدیر یکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع مذکور نے ان تھانوں کو مشتری کے سپرد کر دیا ہوتا ہم یہ ثمن اس مدعا علیہ کے پاس بطور امانت رہا کیونکہ وہ بیع کا وکیل تھا اور امین پر مالک امانت کو امانت تسلیم[1] کرنا واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ اُس پر فقط تخلیہ اور روک دور کر دینا واجب ہوتا ہے پس تسلیم کا مطالبہ کرنا ٹھیک نہیں ہے اور دوم آنکہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہوگا اور جو مال منقول متعین ہو اُس کے واسطے اس طرح مطالبہ کرنا کہ مجلس حکم میں حاضر لائے تاکہ مدعی اُس کی موجودگی میں دعویٰ اور گواہ قائم کر سکے ٹھیک ہوتا ہے اور یہ مطالبہ و دعویٰ کہ اُس کو سپرد کرے ٹھیک نہیں ہوتا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ فساد کی دونوں وجہوں میں سے دوسری وجہ جو بیان کی ہے صحیح نہیں ہے اور قولہ برتقدیر یکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع نے ان تھانوں کو مشتری کے سپرد کر دیا تاہم یہ ثمن اس مدعا علیہ کے پاس امانت ہوگا اور امین پر امانت تسلیم کرنا واجب نہیں ہے اقول امین پر اگرچہ امانت کا حقیقۃً تسلیم کرنا واجب نہیں ہے مگر مجازاً تسلیم کرنا واجب ہے یعنی تخلیہ[2] کر دے اور روک دور کر دے پس تسلیم کا دعویٰ کرنا اسی تخلیہ پر محمول کیا جائے گا تاکہ الامکان دعویٰ صحیح رہے اور قولہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہوگا پس اشارہ کرنے کے واسطے حاضر لانا واجب ہوگا اور تسلیم کرنا واجب نہ ہوگا اقول اس مقام پر حاضر کرنا کچھ مفید نہیں ہے اس واسطے کہ حاضر لانا اشارہ کرنے کے واسطے ہوتا ہے اور گواہوں سے یہ بات ناممکن ہے کہ دراہم کی طرف جو اثمان ہیں یعنی ممیز نہیں ہوتے ہیں اشارہ کریں اور کچھ بیان اس کا پہلے گذر چکا ہے۔

محضر ☆

دعویٰ ملکیت خر۔ جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو پر ایسے گدھے کی ملکیت کا جو مجلس حکم میں حاضر کیا گیا ہے دعویٰ کیا کہ یہ گدھا جو اس مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے میں نے اس کو بکر سے خریدا ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس پر واجب ہے کہ مجھے سپرد کرے اس دعویٰ کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ دو وجہ سے فاسد ہے ایک یہ کہ اُس نے بکر سے خریدنے کا ذکر کیا اور ثمن نقد دینا بیان نہ کیا اور ہم نے اس کتاب میں بیان کر دیا ہے کہ مشتری نے اگر خریدی چیز کو دوسرے کے قبضہ میں پایا اور وہ ثمن ادا نہیں کر چکا ہے تو اُس کو قابض کے ہاتھ سے نکلوا لینے کا اختیار نہ ہوگا اور ہم نے اُس کی تائید مسئلہ مذکورہ منتقی سے کر دی ہے اور دوم آنکہ بسبب خرید کے ملک کا دعویٰ کرنے میں یہ ضرور کہنا چاہئے کہ فلاں بائع نے میرے ہاتھ فروخت کیا درحالیکہ وہ اس کا مالک تھا یا یہ ذکر کرے کہ اُس نے سپرد کر دیا یا یہ کہے کہ یہ میری ملک ہے میں نے اس کو فلاں سے خریدا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی بات نہیں پائی گئی اور حاصل یہ ہے کہ ہر دو جانب میں سے کسی جانب سے ملک کا ذکر کرنا خرید کی وجہ سے دعویٰ کرنے کی صحت کے واسطے کافی ہے۔

---

[1] تسلیم بمعنی سپرد کرنا ۱۲ [2] تخلیہ خالی کرنا ۱۲

محضر ☆

جس میں یہ دعویٰ مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی دختر کے باقی مہر کا اُس کے شوہر پر بسبب طلاق واقع ہو جانے کے کہ شوہر کی طرف سے قسم کھانے اور حانث ہو جانے سے اُس پر طلاق پڑ گئی ہے دعویٰ کیا اور صورت دعویٰ یہ ہے کہ زید بن عمرو کے میرے داماد پر اس قدر دینار بدین سبب قرضہ تھے اور اُس نے اس میں سے اس قدر ادا کر دیئے اور اس قدر اُس پر باقی رہے اور قرض خواہ کے پاس میرے داماد کا اس مضمون کا خط اقراری تھا پس میرے داماد مقر کے ایک روز اس خط اقراری پر قابو پا کر اُس کو چاک کر ڈالا پھر قرض خواہ نے اُس کو ایک روز گرفتار کیا اور باقی مال کا اُس نے مطالبہ کا اور اس نے انکار کیا پس قرض خواہ نے اُس سے قسم لی کہ اگر اس میں سے کچھ مال تجھ پر ہو تو تیری عورت پر تین طلاق ہیں پس اُس نے اپنی عورت پر تین طلاق کی قسم کھائی کہ اس پر کچھ نہیں ہے پھر اُس نے اس کو دھمکایا اور قید کیا تو اس نے باقی مال کا جو اس پر واجب تھا اقرار کیا اور اُس کو اس مضمون کی دستاویز لکھ دی اور ایسا ہی مدعا علیہ نے قسم کھانے اور خط دینے اور باقی مال کا جو اُس پر قرض خواہ کا تھا اقرار کرنے کا اقرار کیا پس اس معاملہ کی اس کی جورو و اُس کے خسر کو خبر دی گئی پس اُنہوں نے اس کا مرافعہ قاضی کے پاس کیا پس اُس کے خسر نے بذریعہ وکالت از جانب دختر خود کے اُس کے باقی مہر کا بسبب وقوع طلاق بوجہ قسم مذکور کے اس پر دعویٰ کیا پس مرد مذکور نے قسم سے اور اُس کے بعد اقرار کرنے سے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا جنہوں نے ان الفاظ سے گواہی دی کہ اس شوہر نے اقرار کیا کہ میں نے میں طلاق کی اس بات پر قسم کھائی ہے کہ فلاں کے واسطے مجھ پر اس قدر قرضہ نہیں ہے اور یہ وہ ہے جس کا وہ مجھ پر دعویٰ کرتا تھا کہ میرا باقی قرضہ ہے پھر میں نے اُس کو اس قدر مال کی اقراری دستاویز لکھ دی اس دعویٰ کی صحت اور گواہی مطابق دعویٰ کے ہونے کا استفتا کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ گواہی موافق دعویٰ کے نہیں ہے اس واسطے کہ دعویٰ میں یہ ہے کہ اُس نے قرض خواہ کے واسطے بعد قسم کھانے کے باقی مال کا جو قرض خواہ کا اُس پر تھا اور اُس کو اس مضمون کی دستاویز لکھ دینے کا اقرار کیا اور گواہی میں گواہوں نے اس طرح گواہی دی ہے کہ اُس نے بعد قسم کھانے کے اُس کو اس قدر مال کی دستاویز لکھ دینے کا اقرار کیا اور یہ گواہی نہیں دی کہ اُس نے دستاویز اُسی مال کی لکھ دی ہے جو قرض خواہ کا اُس پر تھا پس احتمال ہے کہ شاید اُس نے صلح نامہ لکھ دیا ہو اور یہ بالکل اقرار نہ ہوگا اور شاید اُس نے اقراری خط مال کا لکھا ہو مگر کسی دوسرے مال کا اقرار کر کے لکھ دیا اُس مال کا نہ ہو جس پر قسم کھائی ہے پس اس سے اُس کی قسم جھوٹی نہ ہوگی پس یہ گواہی بدیں وجہ موافق دعویٰ کے نہیں ہے اور ایک وجہ اس میں یہ ہے کہ مرد مذکور اس اقرار میں مکرہ تھا یعنی مجبور کیا گیا تھا اور مجبور کے اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا ہے پس قسم جھوٹ نہ ہوگی پس اس مقام پر یہ خلل ظاہر ہے۔[1]

محضر ☆

دعویٰ استیجار طاحونہ اور اس میں حدود کے ذکر میں لکھا کہ حد اوّل معترف (۱) آب نہر و حد دوم وہ مقام جہاں وادی سے نہر میں پانی گرتا ہے اور یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ یہ نہر کی حد بیان ہوئی طاحونہ کی نہ ہوئی حالانکہ دعویٰ فقط طاحونہ کا ہے اور اگر دعویٰ طاحونہ و نہ دونوں کا ہو تو جو بیان کیا ہے یہ نہر کی حد ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ل مترجم کہتا ہے کہ بیان کرنا ضروری ہے کہ آیا یہ اکراہ اس کے لائق ہے یا نہیں اور اس کے بعد بیان نہیں کیا گیا کہ یہ تہدید کس وجہ سے ہوئی اور آیا اُس شخص کو جو جس کے ساتھ مجبور کیا گیا یہ لائق ہے کہ اپنے حلف بالطلاق میں حانث ہو ایسی صورت میں کہ جو اکراہ یا بالطلاق کے معنی میں ہو ۱۲

(۱) جہاں نہر سے باہر پانی لیا جاتا ہے ۱۲

محضر☆

دعویٰ اجارہ محدودہ باجرت معلومہ۔ پس یہ محضر اس وجہ سے رد کر دیا گیا کہ اُس میں اُجرت مطلقاً ذکر کی گئی ہے پس شاید

محضر☆

در دعویٰ اجارہ جو مضاف بزمانہ معلوم معین ہے اور اس اجارہ کے واسطے ایک دستاویز اس وقت معین کے آنے سے پہلے لکھی گئی اور اُس میں لکھا کہ دونوں نے بقبضۂ صحیحہ باہم قبضہ کر لیا تو جواب دیا گیا کہ یہ کہنا کہ دونوں نے باہمی قبضہ صحیحہ کر لیا صحیح نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ اس زمانہ معین کے آنے سے پہلے عقد کا وقوع نہ ہوگا اور اس سے پہلے قبضہ صحیح نہ ہوگا۔

محضر☆

در استحقاق کنیز مسماۃ دلبر۔ پس جب مشتری نے چاہا کہ اس استحقاق واقع ہونے کو قاضی کے نزدیک ثابت کرے تاکہ بائع سے اپنا ثمن واپس لے تو باندی کا نام بنفشہ بیان کیا پس بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایسی کوئی باندی نہیں بیچی جس کا نام بنفشہ ہو فقط میں نے تیرے ہاتھ باندی مسماۃ دلبر فروخت کی ہے تو کہا گیا ہے کہ قاضی دعویٰ مشتری کی طرف التفات نہ کرے گا اور وہ بائع سے اپنا ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے اس واسطے کہ بائع ایسے نام کی باندی جس کا مشتری دعویٰ کرتا ہے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ قاضی اُس کے دعویٰ کی سماعت کرے گا بشرطیکہ اُس نے یوں کہا ہو کہ میں تجھ سے اس باندی کا ثمن جو میں نے تجھ سے خریدی ہے واپس لوں گا اس واسطے کہ جائز ہے کہ اُس باندی کے دو نام ہوں بنفشہ اور دلبر اور اگر مشتری نے کہا کہ میں تجھ سے اُس باندی کا ثمن جو میں نے تجھ سے خریدی ہے اور وہ مجھ سے استحقاق ثابت کر کے لے لی گئی ہے واپس لوں گا تو اُس کے دعویٰ کی سماعت ہوگی اور جب اُس نے گواہ قائم کئے تو اُس کے گواہ قبول ہوں گے اور اُس کے نام ثمن کی ڈگری کر دی جائے گی۔

محضر☆

در اثبات[۱] استحقاق و رجوع ثمن۔ اس محضر میں مذکور ہے کہ قاضی فلاں سے فلاں پر حکم ایک حمار کے استحقاق ثابت ہونے کا جو اُس نے خریدا تھا بسبب گواہی گواہوں کے صادر ہوا۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ جس شخص پر استحقاق ثابت کیا گیا ہے اُس کے اقرار کے گواہ کہ اُس نے صاحب استحقاق کے واسطے اقرار کر دیا ہے قائم ہوئے (۱) یا صاحب استحقاق کے فقط دعویٰ پر گواہ ہوئے کہ یہ چیز اس مدعی کی ہے۔ حالانکہ حکم مختلف ہو جاتا ہے اور محضر میں اُس نے یہ بیان نہ کیا کہ استحقاق بذریعہ ملک مطلق ہوا یا کسی سبب سے ملک کا استحقاق ثابت کیا ہے۔

محضر☆

مال عین خرید کردہ کے ثمن کا مشتری پر دعویٰ ہے اور اس محضر میں آخر دعویٰ میں مذکور ہے کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ ثمن مذکور اس مدعی کو سپرد کرے۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر دعویٰ میں اُس نے یہ ذکر نہ کیا کہ اُس نے مبیع کو مشتری کے سپرد کر دیا تھا حالانکہ اُس کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ تسلیم ثمن کے مطالبہ کا دعویٰ ٹھیک ہو کیونکہ اگر سپرد کرنے سے پہلے بیع تلف ہوگئی تو بیع ٹوٹ جائے گی اور ثمن بذمہ مشتری واجب نہ رہے گا اور دوم آنکہ آخر دعویٰ میں مذکور ہے کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ ثمن مذکور اس مدعی

---

[۱] یعنی مشتری پر کسی نے خرید شدہ کا استحقاق ثابت کیا اور مشتری نے اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لینا چاہا بایں طور کہ استحقاق واقع ہونا ثابت کر دے پھر واپس لے گا ۱۲ منہ (۱) تو مشتری باندی سے ثمن واپس نہیں لے سکتا ہے ۱۲

کے سپرد کرے حالانکہ ثمن بر تقدیر صحت بیع کے مدعا علیہ کے پاس امانت ہوگا اور امانات وودائع میں یہ واجب ہے کہ مستحق کے واسطے امانت لینے سے روک ٹوک دور کر دے یعنی تخلیہ کر دے اور تسلیم وسپرد کرنا واجب نہیں ہے اقول میرے نزدیک یہ سب تقریر فاسد ہے پس اوّل اس وجہ سے کہ جب مال عین بعوض درموں کے فروخت کیا جائے تو حکم شرع کے موافق پہلے مشتری سے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا اور دوم اس وجہ سے کہ ثمن بذمہ مشتری واجب ہوتا ہے اور جو چیز اُس کے ذمہ واجب ہو وہ امانت کیونکر ہوگی اور یہ قول درست کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ اگر مشتری کا تمام مال تلف ہو جائے تب بھی یہ ثمن اُس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

محضر ☆

پیش ہوا جس میں کھرے سُرخ دینار ہائے نیشاپوری کا دعویٰ بایں طور تھا کہ ثمن روغن مقدار معلوم ہے جس کو مدعا علیہ نے مدعی سے خریدا اور روغن خریدہ شدہ پر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے بھی اس سب کی گواہی دی اور قبضہ کرنا گواہی و دعویٰ سب میں مذکور ہے پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں اور گواہوں نے اپنی گواہی میں یہ بیان نہیں کیا کہ اس قدر تیل آیا وقت بیع کے بائع کی ملک میں تھا اور بر تقدیر یکہ اُس کی ملک میں اُس وقت نہ تھا بیع جائز نہ ہوگی اور مشتری پر ثمن واجب نہ ہوگا اور یہ امر در حقیقت کچھ خلل نہیں ہے اس واسطے کہ یہ دعویٰ اور واقع دعویٰ قرضہ ہے اس واسطے کہ تیل پر قبضہ کرنا ثابت ہو گیا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مقدار تیل ذکر نہ کی جائے تو دعویٰ صحیح ہوگا اگرچہ اُس کا قبضہ ذکر نہ کیا ہو پس اسی وجہ سے دعویٰ صحیح ہوتا ہے کہ در حقیقت یہ قرضہ کا دعویٰ ہے۔

محضر ☆

پیش ہوا جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے اس قدر گیہوں بعوض پچاس دینار کے خریدے ہیں اور مدعی دو گواہ لایا جن میں سے ایک نے پچیس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی اور دوسرے نے بیس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی گواہی دی۔ پس کہا گیا کہ یہ گواہی صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں گواہوں نے باہم اختلاف کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر دعویٰ بشرائط خود صحیح ہو تو بیس دینار پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونوں نے بیس دینار ثمن پر لفظاً و معنیً اتفاق کیا ہے لیکن اوّل قول اصح ہے کہ ہر ایک گواہ نے ایسے عقد کی گواہی دی جو اُس عقد کا غیر ہے جس کی دوسرے نے گواہی دی ہے اس واسطے کہ پچیس دینار کے عوض جو عقد ہے وہ اُس عقد کا غیر ہے جو بعوض بیس دینار کے ہو آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر ایسا اختلاف ہر دو متبائعین کے درمیان واقع ہو تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی۔

محضر ☆

پیش ہوا جس میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر چندیں قفیز گیہوں کا دعویٰ کیا اور اپنے دعویٰ میں کہا کہ یہ مدعی میرے متاجر گی زمین سے اتنے گیہوں ناحق اُٹھا لے گیا ہے پس اگر یہ گیہوں بعینہٖ قائم ہوں تو اُس پر واجب ہے کہ مجھے ان کو واپس دے اور اگر تلف ہو گئے ہوں تو اُس پر ان کے مثل واپس دینا واجب ہے اور یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُس نے دعویٰ میں یہ بیان نہیں کیا کہ اتنے گیہوں میرے مزرعہ[1] سے لے گیا ہے یا میرے کاشتکار کے مزرعہ سے لے گیا ہے حالانکہ اس کا ذکر کرنا ضروری ہے تا کہ واپس دینے کا مطالبہ صحیح ہو اس واسطے کہ جائز ہے کہ کھیتی کسی دوسرے کی زمین میں ہو پس کھیتی اس غیر کی ہوگی نہ اس مدعی کی اور جب یہ بیان کر دیا

[1] جارے زرع جس کو ہمارے عرف میں کھیت بولتے ہیں ۱۲

کہ یہ اس کے کاشتکار کی مزروعہ ہے تو آیا کاشتکار کا نام ونسب بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔

محضر ☆

فتاویٰ نسفی میں مذکور ہے کہ ایک محضر پیش کیا گیا کہ جس میں چار ہزار دینار کا دعویٰ لکھا ہے اور گواہی میں چار دینار مذکور تھے تو شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ دعویٰ و گواہی میں مخالفت ظاہر ہے تو اُن سے کہا گیا کہ ہزار کا لفظ لکھنا بھول گیا ہے تو فرمایا کہ اگر بھول گیا ہے تو تحریر فاسد ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ چار دینار پر گواہی مقبول ہونی چاہئے اور ہم نے اس جنس کی صورت پہلے بیان کر دی ہے۔

محضر ☆

پیش ہوا جس میں چند مال عین کا جن کی جنس ونوع وصفت باہم مختلف ہے دعویٰ مذکور ہے اور ان سب کی قیمت اکٹھا مذکور ہے اور ہر ایک مال کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہیں ہے تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس میں مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے مجمل قیمت پر اکتفا کیا اور بعضوں نے شرط لگائی ہے کہ صحت دعویٰ کے واسطے تفصیل بیان کرنا چاہئے اور اس مسئلہ کے حاصل میں دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ اموال عیاں بعینہ قائم ہوں تو دعویٰ کے وقت انکار حاضر لانا ضروری ہوگا پس ایسی حالت میں اُن کی قیمت بیان کرنے کی کچھ حاجت نہ ہوگی اور اس کی جنس کا مسئلہ گذر چکا ہے اور اگر ان کو تلف کر دیا ہو تو ہر مال عین کی قیمت بیان کرنی ضروری ہوگی اس واسطے کہ بسا اوقات ایسی صورت میں مدعا علیہ بعض کے تلف کرنے کا اقرار کرتا ہے اور بعض سے انکار کرتا ہے تو ایسی حالت میں قاضی کو اپنا حکم دینے کے واسطے ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کس مقدار کا حکم دے گا اور باوجود اس کے اگر اُس نے اُس کا بیان نہ کیا تو اس سے دعویٰ میں کچھ خلل نہیں آتا ہے اس واسطے کہ اُس نے قرضہ کا دعویٰ کیا ہے اور قرضہ کی مقدار بیان کر دی ہے۔

محضر ☆

اُونٹنی کے دعویٰ کا پیش ہوا اور محضر میں لفظ جمل مذکور ہے اور یہ موجب فساد ہے کیونکہ وصف کی جہالت لازم آتی ہے اور اسی وجہ سے اگر اُس نے ایک اونٹنی اور ایک اونٹ کا دعویٰ کیا اور محضر میں دو اُنٹنیاں یا دو اونٹ لکھے تو محضر اس وجہ سے رد کر دیا جائے گا جو ہم نے بیان کی ہے اور یہ علت درصورتیکہ دعویٰ قرضہ ہو ٹھیک ہے اور اگر بعینہ اُس اونٹنی کا دعویٰ ہو تو اس میں اشارہ کی حاجت ہوگی پس مجلس حکم میں حاضر لانا ضروری ہوگا اور اشارہ کے وقت کسی وصف کے بیان کی حاجت نہیں ہے پس مال عین کے دعویٰ کی صورت میں یہ علت ٹھیک نہ ہوگی۔

محضر ☆

پیش ہوا جس کی یہ صورت ہے کہ فلاں نے فلاں پر دعویٰ کیا کہ اُس نے میرے باغ انگور میں سے اتنے گٹھے لکڑی کے جس کی قیمت اس قدر ہے کاٹ لئے ہیں اور اس قدر ٹوکرے انگور غصب کر لئے ہیں پس محضر اس وجہ سے رد کر دیا گیا کہ اس میں نوع انگور و ہیزم کا بیان نہیں ہے۔ پس بعض نے فرمایا کہ یہ جواب انگور کے حق میں ٹھیک ہے اس واسطے کہ انگور مثلی ہے اور ہیزم کے حق میں ٹھیک نہیں ہے اس واسطے کہ ہیزم قیمتی چیزوں میں سے ہے پس اس نے اس کی مقدار قیمت بیان کر دی ہے اس پر اکتفا کیا جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ اوّل اصح ہے اس واسطے کہ قیمت بتفاوت نوع وصفت مختلف ہوتی ہے چنانچہ اخروٹ وشہتوت کی لکڑی کی قیمت بنسبت بید کی قیمت کے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح سوکھی لکڑی کی قیمت بنسبت گیلی لکڑی کے زیادہ ہوتی ہے پس ضروری ہے کہ نوع ہیزم مع مقدار قیمت بیان کرے تاکہ معلوم ہو کہ آیا مدعی اس قدر کا دعویٰ کرنے میں سچا ہے۔

محضر☆

پیش ہوا جس میں ایک عورت کا اپنے شوہر پر دعویٰ مذکور ہے اور صورت مذکور یہ ہے کہ عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے میرے مال سے کذاوکذا بغیر حق اس طور سے لیا ہے کہ جس میں اس پر یہ واجب ہے کہ مجھے واپس دے اور اس نے بطوع خود اس قدر مال اس عورت سے لے لینے کا اقرار صحیح کیا ہے اور اقرار کے ذکر میں یہ نہیں مذکور ہے کہ اس نے بغیر حق لے لینے کا اور اس طور سے قبضہ کر لینے کا جس میں اس پر واپس کرنا واجب ہوا قرار کیا ہے۔ شیخ امام سغدی نے فرمایا کہ مدار امر اس اقرار پر ہے حالانکہ اس اقرار میں بغیر حق قبضہ کرنا مذکور نہیں ہے اور نہ اس اقرار کی اضافت بسوئے مال مذکور ہے کہ اُس نے یوں کہا کہ اُس نے اسی مال کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا تا کہ یہ اقرار راجع بجانب اوّل ہو بلکہ یہ اقرار از سر نو اقرار مطلق ہے اور اس سے خواہ مخواہ ضمان واجب ہونا ضروری نہیں ہے پس دعویٰ صحیح نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ دعویٰ صحیح ہونا چاہئے اور یہی قول اشبہ ہے اس واسطے[1] کہ مطلق قبضہ کر لینا ضمان الرد والعین دونوں کا سبب ہوتا ہے۔ پس اُس کے مطلق اقرار سے رد کرنے کا واجب ہونا مثل صریح ذکر کرنے کے ہو گیا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اصل و جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کپڑا غصب کر لیا ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھ سے ودیعت کے طور پر لیا ہے تو مقرلہ کا قول قبول ہوگا اور مقر ضامن ہوگا باوجودیکہ مقر نے اس صورت میں بطور ودیعت قبضہ کرنے کے تصریح کر دی ہے تاہم ضامن ہوا پس صورت مذکور میں بدرجہ اولیٰ ضامن ہوگا۔

محضر☆

شیخ الاسلام علی سغدی کے حضور میں پیش ہوا جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر اعیان مال کا دعویٰ کیا از انجملہ ایک قمیص ہے کہ اُس کی جنس ونوع وصفت و قیمت بیان کر دی ہے اور پائجامہ ہے کہ اس کی نوع وجنس وصفت و قیمت بیان کر دی ہے تو شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اُس نے محضر میں یہ ذکر نہ کیا کہ مردانہ ہے یا زنانہ ہے چھوٹی ہے یا بڑی ہے اور اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ چیزیں بعینہٖ قائم ہوں تو محضر حکم میں ان کا حاضر لانا ان کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے ضروری ہے اور ایسی حالت میں ان باتوں کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تلف کردہ شدہ ہوں تو قیمت کے ساتھ ان باتوں کا بیان کرنا ضروری ہوگا۔

محضر☆

پیش ہوا جس میں شکستہ تانبے کا دعویٰ ہے اور غصب کرنا شہر مرو میں واقع ہوا اور دعویٰ بخارا میں واقع ہوا اور جاننا چاہئے کہ مال غصب دو طرح کا ہوتا ہے بعض مال غصب ایسا ہوتا ہے کہ اس کا مثل موجود ہے یعنی مثلی ہے اور بعض ایسا ہوتا ہے کہ وہ مثلی نہیں ہے اور ہر قسم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ کہ اس کے واسطے بار برداری وخرچہ چاہئے دوم وہ کہ اُس کی بار برداری ومونث نہیں ہے۔ پس اگر مال مغصوب مثلی نہ ہو جیسے چوپایہ وخادم وغیرہ اور مغصوب منہ کسی دوسرے شہر میں غاصب سے ملا اور مال مغصوب اس غاصب کے پاس موجود ہے پس اگر مال مغصوب کی قیمت اس شہر میں اسی کے برابر ہو جو اس شہر میں تھی جہاں غصب کیا ہے زیادہ ہو تو

[1] مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس سے یہاں مطلق قبضہ مقصود نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی سبب کے ہے بلکہ مراد اس سے سبب مذکور سے مطلق ہوتا ہے پس متحمل ہے کہ اُس نے مبیع کی ثمن پر یا اُسی کے مثل پر قبضہ کیا ہو اور اُس کا جواب یہ کہ دعویٰ صحیح ہوگا اور جو کچھ ذکر کیا گیا وہ مدعا علیہ کی طرف سے دفع ہے اور مدعی پر اس کا ذکر کرنا واجب ہے اور رد کیا گیا اس طرح کہ مدعی نے جب کہا تو اس پر رد کرنا واجب ہے پس ایسا امر ضروری ہے کہ اُس سے دعویٰ کا وجوب خواہ مخواہ ظاہر ہوا اور وہ ثابت نہیں ہوا اور اسی کے مثل کلام سابق میں گذر چکا ہے ۱۲

مغصوب منہ اپنا عین[1] مال لے لے گا اور اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ غاصب سے قیمت کا مطالبہ کرے اس واسطے کہ اس کو اپنا عین حق بدوں کسی ضرر لاحق ہونے کے مل گیا اور اگر جائے غصب سے اس شہر کا نرخ گھٹا ہوا ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مال مغصوب لے لے اور زیادہ اس کو کچھ نہ ملے گا اور چاہے اس سے مقام غصب میں قیمت لے لے اور چاہے انتظار کرے یہاں تک کہ غاصب اس کو لے کر مقام غصب میں واپس جائے پس وہاں غاصب سے یہ مال عین لے لے اور یہ اس واسطے ہے کہ اگر اس نے اپنا مال عین لے لیا تو اس کو اس کا عین مال پہنچ گیا لیکن ضرر کے ساتھ جو اُس کو غاصب کی طرف سے لاحق ہوا کیونکہ چیزوں کی قیمت جگہوں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے اور یہ تفاوت اس کے مال میں غاصب کی طرف سے ایک فعل صادر ہونے سے لاحق ہوا ہے اور وہ فعل یہ ہے کہ غاصب اس کے مال کو اسم مقام پر منتقل کر لایا ہے پس اس کو اختیار ہے چاہے مال عین لے کر اس ضرر کا التزام کر لے اور چاہے التزام نہ کرے اور مقام غصب کے روز خصومت کی قیمت لے لے یا انتظار کرے بخلاف اس کے اگر غاصب سے اُسی شہر میں ملا جہاں غصب واقع ہوا ہے حالانکہ اس وقت نرخ گھٹ گیا ہے تو اس کو خیار حاصل نہ ہوگا اس واسطے کہ نقصان ہو جانے میں غاصب کے فعل کا دخل نہیں ہے بلکہ اُس کا مرجع (۱) لوگوں کی رغبت کی طرف ہے پس غاصب ضامن ہوگا اور درصورتیکہ غاصب اس کو دوسری جگہ لے گیا تو یہ نقصان فعل غاصب کی جانب مضاف ہوا یعنی اس نے منتقل کر کے نقصان کیا پس اُس پر ضمان واجب کرنا ممکن ہوا اور اگر غاصب کے ہاتھ میں مال مغصوب تلف ہو گیا پھر مغصوب منہ اس سے دوسرے شہر میں ملا پس اگر مقام غصب میں اس کی قیمت بنسبت اس شہر کے زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہے چاہے مقام غصب دمیں اس کی قیمت جو بروز خصومت ہو اُس کا مطالبہ کرے اور اگر اس شہر میں جس میں خصومت کرتا ہے اُس کی قیمت بنسبت مقام غصب کے زائد ہو تو غاصب اُس کو اُس کی قیمت مقام غصب میں دے گا اس واسطے کہ مالک کو واپس لینے کا استحقاق اسی شہر میں ہے جہاں غصب واقع ہوا ہے اور اگر مال غصب مثلی چیزوں میں سے ہو اور اس کے واسطے بار برداری وخرچہ ہو جیسے ایک گر گیہوں یا جو یا شکستہ تانبا وغیرہ پس اگر یہ مال غصب اپنے غاصب کے پاس قائم ہو اور مغصوب منہ اُس سے دوسرے شہر میں ملاقی ہوا پس اگر اس شہر میں نرخ میں وہی ہو جو مقام غصب میں ہے یا زائد ہو تو مغصوب منہ اپنا عین مال لے لے گا اور اس سے زائد اُس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اس شہر میں نرخ کم ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہے چاہے عین مال مغصوب لے لے اور چاہے بروز خصومت جو اس مال کی قیمت ہو مقام غصب میں لے لے اور چاہے انتظار کرے اور اگر یہ مال غصب غاصب کے پاس تلف ہو گیا ہو پس اگر مقام غصب کا نرخ مثل شہر خصومت کے نرخ کے ہو تو غاصب اس کے مثل دے کر بری ہو جائے گا اور مغصوب منہ بھی اُس سے مثل مال غصب واپس دینے کا مطالبہ کرے گا۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں کے حق میں کوئی ضرر نہیں ہے اور اگر مقام غصب میں اس کا نرخ زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے اس سے مثل واپس دینے کا مطالبہ کرے یا بروز خصومت مقام غصب میں قیمت کا مطالبہ کرے اور چاہے انتظار کرے اور اگر شہر خصومت میں اس کی قیمت زائد ہو تو غاصب کو اختیار ہے چاہے اس کو اس کا مثل دے دے اور چاہے اس کو مقام غصب میں قیمت دے دے کیونکہ مالک کو مقام غصب ہی میں اس کے واپس لینے کا استحقاق ہے پس اگر ہم غاصب کے ذمہ فقط مثل واپس دینا لازم کریں تو اس سے غاصب کے حق میں ضرر پہنچے گا کہ اُس کو کچھ قیمت زائد دینی پڑے گی جس کا مغصوب منہ مستحق نہ تھا اس واسطے ہم نے اس کو مختار کیا کہ چاہے فی الحال اس کا مثل دے دے یا مقام غصب میں قیمت دے دے لیکن اگر مغصوب منہ انتظار کرنے پر راضی ہو جائے تو اس کو ایسا اختیار ہے اور اس کو یہ اختیار ہے کہ مقام غصب کی قیمت فی الحال نہ لے۔ جب ان صورتوں کا حکم معلوم ہو گیا تو جواب محضر اس سے نکلا کہ اگر تانبے کی قیمت بخارا

[1] یعنی خاص وہی شے جو غاصب نے غصب کی ہے نہ اُس کے عوض دوسری شے ۱۲ (۱) لوگوں نے رغبت کم کر دی اس واسطے کہ چیز سستی ہو گئی ۱۲

میں وہی ہو جو مرو میں ہے تو مغصوب منہ کا حق ایسے تانبے سے متعلق ہوگا پس اگر اس نے مثل کا دعویٰ کیا تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں اور اگر اسکی قیمت مرو میں بہ نسبت بخارا کے زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مثل کا فی الحال مطالبہ کرے اور اگر چاہے تو مرو میں قیمت بروز خصومت کا مطالبہ کرے پس جو بات اس میں سے اس نے اختیار کی اور معین کر کے اُس کا دعویٰ کیا تو اُس کا دعویٰ صحیح ہوگا اور اگر اس کی قیمت بخارا میں بنسبت مرو کے زائد ہو تو دونوں باتوں میں سے غاصب نے جس کو اختیار کی اس کا مطالبہ غاصب سے کیا جائے گا اور قاضی اس سے کہے گا تیرا جی چاہے اس کی قیمت میں مرو میں ادا کر اور چاہے اُس کا مثل فی الحال دے دے۔

محضر☆

پیش ہوا جس کی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن بکر حاضر لایا اور محضر میں عمرو کے دادا کا نام مذکور نہیں ہے تو صحت کا فتویٰ دیا گیا ہے اس واسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہے اور حاضر کی طرف اشارہ کافی ہے نام ذکر کرنے کی بھی حاجت نہیں ہے پس دادا کا نام ذکر کرنے کی بدرجۂ اولی احتیاج نہ ہوگی اور غائب کی صورت میں امام اعظمؒ رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے اور یہی صحیح ہے۔

محضر☆

پیش ہوا جس کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کے وارثان شوہر پر اپنے باقی مہر کا جو اس کے شوہر پر باقی ہے اور اس کے شوہر نے اس عورت کے واسطے اس مہر کا اقرار کیا ہے اور بطوع[1] خود اقرار کیا ہے اور قبل اس کے ادا کرنے کے مر گیا اور ترکہ میں ان وارثوں کے ہاتھ میں اس قدر چھوڑا ہے کہ جس سے قرضۂ مذکور بخوبی ادا ہو کر کچھ بچ رہتا ہے۔ پس شیخ نجم الدین نسفی نے جواب دیا ہے کہ یہ فاسد ہے اس واسطے کہ اس نے اعیان ترکہ کی جو وارثوں کے قبضہ میں ہیں تفصیل نہیں کی ہے حالانکہ اس کا بیان اس طرح کرنا ضروری ہے جس سے شناخت ہو جائے مثلاً محدودات میں حدود ذکر کر دیئے وعلیٰ ہذا القیاس لیکن یہ صورت ایسی ہے کہ جس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بعض نے اعیان ترکہ میں ہر ایک چیز تفصیل وار بیان کرنے کی شرط لگائی ہے اور حاکم احمد سمرقندی نے اپنے شرط میں لکھا ہے کہ سجل اثبات قرضہ میں اگر باجمال تحریر کیا تو کافی ہے اور اگر تفصیل سے بیان کر دیا تو احوط ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے بیان اعیان ترکہ شرط نہیں کیا ہے اور اس پر اکتفا کیا ہے کہ یہ بیان کر دے کہ اس قدر چھوڑا ہے جس سے قرضہ ادا ہو جائے گا اور خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے ادب القاضی کے باب قسم بر علم میں بھی مثل اس کے ذکر کیا ہے جیسا فقیہ ابو اللیث نے بیان کیا ہے اور فتویٰ کے واسطے مختار یہی ہے کہ اثبات قرضہ اور اس کا حکم ہونے کے واسطے اعیان ترکہ کا بیان کرنا شرط نہیں ہے لیکن وارث کو قاضی ادائے قرضہ کا حکم اسی وقت دے گا جب وارثوں کو ترکہ وصول ہونا ثابت ہو جائے اور اگر اُنہوں نے وصول ترکہ سے انکار کیا تو مدعی کو اس کا اثبات کرنا ممکن نہ ہوا الّا جب کہ وارثوں کے قبضہ میں اعیان ترکہ ہونا اس طرح بیان کر دے جس سے شناخت ہو جائے اور ایسا ہی شمس الاسلام اوزجندی کا فتویٰ منقول ہے۔

محضر☆

پیش ہوا جس کی صورت یہ ہے کہ اس میں اقرار بمال مذکور ہے پس اس کو امام نسفی نے بدین علت رد کر دیا کہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس نے بطوع خود اقرار کیا ہے اور فرمایا کہ اس کا ذکر کرنا ضروری ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ ضروری نہیں ہے بلکہ از قلیل

[1] یعنی بخوشی خاطر و رغبت نفس بغیر کسی زیادتی و دباؤ کے ۱۲

احتیاط ہے اور لازم نہیں ہے اس واسطے کہ لوگوں میں اکراہ کا وقوع ظاہر نہیں ہے بلکہ بطریق ندرت کہیں واقع ہوتا ہے اور جو چیز بطریق ندرت واقع ہوتی ہے اس پر[1] احکام شرعیہ میں التفات نہیں کیا جاتا ہے۔

محضر☆

جس میں دو شخصوں نے مشترکہ باندی نے مہر کا دعویٰ کیا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مسماۃ فلانہ ترکیہ دونوں میں مشترک ہے اور اس مسماۃ مذکورہ کا اس مرد پر اس کے دین مہر کا اس قدر مال ہے اور ایسا ہی اس مرد نے اقرار کیا ہے اور گواہوں نے آ کر اس مسماۃ ترکیہ کے واسطے اس مدعا علیہ کی اس مہر مذکور کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اس میں نکاح کرنے والے کا ذکر نہیں ہے پس احتمال ہے کہ شاید غیر کی طرف سے ہبہ یا ارث یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کی وجہ سے یہ باندی ان دونوں کی ہوگئی ہو اور احتمال ہے کہ اسی غیر نے اس کا نکاح کر دیا ہے پس اگر بائع یا واہب یا صدقہ وہندہ کی طرف سے تزویج ہوگی تو مہر اس کا ہوگا نہ ان دونوں مدعیوں کا پس دونوں کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا اور اگر بوجہ ارث کے ان کی ہوگئی ہے اور ان کے مورث نے اس کا نکاح کر دیا ہے تو مہر مذکور اوّلاً مورث کے واسطے واجب ہوگا پس بیان حق میراث ضروری ہے اور بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعیوں نے کہا کہ اس مسماۃ کا اس مدعا علیہ پر اس قدر دین مہر ہے حالانکہ مہر واسطے مالک باندی کے واجب ہوتا ہے نہ واسطے باندی کے اور بزیدین علت کہ گواہوں نے یہ گواہی دی ہے کہ مدعا علیہ نے اس مسماۃ کے واسطے اپنے اوپر مہر کی گواہی دی ہے اور یہ گواہی نہیں دی ہے کہ یہ مسماۃ ان دونوں مدعیوں کی مملوکہ ہے پس جب تک حجت یہ بات ثابت نہ ہو کہ یہ باندی ان دونوں مدعیوں کی مملوکہ ہے تب تک دونوں مدعیوں کے واسطے مہر مذکور ان کے سپرد کئے جانے کا حق مطالبہ ثابت نہ ہوگا۔

محضر☆

جس میں ایک شخص کا دوسرے پر یہ دعویٰ مذکور ہے کہ اس شخص نے اس مدعی کو خطا سے گھونسا مارا جو اس کے چہرہ پر پڑا اور شدت ضرب سے اُس کے اگلے دو دانتوں میں سے داہنا ایک دانت جڑ سے ٹوٹ گیا پس اس مدعی کے واسطے اُس پر پانچ سو درم واجب ہوئے اور اس سے جواب کا مطالبہ کیا تو یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ جب ضرب بخطا تھی تو اس کی دیت عاقلہ پر ہوگی نہ فقط مارنے والے پر اگر چہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا مارنے والا منجملہ مددگار برادری کے دیت ادا کرنے میں شامل ہے یا نہیں ہے اور اختلاف اس صورت میں دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آیا ابتدا میں مارنے والے پر واجب ہوتی ہے پھر مددگار برادری اس کو برداشت کر لیتی ہے یا ابتدا سے مددگار برادری پر واجب ہوتی ہے درم آنکہ مارنے والا آیا منجملہ مددگار برادری ادا کرنے میں حصہ رسد ادا کرتا ہے یا نہیں پس تمام دیت کا اس مارنے والے سے مطالبہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔

محضر☆

پیش ہوا جس میں ضمان کا دعویٰ ہے اور بایں علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں بیان کیا ہے کہ اس شخص نے مال مذکور کی ضمانت کر لی اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے حالانکہ اس کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ مدعی کا اس سے مطالبہ کرنا بحکم اس ضمانت کے صحیح ہو اور میرے نزدیک یہ کوئی خلل نہیں ہے۔

---

[1] یعنی اس پر التفات کر کے احکام شرعیہ سے باز نہیں ۱۲ منہ

محضر☆

پیش ہوا جس میں دفعیہ کے طور پر دعویٰ ہے صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اور طرح طرح کا مال چھوڑا پھر ایک عورت نے میّت کے پسر پر دعویٰ کیا کہ اس کے باپ اس میّت نے اس عورت سے اس قدر مہر پر نکاح کیا تھا اور قبل اس کے کہ اس عورت کو اس میں سے کچھ ادا کرے مر گیا اور اس پسر کے ہاتھ میں چنین و چندین ترکہ چھوڑا اور یہ مال اس قدر ہے کہ یہ مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہے گا پس پسر نے انکار کیا کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہیں چاہئے ہے پس عورت مذکورہ نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے پھر پسر نے اس کے دعویٰ کے دفعیہ میں کہا کہ تو نے میرے باپ کو اس کے مرنے کے بعد اس دعویٰ سے بری کر دیا ہے اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کئے پھر عورت مذکور نے پسر مذکور کے دعویٰ دفعیہ کا دفعیہ اس طور سے کیا کہ تو بری کرنے کے دعویٰ میں مبطل ہے کیونکہ تو نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد مجھ سے اس قدر عوض پر صلح کی درخواست کی تھی پس بعض نے فرمایا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ عورت مذکورہ کے دعویٰ کا دفعیہ پسر مذکور کی طرف سے صحیح ہے باوجودیکہ پسر نے اپنے باپ پر اس کا کچھ مہر ہونے سے انکار کیا ہے اس واسطے کہ توفیق ممکن ہے کیونکہ پسر یہ جواب دے سکتا ہے کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہ تھا لیکن ہرگاہ اُس نے دعویٰ کیا تو میں نے اس کے پاس سفارش کرائی تاکہ یہ اس کو بری کر دے پس اس نے بری کر دیا اور عورت نے جو اس کے دفعیہ کا دفعیہ کیا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر عورت مذکورہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے میرے دعویٰ سے صلح کر لی تو یہ دفعیہ بجائے خود دفعیہ نہ ہوگا اس واسطے کہ کسی چیز کے دعویٰ سے صلح کرنا مدعی کے واسطے اس چیز کا اقرار نہیں ہوتا ہے اور نیز اگر اس سے اس طور سے صلح کرے کہ دعویٰ نہ کرے تو بھی اقرار نہیں ہوتا ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہوگا کہ پسر کا اس کے دعویٰ مہر سے صلح کرنا اس کے واسطے مہر کا اقرار نہ ہوگا اور اگر عورت مذکورہ نے یوں دعویٰ کیا کہ اس نے میرے مہر سے مجھ سے صلح کی درخواست کی تو اس مسئلہ کا حکم باختلاف ہونا چاہئے کہ امام ابو یوسف رحمتہ اللہ کے نزدیک دفعیہ صحیح نہ ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہو اس وجہ سے کہ کسی چیز سے صلح کرنا اس چیز کا مدعی کے واسطے اقرار ہے پس عورت کے گواہوں سے یہ بات ثابت ہوگی کہ پسر نے اپنے باپ پر اس عورت کے مہر کا اقرار کیا ہے اور پسر کے گواہوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عورت نے میّت کو مہر سے بری کیا ہے اور ان دونوں کی تاریخ معلوم نہیں ہوئی پس ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا دونوں ایک ساتھ واقع ہوئے یعنی بری کرنا اور صلح طلب کرنا ایک ساتھ واقع ہوئے ہیں پس پسر اس عورت کے بری کرنے کا رد کرنے والا ہوگا جب کہ اُس نے مہر سے صلح کرنے کی درخواست کی اور قرض خواہ نے اگر میّت کو قرضہ سے بری کیا اور وارث نے اس بری کرنے کو رد کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رد کرنا صحیح ہے اور اس کا بری کرنا رد ہو جائے گا اور موافق قول امام محمدؒ کے اس کے رد کرنے سے رد نہ ہوگا اور جب رد نہ ہوگا تو دفعیہ صحیح ہوگا۔

سجل☆

خوارزم سے درمقدمہ اثبات حریت پیش ہوا جس میں الفاظ شہادت ذکر نہیں کئے گئے بلکہ یہ لکھا ہے کہ گواہوں نے موافق دعویٰ کے گواہی دی ہے۔ پس ہمارے بعض مشائخ نے گمان کیا کہ یہ خلل ہے۔ حالانکہ ہم نے اوّل محاضر میں ذکر کر دیا ہے کہ محضر دعویٰ میں لفظ شہادت کا ترک کرنا خلل ہوتا ہے سجل میں مخل نہیں ہے اور نیز اس میں لکھا تھا کہ میں نے فلاں کے واسطے فلاں پر یہ حکم دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ دونوں کی موجودگی میں تو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ یہ خلل ہے حالانکہ یہ خلل نہیں ہے کیونکہ حتیٰ الامکان اُس کے حکم قضاء

کوصحت پر رکھنے کے واسطے یہ حکم اس حالت پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے دونوں کی موجودگی میں ایسا کیا ہو اور نیز اس تحریر میں یہ غلطی ہے کہ موکل کی جگہ وکیل کا نام اور وکیل کی جگہ موکل کا نام یعنی دونوں میں ایک دوسرے کا نام بدل کر لکھا ہے پس بعض مشائخؒ نے کہا کہ یہ خلل ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ خلل نہیں ہے اس واسطے کہ وکیل وموکل دونوں صاحب خصومت ہیں اور اشارہ پایا گیا ہے پس نام کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

☆ سجل

پیش ہوا جس کے آخر میں لکھا تھا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا اور یہ نہیں لکھا کہ میں نے حکم کیا پس اس علت سے یہ سجل رد کر دیا گیا حالانکہ یہ سہو ہے کیونکہ قاضی کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہوا بمنزلہ اس قول کے ہے کہ میں نے حکم دیا۔

☆ سجل

وقف ہونے کے دعویٰ میں پیش ہوا اس کی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو اپنے ساتھ لایا اور یہ حاضر آمدہ از جانب قاضی فلاں اجازت یافتہ ہے کہ فلانہ اور اس کی اولاد و اس کی اولاد کی اولاد پر اس زمین کی جس کے حدود یہ ہیں وقف ہونا ثابت کرے کہ اُس کو فلاں نے اپنی دختر فلانہ پر پھر اس کی اولاد پر پھر اس کی اولاد کی اولاد پر اور بعد ان کے نابود ہو جانے کے فلاں مسجد جامع پر وقف کیا ہے پس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس زمین محدودہ پر جو فلانہ عورت و اس کی اولاد پر وقف ہے ناحق اپنا قبضہ کر لیا ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے یہ زمین مجھے سپرد کرے تا کہ میں باجازت حکمی اُس پر قبضہ کروں۔ پس بعض نے فرمایا کہ یہ سجل فاسد ہے اس واسطے کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ اس زمین فروخت کا دعویٰ بدین غرض کرتا ہے کہ اس کا غلہ فلانہ و اس کی اولاد پر صرف کرے یا اس کا غلہ جامع مسجد مذکور کی درستی میں صرف کرے حالانکہ اس کا بیان کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ بر تقدیر یکہ فلانہ یا اس کی اولاد میں سے کوئی باقی ہوگا تو اس کا غلہ اصلاح جامع مسجد میں صرف نہ کیا جائے گا اور بر تقدیر ان سب کے نابود ہو جانے کے مدعی اس کا خصم نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ قاضی نے اُس کو اسی واسطے مقرر نہیں کیا ہے تا کہ ان لوگوں کے واسطے اس زمین کے وقف ہونے کا دعویٰ کرے جامع مسجد کے واسطے دعویٰ کرنے کے لیے مقرر نہیں کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ سجل صحیح ہے اور یہ خلل کی وجہ کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ وقف واحد ہے البتہ اس کے مصارف مختلف ہیں جن میں سے بعض سے بعض مقدم ہیں پس بعض مصارف کے واسطے اس مدعی کے لیے قاضی کی طرف سے اس زمین کے وقف ثابت کرنے کی اجازت سب مصارف کے واسطے اس کے کے وقف ثابت کرنے کی اجازت ہوگی پس سب کے واسطے وقف کرنے کے لئے اجازت یافتہ ہو جائے گا پس دعویٰ میں اس کو کسی مصرف کے معین کرنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ اس کی طرف اصل وقف ہونے کا دعویٰ کافی ہے پس جب دراصل اس کا وقف ہونا ثابت ہو گیا پس اگر اس فلانہ کی اولاد میں سے کوئی باقی ہوگا تو غلہ اس کے مصارف میں صرف کر دیا جائے گا ورنہ مصالح جامع مسجد میں صرف کیا جائے گا۔

سجل ☆

حریت اصلی کے دعویٰ کا پیش ہوا اور دعویٰ میں مذکور ہے کہ مدعی حرالاصل ہے اور اس کا نطفہ آزاد قرار پایا ہے اور فراش آزادی پر متولد ہوا ہے اور مدعی کی یہ ماں آزاد شدہ ہے پس گواہوں نے گواہی دی کہ یہ حرالاصل ہے فراش آزادی (یعنی ماں آزاد تھی اور باپ آزاد تھا) پر پیدا ہوا ہے اور یہ گواہی نہیں دی کہ اس کا نطفہ آزاد قرار پایا ہے یا گواہوں نے فقط اس کے اصلی حر ہونے کی گواہی دی اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس ہمارے بہت مشائخ نے اس کی صحت کا فتویٰ دیا ہے اس واسطے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الولاء میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص حرالاصل ہے تو اس پر اکتفا کیا جائے گا اور بعض مشائخ نے اس سجل کے فاسد ہونے کا گمان کیا ہے اس واسطے کہ اگر بچہ کا نطفہ ماں کے آزاد ہونے کے بعد قرار پایا تو بچہ آزاد ہوگا اور اگر اس سے پہلے قرار پایا ہے تو آزاد نہ ہوگا پس جب دعویٰ وگواہی میں یہ بیان نہ کیا تو بچہ کی آزادی کا حکم کیونکر دیا جائے گا اور کیونکر صحت سجل ☆ کا حکم کیا جائے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ہکذا فی المحیط۔

☆ حرہ: اسی سے ہے حرہ عورت آزاد خواہ اصلی یا آزاد ہوگئی ہو اور باندی ومملوکہ ولونڈی اس کے مقابلہ میں ہے۔ (حافظ)

☆ سجل: فیصلہ قاضی مہری ودستخطی جس کی نظیر ڈگری ہے۔

کتاب الشروط

اس میں چند فصلیں ہیں☆

فصل اوّل☆

حلی وشیات کے بیان میں

حلی کا اطلاق آدمیوں میں ہوتا ہے یعنی فلاں آدمی کا حلیہ وشیات باقی حیوانات میں بولا جاتا ہے مثلاً شیتہ فرس[1] یہ محیط میں ہے اور انسان جب تک رحم مادر میں ہوتا ہے جنین کہلاتا ہے اور جب پیدا ہو گیا تو ولید کہلاتا ہے پھر جب تک دودھ پیتا رہے تب تک رضیع ہے پھر جب سات راتیں پوری گذر جائیں تو صدیغ بغین معجمہ کہلاتا ہے پھر جب اس کا دودھ بڑھایا جائے تو فطیع (۱) ہے۔ پھر جب رینگنے لگے اور نمو ہو تو دراج کہلاتا ہے پھر جب پانچ بالشت کا لمبا ہو جائے تو خماسی کہلاتا ہے۔ پھر جب اس کے دودھ کے دانت گریں تو مثغور کہلاتا ہے پھر جب دودھ کے دانت گر کر اناج کے دانت نکلیں تو متغیر (۲) کہلاتا ہے پھر جب دس برس سے تجاوز کرے تو مترعرع و ماشی کہلاتا ہے اور جب قریب بلوغ پہنچے تو بالغ و مراہق کہلاتا ہے پھر جب اس کو احتلام ہوا اور اس کی قوت مجتمع ہوئی تو وہ جزور ہے اور ان سب حالتوں میں اس کا نام غلام ہے (غلام بمعنی لڑکا نہ بمعنی مملوک کہلاتا ہے) پھر جب اس کے مونچھیں بھر آئیں اور سبزہ آغاز ہوا تو وجیہ ہے اور جب صاحب فتا ہو گیا تو فتی وشارخ[2] کہلاتا ہے پھر جب اس کے داڑھی بھر آئی اور انتہائے شباب کو پہنچ گیا تو وہ مجتمع کہلاتا ہے پھر جب تک تیس و چالیس برس کے درمیان رہتا ہے تب تک شاب ہے پھر ساٹھ برس ہونے تک کہل کہلاتا ہے پھر اشمط ہوتا ہے پھر جب بالکل بال سپید ہو گئے تو مخلس ہے پھر بجال بفتح الباء والجیم یعنی بوڑھا پھوس اور جب کہل و مجتمع کے درمیان ہے اس وقت اس کا حلیہ یوں بیان کیا جائے گا کہ یوخط الشیب ہے یعنی شباب شروع ہو گیا ہے اور مملوکوں کو ان کی اجناس ترکی وسندی وہندی وغیرہ کی طرف منسوب کر کے پھر اسی طور سے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اس کا حلیہ بیان کیا جائے سر کا حلیہ اگر سر بڑا ہو تو کہے اراس ہے یا رداسی ہے اور اگر اس کی کنپٹیاں بیٹھی ہوئی ہوں اور جبین نکلی ہوئی ہوں جیسے خوارزمیوں کا سر ہوتا ہے تو مصفح ہے اور اگر ہر دو جانب جبہہ کے اوپر کی طرف بال نہ ہوں تو وہ انزع ہے اور اگر پیشانی سے اوپر اگلے سر پر بال نہ ہوں تو اصلع کہلاتا ہے اور اگر تمام چہرہ بالوں نے گھیر لیا تو زغم کہلاتا ہے اور اگر اکثر سر کے بال جاتے رہے ہوں تو امعط ہے اور جب الجبہہ چوڑے جبہہ والے کو کہتے ہیں اور بولا جاتا ہے کہ بجبہتہ غضون یعنی اس کی جبہہ پر غضون ہیں اور غضون جمع غضن کی ہے بفتح ضاد و بسکون ضاد دونوں طرح مستعمل ہے اور اس کے بمعنی ہیں کھال کی شکن (جس کو ہندی میں جھری کہتے ہیں اور فارسی میں ازنگ کہتے ہیں) اور بولتے ہیں کہ بیں حاجبیہ انثناء یعنی اس کے دونوں ابروین انثناء ہیں جب کہ دونوں میں تفاوت ہو اور اگر دونوں ابرو میں کشادگی ہو تو ابلج بولتے ہیں اور اگر تنگی ہو تو ازج بولتے ہیں اور مقوس الحاجبین اس کو کہتے ہیں جس کے ابرو کمان کے مشابہ ہوں اور اعین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں بڑی بڑی

---

۱ یعنی جس طرح آدمی میں حلیہ کا لفظ بولا جاتا ہے اسی طرح اگر گھوڑے وغیرہ کا بیان کیا جائے تو اس کا حلیہ نہیں بولتے ہیں بلکہ شیہ بولتے ہیں ۱۲

۲ اصل میں یافع لکھا ہے ۱۲ (۱) اور فطیم بھی کہتے ہیں ۱۲ (۲) بتائے ثناۂ فوقانیہ و ثائے مثلثہ ہر دو لغت میں ہیں ۱۲

☆ چند نہیں اصل تعداد آٹھ میں ہے

ہوں اور جاحظ العینین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں باہر کو اُبھری ہوں ورغائر العینین وہ ہے جس کی آنکھیں اندر کو گھسی ہوئی ہوں اور ناتی الوجنتین جس کے رخسارے ابھرے ہوئے ہوں۔ اسیل الخدین چکلا رخسارہ ہومجدور وہ ہے جس کے چیچک کا داغ ہو۔ اکحل العینین جس کی آنکھ ایسی معلوم ہو جیسے اس میں سرمہ دیا ہوا ہے اور امرد اس کی ضد ہے احور جس کی آنکھ کی سپیدی خوب سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہو اشہل جس کی آنکھ کی سیاہی میں سرخی ہو اور اشکل جس کی آنکھ کی سپیدی میں سرخی ہو۔ احول مشہور ہے یعنی بھینڈا۔ اقبل (۱) جس کی نظر اس کے ناک کے نتھنوں پر پڑتی (۲) ہو۔ اعمش جس کی پلکیں سرخ ہوگئی ہوں اور بال پلکوں کے گر گئے ہوں۔ اہدب جس کی پلکوں میں بہت بال ہوں ازرق العینین آنکھ سبزی مائل یعنی کرنجا۔ اشتر جس کی ملک الٹ گئی۔ مکوکب العینین جس کی دونوں آنکھوں میں سپید نقطہ ہو۔ اعمص جس کی آنکھوں کے کویہ سے کیچڑ بہا کرتا ہو۔ ارمض جس کی آنکھ میں ایسا کیچڑ جما رہتا ہو۔ افناء جس کی پشت بنی خمیدہ پشت ہو اشم جس کی ناک باوجود لمبائی کے اس کا بانسا اونچا ہو۔ ازلف چھوٹی ناک والا۔ افطس جس کی ناک جڑ سے آدھی دور تک بیٹھی ہو اخنس جس کا ارنبہ بیٹھا ہو۔ اجدع جس کی ناک کا کنارا کٹا ہوا ہو۔ افوہ جس کا منہ چوڑا دانت ظاہر ہوں۔ اہدل جس کے نیچے کا ہونٹ لٹکا ہوا ہو۔ العس جس کے لبوں کا رنگ گندم گوں ہو۔ افلح نیچے کا ہونٹ شق ہو اور اعلم اس کی ضد ہے افجم جس کا منہ اس کے کسی کنارہ کی طرف جھکا ہوا ہو۔ مقنع الاسنان جس کے دانت اندر کی طرف بڑھے ہوئے ہوں۔ اروق جس کے دانت لمبے ہوں۔ اکس اس کی ضد ہے۔ اضر بولنے کے وقت جس کا تالوا اوپر نیچے سے لگتا ہو افلج و مفلج جس کے دانتوں میں جھری ہو اور جس کے دانت جاتے رہے ہوں۔ اہتم جس کے اگلے دانت گر جاتے رہے ہوں۔ اقصم جس کے دانت ٹوٹ کر ٹکڑے رہ گئے ہوں۔ انعل جس کے دانت پر دانت جما ہو۔ مشطت الوجہ جس کے چہرہ پر تلوار کے زخم کا نشان ہو اخیل جس کے چہرہ پر خال ہو۔ اشیم جس کے تن پر خال ہو۔ اتمش جس کے چہرہ پر تل ہو۔ اصہب اللحیۃ جس کے داڑھی کے بالوں میں سرخی ہو انطح کوسہ جس کے داڑھی نہ نکلتی ہو۔ کث اللحیۃ گھنی داڑھی ہو۔ آذانی بڑے کانوں والا۔ اصمع چھوٹے کانوں والا۔ انافے بڑی ناک والا اشفعہ و شفاہی جس کے ہونٹ بڑے موٹے موٹے ہوں۔ اشدق جس کے منہ کا پھٹاؤ زیادہ ہو۔ اصرم کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔ اجید دراز گردن مگر مستوی ہو یعنی خوبصورتی کے ساتھ درازی ہو اوقص اس کی ضد ہے۔ اصعر جس کی گردن کسی طرف جھکی ہوئی ہو۔ مدید القامۃ دراز قد۔ قصیر القامۃ پست قد۔ مربوع الخلق میانہ قد۔ نوع دیگر خیل کی شیات میں خیل کا لفظ چند انواع کو شامل ہے اور فرس[۱] خالص عربی گھوڑے کو کہتے ہیں۔ برذون[۲] عجمی گھوڑے کو کہتے ہیں ہجین جس کا باپ عربی اور ماں دوسرے ملک کی ہو۔ مقرف ماں عربی ہو اور باپ کسی اور ملک کا ہو۔ فرس اقمر جس کا رنگ برنگ قمر ہو۔ اوغم بغین معجمہ وبعین مہملہ جس کے سینہ پر سپیدی ہو۔ فرس ورد جس کا رنگ برنگ گل گلاب ہو ورد اغبس جس میں زردی چھا گئی ہو مع خفیف سبزی کے مفلس جس کی کھال میں پٹا مثل فلوس کے ہو مدتر جس کی کھال پر سیاہ و سپید پے مثل دینار کے ہوں۔ اولیس جس کا رنگ سیاہی و سرخی کے درمیان ہے کہ مثل دبس کے اس کا رنگ ہو اورق جس کا رنگ برنگ خاکستر ہو۔ ارثم جس کا جحفلہ بالائی سپید ہے۔ ارنمط جس کا حقلہ زیریں سپید ہو۔ افرح خفی جس کے چہرے کی سپیدی ایک درم تک نہ پہنچی ہو اور جب پورے درم تک پہنچ گئی ہو تو افرح کہلاتا ہے۔ اغر مبرقع جس کا پورا چہرہ سپید ہو گویا برقع پڑا ہوا ہے اور جب سپیدی زیادہ بڑھی ہوئی ہو تو اغر سائل کہتے ہیں۔ برذون ذلول وہ ہے جو کرایہ پر چلایا جاتا ہے اور جموح و سموس اس کے برخلاف ہے۔ برذون مدی جس کا رنگ برنگ خون ہو۔ مغرر بضم میم و فتح رائے مہملہ جس کی پلکیں سپید ہوں۔ لطیم جس کے چہرہ میں سے آدھا سپید ہو ازخم جس کا سر سپید ہو۔ اصقع جس کا بیچ سر سپید ہو اقنف جس کی گدی سپید ہو۔ آذن جس کے کان میں سپیدی ہو۔ اسفی جس کی پیشانی باریک و چھوٹی ہو۔ معرف کثیر العرف ۔ اورع سینہ و گردن سپید رکھتا ہو اور ارحل پیٹھ سپید ہو۔ انبط پیٹ سپید ہو اخصف

---

[۱] یعنی سیدھا و مطیع ہو ۱۲ [۲] ترا و بد لگام ۱۲ (۱) یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنی ناک دیکھتا ہے ۱۲ (۲) ایال زیادہ ہو

پٹھا سپید ہو محمل چاروں ہاتھ پاؤں سپید ہوں۔ اعصم دونوں ہاتھ سپید ہوں۔ ارجل دونوں پاؤں میں سے ایک سپید ہو اور اگر دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ چلید ہو تو اعصم الیمنی یا اعصم العیسر ے کہتے ہیں اور برذون کو اعور نہیں کہتے ہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ قابض العین الیمنی والیسرے الور ایال اور دم کی راہ سے کمیت و اشقر میں فرق ہوتا ہے پس اگر سُرخ ایال دوم ہو تو اشقر ہے اور اگر سیاہ ہو تو میّت ہے محجل الید الیمنی والیسری مطلق الید الیمنی والیسری پھر جب دونوں ہاتھ یا پاؤں سپید ہوں تو کہتے ہیں کہ محجل الیدین یا محجل الرجلین ہے اور اگر تین ٹانگیں سپید ہوں تو کہیں کے محجل الثلث و مطلق الیمنی او الیسرے اور اگر سپیدی ایک ہی طرف ہاتھ پاؤں میں ہو تو کہتے ہیں کہ ممسک الایامن (۱) مطلق الایاسر یا ممسک الایاسر مطلق الایامن اور تجیل اور تجیل اُس سپیدی کو کہتے ہیں کہ سب پہنچے سے تجاوز کر کے آدھے وظیف یا تہائی تک پہنچی ہو اور اگر فنک وظیف سے سپیدی کم رہے اور فقط اس کے دونوں پاؤں میں گول گھوم گئی ہو ہاتھوں میں نہ ہو تو برذون مخدم کہلاتا ہے اور اگر بیاض مذکور ایک ہاتھ یا ایک پاؤں میں ہو تو کہا جائے گا کہ فلاں پاؤں سے یا فلاں ہاتھ سے منعل ہے۔ گھوڑے کے بچہ کو مہر وقلو بولتے ہیں یہاں تک کہ اس پر ایک سال گذر جائے اور اس کی جمع القاء ہے اور جب چھ مہینے یا سات مہینے گذر جائیں تو حروف کہتے ہیں ایسا ہی اصمعی نے لکھا ہے اور جب سال گزر جائے تو حولی کہتے ہیں اور جب دو برس پورے ہو جائیں تو جذع ہے اور جب تین برس گذر جائیں تو ثنی ہے اور جب چار برس پورے ہوں تو ریاع ہے پھر قارح ہے اور بعد قروح کے اس کا کوئی سن نہیں ہے بلکہ اس کو مزکی کہتے ہیں اس کی جمع مزاکی آتی ہے اور بیس برس میں ہرم کہلاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کی عمر تیس برس ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ بتیس برس ہوتی ہے اور دانت اس کے چالیس ہوتے ہیں بیس اوپر اور بیس نیچے اور اگر نہایت سیاہ ہو تو ادھم وجوجی بولتے ہیں اور سبزی وسیاہی کے درمیان ہو تو اکھب کہتے ہیں اور سپیدی چمکدار ہو تو اشہب قرطاسی بولتے ہیں اور اگر اس کے بالوں میں سپید بال مخلط ہوں تو صنابی کمیت یا صنابی اشقر بولتے ہیں منسوب بضاب یعنی خردل اور اگر ایک طرف کے ایک ہاتھ اور دوسرے طرف کے پاؤں میں سپیدی ہو تو شکال بولتے ہیں اور جس کی دم دونوں جانب میں سے کسی طرف مال ہو تو اغرل بولتے ہیں اور جس کی دم وسر سیاہ یا سرخ ہو اُس کو بلق مطرف بولتے ہیں۔ اونٹ گائے و بکری کے اسنان واضح ہو کہ اونٹ میں ابن مخاص وہ ہے جس پر ایک سال گذر گیا ہے پھر ابن البون۔ پھر حقہ۔ پھر جذعہ۔ پھر ثنی۔ پھر رباع۔ پھر سدیس۔ پھر بازل۔ پھر مختلف۔ پھر مخلف عام پھر مخلف عامین علی ہذا القیاس۔ اگرچہ بہت برس اس پر زیادہ ہو جائیں اور گائے میں جس پر ایک سال گذرا ہو وہ متبیع ہے۔ پھر جذع۔ پھر رباع۔ پھر سدیس۔ پھر ضائع۔ پھر ضائع ایک سال پھر ضائع دو سال علی ہذا القیاس جہاں تک زائد ہوں اور بکری میں چھ مہینے سے کم یا پورے چھ مہینے کا بچہ حمل ہے اور جس پر سات مہینے گذرے ہوں تا ایک سال کامل جزع کہلاتا ہے۔ پھر ثنی۔ پھر رباعی۔ پھر سدیس۔ پھر صانع اور بعد صانع کے کسی سن کا نام نہیں ہے اور واضح ہو کہ اونٹ و گائے کے واسطے اور شیات ہیں جن کو آپس میں اونٹ و گائے والے اس زمانہ میں بولتے ہیں تو اور ہر زمانہ میں اس کا تغیر و تبدل ہو سکتا ہے اور یہ الفاظ شناخت کے ہوتے ہیں۔ پس ان کی دانست کے واسطے انہیں لوگوں کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ نوع دیگر وہ الفاظ جو شروط میں استعمال کئے جاتے ہیں طاحون وطحانہ وہ چکی جو پانی کے زور سے چلتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ طحانہ اس کو کہتے ہیں جس کو چوپایہ چلاتے ہیں اور طاحونہ پن چکی کو کہتے ہیں اور بولتے ہیں کہ فروخت کیا طاحونہ واقع ویہ فلاں برنہر فلاں بحدود آن و ہر دو حجر آن ومخف آن وتوابیت آن وقطب آن وتادق آن وبنواغیر معہ اجنجہ آن پس تخف اس کا دلو ہے اور قطب سے مراد وہ لوہے کا کیلا ہے جس پر چکی گھومتی ہے۔ نادق معروف ہے۔ نواغیر جمع جاغور وہ لکڑی وغیرہ ہے جس پر پانی گرنے سے چکی گھومتی ہے حمام کا لفظ عرب لوگ اپنی زبان میں

(۱) بجائے مجعل کے ممسک کا لفظ بولتے ہیں ۱۲ (۲) یعنی مخلف ثلث پھر مخلف رباع وخماس وغیرہ ۱۲

بولنے لگے ہیں ایسا ہی عین التخلیل میں مذکور ہے اور یہ بروزن فعال مشتق از حمیم ہے واستحم الرجل اس وقت بولتے ہیں جب آدمی حمام میں داخل ہو اور حقیقی معنی یہ ہیں کہ گرم پانی سے نہائے تو یوں کہیں گے سیاک دارہ پہلا درجہ حمام کا جس کو مسلخ کہتے ہیں اور اکثر وں نے فرمایا کہ مشہور ساک دارہ بدون یائے تحتانیہ ہے صبنور باصرہ جس کو میزاب یعنی پرنالہ بھی کہتے ہیں۔ خنجانات جمع خنجان کی معرب پکان بمعنی طاش ہے۔ قدس بمعنی سطل عیدۃ المراءت دعائے آن۔ آواری جمع آری بمعنی حوض حمام۔ اتون بتشدید تائے مثناۃ فوقانیہ جس میں آگ روشن کی جاتی ہے قرطالہ کوارہ ضیق خدیہ ماعرب ہے۔ ملاحۃ بتشدید لام جہاں نمک پیدا ہوتا ہے۔ کشتی کے ساتھ کتاب میں مذکور ہے کہ سفینہ مع اپنے الواح وعوارض ودخل وشراع وطلل وسکان ومرادی ومجادف وقلوس کے۔ عوارض وہ لکڑیاں جو الواح کے اوپر چوڑان میں اس پر جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ دقل لمبی لکڑی جو اس کے ساتھ معلق ہوتی ہے جس کو فارسی میں تبرکشی کہتے ہیں شراع بادبان طلل السفینۃ بطائے مہملہ ایسا سائبان جو اس پر مثل چھت کوٹھری کے چھاتے ہیں اس کی جمع طلال آتی ہے۔ سکان دنبالہ کشتی۔ مروی بضم میم وتشدید یائے تحتانیہ جس لکڑی سے اس کو کھیتے ہیں۔ مجذف وہ ہے جس کے سرے پر لوح ہوتی ہے قلس بفتح قاف وسکون لام موٹا رسا۔ انجر ومساۃ لنگر بیت الطرار جولاہوں کا گاڑہ۔ کتاب الغین میں لکھا ہے کہ طراز وہ جگہ جہاں عمدہ کپڑے بنے جاتے ہیں۔ وہدہ وہ گڈھا جس میں جولاہا اپنا پاؤں لٹکا کر بیٹھتا ہے۔ الطشت عجمی لفظ مونث ہے اس واسطے کہ عربی میں طاؤ تا ایک کلمہ میں جمع نہیں ہوتی ہے اور بعض طس بولتے ہیں اور اس کی جمع طلاس وتصغیر طسیسۃ اور کہا گیا ہے کہ اطساس وطسوس (۱) بھی اس کی جمع آتی ہے۔ رقاق بالضم جمع رقاقہ چپاتی روٹی رغیف نان گردہ جمع آن رغفان۔ صبف بکسر میم منفخۃ وفارسی میں پر بولتے ہیں محور دسوردہ فارسی ودھراہندی مزاح جس میں بکریاں آرام دینے کو بٹھائی جاتی ہیں اور رات میں سولائی جاتی ہیں معالیق جمع معلاق جس کانٹے میں گوشت لٹکایا جاتا ہے۔ وضم اللحم گوشت دان۔ غھائر جمع غھار۔ بڑا پیالہ طنجیر ہاتیلہ۔ سطامہ معلقہ۔ مہراس ہاون اور اس کے دستہ کو قائم بولتے ہیں۔ قولہ اشتری کذا الواقیہ رباعیۃ وکذا اوقیہ نصفہ وبشارۃ کبیرۃ وبشارۃ صغیرۃ اوقیہ وزن جہل درم بشارہ بالضم بطۃ الدہن یعنی ایک چیز تانبے یا پیتل کی ہوتی ہے جس کی گردن دراز ہوتی ہے اور اس میں ٹونٹی اور سونڈ بنی ہوتی ہے۔ کانون ذرد طیس کانون انگیٹھی دوطیس تنور۔ بعض نے کہا کہ جس گڈھے میں روٹی لگائی جاتی ہیں اور اس میں گوشت بھونا جاتا ہے۔ ہو ید لین خاثر یعنی ستر اط قلت یعنی خیرات یعنی دہی کو کہتے ہیں دراصل ہدایدتھا اس میں قصر کر دیا گیا ہے مماخض مخضہ جس میں دودھ متھا جاتا ہے۔ مرکن لگن مداء وصلوۃ جس کا واحد صلایہ آتا ہے وہ پتھر جس میں خوشبو پیسی جاتی ہے اور اس کے دستہ کو مدوک کہتے ہیں اور جس نے یہ گمان کیا ہے کہ صلایہ ومدوک ایک ہی چیز ہے اس سے سہو واقع ہوا ہے اودات فقاعی میں بولتے ہیں خیزرانات اربعہ۔ خطاطیب اربعہ پس خیزرانات جمع خیزران فارسی معرب ہے۔ خطاطیف جمع خطاف لمبی لکڑی ہوتی ہے جس کے سرے پر مڑا ہوا لوہا لگا ہوتا ہے جس سے برف کھینچتے ہیں لوہار کے آلات ہیں۔ کیر۔ دھونکنی۔ کور۔ بھٹی۔ منفخ ومنفاخ پھکنی۔ علات سندان یعنی نیائی۔ معرافہ ہتھوڑی وفطیس بڑا ہتھوڑا۔ کلالیب جمع کلوب لوہے کا آنکڑا جس کے سر پر پیالہ بنا ہوتا ہے یا لکڑی کا جس کے سرے پر لوہے کا خول چڑھا کر اس کا سرا موڑ دیتے ہیں اس سے انگار کھینچتے ہیں۔ نشاحۃ معروف ہے اس کو گاہے نشہ بھی بولتے ہیں قولہ الکرم بحائط منی بسافین اوثلث ساقات۔ اقول کرم باغ جس کے گرد دیوار ہو۔ ساف جس کی جمع سافات ہے پکی اینٹ یا مٹی کی دیوار کو کہتے ہیں۔ رہص جس دیوار میں نیچے پشتہ ہو اور روحیص اس کی ضد ہے اور عرق دونوں کو شامل ہے۔ شاخورہ خمدان اطینہ خمدان کوزہ زراجین جمع زرجون درخت انگور اور بعض اس کے دانوں کو کہتے ہیں۔ اوہاط جمع وہط زمین مستوی اس کو وہط بھی کہتے ہیں۔ عریش الکرم جو انگور چڑھنے کے واسطے بچائے جاتے ہیں اس کی جمع عرائش ہے۔ مقصبہ جہاں نرکل اگتے ہیں اس کی جمع مقاصب ہے اور قصباء بھی بدین معنی ہے۔ اراضی کی خرید میں اگر اس کے گرد دیواریں ہوں تو لکھتے ہیں محوطۃ بالحوائط یعنی دیواروں سے گھری ہوئی اور اگر محوطہ نجس ہو تو اس کو

---

(۱) بنابریں نجمی نہ ہوگا لیکن محتمل ہے کہ عربی ہو ۱۲

بیان کر دے اور قولہ[1] ما کبس میں التراب مقدار زراع من وجہ الارض یعنی روئے زمین بقدر ایک ہاتھ کے مٹی سے بھراؤ دے گئی اور برابر کی گئی اور اس مٹی کو جس سے پائی گئی اور بھراؤ دے گئی ہے کبس بکسر کاف بولتے ہیں۔ قولہ طارمات جمع طارمہ کی ہے وقولہ اذن لہ ان تبنا ولہ من انزالہ ومن رطابہ پس انزال جمع نزل خوشہائے انگور و رطاب جمع رطبہ اور وہ وقت تازہ ہے اور وقف النسفی میں مرقوم ہے تم ای الواقف نفسہ فی انتقاص وحواسہ فی کلال وانعکاس پس انعکاس مصدر از باب افتعال ہے ازنکوس بمعنی الٹے پاؤں پھر جانا وقولہ ذہبت قواہا وانقصت عراہا پس انقصت ماخوذ ارقص بمعنی کسر مراد یہ ہے کہ انکسرت یعنی ٹوٹ گئی اور قولہ فی کرار السفینۃ ویرقی اذا رقی الناس ویسر اذا اساروا اور صحیح یہ ہے کہ یرقاء اذا رقاء الناس اور یرقاء چنانچہ بولتے ہیں کہ رقاء السفینۃ ویرقاء ہارقا مارقاء جب کہ کشتی کو کنارہ سے قریب کر کے ٹھہرا دیتے ہیں اور ملئ بہمزۃ تو انگری کج بضم کاف وسکون باء وحاء مہملہ جین ومصل تزف۔ قولہ دفع الکرم الیہ لیقوم بکسح النہر یعنی نہر کو کھود کر اس کی جدولیں صاف کرے وتشذیب الزراجین یعنی درختاں انگور کا چھانٹنا یعنی جوان کی شاخیں بے ترتیب بڑھ گئی ہیں ان کو پیراستہ کرے وقولہ وانا سہا یعنی ان کو دفن کرے اور چھپا دے بطریق استعارہ۔ اور دبرہ بسکون باء موحدہ مشارعہ یعنی موضع کراب از قطعات اراضی یعنی کیاری کذا فی الظہیریہ۔

فصل دوم

در نکاح اگر باپ نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا تو اس طرح لکھے یہ تحریر اس مضمون کی ہے فلاں نے فلانہ یہ عورت کے ساتھ بتزویج اس کے ولی فلاں شخص کے جو اس کا باپ ہے برضامندی عورت مذکورہ اور اجازت اور اپنے باپ کو حکم دینے کے بعوض اس قدر مہر کے بطریق نکاح صحیح جائز نافذ کے سامنے ایک جماعت عادلوں کے اپنے نکاح میں لیا اور یہ شوہر اس کا حسب وغیرہ میں اس کا کفو ہے اور اس کے مہر ونفقہ کے ادا کرنے پر قادر ہے اور ان دونوں میں کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو نکاح کے ٹوٹنے یا اس کے فاسد ہونے کی جانب مفضی ہو اور جو مہر مسمی اس تحریر میں لکھا گیا ہے۔ وہ اس عورت کا مہر المثل ہے اور یہ عورت اس نکاح موصوف کی وجہ سے اس کی جورو ہے اور یہ مہر اس عورت کے واسطے اس مرد پر حق واجب اور دین لازم ہے اور یہ سب اس تاریخ میں واقع ہوا۔ صورت دیگر یہ وہ تحریر ہے کہ جس پر گواہوں نے جن کا نام اس تحریر کی آخر میں بیان کیا گیا ہے سبھوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اپنی بالغہ دختر کا جس کا نام فلانۃ ہے۔ اس دختر کی رضامندی کے ساتھ گواہان عادل کے روبرو فلاں شخص کے ساتھ نکاح صحیح کر دیا بعوض اس قدر مہر کے اور یہ گواہی دی کہ فلاں مرد نے عورت مذکور سے اس قدر مہر مذکور پر اپنی مجلس میں نکاح صحیح کر لیا اور اس تزویج مذکور کی وجہ سے فلانہ عورت فلاں مرد کی جورو ہو گئی اور یہ سب فلاں تاریخ میں واقع ہوا پس اگر شوہر کے باپ نے اپنے بیٹے کے واسطے یہ عقد قبول کیا حالانکہ یہ بیٹا مانع ہے تو یوں تحریر کرے کہ فلاں ابن فلاں نے جو اس شوہر مسمی فلاں کا باپ ہے اس نے اپنی بیٹی کے واسطے بعوض اس قدر مہر مذکور کے یہ عقد اس مجلس میں اپنی بیٹی کے حکم سے قبول صحیح کیا حلوت دیگر اس طرح کہ شوہر کا اقرار نکاح تحریر کرے اور جورو کی طرف سے اس کے قول کی تصدیق اور جورو کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر کی طرف سے اقرار کی تصدیق تحریر کرے یا ولی کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر وزوجہ کی طرف سے اس کے اقرار کی تصدیق تحریر کرے کذا فی الذخیرہ اور اس میں احتیاط زیادہ ہے اس واسطے کہ بدون ولی کے نکاح جائز ہونے میں علما کا اختلاف ہے صورت دیگر در تزویج بکر بالغہ۔ اس طرح لکھے کہ اس شوہر کے ساتھ اس کے نکاح کر دینے کا ولی اس کا باپ ہوا بعد ازانکہ باکرہ مذکورہ سے شوہر کا نام بیان کر دیا اور مہر مذکور سے اس کو آگاہ کر دیا پس وہ چپ ہو گئی یا لکھے کہ پس وہ رونے لگی حالانکہ وہ باکرہ عاقلہ بالغہ عقل وبدن سے صحیح وتندرست تھی اور باپ کا اس سے یہ ذکر کرنا اور اس کا چپ ہونا

[1] قال المترجم ان جملوں کا ترجمہ اپنے موقع پر ہم نے مفصل بیان کر دیا ہے سوائے الفاظ اصطلاحی کے کہ وہ یہاں مرقوم ہیں ۱۲

فلاں وفلاں کے سامنے ہوا اور یہ دونوں آدمی باکرہ کے نام ونسب سے واقف ہیں اور فلانہ جنت فلاں اس عقد مذکور کی وجہ سے فلاں شخص کی جورو ہے اور شوہر کا نام لکھنا اور باکرہ مذکورہ کو مہر سے آگاہ کرنا بیان کرنا امر ضروری ہے اس واسطے کہ بدون اس کے اس بات میں اختلاف معروف ہے کہ باکرہ مذکورہ کا سکوت کرنا آیا اس کی طرف سے رضامندی ہے یا نہیں ہے کہ اگر دختر صغیر ہو تو یوں تحریر کرے کہ فلاں شخص نے فلانہ عورت کے ساتھ اس کے باپ کے بولایت پدری نکاح کر دینے سے اپنے نکاح میں لیا اور شوہر بھی نابالغ ہو تو اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں شخص نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کو بولایت پدری فلاں ابن فلاں نابالغ کے ساتھ اس قدر مہر پہ تزویج صحیح جائز نافذ لازم سامنے گواہان عادل کے بیاہ دیا اور اس نکاح کے اس مہر پر اس مرد نابالغ کے واسطے اس کے باپ فلاں شخص نے بولایت پدری اس عقد کی مجلس میں قبول صحیح کیا اور یہ نابالغ اس نابالغہ کا کفو ہے اور مہر مذکور اس کا مہر مثل ہے۔ پھر اگر باپ نے اپنے نابالغ پسر کی طرف سے مہر کی ضمانت کر لی ہو تو یوں تحریر کرے کہ اس شوہر نابالغ کے والد فلاں شخص نے اپنے پسر نابالغ کی طرف سے اس تمام مہر کے واسطے اس عورت نابالغہ کی ضمانت صحیحہ قبول کر لی اور اس نابالغہ کے والد نے اس کی اجازت دی اور اس مجلس میں مشافہۃً قبول کیا اور اگر باپ نے اپنے مال میں سے کچھ مہر معجّل ادا کیا ہو تو یوں تحریر کرے کہ اس شوہر صغیر کے والد فلاں شخص نے منجملہ مہر مذکور کے اس قدر دینار اپنے ذاتی مال سے براہ احسان اس نابالغہ عورت کے والد فلاں شخص کو ادا کئے اور اس نے بولایت پدری نابالغہ مذکورہ کے واسطے ان دیناروں پر قبضہ صحیحہ کیا اور اس شوہر کے واسطے منجملہ اس مہر مذکور کے اس مقدار سے بریت ہوگئی اور اس قدر ادا کرنے کے بعد اُس پر نابالغہ کے واسطے اتنا باقی رہا اور اگر باپ نے مہر میں سے کچھ بطور معجّل ادا کر کے باقی کی ضمانت کر لی ہو تو اس طرح لکھے کہ اس نابالغ کے فلاں والد نے منجملہ اس مہر کے اس قدر دینار اپنے ذاتی مال سے بطور احسان ادا کر کے اس نابالغ کی زوجہ کے واسطے مہر میں سے جو کچھ اس نابالغ پر باقی رہا اور وہ اس قدر دینار ہیں ضمانت صحیحہ کر لی اور شرع میں جس کی ولایت رضامندی ہے وہ راضی ہوا اور جس کی ولایت اجازت ہے اُس نے اجازت دی فقط اور اگر عورت کے باپ نے کسی قدر مہر کی ہبہ کی یا اس کے بھر پانے کے اقرار کی درخواست کی تو وصول پانے کا اقرار باطل ہے جب کہ یہ اقرار مجلس عقد میں واقع ہوا اس واسطے کہ اہل مجلس جانتے ہیں کہ یہ درحقیقت جھوٹ ہے اور اگر دوسری مجلس میں وصول پانے کا اقرار ہو پس اگر عورت نابالغہ ہو تو اقرار وصول صحیح ہے اور اگر باکرہ بالغہ ہو تو بھی صحیح ہے اور اگر بالغہ ثیبہ ہو تو اس کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے اور رہا ہبہ پس اگر عورت نابالغہ ہو تو یقیناً ہبہ نہیں صحیح ہے اور اگر بالغہ ہو پس اگر اس کی اجازت اور رضامندی سے نہ ہو تو ہبہ صحیح ہے پس یوں تحریر کرے کہ اس عورت کے والد فلاں شخص نے اپنی دختر کی اجازت سے مجلس عقد میں منجملہ اس مہر کے اس شوہر کو اس قدر درم ہبہ کئے اور اس شوہر نے اس باپ کی طرف سے یہ ہبہ اپنے واسطے بطور صحیح قبول کیا اور عورت مذکورہ کے اس پر اس قدر دینار باقی رہے کہ مطالبہ کے وقت اُن کا مطالبہ کر سکتی ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب قاضی کو اس عورت کا اپنے باپ کو ہبہ کی اجازت دینا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو اور اگر فقط باپ کے کہنے سے معلوم ہو تو یوں لکھے کہ عورت کے باپ نے بیان کیا کہ میری اس دختر نے اس مہر میں سے اس شوہر کے واسطے اس قدر ہبہ کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ اس عورت کی اجازت سے ہبہ کرتا ہے اور اگر عورت کی طرف سے اجازت ہبہ سے انکار ثابت ہو تو اس کے واسطے درک کا ضامن ہوتا ہے اور یہ فلاں تاریخ میں واقع ہوا۔ تو اس معاملہ میں زیادہ احتیاط کے واسطے یہ بات ہے کہ عورت مجلس نکاح میں حاضر ہو اور اس کا اس کی اجازت سے نکاح کرے اور وہ خود اپنے شوہر کو کچھ مہر ہبہ کرے واللہ اعلم

صورت دیگر باپ اپنی دختر صغیر کا نکاح کرے اور شوہر بالغ ہو اس طرح تحریر کرے کہ فلاں مرد نے فلانہ بنت فلاں سے اس کے باپ فلاں شخص کے نکاح کر دینے سے کہ جس نے اپنی ولایت پدری سے اس کا نکاح کیا ہے نکاح کر لیا اب باپ کی ولایت اس وجہ سے

ہے کہ وہ عورت نابالغہ ہے خود اپنے کام کی متولی نہیں ہو سکتی اس کا متولی بولایت پدری اُس کا باپ ہی ہو گا پس اس کے باپ اس شخص نے اس فلاں شخص سے اس قدر مہر پر بدین شرط کہ مہر مذکورہ میں سے اس قدر نقد معجّل ہے اور اس قدر میعادی بوعدہ ایک سال ہے اور بدین شرط کہ عورت مذکورہ کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اس کی صحبت اور معاشرت میں بطور معروف طریقہ نیک اختیار کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت طریقہ ہے اور شوہر مذکور پر اس عورت کے بالغ ہونے کے بعد جس قدر اس پر باقی ہے واجب ہو گا۔ بعد ازاں کہ مہر مذکورۂ بالا بوصف معجّل وموجل کے اس قدر ہو کہ جیسا اُس کے مثل عورتوں کا مہر ہے اور اس کی مقدار مہر کے واسطے اس کے مثل عورتوں کے مہر کی مقدار دیکھی جائے گی اور فلاں شخص نے اس نکاح کو جس طرح اس میں مذکور ہے کہ مہر معجّل اور موجل ہے فلاں شخص کے مواجہہ میں جس نے اس سے ایسا خطاب کیا ہے سب قبول کیا اگر نابالغہ کا نکاح کرنے والا اس کے باپ کا باپ یعنی سگا دادا ہو تو اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلانہ بنت فلاں کو اس کے باپ فلاں شخص کے مرنے کے بعد اس کے دادا فلاں شخص نے بولایت جدی الیٰ آخرہ اور اگر نکاح کرنے والا بھائی ہو خواہ اس کا ماں اور باپ کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے تو یوں تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں شخص نے اپنی بہن فلانہ بنت فلاں ابن فلاں کو بولایت برادرانہ از جانب مادر و پدر نکاح کر دیا بشرطیکہ اس صغیرہ کا اس بھائی سے زیادہ کوئی قریب نہ ہو اور بعد خصومت معتبرہ کے جو اس معاملہ میں ہوئی ہے۔ کسی حاکم عادل جائز الحکم نے اس بھائی کی ولایت کی صحت کا حکم دے دیا ہو اور حاکم کا حکم اس معاملہ میں اس وجہ سے لاحق کیا گیا کہ سوائے باپ اور دادا کے نابالغہ کا نکاح کر دینا دوسرے ولی کی طرف سے جائز ہونے میں علما کا اختلاف ہے اور اگر نکاح کر دینے والا اس کا چچا ہو تو یوں تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں شخص نے اپنے بھائی فلاں شخص کی دختر مسماۃ فلانہ کو بولایت عمومت از جانب مادر و پدر یا فقط از جانب پدر الیٰ آخرہ اور اس کے آخر میں بھی جو حکم بھائی کی صورت میں لاحق کیا گیا ہے لاحق کیا جائے اور اگر عورت کا کوئی ولی نہ ہو اور اس نے قاضی کی اجازت سے خود نکاح کیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں مرد نے فلانہ عورت سے اس قدر مہر پر روبرو گواہان عادل کے باجازت قاضی فلاں کے اس کے خود نکاح کرنے سے نکاح صحیح کیا اور اس کا کوئی ولی حاضر یا غائب نہ تھا اور اگر وہ عورت بلا اجازت قاضی خود نکاح کرے تو آخر میں یہ عبارت زیادہ کر دے کہ حکام مسلمین سے اس کی صحت کا حاکم نے حکم دیا اور لکھے کہ میں نے اس شوہر سے منجملہ اس مہر مذکور کے اس قدر درم وصول پائے اور اس قدر اس پر باقی رہے اور غلام کے نکاح میں تحریر کرے کہ یہ بدین مضمون ہے کہ فلاں غلام فلاں نے یا مملوک فلاں نے فلانہ بنت فلاں ابن فلاں سے جو حرہ بالغہ ہے اپنے مالک فلاں شخص کی اجازت سے جس نے اس کو اس عقد مذکور کی اجازت دی ہے عادل گواہوں کے سامنے اس قدر مہر پر یہ تزویج اس کے پدر فلاں ابن فلاں کے جس کو اُس عورت نے اپنی رضامندی سے اجازت دی تھی بقصد صحیح نافذ لازم و تزویج صحیح نکاح کر لیا فقط اور اگر یہ عورت صغیرہ ہو تو آخر میں حاکم کی اجازت تحریر کرے اس واسطے کہ باپ کو اپنی دختر نابالغہ کا غلام کے ساتھ نکاح کر دینے میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف معروف ہے۔ اور باندی کے نکاح کرنے میں تحریر کرے کہ فلاں شخص نے فلانہ مملوکہ فلاں ابن فلاں کو یا کنیز فلاں ابن فلاں کو بتزویج اس کے مالک فلاں ابن فلاں کے اس کے ساتھ اس قدر مہر پر نکاح کر لیا الیٰ آخرہ۔ دیہاتوں میں یہ عادت جاری ہے کہ شوہر یا اس کا باپ مال غیر منقول اور زمین عورتوں کے ہاتھ ثمن معلوم کے عوض فروخت کرتے ہیں اور اس ثمن کو مہر کا بدلا قرار دیتے ہیں تو کاتب کو چاہئے کہ تسمیہ کے بعد اگر شوہر سے خرید واقع ہوئی ہو تو لکھے کہ یہ فلانہ بنت فلاں نے اپنے شوہر فلاں ابن فلاں سے تمام زمین جو ایک باغ انگور احاطہ دار ہے معہ اس کی عمارت کے یا پانچ کھیت زمین قابل زراعت جو فلاں گاؤں میں واقع ہے یا تمام حویلی دو چھتوں دار ایک چھت والی جس میں اس قدر

بیوت ہیں خریدی اور مبیعہ کے حدود اربعہ بیان کرے اور ثمن کو مفصل بیان کرے اور جو کچھ بیع ناموں میں لکھا جاتا ہے وہ سب لکھے یہاں تک کہ جب ثمن وصول کرنے کے بیان تک پہنچے تو لکھے کہ پھر ان دونوں بائع ومشتری نے یہ تمام ثمن مذکور بعوض پورے مہر کے جو اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع پر آتا ہے اور اس کا مہر اس ثمن کے برابر ہے یا ہم مقاصہ کرلیا اور یہ عورت مشتریہ اس ثمن سے یہ براءت مقاصہ بری ہوگئی اور اس کا شوہر یہ بائع بھی بسبب اس مقاصہ کے اس کے پورے مہر سے بری ہوگیا پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ نے وہ تمام مبیع کہ جس کی خرید بیان کی گئی ہے بائع کے سپرد کرنے سے بطور صحیح اپنے قبضہ میں کرلی اور بائع اس کے واسطے ضمان درک کا بطور صحیح ضامن ہوا اور یہ فلاں تاریخ کو واقع ہوا ہے اور اگر یہ بیع تھوڑے مہر کے عوض ہو یعنی نکاح میں قبل زفاف کے جس کی تعجیل شرط کی گئی ہے جس کو فارسی میں دست پیمان کہتے ہیں تو یوں لکھے کہ دونوں نے تمام ثمن کو منجملہ مہر کے جس قدر کی تعجیل شرط کی گئی تھی اس سے مقاصہ کرلیا پھر مبیع پر عورت مذکورہ کا قبضہ کرنا بیان کرے پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع کے ذمہ اپنے مہر میں سے اس اس قدر دین لازم وحق واجب ومہر ثابت بسبب نکاح کے جو دونوں میں فی الحال قائم ہے باقی رہا اور یہ فلاں تاریخ کا واقعہ ہے اگر یہ خرید شوہر کے والد سے واقع ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلانہ عورت نے اپنے شوہر کے والد مسمی فلاں سے یہ چیز خریدی الیٰ آخرہ اور مقاصہ کے بیان کے وقت لکھے کہ پھر ان دونوں بائع اور مشتری نے تمام ثمن کا بعوض تمام مہر عورت مذکورہ کے جو عقد نکاح میں بیان ہو کر اس کے شوہر فلاں پر واجب ہوا تھا اور وہ اس قدر درم یا دینار ہیں باہم مقاصہ صحیح کرلیا حالانکہ اس شوہر کے والد نے عورت مسطور کے واسطے اس کے تمام مہر کی جو اس کے پسر یعنی عورت مذکورہ کے شوہر فلاں پر واجب ہوا تھا اپنی طرف سے اس کی اجازت سے بطور صلہ رحم اور تحمل مؤنث کے ضمانت صحیحہ قبول کرلی تھی اور عورت مشتریہ اس ثمن سے بری ہوگئی اور والد شوہر اور شوہر بھی اس مقاصہ کی وجہ سے اس کے تمام مہر سے بری ہوگئے فقط واقع فلاں کذا فی المحیط۔

فصل سوم ☆

در طلاق

اگر ایک مرد نے اپنی عورت سے بعوض مہر کے جو عورت کا اس پر آتا ہے اور بعوض نفقہ عدت کے خلع کر دینا قبول کیا پس اگر عورت اس کی مدخولہ ہو اور مرد نے اس خلع کی تحریر لکھنی چاہی تو اس طرح لکھے کہ یہ تحریر فلاں ابن فلاں کے واسطے ہے یعنی شوہر کے واسطے از جانب فلانہ بنت فلاں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سب اسی طرح لکھتے تھے اور خصاف اور طحاوی اور سمتی اور ہلال اور ابو زید شروطی اس عبارت پر کچھ بڑھاتے تھے اور اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلاں ابن فلاں یعنی شوہر کے واسطے ہے جس کو فلانہ بنت فلاں نے اس کے واسطے تحریر کیا ہے پھر لکھے کہ میں نے تیری صحبت کو مکروہ جانا اور تیری جدائی چاہی ایسا ہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب لکھتے تھے اور خصاف اور ہلال اور سمتی اور عامہ اہل شروط اس طرح لکھتے تھے کہ تو نے میرے ساتھ نکاح صحیح جائز بولایت اسی ولی کے جو میرا سب سے قریب اور عصبہ ہے اور سامنے گواہان آزاد مسلمان عادل بالغ کے اور بعوض مہر مسمی معجّل کے کیا اور میں نے تجھے اپنا وہ مہر جس پر تو نے مجھ سے نکاح کیا تھا وصول نہیں کیا اور اس میں سے کچھ بھی وصول نہیں کیا اور تو نے میرے ساتھ دخول کیا اور میرے ساتھ مجامعت کی اور میں نے بدون اس بات کے کہ تیری طرف سے میرے حق میں کوئی ضرر رسانی یا بدی ہو تیری صحبت کو مکروہ جان کر تجھ سے جدائی چاہی پھر لکھے کہ میں نے تجھ سے یہ درخواست کی کہ مجھے بعوض میرے پورے دین مہر کے جو تجھ پر آتا ہے اور اس اس قدر درم ہیں خلع کر دے ایسا ہی امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب لکھتے تھے اور عامہ اہل شروط یوں لکھتے تھے کہ میں نے بعد

اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حدود پر قائم نہ رہیں گے مجھ سے درخواست کی کہ تو مجھے ایک طلاق بائن بعوض میرے تمام دین مہر کے جو میرا تجھ پر آتا ہے اور وہ اس اس قدر درم ہیں دے دے اور عامہ اہل شروط نے یہ عبارت کے بعد اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حدود پر قائم نہ رہیں گے تبرکاً بکتاب اللہ تعالیٰ بڑھائی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ) یعنی پس اگر خوف کرو تم لوگ اس بات کا کہ شوہر زوجہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حدود پر اچھی طرح قائم نہ رہیں گے اور ان لوگوں نے لفظ خلع کو چھوڑ کر لفظ طلاق کو اختیار کیا ہے چنانچہ لکھا کہ تو مجھے ایک طلاق بائن دے دے اور یہ نہ لکھا کہ مجھے خلع کر دے اس وجہ سے کہ مال کے عوض طلاق کے حکم پر اجماع ہے کہ وہ بالا جماع طلاق بائن ہے اور حکم خلع میں صحابہ اور سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف ہے ور اس میں شک نہیں ہے کہ مختلف فیہ کو چھوڑ کر متفق علیہ کا لکھنا اولیٰ ہے اور ان لوگوں نے اس طرح کہ بعوض میرے پورے دین مہر کے جو میرا تجھ پر آتا ہے اور وہ اس قدر درم ہیں اس واسطے لکھا تا کہ خلع کی وجہ سے جو مقدار ساقط ہوئی ہے معلوم ہو جائے تا کہ اختلاف سے نکل جائے اس واسطے کہ ساقط کا مجہول ہونا صحت تسمیہ کا مانع ہے پس اس کو بیان کر دے کہ بالا جماع خلع صحیح ہو جائے پھر لکھے اور بعوض میرے پورے نفقہ کے جب تک میں اپنی عدت میں رہوں۔ اس واسطے کہ بائنہ ہمارے نزدیک مستحق نفقہ ہوتی ہے خواہ حاملہ ہو یا حائلہ ہو اور فقط مہر و نفقہ عدت لکھنے پر اقتصار کیا اور کچھ مال زائد نہ لکھا اگر چہ مال زائد لکھنا بھی ایسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے اس واسطے کہ اس صورت میں موضوع یہ ہے کہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہے اور جب نافرمانی عورت کی جانب سے ہو تو شوہر کو جس قدر اس نے دیا ہے روایت جامع کے موافق اس سے زیادہ لینا دیانۃً وقضاءً حلال ہے لیکن روایت کتاب الطلاق کے موافق زیادہ لینا دیانۃً حلال نہیں ہے اگر چہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہو پس ان لوگوں نے فقط مہر اور نفقہ پر اقتصار کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ باتفاق الروایات شوہر کو فدیہ لینا حلال ہے۔ پھر لکھے کہ میں نے ان کو قبول کیا اور یہ اس واسطے لکھے کہ تا کہ شوہر کی طرف سے ایجاب ثابت ہو جائے کیونکہ طلاق جبھی واقع ہوتی ہے کہ جب ایجاب شوہر کی طرف سے ہو پھر لکھے کہ تو نے مجھ کو بعوض میرے پورے دین مہر کے جو میرا تجھ پر آتا ہے اور وہ اس قدر ہے کہ بعوض میرے پورے نفقہ عدت کے جب تک میں عدت میں رہوں خلع کر دیا۔ اس عبارت کا اعادہ واسطے تاکید کے ہے۔ پھر لکھے کہ میں اس پر راضی ہوئی اور میں نے اس کو قبول کیا۔ تا کہ اس کا خلع قبول کرنا ثابت ہو جائے پس سب روایتوں کے موافق خلع تمام ہو جائے پھر لکھے پس میں نے تجھ سے خلع پالیا پھر اب میرا حق تیری طرف نہیں ہے اور نہ کچھ دعویٰ ہے اور نہ مہر و نفقہ وغیرہ کا مطالبہ ہے۔ اس عبارت کو بغرض تاکید اور اتباع سلف کے تحریر کرے۔ پھر جب کہ خلع اس دین مہر کے عوض واقع ہو جو شوہر کے ذمہ ہے تو آیا ضمانت درک کی تحریر کرے گی یا نہیں سو ہمارے اصحاب رحمتہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں لکھا کرتے تھے اور ابو زید شروطی اس طرح لکھا کرتے تھے۔ بریں کہ میں اس درک کی ضامن ہوں جو تجھ کو کسی طرف سے پہنچے۔ طحاویؒ نے فرمایا کہ یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اس کا سبب وہی ہوسکتا ہے جو عورت کی طرف سے سوائے شوہر کے دوسرے کے ساتھ مال مہر میں کوئی تصرف ہو اور سوائے شوہر کے دوسرے کے ساتھ اس کا تصرف مال مہر میں صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں دین کا مالک کرنا ایسے شخص کو لازم آتا ہے جس پر وہ دین نہیں ہے پس ایسی صورت میں ضمانت درک کے ذکر کرنے کے کچھ معنی نہیں ہیں ہاں ضمانت درک کا ذکر کرنا اس وقت صحیح ہوسکتا ہے کہ جب بدل خلع مال عین ہو پس اس میں عورت کی جانب سے کسی سبب سے درک متحقق ہوسکتا ہے اور امام محمدؒ اور اہل شروط میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ عورت یوں لکھے کہ تو نے مجھے وقت سنت میں خلع کر دیا ہے لیکن بعض متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے اس واسطے کہ وقت سنت میں خلع مباح ہے اور غیر وقت سنت میں مکروہ پس اس کو لکھ دے تا کہ معلوم ہو کہ یہ خلع بصفت اباحت واقع ہوا ہے یا بصفت کراہت یہ محیط میں ہے۔

خلع مذکورہ کی ایک ایسی صورت کا بیان جو جائز اور نافذ ہو☆

صورت دیگر عورت کے حق میں مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلاں ابن فلاں قریشی نے اپنے جوازِ اقرار کی حالت میں بطوع خود یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں کا بطلاق واحد بعوض اس کے مہر کے اور وہ اس قدر درم ہیں اور بعوض اس کے نفقہ عدت کے اور بعوض عورت مذکورہ کے ہر حق کے جو عورت کا اس پر آتا ہے اور بعوض اس قدر مال کے بشرطیکہ دونوں نے کچھ مال مشروط کیا ہو اور بدیں شرط کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے سب دعویٰ اور خصومات سے بری ہے خلع کر دیا ایسا خلع کہ صحیح اور جائز اور نافذ ہے اور استثناء اور تمام معنی مبطلہ سے خالی ہے اور یہ کہ عورت مذکورہ نے بھی ان شرائط مذکورہ پر اپنا خلع باختلاع صحیح منظور کیا اور یہ فلاں تاریخ کا واقعہ ہے اور عورت کی طرف سے شوہر کی مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلانہ بنت فلاں نے بطوع خود یہ اقرار کیا کہ اس نے اپنے شوہر فلاں شخص سے اپنے اس قدر مہر پر بطلاق واحد بائنہ یا اس کا باقی مہر تحریر کرے کہ اس قدر مہر پر بطلاق واحدہ بائنہ کے اور پورے نفقہ عدت پر جب تک وہ عورت عدت میں ہے اور ہر حق پر جو عورت مذکور کا اس پر آتا ہے اپنا خلع کرا لیا اور اپنے تمام دعویٰ اور خصومات سے بابراء صحیح اس کو بری کر دیا پس عورت مذکورہ کا اس مرد پر کچھ دعویٰ نہ رہا اور نہ مرد مذکور کا اس عورت پر کچھ دعویٰ رہا اور ان دونوں میں نکاح باقی نہ رہا اور علائق نکاح میں سے بھی سوائے عدت کے کوئی علاقہ نہ رہا اور اس کے شوہر نے اس کے کلام کی خطابا تصدیق کی فقط۔ اگر خلع میں مہر سے زائد کے مال پر باہم شرط کی ہو تو اس طرح تحریر کرے کہ مرد مذکور نے عورت مذکور کو اس کے تمام مہر پر اور اس قدر درم یا دیناروں پر بخلع زائد خلع کر دیا اور اگر خلع میں کوئی مال عوض زائد ہو تو لکھے اور پھر اس چیز کے اوصاف بیان کرے اور اچھی طرح بیان کرے اور اس کا طول وعرض بیان کرے اور اگر قیمتی چیزوں میں سے ہو تو اس کی قیمت بیان کرے کہ عورت مذکورہ نے مجلس خلع میں شوہر کی طرف سے اس کو قبول کیا اور شوہر نے مال عین مسمیٰ عورت مذکورہ کے سپرد کرنے سے اپنا قبضہ کر لیا اور عورت مذکورہ نے شوہر کو اپنے تمام دعویٰ سے بری کر دیا فقط۔ اگر خلع میں کوئی زمین بڑھائی ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ احوط یہ ہے کہ درم یا دینار زیادہ کرے پھر خلع تمام ہونے کے بعد مرد اس زمین کو ان درم یا دیناروں مشروطہ کے برابر کے عوض خریدے پھر دونوں اس زیادتی کے عوض ثمن کا مقاصہ کر لیں تا کہ اگر مبیع استحقاق میں لے لی جائے اور شوہر اس عورت سے اس کا عوض لینا چاہے تو جھگڑا نہ واقع ہو پس اس طرح تحریر کرے کہ فلاں شخص نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ میں نے اپنی عورت مسماۃ فلاں کا اس کے تمام مہر یا باقی مہر پر لکھے اور اس کے نفقہ عدت پر اور اس شرط پر کہ عورت مذکورہ اس کو اپنے خالص مال سے اس قدر دینار نیشاپوری مثلاً پچاس دینار دے خلع کیا اور عورت مذکورہ نے مجلس خلع میں اس کو قبول کیا الی آخرہ۔ پھر اس خلع کرنے والے نے اس خلع چاہنے والی عورت سے تمام زمین جو چار دیواری کا باغ ہے یا دس جریب زمین یا تمام دار ہے جس میں اس قدر بیوت ہیں پس اس کی جگہ اور اس کے حدود اربعہ بیان کر دے بعوض پچاس دینار نیشاپوری کے بخرید صحیح خرید کیا اور اس عورت مذکورہ نے اس مرد مذکور کے ہاتھ اس مبیع کو بہ بیع صحیح فروخت کیا پھر ان دونوں بائع مشتری نے اس ثمن مذکورۂ بالا کا بعوض اس مال کے جو خلع کے عوض مرد مذکور کا اس پر واجب ہوا ہے مقاصہ صحیحہ کر لیا اور بسبب مقاصہ کے دونوں میں باہم براءت ثابت ہوگئی اور اس مرد خلع کر دینے والے مشتری نے اس مبیع پر جس کی خرید بیان کی ہے کہ زن بالغہ کی اجازت سے قبضہ کر لیا اور دونوں میں سے کسی کا کچھ خصومت وحق و دعویٰ دوسرے پر باقی نہ رہا فقط۔ اگر عورت کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے خلع واقع ہوا تو اس طرح تحریر کرے کہ عورت کے ساتھ دخول کرنے اور خلوت کرنے کے پہلے عورت نے اس سے بطلاق واحد اس مہر پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر طلاق قبل دخول کے بعد واجب اور وہ نصف مہر مسمیٰ یعنی اس قدر ہے اور اس امر پر کہ ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے تمام معاملات نکاح وغیرہ

کے خصومات و دعویٰ سے بری ہے خلع لے لیا اور مرد مذکور نے بھی انہیں شرائط مذکور پر بالمواجہہ خلع کر دیا فقط اور ایسی صورت میں نفقہ عدت کا ذکر نہ لکھے اس واسطے کہ جو خلع قبل دخول کے واقع ہو اس میں عدت نہیں ہے اور شوہر کی جانب سے لکھے کہ اس نے اپنی زوجہ فلانہ بنت فلاں کا خلع کر دیا اور بیان قبول میں لکھے عورت کی طرف سے کہ اُس نے ان سب شرائط پر خلع قبول کیا اور اگر نکاح میں مہر بیان نہ کیا گیا ہو اور قبل دخول اور خلوت کے خلع واقع ہوا تو اس طرح لکھے کہ جو مال عورت مذکورہ کا اس مرد مذکور پر خابت ہوا اور مہر کا نام نہ لکھے اس واسطے کہ ایسی صورت میں متعہ واجب ہے یا اس طرح تحریر کرے کہ مرد کے اس کے ساتھ دخول کرنے اور خلوت کرنے سے پہلے ہر حق پر جو عورتوں کا اپنے شوہر پر ایسے نکاح میں جس میں مہر بیان نہیں کیا گیا ہے واجب ہوتا ہے مرد مذکور سے خلع صحیح لے لیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر والد نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کا اس کے شوہر سے بعد دخول کرنے کے خلع کرایا تو اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں شخص نے یہ اقرار کیا کہ اس کی دختر صغیر مسماۃ فلانہ (اور اس کا سن وغیرہ بیان کر دے) فلاں شخص کے نکاح میں تھی اور یہ عورت اُس شخص پر بنکاح صحیح حلال تھی جس کو عورت مذکورہ کی طرف سے اُس کے والد نے بولایت پدری گواہوں کے سامنے قرار دیا تھا اور یہ کہ مرد مذکور نے اس کے ساتھ دخول کیا اور صحبت کی اور یہ عورت بھی ایک زمانہ تک اس مرد کی صحبت میں رہی پھر اس شوہر نے اس کی صحبت کو اپنے واسطے مکروہ جانا اور عورت مذکورہ کے والد نے اس کے واسطے مرد کی صحبت مکروہ جانی اور اُس کے والد نے اُس کے مہر میں سے اس قدر وصول کر لیا تھا اور اس شوہر نے بطلب اس کے والد اس شخص کے بطلاق واحد اس کے باقی مہر پر جو اس قدر ہے اور اس مہینہ کی تاریخ سے تین مہینہ تک نفقہ عدت پر جو اس قدر رہا خلع کر دیا ایسا خلع جو صحیح اور جائز ہے اس میں کسی طرح کا فساد نہیں ہے اور نہ تعلیق بالخطر ہے اور نہ زمانہ آئندہ کی طرف اضافت ہے اور والد نے بدین شرط خلع کرایا ہے کہ وہ اپنے مال سے اس سب کا ضامن [1] ہے حتیٰ کہ اس کی تخلیص کرائے گا یا اپنے مال سے اس قدر اس کو تاوان دے گا پس یہ مسماۃ بوجہ خلع مذکور کے اس مرد مذکور سے بائن ہو گئی اور مرد مذکور کو اس عورت کی جانب کوئی راہ نہیں ہے اور نہ استحقاق رجعت ہے اور نہ کوئی کسی وجہ سے مطالبہ ہے مجلس خلع میں دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے یہ خلع بالمواجہہ و بالمشافہہ قبول کیا۔ شوہر کی بریت تحریر نہ کرے گا اس واسطے کہ شوہر ایسی صورت میں بقیہ مہر سے بری نہ ہو گا بلکہ خلع باپ کے مال کے عوض واقع ہوا ہے پس گویا شوہر نے اس عورت مذکورہ کو بدون ذکر مہر و نفقہ کے باپ کے مال عوض طلاق دیا اور خلع میں بقیہ مہر اور نفقہ عدت کا ذکر کرنا اس غرض سے ہے کہ باپ کی ضمانت سے باپ پر جس قدر مال واجب ہے اس کی مقدار معلوم ہو جائے اور یہ غرض نہیں ہے کہ شوہر کے ذمہ سے اس کی وجہ سے اس قدر ساقط ہو جائے اور علیٰ ہذا تمام لوگ سوائے باپ کے جو صغیرہ کے ولی ہوں سب کا یہی حکم ہے اور نیز ولی کے سوائے اور لوگوں کا بھی یہی حکم ہے اور باپ اور دوسرے لوگوں میں جو ولی ہوں فرق اس بات میں ہو جاتا ہے کہ مہر میں سے کچھ وصول پانے کا اقرار باپ کی طرف سے صحیح ہے باقی لوگوں کی طرف سے جو ولی ہیں ایسا اقرار صحیح نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایسا خلع عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہو تو لکھے کہ اس عورت کے باقی مہر پر اور یہ نہ لکھے کہ اس کے نفقہ عدت پر اور ایسے خلع کا حکم یہ ہے کہ دونوں میں جدائی واقع ہو جاتی ہے اور حرمت ثابت ہو جاتی ہے لیکن صغیرہ جس وقت بالغ ہو تو اس کو یہ اختیار ہو گا کہ شوہر سے اپنا باقی مہر واپس لے پھر شوہر اُس کو صغیرہ مذکورہ کے باپ سے واپس لے گا کیونکہ وہ ضمان درک کا ضامن ہوا ہے اور بعض اہل شروط خلع صغیرہ میں یہ اختیار کرتے ہیں کہ باپ اس کے مہر اور نفقہ عدت کے وصول پانے کا اقرار کرے بعد ازانکہ نفقہ عدت کی کوئی مقدار معلوم مقرر ہو جائے پھر شوہر کا اقرار تحریر کرے کہ اس نے عورت کو بطلاق واحدہ بائنہ طلاق دی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یوں لکھے کہ فلاں ابن فلاں یعنی والد

(۱) یعنی اگر عورت نے بعد کو دعویٰ کیا تو شوہر کے واسطے اُس کا باپ ضامن ہو گا ۱۲

صغیرہ نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود یہ اقرار کیا کہ اس کی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں منکوحہ جور وفلاں ابن فلاں کی تھی پھر اس کے شوہر اس فلاں نے بسبب اس کی صغرسنی کے اس کی صحبت کو اچھا نہ جانا اور اس کو ایک طلاق بائن دے دی اور وہ اس طلاق دینے سے اس سے بائن ہوگئی اور اُس کے شوہر پر اس کے اس مہر سے اس قدر درم اس کے لئے واجب تھے اور نفقہ عدت کے اس قدر واجب تھے پس میں نے یہ سب اپنی دختر نابالغہ کے واسطے بولایت پدری اس کے اس شوہر کے یہ سب مال مجھے ادا کرنے سے بقبضہ صحیح وصول کیا اور اس صغیرہ کا اپنے شوہر اس شخص پر کوئی دعویٰ اور خصومت کی وجہ اور کسی سبب سے باقی نہ رہا یہ سب اُس نے باقرار صحیح اقرار کیا اور صغیرہ کے شوہر اس شخص نے اس کے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی پھر جب اس طرح پر لکھا گیا اور بعد اس کے وہ صغیرہ بالغ ہوئی تو اس کو اپنے مہر اور نفقہ عدت میں اپنے شوہر کے ساتھ کچھ حق خصومت نہ ہوگا اس واسطے کہ باپ نے اس سب کے وصول پانے کا اقرار کیا ہے۔ اس کو اس سب کے وصول کرنے کا اختیار ہے کذا فی المحیط اور علیٰ ہذا اگر مولیٰ نے اپنی باندی کا اُس کے مہر اور نفقہ عدت پر خلع کرالیا تو بھی یہی صورت ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ باندی کی صورت میں یہ نہ کہا جائے گا کہ بدین شرط کہ مولیٰ اس سب کا اپنے مال سے ضامن ہے کیونکہ مولیٰ کو اختیار ہے کہ شوہر کو تمام مہر سے بری کر دے بخلاف باپ کے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر مولیٰ نے چاہا کہ یہ سب باندی کے سوائے اس پر قرضہ رہے تو اس کی تحریر اسی طرح لکھی جائے جیسے والد کا اپنی دختر صغیرہ کے خلع کرانے میں بیان ہوئی ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر شوہر اور زوجہ میں کوئی صغیر بچہ ہو پس مرد نے اس عورت کے ساتھ اس شرط پر خلع کیا کہ عورت اس بچہ کو اپنے پاس رکھے اور برس یا دو برس اس کی حضانت کرے اور مدت حضانت میں اس کا خرچہ اپنے مال سے اٹھائے تو بعض اصحاب شروط کے نزدیک یہ جائز ہے اور فقیہ ابوالقاسم صفار فرماتے تھے کہ یہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ نفقہ کی مقدار جو کھانے پینے کی چیز صغیر کے واسطے ضروری ہے وہ مجہول ہے پس ایسی صورت میں حیلہ یہ ہے کہ جس قدر اس صغیر کے واسطے کافی ہو درم اور دینار سے اس کا تخمینہ لگا دے اور خلع میں اس قدر مال عورت کے ذمہ شرط کرے پھر شوہر اس عورت کو حکم دے کہ مدت حضانت میں یہ مال صغیر کی حاجات ضروریہ میں خرچ کرے یا یہ مقدار مدت حضانت تربیت کی اجرت عورت کے واسطے مقرر کر دے پھر مرد اس عورت کو وکیل کر دے بدیں طور کہ صغیر کے مر جانے کے وقت یا دوسرے شوہر اجنبی سے مدت حضانت کے اندر نکاح کرنے سے جو مال اس اقبال کردہ شدہ سے اس کے ذمہ باقی رہ جائے اُس سے وہ بری ہے۔ پھر اگر اس کی تحریر لکھنی چاہے تو یوں لکھے کہ فلاں یعنی شوہر نے اقرار کیا کہ اس نے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ کے اس کے باقی مہر اور نفقہ عدت پر اور اس کے ہر حق پر جو بجانب مقر ہو اور سو دینار سرخ کھرے نیشاپوری پر کہ جن کو عورت مذکورہ اپنے مال سے اُس کو دے گی خلع کر دیا ایسا خلع کہ صحیح ہے اور استثناء اور شروط فاسدہ سے خالی ہے اور اس خلع کرنے والے کا اس عورت خلع کرنے والی کے بطن سے ایک دودھ چھوٹا ہوا بچہ ہے پس اس مرد نے اس عورت سے یہ درخواست کی کہ اس بچہ کو اپنے ساتھ رکھے اور فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک جو کامل ایک سال ہے اس کی تربیت کرے اور سو دینار جو عقد خلع کی وجہ سے اس پر واجب ہوئے ہیں ان کو مدت تربیت کے اندر بچہ مذکور کی حاجات ضروری میں خرچ کرے پس عورت مذکورہ نے یہ سب بقبول صحیح قبول کیا یا اس طرح لکھے کہ اس خلع کرنے والی عورت کا اس خلع کر دینے والے مرد سے ایک چھوٹا بچہ ہے پس اس مرد نے اس عورت کو اس بچہ صغیر کی تربیت اور پرورش کے واسطے ایک سال کامل تک جو فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک ہے بعوض ان سو دینار کے جو اس عورت پر اس کے شوہر مذکور کے واسطے واجب ہوئے ہیں باجارہ صحیحہ اجارہ لیا اور عورت مذکورہ نے اپنے تئیں اس قدر مال مذکور پر مرد مذکور کو باجارہ صحیحہ اجارہ پر دیا اور اگر بچہ دودھ پیتا ہوا ہو تو اس طرح تحریر کرے کہ اس خلع کرنے والی عورت سے اس دودھ پیتے بچے کا دودھ پلانا اور اس کی تربیت اور پرورش کرنا ایک سال کامل تک

بعوض ان سو دیناروں کے جو مرد مذکور کے عورت مذکورہ پر واجب ہوئے ہیں طلب کیا۔ یا اس طرح لکھے کہ اس عورت مذکورہ کو ایک سال تک اس بچہ کے دودھ پلانے اور تربیت کرنے پر اجارہ پر مقرر کیا اور وہی عبارت لکھے جو ہم نے بیان کردی ہے پھر لکھے کہ اس خلع کر دینے والے مرد نے عورت مذکورہ کو وکیل یا اور اس بات میں اپنے قائم مقام کیا کہ اگر مدت تربیت گذرنے سے پہلے بچہ مذکور مر جائے تو اس میں سے جو کچھ اس پر باقی رہے اس سے وہ بری ہے اور یہ وکالت صحیحہ لازمہ اس شرط کے ساتھ کردے کہ ہرگاہ مرد مذکور عورت مذکورہ کو اس وکالت سے معزول کرے تو اس سب کی بدستور وکیل رہے گی اور اس طرح توکیل ہم نے اس واسطے لکھی کہ اس میں عورت کے حق میں خرابی نہ پڑے گی کیونکہ اگر ایسا نہ لکھا جائے تو مدت تربیت گذر جانے سے پہلے بچہ مذکور مر جانے کی صورت میں اس کا شوہر بحساب باقی مدت کے سو دیناروں میں سے جو حصہ ہو گا واپس لے گا پس ہم نے اس طور پر تحریر کر دیا تا کہ اگر مدت گذرنے سے پہلے بچہ مذکور مر جائے تو شوہر اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اُس نے اپنی بریت کر لی ہے اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر یہ شرط کی کہ مدت تربیت گذرنے سے پہلے اگر بچہ مذکور مر جائے تو عورت مذکور باقی مدت کے حصہ سے بری ہے تو یہ جائز ہے پس اگر بعد اجارہ لینے کے ذکر کے یوں لکھا کہ اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ اگر یہ بچہ مدت تربیت گذرنے سے پہلے مر جائے تو ان سو دینار میں سے جو حصہ باقی مدت کے پرتہ میں پڑتا ہے اس سے بری ہے اور یہ نہ لکھا کہ مرد نے اس کو اپنے بری کرنے کا وکیل کیا تو بھی درست ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

خلع حاصل کرنے کی صورت میں رضاعت کی شرط سے مقید کرنا ☆

اگر بچہ پیٹ میں ہو اور شوہر نے چاہا کہ خلع میں اس کی رضاعت کی شرط لگائے تو مشائخ متقدمین سے مثل خصاف اور ابوزید وغیرہ کا یہ حکم محفوظ ہے کہ یہ جائز ہے پس بدل خلع کے ذکر میں اتنا بڑھائے کہ اور بدیں شرط کہ عورت مذکورہ اس بچہ کو جو اس کے اس شوہر کا اس کے پیٹ میں ہے اگر اس کو زندہ جنی تو وقت ولایت سے دو برس تک اس کو دودھ پلا دے خواہ وہ ایک ہو یا دو ہوں خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو بشرطیکہ اگر بچہ مذکور اس کے بعد مدت رضاعت پوری ہونے سے پہلے مر جائے تو عورت مذکورہ بری ہے اور یہ روایت ہمارے علمائے ثلثہ سے محفوظ نہیں ہے اور امام ابوالقاسم صفار فرماتے تھے کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ حکم جنین میں ہے اس واسطے کہ تصرف اس پر حکم نفقہ میں ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اور یہ اس کے باقی تصرفات پر قیاس ہے کذا فی الظہیر یہ اور حیلہ اس بات میں یہ ہے کہ مال کی کوئی مقدار معلوم عقد خلع میں عورت پر مقرر کر دے پھر عورت مذکورہ کو اجارہ پر لے لیکن اس کی اضافت ولادت کے بعد کرے پس عورت مذکورہ اس بچہ کو جو اس کے پیٹ میں ہے بعد وضع حمل کے دودھ پلائے گی اور خلع کا وکالت نامہ تحریر کرے تو کاغذ کی پیشانی پر پہلے لفظ توکیل لکھے پھر لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو وکیل کر کے اس باب میں اپنے قائم مقام کیا کہ وہ اس کی جورو مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ ان شرائط پر جو اس وکالت نامہ سے کچھ پیچھے اسی کاغذ میں تحریر خلع میں مذکور ہیں خلع کر دے اور بتوکیل صحیحہ وکیل کیا اور فلاں مذکور نے اس توکیل کو اس کی طرف سے اُسی مجلس میں خطابا قبول کیا واقعہ تاریخ فلاں پھر خلع کو اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں ابن فلاں یعنی وکیل نے جس کا ذکر اسی کاغذ کے اوپر وکالت نامہ ہیں ہے بوکالت خلع کے جو وکالت نامہ میں مذکور ہے اپنے موکل فلاں سے جو یہ شخص ہے اس کی جورو مسماۃ فلانہ بنت فلاں کو بعد اس کے کہ موکل مذکور نے عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کر لیا ہے بطلاق واحدہ بائنہ کے اس مال پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر باقی مہر اور نفقہ عدت سے جب تک وہ اس کی عدت میں رہے واجب ہے اور ہر حق پر جو عورتوں کا اپنے شوہروں پر قبل جدائی یا بعد جدائی کے واجب ہوتا ہے خلع کر دیا اور اس مسماۃ فلانہ مذکورہ نے اس خلع کو بعوض اس بدل کے بقبول صحیح بالمشافہہ بعد ازانکہ عورت مذکورہ

نے وکیل مذکور کے اس کے شوہر اس شخص کی طرف سے اس خلع کے واسطے وکیل ہونے کی تصدیق کر لی ہے قبول کیا فقط۔ اگر وکیل از جانب عورت ہوتو کاغذ کی پیشانی پر اوّلاً توکیل لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلانہ بنت فلاں نے فلاں شخص کو وکیل کر کے اس بارہ میں اپنا قائم مقام کیا کہ اس کو اس کے شوہر فلاں شخص سے خلع کرادے پھر بعد اختلاع لکھنے کے لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں شخص نے یعنی وکیل نے جس کا ذکر وکالت نامہ میں مذکور ہے اپنی موکلہ فلانہ بنت فلاں کو اُس کے شوہر فلاں شخص سے الی آخرہ اور اگر شوہر نے چاہا کہ عورت کے وکیل کو اس کے مہر اور نفقہ عدت کے درک کا ضامن کر لے اور درک اس طرح سے ہوسکتا ہے کہ عورت مذکورہ وکیل کرنے سے منکر ہو جائے اور گواہ لوگ مر جائیں یا غائب ہو جائیں پھر وہ اپنے شوہر سے مہر اور نفقہ عدت کا دعویٰ کرے تو اس طرح تحریر کرالے کہ اس فلاں شخص وکیل عورت نے فلاں شخص یعنی شوہر کے واسطے اس طرح ضمانت کر لی کہ اگر فلانہ عورت کے مہر میں جو اس قدر درم ہیں اور اُس کے نفقہ عدت میں جو اس قدر ہے کوئی درک پیدا ہوتو وکیل مذکور ضامن ہے حتیٰ کہ شوہر مذکور کو اس سے چھوڑا دے گا یا اس کو عورت مذکورہ کا تمام مہر جو اس قدر ہے اور تمام نفقہ عدت جو اس قدر ہے اپنے مال سے دے گا واللہ اعلم۔ صورت در ذکر خلع فضولی اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ جن گواہوں کا نام آخر میں اس تحریر کے مذکور ہے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص یعنی فضولی نے زید سے یہ درخواست کی کہ اپنی عورت ہندہ کو اس فضولی کے مال سے ہزار درم پر خلع کر دے بدین شرط کہ یہ فضولی اس خلع کو بعوض اس مال کے بغیر حکم دہندہ بغیر اس کے ہندہ وکیل اس کو کرے خود قبول کرتا ہے بدین شرط کہ یہ فضولی ضامن ہے کہ اس قدر مال اپنے ذاتی مال سے زید کو دے گا پس زید نے اس کی درخواست منظور کی اور اپنی عورت ہندہ کو بعوض اس مال کے خلع کر دیا اور اس فضولی نے یہ خلع بعوض اس مال کے زید کی طرف سے بالمواجہہ منظور کیا اور ہندہ اپنے شوہر سے اس خلع کی وجہ سے بائنہ ہوگئی اور دونوں میں نکاح باقی نہ رہا اور زید نے یہ مال مذکور اس فضولی کے دینے سے وصول کر لیا اور یہ فضولی اس مال سے جو اس خلع کی وجہ سے اس کی طرف واجب ہوا تھا زید کے قبضہ کرنے اور بھر پانے سے بری ہو گیا لیکن ایسے خلع کی وجہ سے ہندہ کی مہر سے زید بری نہ ہوگا اور ہندہ کو اختیار رہے گا کہ جب چاہے زید سے اپنے مہر کا مطالبہ کرے پس اگر زید کو یہ منظور ہو کہ ہندہ کے مہر کی بابت جو درک اس پر پیش آئے اس کا فضولی کو ضامن کرے تاکہ جب ہندہ اپنا مہر اس سے لے تب زید اس کو فضولی سے واپس لے تو اس طرح تحریر کرادے اور زید کو جو درک ہندہ کی مہر کے بابت پیش آئے اس کا یہ فضولی ضامن ہوا کہ ہندہ نے اپنا مہر ایک بار وصول پایا ہے پھر جب دوبارہ وصول کرے گی تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی اور یہ بات ٹھیک ہے کیونکہ فضولی نے جب یہ اقرار کیا کہ ہندہ نے اپنا مہر وصول پایا ہے تو اس کے زعم پر یہ بات ضروری ہے کہ اگر ہندہ دوبارہ وصول کرے تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی اور مال مقبوضہ ناحق مقبوض ہوگا کہ جس کا تاوان ہندہ پر واجب ہوگا پس یہ کفالت زمان وجوب کی طرف مضاف ہے اور ایسی کفالت صحیح ہے مثل ایسی کفالت کے جو تیرا فلاں شخص پر ثابت ہو اس کا میں کفیل ہوں۔ صورت در طلاق عورت پیش از دخول خلوت۔ اگر طلاق واحد ہوتو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ ان گواہوں نے جن کا نام اس تحریر کے آخر میں مذکور ہے یہ گواہی[1] دی کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ بنت فلاں کو قبل اس کے ساتھ دخول وخلوت کرنے کے بطلاق واحدہ بائنہ طلاق دی جس میں نہ رجعت ہے اور نہ مثنونت اور نہ تعلیق بشرط اور نہ اضافت بسوئے زمانہ آئندہ اور نہ اشتراط عوض ہے پس زید سے اس طلاق کی وجہ سے ہندہ بائنہ ہوگئی اور اگر طلاق ایک سے زائد ہوتو دو طلاق میں لکھے کہ اس نے ہندہ کو دو طلاق دی ہیں اور تین طلاق میں لکھے کہ اُس کو پوری تین طلاقیں دے دی ہیں پس وہ بائنہ ہوگئی اور تین طلاق کی صورت میں یہ بھی لکھے کہ ہندہ مذکورہ زید پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی کہ زید کے واسطے حلال نہیں ہوسکتی ہے یہاں تک کہ زید کے سوا دوسرے شوہر سے نکاح

[1] تنبیہ: مترجم کہتا ہے کہ مراد اس مقام پر گواہی دینے سے یہ نہیں ہے کہ انہوں نے گواہی ادا کی بلکہ تحریر کے وقت وہ لوگ اس بات پر گواہ ہیں خواہ انہوں نے کاتب سے اپنی گواہی بیان کر دی ہو یا اس تحریر پر گواہ ہو گئے ہوں بشرطیکہ بطور جائز ہوئے ہوں ۱۲ منہ

کرے اور وہ اس کے ساتھ دخول کرے اور پھر اُس کو جدا کرے اور اُس کی عدت پوری ہو جائے صورت در طلاق صریح بعد دخول لکھے کہ زید نے ہندہ اپنی جورو سے بعد اس کے ساتھ دخول کرنے کے کہا کہ تجھ کو ایک طلاق بائن دی اور پھر اس کے بعد زید سے رجعت نہ ہو گی اور ہندہ مذکورہ اس عدت میں ہے جو اس طلاق کی وجہ سے اُس پر واجب ہوئی اور زید نے گواہ کرنے کا اس سب کا اقرار کیا واقعہ تاریخ فلاں صورت در طلاق قبل دخول و بعد خلوت صحیحہ یہ لکھے کہ تحریر بدین مضمون ہے کہ جن گواہوں کا نام اس تحریر کے آخر میں لکھا ہے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کو بعد ازانکہ اس کے ساتھ خلوت صحیحہ خالیہ از تمام موانع شرعیہ وطبعیہ کر لی ہے ایک طلاق واحدہ بائنہ جائزہ دے پس اس طلاق کی وجہ سے ہندہ اس پر حرام ہو گئی اور ہندہ کا زید پر تمام مہر مسمّی جو اس قدر درم ہے اور اس کا نفقہ عدت جو اس قدر ہے واجب ہوا فقط۔ پس اگر زید کا یہ مذہب ہو کہ مہر واجب ہونے اور نفقہ عدت واجب ہونے کے واسطے خلوت صحیحہ کو قائم مقام دخول کے نہ سمجھتا ہو پس اس نے عورت کے مطالبہ کے بعد اس کے ادا کرنے سے انکار کیا تو ہندہ کو چاہئے کہ اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے یہاں پیش کرے جو ایسا سمجھتا ہو تا کہ وہ زید پر پورے مہر و نفقہ عدت کا حکم دے دے پھر اس کے بعد طلاق نامہ میں تحریر کرے پھر اس ہندہ نے جس کو بعد خلوت صحیحہ کے طلاق دی گئی ہے اپنے شوہر زید سے اپنے پورے مہر اور نفقہ عدت کا مطالبہ کیا لیکن زید نے اس کے دینے سے انکار کیا کیونکہ اس کا یہ مذہب ہے کہ خلوت صحیحہ ان دونوں حکموں کے واسطے دخول کے قائم مقام نہیں ہے۔ پس ہندہ اس کو فلاں قاضی کے پاس لے گئی یا بلا تعین اس طرح لکھے کہ ہندہ اس کو ایسے قاضی عادل کے پاس لے گئی کہ جس کا حکم مسلمانوں کے درمیان جائز اور نافذ ہے اور اس سے اس کا مطالبہ کیا اور خلوت صحیحہ کا اور اس کے بعد طلاق کا دعویٰ کیا پس زید نے خلوت مذکورہ کا اقرار کیا لیکن مہر مسمّیٰ کامل اور نفقہ عدت کے واجب ہونے سے انکار کیا پس ہندہ کے واسطے زید پر قاضی نے پورے مہر مسمّیٰ اور نفقہ عدت کا حکم دے دیا کیونکہ اس کا یہی مذہب تھا اور اس کا اجتہاد یہ تھا کہ عورت منکوحہ کے ساتھ خلوت کرنا پورا مہر اور نفقہ عدت واجب ہونے کے حق میں مثل دخول کے ہے پس اس نے دونوں کے روبرو مرد مذکور پر عورت مذکورہ کے لئے اس کا حکم دیا اور اس کو جاری و نافذ کر دیا اور اپنے سامنے اس بات پر گواہ کر دیے واقعہ تاریخ فلاں۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کا کار طلاق اُس کے اختیار میں دے دے تو اس میں چند انواع ہیں ایک یہ کہ تفویض مطلق ہو معلق بشرط نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک موقت دوم مطلق پس موقت کی تحریر اس طرح ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ جن گواہوں کا نام اس تحریر کے آخر میں مذکور ہے وہ اس بات پر شاہد ہوئے کہ فلاں شخص نے اپنی جورو مسماۃ ہندہ کا کار طلاق ایک مہینہ یا ایک سال تک جس کا شروع فلاں روز سے اور آخر فلاں روز ہے اس کے اختیار میں دے دیا بدین شرط کہ اس مہینہ یا اس سال میں جس وقت وہ چاہے اپنے آپ کو ایک طلاق بائن یا تین طلاق دے اور اُس کا اختیار اس کے سپرد کر دیا اور عورت مذکورہ نے اس کی طرف سے یہ اختیار اپنی مجلس میں قبل اس کے کہ عورت مذکورہ دوسرے کام میں مشغول ہو یا مجلس سے اُٹھ کھڑی ہو بقبول صحیح قبول کیا واقعہ تاریخ فلاں اور اس کی صورت مطلق میں لکھے کہ گواہ ہوئے کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کا کار طلاق اسکے قبضہ میں بدین شرط دے دیا کہ جب چاہے ایک یا تین طلاق اور جس وقت چاہے ہمیشہ تک اپنے آپ کو دے لے اور عورت مذکورہ نے یہ اختیار اس کی طرف سے الی آخرہ۔ دوم تفویض معلق بشرط اور اس میں چند اقسام میں ایک یہ کہ تفویض بغیبت ہو اور اس کی تحریر یوں ہے کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کا امر طلاق اس کے قبضہ میں اس شرط کے ساتھ معلق کر کے دیا کہ جب زید اس کے پاس سے فلاں موضع یا فلاں جگہ سے جس میں دونوں رہتے ہیں بمسافت سفر غائب ہو جائے اور اُس کے غائب ہونے پر ایک مہینہ یا جس قدر مدت دونوں شرط کریں گذر جائے اور زید اس مدت میں لوٹ کر اس کے پاس نہ آئے تو اس کے بعد ہندہ کو اختیار ہے ہمیشہ جس وقت چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ بائنہ دے دے اور اس امر کا اختیار اُس کے سپرد کر دیا اور ہندہ نے اس کی طرف

سے یہ اختیار مجلس تفویض میں بقبول صحیح قبول کیا فقط۔ قسم دوم آنکہ کسی میعاد تک مہر معجّل ادا نہ کرنے پر تفویض طلاق ہو اور اس کی تحریر یوں ہے کہ زید نے ہندہ کو طلاق واحدہ بائنہ کا اختیار معلق بدین شرط دے دیا کہ اگر ایک مہینہ جس کا اوّل فلاں روز سے اور آخر فلاں روز ہے گذر جائے اور زید اس کو تمام وہ مہر جس کا اُس نے بطور معجّل دینا قبول کیا ہے اور وہ اس قدر ہے ادا نہ کرے تو اس کو اختیار ہے کہ ہمیشہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ بائنہ دے دے اور اس امر کا اختیار اس کے سپرد کر دیا اور ہندہ نے مجلس تفویض میں اس کی طرف سے یہ اختیار قبول کیا قسم سوم تفویض طلاق بشرط قمار یا بشرط آنکہ مرد شراب پئے یا عورت کو ایسا مارے جس کا اثر اس کے بدن پر ظاہر ہو اور اس کے تحریر کی وہی صورت ہے کہ جیسی ہم نے بیان کر دی ہے سوم آنکہ ہر عورت کا طلاق جس کو مرد اس عورت موجودہ کے بعد اپنے نکاح میں لائے عورت موجودہ کے اختیار میں دے دے۔ گواہ ہوئے کہ زید نے ہر ایسی عورت کے امر طلاق کا اختیار جس کو کسی طریق سے وہ اپنے نکاح میں لائے خواہ وکیل نکاح کر دے یا فضولی جس کے نکاح کی زید اپنے قول یا فعل سے اجازت دے یا خود نکاح کرے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کو جو فی الحال موجود ہے تین طلاق تک دے دیا اس شرط پر کہ ہندہ اس عورت کو جو اس کے نکاح میں داخل ہوئی ہمیشہ جب چاہے طلاق دے دے اور اس کا اختیار اس کے سپرد کیا یا یوں لکھے کہ ہندہ اس کو تین طلاق میں سے جتنی چاہے دے دے اور ہندہ نے اس مجلس تفویض میں اس کی طرف سے اس کو بقبول صحیح قبول کیا اور جو تفویض بشریط ہو تو جب شرط پائی جائے اور عورت اپنے تئیں طلاق دینا چاہے تو اس کو اختیار ہو گا اور اگر اس نے طلاق لے لی تو اولیٰ یہ ہے کہ مضبوطی کے واسطے تفویض نامہ کی پشت پر لکھائے گواہ ہوئے کہ فلاں یعنی شوہر نے اس شرط کو جس پر طلاق معلق تھی جیسا کہ تفویض نامہ میں مذکور ہے پورا کیا اور اس کی زوجہ کو اس تفویض کی وجہ سے اپنے تئیں طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوا اور ان گواہوں کے سامنے جن کی گواہی درج کاغذ ہے اپنے تئیں طلاق دی واقعہ تاریخ فلاں واللہ اعلم یہ محیط میں ہے۔

فصل چہارم ☆

در عتاق

اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور چاہا کہ اس کو اس مضمون کی تحریر دے دے تو لکھے کہ فلاں ابن فلاں قریشی نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے اپنے مملوک مسمیٰ کلو کو آزاد کر دیا یا اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ جن گواہوں کا نام اس تحریر کے آخر میں مذکور ہے گواہ ہوئے کہ فلاں ابن فلاں نے اس کے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر جو اپنی صحت اور جسم اور ثبات عقل اور جواز اقرار کی حالت میں جب کہ اس کو کوئی مرض وُغیرہ جو صحت اقرار کا مانع ہے نہ تھا اقرار کیا ہے ان کو گواہ کیا کہ اس نے اپنے غلام اور مملوک اور رقیق مسمیٰ کلو ہندوستانی کو جو نوجوان آدمی ہے آزاد کیا اور غلام مذکور کا سن اور حلیہ بیان کر دے اور لکھے کہ اپنے خالص مال اور ملک سے بعتاق صحیح نافذ لازم پورا پورا آزاد کیا جس میں نہ رجعت ہے اور نہ مثنونت اور نہ تعلیق بشرط کذافی الذخیرہ اور نہ تعلیق بخطر اور نہ اضافت بزمانہ مستقبل ہے مفت آزاد کیا کذافی الظہیر یہ اور نہ اشتراط عوض ہے اس طرح پر اس غلام کو اللہ کے واسطے بغرض ثواب الٰہی اور تحصیل رضائے الٰہی اور بخوف عذاب سخت الٰہی اور برغبت وعدہ رسول اللہ ﷺ کہ فرمایا جو شخص کہ گردن آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو آتش دوزخ سے چھڑاتا ہے آزاد کیا۔ پس یہ کلو ہندوستانی اپنے اس مولیٰ کے آزاد کرنے سے آزاد ہو گیا ہے کہ نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ میراث ہو سکتا ہے اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہے اور نہ اس کی کسی پر اور نہ کسی کی اس پر کوئی راہ ہے سوائے ولاء کے کہ اس کی ولاء اس کے

آ زاد کرنے والے اس مولیٰ کی ہے جب تک یہ زندہ ہے اور اس کے بعد اس کے عصبات مذکر کی ہو گی اب بعد عتاق کے اس کا یہ نام رکھا اور اس آ زاد شدہ نے اپنے اس آ زاد کرنے والے کی اس بات میں بالمشافہہ تصدیق کی کہ اعتاق کے وقت وہ اس کا مملوک تھا واقعہ تاریخ فلاں اور بعض اہل شروط بعد اس قول کے کہ (بخوف سخت عذاب الٰہی کے) یوں لکھتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے آ زاد کرنے والے کا ہر عضو آ گ سے چھڑائے بعتاق صحیح و جائز آ زاد کیا اور اپنے ملک ورق سے خارج کر دیا اور محرر کر دیا پس وہ اپنے اختیارات میں آ زاد ہو گیا کسی پر اُس کا کچھ حق نہیں ہے اور نہ اس پر کسی کا کچھ حق ہے سوائے حق ولاء کے اور شخص اللہ تعالیٰ ورسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے اس کو روا نہیں ہے کہ اس سے کار غلامی واسترقاق طلب کرے اور اس کو دوبارہ رقیق وغلام بنادے اور آ زاد شدہ نے وقت اعتاق کے اس کا مملوک ہونے کا اقرار کیا واقعہ تاریخ فلاں اور امام ابوحنیفہؒ وان کے اصحاب یوں لکھتے تھے کہ یہ تحریر از جانب فلاں یعنی از جانب مولیٰ واسطے اس کے مملوک فلاں ہندی کے ہے کہ تو میرا مملوک تھا یہاں تک کہ میں تجھ کو آ زاد کروں پس میں تجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کے ثواب کی خواہش سے آ زاد کرتا ہوں اور میں اس وقت بدن سے تندرست اور عقل سے صحیح ہوں اور مجھ میں کوئی مرض وغیرہ علت نہیں ہے میرے تصرفات جائز ہیں تجھے بعتق جائز نافذ البتہ آ زاد کرتا ہوں تیرے ذمہ کوئی شرط نہیں کرتا ہوں اور نہ تجھ سے کچھ مال عوض میں طلب کرتا ہوں پس تو اس آ زاد کرنے کی وجہ سے آ زاد ہو گیا جو آ زادوں کو اختیار ہے وہ تجھے حاصل ہوا اور جوان پر واجب ہے وہ تجھ پر واجب ہوا میرے واسطے یا کسی کے واسطے تجھ پر کوئی راہ نہیں ہے اور میرے واسطے تیری اور تیرے آ زاد کردہ کی ولاء ہے واقعہ ماہ فلاں سنہ فلاں (اور اللہ تعالیٰ کے واسطے) اس وجہ سے لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں اگر اللہ کے واسطے آ زاد نہ کیا بلکہ دکھلانے کو آ زاد کیا تو آ زاد نہ ہو گا اور میں اس وقت بدن سے تندرست اور عقل سے صحیح ہوں اور مجھ میں کوئی مرض وغیرہ علت نہیں ہے یہ اس واسطے لکھا کہ مریض کا آ زاد کرنا اس کے تہائی مال سے معتبر ہوتا ہے اور صحیح کا آ زاد کرنا پورے مال سے معتبر ہے اور قولہ وغیرہ سے یہ مراد ہے کہ جنون اور حماقت اور بسبب خانہ بربادی کے مجور نہیں اس واسطے کہ حماقت اور جنون بالاجماع صحت عتاق سے مانع ہیں اور بسبب فساد کے مجور ہونا بعض علماء کے نزدیک مانع ہے اور قولہ عتق نافذ البتہ۔ اس واسطے لکھا تا کہ مولیٰ اُس پر ایسے امر کا دعویٰ نہ کرے جو عتق کے متوقف ہونے کا موجب ہے۔ یا تعلیق بشرط کا دعویٰ نہ کرے۔ قولہ تیرے ذمہ کوئی شرط نہیں کرتا ہوں اور تجھ سے کچھ مال عوض نہیں طلب کرتا ہوں اس واسطے لکھا کہ سب دعویٰ اور جھگڑے منقطع ہو جائیں قولہ پس تو اس آ زاد کرنے کی وجہ سے آ زاد ہو گیا جو آ زادوں کو اختیار ہے وہ تجھے حاصل ہوا اور جوان پر واجب ہے وہ تجھ پر واجب ہوا یہ بطریق تاکید کے لکھا ہے قولہ میرے واسطے تیری اور تیرے آ زادہ کردہ کی ولاء ہے یہ باتباع سلف تحریر کیا ہے اور تا کہ حکم ایک ثابت ہو اور یہ جو لکھا کہ تیرے آ زاد کردہ کی ولاء ہے یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے اور امام طحاوی رحمۃ اللہ یہ نہیں لکھتے تھے اور اگر عتق بعوض مال ہو تو بعد لکھنے عتاق جائز و نافذ کے لکھے کہ اس قدر دینار پر آ زاد کیا اور اس غلام نے یہ عتق بعوض اس مال کے قبول کیا پھر اس کے بعد اگر مولیٰ نے اس مال پر قبضہ کیا ہو تو لکھے کہ آ زاد کرنے والے نے یہ مال بدیں طور کہ آ زاد شدہ نے اس کو ادا کیا ہے وصول پایا اور آ زاد شدہ اس سبب سے بوجہ آ زاد کنندہ کے قبضہ کرنے اور بھر پانے کے بری ہو گیا اور اگر اُس نے مال پر قبضہ نہ کیا ہو تو لکھے کہ یہ سب مال اس آ زاد شدہ پر اس مولیٰ کا قرضہ ہے کہ بدون اس سب مال کے مولیٰ کو ادا کرنے کے اس آ زاد شدہ کی بریت نہیں ہے اور اس مولیٰ کے واسطے سوائے ولاء اور مطالبہ مال مذکور کے اس آ زاد شدہ پر کوئی راہ نہیں ہے واقعہ تاریخ فلاں کذا فی الذخیرہ۔ اگر اپنی باندی اور اپنے غلام کو جن دونوں میں نکاح ہے اور ان دونوں کی اولاد کو اکٹھا آ زاد کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے غلام فلاں کو اس کا نام اور حلیہ بیان کر دے اور اپنی باندی فلانہ کو اور اس کا نام اور حلیہ بیان کر دے آ زاد کیا اور یہ دونوں جورو اور شوہر ہیں اور ان دونوں کے ساتھ ان

کی اولاد فلاں اور فلاں وفلانہ کو آزاد کیا اور وہ آزاد کرنے کے وقت ان سب کا مالک تھا پس ان سب کو بغرض حصول رضا مندی الٰہی و طمع ثواب آخرت الی آخرہ۔ جیسا کہ سابق میں بیان کیا گیا ہے سب لکھے اور اگر ایک غلام دو یا زیادہ آدمیوں میں مشترک ہو اور سبھوں نے اس کو آزاد کیا تو لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو قریشی اور بکر ابن خالد قریشی کی طرف سے ان دونوں کے مملوک مسمی کلو کے واسطے بدین مضمون ہے کہ تو ہمارا مملوک تھا اور ہم نے تجھ کو البتہ آزاد کر دیا پھر دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ جس قدر اس غلام میں بیان کر دے تا کہ جس قدر ہر ایک کے واسطے اس کی ولاء پہنچتی ہے معلوم ہو جائے باقی تحریر اسی طرح ہے جیسے ہم نے ایک ہی شخص کے غلام کے حق میں بیان کی ہے اور اگر مالکان غلام کسی شخص کو اس کے آزاد کرنے کے واسطے وکیل کریں تو لکھے کہ گواہ لوگ جن کا نام اس تحریر کے آخر میں مذکور ہے سب اس بات کے گواہ ہوئے کہ زید وعمرو و بکر کے وکیل خالد نے اُن کے غلام مسمّی کلو کو جو ان سب میں برابر مشترک ہے آزاد کیا اور اس وکیل نے اس کو مفت بلاعوض یا اس قدر مال پر بعتاق صحیح اُن کے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا پس اُن کے اس وکیل کے آزاد کرنے سے یہ غلام آزاد ہو گیا کہ فروخت نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہبہ اور نہ میراث اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہے اور ان موکلوں یا کسی آدمی کے واسطے اس پر کوئی راہ نہیں ہے۔ سوائے ولاء کے اس کی ولاء ان موکلوں کی زندگی میں ان کے واسطے اور ان کے مرنے کے بعد ان کے عصبات کے واسطے ہوگی اور اگر عتق بعوض مال ہو اور وکیل نے اس غلام سے ان کے واسطے مال کو وصول کیا تو اس طرح لکھے کہ غلام نے یہ عتق بعوض اس مال کے منظور کیا پھر لکھے کہ وکیل نے اُن لوگوں کے واسطے یہ مال اس سے وصول کر لیا اور اگر وکیل نے وصول نہ کیا ہو تو جس طرح ہم نے ایک شخص کے غلام کے حق میں بیان کیا ہے اسی طرح تحریر کرے۔

اگر غلام مشترک میں سے دو شخصوں میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک جس نے آزاد نہیں کیا ہے اس کو تین طرح کا اختیار ہے بشرطیکہ آزاد کرنے والا خوش حال ہو اور اگر تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر آزاد کرنے والا خوشحال ہو تو جس نے آزاد نہیں کیا ہے اس کو اختیار ہے کہ اپنے حصہ کی ضمان لے اور اگر تنگدست ہو تو اس کو غلام مذکور سے سعایت کرانے کا اختیار ہے اور دونوں صورتوں میں غلام مذکور آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور پوری ولاء اُسی کو ملے گی پس اگر اس شخص نے جس نے آزاد نہیں کیا ہے اس مضمون کی تحریر لکھوانی چاہی اور موافق مذہب امام اعظمؒ کے تحریر چاہی تو لکھے کہ گواہ لوگ اس بات کے گواہ ہوئے کہ زید نے فلاں مملوک میں سے کہ جس کا یہ نام اور یہ حلیہ ہے اور وہ زید اور عمرو کے درمیان مشترک ہے اپنا پورا حصہ آزاد کر دیا اور زید مذکور نے اپنا حصہ بدون اجازت اپنے شریک عمرو کے باعتاق صحیح آزاد کیا ہے اور زید وقت آزاد کرنے کے خوشحال تھا اور عمرو کو امام اعظمؒ کے قول کے موافق تین طرح کا اختیار حاصل ہوا ہے پس عمرو نے اپنے شریک زید آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لینا اختیار کیا اور جن لوگوں کو قیمت اندازہ کرنے میں بصارت ہے ان کے اندازے سے عمرو کے حصہ کی قیمت دس دینار تھی اور یہ اندازہ کرنے والے لوگ عادل ہیں پس عمرو نے فلاں قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور زید پر اس مقدار کا دعویٰ کیا پس قاضی نے اس کے واسطے اس مقدار کا حکم دے دیا کیونکہ اس کے اجتہاد میں یہی آیا اور زید پر ان دس دینار کا ادا کرنا اس مدعی کو لازم ہوا پس زید آزاد کنندہ پر اس قدر مال اپنے شریک اس مدعی کے واسطے قرضہ لازم ہے اور اگر آزاد کرنے والے نے یہ مقدار ادا کر دی ہو تو لکھے کہ آزاد کنندہ نے اس قدر مال بوجہ قاضی کے لازم کرنے کے اپنے شریک کو ادا کر دیا اور پورا غلام اس آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہو گیا اور اس کی پوری ولاء اس آزاد کنندہ کی ہوئی فقط۔ اگر شریک نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ شریک مذکور عمرو نے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے جو اس قدر ہے سعایت کرانا اختیار کیا اور قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور قاضی نے غلام پر سعایت لازم کر دی پس غلام پر واجب ہے کہ اس کے واسطے سعایت کرے

اور جب وہ سعایت پوری کر دے گا تو دونوں کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو لکھے کہ پھر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کر کے اس کو آزاد کر دیا پس وہ دونوں کی طرف سے آزاد ہو گیا اور اس کی ولاء دونوں میں مشترک ہوئی اور اگر شریک آزاد کنندہ تنگدست ہو حتیٰ کہ دوسرے شریک کو موافق قول امام اعظمؒ کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس شریک نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ یہ آزاد کنندہ تنگدست تھا کہ اس کا حال سب لوگوں کو معلوم تھا حتیٰ کہ دوسرے شریک عمرو کے واسطے موافق قول امام اعظمؒ کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس اس نے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی اور یہ قیمت اس قدر ہے پس قاضی فلاں نے اس کے اختیار کا حکم جاری کر دیا اور غلام کے ذمہ یہ سعایت لازم کر دی اور بعد سعایت کے غلام مذکور دونوں کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اس کی ولاء دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اس نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو اُسی طرح لکھے جیسا شریک کے خوشحال ہونے کی صورت میں مذکور ہوا ہے پھر جس صورت میں اس نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا اور غلام کے ذمہ قسط بندی مقرر کی تو لکھے کہ پس قاضی نے اس کا اختیار نافذ کر دیا اور غلام کے ذمہ اس کے حصہ کی قیمت جو اس قدر ہے لازم کی اور اس کی تین قسطیں تین مہینہ میں مقرر کر دیں تا کہ ہر مہینہ گذرنے پر اس قدر ادا کرے فقط۔ پھر اگر غلام مذکور نے اس کے حصہ کی قیمت سے اس سے کم مقدار پر صلح کر لی تو لکھے کہ اس نے اپنے حصہ کی قیمت سے اس قدر مال پر بوعدہ اس قدر مدت کے صلح کر لی۔ پس اگر قسط بندی مقرر کی اور ایک مہینہ گذر گیا اور اس نے ایک قسط ادا کر دی اور چاہا کہ اس کی تحریر کرا دے تو لکھے کہ ایک مہینہ گذرا اور اس نے ایک قسط ادا کی اور وہ اس قدر مال ہے اور باقی اس قدر مال موافق قسطوں کے اس پر رہا جب میعاد آئے گی تو اس سے مطالبہ کرے گا۔ پھر سب قسطوں کے ادا ہونے کے بعد لکھے کہ فلاں شخص نے اپنا غلام جو اس کے اور فلاں کے درمیان میں مشترک تھا جس کا یہ نام ہے آزاد کر دیا ہے اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو پس شریک نے اس غلام میں سے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرانی اختیار کی اور اس پر اس قیمت کی تین مہینہ میں تین قسطیں مقرر کر دیں ہر مہینہ میں اس قدر پھر ایک مہینہ گذرا پس اس نے اس قدر وصول کیا حتیٰ کہ بعد تیسرے مہینہ کے سب اس قدر وصول کیا اور یہ آخری قسط تھی پس اس غلام پر اور اس کی جانب اور اس کی پاس اور اس کی ساتھ قلیل و کثیر کچھ باقی نہ رہا اور پورا غلام دونوں کی طرف سے آزاد ہو گیا پس وہ دونوں کا مولیٰ ہے اور اس کے ولاء دونوں کے درمیان میں نصفا نصف ہے فقط اور اگر موافق مذہب امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے تحریر چاہے تو لکھے کہ زید نے مسمّٰی کلو مملوک میں سے جو اس کے اور اس کے شریک عمرو کے درمیان مشترک تھا اپنا پورا حصہ آزاد کر دیا حتیٰ کہ پورا غلام زید کی طرف سے آزاد ہو گیا بنا بر قول ایسے امام کے جس کی یہ رائے ہے اور وہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ ہیں اور آزاد کرنے والا خوشحال تھا جو لوگوں میں خوشحال مشہور تھا عمرو نے اس سے اپنے حصہ کی قیمت کا مطالبہ کیا اور فلاں قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اس نے اُس کو نافذ کر کے آزاد کنندہ کے ذمہ عمرو کے حصہ کی قیمت لازم کی اور زید کی طرف سے پورا غلام آزاد ہونے کا حکم دیا فقط اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو تو لکھے کہ آزاد کنندہ تنگدست لوگوں میں معروف تھا حتیٰ کہ عمرو کو غلام سے اپنے حصہ کی قیمت کی سعایت کا حق حاصل ہوا پس اس نے غلام کو ماخوذ کر کے فلاں قاضی کے پاس مرافعہ کیا اس نے اس کو نافذ کر کے غلام کو حصہ عمرو کی قیمت کی سعایت کرنے کا حکم دیا پس یہ قیمت غلام پر عمرو کا قرضہ ہے اور پورا غلام زید کی طرف سے آزاد قرار دیا اور اس کی ولاء کامل زید کے واسطے قرار دی فقط یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہوا اور دونوں نے اُس کو آزاد کرنا چاہا اور دونوں کو خوف ہوا کہ اگر میں پہلے آزاد کرتا ہوں تو شاید دوسرا شریک مجھ سے اپنے حصہ کا تاوان لے تو احتیاط یہ ہے کہ دونوں اس کے آزاد کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کریں اور سب سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ ہر ایک شریک اپنے حصہ کی

آزاد کو دوسرے شریک کے آزاد کرنے پر معلق کرے حتیٰ کہ اگر وکیل دونوں میں ایک حصہ آزاد کرے تو نافذ نہ ہوگا اور جب وکیل نے اس کو آزاد کر دیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ میں عمرو اور بکر کی طرف سے ان دونوں کے غلام مسمی کلو کے آزاد کرنے کے واسطے وکیل ہوں اور اس نے دونوں کے غلام مسمی کلو کو جو دونوں میں برابر مشترک ہے مفت یا اُس قدر مال پر باعتاق صحیح دونوں کے خالص ملک و مال سے آزاد کیا پس یہ غلام دونوں کے وکیل زید کے آزاد کرنے سے آزاد ہو گیا پھر آخر تک وہی عبارت لکھے جو ہم نے اصالتاً آزاد کرنے کے بیان میں لکھی اسی طرح اگر دونوں اُس کو غلام مذکور کے مدبر کرنے کا وکیل کریں تو بھی یہی تحریر ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

غلام کو مدت معینہ تک اپنی خدمت کے واسطے آزاد کرنا ☆

اگر اپنے غلام کو ایک سال تک اپنی خدمت کرنے کی شرط پر آزاد کیا ہے تو لکھے کہ گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوئے کہ زید نے اپنے غلام مسمی کلو کو جس کا یہ حلیہ ہے باعتاق صحیح جائز نافذ اس شرط پر آزاد کیا کہ ایک سال کامل بارہ مہینہ جس کا اوّل فلاں روز ہے اور آخر فلاں روز ہے برابر اس کی خدمت کرتا رہے کہ جو خدمت اس کی مولیٰ کی رائے میں آئے اور جس قسم کی خدمت پیش آئے جہاں چاہے جس وقت چاہے اور جس طرح چاہے جو شرع میں حلال ہے رات دن میں بقدر طاقت وقت معتاد میں خدمت لے پس مسمی کلو نے اس آزادی کو بعوض اس خدمت کے قبول کیا اور اس کی خدمت کرنے کا بر وجہ مذکور ضامن ہوا پس کلو خالصۃً بوجہ اللہ آزاد ہو گیا تو زید کو اس کی طرف سوائے ولاء اور طلب خدمت مشروطہ مذکورہ کے اور کوئی راہ نہیں ہے فقط اور بدل عتق کا وثاقت نامہ یوں لکھے کہ گواہ لوگ جن کا نام اس تحریر کی آخر میں مذکور ہے اس بات کے شاہد ہوئے کہ کلو ہندوستانی نے بطوع خود یہ اقرار کیا کہ وہ بملک صحیح واجب لازم زید کا مملوک تھا اور مدت تک اس کی خدمت کی پھر اس کو اپنی آزادی کی خواہش ہوئی پس اس نے زید سے درخواست کی کہ مجھے اس قدر عوض پر آزاد کر دے اس نے اس کی درخواست کو منظور کر کے اُس کو اس قدر مال کے عوض میں صحیح آزاد کر دیا جس میں نہ رجعت ہے اور نہ مثنویت اور نہ تعلق بخطر اور نہ اضافت بزمانہ مستقبل پس اُس غلام نے اس کی طرف سے یہ امر اس کے مخاطب کرنے کے ساتھ جدا ہونے اور اس کے سوائے دوسرے کام میں مشغول ہونے سے پہلے قبول کیا پس اس سبب سے آزاد ہو گیا اور اپنے نفس کا مالک ہو گیا اور یہ بدلہ اس کے اوپر قرضہ رہا کہ جس کے واسطے کچھ میعاد نہیں ہے جب چاہے اس سے لے لے کلو مذکور کو اس سے کوئی انکار نہ ہوگا۔ اس سب مال کے ادا کرنے کے بغیر کسی طرح اس کی براءت بھی نہ ہوگی اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی ہے فقط یہ محیط میں ہے۔ وصی ہونے کے اختیار سے غلام کو آزاد کرنے کی تحریر یوں ہے گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوئے کہ زید پسر میت نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس کے باپ فلاں شخص نے اپنی حیات میں اُس کو یوں وصیت کی تھی کہ اس کے غلام اور مملوک مسمی فلاں کو اس غلام کا نام اور حلیہ بیان کر دے اس کی وفات کے بعد خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ آزاد کر دے اس میں کوئی شرط نہ لگائے اور یہ غلام مذکور پر کچھ مال کا عوض قرار دے اور اس زید نے اپنے باپ فلاں کی طرف سے یہ وصیت قبول کی تھی اور اس کے باپ فلاں کے مرتے وقت تک اس پوری وصیت یا اس میں سے کسی قدر سے رجوع نہیں کیا اور اس زید نے اپنے باپ کی موت کے بعد یہ وصیت نافذ کی اور فلاں مذکور کو آزاد کر دیا اور یہ وہی غلام ہے جس کے آزاد کرنے کی اس کو اس کے باپ نے وصیت کی تھی پس غلام مذکور اس وجہ سے خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ آزاد ہو گیا اس کو وہی استحقاق حاصل ہے جو آزادوں کو ہوتا ہے اور اُس پر وہی بات لازم ہے جو آزادوں پر ہوتی ہے اب زید کو اُس پر غلام بنانے یا خدمت یعنی یا سعایت کرانے کا کوئی استحقاق نہیں ہے پس اس کے ہاتھ میں اپنے باپ کے ترکہ سے دو چند قیمت اس غلام کی جس کو آزاد کیا ہے حاصل ہو گئی اب زید کو اس غلام پر کوئی راہ نہیں ہے سوائے سبیل ولاء کے جو شرع میں آزاد

کرنے والے کواپنی زندگی اوراس کے پس ماندگان کواس کی وفات کے بعد حاصل ہوتی ہے پھر تحریر کو ختم کر دے اور اگر اپنی باندی کو آزاد کر کے بعد آزادی کے اس سے نکاح کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے اپنی باندی مسماۃ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ کو باعتاق صحیح آزاد کیا آخر تک وہی عبارت لکھے جو عتاق نامہ میں لکھی جاتی ہے پھر تحریر عتق کے بعد لکھے کہ پھر اس زید نے بعد اس عتق مذکور کے اپنی اس آزاد کی ہوئی باندی کے ساتھ گواہان عادل کے حضور میں اس قدر دینار مہر پر یہ تزوج صحیح نکاح کر لیا اور اس باندی مذکورہ نے بھی جو آزاد ہوگئی ہے اسی مجلس میں اسی مہر مذکور پر بتزوج صحیح اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دیا پھر تحریر کو ختم کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

فصل پنجم ☆

تدبیر کے بیان میں

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اس طرح لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو کی جانب سے واسطے اپنے مملوک مسمی کلو ہندوستانی کے بدین مضمون ہے کہ میں نے تجھ کو اپنی موت کے بعد خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ اور بطلب ثواب الٰہی آزاد کر دیا اور میں اس وقت صحیح ہوں (اور اس سے مراد صحت بدن ہے) آیا نہیں دیکھتا ہے کہ امام محمدؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ مرض وغیرہ کی کوئی علت مجھ میں نہیں ہے۔ اس تحریر کی کوئی حاجت نہیں ہے اس واسطے کہ صحیح اور مریض دونوں کا مدبر کرنا اس بات میں یکساں ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کی تدبیر کا اعتبار تہائی مال سے ہوتا ہے اور امام طحاوی اس طرح لکھتے تھے کہ میں نے تجھ کو اپنی زندگی میں مدبر اور اپنی موت کے بعد آزاد کر دیا اور فرمایا کہ میں نے دونوں لفظوں کو اس واسطے جمع کیا کہ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک دونوں لفظوں کو جمع نہ کرے تب تک وہ مدبر نہیں ہوتا ہے پس میں نے اس مذہب سے احتراز کرنے کے واسطے دونوں لفظوں کو جمع کر دیا۔ پھر لکھے کہ میرے واسطے تیری ولاء اور تیرے بعد تیرے آزاد کئے ہوؤں کی ولاء ہوگی اور امام طحاوی لکھتے تھے اور میرے واسطے جو کچھ تجھ سے بسبب تدبیر مذکورہ ہذا کے آزاد ہو جائے اس کی ولاء ہوگی اس واسطے کہ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ اگر مولیٰ مر جائے اور اس پر اس قدر قرضہ ہو کہ اس کے تمام ترکہ کو محیط ہو تو اس کا مدبر آزاد نہ ہوگا بلکہ رقیق ہوگا کہ اس قرضہ کے عوض جو اس کے مولیٰ پر ہے فروخت کیا جائے گا اور ایسی حالت میں اس کے مولیٰ کے واسطے اس کی ولاء نہ ہوگی پس اگر ہم علی الطلاق اس طرح لکھیں کہ میرے واسطے تیری ولاء ہوگی تو اس مذہب کے موافق یہ غلط ہوگا حالانکہ جہاں تک ممکن ہو تحریر کو غلطی سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور بعض اہل شروط اس طرح لکھتے ہیں کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے اپنے غلام ورقیق ومملوک ہندی یا ترکی یا رومی مسمی فلاں کو اور اُس کا حلیہ بیان کر دے مدبر کر دیا پھر لکھے اور اپنی موت کے بعد اس کو آزاد کر دیا اور یہ تدبیر مطلق غیر مفید صحیح و نافذ مدبر کیا ہے کہ یہ فروخت کیا جائے اور نہ ہبہ کیا جائے اور نہ میراث ہو سکے اور نہ مہر ہو سکے اور نہ ایک ملک سے دوسری ملک میں منتقل ہو سکے اور اس تدبیر میں نہ رجعت ہے نہ مثنوئیت پس یہ غلام اپنے مولیٰ کا مدبر ہے جب تک اس کا یہ مولیٰ زندہ ہے کہ اس سے وہ انتفاع حاصل کر سکتا ہے جیسا غلاموں سے نفع لیا جاتا ہے سوائے بیع اور اس کے مانند امور کے اور یہ غلام مذکور اس کی وفات کے بعد آزاد ہے کہ اس کے وارثوں میں سے کسی کو اس پر کوئی راہ نہ ہوگی سوائے اس قدر حصہ کی سعایت کے کہ جو تہائی سے برآمد نہ ہو اور سوائے سبیل ولاء کے کہ اس کی ولاء اس کے مولیٰ کی وفات کے بعد اس کے عصبات کے واسطے ہے اور اس مدبر نے وقت تدبیر کے اس کے مملوک ہونے کی تصدیق کی اور یہ امر اس مدبر کی صحت اور ثبات عقل اور جواز اقرار کی حالت میں مدبر سے صادر ہوا ہے کہ جس کے ساتھ حکم حاکم لاحق کرے پس لکھے کہ پھر اس مولیٰ نے فلاں شخص کے ہاتھ اس مدبر کے فروخت کرنے کا قصد کیا پس اس مدبر نے قاضی عادل نافذ القضاء کے سامنے اس کی نالش

کی پس قاضی نے اس مدبر کے واسطے اس کے مولیٰ پر یہ حکم دے دیا کہ بحکم اس تدبیر کے مولائے مذکور کو اس کی بیع کا اختیار نہیں ہے بعد ازانکہ یہ حکم قاضی کی رائے اور اجتہاد[1] میں واقع ہوا کہ اُس نے اپنے ایسے عالم کا قول اختیار کیا جس کا یہ مذہب ہے اور اُس حدیث پر عمل کیا جو اس باب میں وارد ہے اور قاضی نے اپنے حکم پر اپنی مجلس کے حاضرین کو گواہ کر دیا واقعہ تاریخ فلاں اور اگر ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہو پھر دونوں میں سے ایک نے اپنا حصہ مدبر کر دیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے اپنا سب حصہ جو مثلاً نصف ہے پورے غلام ہندی مسمی کلو میں سے جو زید اور عمرو کے درمیان نصفا نصف مشترک ہے مدبر کیا اور اس میں سے اپنا حصہ جو نصف ہے اپنی حیات میں مدبر مطلق کر دیا اور بعد اپنی وفات کے اپنا حصہ آزاد کر دیا پھر اس تحریر کو جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تمام کر دے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہوگا (یعنی چاہے زید سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا غلام سے اپنے حصہ کے واسطے سعایت کرا دے یا اپنا حصہ بھی مدبر کر دے) اور اگر زید تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زید خوشحال ہو تو اس سے تاوان لے سکتا ہے اور اگر تنگدست ہو تو غلام سے سعایت کرا سکتا ہے پھر اگر اس نے موافق قول امام اعظمؒ اور صاحبین کے لکھنا چاہا تو درصورتیکہ عمرو نے بھی مدبر کرنا اختیار کیا تو اسی طرح لکھے جیسا ہم بیان کر چکے ہیں اور اگر اُس نے تاوان لینا اختیار کیا تو لکھے کہ عمرو نے مدبر مذکور سے روز تدبیر کے اپنے حصہ کی قیمت طلب کی اور وہ اندازہ کرنے والوں کی انداز سے اس قدر دینار ہیں اور اس کو قاضی عادل اور جائز الحکم کے پاس لے گیا پس قاضی نے مدبر کے ذمہ یہ قیمت لازم کر دی پھر عمرو نے مدبر سے یہ قیمت پوری وصول کر لی اور عمرو کے قبضہ کرنے اور بھر پانے سے مدبر اس قیمت سے بری ہو گیا پس یہ پورا کلو اس زید کی طرف سے مدبر ہو گیا نہ عمرو کی طرف سے اور نہ باقی تمام جہان کے آدمیوں کی طرف سے اور اس کے بعد اس عمرو کو اس زید پر کوئی دعویٰ نہیں ہے اور نہ غلام پر کوئی دعویٰ ہے اور جب اس زید کو حادثہ موت پیش آئے تو یہ پورا مدبر خالصۃً لوجہ اللہ آزاد ہے اور زید کو اور اس کے وارثوں میں سے کسی کو اس سے مدبر پر کوئی راہ نہیں ہے سوائے سبیل ولاء کے اور سوائے سبیل سعایت کے بقدر اس قیمت کے جو تہائی سے برآمد نہ ہو۔ اگر غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور دونوں نے اس کے مدبر کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا تو اسی طرح لکھے جیسا ہم نے آزاد کرنے کے واسطے دونوں کے ایک شخص کو وکیل کرنے کی صورت میں بیان کیا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ صورت اعتاق میں اگر وکیل نے کہا کہ میں نے اس کو دونوں کی طرف سے آزاد کیا یا کہا کہ یہ دونوں کی طرف سے آزاد ہے یا کہا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے مالک کی طرف سے آزاد ہے تو یہ کافی ہے اور غلام میں سے دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ فی الحال آزاد ہو جائے گا اور تدبیر کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ یوں بیان کرے کہ میں نے اس مملوک میں سے دونوں میں ہر ایک کا حصہ مدبر کیا اور ہر ایک کا حصہ اس کی موت کے بعد آزاد کیا حتیٰ کہ ہر ایک کی موت کے بعد آزاد ہو جائے گا اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے دونوں کی طرف سے اس کو مدبر کیا یا کہا کہ دونوں کی موت کے بعد یہ دونوں کی طرف سے آزاد ہے تو جبھی آزاد ہوگا کہ جب دونوں مر جائیں اور جو شخص پہلے مرے اس کی موت سے اس کا حصہ آزاد نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

فصل ششم ☆

تحریر استیلاد کے بیان میں

اگر ام ولد کے واسطے تحریر لکھنی چاہے تو یوں لکھے کہ یہ تحریر جس پر گواہ لوگ جن کا نام اس تحریر کی آخر میں مذکور ہے شاہد ہوئے

[1] قولہ اجتہاد الخ یعنی قاضی مذکور مجتہد تھا یا اس نے تقلیدی اقوال میں اجتہاد یعنی کوشش کی اور یہ ایک مسئلہ میں اجتہاد ہے فافہم ۱۲ منہ

ہیں بدین مضمون ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ اس کی باندی ترکیہ یا رومیہ یا ہندیہ جس کا نام اور حلیہ اور سن بیان کر دے اس کی ام ولد ہے کہ اس کی ملک اور فراش سے اس کے پسر مسمی عمرو کو یا اس کی دختر مسماۃ ہندہ کو جنی ہے پس یہ اس کی حیات میں اس کی ام ولد ہے کہ اس سے مثل مملوک کے نفع اُٹھا سکتا ہے لیکن اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے اور نہ کسی وجہ سے اس کو غیر کی ملک میں دے سکتا ہے اور وہ بعد وفات زید کے آزاد ہے اس کے وارثوں میں کسی کو اس کی طرف کوئی راہ نہیں ہے سوائے سبیل ولاء کے کہ اس کی ولاء واسطے زید کے ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے وارثوں کے واسطے ہوگی اور اس کے ساتھ حکم حاکم اور ام ولد مذکورہ کی تصدیق لاحق کرے اور اس مقام پر سبیل سعایت کے استثناء کی ضرورت نہیں ہے اس واسطے کہ اس ام ولد پر سعایت واجب نہ ہوگی اگرچہ اس کے تہائی مال سے برآمد نہ ہو لیکن اگر مولیٰ سے یہ اقرار اس کے مرض الموت میں ہوا ہو اور کوئی بچہ موجود معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں تہائی مال سے آزاد ہوگی پس ایسی صورت میں اس طرح لکھنا ہوگا کہ سوائے سبیل سعایت کے اگر تہائی مال سے برآمد نہ ہو اور اگر باندی مذکور ایسا پیٹ ڈال گئی ہو کہ جس کی خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہو تو لکھے زید نے ان گواہوں کے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر ان لوگوں کو بخوشی گواہ کیا کہ اس کی باندی مسماۃ فلانہ اس کی ام ولد ہے جو اس کے نطفہ سے ایسا پیٹ ڈال گئی ہے جس کی پوری خلق یا بعض خلق ظاہر تھی پس اس کی ام ولد ہوئی پھر آخر تک بدستور مذکور لکھے جیسا ہم نے ذکر کر دیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

فصل[1] ہفتم ☆

تحریر کتابت کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ اہل شروط نے ابتدائے تحریر کتابت میں اختلاف کیا ہے پس امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر اس کی ہے جس پر فلاں نے اپنے مملوک مسمی فلاں منسوب بفلاں کو مکاتب کیا ہے اور امام طحاویؒ و خصافؒ اور بہت سے مشائخ کبار اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلاں ابن فلاں منسوب بفلاں کی جانب سے اُس کے مملوک فلاں منسوب بفلاں کے واسطے ہے اور شیخ یوسف ابن خالد یوں لکھتے تھے کہ یہ تحریر وہ ہے جس پر زید مخزومی نے اپنے مملوک کلو ہندی کو مکاتب کیا ہے اور ابوزید شروطی لکھتے تھے کہ یہ تحریر جس پر گواہ لوگ جن کا نام اس تحریر کی آخر میں مذکور ہے بدین مضمون گواہ ہوئے ہیں کہ زید ابن عمرو نے ان کے سامنے بخوشی اقرار کیا کہ میں نے اپنے غلام کلو کو مکاتب کیا ہے اور ہم لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہیں اور اس کا نام و نسب جانتے ہیں اور زید مذکور نے اپنی صحت عقل و بدن و جواز اقرار کی حالت میں گواہ کیا الی آخرہ پس علماء نے ابتدائے تحریر کتابت میں اس طرح سے اختلاف کیا ہے اور عامہ اہل شروط نے خرید کی تحریرات میں اتفاق کیا ہے کہ اس طرح لکھا جائے کہ یہ اس چیز کی تحریر ہے جس کو خرید کیا الی آخرہ بخلاف بصرہ کے اہل شروط کے کہ وہ اس طرح نہیں لکھتے ہیں اور تحریرات خلع میں اس طرح لکھنے پر اتفاق کیا ہے کہ یہ تحریر از جانب فلاں ہے الی آخرہ اور اقرارات کی تحریر میں اس طرح لکھنے پر اتفاق کیا ہے کہ یہ تحریر وہ ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہیں الی آخرہ پھر اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ عقد کتابت بمعنی خرید فروخت ہے حتیٰ[2] کہ باپ اور وصی کی طرف سے صغیر کے غلام کا مکاتب کرنا صحیح ہے جیسا کہ دونوں کا اُس کو فروخت کرنا صحیح ہے اور فسخ کتابت بھی صحیح ہے جیسا کہ فسخ بیع صحیح ہے پھر چونکہ خرید و فروخت میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ یہ اُس چیز کی تحریر ہے الی آخرہ پس ایسا

---

[1] یہاں اسلوب تحریر کو عربیت سے زیادہ دخل ہے لہٰذا حتی الوسع مطلب پر نظر ہے ۱۲ منہ

[2] قولہ حتیٰ کہ یہ بمنزلہ دلیل ہے کہ خرید فروخت کی طرف کتابت کا حکم ہے پس مانند تحریر بیع نامہ کے مکاتب کرنے کی تحریر لکھی جائے ۱۲

ہی کتابت میں بھی جو بمعنی بیع ہے یوں لکھا جائے کہ یہ اس کی تحریر ہے جس پر مکاتب کیا الی آخرہ اور یوسف بن خالد بھی ایسا کہتے ہیں کہ کتابت بمعنی خرید و فروخت ہے لیکن ان کے نزدیک تحریر خرید میں یوں لکھا جاتا ہے کہ یہ تحریر وہ ہے جس کو خرید کیا الی آخرہ پس کتابت میں بھی یوں ہی لکھا جائے کہ یہ تحریر وہ ہے جس پر مکاتب کیا اور طحاوی و خصاف فرماتے ہیں کہ کتابت ایسا عقد ہے جس میں امر متقدم کے اختیار کی حاجت ہے پس لکھا جائے کہ فلاں نے اپنے مملوک فلاں کو مکاتب کیا پس مثل خلع کے ہوگا کہ خلع میں بھی امر متقدم کے اختیار کی حاجت ہے پس یوں لکھتے ہیں کہ فلاں نے اپنی جورو فلانہ کا خلع کر دیا پس چونکہ خلع میں لکھتے ہیں کہ یہ تحریر از جانب فلاں ہے پس اسی طرح کتابت میں بھی لکھنا چاہئے کہ یہ تحریر از جانب فلاں ہے بخلاف خرید کے کہ خرید میں امر متقدم کے اختیار کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خرید کی تحریر میں ملک بائع اور اس کا قبضہ جس پر مدار صحت خرید ہے ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور ابوزید شروطی فرماتے تھے کہ کتابت ہر طرح سے بیع کے معنی میں نہیں ہے تاکہ بیع سے لاحق کی جائے اس واسطے کہ بیع مبادلہ مال بمال ہے اور کتابت مبادلہ مال ہے بعوض ایسی چیز کے جو مال نہیں ہے اور کتابت میں معاوضہ قرضہ اُس کے ذمہ ثابت ہوتا ہے اور بیع میں ایسا نہیں ہوتا ہے اور نیز ہر طرح سے مثل خلع کے بھی نہیں ہے تاکہ اُس کے ساتھ لاحق کیا جائے اس واسطے کہ خلع بعد واقع ہونے کے محتمل فسخ نہیں ہے اور کتابت بعد واقع ہونے کے بھی محتمل فسخ ہے پس خلع و خرید دونوں کے ساتھ اُس کا لاحق کرنا متعذر رہا پس ہم نے اُس کو اقرارات کے ساتھ لاحق کیا اور اقرارات میں یوں لکھا جاتا ہے کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے پس ایسا ہی کتابت میں بھی لکھا جائے گا صورت جو ہمارے اصحاب نے تحریر فرمائی ہے کہ یہ تحریر اس کی ہے جس پر فلاں ابن فلاں مخزومی نے اپنے مملوک مسمی کلو ہندی کو مکاتب کیا بدیں طور کہ اس کو وزن سبعہ[1] کے ہزار درم پر مکاتب کیا کہ ان درموں کو قسطوں سے پانچ برس میں ہر سال دو سو درم کے حساب سے ادا کرے اور یہ نہیں لکھا کہ بدیں شرط کہ ان درموں کو فی الحال ادا کرے یا ایک ہی قسط میں ایک سال یا ایک مہینہ کے بعد ادا کرے اور یہ نہ لکھنا اس وجہ سے ہے کہ امام شافعیؒ کے قول سے اقرار ہو جائے کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک فی الحال ادا کرنے کی کتابت جائز نہیں ہے اسی طرح جس کتابت میں قسط ہو لیکن ایک ہی قسط ہو وہ بھی امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے پس ہم نے چند قسطیں[2] کر کے لکھا تاکہ امام شافعی کے قول سے احتراز ہو اور یہ لکھا کہ پانچ برس میں ہر سال دو سو درم کر کے ادا کر دے یہ اس واسطے لکھا تاکہ مقدار اقساط اور حصہ ہر قسط معلوم ہو جائے پھر فرمایا کہ لکھے اور پہلی قسط کا وقت فلاں سال کے فلاں مہینہ کا چاند ہے اور یہ اس واسطے لکھا کہ پہلی قسط کا وقت معلوم ہو جائے پھر فرمایا کہ لکھے اور فلاں مملوک مذکور پر اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ وہ ضرور اچھی کوشش کرے حتیٰ کہ پورا مال کتابت جس پر اس کو مکاتب کیا ہے ادا کر دے اور یہ تحریر غلام مذکور کی کمائی پر برانگیختہ کرنے کے واسطے ہے تاکہ وہ مال کتابت ادا ہی کرے اور یہ عبارت بیعنامہ میں نہیں لکھی جاتی اس واسطے کہ مشتری ادائے ثمن پر مجبور کیا جاتا ہے پس اس کو برانگیختہ کرنے کی حاجت نہیں ہے اور مکاتب مجبور نہیں کیا جاتا پس اس کو برانگیختہ کرنے کی حاجت ہے پھر امام اعظمؒ اور اُن کے اصحاب کتابت نامہ میں یہ نہیں لکھتے تھے کہ بدیں شرط کہ مکاتب جب تک مکاتب ہے بدون اجازت مولیٰ کے نکاح نہ کرے اور امام طحاوی اور خصاف اس کو لکھتے تھے اور یہ بھی لکھتے تھے کہ جب تک مکاتب ہے خشکی اور تری میں جہاں چاہے سفر کرے اور ان دونوں نے یہ بات کہ جب تک مکاتب ہے بدون اجازت مولیٰ کے نکاح نہ کرے اس واسطے لکھی کہ شیخ ابن ابی لیلیٰ کے قول سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ مکاتب کو بدون اجازت مولیٰ کے نکاح کر لینے کا اختیار ہے الا اس صورت

---

[1] قولہ وزن سبعہ الخ اس کا بیان کتاب الزکوٰۃ وخراج میں گذر چکا ہے ۱۲ [2] محشی نے لکھا کہ اس عبارت میں خلل ہے اور منقول عنہ محیط موجود نہیں کیونکہ قول شافعی سے احتراز نہیں ہوتا مترجم کہتا ہے کہ یہ عجیب ہے کیونکہ تحرز ظاہر ہے ۱۲

میں نہیں کہ جب عقد کتابت میں یہ بات مشروط ہو جائے اور سفر کا اختیار اس واسطے تحریر کیا کہ بعض علماء مدینہ کے قول سے جو یہ فرماتے ہیں کہ اگر عقد کتابت میں مسافرت کی اجازت مشروط نہ ہو تو مکاتب کو سفر کا اختیار نہیں ہے احتراز ہو جائے پھر فرمایا کہ لکھے پس اگر مکاتب مذکور ان اقساط کے ادا کرنے سے عاجز ہوا یا اس کی میعاد سے تاخیر کر دی تو وہ رقیت میں واپس ہو گا اور یہ بات ہم نے اس واسطے لکھی حالانکہ یہ بات بدون شرط کے ثابت ہے تاکہ حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قول سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کتابت میں یہ شرط کر لی کہ جب مکاتب عاجز ہو گا تو رقیق کر دیا جائے گا تو عاجز ہونے کے وقت وہ رقیق کر دیا گیا جائے خواہ وہ اس بات پر راضی ہو یا نہ ہو اور اگر عقد کتابت میں یہ شرط نہ کی ہو تو عاجز ہونے کے وقت بدون رضامندی غلام مذکور کے وہ رقیق نہ کیا جائے گا پس یہ عبارت اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھ دی جائے اور شیخ شمنی اور ابوزید شروطی لکھتے تھے کہ اگر ان اقساط میں سے کسی کے ادا کرنے سے یا دو قسطوں کے ادا کرنے سے عاجز ہوا تو رقیق ہو جائے گا اور یہ ہم نے اس واسطے تحریر کیا کہ امام ابو یوسفؒ کے قول سے احتراز ہو جائے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ جب مکاتب پر کوئی قسط ادا کرنے کا وقت آیا اور مولیٰ نے اس سے اس کا مطالبہ کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر مکاتب کا کچھ مال حاضر موجود ہو تو اس کو اس کے مولیٰ کو دے دے گا جب کہ مولیٰ کے حق کی جنس[1] سے ہو اور اگر اُس کا مال غائب ہو لیکن اس کے حاصل ہو جانے کی امید ہو تو قاضی اُس کو دو دن یا تین دن بحسب اپنی رائے کے اس بارہ میں اس کو مہلت دے گا پس اگر اس نے اس قسط کا مال جو اس پر واجب الادا ہے ادا کر دیا تو خیر ورنہ اس کو رقیق کر دے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جب تک اس پر دو قسطیں پے در پے نہ گذر جائیں تب تک اُس کو رقیق نہیں کرے گا پس یوں لکھا جائے پھر اگر غلام ان قسطوں میں سے کسی قسط کے ادا کرنے سے یا دو قسطوں کے ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو رقیت میں واپس کر دیا جائے گا تاکہ یہ واپسی اجماعی ہو جائے پھر فرمایا کہ لکھے کہ اور جو کچھ فلاں نے اس سے لیا ہے وہ اس کو حلال ہو گا اور یہ اس واسطے لکھیں تاکہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ عقد ہرگاہ فسخ ہوا اور معقود علیہ یعنی غلام پھر اپنے مولیٰ کی ملک میں عود کر گیا تو مولیٰ پر واجب ہو گا کہ جو کچھ اُس نے بدل کتابت میں سے وصول کیا ہے اس کو واپس کر دے ورنہ بدون تحلیل اس غلام کے اس کے مولیٰ کے واسطے حلال نہ ہو گا اور طحاویؒ اس کو نہیں تحریر فرماتے تھے اس واسطے کہ جو کچھ اُس نے لیا ہے وہ اس کے واسطے بدون ذکر کرنے کے حلال ہے اس واسطے کہ اس کے غلام کی کمائی ہے۔ پھر لکھے کہ اور اگر اس نے جمیع وہ مال جس پر اس کو مکاتب کیا ہے ادا کر دیا تو وہ خالصتہً لوجہ اللہ تعالیٰ آزاد ہے ایسا ہی امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب تحریر کرتے تھے اور امام طحاویؒ اس کو نہیں لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب جس قدر ادا کر دے اسی قدر آزاد ہو جاتا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر مکاتب نے تہائی یا چوتھائی بدل کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائے گا اور مولیٰ کے قرض داروں میں شمار ہو گا کہ باقی بدل کتابت کے واسطے اس کا قرض دار رہا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ و عبداللہ بن عمر و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک اس پر کچھ بدل کتابت باقی رہے گا تب تک اس میں سے کچھ آزاد نہ ہو گا اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے اور یہی عامہ علماء کا مذہب ہے پس اگر ہم یوں لکھیں کہ اگر اُس نے تمام وہ مال جس پر اس کو مکاتب کیا ہے ادا کر دیا تو وہ خاصتہً لوجہ اللہ تعالیٰ آزاد ہے حتیٰ کہ اس کا عتق پورے بدل کتابت ادا کرنے سے متعلق ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک یہ شرط خلاف مقتضائے عقد ہو گی پس شاید اس کا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور میں ہو جو ان دونوں رضی اللہ عنہما کے مذہب کے موافق اعتقاد رکھتا ہے اور اس کے نزدیک کتابت ایسی چیز ہے جو بشروط فاسدہ فاسد ہو جاتی ہے تو

[1] قولہ جنس یعنی جس مال پر مکاتب کیا ہے اسی جنس کا یہ مال حاضر ہو ۱۲

اس کو باطل کر دے گا پس اس کا ذکر کرنا مضر ہوگا اور ذکر نہ کرنا مضر نہیں ہے اگر چہ[1] اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے پھر لکھے کہ فلاں یعنی آزاد کنندہ کے واسطے اس کی ولاء اور اس کے عتق کی ولاء ہوگی اور یہ تحریر باتباع سلف ہے اور امام طحاویؒ صرف اس قدر لکھتے تھے کہ اس کی ولاء ہے اور یہ نہیں لکھتے تھے کہ اس کے عتق کی ولاء ہے اس واسطے کہ اس کے عتق کی ولاء کبھی اس کے آزاد کرنے والے کے واسطے نہیں ہوسکتی ہے چنانچہ اگر اس معتق نے کسی باندی سے نکاح کیا اور اس سے اس کے اولاد ہوئی پھر اولاد مذکور کو باندی کے مولیٰ نے آزاد کر دیا تو اس اولاد کی ولاء باپ کے آزاد کرنے والے کے واسطے نہ ہوگی بلکہ ماں کے آزاد کرنے والے کے واسطے ہوگی پھر تحریر کو ختم کرے اور بہت متاخرین اہل شروط اسی طور سے لکھتے ہیں جیسے شیخ ابوزید شروطی تحریر کرتے ہیں چنانچہ کتاب حالہ میں لکھتے ہیں کہ یہ وہ مضمون ہے جس پر گواہ لوگ جن کا نام اس تحریر کے آخر میں مذکور ہے شاید ہوئے ہیں اور سب اس بات کے شاہد ہوئے کہ فلاں بن فلاں نے اقرار کیا کہ اس نے اپنے مملوک فلاں ہندی کو مثلاً اُس کا نام و حلیہ بیان کر دے اس قدر درموں پر بکتابتِ صحیحہ جائزہ نافذہ حالہ مکاتب کر دیا جس میں فساد نہیں ہے اور نہ میعاد ہے اس پر واجب ہے کہ جو کچھ مولیٰ نے اُس پر شرط کیا ہے بدون تاخیر کے ادا کر دے بدین شرط کہ اگر اس نے اس میں زیادتی کی کہ تین روز تک یہ مال اس کو ادا نہ کر دیا یا بعض ادا کیا اور بعض ادا نہ کیا تو اس کے بعد مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ اس کو پھر رقیق کر دے اور جو کچھ مولیٰ نے اس سے وصول کیا وہ اس کو حلال ہوگا اور اگر اس نے تمام مال مذکور اس طریق پر مولائے مذکور کو یا ایسے شخص کو جو اس کی زندگی میں یا اس کی وفات کے بعد اس کے حقوق وصول کرنے کا قائم مقام مجاز ہے ادا کر دیا تو وہ آزاد ہے پھر مولیٰ یا اس کے وارثوں کو اس غلام کی جانب کوئی راہ نہ ہوگی سوائے ولاء کے کہ اس کی ولاء اس کے مولیٰ کے واسطے اس کی زندگی تک ہوگی اور بعد وفات مولیٰ کے اس کے وارثوں کے واسطے ہوگی اور اس مکاتب نے اس سے بالمواجہہ یہ کتابت قبول کی اور اس مکاتب نے اس بات میں اس کی تصدیق کی کہ یہ مکاتب بروز کتابت اس کا مملوک تھا اور اس کتابت کی صحت پر مسلمانوں کے قاضیوں میں سے کسی قاضی نے حکم دے دیا پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ والمحیط اور اگر بدل کتابت کیلی یا وزنی یا محدود یا ضدوع یا حیوان ہو تو ایسا ہی حکم ہے لیکن حیوان کی صورت میں اس کے اسنان وصفات بیان کر دے اور اگر اوصاف مبہم ہوں لیکن اسی جنس سے ہو جو کتابت میں بیان ہوئی تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور اس میں سے بعض لوگوں نے خلاف کیا ہے اور اگر اس کتابت کے ساتھ حکم حاکم لاحق کیا جائے تو بالاتفاق جائز ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ضمانت صحیحہ کن معنی میں مستعمل ہے؟

درصورت کتابت معیادی کے لکھتے ہیں کہ بکتابت صحیحہ جائزہ نافذہ منجملہ بدہ نجوم تادہ ماہ لے درپے کہ ابتدا اس کی غرہ ماہ فلاں و انتہا سلخ ماہ فلاں اور ہر قسط اس قدر ہے مکاتب کیا کہ اس میں سے ہر مہینے کے گذرنے پر ایک قسط ادا کرے اور اس مکاتب پر اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق ہے کہ ہر قسط اپنے وقت پر اپنے اس مولیٰ کو ادا کرنے کی کوشش کرے الخ میں کوتاہی نہ کرے اور اس سے روپوش نہ ہو جائے و بدین شرط کہ اگر یہ مکاتب اس مال کو ان قسطوں پر ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کے آ جانے پر تین روز تک دینے سے تاخیر کی تو اس کے اس مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ اس کو رقیق کر دے یا لکھے کہ وہ رقیت میں واپس ہو جائے گا اور اس میں زیادہ وثوق ہے اس واسطے کہ صورت اوّل میں مولیٰ کا حکم قاضی یا رضامندی غلام کی ضرورت ہوگی اور دوسری تحریر میں اس کی کچھ حاجت نہیں ہے بلکہ فقط عاجز ہونے سے وہ رقیت میں واپس ہو جائے گا اور جو کچھ مولیٰ نے اس سے بدل کتابت لیا ہو وہ اس کو حلال ہوگا اور اگر اس نے سب قسطیں بدون تاخیر کے مولیٰ کو یا ایسے شخص کو جو مولیٰ کی زندگی و بعد وفات کے اُس کے حقوق پر قبضہ کرنے میں اس کے قائم مقام

[1] عبارت ظاہر یہ ہے کہ پس اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور کتاب میں اشارہ ہے کہ مضر سے مراد خلاف اولیٰ ہے پس لکھنا جائز ہے ۱۲

ہے ادا کر دیں تو وہ آزاد ہے اس کے مولیٰ کو اس کی جانب کوئی راہ نہ ہوگی اور نہ اس کے بعد اس کے وارثوں کو یا کسی آدمی کو اس کی جانب کوئی راہ ہوگی سوائے ولاء کے کہ مولیٰ کی زندگی میں مولیٰ کے اور بعد اس کے اس کے وارثوں کے واسطے ہوگی اور تحریر کو ختم کر دے اور اگر اپنے غلام و باندی کو دونوں زوج و زوجہ میں مکاتب کیا تو لکھے گواہ ہوئے کہ فلاں نے اپنے فلاں غلام کو مکاتب کیا اس کا نام و حلیہ بیان کر دے اور اپنی باندی فلانہ کو مکاتب کیا اس کا نام و حلیہ بیان کر دے اور یہ باندی اس غلام کی جورو ہے ان دونوں کو اُس نے بکتابت واحدہ یکجا مکاتب کیا اور اس قدر درموں پر مکاتب کیا اور دونوں کی قسطیں ایک ہی وقت مقرر کیں اور وہ چنین و چنان میعاد تک ہیں کہ اس کی ابتدا ایسے وقت سے اور انتہا ایسے وقت پر ہے اور ہر قسط اس قدر ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے دوسرے کے حکم سے تمام اس مال کی جو دونوں کے اس مولیٰ کا اس پر ہے بضمانت صحیحہ جائزہ جو شرع میں ملزمہ ہے ضمانت کر لی وفلاں وفلاں پر اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق ہے اور دونوں اس مال کتابت کو اپنے مولیٰ فلاں کو ادا کرنے کے واسطے کوشش کریں اور یہ واقعہ تاریخ فلاں ماہ فلاں واقع ہوا اور بعض اہل شروط میں سے بعد اس قول کے کہ ہر قسط اس میں سے اس قدر ہے یہ لکھتے ہیں کہ اور بدین شرط کہ دونوں میں کوئی سب یا کچھ بدون تمام مال کتابت ادا کرنے کے آزاد نہ ہوگا اور بدین شرط کہ مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے ہر ایک جس سے چاہے پوری بدل کتابت کا مواخذہ کرے اور یہ لوگ کفالت و ضمانت کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں تا کہ کوئی طعن کرنے والا یہ طعن نہ کرے کہ یہ کفالت مکاتب ہے کفالت بدل کتابت صحیح نہیں ہے اور یہ طریقہ اچھا ہے اور علیٰ ہذا اگر اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اس نے اپنے دو غلام فلاں وفلاں کو بکتابت واحدہ اس قدر مال پر مکاتب کیا بدین طور کہ دونوں کی قسطیں ایک وقت پر مقرر کر دیں آخر تک موافق مذکورہ بالا تحریر کرے اور لکھے کہ بدین شرط کہ مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے ہر ایک کو جس کو چاہے پورے اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور بدین شرط کہ دونوں میں سے کوئی سب یا کچھ بدون اس تمام مال کتابت کے ادا کرنے کے آزاد نہ ہوگا اور جب کوئی اس میں سے کچھ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ دونوں کو رقیق کر دے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام وہ اپنی باندی کو جو دونوں زوج و زوجہ ہیں اور ان کے ساتھ ان کی اولاد صغیر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ فلاں نے اپنے غلام فلاں کو اور اپنی باندی فلانہ کو جو اس غلام کی جورو منکوحہ ہے اور ان دونوں کے ساتھ ان کی اولاد فلاں و فلاں وفلانہ کو جو صغیر اپنے والدین کی گود میں پرورش پاتے ہیں سب کو بکتابت واحدہ اس قدر درموں پر اتنی قسطوں پر کہ ہر قسط اس قدر ہے مکاتب کیا پس اگر فلاں یعنی غلام مذکور اس مال کے ادا کرنے سے یا اس میں سے کچھ ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کو اپنے وقت سے دیتے ہیں تاخیر کر دی یہاں تک کہ پانچ روز یا چندیں روز دیر ہوگئی تو اس مولیٰ فلاں کو اختیار ہوگا کہ اس کو اور اس کی جورو کو اور ان کی اولاد ان سب کو رقیق کر دے اور اس سے پہلے جو کچھ مولیٰ نے بدل کتابت لیا ہو وہ سب اسی کا ہوگا اور اگر اس نے یہ سب مال اپنی قسط مقررہ سے ادا کر دیا تو یہ سب آزاد ہوں گے پھر ان کے مولیٰ اس شخص کو سوائے استحقاق ولاء کے اور کوئی استحقاق نہ ہوگا اور پھر تحریر کو ختم کرے اور اگر اپنے غلام مدبر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنے غلام مدبر مسمّی فلاں کو مکاتب کیا اور اگر اپنی ام ولد کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنے ام ولد مسماۃ فلانہ کو مکاتب کیا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنے اور دوسرے کے درمیان مشترک غلام کو باجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ زید نے تمام غلام ہندی مسمّی فلاں اس کا حلیہ بیان کر دے جو اس کے اور عمرو کے درمیان مشترک تہائی تھا باجازت اپنے شریک عمرو کے بدین شرط مکاتب کیا کہ اگر اس غلام نے یہ مال کتابت اپنے ان دونوں مولاؤں کو ادا کر دیا تو یہ آزاد ہے اور شریک عمرو اس زید مکاتب کنندہ کو اجازت دے دے کہ بدل کتابت میں اس کا حصہ بھی وصول کرے اور اس کو مباح کر دیا بدین شرط کہ ہرگاہ اس کو اس کے وصول کرنے سے منع کرے تو وہ ان سب میں باجازت جدید اجازت یافتہ ہے اور ان

سب باتوں میں اس کے شریک نے اور اس غلام نے اس کی بالمشافہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے اور اگر باجازت شریک کے غلام مشترک تین سے اپنا حصہ مکاتب کیا تو ہم کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک دو شریکوں میں سے ایک شریک کا اپنا حصہ غلام مشترک میں سے باجازت شریک دیگر مکاتب کرنا بمنزلہ پورا غلام مکاتب کرنے کے ہے اس واسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک کتابت متجزی نہیں ہوتی ہے پس کتابت میں نصف کا ذکر کرنا کل کا ذکر ہوگا پس لکھے کہ زید نے تمام غلام ہندی مستحق فلاں کو باجازت اپنے شریک عمرو کے آخر تک بدستور مذکورہ بالا تحریر کرے اور اگر بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا تو یہ صورت اور در صورتیکہ باجازت شریک کے کل مکاتب کیا ہے دونوں یکساں ہیں اور اس صورت میں اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہو جاتا ہے پس اس صورت[1] میں بھی ایسا ہی ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہے پس کتابت فقط حصہ مکاتب کنندہ پر رہے گی پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے بدون اجازت شریک کے مکاتب کیا ہے تو شریک کو اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہے تو شریک کو فسخ کا اختیار نہ ہوگا اور اگر بنا بر قول اعظمؒ کے تحریر کرنی چاہے تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے جس پر فلاں بن فلاں نے اپنا پورا حصہ جو نصف اس غلام کا ہے اور جو اس کے اور فلاں کے درمیان مشترک ہے اس قدر درا ہم پر مکاتب کیا اور اگر مکاتب کنندہ نے غلام مذکور سے کچھ مال کتابت وصول کیا تو شریک دیگر کو اختیار ہوگا کہ اس میں سے لے لے بشرطیکہ کتابت بدون اجازت شریک دیگر ہو اور اگر اس کی اجازت سے ہو تو بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ شریک دیگر نے اس کو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت نہ دی ہو اور اگر شریک دیگر نے اس کو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت دی ہو تو شریک دیگر کو اس میں سے کچھ لینے کا اختیار نہ ہوگا پس تحریر کرے یہ تحریر کتابت جس پر فلاں نے اپنا پورا حصہ آخر تک موافق مذکورہ بالا تحریر کرے پھر لکھے کہ اس مکاتب کنندہ کو اس کے شریک فلاں نے اپنا حصہ بھی مکاتب کرنے کی اجازت دے دی اور اپنے حصہ کی بدل کتابت وصول کرنے کی اجازت دے دی پھر تحریر کو ختم کرے اور اگر پورا غلام ایک ہی شخص کا ہو اور اُس نے اس میں سے نصف مکاتب کیا تو ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک کتابت متجزی نہیں ہوتی ہے پس جب نصف مکاتب کر دیا تو کل مکاتب ہو جائے گا پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ زید نے اپنا غلام فلاں ہندی الی آخرہ اور امام اعظمؒ کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہے پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ فلاں نے اپنا غلام فلاں کا نصف جو پورے غلام کے دو سہام میں سے ایک سہام ہے اس قدر درموں پر بکتابت صحیحہ مکاتب کیا بدستور اس عبارت تک لکھے کہ جب اس مکاتب نے یہ مال کتابت ادا کر دیا تو یہ نصف حصہ جو اس میں سے مکاتب کیا گیا ہے آزاد ہوگا اور اس صورت میں یہ نہ لکھے کہ مولیٰ کو اس کی جانب کوئی راہ نہ ہوگی اس واسطے کہ مولیٰ کو باقی نصف کے واسطے دو طرح کا اختیار ہے چاہے باقی نصف کو آزاد کر دے اور چاہے باقی کے واسطے اس سے سعایت کرا دے پس اس کا بیان ترک کر دے پھر دیکھا جائے گا کہ آخر مولیٰ کس بات کو اختیار کرتا ہے تو اس کے موافق دوسری تحریر لکھے گا کذا فی المحیط اور ایام کتابت نصف میں باقی نصف کی کمائی اس کے مولیٰ کی ہوگی لیکن مولیٰ اس سے خدمت نہیں لے سکتا ہے اور نہ اس میں تملیک یعنی غیر کو مالک کر دینے کا تصرف کر سکتا ہے اور اگر باندی ہو تو اس سے وطی نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس سے حکم حاکم لاحق[2] کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اس صورت میں مکاتب نے بدل کتابت ادا کر دیا تو اس کے واسطے تحریر کرے کہ فلاں نے اقرار کیا کہ اس نے اپنے غلام فلاں کا نصف اس قدر مال پر اتنی قسطوں پر ادا کرنے کی شرط سے مکاتب کیا تھا اور اس نے سب قسطیں ادا کر دی ہیں اور اس میں سے اس کا نصف مکاتب کردہ شدہ آزاد ہو گیا اور اس نصف کے بدل کتابت سے یہ غلام

---

[1] قال یعنی شریک کے حصہ کا مالک ہو جائے گا لیکن شریک کو اختیار ہوگا کہ اس سے تاوان لے اگر وہ خوشحال ہے فتامل واللہ اعلم ۱۲ منہ

[2] تاکہ اختلاف صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ وارد نہ ہو ۱۲ منہ

ادا کرنے کی بریت سے بری ہو گیا اور تحریر کو ختم کر دے اور جب باقی نصف کی بات پر مقرر رہا تو اسی کے موافق اس کے لئے تحریر لکھے اور اگر باپ نے اپنے صغیر کا غلام مکاتب کیا تو اس معاملہ میں تحریر کرے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ فلاں نے اپنے صغیر فرزند مسمی فلاں کا غلام مسمی فلاں پس غلام کا نام و حلیہ بیان کر دے اس کی جانب سے اس قدر دینار پر جو اس کی قیمت امروزہ کے برابر ہیں نہ اس میں کمی ہے نہ بیشی ہے مکاتب کر دیا اور اس عقد میں اس صغیر کے واسطے بہبودی ہے اور اس صغیر کے مال کا اچھے طور پر برقرار رکھنا ہے اور یہ مالک صغیر ہے اپنے کام کو انجام نہیں دے سکتا ہے بلکہ اس کی طرف سے یہ اس کا باپ بحکم ولایت پدری اس کے کام کا متولی ہے پھر جب ادائے کتابت تک پہنچے تو لکھے کہ اگر اس غلام نے یہ مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو سوائے سبیل ولاء کے اور کسی طرح کا کسی کو اس پر اختیار نہ ہو گا لیکن اس کی ولاء اس صغیر کی زندگی میں اس کے واسطے اور اس کی وفات کے بعد اس کے پس ماندگان کے واسطے ہو گی پھر تحریر کو ختم کر دے اور اگر وصی نے یتیم کا غلام مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا مقرر کیا ہوا وصی ہے یعنی یتیم کے باپ کا نام لکھے کہ اس نے اپنے صغیر فلاں کے واسطے وصی کیا ہے اور یہ یتیم صغیر ہے اس وصی کی گود میں پرورش پاتا ہے اور صغیر اپنے کام کا خود متولی نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس کے کام کا یہ وصی بحکم وصی ہونے کے متولی ہوتا ہے پس اس وصی نے اس یتیم کا غلام فلاں جو شاب ہے یعنی جوان ہے اور اس کا حلیہ بیان کر دے اس قدر مال پر بکتابت صحیحہ مکاتب کیا پھر جس طرح باپ کی صورت میں جب اس نے اپنے صغیر کا غلام کاتب کیا ہے تحریر کیا گیا ہے اسی طور سے اس میں بھی تحریر کو لکھ کر ختم کرے اور اگر مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت فلاں مکاتب کی جو فلاں کا مکاتب ہے بدین تقریر ہے کہ اس فلاں مکاتب نے اپنے ذاتی غلام مسمی فلاں ہندی کو مکاتب کیا اور اس غلام کا حلیہ بیان کر دے اس کو اس قدر مال پر تکبر المالہ مکاتب کیا اور یہ مال اس کی قیمت کے مثل ہے اور بر مکاتب صحیحہ مکاتب کیا برابر بدستور سب شرائط لکھتا جائے یہاں تک کہ لکھے کہ پس اگر اس مکاتب دوم نے مال کتابت پورا مکاتب اوّل کو ادا کر دیا درحالیکہ مکاتب اوّل ہنوز مکاتب ہے تو اس کی ولاء اس مولاء مکاتب اوّل کے واسطے اس کی زندگی میں اور اس کی وفات کے بعد اس کے پس ماندگان کے واسطے ہو گی اور اگر مکاتب اوّل کے آزاد ہو جانے کے بعد اس نے ادا کی تو اس کی ولاء اس مکاتب اوّل کے واسطے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے پس ماندگان کے واسطے ہو گی یہ محیط میں ہے۔

فصل دہم ☆

موالات کے بیان میں

لکھے کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے کہ زید نصرانی یا یہودی یا مجوسی یا حربی پرستندہ صنم یا وثن تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام برحق کی جانب ہدایت فرمائی اور اس کو اپنے اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ مزین کیا پس اس کے دل میں ملت کفر کی کراہت ڈال دی اور اس کو پرہیز گاری و تقویٰ کے ساتھ مکرم کر دیا اور اس کے تن سے لباس شرک کو دور کر کے حلۂ توحید سے آراستہ و پیراستہ کر دیا اور اس پر یہ احسان و فضل کیا کہ اس نے اس کے ربوبیت والوہیت و وحدانیت کا اور ان باتوں کا جس کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے فرماتے ہیں اقرار کیا اور اس کی دل سے تصدیق کی اور جن باتوں میں کفر و طغیان ہے ان سے بیزار ہوا اور اس کی زبان پر کلمہ اخلاص شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد عبدہ ورسولہ جاری فرمایا اور اس کو کفر و ضلالت و پرستش طاغوت سے دور کر دیا اور اُس کو اس صراط مستقیم کی جس کو اپنے بندوں کے واسطے پسند کیا ہے راہ بتائی اور اس کو عذاب سخت سے نجات دی اور اس کا اسلام فلاں کے ہاتھ پر روزی کیا پھر یہ اس کے ہاتھ پر اسلام لایا پھر اس کے بعد اس کے

ساتھ موالات کی اور عقد موالات قرار دیا تا کہ اگر یہ نومسلم کوئی جنایت کرے جس کا ارش مددگار برادری پر واجب[1] ہوتا ہے اور وہ پانچ سودرم یا اس سے زیادہ ہیں اس کا یہ عاقلہ ہو اور حکم حاکم جس قدر واجب کرے اس کو یہ برداشت کرے اور جس وقت یہ نومسلم مر جائے تو یہی شخص اس کا وارث ہوگا پس یہ مرد اس کی زندگی وموت میں اس کے حق میں بنسبت دوسروں کے اولیٰ ہے اور اس کی ولاء اسی کی ہے اور بعد اس کے اس پس ماندگان کی ہے بشرطیکہ اس نومسلم کا کوئی حق دار وارث نہ ہو پس اس سے اقرار داد پر موالات کی اور عقد کیا بموالات صحیحہ جائزہ اور فلاں مذکور نے اس کی اس موالات مذکورہ موصوفہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور اس فلاں نے اس نومسلم پر جو اس کے ہاتھ پر ایمان لایا ہے اور اس سے موالات کی ہے اور عقد موالات قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق اور اس کے رسول کا ذمہ قرار دیا کہ یہ اس کے اس ولاء سے دوسرے کی طرف برگشتہ نہ ہو جائے اور اپنے نفس پر موافق اس حالات معقودہ کے جو دونوں میں قرار پائی ہے اس نومسلم کے واسطے یاری ومددگاری لازم کی اور اس کے واسطے اس سب کی وفاداری کی ضمانت کر لی تاوقتیکہ اس کی ولاء سے دوسرے شخص کی طرف برگشتہ نہ ہو جائے اور دونوں نے اپنے اپنے اوپر گواہ کر لئے اور تحریر کو ختم کر دے تحریر دیگر اندریں معاملہ بر سبیل ایجاد۔ یہ تحریر اس مضمون کی ہے جس پر گواہان مسمیان تا ایں عبارت کہ فلاں شخص فلاں کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اس کا اسلام اچھا ہوا جیسا چاہئے ہے اور اس کا کوئی وارث قریب یا بعید اس کے عصبات یا ذوی الفروض یا ذوی الارحام میں مسلمان نہ تھا پس اس نے اس شخص سے جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے موالات کی بموالات صحیحہ اور اس سے بعقد جائز معاقدہ کیا بر نیکہ اگر یہ اسلام لانے والا کوئی ایسی جنایت کرے جس کو شرعاً مددگار برادری برداشت کرتی ہے تو یہ اُس کا عاقلہ ہو اور یہ نومسلمان مر جائے اور کوئی وارث قریب یا بعید نہ چھوڑے تو یہ شخص جس سے موالات کی ہی اس کا وارث ہو اور فلاں نے اس موالات کو اور اس معاقدہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور یہ امر دونوں کی صحت بدن وثبات عقل و جواز تصرفات کی حالت میں بطوع ورغبت خود در حالیکہ دونوں میں کوئی ایسی علت نہ تھی کہ تصرف یہ اقرار سے مانع ہوئے واقع ہوا اور اس شخص نے جو مسلمان ہوا ہے اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کا عہدہ و میثاق قرار دیا کہ اس شخص کی موالات سے جس کے ساتھ عقد موالات کیا ہے دوسری کسی ولاء کی جانب برگشتہ نہ ہوگا اور دونوں نے اپنے اپنے اوپر گواہ کر لئے اور تحریر کو ختم کرے اور اس تحریر میں موالات لازمہ کا لفظ لکھنا نہ چاہئے کیونکہ اسلام لا کر موالات کرنے والے کو اختیار ہے کہ جب تک اس نے جس سے موالات کی ہے اس کی طرف سے عقل نہ دیا ہو یعنی عاقلہ نہ ہوا ہو تب تک اس کی موالات سے دوسرے کی طرف رجوع کر جائے اور اگر ایک شخص نے جو خود مسلمان ہوا ہے کسی شخص پر جس کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوا ہے موالات کی توضیح ہے اور یوں لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس بات پر شاہد ہوئے کہ فلاں مسلمان ہوا اور اس کا اسلام جیسا چاہئے ہے اچھا ہوا اور اس کا کوئی وارث قریب یا بعید مسلمان نہ تھا پس اس نے فلاں سے بموالات صحیحہ جائزہ موالات کے روز اس کے ساتھ اس بات پر معاقدہ کیا کہ اس کی طرف سے عاقلہ ہو الی آخرہ اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا مگر اس سے موالات نہ کی بلکہ غیر سے موالات کی توضیح ہے اور اس کی تحریر میں لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس امر پر شاہد ہوئے کہ فلاں شخص فلاں کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اس سے موالات نہیں کی اور نہ معاقدہ کیا بلکہ فلاں سے موالات و معاقدہ اس طور پر کیا کہ آخر تک بدستور سابق تحریر کرے اور اگر اس شخص نے جو اسلام لایا ہے ایسی جنایت کی کہ جس کا ارش پانچ سودرم یا زیادہ ہے اور مولائے اعلیٰ اور اس کی عاقلہ نے اس کی مددگاری کر کے ادا کیا تو اس کی تحریر اس طرح لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر اس امر پر شاہد ہوئے کہ فلاں تاریخ فلاں اسلام لایا اور اس نے فلاں سے موالات کی بدین شرط کی کہ اگر وہ کوئی ایسی جنایت کرے جس کا ارش پانچ سودرم تک پہنچتا ہے تو یہ مولیٰ اعلیٰ اس کا عاقلہ ہو اور اگر یہ مر

[1] قال اس میں اختلاف ہے کہ ابتداء مددگار برادری پر واجب ہوتا ہے یا نہیں ۱۲ منہ

جائے تو یہ مولائے اعلیٰ اس کا وارث ہو پس یہ شخص بنسبت اور لوگوں کے اس کے حق میں اس کی زندگی و موت میں یاولی ہے اور اس فلاں نے اس سے یہ معاقدہ قبول کیا تھا اور ہم نے دونوں کے واسطے اس کی تحریر لکھ دی تھی اور اس کا نسخہ یہ ہے اور چاہے کاتب یوں لکھے کہ ہم نے دونوں کے درمیان اس کی تحریر بتاریخ فلاں بگواہی فلاں و فلاں لکھ دی تھی جس کا نسخہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اول سے آخر تک تحریر سابقہ کو نقل کر دے پس اسی سے متصل نیچے لکھے اور اس فلاں نے جو اسلام لایا ہے جنایت کی جس کا ارش پانچ سو درم ہے اور اگر اس سے زائد ہو تو اس کی مقدار بیان کر دے اور یہ جنایت ایسی حالت میں واقع ہوئی جب کہ یہ موالات کرنے والا اس کی ولاء سے منتقل و برگشتہ بجانب غیر نہیں ہوا تھا پس فلاں و اس کی قوم نے اس مال کو اس کی طرف سے بحکم قاضی کے جو مسلمانوں کی قضات میں ہے جس نے ان لوگوں پر اس کا حکم کیا ہے درحالیکہ وہ نافذ القضا تھا ادا کیا ہے پس اس سبب سے یہ موالات لازم ہو جانے کے بعد اس فلاں اسلام لانے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کی ولاء سے دوسرے کی طرف برگشتہ ہو جائے اور اگر دو ذمی مسلمان ہوئے[1] اور باہم ایک نے دوسرے سے موالات کر لی تو لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے کہ فلاں و فلاں دونوں نصرانی تھے پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کو اسلام کی ہدایت کی پس دونوں مسلمان ہوئے اور جیسا چاہے دونوں کا اسلام اچھا ہوا پھر دونوں نے اسلام لانے کے بعد ہر ایک نے دوسرے سے معاقدہ و موالات صحیحہ جائزہ کر لی کہ جب تک دونوں زندہ ہیں اگر کوئی دونوں میں سے ایسی جنایت کرے جس کا ارش پانچ سو درم یا زیادہ ہو تو ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے واسطے ادا کرنے کی مددگار برادری اور اس کا متحمل ہو اور جب دونوں میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث ہو پس جو پہلے مرے اس کے اور اس کے عتق کے جو اس کے بعد ہو میراث دوسرے زندہ کے واسطے ہو بشرطیکہ اس میت اور اس کے عتق کا کوئی وارث مسلمان قریب یا بعید عصبہ یا ذوی الفروض یا ذوی الرحم میں سے نہ ہو پس دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے اس شرط پر معاقدہ جائزہ و موالات صحیحہ کر لی اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے اس معاقدت و اس موالات کو بقبول صحیح قبول کیا اور ہر ایک نے دوسرے کے واسطے اپنے اوپر اس بات میں اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق کر لیا کہ اس کی ولاء سے برگشتہ ہو کر دوسرے کی طرف نہ جائے گا اور اس کے واسطے اس کے وفا کرنے کی ضمانت کر لی اور دونوں نے گواہ کر دیے پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ۔

فصل نہم ☆

بیعنا موں کے بیان میں

اگر ایک شخص نے ایک دار خریدنا چاہا اور اس کا بیعنامہ لکھوانا چاہا تو کاتب اس طرح لکھے کہ یہ خرید بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں مخزومی نے فلاں بن فلاں مخزومی سے تمام دار مشتملہ بر بیوت خود جن کو بائع نے اپنی ملک و حق و اپنا مقبوضہ بیان کیا ہے خریدا اور وہ فلاں شہر کے فلاں محلہ فلاں کوچہ و فلاں زقاق میں فلاں مسجد کے سامنے واقع ہے اور وہ اس زقاق کے مکانات میں سے تیسرا مکان ہے یا چوتھا ہے اور وہ کوچہ میں جانے والے کے دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ پڑتا ہے اور اس دار کو چار حدیں شامل ہیں اوّل اس دار سے لزیق ہے جو فلاں کا دار معروف ہے یا فلاں بن فلاں کی طرف منسوب ہے یا لکھے کہ حد اوّل الصیق دار معروفہ برائے فلاں ہے یا لکھے کہ متصل دار معروفہ بدلے فلاں ہے یا لکھے ملاصق یا لکھے کہ ملازق دار معروفہ برائے فلاں ہے پھر دوسرے و تیسرے و چوتھے اسی طور سے لکھے اور چہارم میں لکھے کہ لزیق ایں کوچہ ہے اور اسی طرف سے اس کا دروازہ و مدخل ہے پس اس مشتری نے جس کا نام اس

[1] اقول ظاہر امراد یہ ہے کہ عرب کے دو ذمی مسلمان ہوئے ورنہ ایسی صورت کے جواز رہن تامل ہے ۱۲ منہ

تحریر میں مذکور ہوا اس بائع سے جس کا نام اس تحریر میں مذکور ہوا ہے یہ تمام دار محدودہ تحریر ہذا یا جملہ حدود و حقوق و عمارت بالائی و زیریں وراستہ دار و میل آب از حقوق آن و بمرفق آن جو اس کے حقوق سے اس کے واسطے ثابت ہیں و مع ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں اس کے حقوق سے ہیں و مع ہر حق کے جو اس کے واسطے اس کے حقوق سے داخل ہے اور جو خارج ہے اور مع ہر اس کے حقوق کے جو اس کی طرف معروف و منسوب ہے بعوض اس قدر ثمن کے اور ثمن کی جنس و نوع و قدر و صفت وغیرہ اس طور سے بیان کرے جس سے جہالت مرتفع ہو جائے جس کے نصف اس قدر ہوتے ہیں بخرید صحیح جائز نافذ قطعی خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ وعدۃ موہبہ جس میں نہ خلابہ ہے نہ جنایت ہے نہ وثیقہ بمال ہے اور نہ مواعدہ ہے نہ رہن ہے نہ تلجیہ ہے بلکہ بیع برغبت ہے و ازالہ ملک از یکے بدیگرے ہے اور خرید بحدہ ہے خرید کیا اور اس بائع مسمی مذکورہ تحریر ہذا نے اس مشتری مسمی مذکورہ تحریر ہذا سے تمام یہ ثمن جس کی جنس و نوع و قدر و صفت اس تحریر میں مذکور ہوئی ہے تمام و کمال اس مشتری مذکور کے اس کو سب ادا کرنے سے وصول پایا اور بائع مذکور کے سب بھر پانے سے مشتری مذکور اس سے بری ہو گیا یہ بریت استیفاء اور یہ بریت اسقاط و ابراء بری نہیں ہوا اور اس مشتری مذکور نے تمام وہ چیز جس پر عقد بیع واقع ہوا ہے بائع مذکور کے سب سپرد کرنے سے درحالیکہ اس نے ہر مانع و منازع سے خالی سپرد کیا ہے قبضہ کر لیا اور دونوں مجلس عقد سے بعد صحت عقد و تمام ہونے و اس کے نافذ و مبرم ہونے و متقرر و مستحکم ہونے کے بتفرق ابدان جدا ہوئے اور یہ سب بعد اس کے ہوا کہ دونوں حاقدین نے اقرار کیا کہ ہم نے اس سب کو دیکھا و پہچانا اور اس سے راضی ہوئے ہیں پس اس مشتری کو جو اس میں یا اس کے حقوق میں سے کسی چیز میں کوئی درک پیش آئے تو اس بائع پر جو اس بیع مذکور کی وجہ سے واجب ہوا ہے اس کا تسلیم کرنا واجب ہوگا اور دونوں نے اپنے اوپر ان لوگوں کو گواہ کر دیا جن کا نام آخر میں مذکور ہے بعد ازآنکہ یہ تحریر ان کو ایسی زبان میں پڑھ کر سنائی گئی جس کو دونوں نے پہچان لیا اور دونوں متعاقدین نے اقرار کیا کہ ہم اس کو سمجھ گئے ہیں اور ہم نے اس کو بخوبی جان لیا ہے اور یہ سب دونوں کی حالت صحت بدن و ثبات عقل میں بطوع خود واقع ہوا کہ درحالیکہ دونوں پر کوئی اکراہ و اجبار نہ تھا اور دونوں کے ساتھ کوئی ایسی علت مرض وغیرہ کی نہ تھی جو صحت اقرار و نفاذ تصرف سے مانع ہو اور یہ سب بتاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں میں واقع ہوا پس بیعنامہ تمام بیعناموں کے واسطے اصل ہے اور اختلاف باعتبار احوال کے الفاظوں میں ہو جائے گا پھر امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص دار خریدنا چاہے تو لکھے کہ یہ خرید بدین مضمون ہے کہ فلاں نے خریدا اور یہ نہیں فرمایا کہ یوں لکھے کہ یہ بیع بدین مضمون ہے باوجودیکہ دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے تاکید حق کی ضرورت ہے اور دونوں لفظوں میں سے ہر ایک دوسرے کو شامل ہے اس واسطے کہ خرید بدون بیع کے اور بیع بدون خرید کے متحقق نہیں ہو سکتی ہے۔ پس ایسا اس واسطے کہا کہ فعل سنت کے موافق ہو تبرکاً کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عدا ابن خالد بن ہودہ سے غلام خریدا تو لکھا کہ ہذا ما اشتری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عداء بن خالد بن ہودہ یعنی یہ وہ ہے خرید کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالد بن ہودہ سے خریدا اور یہ حکم نہ کیا کہ ہذا اباغ عداء بن خالد بن ہودہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز امام محمد نے ذکر کیا کہ یوں لکھے کہ ہذا ما اشتری اور یہ نہیں کہا کہ لکھے ہذا کتاب ما اشتری یہ تحریر خرید ہے اور اہل بصرہ یوں ہی لکھتے ہیں کہ ہذا کتاب ما اشتری اس واسطے کہ ہذا اس سپید کاغذ کی طرف اشارہ ہے جس پر تحریر خرید ہے نہ حقیقۃً خرید ہے الا یہ کہ امام محمد نے تبرکاً نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی اختیار کیا کہ ہذا ما اشتری اور اس وجہ سے کہ ہذا کتاب ما اشتری میں لفظ ما محتمل ہوتا ہے کہ نافیہ ہو اور محتمل ہے کہ اثبات کے واسطے ہو پس اس احتمال سے ایک طرف ہونے کے واسطے نہیں لکھا کہ ہذا ما اشتری اور نیز امام محمد نے بیان کیا کہ بائع و مشتری کے ذکر کے وقت ان کا نام اور ان کے باپ کا نام لکھے اور ان دونوں نے دادا کا نام بیان نہیں کیا اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ و امام محمد کے دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے

وراگر بائع ومشتری اپنے نام سے مشہور لوگوں میں ہوں جیسے طاؤس وعطار ومشریح اوران کے مثل لوگ تو فقط ان کا نام ایک کافی ہے اورنسب کے ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے اوراگر بائع ومشتری کا نام وباپ کا نام ذکر کیااور بجائے دادا کے اس کا قبیلہ ذکر کردیا پس اگر چھوٹا قبیلہ ہے یافخذ حاصل ہے کہ لامحالہ اس میں اس فلاں بن فلاں کے نام سے دوسرااس میں نہ پایا جائے گا تو کافی ہےاوراگر قبیلہ اعلی کا ذکر کیاتو یہ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دادا کا بیان کرنا ضروری ہےاوراگر دادا کا نام بھی ذکر کیالیکن پھر بھی اس قبیلہمیں اس نام ونسب کا دوسرا بھی ہےتو یہ کافی نہیں ہے پس اس کے ساتھ کسی اور بات کا ذکر کرنا ضروری ہےاوراگراس کااوراس کے باپ کا نام ذکر کیااوراس کے دادا قبیلہ کوذکر نہ کیا بلکہ اس کی صناعت ذکر کردی پس اگراس کی صناعت ایسی ہوکہ اس میں دوسرااس کا شریک نہ ہومثلاً یوں کہا کہ فلاں بن فلاں خلیفہ فلاں بن فلاں قاضی شہرتو یہ تعریف کے واسطے کافی ہےاوراگراس کی صناعت میں اس کا دوسرا شریک ہوسکتا ہوتو امام اعظمؒ کے نزدیک شناخت کے واسطے کافی نہیں ہےاورحلیہ از اسباب شناخت بروجہ تعریف نہیں ہےاس واسطے کہ ایک حلیہ دوسرے سے مشابہ ہوتا ہےلیکن اگر باوجود ذکر ایسے امور کے جن سے تعریف حاصل ہوتی ہے حلیہ بھی ذکر کیا ہوتو یہ اولیٰ ہےاس واسطے کہ اس سے زیادہ تعریف حاصل ہوتی ہےاوراسی طرح سب باتیں جواسباب تعریف میں سے نہیں ہیں ان کا یہی حکم ہے کہ اگران کوتحریر کیاتو یہ اولیٰ ہےاوراگراس کی کنیت تحریر کی اورسوائے اس کے کچھ نہیں لکھاپس اگروہ اس کنیت سے لامحالہ پہچانا جاتا ہےتو یہ کافی ہے جیسے ابوحنیفہ اوران کے امثال اوراگر بلفظ بن فلاں لکھا حالانکہ وہ لامحالہ اس سے پہچانا جاتا ہے جیسے ابن ابی لیلیٰ تو یہ تعریف کے واسطے کافی ہےاوراگر بائع یامشتری آزادکردہ فلاں ہوتو لکھے کہ فلاں ہندی وترکی آزادکردہ فلاں بن فلاں۔ اگروہ شخص جس نے اس کوآزاد کیا خود بھی کسی کا آزاد کیا ہوا ہوتو لکھے کہ لفاں ہندی عتق فلاں ترکی آزادکردہ امیر فلاں بن فلاں اوراگر بائع یا مشتری کسی شخص کامملوک ہوتو لکھے کہ فلاں ہندی یاترکی مملوک فلاں بن فلاں جوکچھ اپنے اس مولیٰ کی طرف سے تمام انواع تجارت کے واسطے ماذون ہے یابجائے مملوک کے غلام فلاں لکھےاور باندی کی صورت میں لکھے کہ فلانہ ہندیہ باندی فلاں بن فلاں بن فلاں اورمکاتب میں لکھے کہ فلاں ہندی مکاتب فلاں بن فلاں اورمکاتبہ باندی کولکھے کہ فلانہ ہندیہ مکاتبہ فلاں بن فلاں بن فلاں۔ پھرتحریر کرے جودار خریدا گیا ہے اس کے حدود اربعہ سب اگرچہ یہ دار معروف مشہور ہواور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر دار معروف ومشہور ہوتو اس کے حدودتحریر کرنے کی ضرورت نہیں اور یہ نہ لکھے کہ یہ دار ملک بائع ہے کہ یہ تحریر کرنا مشتری کے حق میں اچھا نہیں ہےاس واسطے کہ اگر یہ تحریر کیا تو مشتری ملک بائع کا مقر ہوجائے گا۔ پھراگر کسی وقت مشتری کے ہاتھ سے یہ دار استحقاق میں لے لیا گیا تو امام زفراوراہل مدینہ کے قول کے موافق مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس نہیں لے سکے گااس واسطے کہ مشتری کی طرف سے بائع کی ملکیت کا اقرار اس پرثمن واپس نہ لینے کے حق میں حجت ہوگا پس ایسا نہ لکھنا چاہئے کہ یہ دار بائع کی ملک ہے تاکہ نظر بجانب مشتری ان لوگوں کے قول سے احتراز ہواور یہ بھی نہ لکھے کہ وہ بائع کے قبضہ میں ہےاور یہ ہمارے علماءو عامہ اہل شروط کے نزدیک ہےاورشیخ ابوزید شروطی اس کوتحریر کرتے تھے کہ وہ بائع کے قبضہ میں ہےاور ہمارے علماء نے اس تحریر سے حجت پکڑی ہے جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کی تحریر میں تحریر فرمائی ہے کہ آپ نے عداء بن خالد بن ہودہ سے غلام خریدااو راس میں یہ تحریر نہیں فرمایا کہ یہ غلام اس کے قبضہ میں ہےاور یہ حجت ہے کہ شاید دونوں ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کریں تو بائع کے قبضہ کا اقرار اس کی ملکیت کا اقرار چاہتا ہے کیونکہ قبضہ ظاہری دلیل ملک ہے پس درحالیکہ مشتری سے یہ دار استحقاق میں لیا جائے مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن بنابرقول امام زفروابن ابی لیلیٰ وعلمائے مدینہ اختیار کرنے کے واپس نہ لے سکے گاپس نظر بجانب مشتری اس بات سے جوہم نے بیان کی ہے احتراز کے واسطے ایسا تحریر نہ کرے لیکن یہ لکھ دے کہ بائع نے بیان کیا کہ یہ داراس کی ملک اوراس

کے قبضہ میں ہے جیسا کہ ہم نے اوّل فصل میں ذکر کیا۔ پھر امام محمدؒ نے اصل میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ تحریر میں کس حد سے شروع کیا جائے اور شیخ ابو یوسفؒ بن خالد و ہلال دونوں فرماتے تھے دروازہ کی حد سے شروع کیا جائے پھر وہ حد بیان کرے جو اندر جانے والے کے دائیں ہاتھ پڑتی ہے پھر جو اس کے متصل ہے آخر تک اسی لحاظ سے بیان کرے اور امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ پہلے جو نزدیک قبلہ بجانب مشرق ہو لکھے پھر جو نزدیک قبلہ بجانب مغرب ہو پھر قبلہ کے دائیں طرف کی حد پھر قبلہ کے بائیں طرف کی حد تحریر کرے اور بعض علماء نے کہا کہ جانب غربی سے شروع کرے اور اگر اس ترتیب کو ترک کر کے اسی طور سے لکھا جیسا اس زمانہ میں تحریر کرتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ مقصود معرفت ہے وہ ان حدود اربعہ کے ذکر سے حاصل ہو جاتی ہے اور سمتی و ہلال دونوں تحریر حد میں لکھتے تھے کہ حد اوّل تا دار فلاں منتہی ہوتی ہے اور امام محمدؒ فرماتے تھے کہ یلے الی دار فلاں یعنی نزدیک بدار فلاں میرے نزدیک پسندیدہ ہے اس واسطے کہ منتہی کا لفظ فرجہ و واسطہ کی نفی نہیں کرتا ہے اور یلی لکھنا واسطہ کی نفی کرتا ہے اگرچہ فرجہ کی نفی نہ کرتا ہو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلینی منکم اولوالارحام والنھی یعنی نماز کی صف میں تم لوگوں میں سے جو لوگ صاحب علم و دانش ہیں وہ مجھ سے قریب رہیں پس یلی سے مراد آپ کا قرب ہے اتصال نہیں ہے اور بعض لوگوں نے فرمایا کہ ملاصق و ملازق لکھنا بہترین الفاظ میں سے ہے کہ فرجہ و واسطہ دونوں کی نفی کرتا ہے یہ محیط میں ہے۔

بعد ذکر حدودِ دار کے فقط خرید کا اعادہ کرنا ☆

اگر ہر دو دار کے درمیان گلی ہو تو امام طحاوی نے فرمایا کہ کاتب کو اختیار ہے اور چاہے یوں لکھے کہ اس کی حد اوّل اس گلی تک منتہی ہے جو اس دار ے اور معروف بدار فلاں کے درمیان ہے اور چاہے یوں لکھے کہ حد اوّل اس گلی تک منتہی ہے جو اس دار کے اور معروف دار فلاں کے درمیان فاصل ہے اور امام طحاوی نے فرمایا کہ اوّل سے یہ دوسری تحریر اولیٰ ہے اس واسطے کہ اوّل سے وہم ہوتا ہے کہ شاید گلی ہر دو دار میں سے ہو پس بعض اس دار مبیعہ میں داخل ہو گی حالانکہ محدود میں اس کی حد داخل نہیں ہوتی ہے پس یوں لکھے کہ منتہی اس گلی تک ہے جو اس دار اور دار معروف بفلاں کے درمیان فاصل ہے پھر بعض اہل شروط یوں لکھتے ہیں کہ حد اوّل منتہی تا دار فلاں ہے اور ہمارے اصحاب نے اس کو مکروہ جانا ہے اور فرمایا کہ یوں لکھنا چاہئے کہ منتہی تا دار معروف بفلاں ہے تا دار منسوب بفلاں ہے کیونکہ اگر یوں لکھا کہ منتہی تا دار فلاں ہے تو یہ بائع و مشتری کی طرف سے اس بات کا اقرار ہوگا کہ یہ دار ملک فلاں ہے پھر اگر بائع یا مشتری نے یہ دار اس فلاں سے خرید ا اور پھر کبھی مشتری کے ہاتھ سے کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو اپنا ثمن فلاں سے واپس نہ لے سکے گا بنابر اختیار قول زفر و ابن ابی لیلیٰ و اصحاب مدینہ کے لہٰذا اسی طور سے لکھنا چاہئے جیسا ہم نے بیان کیا ہے تا کہ اس سے احتراز ہو اور ہم نے یہ عبارت کہ اس کی حد اوّل منتہی تا دار فلاں یا ملازق بدار فلاں ہے اس واسطے اختیار کی اور یہ نہ لکھا کہ اس کی حد اوّل دار فلاں ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے دو روایتوں میں سے ایک روایت یہ ہے کہ بیع کی صورت میں محدود میں حد داخل ہو جاتی ہے پس بنابریں اگر مسجد یا عام راستہ حد قرار دی جائے گی تو مودی بفساد بیع ہوگا کیونکہ وہ ایسی دو چیزوں کا جمع کرنے والا ہوگا جس میں سے ایک کی بیع جائز اور ایک کی ناجائز ہے باوجود اجمال ثمن کے اور نیز اگر حد دار فلاں قرار دی گئی اور فلاں نے اپنا دار اس بیع میں اس کے سپرد نہ کیا تو مشتری کے واسطے خیار حاصل ہوگا اور بائع کے واسطے ثمن میں کمی آ جائے گی اس واسطے کہ بعض ثمن بمقابلہ دار خیار کے ہو جائے گا اسی واسطے ہم نے اختیار کیا کہ منتہی ملازق ملاصق یہ الفاظ لکھے اور ہم نے بعد ذکر حدود دار کے فقط خرید کا اعادہ کیا برخلاف بعض اہل شروط کے کہ وہ اعادہ نہیں کرتے ہیں اس واسطے اعادہ کیا کہ اہل زبان کی عادت ہے کہ جب خبر و مخبر عنہ کے درمیان عبارت زائد آ جاتی ہے تو پھر بہ نظر تاکید و زود فہمی کی خبر کا اعادہ کرتے ہیں پھر امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر کیا کہ اس سے وہ دار خرید ا جو مقام فلاں میں

واقع ہے اور اہل شروط کہتے ہیں کہ وہ تمام دار خرید ا اس واسطے کہ ہوسکتا ہے کہ دار کا لفظ ذکر کیا جائے اور اس سے بعض دار مراد ہو کہ کل کا نام اس کے ٹکڑے پر اطلاق کرنا جائز ہوتا ہے پس انہوں نے لفظ تمام یا کل اس وہم کے دور کرنے کے واسطے لکھ دیا اور امام محمدؒ نے بھی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ دار جو ہماری اس تحریر میں محدود مذکور ہے خرید ا اور ہلال دشمنی فقط یوں لکھتے تھے کہ جو اس تحریر میں محدود مذکور ہے اور دووں نے اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ ہماری اس تحریر میں تحریر کی اضافت بجانب بائع ومشتری ہوتی ہے پس یہ دونوں کی طرف سے اقرار ہوگا کہ یہ تحریر دونوں کی ملک ہے پس ایسا نہ ہو کہ بائع اس سے جھگڑا کرے کہ یہ تحریر بائع کے پاس رہے اور مشتری کے پاس رہنے میں مانع ہو جائے پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے یوں لکھا کہ جو اس تحریر میں محدود مذکور ہے اور نیز ذکر کیا کہ اس طرح تحریر کرے کہ دار محدودہ بجمیع حدود آن خرید کیا اور ایسا ہی امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ تحریر کرتے تھے اور امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ بحدود آن تحریر نہ کرے اس واسطے کہ اگر اس نے اس طرح تحریر کیا تو حد بیع میں داخل ہو جائے گی اور اس میں فساد ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاس یہی ہے جو امام ابو یوسفؒ نے بیان کیا لیکن ہم نے قیاس کو بسبب عرف کے ترک کیا کیونکہ عرف میں ایسا تحریر کرنے میں اور یہ مراد نہیں لیتے ہیں کہ بحدود آن کہنے سے حد بیع میں داخل ہے بلکہ یہ مراد ہوتی ہے کہ ماسوائے حد کے بیع میں داخل ہے اور ابو زید شروطی نے اپنی شروط میں ذکر کیا کہ بحدود آن کہنے سے حدود کی بیع میں داخل ہونے یا نہ ہونے میں قیاس واستحسان جاری ہے پس قیاس یہ ہے کہ حد بیع میں داخل ہو جائے اور استحسان یہ ہے کہ داخل نہ ہوگی پس جب بحکم استحسان بنا برقول امام ابو یوسفؒ کے باوجود ذکر بحدود آن کے حد بیع میں داخل نہ ہوئی تو بدون ذکر اس قول کے بنا برقول امام ابو یوسفؒ بدرجہ اولیٰ حد بیع میں داخل نہ ہوگی پس یہ جو شیخ ابو زید نے ذکر کیا ہے یہ ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے ہوگی کہ استحساناً حد بیع میں داخل نہ ہوگی اور میں نے بعض نسخہائے شروط میں دیکھا کہ جب اس طرح تحریر کرے کہ اس دار کی حدود میں سے ایک حد دار فلاں ہے اور اسی طرح دوم وسوم و چہارم کو ذکر کرے تو ایسی حالت میں یوں نہ لکھے کہ مشتری نے یہ دار بحدود آن خرید کیا اس واسطے کہ حد بیع میں داخل ہو جائے گی اور جب اس طرح لکھے کہ اس کے حدود میں سے ایک حد منتہی تا دار فلاں ہے یا ملازق دار فلاں ہے تو یوں لکھے کہ اس دار کو بحدود آن خرید کیا اور ہمارے بعض محققین مشائخؒ نے شرح کتاب الشروط میں ذکر کیا کہ اس طرح لکھنے میں کہ اس کے حدود میں سے ایک حد ملازق دار فلاں یا ملاصق دار فلاں ہے احتیاط نہیں ہے بلکہ اس میں ترک احتیاط ہے اس واسطے کہ جب امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک اور دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد بیع میں داخل نہ ہوئی تو طرف ملازق بدار فلاں ملک بائع پر باقی رہے گی پس مشتری اس میں عمارت بنانے وغیرہ کا کچھ تصرف نہ کر سکے گا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری اس میں جو کچھ تصرف کرے اس کو توڑ دے اور جو اس میں عمارت بنا دے اس کو گرا دے اور اس میں جیسا ضرر عظیم مشتری کے حق میں ہے وہ ظاہر ہے اور نیز اس سے شفعہ بجوار کا حق باطل ہوگا اس واسطے کہ دار مبیعہ و دار جوار میں ایک کنارہ فاصل رہ گیا ہے جو ہنوز داخل بیع نہیں ہوا ہے اور اگر دار جوار فروخت کیا گیا اور اُس کی حد میں لکھا گیا کہ لزیق دار فلاں ہے تو یہ کذب ہوگا پس اس میں ترک احتیاط ہے اور اگر ہم نے اس طرح تحریر کیا کہ اس دار کی حدود میں سے ایک حد دار فلاں ہے تو امام ابو یوسفؒ سے دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق اس میں بھی ترک احتیاط ہے کہ حد بیع میں داخل ہوئی جاتی ہے اور اس جہت سے بائع ومشتری دونوں فلاں کے واسطے اس دار کی ملکیت کے مقر ہوئے جاتے ہیں کہ اگر کبھی دونوں میں سے کوئی اس دار کو خرید ے اور وہ مشتری کے پاس سے استحقاق ثابت کر کے لے لیا جائے تو بنا بر اختیار قول زفر وابن ابی لیلیٰ وعلمائے مدینہ کے مشتری اپنا ثمن بائع فلاں سے واپس نہیں لے سکتا ہے پس ثمن واپس لینے کا دروازہ بند ہوا جاتا ہے لیکن بات اتنی ہے کہ یہ امر موہوم ہے اور نیز امام محمدؒ نے ذکر کیا کہ لکھے کہ اس

دار کی زمین اور اس کی عمارت پس امام محمدؒ نے زمین کا لکھنا ذکر کیا حالانکہ لفظ دار لامحالہ اس اراضی پر اطلاق کیا جاتا ہے پس اس کو بطریق تاکید بیان کیا ہے رہا عمارت کا ذکر لکھنا سو اس کا ذکر کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ لفظ دار کا اطلاق[1] خواہ مخواہ عمارت پر نہیں ہوتا ہے اور امام محمدؒ نے یہ ذکر نہ کیا کہ اس کی عمارت بالائی و زیریں کے ساتھ اور متاخرین نے یہ اختیار کیا ہے کہ اس کو ذکر کرے اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ جب اس نے عمارت بالائی کا ذکر نہ کیا تو یہ وہم دور نہ ہوگا کہ شاید عمارت بالائی غیر بائع کی ملک ہو اور جب عمارت زیریں کا ذکر نہ کیا تو یہ وہم دور نہ ہوگا کہ شاید دار کے نیچے سرداب ہو وہ غیر بائع کی ملک ہو پھر واضح ہو کہ شیخ ہلال و شمنی لکھتے تھے کہ سفلہ و علوہ اور یہ نہیں لکھتے تھے کہ سفلہا و علوہا اور دونوں نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ علوہ و سفلہ میں ضمیر مذکور راجع بجانب بناء ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ دونوں بائع کی ملک ہیں پس اپنی ملک فروخت کرنے والا ہوگا اور سفلہا و علوہا میں ضمیر مؤنث راجع بجانب دار ہے اور دار نام اس زمین کا ہے پس شاید کوئی وہم کرنے والا وہم کرے کہ اس کا علو یعنی بالائی تا آسمان مراد ہے پس ہوا کا فروخت کرنے والا ہوگا اور ہوا کی بیع جائز نہیں ہے پس اس واسطے دونوں نے علوہ و سفلہ لکھنا اختیار کیا اور ان دونوں کے سوائے اور علماء نے سفلہا و علوہا لکھنا اختیار کیا ہے اور ایسا ہی شیخ ابوزید شروطی تحریر فرماتے تھے اور ان علما نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات زمین دار کے نیچے تہ خانہ ہوتا ہے اور سفلہ لکھتے ہیں ضمیر راجع بجانب بناء ہوگی اور بناء کا لفظ تہ خانہ کو شامل نہیں ہے پس یہ معلوم نہ ہوگا کہ آیا سرداب اس کا ہے یا نہیں اور آیا بیع میں داخل ہوا ہے یا نہیں اور سفلہا کی ضمیر مونث راجع بجانب عرصہ دار ہے پس معلوم ہوگا کہ تہ خانہ اس کا ہے اور بیع میں داخل ہو گیا ہے اور رہا علوہا کو بضمیر مونث اس واسطے لکھا کہ یہ وہم دور ہو جائے کہ شاید علو دوسری عمارت پر نہ ہو اور دوسرے کو اس پر بالا خانہ قائم کرنے کا استحقاق نہ ہو اور یہ جو وہم بیان کیا کہ بالائی تا آسمان بیع میں داخل ہونے کا وہم نہ ہو یہ فاسد ہے اس واسطے کہ ہر ایک اس بات کو جانتا ہے کہ اس سے جو چیز بیع میں داخل ہوا کرتی ہے اس کے سوائے مراد نہیں ہوتی ہے بلکہ وہی مراد ہوتی ہے جو داخل عقد بیع ہوتی ہے اور وہ عمارت ہے پھر امام محمدؒ نے صرف اس کا راستہ ذکر کیا اور اس کے آخر میں یہ نہ لگایا کہ اس کا راستہ جو اس کے حقوق سے ہے اور اہل شروط اس لفظ کو بھی آخر میں لاحق کرتے ہیں کہ راستہ جو اُس کے حقوق سے ہے کذا فی الذخیرہ اور امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اکثر اہل شروط طریق کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور مختار ہمارے نزدیک یہ ہے کہ یہ ترک کیا جائے اور اسی طرح مسیل کا بھی ذکر ترک کرنا ہمارے نزدیک مختار ہے اس واسطے کہ اگر انہوں نے طریق کو مطلقاً ذکر کیا تو یہ عام راستہ کو بھی شامل ہوا جس کی بیع جائز نہیں ہے اسی طرح مسیل میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پرنالہ عام راستہ کے جز و میں لگایا جاتا ہے پس جب اُس کو مطلقاً ذکر کیا تو بیع میں ایسی چیز داخل ہو جائے گی جس کی بیع جائز نہیں ہے پس عقد بیع فاسد ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اس دار کا راستہ اور اس کی مسیل آب جو اس کے حقوق میں سے ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دار کا کوئی خاص راستہ ایسا نہیں ہوتا ہے جو اس کے حقوق میں سے ہو پس عقد بیع میں معدوم و موجود کا جمع کرنے والا ہوگا اور اس سے عقد فاسد ہوتا ہے پس نہایت بہتر یہ ہے کہ طریق و مسیل کا بالکل ذکر ہی نہ کرے اس واسطے کہ مقصود لفظ مرافق ذکر کرنے سے حاصل ہے کہ اگر اس دار کا خاص راستہ و خاص مسیل آب ہوگی تو مرافق کے ذکر کرنے سے بیع میں داخل ہو جائے گی اور اگر نہ ہوگی تو لفظ مرافق ان دونوں کے سوائے باقی مرافق کی طرف راجع ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور بعض متاخرین اہل علم نے فرمایا کہ اگر اس دار کا بالکل کوئی راستہ نہ ہو یا دار کا دروازہ عام راستہ پر ہو تو جس طرح امام طحاوی نے فرمایا ہے احتیاط اسی میں ہے کہ ذکر طریق ترک کرنا چاہئے تا کہ ایسی چیز کا بائع نہ ہو جائے جس کا وہ مالک نہیں ہے اور دروازہ دار عام راستہ پر نہ

[1] اس میں تامل ہے اس واسطے کہ ایک جماعت فقہاء کے نزدیک دار عمارت بنی ہوئی زمین کو کہتے ہیں جیسے صیغہ بغیر عمارت ہے ۱۲

ہوتو طریق کے ذکر کرنے ہی میں احتیاط ہے اس واسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق راستہ بدون ذکر کرنے کے داخل بیع نہیں ہوتا ہے سوائے ایک روایت کے جس کو امام خصاف نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے پس احتیاط اسی میں ہے کہ طریق کا ذکر کر دیا جائے لیکن اس کے آخر میں یہ لفظ ذکر کر دیا جائے کہ جو اس کے حقوق میں سے ہے اور اگر اس کا راستہ بجانب راستہ عام نافذ ہو تو لکھے کہ مع اس کے راستہ کے جو راستہ عام تک نافذ ہے اور اگر اس کے ساتھ یہ ملایا جائے کہ جو اس کے حقوق سے ہے تو یہ اولیٰ ہے اور اس کے مسیل آب کا بھی ذکر کرے اور اس کے آخر میں جو اس کے حقوق سے ہے لاحق نہ کرے اور بعض اہل شروط مسیل آب کے ساتھ بھی جو اس کے حقوق سے ہے یہ لفظ لاحق کرتے ہیں اور بعض متاخرین نے مسیل آب میں بھی ویسا ہی بیان کیا ہے جیسا طریق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اگر اس دار کے واسطے مسیل آب بالکل نہ ہو یا ہو مگر پرنالہ عام راستہ پر ہو تو مسیل آب کا ذکر نہ کرے اور اگر پرنالہ عام راستہ پر نہ ہو تو لکھے کہ مع اس کے مسیل آب کے اور اس کے آخر میں یہ ملا دے کہ جو اس کے حقوق میں سے ہے اس واسطے کہ جائز ہے کہ مسیل آب اس جگہ سے عام راستہ تک ہو پس عام راستہ کا فروخت [1] کرنے والا ہو جائے گا اور اس واسطے کہ بسا اوقات موضع مسیل آب یعنی رقبہ پرنالہ و موری بائع کی ملک نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کو فقط پانی بہانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے پس اگر آخر میں جو اس کے حقوق میں سے ہے یہ لفظ نہ ملایا جائے تو موہم ہوگا کہ داخل بیع رقبہ ہے اور یہ جائز نہیں ہے اور مرافق کا بھی ذکر کرے اس واسطے کہ دار کے واسطے سوائے مسیل آب و طریق کے اور بھی مرافق ہوتے ہیں پس اگر مرافق کا ذکر بھی چھوڑ دیا تو جس قدر ذکر کیا ہے راستہ و مسیل آب کے سوائے باقی مرافق بیع میں داخل نہیں ہوں گے پس منافع اور اس کے حق میں معطل ہو جائیں گے اور امام محمدؒ نے مرافق کے ساتھ حقوق کو لاحق نہیں کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہیں پس یوں لکھتے ہیں کہ مع اس کے مرافق کے جو اس کے حقوق سے ہیں کیونکہ یہ احوط ہے اور نیز امام محمدؒ نے ذکر کیا کہ و کل قیل و کثیر ھو فیھا او منھا یعنی مع ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں یا اس سے ہے اور اہل شروط نہیں لکھتے ہیں بلکہ واو لکھتے ہیں یعنی کل قلیل ھو فیھا و منھا یعنی ہر قلیل و کثیر جو اس میں اور اس سے ہے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کلمہ او تشکیک کے واسطے آتا ہے پس دونوں میں سے ایک چیز غیر معین کو شامل ہوا اور یہ مجہول رہی اور اس طرح مجہول رہی جو جھگڑے میں ڈالتی ہے پس بیع میں خلل واقع ہونے کی موجب ہوئی لیکن امام محمدؒ نے لفظ او حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر وقف کی اتباع کر کے اختیار کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حصہ غیر کے وقف میں تحریر کیا ہے کہ لا جناح علی من ولیہ ان یاکل او یو کل صدیقا و غیر متمول یعنی اس وقف کے متولی پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ خود کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے درحالیکہ اس کو متمول [2] نہ کر دے اور اس وجہ [2] سے او اختیار کیا کہ کلمہ او کبھی بمعنی واو آتا ہے چنانچہ بولتے ہیں جالس الحسن او ابن سیرین یعنی حسن و ابن سیرین کے ساتھ ہم نشین ہوا اور کتاب اللہ تعالیٰ اس کی موید ہے قال اللہ تعالیٰ و ارسلنا الی مائۃ الف اویزیدون [3] و معنی آیت کے یہ ہیں کہ اور ہم نے اس کو بھیجا بجانب ایک لاکھ اور زیادہ آدمیوں کے اور امام ابو یوسفؒ سے بحرف واو مروی ہے جیسا کہ اہل شروط لکھتے ہیں اور امام محمدؒ نے مع ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں یا اس سے ہے اس جملہ کے ساتھ جو اس کے حقوق سے ہے یہ لفظ لاحق نہیں کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہیں پس لکھتے ہیں کہ مع ہر قلیل و کثیر کے جو اس سے یا اس میں ہے اور اس کے حقوق سے ہے اور ایسا ہی ایک روایت کے موافق امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے اس واسطے کہ لفظ تمام اُس چیز کو شامل ہے جو دار میں موجود ہے خواہ اس کی

1. بعض روایات میں ہے کہ مال جمع کرنا مقصود نہ ہو اور یہاں شرح حدیث سے بعض وجہ مذکور ہے اور حاشیہ سے وجہ دوم ظاہر ہوگئی ۱۲

2. حاصل یہ کہ یہاں یہ مقصود نہیں کہ ان میں سے فقط ایک بات جائز ہے بلکہ مراد یہ کہ چاہے یہ یا وہ جو ہو جائز ہے ۱۲

3. قولہ او الخ اصل یا زیادہ ہے لیکن بے شک جناب باری تعالیٰ ہیں ممکن نہیں لہٰذا یہ تاویل کی اور اصح یہ کہ ہم لوگوں کو فرمایا کہ چار لاکھ اندازہ کر و یا زیادہ ۱۲

بیع جائز ہو یا جائز نہ ہو بنا بر قول امام زفر کے حتیٰ کہ بیع فاسد ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تمام اُن چیزوں کو شامل ہے جو دار میں ایسی ہیں جن کی بیع جائز ہے از قسم متاع ولکڑی وغیرہ کے اور مثل شراب وسور وغیرہ کے جس کی بیع جائز نہیں ہے اس کو شامل نہیں ہے بہر حال احتیاط اس میں ہے کہ یہ لفظ کہ جو اس کے حقوق سے ہے ذکر کر دیا جائے تا کہ بالاتفاق یہ چیزیں داخل بیع نہ ہوں اور زمین کی بیع میں پھل وکھیتی داخل نہیں ہوتی ہے اس واسطے کہ یہ حقوق زمین سے نہیں ہے اور نیز ذکر کیا کہ مع ہر حق کے جو اس دار کے واسطے ثابت ہے اس میں داخل ہے یا اس سے خارج ہے اور ایسا ہی امام ابو حنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ وان کے بعد یوسف بن خالد و بلال لکھا کرتے تھے اور ان کے سوائے ہمارے اصحاب اس طرح لکھتے ہیں کہ مع ہر حق کے جو اس کے واسطے ثابت ہے اس میں داخل ہے اور ہر حق[1] کے جو اس کے واسطے ثابت اس سے خارج ہے اور ان لوگوں نے وجہ یہ بیان کی کہ اگر بطرز اوّل لکھا جائے تو ایسے حق کو شامل ہوگا جو اس میں داخل اور اس سے خارج ہے حالانکہ حق واحدہ میں یہ متصور نہیں ہے کہ داخل بھی ہو اور خارج بھی ہو پس یوں لکھنا چاہئے کہ مع ہر حق کے جو اس کے واسطے ثابت اس میں داخل ہے اور مع ہر حق کے جو اس کے واسطے ثابت اس سے خارج ہے تا کہ جس کو داخل ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہے وہ جدا ہو اور جس کو خارج ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہے وہ جدا ہو اور جس کو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عطف مقتضی ہے کہ جو اوّل مذکور ہوا ہے اس کا تقدیر واعتبار اُاعادہ ہو چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ حر ہے اور وہ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حر ہے پس بحسب تقدیر عبارت یہی ہو گیا کہ گویا یوں کہا کہ مع ہر حق کے جو اس کے واسطے ثابت اس سے خارج ہے کذا فی الذخیرہ اور طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ یہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ یوں لکھا جائے کہ مع ہر حق کے جو اس کے واسطے ثابت اس میں داخل ہے اور مع ہر حق کے جو اس کے واسطے ثابت اس سے خارج ہے یہ مبسوط میں ہے اور امام محمدؒ نے اس کے بعد یہ نہیں لکھا کہ مع اس کی فناء کے اور اہل شروط اس کو لکھتے ہیں اور امام محمدؒ نے اس واسطے اس کو ذکر نہیں کیا کہ امام اعظم کے نزدیک فناء کے ذکر سے بیع فاسد ہوتی ہے اور یہ مسئلہ نوادر بن سماعہ میں مذکور ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ فناء دار بائع کی مملوک ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ اس میں کنواں کھودے اور اپنے چوپایہ باندھے اور بیع میں ایسی دو چیزوں کا جمع کرنا کہ دونوں اس کی مملوک ہوں مفسد بیع نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ فناء دار اس کی مملوک نہیں ہے بدیں دلیل کہ اگر عامہ کے حق میں کنواں کھودنا مضر ہو تو اس کو اس سے ممانعت کی جائے گی پس اگر اسی وجہ سے مملوک بائع تصور کی جائے جس کو صاحبین نے بیان کیا ہے تو اس اعتبار سے جب کہ عامہ کے ضرر ہونے کی صورت میں اس کو ممانعت کی جاتی ہے لازم آتا ہے کہ وہ عامہ کی مملوک جگہ ہو پس وہ بائع اور غیروں کے درمیان مشترک کے مثل ہو جائے گی پھر امام محمدؒ نے ثمن کا ذکر کیا اور کہا کہ بچندیں۔ جاننا چاہئے کہ ثمن ضروری ہے کہ موزون[2] ہوگا یا مکیل یا محدود یا ندروع یا عروض یا حیوان یا عقار پس اگر موزون ہو تو ضروری ہے کہ یا تو نقود میں سے ہوگا جیسے دراہم و دینار وفلوس یا غیر نقود میں ہوگا جیسے زعفران حریر وروئی وغیرہ اور ثیاب۔ پس اگر نقود میں سے ہو پس اگر دراہم ہوں تو لکھے کہ اتنے درم اور ان کی نوع تحریر کرے کہ وہ بالکل چاندی ہے یا اس میں میل ہے اور میل جست ہے یا رانگا ہے دراہم غلہ ہیں یا نقد بیت المال ہے اور ان کی صفت بیان کرے کہ جید ہیں یا ردی ہیں یا درمیانی ہیں اور ان کی قدر بیان کرے کہ چندیں درم موزون بوزن سبعہ یعنی اس میں سے ہر دس درم بوزن سات مثقال میں اور اگر بعض مذکور کی تحریر چاہے پس اگر شہر میں درموں میں ایک ہی نقد ہو تو مطلق بیع اسی طرف راجع ہوگی اور یہ مثل بیان کردہ کے ہو جائے گا پس صفت ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اگر شہر میں نقود مختلفہ موجود

---

[1] ہر حق یعنی مع ہر حق ۱۲

[2] موزون یعنی جو وزن کیا جاتا ہے مانند روپیہ وغیرہ نقود کے کیلی اناج وغیرہ محدود زمین وغیرہ ندروع کپڑا وغیرہ باقی ظاہر ہے ۱۲ منہ

ہوں پس اگر سب کا رواج یکساں ہو اور بعض کو بعض پر فضیلت نہ ہو تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع کو جو قسم چاہے دے دے لیکن کاتب کو کوئی قسم ضرور تحریر کرنا چاہئے واس کا وزن وقدر تحریر کرے اور اگر سب کا رواج یکساں ہو لیکن بعض کو بعض پر فضیلت ہو جیسا کہ غطر یفیہ وعدالیہ تھے تو بیع جائز نہ ہوگی الاّ بعد بیان ایک قسم کے پس کاتب اس کو تحریر کردے جس پر بیع واقع ہوئی ہے اور اس کی صفت وقدر و وزن تحریر کردے اور اگر نقود میں سے کوئی نقد زیادہ رائج ہو تو بیع مطلق اسی طرف راجع ہوگی اور یہ مثل ملفوظ کے ہوگا اور اس کی صفت بیان کرنے کی کوئی حاجت نہ ہوگی لیکن اس کی مقدار و وزن بیان کرنے کی حاجت ہوگی اور اگر ثمن دینار ہوں تو لکھے کہ چندیں دینار اور لکھ دے کہ بخاری ہیں یا نیشاپوری یا ہروی علیٰ ہذا القیاس جیسے ہوں بیان کردے اور یہ بھی بیان کردے کہ مناصفہ ہیں یا قراضات ہیں یا پورے ثابت ہیں ان میں کسر نہیں ہے اور لکھے کہ جید ہیں یا درمیانی یا ردی ہیں اور ان کی قدر بیان کردے اور کیفیت وزن بھی بیان کرے کہ موزوں بوزن مثاقیل مکہ ہیں یا بوزن مثاقیل خوارزم یا سمرقند علیٰ ہذا القیاس جہاں کے وزن پر موزوں ہوں بیان کردے اس واسطے کہ مثقال اکثر شہروں کے مختلف ہیں اور اگر ثمن خالص سونا یا خالص چاندی ہو تو سونا یا چاندی لکھ دے اور اس کی نوع وصفت و وزن ضروری بیان کردے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے لیکن اس میں درم و دینار کا نام نہ لے اس واسطے کہ درم و دینار کا لفظ غیر مضروب پر نہیں بولا جاتا ہے پس سونے کی صورت میں یوں لکھے کہ خالص طلائے سرخ جید خالی از آمیزش کے اس قدر مثقال اور اگر سونے میں میل ہو تو اس کو بیان کردے کہ وہ وہی ہے یا وہ ہی نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس اور اسی طرح چاندی کی صورت میں لکھے کہ اس قدر درم وزن چاندی خالص بے میل کھری جید اور باوجود اس کے لکھے کہ طمغاچی ہے یا کلیجہ ہے کیونکہ چاندی ان دو قسموں کی ہوتی ہے اسی طرح باقی وزنیات میں جس پر عقد واقع ہوا ہے اس کو اور اس کی نوع وصفت وقدر بیان کردے اور اگر ثمن کیلی ہو تو جس پر عقد واقع ہوا ہے اس کو تحریر کرے مثلاً گیہوں پر عقد ہوا تو گیہوں لکھے اور اس کی نوع کہ سقیر یا بریہ ہیں نسف کے ہیں یا بخارا کے ہیں اور اس کی صفت بیان کرے کہ سرخ ہیں یا سپید ہیں جید ہیں یا درمیانی ہیں یا ردی ہیں اور اس کی مقدار لکھے کہ فلاں قفیز سے اس قدر پیمانہ ہیں اور جو کی صورت میں بھی اسی طرح نوع وصفت ومقدار قفیز فلاں بیان کردے اور گیہوں و جو میں وزن نہ لکھے اس واسطے کہ یہ دونوں نص سے کیلی ہیں اور حکم منصوص کا تغیر کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب البیوع میں کیلی چیزوں کی بیع سلم بحساب وزن کے اور وزنی چیزوں کی بیع سلم بحساب کیل کے قرار دے کر دراہم دینے میں ہمارے اصحاب سے دو روایتیں ہیں جس نے روایت کی ہے کہ یہ جائز ہے اور طحاوی نے روایت کی ہے کہ یہ جائز نہیں ہے پس احتیاط اسی میں ہے کہ کیل کا ذکر کیا جائے تا کہ اختلاف سے نکل جائے اور یہ اس صورت میں ہے کہ گیہوں یا جو فی الحال دینا ٹھہرے ہوں اور اگر ان کے واسطے میعاد ٹھہری ہو تو باوجود ان باتوں کے جو ہم نے ذکر کردی ہیں مدت کی مقدار بھی ذکر کرے اور ادا کرنے کی جگہ بھی ذکر کردے تا کہ امام اعظمؒ کے قول سے احتراز ہو جائے اور اگر ثمن معدودات میں سے ہو پس اگر یہ چیز اثمان میں سے ہو یعنی غیر معین تبعین ثمن ہو جیسے غطارف وعدلیات تو غطارف میں لکھے کہ اتنے درم غطریفیہ بخاریہ معدودہ سیاہ جید اور عدلیات میں لکھے کہ اتنے درم عدلیہ رسمیہ رائجہ بخاریہ معدودہ اور ان کی نوع بھی بیان کردے بشرطیکہ انواع مختلفہ ہوں اور اگر یہ نقد مختلف شہروں میں مختلف ہو تو لکھ دے نقد شہر فلاں اور اگر ثمن مذروعات میں سے ہو جیسے کرپاس کتان وغیرہ پس اگر معین ہو تو اس کے عوض بیع جائز ہے اور اس کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے پس اس کو تحریر میں ذکر کرے اور اس کی صفت بیان کردے اور لکھ دے کہ معین اس عقد کی مجلس میں حاضر کردہ شدہ جس کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے اور اگر غیر معین ہو پس اگر فی الحال دینا ٹھہرا ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر میعاد سے ٹھہرا ہو تو مثل سلم کے جائز ہے پس جس پر عقد واقع ہوا ہے مثلاً کرپاس پر اس کو ذکر کردے اور اس کی نوع اور اس کی موٹائی و باریکی بیان کردے اور اس کا تانا کہ پانچ صدی ہے یا چھ صدی وغیرہ ہے بیان کر

دے اور اس کی مقدار ذکر کرے اور مقدار اس کے گزوں کی بیان سے ہوتی ہے اور ذراع کو بیان کر دے کہ ذراع ملک یا ذراع کر پاس یا ذراع مساحت وغیرہ مثلاً اور مدت اور مقدار مدت بیان کرے اور اگر اس کے واسطے بار برادری وخرچہ ہو تو ادا کرنے کی جگہ بیان کر دے تا کہ امام اعظمؒ کے قول سے احتراز ہو اور اگر ثمن کوئی ایسا اسباب ہو یا حیوان ہو جس کے دینے کے واسطے مدت مقرر کرنا بالکل جائز نہیں ہے اور وہ بطور قرضہ کے ذمہ نہیں ثابت ہو سکتا ہے تو اس کا ثمن ہونا جبھی صحیح ہے کہ اس کو معین کر دے یعنی حاضر کر دے اور جس صورت میں ثمن معین ہو وہاں اشارہ ضروری چاہئے ہے اس واسطے کہ حاضر معین کا اعلام اشارہ سے ہوتا ہے پس اس بات کو تحریر میں بیان کر دے پس اس کی صفت بیان کر دے اور بیان کر دے کہ یہ چیز مجلس عقد ہذا میں حاضر اور اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اگر ثمن محدودات میں سے ہو جیسے دار واراضی وغیرہ تو اس کا اعلام اس کے حدود کے بیان سے ہوگا پس لکھے کہ دار واقعہ موقع فلاں اس کے حدود بیان کر دے بعوض دار واقعہ موقع فلاں اس کے حدود بھی بیان کر دے خرید کیا اور جب قبضہ کا ذکر کرنے کے مقام تک پہنچے تو لکھے کہ اور ہر ایک نے ان دونوں متعاقدین میں سے وہ تمام دار جس کو اس نے خرید کیا ہے بنا بر مذکورہ تحریر ہذا کے دوسرے سے لے کر اس کے سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور درک کے تذکرہ کے وقت لکھے کہ ان دونوں متعاقدین میں سے جس کو کچھ درک اس چیز میں لاحق ہو جس کو اس نے اس دوسرے سے خریدا ہے تو چنین و چنان ہوگا جس کا بیان آگے آتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ امام اعظمؒ و ان کے اصحاب امام ابو یوسف و امام محمد و نیز ان کے بعد حلال اس تحریر کے بعد یہ نہیں لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید کیا اور ابو زید شروطی اور ان کے بعد بعض اہل شروط اس کے بعد لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید کیا جو قطعی ہے جس میں کوئی شرط نہیں ہے اور نہ خیار ہے نہ فساد ہے نہ عدت[1] وفا ہے اور نہ بطریق رہن ہے نہ بطور تلجیہ ہے بلکہ ایسی بیع ہے جیسے مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور یہ اس واسطے لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خریدا کہ ان دونوں کی غرض خرید صحیح ہے پس بر وجہ تاکید مقصود لکھ دیتے تھے اور قطعی ہونے کی صفت اس واسطے بیان کر دیتے تھے تا کہ معلوم ہو کہ یہ بیع دوسرے کی اجازت پر موقوف نہیں ہے اور کوئی شرط نہ ہونا اس واسطے لکھ دیتے تھے کہ دونوں میں سے کوئی پیچھے یہ دعویٰ نہ کر سکے کہ بیع مذکور بشرط فاسد تھی کیونکہ اگرچہ ظاہر الروایۃ کے موافق منکر شرط کا قول قبول ہے لیکن نوادر کی روایت کے موافق قول مدعی فساد کا قبول ہے پس احتیاطاً اس کو لکھ دینا چاہئے اور نیز یہ تحریر کہ اس میں فساد نہیں ہے اور نہ وعدۂ وفا اور نہ سوا اس کے اس واسطے ہے کہ روایت نوادر کے موافق مدعی فساد کا قول قبول ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت زائل ہونے سے منکر ہے پس احتیاطاً اس کو لکھنا چاہئے اور امام طحاوی فرماتے تھے کہ یہ نہ لکھا جائے کہ اس میں خیار نہیں ہے کیونکہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بائع و مشتری جب تک ایک مجلس میں موجود رہیں تب تک ان کو خیار باقی رہتا ہے پس بنا بر اس قول کے یہ شرط کہ اس میں خیار نہیں ہے شرط خلاف مقتضائے عقد بلکہ مقتضائے عقد کے تغیر کرنے والی ہوگی پس اگر یہ شرط تحریر کی تو شاید واقعہ ایسے حاکم کے پاس پیش ہو جس کا یہی مذہب ہے تو وہ اس بیع کو باطل کر دے گا اور امام طحاوی نے فرمایا لیکن یہ لکھا جائے کہ ایسی بیع ہے جیسے مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے یہ تبرکاً بہ سنت لکھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگاہ عداء بن خالد بن ہودہ سے خرید غلام کی تحریر لکھوائی تو حکم دیا کہ یہ لفظ تحریر کرے کذا فی الذخیرہ اور ہمارے اصحاب نے خرید صحیح و بیع مسلمان بدست برادر مسلمان و نیز اس میں فساد نہیں ہے وغیر ذلک اس واسطے نہ لکھا کہ اگر یہ عبارت لکھی جائے تو مشتری کی طرف سے صحت بیع اور مبیع ملک بائع ہونے کا اقرار ہوگا پھر اگر اس کے بعد مشتری کے پاس مبیع استحقاق میں لے لی گئی تو بنا بر قول زفر و ابن ابی لیلیٰ و علمائے مدینہ کے مشتری کو بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہ ہوگا اور اگر دونوں میں بیع فسخ ہوئی پھر وہ عود کر کے مشتری کے قبضہ میں آئی تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ بائع کے

[1] یعنی جب بائع ثمن ادا کر دے تو مشتری مبیع اس کو واپس کر دے ۱۲ منہ

سپرد کرے پس اس کو تحریر نہ کرے گا جیسے ملک بائع ہونا تحریر نہیں کرتا ہے پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ فلاں بن فلاں یعنی مشتری نے تمام ثمن نقد ادا کیا اور بائع کو ادا کر کے اس سے بری ہو گیا اور وہ اس قدر یعنی درم وزن سبعہ کے ہیں اور صرف اس تحریر پر اکتفا نہ کیا کہ فلاں نے ثمن ادا کر دیا اس واسطے کہ اگر بائع کا قبضہ کرنا تحریر نہ کیا اور پھر اس کے بعد بائع نے کہا کہ تو نے مجھے نقد دیے تھے لیکن میں نے ان پر قبضہ نہیں کیا تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی پس امام ابو یوسفؒ کے قول سے احتراز کے واسطے بائع کا قبضہ کر لینا تحریر کرے پھر امام محمدؒ نے اختیار کیا کہ بری الیہ منہ یعنی مشتری کی جانب سے ثمن مذکور بائع کو دے کر مشتری کو بریت حاصل ہو گئی اس واسطے یہ اختیار کیا کہ یہ لفظ جامع واوجز ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بریت کی ابتدا مشتری کی طرف اور انتہا بائع پر ہوئی اور یہ دینے اور قبضہ کرنے سے ہو گی اور اس سے قبضہ صحیح ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر بائع کسی کی طرف سے بیع کا وکیل ہو تو بعض علماء کے قول کے موافق مشتری اس کو ثمن دے کر ثمن سے بری نہ ہو گا تاوقتیکہ وکیل مذکور اپنے موکل کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا مختار نہ ہو اور جب یہ لکھا گیا کہ مشتری بائع کو ثمن دے کر بری ہو گیا تو یہ قبضہ اور صحت قبضہ کا اقرار ہے اور یوسف بن خالد یوں لکھتے تھے کہ فلاں یعنی مشتری فلاں یعنی بائع کو تمام ثمن جو اس تحریر میں مذکور ہے دے کر بری ہوا درحالیکہ فلاں بن فلاں نے اس سے لے کر بھرپور اس پر قبضہ کر لیا اور وہ اس قدر ایسے درہم وزن سبعہ ہیں اور اس طرح اس واسطے لکھتے تھے کہ بری الیہ منہ کہنے سے اگرچہ از راہ معنی بائع کا قبضہ ثابت ہوتا ہے لیکن بحسب نص ظاہر ثابت نہیں ہوتا اور معنی پر ہر شخص کو وقوف حاصل نہیں ہے پس چاہئے کہ اس طرح لکھ دے کہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا تاکہ تصریح قبضہ کرنا اور معنی قبضہ کرنا ثابت ہو جائے کہ یہ امر واضح ہے اور جھگڑے کے دور کرنے کے واسطے ظاہر ہے اور ابو زید شروطی اس طرح لکھتے ہیں کہ فلاں بن فلاں یعنی بائع نے فلاں بن فلاں یعنی مشتری سے تمام ثمن جو اس تحریر میں مذکور ہے بھرپور وصول پایا بایں طور کہ فلاں بن فلاں نے اس کو دیا اور مشتری اس ثمن کو اس کو دے کر بری ہو گیا اور وہ چندیں درم وزن سبعہ ہیں یہ محیط میں ہے۔ کیونکہ ہرگاہ قبضہ کی تصریح واجب ہوئی تو دینے کی تصریح بھی واجب ہے تاکہ بائع کا قبضہ مشتری کے دینے سے ہو کیونکہ بنابر قول شیخ بن ابی لیلیٰ کے جس شخص نے اپنے قرض دار کے مال سے اپنے حق کی جنس پر قابو پایا تو اس کو لے لینا روا نہیں ہے اور اگر لے لیا تو مالک نہ ہو گا بلکہ غاصب ہو گا پس مشتری کا دینا تحریر کرے تاکہ قول بن ابی لیٰ سے احتراز ہو اور طحاوی تحریر فرماتے تھے کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں کو تمام ثمن سب بھرپور دیا کہ اس سے لے کر فلاں نے قبضہ کر لیا اور اس کو پورے ثمن سے بری کر دیا کیونکہ ہرگاہ قبضہ اور دینے دونوں کی تصریح واجب ہوئی تو دینا قبضہ سے مقدم ہونا چاہئے ہے اس واسطے کہ قبضہ کرنا دینے کا حکم ہے اور حکم چاہئے کہ سب سے موخر ہو پس واجب ہے کہ دینا قبضہ سے پہلے ہو لیکن جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اس میں ایک طرح کا خلل یہ ہے کہ قولہ اور اس کو پورے ثمن سے بری کر دیا یہ ابتدائے بریت کا مقتضی ہے نہ بریت بقبضہ کا اور بائع اگر مشتری کو ثمن سے بعد ثمن وصول کرنے کے بری کرے تو بری کرنا صحیح ہو گا اور بائع پر واجب ہو گا کہ جو ثمن اس نے وصول کیا ہے اس کو واپس کر دے پس اصوب یہ ہے کہ یوں تحریر کرے کہ فلاں نے ثمن تمام بھرپور فلاں کو دیا اور فلاں نے اس سے لے کر قبضہ کر لیا اور فلاں اس کو دے کر اس سے بری ہو گیا اور وہ چندیں درم وزن سبعہ میں پس دینا قبضہ سے مقدم ہو گا اور بریت اس کو دے کر حاصل ہونے سے صحت قبضہ ثابت ہو جائے گی اور بریت ابتدائیہ کا وہم بھی دور ہو جائے گا اور تمام سب بھرپور لکھنا تاکید کے واسطے ہے اور ایسی تحریر میں تاکید کے واسطے زوائد عبارات لکھی جاتی ہیں اور امام محمدؒ نے تحریر میں قبضہ مبیع نہیں لکھا حالانکہ جس طرح قبضہ ثمن تحریر کرنے کی ضرورت ہے کہ مشتری کے واسطے حجت ہو اسی طرح قبضہ مبیع تحریر کرنے کی حاجت ہے کہ بائع کے واسطے حجت ہو پس اس کا لکھنا ضروری ہے اور اہل شروط نے اس کی عبارت میں اختلاف کیا ہے پس سمتی[1] و ہلال و ابو زید شروطی اس طرح تحریر کرتے تھے کہ فلاں بن

---

[1] قولہ سمتی بسین مہملہ و بعد میم کے تاء فوقانیہ مراد اس سے شیخ یوسف بن خالد ہیں ۱۲

فلاں نے فلاں بن فلاں کو تمام دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا سپرد کیا اور امام طحاوی اس طرح لکھتے تھے کہ فلاں نے فلاں کو تمام وہ چیز جس پر عقد واقع ہوا جس کا بیان اس تحریر میں ہے سپرد کیا اور یہ احسن ہے اور لفظ سپرد کر دینا اختیار کیا اور یہ نہ لکھا کہ فلاں نے قبضہ کیا اس واسطے کہ قولہ فلاں نے قبضہ کیا اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا ہے کہ بائع نے مشتری کو قبضہ دار کی اجازت دی ہے اور بعض لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ مشتری بعد ادائے ثمن کے مبیع پر قبضہ کرنے کا مختار نہیں ہے تاوقتیکہ بائع اس کو اجازت نہ دے اور اگر بغیر اس کی اجازت کے قبضہ کر لیا تو مثل غاصب کے ہوگا اور بائع اختیار ہوگا کہ اس کے قبضہ سے نکال لے پس علمائے موصوف نے سپرد کر دینے کا لفظ اختیار کیا کہ یہ لکھا جائے کہ اس سے بائع کا قبضہ کی اجازت دینا سمجھا جاتا ہے تا کہ اس قائل کے قول سے احتراز ہو جائے اور نیز امام محمدؒ نے تحریر میں متبایعین کا مبیع کو دیکھ لینا تحریر نہیں کیا ہے حالانکہ اس کا لکھنا ضروری ہے اس واسطے کہ بعض علمائے مجتہدین نے بے دیکھی ہوئی چیز کا بیچنا اور خریدنا جائز نہیں فرماتا ہے اور بعض نے بے دیکھی چیز کا بیچنا جائز رکھا ہے اور بے دیکھی چیز کا خریدنا جائز نہیں ہے فرمایا ہے اور بعضوں نے دونوں کو جائز فرمایا ہے لیکن ان کے نزدیک مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہے جب دیکھے اور بائع کو نہیں ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ بیع میں بائع کو اور خرید میں مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہے پس اس کا لکھنا ضروری ہے تا کہ بالاتفاق بیع جائز اور خیار منتفی ہو جائے پھر اس کی عبارت میں اہل شروط نے اختلاف کیا ہے پس سمتی رحمہ اللہ اس طرح لکھتے تھے کہ اور فلاں وفلاں دونوں نے اقرار کیا کہ ہم دونوں نے تمام دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا مع اس کے حدود و حقوق کے اور جو اس میں داخل اور جو اس سے خارج ہے اور ان دونوں کو سب کو بیان کر دے اور تمام جو کچھ اس میں ہے قلیل وکثیر سب دیکھ لیا ہے اور پہچان کر لیا ہے اور ہم دونوں نے اس کو وقت عقد بیع کے جو اس تحریر میں مذکور ہے اور اس سے پہلے دیکھ لیا ہے اور اسی حال پر ہم دونوں نے باہم خرید وفروخت کی ہے اور شیخ ابو زید لکھتے تھے کہ اور مشتری فلاں نے تمام دار محدودہ تحریر ہذا کی طرف نظر کر لی ہے اور اس کو دیکھ کر راضی ہو گیا ہے اور جو سمتی نے بیان کیا ہے وہ احسن واضح ہے اور یہ جو سمتی نے بیان کیا کہ دونوں نے اس کو عقد بیع کے وقت دیکھا ہے یہ امر ضروری ہے اس واسطے کہ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ جو چیز خریدی یا فروخت کی اور اس کو بیع سے پہلے دیکھا تھا اور وقت بیع کے اس کا معائنہ نہیں کیا بلکہ وہ آنکھوں کے سامنے سے غائب تھی تو جائز نہیں ہے پس ہم نے اس قول سے احتراز کیا اور یوں لکھا کہ عقد بیع کے وقت اس کو دونوں نے دیکھا ہے اور یہ جو بیان فرمایا کہ قبل اس کے بھی دیکھا ہے۔ سو اس کی حاجت نہیں ہے بلکہ اس کو بغرض تاکید ذکر کیا ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو دونوں نے تمام دار مع اس کے حدود و حقوق و قلیل وکثیر جو اس میں داخل اور اس سے خارج ہے سب دیکھ لیا ہے تو یہ امر ضروری ہے اس واسطے کہ ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ اگر مشتری نے دار کے باہر سے نظر کی یعنی باہر کو دیکھ لیا اور اس کے سوائے نہیں دیکھا تو اس کا خیار رویت باطل ہو جائے گا اور بنا بر قول زفر کے جب تک وہ پورے خارج کو اور پورے داخل کو اور بعض زمین کو نہ دیکھ لے تب تک اس کو خیار حاصل رہے گا اور حسن بن زیاد کے نزدیک جب تک تمام قلیل وکثیر اس کا اور تمام اس کی زمین اور تمام عمارات وغیرہ جو اس میں ہے نہ دیکھ لے تب تک اس کو خیار حاصل رہے گا پس ہم نے ان اختلافات سے بچنے کے واسطے ان چیزوں کا ذکر کر دیا اور نیز امام محمدؒ نے عاقدین کا بابدان متفرق ہونا بھی بیان نہ کیا اور امام خصاف بھی اس کو نہیں لکھتے تھے اور عامہ اہل شروط اس کو لکھتے ہیں اس واسطے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک جب تک متعاقدین بعد فراغ گفتگوئے خرید وفروخت کے از راہ بدن جدا نہ ہو جائیں تب تک ان کو اسی مجلس میں اختیار رہتا ہے اور ہمارے نزدیک بعد ختم گفتگوئے خرید وفروخت کے ان کو خیار مجلس نہیں رہتا ہے پس شاید ان دونوں میں جھگڑا واقع ہو بایں طور کہ دونوں معتقد مذہب شافعیؒ ہوں پس ایک کہے کہ میں نے قبل تفرق کے عقد فسخ کر دیا تھا اور دوسرا اجازت کا دعویٰ کرے اس واسطے ہم نے تفرق بابدان کو تحریر کر دیا کہ بعد نفاذ اس بیع کے دونوں بابدان متفرق ہو گئے تھے تا کہ یہ جھگڑا منقطع ہو جائے اور اہل

شروط نے اس کی عبارت میں باہم اختلاف کیا ہے شیخ ابوزید اس طرح لکھتے تھے کہ بعد اس بیع مذکورہ تحریر ہذا کے اور اس کے صحیح ہو جانے اور واجب ہو جانے کے باہم رضامندی کے ساتھ پھر متفرق بابدان ہو گئے اور طحاویؒ یوں لکھتے تھے کہ بعد وقوع اس بیع مذکورہ تحریر ہذا کے تمام اس بیع پر باہمی رضامندی اور دونوں سے اس کے نافذ کرنے کے پھر دونوں متفرق بابدان ہو گئے اور جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اس میں مشتری کے حق میں زیادہ احتیاط ہے کہ اس سے مشتری صحت خرید کا مقر نہیں ہوا جاتا ہے تا کہ بروقت استحقاق مبیع (۱) کے بنا بر قول بعض علماء کے وہ اپنا ثمن بائع سے واپس نہ لے سکے پھر امام محمد نے فرمایا فما ادرک فلاں بن فلاں من درک فی ہذہ الدار فعلی فلاں بن فلاں خلاصہ حتی سیلمہ لہ یعنی اس کے بعد اگر فلاں بن فلاں کو اس دار کی بابت کوئی درک پیش آئے تو فلاں بن فلاں پر واجب ہوگا کہ اس کو خلاص کر کے مشتری کو سپرد کرے اور علماء نے امام محمدؒ کے قول کہ فما ادرک فلاں بن فلاں اس کی ترکیب میں اختلاف کیا ہے کہ آیا فلاں بنصب ہے یا برفع ہے لیکن نصب زیادہ واضح ہے اور معنی یہ ہیں کہ فلاں کو جو درک لاحق ہو اور قولہ تو فلاں بن فلاں پر واجب ہوگا کہ اس کو خلاص کرے یہاں تک کہ مشتری کے سپرد کرے اس سے امام محمدؒ کی یہ مراد نہیں ہے کہ لامحالہ مبیع کو خلاص کر کے مشتری کے سپرد کرے اس واسطے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ شاید اس کے پورے کرنے پر وہ قادر نہ ہو سکے بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر صاحب استحقاق اس بیع کی اجازت دے دے تو مبیع کو خلاص کر کے مشتری کے سپرد کرے یا اگر وہ اجازت نہ دے تو ثمن مشتری کو واپس کرے اور اس شرط کا وفا کرنا ممکن ہے اور بعض نسخہ شروط میں جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اسی طرح صریح عبارت مذکور ہے کہ فعلی فلاں خلاص ذلک حتی یسلمہ الیہ او یرد الثمن علیہ یعنی پس بائع پر واجب ہوگا کہ اس مبیع کو چھوڑ کر مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کا ثمن اس کو واپس دے اور اس مقام پر فرمایا کہ اور ایسا ہی امام ابوحنیفہؒ و ابو یوسفؒ لکھا کرتے تھے اور یوسف بن خالد سمتی و ہلال دونوں اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ اگر پھر اس دار محدودہ تحریر ہذا کی بابت یا اس میں کسی کی بابت یا اس کے کسی حقوق میں کوئی درک تمام لوگوں میں سے کسی کی طرف سے پیش آئے تو فلاں بن فلاں پر واجب ہوگا کہ اس سب کو فلاں بن فلاں کے واسطے خلاص کرے یہاں تک کہ اس کے سپرد کرے یا اُس کو مشتری کے واسطے ہر درک و مشقت سے خلاص کر دے اور شیخ ابوزید شروطی یوں لکھتے تھے کہ فلاں بن فلاں کو جو اس کی بابت یا اس میں سے کسی جزو کی بابت یا اس کے حقوق کی بابت یا حقوق میں سے کسی کی بابت کچھ درک پیش آئے تو فلاں یعنی بائع پر واجب ہوگا کہ فلاں یعنی مشتری کے وہ سپرد کرے جس کو اس پر اس کو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے واجب کیا ہے۔ امام طحاویؒ نے فرمایا کہ شیخ ابوزید کی تحریر ہمارے پسند ہے بنسبت تحریر یوسف بن خالد و ہلال کے اس واسطے کہ یوسف و ہلال نے درک کو مضاف بجانب مشتری تحریر نہیں کیا ہے بلکہ مطلق رکھا ہے پس اس مشتری کو اور نیز ہر ایسے شخص کو شامل ہے جو اس مشتری سے اس دار مذکورہ کی ملکیت اسی سبب سے مثل خرید و ہبہ و صدقہ وغیرہ کے حاصل کرے پس ضمان درک ان لوگوں کے واسطے جو مشتری سے ملکیت حاصل کریں اس بائع پر مشروط ہوگی اور اگر مشتری سے خریدنے والے کے ہاتھ سے کسی مستحق نے استحقاق ثابت کر کے یہ دار لے لیا اور مستحق نے بیع کی اجازت نہ دی تو اس شرط تحریر کے موافق مشتری دوم کو بھی اسی بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت مشتری کو اپنے بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق ہوتا ہے بائع کے بائع سے واپس لینے کا اختیار نہیں حاصل ہوتا ہے اور وارث مشتری کو اپنے مورث کے بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے باوجودیکہ یہ اس کا بائع نہیں ہے سو اس وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ مورث کا قائم مقام ہے اسی واسطے اس ثمن سے مورث کا قرضہ ادا کیا جاتا ہے اور اسی واسطے اگر مشتری میت پر اس قدر قرضہ ہو جو اس کے تمام ترکہ کو محیط ہے تو درصورتیکہ دار مذکور پر استحقاق ثابت ہو تو واپس لینے کا اختیار وصی میت

(۱) یعنی مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق ثابت کر کے لے لی جائے ۱۲

کو ہوتا ہے نہ وارث کو پس اگر اسی طور پر لکھا جائے جس طرح یوسف و ہلال لکھتے ہیں تو پیشتر اس کا وہم ہو سکتا ہے کہ بیع میں یہ ایسی شرط ہے جس کو عقد بیع مقتضی نہیں ہے پس وہ فساد بیع کا حکم دے گا اس واسطے ہم نے اس سے احتراز کرنے کی غرض سے درک کی اضافت بجانب مشتری کر دی ہے اور بعض لوگ اس طرح لکھتے ہیں کہ جو درک فلاں بن فلاں کو اور ہر کسی کو اس کے سبب سے پیش آئے تو فلاں بائع پر اس کا خلاص واجب ہے اور اس طور سے نہ لکھنا چاہئے اس واسطے کہ اسباب میں اس کے وارث لوگ اور اس سے خریدنے والے اور اس کی طرف سے صدقہ یا ہبہ پانے والے اور نیز تمام لوگ جو اس مشتری کی جہت سے ملکیت دار مذکورہ حاصل کریں سب لوگ ہو سکتے ہیں حالانکہ ہم نے بیان کر دیا ہے کہ وقت استحقاق وارد ہونے کے ان لوگوں کو اس بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا پس اگر اس طور سے تحریر کیا تو بائع کے ذمہ ایسی شرط لگائی جس کو عقد بیع نہیں چاہتا ہے پس بیع فاسد ہوگی اور بعض لوگ لکھتے ہیں کہ پس فلاں یعنی بائع پر اس کا عہدہ ہے اور اس طور سے بھی نہ لکھنا چاہئے اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک عہدہ قدیم دستاویز کو کہتے ہیں حالانکہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت بائع پر مشتری کا قدیمی دستاویز کا استحقاق نہیں ہوتا ہے پس اگر ایسی شرط بائع کے ذمہ لگائی تو خلاف مقتضائے عقد شرط لگائی پس بیع فاسد ہو جائے گی اور متاخرین اہل شروط نے فرمایا کہ اس طرح نہ لکھنا چاہئے کہ جو درک فلاں مشتری کو پیش آئے پس فلاں بائع پر اس کا خلاص کر کے مشتری مذکور کے سپرد کرنا واجب ہے۔ بلکہ اس طور سے لکھے جس طرح شیخ ابو زید نے تحریر کیا ہے کہ مشتری کو اس کی بابت یا اس میں سے کسی جزو کی بابت یا اس کے حقوق یا حقوق میں سے کسی کی بابت کچھ درک پیش آئے تو بائع پر واجب ہوگا کہ فلاں مشتری کو وہ سپرد کرے جو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے اس پر واجب کیا ہے اس واسطے کہ جب مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق ثابت کر کے لے جائے اور مستحق اس بیع کی اجازت نہ دے تو علماء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ مشتری کے واسطے بائع پر بحکم بیع کیا واجب ہوگا پس ہمارے نزدیک اس پر واجب ہوگا کہ مشتری کو اس کا ثمن واپس کرے اور عثمان لیثی و سواد بن عبداللہ عمری نے فرمایا کہ دار مبیعہ کے مثل بلندی و پستی و قیمت و عمارت و گزوں کی مساحت کا اسی مقام پر دوسرا دار سپرد کرنا واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اس پر واجب ہوگا کہ دار مبیعہ کی قیمت واپس کرے خواہ ثمن اس کے برابر ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو اور ہر گاہ علماء نے اس طور سے اختلاف کیا ہے تو احوط یہی ہے کہ استحقاق کے وقت جو واجب ہوگا وہ بیان نہ کیا جائے گا تاکہ جو قاضی اس کے برخلاف اعتقاد رکھتا ہو وہ اس کو باطل نہ کرے اور جو تحریر ہے اس کو خلاف مقتضائے عقد نہ خیال کرے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ صاحب استحقاق نے بیع مذکور کی اجازت نہ دی اور اگر صاحب استحقاق نے استحقاق ثابت کرنے کے بعد اس بیع کی اجازت دے دی تو بعض علماء کا قول ہے کہ یہ اجازت بالکل کارآمد نہ ہوگی بنابریں کہ ان کے نزدیک فضولی کی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے اور نہ اجازت[1] مالک پر موقوف ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک اگر قاضی نے صاحب استحقاق کے واسطے اس عین کا حکم نہیں دیا ہے اور حکم دینے سے پہلے صاحب استحقاق نے اجازت دے دی تو اس کی اجازت کارآمد ہوگی پس بائع پر بھی مال عین مشتری کو سپرد کرنا واجب ہوگا لیکن امام اعظمؒ سے ایک روایت میں اس کے برخلاف یوں مروی ہے کہ مستحق کا خصومت کرنا اور قاضی سے حکم کی درخواست کرنا بیع کے نقض کی دلیل ہے پس اس سے بیع ٹوٹ جائے گی جیسے کہ صریح توڑ دینے سے ٹوٹ جاتی ہے پھر اس کے بعد مستحق کا اجازت دینا کچھ کارآمد نہ ہوگا اور اگر بعد حکم قاضی صادر ہونے کے صاحب استحقاق نے اجازت دی تو بعض مواقف میں مذکور ہے کہ بنا بر قول امام اعظمؒ کے اس کی اجازت کارآمد نہ ہوگی اس واسطے کہ مستحق کے واسطے مال عین کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے بیع فسخ ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اجازت کارآمد ہوگی اس واسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک استحقاق ثابت اور

---

[1] اس کی حاجت نہیں ہے اس واسطے کہ جب منعقد نہ ہوئی تو اجازت پر کیا موقوف ہوگی ۱۲ منہ

مستحق کے واسطے مال عین کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے بیع فسخ نہیں ہوتی ہے ایسا ہی بعض کتب میں مذکور ہے اور شرح زیادات میں لکھا ہے کہ ظاہر الروایت کے موافق بیع فسخ نہ ہوگی اور اجازت کار آمد ہوگی اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مال عین قاضی کے حکم سے مستحق کا لے لینا دلیل شکست بیع ہے پس اس سے بیع ٹوٹ جائے گی پھر اس کے بعد مستحق کا اجازت دینا کار آمد نہ ہوگا پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو فرماتا ہے کہ بیع فسخ ہو جائے گی اور صاحب استحقاق کی اجازت کار آمد نہ ہوگی اگر بائع کے ذمہ وقت ثبوت استحقاق کے دار مبیعہ سپرد کرنے کی شرط لگائی تو بائع اس دار کو جبھی سپرد کر سکتا ہے کہ جب صاحب استحقاق سے اس کو خریدے پھر مشتری کے سپرد کرے اور ایسے طور سے شرط لگانا عقد کو فاسد کرتا ہے پس احوط یہ ہے کہ یوں لکھا جائے کہ ایسی حالت میں اس پر اس چیز کا سپرد کرنا واجب ہوگا جس کو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے اس پر واجب کیا ہے اور اسی طرح یہ بھی نہ لکھے کہ اس پر ثمن واپس کرنا واجب ہے اس واسطے کہ اگر پورے دار پر استحقاق ثابت ہوا تو ہمارے نزدیک پورا ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور بعض مخالفین کے نزدیک اس پر اس دار کے مثل جو صورت و معنی میں اس کا مثل ہو واپس کرنا واجب ہوگا اور بعض کے نزدیک اگر پورے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اس دار کی قیمت واپس کرے اور اگر تھوڑے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر استحقاق کسی غیر معین ٹکڑے کا ثابت ہوا جیسے تہائی و چوتھائی وغیرہ تو ہمارے نزدیک مشتری کو اختیار ہے چاہے باقی بائع کو واپس کر کے اس سے اپنا پورا ثمن واپس لے اور چاہے باقی کو رکھ لے اور جس قدر استحقاق میں لے لیا گیا ہے اس کے حساب سے بائع سے ثمن واپس لے اور اگر کسی معین ٹکڑے کا استحقاق ثابت ہوا پس اگر قبضہ سے پہلے استحقاق مذکور ثابت ہوا تو مشتری کو ایسا ہی اختیار ہوگا جیسا ہم نے بیان کیا ہے اور اگر قبضہ کے بعد ایسا واقع ہوا تو مشتری کو خیار نہ ہوگا بلکہ جس قدر استحقاق میں لیا گیا ہے اسی قدر ٹکڑے کا ثمن بائع سے واپس لے گا اور یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہوگا کہ جیسے اس نے دو چیزیں خریدیں پھر قبضہ کے بعد ایک استحقاق میں لے لی گئی ایسا ہی طحاوی ؒ نے اپنے شروط میں ذکر کیا ہے اور خصافؒ نے فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہے چاہے باقی کو رکھ لے اور جس قدر استحقاق میں لیا گیا ہے اس کا ثمن واپس لے اور چاہے باقی کو واپس کر کے بائع سے اپنا پورا ثمن واپس کر لے اور بعض علماء کے نزدیک کل مبیع کی بیع فاسد ہو جائے گی اور بائع پر پورا ثمن واپس دینا واجب ہوگا پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو اس دار کے مثل واپس دینا واجب کہتا ہے اور بنا بر قول ایسے عالم کے جو قیمت دار واپس دینا واجب کہتا ہے بیعنامہ میں ثمن واپس کرنے کی شرط تحریر کرنا ایسی شرط ہوگی جو مقتضائے عقد نہیں ہے پس اس سے عقد فاسد ہوگا پس ان لوگوں کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے اس کو تحریر نہ کرے اور ہمارے نزدیک بھی بعض صورتوں میں پورا ثمن اور بعض صورتوں میں تھوڑا ثمن واپس کرنا واجب ہوتا ہے پس اگر ہم بیعنامہ میں مطلقاً پورا ثمن واپس کرنا شرط کریں تو یہ شرط خلاف مقتضائے عقد ہو کر موجب فساد ہوگی اور اگر ہم نے اس طرح تحریر کیا کہ پس بائع پر وہ چیز واجب ہوگی جو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے اس پر واجب کر دی ہے تو درصورت استحقاق ثابت ہونے کے اور صاحب استحقاق کا بیع کی اجازت نہ دینے کے جس چیز کا حکم قاضی کی طرف سے اس پر صادر ہو وہ سب کے نزدیک بموجب اس بیع کے ہوگی جیسا کہ بیعنامہ میں شرط تحریر ہوئی ہے پس قاضیوں میں کسی قاضی کو خواہ کسی قول کا معتقد ہو اس بیع کے باطل کر دینے کا اختیار نہ ہوگا جب کہ اس کے پاس یہ مقدمہ پیش ہو پس اس وجہ سے یہی لکھنا احوط ہے اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسفؒ بعد تحریر واقعہ درک کے یوں لکھا کرتے تھے کہ پس فلاں پر اس کا خلاص کرنا واجب ہوگا حتیٰ کہ اس کو مشتری کے سپرد کرے یا اس کو اس کا ثمن مع قیمت اس چیز کے واپس کرے جو عمارت و درخت و زراعت وغیرہ بائع کے حکم سے مشتری نے خود ایجاد کی ہوں یا اس کے واسطے نو ایجاد کی گئی ہوں اور ہم نے ان چیزوں کی قیمت کی ضمان اس واسطے تحریر کر دی کہ بنا بر قول بعض علماء کے استحقاق ثابت ہونے کے وقت مشتری کو بائع سے ان چیزوں کی قیمت واپس لینے کا اختیار

جبھی ہوتا ہے کہ جب بائع نے اس کی ضمانت قبول کر لی ہو اور اگر ضمانت قبول نہ کی ہو تو نہیں اور ہم نے بائع کے حکم سے اس واسطے تحریر کیا کہ بعض علماء مدینہ منورہ کہتے ہیں کہ بائع نے اگرچہ مشتری کے واسطے ان چیزوں کی قیمت کی ضمان کر لی ہو تاہم مشتری اس سے اس قیمت کو جبھی واپس لے سکتا ہے کہ جب بائع نے ایسا حکم کیا ہو پس ہم نے بائع کا ضمانت کرنا اور اس کا یہ حکم دینا ان علماء کے قول سے احتراز کرنے کے واسطے تحریر کر دیا اور بعض لوگ یوں تحریر کرتے ہیں کہ مع ضمانت اس چیز کے جس کو مشتری عمارت و درخت وغیرہ سے نوایجاد کرے اور یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ مشتری کبھی دار میں ایسی چیز ایجاد کرتا ہے کہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت اس کی قیمت لینے کا اختیار بائع سے اس کو حاصل نہیں ہوتا ہے جیسے کنواں اگارنا اور چہ بچہ صاف کرنا و مودی صاف کرنا ایسی چیزیں جن کو بائع کے سپرد نہیں کر سکتا ہے پس اگر ان کی ضمانت بھی بائع کے ذمہ شرط کی تو ایسی شرط اس کے ذمہ لگائی جس کو عقد مقتضی نہیں ہے اور اس میں ہر دو عاقدین میں سے ایک کے واسطے نفع[1] ہے اور امام طحاوی فرماتے تھے کہ احوط یہ ہے کہ یہ نہ لکھا جائے کہ مع قیمت اس چیز کے جس کو مشتری پیدا کرے بلکہ یوں لکھا جائے کہ فلاں بن فلاں کو اس دار محدودہ یا اس کے حقوق میں سے کسی حق میں یا ایسی چیز میں جس کو ایجاد کرے مثل عمارت و درخت و زراعت کے کوئی درک پیش آئے تو بائع پر بحکم بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا جس کا سپرد کرنا واجب ہے اس کو تسلیم کرے اور وجہ یہ ہے کہ جب دار مبیعہ کا استحقاق ایسی حالت میں ثابت ہو کہ مشتری اس میں کوئی عمارت بنا چکا ہے یا درخت لگا چکا ہے اس مین کھیتی بوئی ہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے پس ہمارے اصحاب سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک روایت شاذہ میں فرمایا کہ اگر بائع حاضر ہو تو مشتری بائع سے ان چیزوں کی قیمت اس طرح قائم کر کے حساب سے لے لے گا اور یہ عمارت اور پودے اور زراعت بعوض اس مال قیمت کے جو بائع نے تاوان دیا ہے بائع کے ہو جائیں گے پھر اس کے بعد صاحب استحقاق کو اختیار ہو گا چاہے بائع سے مواخذہ کرے کہ ان چیزوں کو اس کی زمین سے اکھاڑ لے اور دور کر دے اور چاہے بائع کو ان کی قیمت اُکھڑی ہوئی اور توڑی ہوئی کے حساب سے دے کر ان کو اپنے واسطے رہنے دے اور اگر بائع غائب ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہو گا کہ مشتری سے مواخذہ کر کے ان چیزوں کو اپنی زمین سے دور کرا دے اور بائع کے آنے تک کا انتظار نہ کرے پھر جب اس کو مشتری نے اکھاڑ لیا تو جب کبھی بائع پر قابو پائے تو اس کو دے کر اسی طرح اکھڑی ہوئی کی قیمت اس سے تاوان لے کیونکہ اس نے بائع کو ایسا ہی سپرد کیا اور اگر صاحب استحقاق چاہے تو مشتری کو ان کے اکھاڑنے سے منع کرے اور اپنے واسطے رہنے دے اور مشتری کو اکھڑی ہوئی کے حساب سے اس کی قیمت دے دے پھر مشتری[(1)] بائع سے سوائے اپنے ثمن کے اور کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور ظاہر الروایۃ میں فرمایا کہ اگر مشتری سے ان چیزوں کے دور کرنے کا مواخذہ کیا گیا تو مشتری اس کو دور کر دے گا پھر ٹوٹن مشتری کی ہو گی پھر اس کو اختیار ہو گا چاہے یہ ٹوٹن بائع کو دے کر اس سے ثابت کی قیمت لے لے اور چاہے ٹوٹن اپنے واسطے رہنے دے اور بائع سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے پس جب ہمارے نزدیک یہ حکم ہوا کہ بعضی صورتوں میں مشتری بائع سے عمارت کی قیمت لیتا ہے اور بعض صورتوں میں نہیں بسا گر بیعنامہ میں یہ لکھیں کہ واپس لے گا مطلقاً تو ہم نے مشتری کے واسطے ہر حال میں قیمت واپس لینے کا اختیار ثابت کر دیا حالانکہ یہ شرط خلاف مقتضائے عقد ہے اور ہر دو عاقدین میں سے ایک یعنی مشتری کے واسطے اس میں نفع ہے پس ہمارے نزدیک ایسی شرط موجب فساد عقد ہوئی اور بعض علمائے مدینہ نے زعم کیا کہ اگر مشتری نے عمارت بنائی اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ دار صاحب استحقاق کی ملک ہے حتیٰ کہ اس نے دھوکے و نادانستگی میں بنایا پھر صاحب استحقاق ظاہر ہوا تو قاضی اس مستحق سے کہے گا کہ تجھ کو اختیار ہے چاہے مشتری کو اس کی ثابت عمارت کی قیمت دے دے کیونکہ اس نے دھوکے اور نادانستگی میں بنائی ہے اور یہ

---

[1] نفع ہے اور ایسی شرط بالاتفاق موجب فساد بیع ہے ۱۲ منہ (۱) جو بائع کو دیا ہے ۱۲

عمارت تیری ہوگی اور اگر چاہے تو اس کی قیمت نہ دے اور مشتری تیرا شریک رہے گا اور مشتری کو عمارت دور کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور وہ بائع سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری جانتا ہو کہ یہ دار ملک مستحق ہے اور باوجود اس کے اس نے عمارت بنائی تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے مشتری کو اس عمارت کے منقوضہ کی قیمت کے حساب سے قیمت دے کر مشتری سے یہ عمارت لے لے اور مشتری بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے پس اگر ہم بیعنامہ میں یہ شرط تحریر کریں کہ مشتری بائع سے واپس لے تو بنا بر قول ان علماء کے ہم نے ایسی شرط لگائی جو خلاف مقتضائے عقد ہے۔ پس موجب فساد عقد ہوگی اور نیز امام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ جو چیز مشتری نئی ایجاد کرے اس کی قیمت بائع سے واپس نہیں لے سکتا ہے پس ان کے قول کے موافق بھی ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہوگی پس ایجاد مشتری کی قیمت کی ضمان کی شرط بائع پر کرنے سے احتراز واجب ہے تاکہ ہمارے قول وغیروں کے قول کے موافق عقد بیع فساد سے محفوظ رہے لیکن یہ تحریر کرے کہ بائع پر وہ چیز مشتری کو سپرد کرنا واجب ہوگی جو اس بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا نے اس پر واجب کیا ہے حتیٰ کہ اگر یہ بیعنامہ کسی قاضی کے پاس پیش کیا جائے تو وہ اس بیع کے فاسد ہونے کا حکم نہیں دے گا بلکہ اس کے مذہب کے موافق جو چیز بحکم اس بیع کے بذمہ بائع واجب ہوگی اس کا حکم بائع پر صادر کرے گا اور واضح ہو کہ یہ تقریر امام طحاوی کی اگرچہ عقد بیع کو فساد سے بچاتی ہے لیکن اس میں حق مشتری کی صیانت ان چیزوں سے جو عمارت و درخت و زراعت اس نے ایجاد کی ہیں نہیں ہے اس واسطے کہ امام طحاوی نے یہ تحریر نہیں کیا کہ جو درک اس کو ان چیزوں میں سے ان میں سے کسی چیز میں جو اس نے بحکم بائع ایجاد کی ہیں پیش آئے حالانکہ اس کا ذکر کرنا بعض اہل علم کے قول سے بچنے کے واسطے ضروری ہے اسی طرح اس نے مقدار ضمان جو اس پر ان کی قیمت میں پیش آئے گی بیان نہ کی حالانکہ ابن ابی لیلیٰ کے قول کے موافق ضمانت صحیح ہونے اور مشتری کے بائع سے رجوع کرنے کے واسطے اس کا ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ شیخ بن ابی لیلیٰ کے نزدیک جب تک مقدار مضمون بہ کی معلوم نہ ہو تب تک ضمان صحیح نہیں ہے پس اس کا حیلہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا ضمانت نامہ علیحدہ تحریر کرے یا ان چیزوں کی ضمانت کا ذکر بیعنامہ میں تحریر کرے اور لکھ دے کہ یہ ضمانت بائع کی طرف سے اس بیع میں مشروط نہ تھی بلکہ اس نے بعد بیع کے اس کی ضمانت کر لی ہے اور ان چیزوں کی مقدار قیمت ایسی ذکر کر دے کہ اس امر کا یقین اس کو ہو کہ ان چیزوں کی قیمت اس سے نہیں بڑھے گی مثلاً ایک درم سے ہزار درم تک یا دو ہزار درم تک علیٰ ہذا القیاس پس عقد فاسد ہونے سے بھی احتراز ہو جائے گا اور حق مشتری کی حفاظت بھی ان چیزوں میں جن کو وہ ایجاد کرے گا از قسم عمارت و درخت حاصل ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں فریقین کے تصرفات جائز متصور ہوں گے ☆

امام محمدؒ نے فرمایا کہ گواہ ہوئے یعنی گواہان مسمیان گواہ ہوئے اور بعض اہل شروط اس عبارت کو اوّل تحریر میں لکھتے ہیں یعنی وہ یہ ہے جس پر گواہ لوگ گواہ ہوئے اور ہمارے نزدیک احسن یہ ہے کہ اس کو اخیر میں تحریر کرے اس واسطے کہ گواہ لوگ اپنی گواہی آخر میں تحریر کرتے ہیں پس اس لفظ کا ذکر کرنا بھی وہیں بہتر ہے جہاں گواہ لوگ اپنے اپنے نام ثبت کریں یہ مبسوط میں ہے اور امام محمدؒ نے اسی پر اقتصار کیا اور کچھ اور ذکر نہ کیا اور امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ بھی اسی پر اقتصار کرتے تھے یعنی گواہ ہوئے اور اہل شروط یوسف بن خالد و ہلال و ابو زید نے اس پر عبارت بڑھائی ہے پس یوسف بن خالد و ہلال یوں تحریر فرماتے تھے کہ گواہان مسمیان تحریر ہذا فلاں و فلاں تمام اس چیز کو جو اس تحریر میں ہے اور دونوں کے اس اقرار کی کہ دونوں نے جو کچھ اس تحریر میں بیان ہے سمجھ لیا ہے درحالیکہ دونوں صحیح تھے اور دونوں کے تصرفات جائز تھے گواہ ہوئے اور یہ ماہ فلاں سنہ فلاں میں واقع ہوا اور شیخ ابو زید اس طرح لکھتے تھے کہ گواہان مسمیان گواہ ہوئے فلاں و فلاں کے تمام اس چیز کے اقرار پر جو ہماری اس تحریر میں مذکور و موصوف ہے اور اس اقرار پر کہ دونوں نے

تمام اس کو جو اس میں مذکور ہے سمجھ لیا بعد ازانکہ دونوں کو یہ تحریر پڑھ کر سنائی گئی اور دونوں نے اقرار کیا کہ ہم دونوں نے اس کو حرفاً حرفاً سمجھ لیا ہے اور دونوں نے ان گواہوں کو تمام اس چیز کا جو اس تحریر میں ہے اپنے اوپر گواہ کر لیا اپنی صحت عقول وابدان و جواز تصرفات کی حالت میں درحالیکہ بطوع خود بدون اکراہ واجبار کے ایسا کیا اور درحالیکہ ان دونوں کے امور میں ان پر کوئی متولی نہ تھا بلکہ یہ دونوں خود اپنے مالوں کے مختار تھے یہ دونوں کسی بات میں مجبور نہ تھے اور نہ ایک مجبور تھا اور دونوں کو مرض وغیرہ کی کوئی علت نہ تھی اور یہ تحریر ماہ فلاں سنہ فلاں میں لکھی گئی اور یوسف بن خالد و ہلال نے گواہوں کی گواہی باثبات تمام مرقومہ بیعنامہ اختیار کی اور شیخ ابوزید نے دونوں متبایعین کے تمام مرقومہ بیعنامہ کے اقرار کی گواہی اختیار کی اور ہمارے بعض متاخرین مشائخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحریر میں بعض ایسی بات ہوتی ہے جس پر گواہ لوگ حقیقۃً واقف ہوتے ہیں چنانچہ خرید وفروخت و قبضہ ثمن و قبضہ مبیع وتفرق متعاقدین بابدان وضمان درک وغیرہ اور بعض ایسی بات ہوتی ہے جس پر گواہوں کو حقیقۃً وقوف نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ بیع میں معنی تلجیہ نہ ہونا وشبہہ نہ ہونا اور مقدار ثمن واقعی کیونکہ احتمال ہے کہ دونوں نے در پردہ قرارداد کر لی ہو کہ بیع بطور تلجیہ ہے اور ظاہر میں دکھلانے سنانے کو بیع کرتے ہوں اور نیز در پردہ قرارداد ہو کہ بیع بعوض ہزار درم کے ہے اور ظاہر دو ہزار درم کہتے ہیں اسی طرح متبایعین کا مبیع دیکھ لینا یہ بھی ایسی بات ہے کہ حقیقۃً اس پر گواہ واقف نہیں ہو سکتے ہیں اس واسطے کہ آدمی دوسرے کے دیکھ لینے کو کیونکر جان سکتا ہے ہاں یہ دیکھ سکتا ہے کہ وہ اس طرف آنکھ کے متوجہ ہے اور بسا اوقات آدمی آنکھ ایک چیز کی طرف کرتا ہے اور اس کو نہیں دیکھتا اور نہ واقف ہوتا ہے اور اسی طرح تحریر کتابت میں جو کچھ ہے اس پر دونوں متعاقدین کا علم ہو جانا بھی ایسا ہی ہے کہ گواہ لوگ حقیقۃً اس سے واقف نہیں ہو سکتے ہیں مگر یہ باتیں ایسی ہی ہیں کہ متعاقدین کے اقرار ہی سے لوگوں کو وقوف ہوتا ہے اور گواہ ہونا اور اس گواہی کو اپنے ذمہ لینا اس قدر صحیح ہے جتنا گواہ کو وقوف ہو پس جس کو گواہ نے حقیقۃً معلوم کیا ہے اس میں ان کی گواہی باثبات لکھنی چاہئے کیونکہ اس سے وہ لوگ حقیقۃً واقف ہوئے ہیں اور جس سے حقیقۃً واقف نہیں ہوئے ہیں اس میں متعاقدین کی اقراری گواہی تحریر کرے پس یوں لکھنا چاہئے کہ گواہان مسمیان تمام مرقومہ بیعنامہ کے بایں طور شاہد ہوئے کہ جس کا ان کو حقیقۃً وقوف ہوا ہے اس کے باثبات اور جن کا حقیقۃً وقوف نہیں ہوا ہے اس کے باقرار متعاقدین پھر یوسف بن خالد و ہلال نے یوں لکھا کہ دونوں کی حالت صحت و جواز تصرفات میں اور ابوزید نے لکھا کہ دونوں کی صحت عقل و جواز تصرفات کی حالت اور طحاوی نے لکھا کہ دونوں کی صحت عقل و جواز تصرفات کی حالت میں اور جو طحاوی نے تحریر فرمایا ہے یہ اوثق واحوط ہے اور آیا گواہوں کا متعاقدین کی روشناسی و نام ونسب سے پہچاننا بھی تحریر کیا جائے اور سمتی و ہلال اس کو تحریر نہیں فرماتے تھے اور ان دونوں کے سوائے اہل شروط تحریر فرماتے تھے اور بعض متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونوں متعاقدین لوگوں میں مشہور ہوں تو اس کو لکھنے کی حاجت نہیں ہے اور اگر مشہور نہ ہوں تو اس کا لکھنا ضروری ہے کیونکہ گواہوں کو دونوں کے مواجہہ میں ادائے گواہی کی ضرورت ہے پس دونوں کی روشناسی ضروری ہے تاکہ دونوں پر گواہی دے سکیں اور نیز دونوں کی غیبت میں اور دونوں کی موت کے بعد ادائے شہادت کی ضرورت ہوتی ہے تو ان کا نام ونسب پہچاننا ضروری ہے اور متعاقدین کے اقرار پر کہ ہمارا یہ نام ونسب ہے اعتماد کرنا جائز نہیں ہے شاید ہر ایک اپنا نام ونسب غیر کا نام ونسب بیان کرے تاکہ گواہوں کو فریب دے بدین غرض کہ غیر کی ملک سے مبیع نکال لے پس شاید متعاقدین کے قول پر اعتماد کرنا غیر متعاقدین کی ملک اور یہ ایسی بات ہے کہ اس سے بہت لوگ غافل ہیں کہ وہ لفظ بیع وشراء واقرار بقبضہ باہمی ایسے دو شخصوں سے سن لیتے ہیں جن کو پہچانتے نہیں ہیں پھر جب بعد موت صاحب مبیع کے ان سے گواہی طلب کی جاتی ہے تو اسی نام ونسب پر گواہی دیتے ہیں حالانکہ ان کو اس کا علم نہیں ہے پس اس سے احتراز کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کی املاک باطل ہو جانے سے بچیں اور خود خداع ومجازفت سے محفوظ رہے پھر گواہ کو نسب کا حال معلوم ہونے کا طریقہ یہ

ہے کہ اتنے لوگ اس کو خبر دیں جن کا جھوٹ بات پر اتفاق کرنا غیر متصور ہو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو مرد[ا] یا ایک مرد اور دو عورتیں اس بات کی گواہی دیں۔ پس اگر نسب کی گواہی برداشت کرنے کا قصد کیا اور ایسی جماعت کا حاضر کرنا دشوار ہوا جس کی امام اعظمؒ نے شرط کی ہے کہ علم نسب اس طور سے حاصل ہونا چاہئے تو یہ کرنا چاہئے کہ گواہوں کے پاس دو گواہ اس نسب کی گواہی دیں پس ان گواہوں کی گواہی پر یہ گواہ ہوں حتی کہ جب ادائے شہادت کی حاجت پیش آئے تو نسب پر ان گواہوں کی گواہی پر گواہی دیں اور جو بیعنامہ میں تحریر ہے اس کی اپنی ذاتی گواہی دیں اور کسی عورت کی گواہی برداشت کرنے کے واسطے بعض مشائخ کے نزدیک اس کا چہرہ دیکھنا ضروری ہے اور فقط اتنے پر کہ گواہوں کو پہنچوا دیا کہ یہ فلانہ ہے گواہوں کو[1] اس پر گواہی حلال نہیں ہے اور درحالیکہ وہ عورت غائب ہو یا مرگئی ہو اور گواہوں کو اس پر گواہی دینے کی ضرورت پیش آئی کہ نام و نسب کی گواہی ادا کریں تو نام و نسب کی گواہی برداشت کرنا صحیح ہونے کے واسطے وہی طریقہ ہے جو ہم نے مرد مجہول کی صورت میں بیان کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ایک جماعت گواہی دے جس کا دروغ پر اتفاق کرنا متصور نہ ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک دو گواہ گواہی دیں اور ہم نے یہ صورت پوری کتاب الشہادت میں ذکر کر دی ہے اور اگر درک کا کوئی کفیل ہوا تو فرمایا کہ اگر درک کے واسطے مشتری نے بائع سے کوئی ضامن مانگا تو کیونکر تحریر کرنا چاہئے تو مسئلہ دو طرح پر ہے تو فقط درک کا کفیل لیا اور کسی بات سے تعرض نہ کیا یا تمام اس حق کا جو اس بیع کی وجہ سے مشتری کا بائع پر واجب ہوا یعنی ثمن و قیمت ایجاد عمارت و زراعت و درخت وغیرہ سب کا کفیل لیا پس چاہئے جس طرح کفالت لی ہو بہرحال جائز ہے اس واسطے کہ یہ ایسے قرضہ کی کفالت ہے جو عنقریب واجب ہوگا اور ایسی کفالت جائز ہے یہ کتاب الکفالۃ میں معلوم ہو چکا ہے لیکن پہلی صورت میں کفیل پر وقت درک و استحقاق کے فقط ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور قیمت عمارت و زراعت و درخت میں سے کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ جب درک مطلقاً بیان کیا جائے تو عرف میں اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ استحقاق کے وقت ثمن واپس کرے پس کفالت بدرک اسی طرف راجع ہوگی اور کسی طرف راجع نہ ہوگی پس خرید کی تحریر لکھنے کے بعد یوں لکھے گا کہ جو کچھ اس دار کی بابت درک پیش آئے تو فلاں یعنی بائع پر و فلاں یعنی کفیل پر اس کا خلاص واجب ہے پس مشتری کو اختیار ہے چاہے دونوں کو ماخوذ کرے یا دونوں کو متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہاں تک کہ دونوں اس کو یہ دار سپرد کریں یا اس کا ثمن چنین و چنان ہے واپس کریں اور ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر کیا ہے اور دونوں کے ماخوذ کرنے کا اختیار اس واسطے لکھا کہ ابن ابی لیلیٰ کے قول سے احتراز ہو جائے اس واسطے کہ ابن ابی لیلیٰ کا یہ مذہب ہے کہ کفالت مثل حوالہ کے اصیل کو بری کر دیتی ہے لیکن اس صورت میں بری نہیں کرتی ہے کب جب کفالت میں یہ شرط کر لی جائے کہ اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے اور دونوں کو متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرنا اس واسطے لکھا کہ ابن شبرمہ کے قول سے احتراز ہو کہ ابن شبرمہ کے نزدیک کفالت ہو جب بریت اصیل نہیں ہے لیکن حقدار نے اگر اصیل و کفیل دونوں میں سے کسی کا دامن پکڑا اور اس سے مطالبہ کیا تو دوسرا مطالبہ سے بری ہو جائے گا لیکن اس صورت میں بری نہ ہوگا کہ جب کفالت میں یہ شرط کر لی کہ اس کو اختیار ہے کہ ایک بعد دوسرے کے دونوں سے مطالبہ کرے کذا فی الذخیرہ اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں فرمایا کہ مشائخؒ نے فرمایا کہ اس مقام پر اور شرطیں بھی ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ کفیل نے کفالت کی بدون اس کے کہ یہ بات بیع میں شرط کی جائے اس واسطے کہ بیع بشرط کفیل قیاساً نہیں جائز ہے اور اسی کو زفرؒ نے اختیار کیا ہے پس شیخ زفرؒ کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے اس کا لکھنا ضروری ہے اور از انجملہ یہ لکھے کہ کفالت بحکم بائع تھی اس واسطے کہ عثمان لیثی کا مذہب یہ ہے کہ بدون حکم مکفول عنہ کے کفالت

[ا] یہ تفصیل نہیں فرمائی کہ یہ دونوں عادل ہوں یا چاہے جیسے ہوں اور ظاہراً عادل ہوں ۱۲ (۱) یعنی جب کبھی نالش ہو ۱۲

صحیح نہیں ہوتی ہے پس بائع کا حکم اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے تحریر کر دے از انجملہ یہ لکھے کہ مکفول لہ یعنی مشتری نے مجلس کفالت میں اس کفالت کی بمخاطبت اجازت دے دی اس واسطے کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ غائب کے واسطے کفالت جائز نہیں ہے جب کہ اس کی طرف سے قبول نہ پایا جائے سوائے ایک خاص صورت کے اور یہ سب کتابت الکفالت میں معلوم ہو چکا ہے پس مشتری کا بمخاطبت مجلس کفالت میں اجازت دینا دونوں اماموں کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھنا ضروری ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ یہ بھی لکھنا چاہئے کہ بائع وکفیل ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی اجازت سے دوسرے کے نفس کا بھی کفیل ہے اس واسطے کہ بسا اوقات دونوں میں سے ایک غائب ہوتا ہے اور دوسرا تنگدست ہوتا ہے پس اس سے مشتری کو اپنا حق وصول نہیں ہو سکتا ہے پس اس کو دوسرے کے نفس کا کفیل کر دے تا کہ ایسی حالت میں اس سے دوسرے غائب کے حاضر لانے کا مواخذہ کرے پس اس غائب کی طرف سے اپنا حق وصول پائے گا اور کفالت بحکم بائع بعرض احتراز از قول عثمان لیثی تحریر کرے اور از انجملہ یہ ہے کہ یہ لکھ دے کہ اس بیع کی وجہ سے بائع یا کفیل کسی پر جو دعویٰ مشتری اپنی زندگی میں یا موت کے بعد کرے بایں طور کہ وارث مشتری دعویٰ کرے اس دعویٰ کی خصومت کا ہر ایک ان دونوں میں سے دوسرے کی طرف سے وکیل بوکالت صحیحہ بدین شرط ہے کہ جب اس وکالت کو فسخ کرے تو پھر اس کے بعد وہ وکیل بدستور ہو جائے گا۔ پس اس کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مشتری کو وثوق حاصل ہو اس واسطے کہ جب تک مال اصیل پر واجب نہ ہو گا تب تک کفیل پر واجب نہ ہو گا اس واسطے کہ کفیل اپنے اصیل کی طرف سے برداشت کرتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مشتری پر بائع کی غیبت میں استحقاق[1] ثابت ہوتا ہے حالانکہ کفیل حاضر ہوتا ہے اور مشتری کفیل پر دعویٰ کر کے اپنا استحقاق بائع پر ثابت نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ کفیل اس غائب کی طرف سے خصم نہیں ٹھہرتا ہے درحالیکہ کفیل اس غائب کی طرف سے وکیل خصومت مقرر نہ ہو خواہ کفالت اس کے حکم سے ہو یا بدون اس کے حکم کے ہو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے ایسا ہی امام ابو یوسفؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے پس کفیل سے مطالبہ کرنا ممکن نہ ہو گا اور امام ابو یوسفؒ نے املاء میں فرمایا کہ اگر کفالت بحکم ہو تو بائع کی طرف سے کفیل خصم ٹھہرے گا اور اگر بلا حکم ہو تو بائع کی طرف کفیل سے خصم نہ ٹھہرے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کفیل بہر حال خصم ٹھہرے گا خواہ کفالت بحکم بائع ہو یا بحکم نہ ہو پس ہر گاہ مسئلہ میں اس طور سے اختلاف ہے تو ہر ایک کے واسطے دوسرے کی طرف سے وکالت بروجہ مذکور تحریر کرنا چاہئے تا کہ اس اختلاف سے احتراز ہو اور لازم یہ ہے کہ خصومت میں کفیل از جانب بائع وکیل کیا جائے تا کہ بائع کی غیبت میں مشتری کو بائع پر اپنا حق ثابت کرنے کا قابو ہاتھ آئے کہ کفیل سے مطالبہ کرے اور رہا کفیل کو بائع کی طرف سے وکیل خصومت کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے اس واسطے کہ مشتری بسبب بیع مذکور بیعنامہ کے جو کچھ اس پر دعویٰ کرے گا بائع اس کا اصیل ہو گا اور مشائخؒ نے اس کی وجہ اور فائدہ بیان کیا ہے مگر ہم کو یہ ظاہر نہیں ہوا یہ سب اس صورت میں ہے کہ فقط ضمانت درک کا کفیل لیا ہو اور اس کے سوائے کسی بات سے تعرض نہ کیا ہو اور اگر تمام اس حق کا جو اس بیع کے سبب سے مشتری کا بائع پر واجب ہوا ہے کفیل لیا تو کفالت کو انہیں شرائط پر تحریر کرے جن کو ہم نے بیان کر دیا ہے اور قیمت عمارت و درخت و زراعت میں جس مقدار کی کفالت کی ہے اُس کو بیان کر دے کہ ایک درم سے ہزار درم تک مثلاً پس ایسی مقدار ذکر کرے کہ معلوم ہو کہ غالباً قیمت عمارت و درخت و زراعت اس سے زائد نہ ہو جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور اگر ایسے شخص سے جس کی طرف سے اس بیع میں جھگڑا کرنے کا خوف ہے یہ اقرار لیا کہ یہ بیع اس کی رضامندی سے ہوئی ہے اور اس کو اس میں کچھ تنازع نہیں ہے مثلاً بائع کا بیٹا جورو یا

---

[1] اقول ہماری زبان میں اس طرح لکھنا چاہئے کہ اب اس دار مبیعہ کا میں یا کوئی آدمی مستحق نہیں ہے یہ مشتری ہی اس کا حقدار ہے ۱۲ منہ

باپ ہو کہ جس کی طرف سے یہ گمان ہو کہ مبیع میں بوجہ خرید وغیرہ کے اس کا کچھ دعویٰ ہوگا تو بعد تحریر درک کے اس طرح لکھے کہ فلاں بن فلاں یعنی اس بائع کے پسر نے یا فلانہ بنت فلاں اس بائع کی جورو نے بطوع خود بحالت اجتماع شرائط صحت اقرار کے ایسا اقرار جو اس بیع میں مشروط نہیں اور ملحق نہیں ہے اس طرح کیا کہ جمیع دار محدودہ مذکورہ بیعنامہ ہذا اس بائع فلاں کی ملک وحق تھا اور اس نے اپنی ذاتی ملک کو فروخت کیا ہے اور میرا اس سب میں یا اس میں سے کسی جزو میں کچھ دعویٰ و کچھ حق نہیں ہے اور یہ مشتری اب اس دار مذکورہ کا بنسبت میرے اور بنسبت سب آدمیوں کے مستحق[1] ہو گیا ہے اور اگر میں اس معاملہ میں اس مشتری پر کبھی کوئی دعویٰ کروں تو میرا دعویٰ باطل و مردود ہے اور اس مقرلہ نے اس کے اس اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی پھر انہوں نے اپنے اوپر اس بات کے گواہ کر لئے یا اس طرح لکھے کہ فلاں نے بطریق مذکورۂ بالا تحریر کر کے لکھے کہ یہ اقرار کیا کہ سب جو کچھ اس تحریر میں بیان کیا ہے بیع و قبضہ ثمن و تسلیم بیع وضمان درک از جانب بائع ہذا اندریں بیع یہ سب ایسی حالت میں ہوا کہ میری طرف سے اس بائع کے واسطے حکم و اجازت و رضا مندی تھی اور میرا اس سب میں کچھ حق و کچھ دعویٰ نہیں ہے آخر تک موافق مذکورۂ بالا تحریر کرے یا ابتدائے تحریر میں اس طرح لکھنا شروع کرے کہ فلاں مخزومی نے فلاں مخزومی سے باجازت فلاں و فلاں مخزومیاں کے خرید کیا اور قبضہ ثمن کے وقت بھی فلاں کا حکم و اجازت تحریر کرے اور اگر معقود علیہ دو دار ہوں پس اگر دونوں متلاصق ہوں تو لکھے کہ ہر دو دار متلاصقہ جو شہر فلاں کے محلّہ فلاں کوچہ فلاں میں واقع ہیں یعنی مع حدود وغیرہ سب جیسا کہ بیان ہوا ہے تحریر کرے پھر حدود کی تحریر سے فارغ ہو کر لکھے کہ مع دونوں کے حدود تمام کے و دونوں کے حقوق کے دونوں کی زمین و دونوں کی عمارت اور دونوں کے سفل و دونوں کے علو کے و مع دونوں کے سب مرافق کے و مع ہر حق کے جو دونوں کے واسطے ثابت دونوں [2] میں داخل ہے یا دونوں سے خارج ہے اور جو ہر قلیل و کثیر کے جو دونوں کے واسطے اور دونوں میں اور دونوں سے دونوں کے حقوق سے ہے پھر تحریر کو موافق بیان مذکورۂ بالا ختم کرے اور اگر دونوں دار ایک دوسرے سے جدا ہوں پس اگر دونوں ایک ہی کوچہ میں واقع ہوں تو لکھے کہ تمام دونوں دار علیحدہ علیحدہ جو کہ شہر فلاں کے محلّہ فلاں کوچہ فلاں میں واقع ہیں پھر دونوں میں سے ہر ایک کے حدود علیحدہ علیحدہ بیان کر دے پھر تحریر کو موافق مذکورۂ بالا ختم کر دے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک دار ایک ایک علیحدہ کوچہ میں واقع ہو پس اگر یہ دونوں کوچہ ایک ہی محلّہ کے ہوں تو لکھے کہ پس ان دونوں میں سے ایک دار شہر فلاں کے محلّہ فلاں کوچہ فلاں میں مسجد فلاں کے سامنے واقع ہے اور اس کے حدود بیان کر دے پھر اس کے حدود سے فارغ ہو کر لکھے کہ ان دونوں میں سے دوسرا دار شہر فلاں کے اسی محلّہ کے فلاں کوچہ میں واقع ہے پھر اس کے حدود تحریر کرے پھر بیعنامہ کو بدستور سابق ختم کرے اور اگر دونوں کوچہ دو محلوں کے ہوں تو تفصیل کر دے کہ پس ان دونوں میں سے ایک دار فلاں محلّہ میں اور دوسرا دار فلاں محلّہ میں ہے پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے پھر اگر ثمن میں تفصیل ہو تو ہزار درم ثمن ذکر کرنے کے بعد تفصیل بیان کر دے کہ اس ثمن میں سے چھ سو درم اس دار کا حصہ ہے جس کے حدود اوّلاً بیان کئے ہیں اور چار سو درم اس دار کا ثمن ہے جس کے حدود پیچھے بیان کئے گئے ہیں پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے اور اگر معقود علیہ ایک دار میں سے ایک بیت معین ہو تو لکھے کہ تمام بیت سرمائی یا گرمائی یا تمام بیت تابہ تمام مطبخ یا تمام بیت ہیزم یا تمام بیت الخلاء یا تمام بیت حساب کو فلاں سے خریدا اور اگر مع اس کے بالاخانہ کے خریدا ہو تو لکھے کہ

[1] اقول مترجم کہتا ہے کہ اس دوسرے شخص کو یہ قول کہنا واجب نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے حق میں صریح ضرر ہے کیونکہ اگر وہ ایسا اقرار کرے تو کہیں وہ اس دار کو مشتری کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا ہے ۱۲ منہ

[2] قال المترجم ایسا نہیں لکھنا چاہئے بلکہ یوں لکھنا چاہئے کہ مع ہر حق کے جو دونوں یا دونوں میں سے کسی کے واسطے ثابت یا دونوں یا دونوں میں سے کسی میں داخل یا دونوں یا دونوں میں سے کسی سے خارج ہے علیٰ ہذا ابعد میں بھی اسی طرح لکھنا چاہئے اور بات یہ ہے کہ بعض حقوق دونوں کو حاصل نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی کے لئے خاص ہیں اور یہی مابعد میں ہے علاوہ بریں دستاویز میں تفصیل بقدر ممکن چاہئے ۱۲ منہ

تمام بیت فلاں مع اس کے بالا خانہ کے یا لکھے کہ مع اس کے جو اس کے اوپر بالا خانہ ہے منجملہ تمام دار کے جو شامل بیوت ہے جو محلّہ فلاں کوچہ فلاں میں واقع ہے پھر حدود دار لکھ دے پھر اس دار میں سے اس بیت کے واقع ہونے کی جگہ کہ وہ اندر جانے والے کے دائیں جانب ہے یا بائیں جانب یا سامنے ہے جیسا ہو لکھ دے اور یہ کہ یہ بیت داہنی طرف یا بائیں طرف ہے بیوت میں سے اوّل ہے یا ثانی ہے یا ثالث ہے اور اس بیت کے حدود بھی لکھے پھر لکھے کہ یہ بیت مع اپنے حدود و حقوق و راستہ کے جو صحن دار سے تا دروازہ فلاں ہے سب لکھے اور چاہئے کہ راستہ کی مقدار لکھ دے اگرچہ ہمارے نزدیک راستہ کی مقدار بقدر دروازہ فلاں ہوتی ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے پس مجہول ہوئی تو موجب فساد عقد ہوگی پس راستہ کا چوڑاؤ تحریر کر دے تاکہ ان علماء کے قول سے احتراز ہو اور اگر فقط سفل خریدا ہو بالا خانہ نہ خریدا ہو تو لکھ دے کہ مبیع فقط سفل ہے اس کا علو فلاں یعنی بائع کا ہے اس میں سے کچھ بیع میں داخل نہیں ہوا ہے اور قولہ اس میں سے کچھ بیع میں داخل نہیں ہوا ہے یہ ذکر کر دیا حالانکہ بالا خانہ بدون صریح ذکر کر کے بیت کی بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے پس اس واسطے ذکر کر دیا کہ کوئی وہم کرنے والا وہم نہ کرے کہ جس طرح دار کی بیع میں بالا خانہ داخل ہو جاتا ہے اسی طرح شاید بیت کی بیع میں داخل ہوا ہو پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے بیان کر دیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور اگر معقود علیہ دار کا کوئی ٹکڑا مقدر ہو تو لکھے کہ دار میں سے پورا حصہ مقدرہ مقسومہ معلومہ خریدا اور دار کے حدود بیان کر دے اور یہ ٹکڑا اس دار میں سے نصف ہے اور اس دار کے دروازہ سے اندر جانے والے کے دائیں جانب ہوتا ہے اور وہ اتنے بہت وصفہ و اس دار کے صحن سے اتنا ٹکڑا ہے اور مساحت میں اس قدر گز طول و اس قدر عرض ہے اور اس کے حدود اربعہ یہ ہیں کہ ایک حد ملازق اس دار کی بیت سرماوی سے ہے اور دوسری اس دار کی بیت گرماوی سے ملازق ہے اور اسی طرح سوم و چہارم پر حسب موقع بیان کر دے اور اگر دار خرید کردہ شدہ میں سے کوئی بیت وقت خرید کے استثناء کیا گیا ہے تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت کو سوائے بیت واحد مع اس کے بالا خانہ کے یا ماسوائے بیت واحد مع اس کے علو کے یا بدون بیت واحد کے خریدا اور یہ دار فلاں جگہ واقع ہے اور اس کے حدود بیان کرے اور یہ بیت جو استثناء کیا گیا ہے اس دار کی فلاں جگہ پر واقع ہے اور اس کے حدود بیان کر دے اور بیت مستثنیٰ کے حدود بیان کرنے کی ضرورت اس واسطے ہوئی اگرچہ وہ مبیع نہیں ہے کہ اگر وہ مجہول رہے تو اس کی جہالت موجب جہالت مستثنیٰ منہ ہوگی جو مبیع ہے۔ پس اس مشتری مسمّیٰ مذکورہ تحریر ہذا نے اس بائع مسمّیٰ مذکورہ تحریر ہذا سے تمام یہ دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا مع اس کے سب حدود و حقوق زمین و عمارت و سفل و علو و راستوں کے و مع ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں اس کے حقوق سے ہے اور مع اس کے ہر حق کے جو اس میں داخل و اس سے خارج ہے سوائے اس بیت کے جو اس میں سے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ سوائے اس بیت مع اس کے حدود و حقوق زمین و عمارت و اس بیت کی راہ تا دروازہ کلاں الیٰ آخرہ اس قدر ثمن کے عوض خریدا اور بیت کا راستہ اس واسطے ذکر کرنا ضروری ہے کہ بدون اس کے بائع اپنے بیت تک آمد و رفت رکھنے کا مختار نہ ہوگا پس اس کو ضرر پہنچے گا اور یہ امر ایسی چیز میں واقع ہوا جس پر بیع نہیں واقع ہوئی ہے پس موجب فساد بیع ہوگا جیسا کہ چھت کی ایک دھنی فروخت کرنے کی صورت میں ایسی نزاع کی وجہ سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی المحیط اور معائنہ کر لینے کا بیان تحریر کے وقت لکھے کہ مشتری نے اس بیت مستثنیٰ کو بھی دیکھ لیا اور پہچان لیا اور اس کا لکھنا ضروری ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل میں ذکر کیا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مستثنیٰ کا دیکھنا ضروری ہے تاکہ خیار رویت باقی نہ رہے اور تاکہ باتفاق علماء بیع جائز ہو جائے اور بیوت میں باہم از راہ منافع کی تفاوت ہوتا ہے پس بدون مستثنیٰ دیکھنے کے مستثنیٰ معلوم نہ ہوگا اور جب مستثنیٰ مجہول رہا تو مستثنیٰ منہ مجہول ہو جائے گا اور وہ مبیع ہے پس اس وجہ سے مستثنیٰ کو دیکھنا شروط کیا گیا اور یہ مسئلہ شروط الاصل کے مختصات سے ہے کیونکہ باقی کتب شروط میں صرف مبیع کا دیکھنا شرط کیا گیا ہے اور بعض اہل شروط ایسی صورت میں یوں لکھے کہ مشتری نے بائع سے خرید کیا تمام وہ

دار جوفلاں مقام پر واقع ہے بعوض اس قدر ثمن کے بدین شرط کہ اس میں سے ایک بیت☆ بائع کے واسطے ہے اور یہ تحریر خطا ہے اس واسطے کہ بیع تمام دار کی بایں شرط کہ اس میں سے ایک بیت بائع کے واسطے ہے فاسد ہے کیونکہ ثمن دار مجہول ہوگا اس واسطے کہ ایسی صورت میں مشتری دار کو ماسوائے بیت مذکور کے بعوض اس قدر ثمن کے جو درصورت باقی دار و بیت مذکور پر ثمن تقسیم کرنے کے باقی دار کے حصہ میں پڑے خریدنے والا ہو جائے گا بخلاف بیع تمام دار کے سوائے ایک بیت کے بعوض اس قدر ثمن کے کہ یہ فاسد نہیں ہے اس واسطے کہ ایسی صورت میں باقی دار کو بعوض پورے ثمن کے خریدنے والا ہوگا اور یہ جائز ہے اسی طرح اگر غرفہ مستثنیٰ ہو تو اس کی بھی ایسی ہی صورت ہے کہ اگر اس غرفہ کے ساتھ دوسرا غرفہ بھی ہو تو غرفہ کی حد بیان کرے اور اگر دوسرا غرفہ نہ ہو فقط اس بیت کی حد بیان کرے جس میں یہ غرفہ ہے کذافی الذخیرہ اور اگر معقود علیہ دار میں سے ایک حصہ غیر مقسومہ ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہے کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے دو سہام میں سے ایک سہم خریدا اور وہ نصف حصہ مشاع منجملہ اس چیز کے ہے یا تمام سہم واحد منجملہ تین سہام کے خریدا اور وہ تہائی حصہ مشاع منجملہ اس چیز کے ہے یا تمام سہم واحد از چہار سہام خریدا اور وہ چوتھائی مشاع منجملہ اس چیز کے ہے پھر جس میں یہ حصہ مبیع واقع ہے اس کے حدود بیان کر دے اور حصہ مبیع کے حدود بیان نہ کرے بخلاف اس کے اگر مبیع دار میں سے کوئی حویلی معین یا بیت معین یا زمین میں سے کوئی معین ٹکڑا ہو تو ایسی صورت میں جس طرح دار کے حدود بیان کرے گا اسی طرح منزل معین مذکور کے جو مبیع ہے حدود بیان کرنے ضروری ہوں گے اور فرق یہ ہے کہ منزل تو دار میں سے ایک جگہ معلوم ہے آنکھوں سے معائنہ ہے پس اس کے حدود معلوم ہوں گے جیسے کہ دار کے ہیں اور دار میں سے حصہ شائع یعنی غیر مقسوم نظر سے معائنہ نہیں ہے پس اس کے حدود معلوم نہ ہوں گے اور نیز یہ وجہ ہے کہ دار کے حدود بیان کر دینا وہی حصہ مذکورہ کے واسطے ہوں گے اس واسطے کہ نصیب مذکور تمام دار میں شائع ہے پس حصہ کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور منزل معلوم تمام دار میں شائع نہیں ہوتی ہے پس دار کی تحدید اس منزل کی تحدید نہ ہوگی پھر جب قبضہ کا ذکر آئے تو لکھے کہ تمام دار پر قبضہ کر لیا اس واسطے کہ یہ حصہ پورے دار میں شائع ہے پس اس پر قبضہ کرنا بدون قبضہ تمام دار کے ممکن نہیں ہے بخلاف اس کے اگر مبیع منزل معین ہو تو اس صورت میں لکھے گا کہ اُس نے تمام اس چیز پر جس کے حق میں بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا واقع ہوئی ہے قبضہ کر لیا اس واسطے کہ حویلی تمام دار میں سے ایک جگہ معین ہے پس بدون قبضہ تمام دار کے اس پر قبضہ کرنا ممکن ہے اور بعض محققین مشائخ نے فرمایا کہ یوں لکھے کہ اس نے حصہ مذکور پر قبضہ کر لیا یا لکھے کہ اس نے تمام اس چیز پر جس پر مبیع مذکورہ بیعنامہ ہذا واقع ہوئی ہے اور وہ دار محدودہ مذکورہ کے دو سہام میں سے ایک سہم ہے قبضہ کر لیا اس واسطے کہ بیع سے بائع پر مبیع کا سپرد کرنا واجب ہے نہ غیر مبیع کا سپرد کرنا اور نصف شائع پر قبضہ کرنا[1] متصور ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ حصہ شائع کا غصب متصور ہے چنانچہ امام محمدؒ نے بہت کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر دو شخصوں نے غلام غصب کیا اور دو مرد جب ایک چیز کو غصب کریں گے تو ہر ایک اس میں سے نصف غیر مقسوم کا غاصب ہوگا پس معلوم ہوا کہ غیر مقسوم کا قبضہ متصور ہے پس اس پر قبضہ کرنا یوں ہی بیان کرے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور جب متبایعین کے بیع دیکھ لینے کے نزدیک پہنچے تو لکھے کہ متبایعین نے تمام دار کو دیکھ لیا ہے اور درصورتیکہ منزل معین خریدی ہو تو فقط منزل کا دیکھ لینا تحریر کرے اس واسطے کہ منزل تمام دار میں سے ایک جگہ معین ہے پس فقط اس کا دیکھ لینا ممکن ہے اور نصیب تو تمام دار میں شائع ہے پس اس کا دیکھ لینا بدون تمام دار دیکھنے کے ممکن نہیں ہے یعنی تمام دار دیکھنے کے ضمن میں اس کا دیکھنا بھی آ جائے گا۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ تمام محدود بائع کی ملک ہو اور اگر بائع کی ملک اسی قدر ہو جو اس نے فروخت کی ہے تو لکھے کہ فلاں بن فلاں نے اس سے تمام اس مقدار کو جس کو بائع نے اپنی تمام ملک و حق و اپنا حصہ منجملہ تمام اس چیز

[1] یہاں قبضہ بضمن قبضہ کل البتہ مسلم ہے اور اولیٰ یہ کہ یوں لکھے کہ اس نے مبیع شائع پر قبضہ کیا بایں طور کہ کل دار پر قبضہ کر لیا ۱۲ منہ

☆ جس جگہ رات گذاری جائے لیکن عرف میں اس مطلب کے لائق چار دیواری و چھت و دروازہ دار ہو۔ یعنی جیسے ہمارے یہاں کوٹھری ہوتی ہے۔

کے جس کے حدود بیان کئے گئے ہیں بیان کیا ہے خرید کیا اور یہ ایک سہم منجملہ دو سہام کے ہے اور تمام ملک اس واسطے لکھے کہ زفر کے قول سے احتراز ہو جائے کیونکہ شیخ زفر کا یہ مذہب ہے کہ اگر دو شریکوں سے ایک شریک نے منجملہ دو سہام کے ایک سہم فروخت کیا تو بیع ہر دو شریک کے حصہ میں سے ایک سہم کی جانب راجع ہوگی پس بائع اپنے نصف حصہ کا فروخت کرنے والا ہوگا اس واسطے تمام ملک و حصہ لکھ دے تا کہ بالاتفاق علماء اپنے ہی تمام ملک کا فروخت کرنے والا ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر نصف باقی اسی مشتری کا ہو تو لکھے کہ اور نصف باقی غیر مقسوم اس محدود میں سے اس مشتری کا بوجہ خرید سابق یا میراث وغیرہ کے تھا پس اب تمام یہ محدود اسی مشتری کی ملک ہو گیا اور اگر اس مشتری نے نصف شائع کو خرید کیا اور نصف باقی کو باجارہ لیا ہو تو نصف شائع کا بیعنامہ جس طرح ہم نے بیان کیا لکھ کر گواہی کرانے سے پہلے لکھ دے کہ اس بائع نے اقرار کیا ایسا اقرار کہ اس مبیع میں مشروط نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ ملحق ہے کہ میں نے اس دار محدودہ میں سے نصف مشاع جو میری ملک باقی رہا ہے بداں حدود کہ جس پر یہ عقد اجارہ واقع ہوا ہے اس مشتری کو ایک سال کامل کے لئے اس قدر درموں پر اجارہ دیا تا کہ اس کی نفع حاصل کرنے کی صورتوں سے اس سے نفع اُٹھائے اور اجرت پیشگی لینا اور اس میں جو تصرف ہوا ہو اور ضمان درک سب تحریر کر دے پھر تحریر کو ختم کرے اور اگر معقود علیہ کسی بیت کا بالا خانہ ہو اس کا سفل نہ ہو تو لکھے کہ خرید کیا اس سے وہ تمام غرفہ جو بیت سرمائی یا گرمائی پر واقع ہے یا اتا منجملہ دار مشتملہ بیوت سے ہے اور دار کے حدود بیان کر دے پھر اس بیت کی جس پر علو ہے جگہ بیان کرے پھر اس بیت کے حدود بیان کرے اور علو کے حدود بیان نہ کرے پس بیت کے حدود بیان کرنے کی ضرورت تو اس وجہ سے ہے کہ وہ ایک وجہ سے مبیع ہے اس واسطے کہ علو کا قرار اسی پر ہے پس اس کے حدود بیان کرنے ضروری ہیں اور علو کے حدود نہ بیان کرنے اس وجہ سے کہ بیت کے حدود بیان کرنے سے علو کے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ہے پس تمام یہ علو یا یہ غرفہ جو اس بیت محدودہ مذکورہ پر جو اس دار محدودہ میں سے ہے مع اس کی پوری عمارت کے بدون اس غرفہ کے سفل کے خریدا کہ سفل اس غرفہ کا اس بیع میں داخل نہیں ہوا اور اس غرفہ کا راستہ پکی یا لکڑی کی سیڑھی سے ہے جو اندر جانے والے کے دائیں جانب اس دار کے صحن میں قائم ہے اور لکھ دے کہ اس دار کی دہلیز میں جیسا کہ اس دار کے دروازہ کلاں میں ہوتی ہے اور لکھ دے کہ اس کے داخل میں ہے یا خارج میں ہے۔ پس اگر اس غرفہ کے گرد اور غرفہ ہوں تو اس کے حدود بھی بیان کرنے چاہئے ہیں کہ ایک حد اس غرفہ کی غرفہ فلاں ہے اور دوم وسوم و چہارم چنین و چنان ہے اور امام محمدؒ نے شروط الاصل میں جس بیت پر غرفہ ہے اس کی مقدار مساحت کے گزوں کا بیان ذکر نہیں کیا اسی طرح امام طحاویؒ نے بھی اپنے شروط میں اس کا ذکر نہیں کیا اور امام خصافؒ اس بیت کے گزوں کا بیان کرنا جس پر علو واقع ہے طول و عرض و بلندی کی ناپ شرط کرتے تھے اور ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی سے منقول ہے تا کہ جس وقت سفل منہدم ہو تو اس کی مقدار حق کی بابت دونوں میں نزاع نہ ہو اور مشائخ رحمہم اللہ نے کہا کہ بالا خانہ کے گزوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے اس واسطے کہ بالا خانہ کبھی بقدر سفل کے ہوتا ہے اور کبھی اس سے کم ہوتا ہے پس اس کا ذکر کرنا چاہئے تا کہ بالا خانہ منہدم ہو جانے کے بعد دوبارہ بنانے میں دونوں میں جھگڑا نہ ہو۔ امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ پھر لکھے کہ بتمام حدود آن اور بعض اہل شروط نے امام محمدؒ پر اس کا عیب لگایا ہے اور کہا ہے کہ بحدود آں کہنے کے کچھ معنی نہیں ہیں اس واسطے کہ علو کی کوئی حد نہیں ہے لیکن یہ عیب کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ جیسے سفل کی حد ہے ویسی علو کی حد ہوتی ہے اس واسطے کہ حد نام ہے نہایت کا پس جیسے سفل کی نہایت ہے ویسے ہی علو کی نہایت ہے لیکن بات یہ ہے کہ سفل کی تحدید سے علو معلوم ہو جاتا ہے پس علو کی تحدید[1] کی حاجت نہیں رہتی ہے اور سفل ہی

---

[1] قال المترجم اولیٰ یہ ہے کہ علو حدود بھی بیان کرے بلکہ ضروری ہے جیسا کہ امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے اور جو لوگوں نے امام محمدؒ پر عیب رکھا ہے کہ اس کے حدود نہیں سو یہ بیجا ہے کیونکہ حق قرار پر جائے موجودہ ہونا چاہئے اور ضرورت نہیں کہ جائے موجودہ میں تمام سفل کی حد تک علو ہو بلکہ شاید نصف ہو یا دو ثلث تک ہو پس اگر بعد انہدام کے اس نے پورے سفل پر رکھنا چاہا تو نزاع ہوگا و لہٰذا اظہر الوجہ الوجہ فی دفع ما عابوہ علی الامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فافہم ۱۲ منہ

کی تحدید علو کی تحدید ہو جاتی ہے اور یہ نہیں ہے کہ علو کے واسطے تحدید نہ ہو۔ پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی زمین لکھے کہ مع اس کی عمارت وزمین کے اور شیخ خصاف اس کو نہیں لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ علو کے واسطے زمین نہیں ہے بلکہ وہ ہوا پر ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے علو گر جائے تو بیع باطل ہو جائے گی اور آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر میدان علو بعد اس کے منہدم ہو جانے کے فروخت کرے تو نہیں جائز ہے پس اس کی زمین تحریر کرنے کا کچھ فائدہ نہیں ہے اور اس کے واسطے زمین ہی نہیں ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ارض اشئی وہ ہوتی ہے جس پر اس چیز کا قرار ہو اور علو کا قرار سفل پر ہے پس اس طور سے سفل اس کے واسطے زمین ہوا پس یہ جائز ہوا کہ یوں لکھا جائے کہ مع اُس کی عمارت اور زمین کے یہ سب اس وقت ہے کہ پورے علو کا قرار سفل بائع پر ہو اور اگر بعض علو یا بائع کے سفل پر اور بعض دوسرے اجنبی کے سفل پر ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جس میں سے بعض کا قرار اس بائع کے سفل پر ہے اور بعض کا قرار سفل فلاں پر ہے اور جتنی عمارت جس جس سفل پر ہے اس کی مقدار بیان کر دے۔ اسی طرح اگر یہ علو اس دار کے دو بیتوں پر واقع ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جس میں سے بعض علو بیت گرماوی پر اور بعض علو بیت سرمادی پر اس دار کے بیتوں میں سے دو بیتوں پر ہے پھر دونوں بیتوں کے حدود بیان کر دے اور جس جس قدر عمارت علو کے ہر ایک بیت پر ہے اس کی مقدار بیان کر دے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر معقود علیہ ایسا دار ہو جس کے ساتھ ایک چھتا ہو تو لکھے کہ اُس نے تمام دار مشتملہ بیوت وتمام اس کا ساباط جس کی لکڑیوں کا ایک کنارہ اسی دار پر ہے اور دوسرا کنارہ ایک دوسرے دار پر ہے جو اس دار مبیعہ کے مقابل ہے اور اس چھتے کا طول بذراع پیمائش جو فلاں شہر میں رائج ہے اس قدر اور عرض اس قدر اور زمین سے بلندی اس قدر اور اس میں لکڑیاں اتنی عدد ہیں مع اس کے سب حدود وحقوق ومرافق کے الیٰ آخرہ تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر معقود علیہ علو بدون سفل کے اور سفل بدون علو کے ہو☆

اگر معقود علیہ فقط ساباط ہو تو لکھے کہ فلاں بن فلاں نے تمام ساباط جس کی لکڑیوں کا ایک کنارہ فلاں شخص کے دار پر ہے اور دوسرا کنارہ دار فلاں پر ہے اور یہ فلاں جگہ واقع ہے اور مثل مذکورۂ بالا کے مفصل بیان کر دے۔ اگر یہ چھتا کو چہ کے اندر لکڑیاں قائم کر کے بنایا گیا ہے تو اس کو بیان کر دے اور طول وعرض ساباط کی مقدار بیان کر دے اور لکڑیوں کی تعداد بیان کرے جس طرح ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور اگر معقود علیہ علو بدون سفل کے اور سفل بدون علو کے ہو تو لکھے کہ فلاں بن فلاں سے ایک دار مشتملہ بیوت میں سے او راس دار کے حدود دار بعہ بیان کر دے دو بیت خریدے کہ ایک بیت سفل ہے اور اس کا علو اس بائع کا اور دوسرا علو ہے کہ اس کا سفل اس بائع کا ہے جس سفل کو خریدا اور جس سفل کا علو خریدا ہے دونوں سفل کے حدود علیحدہ علیحدہ بیان کر دے جیسا تنہا سفل یا علو خریدنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر دار مبیعہ مشتمل ہو ایک اصطبل وبھوسے کی کوٹھری و پائیں باغ کو تو لکھے کہ تمام دار جس میں بھوسے کی کوٹھری واصطبل و پائیں باغ شامل ہے جو فلاں جگہ واقع ہے خریدا اور اگر اس میں حمام شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت وحمام واقع مقام فلاں خریدا اور مرافق دار ذکر کرنے کے بعد مرافق حمام بھی بیان کرے اور اگر دار میں چکی گھر شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت وآسیا خانہ جس میں ایک چکی دو پاٹوں کی اور دو چکیاں یا تین چکیاں وغیرہ ہیں جو فلاں مقام پر واقع ہے خریدا اور بعد ذکر مرافق دار کے مرافق آسیا خانہ بھی ذکر کرے اور اگر اناج پیسنے کے واسطے ہے تو اس کو بیان کر دے اور تیل نکالنے کے واسطے ہو تو اس کو بیان کر دے اور علیٰ ہذا القیاس ہر شے جو دار میں ہو بیان کر دے واللہ اعلم اور اگر معقود علیہ دار کی فقط ایک دیوار ہو تو پہلے جاننا چاہئے کہ دیوار کی خرید تین حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ دیوار کو مع اس کی زمین کی خریدے پس ایسی صورت میں یوں لکھے کہ تمام دیوار واقع مقام فلاں محدودہ بدین حدود اور حدود دار بیان کر دے۔ میں نے پوری دیوار اس چیز سے بنائی گئی ہے خریدی۔ پھر لکھے کہ یہ دیوار اس

دار کے فلاں جگہ واقع ہے اور دار فلاں سے ملازق ہے اور اس دیوار کا طول اس قدر اور عرض اس قدر اور بلندی اس قدر ہے اور اس کی ابتدا فلاں جگہ سے اور انتہا فلاں جگہ تک ہے پس اس دیوار کو مع اس کے حدود وحقوق وزمین وعمارت ومع ہر قلیل وکثیر کے آخر تک موافق بیان سابق تحریر کرے اور آیا یہ بھی لکھے کہ مع اس کے راستہ کے سوا امام طحاوی نے فرمایا کہ اگر دیوار مذکور ملازق بدار مشتری یا متصل بطریق کلاں ہو تو اس کو نہ لکھے کیونکہ اس صورت میں راستہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو راستہ کا لکھنا ضروری ہے دوم آنکہ دیوار کو بدون زمین کے بدین شرط خرید ے کہ اس کو منتقل کر لے گا اور ایسی صورت میں اسی طور سے لکھے جس طرح اس کے دیوار مع اس کی زمین خریدنے کی صورت میں بیان ہوا ہے لیکن اس صورت میں یہ لکھے کہ اس دیوار محدود مذکورہ کی زمین چھوڑ کر فقط اسی کو خریدا ہے پس یہ زمین یا اس میں سے کچھ اس دیوار کی بیع میں داخل نہیں ہے اور اس صورت میں راستہ کا ذکر لکھنا ضروری نہیں ہے اس واسطے کہ جب مشتری اس کو منتقل کر لے گا تو اس دیوار تک آمد ورفت کی ضرورت اُس کے واسطے نہیں رہے گی اور ایسا ہی امام ابوحنیفہؒ و ان کے اصحاب لکھتے تھے اور بعض اہل شروط یوں لکھتے ہیں کہ فلاں بن فلاں سے تمام دیوار کی ٹوٹن خریدی تا کہ اس بات کی دلیل ہو کہ مشتری کو اُس کے توڑنے اور منتقل کر لے جانے کا اختیار ہے اور طحاوی فرماتے تھے کہ یہ خطا ہے اس واسطے کہ اگر اس نے لکھا کہ تمام دیوار کی سب ٹوٹن خریدی اور دیوار ہنوز ٹوٹی ہوئی نہیں ہے تو غیر موجود چیز کا خریدنے والا ہوا اور یہ جائز نہیں ہے چنانچہ اگر اس گیہوں کا آٹا خریدا یا اس تلی کا تیل خریدا تو جائز نہیں ہے جب کہ ہنوز آٹا وروغن خارج موجود نہیں ہے لیکن اسی طور سے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے ایسے الفاظ سے لکھے کہ جس سے معلوم ہو کہ مشتری کو اس کے توڑنے کا اختیار ہے۔ وجہ سوم آنکہ دیوار کو مطلقاً خریدے تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اس کے نیچے کی زمین بدون ذکر کے بیع میں داخل ہو جائے گی یہ حکم سب کے نزدیک ہے سوائے قول خصاف کے پس دیوار مع زمین کا خریدنا تحریر کرے اور آخر میں کسی حاکم کا حکم لاحق کر دے کذا فی المحیط اور اگر مبیع فقط عمارت بدون زمین کے ہو تو لکھے جمیع عمارت دار اور دار کے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ فلاں بن فلاں سے تمام عمارت اس دار کے بیوت و دروازے کی جوڑیاں وچھتیں ودیواریں ووقوف ودھنیاں وعوارض وسہام دیواری وہراوی اور سب جو کچھ اس میں پختہ وخام اینٹیں ومٹی ابتدائے نیو سے لے کر انتہائے بلندی تک ہے بدون زمین کے خریدی اور اگر زمین کا استثناء ذکر نہ کیا تو بھی جائز ہے اس واسطے کہ عمارت تابع زمین نہیں ہوتی ہے کذا فی الظہیر یہ۔ لیکن اس واسطے تحریر کر دی جاتی ہے کہ اس میں زیادہ وثوق ہے اور یوں لکھنا بھی جائز ہے کہ تمام دار مشتمل بیوت واقع مقام فلاں اور اس کے حدود بیان کر دے خریدا پھر بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ دار محدودہ مذکور مع اپنے سب عمارت سفل وعلو کے سوائے زمین کے خرید کیا کہ زمین اس بیع میں داخل نہیں ہوئی ہے اور اس صورت میں مع حدود کے تحریر نہ کرے پھر ایسی صورت میں یا تو اس دار کی زمین اسی مشتری کی ہوگی اور اس کے قبضہ میں ہوگی تو ایسی صورت میں آخر تحریر میں گواہی کرانے سے پہلے تحریر کر دے اور اگر اس بائع نے اقرار کیا کہ اس دار کی زمین میں میرا کچھ حق نہیں ہے اور یہ اپنے تمام حدود وحقوق کے ساتھ اس مشتری کے قبضہ میں ہے نہ میرے قبضہ میں اور نہ اور سب لوگوں میں سے کسی کے قبضہ میں ہے اور سب جو کچھ میرا اس زمین پر یا اس میں سے کسی مقام پر قبل وقوع اس بیع مذکور کے تھا اور یہ سب ذکر کر دے یہ سب بحق واجب لازم اس مشتری کا ہو گیا جو اس کے حق میں معروف ومعلوم ہوا ہے اور زمین نے اس مشتری کے واسطے کر دیا تمام وہ حق جو اس دار میں میرے واسطے واجب ہے یا واجب ہو میری زندگی یا میری وفات کے بعد اور میں نے اس مشتری کو اس میں اپنے قائم مقام کر دیا بدین شرط کہ ہرگاہ میں اس میں سے جس کو میں نے اس مشتری کے واسطے کر دیا ہے اور اس کو بیان کر دیا ہے فسخ کروں تو وقت فسخ اور بعد فسخ کے وہ اس مشتری کے واسطے ویسا ہی ہو جیسا کہ قبل فسخ کے تھا اور اس مشتری نے جو کچھ بائع نے اس کے واسطے اقرار کیا ہے اور سب جو کچھ اس کے واسطے کر دیا ہے جو کہ

مذکور ہوا ہے سب بالمشافہہ وبالمواجہہ قبول کیا اور اگر اس دار کی زمین اس مشتری کی نہ ہو اور نہ اس کے قبضہ میں ہو بلکہ غیر کی زمین ہو حالانکہ مشتری نے اس عمارت کے خریدنے سے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں اس دار میں رہا کروں تو ایسا کوئی سبب ضرور ہونا چاہئے جس سے اس دار کی زمین سے انتفاع حاصل کر سکے اس واسطے کہ اس دار کی سکونت بدون اس دار کی زمین میں رہنے کے نہیں ہو سکتی ہے پس اس کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو زمین بطور عاریت لے یا اجارہ لے تو خوب ہے اس واسطے کہ عاریت لازم نہیں ہوتی اور مالک زمین کو دم بدم اختیار ہوگا کہ مشتری کو اپنی زمین سے نکال دے پس اس کا قصد پورا نہ ہوگا پس اس کو چاہئے کہ اجارہ لینے کی فکر کرے کیونکہ اجارہ لازمی ہوتا ہے پس جب تک چاہتا ہے تب تک اس میں رہ سکے گا پھر اس کے بعد ضروری ہے کہ یا تو یہ زمین کسی مالک معروف کی ہوگی یا زمین وقف ہو اور دونوں حالتوں میں اس کا اجارہ پر لینا جائز ہے لیکن اگر مالک سے اجارہ پر لے تو لکھ دے کہ فلاں بن فلاں مالک سے اجارہ پر لی اور اس میں یہ بیان کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ اجرت مذکورہ اس زمین کی اجر المثل ہے اور جس مدت تک چاہے لے لے جائز ہے اور اگر زمین وقفی ہو کہ اس کو متولی سے اجارہ پر لیا تو بیان کر دے کہ یہ زمین فلاں مسجد پر یا فلاں جہت پر وقف ہے اور اُس نے اُس کے متولی سے اجارہ پر لی ہے اور ہمارے عام متاخرین[۱] مشائخ کے نزدیک اجارہ وقف کی مدت طویل نہیں ہو سکتی اور یہ بھی تحریر کرے کہ یہ اجرت آج کے روز اس زمین کا اجر المثل ہے اس واسطے کہ متولی کو فاش نقصان پر اجارہ دینے کا اختیار نہیں ہے اور مدت اجارہ کی ابتداء انتہا بیان کر دے یہ سب اس صورت میں ہے کہ عمارت دار کو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر توڑ کر منتقل کر لینے کے واسطے خریدی تو جس طرح دیوار توڑ کر منتقل کر لینے کی صورت خرید میں مذکور ہوا ہے اسی طرح اس میں بھی تحریر کرے اور اگر معقود علیہ اس دار میں سے راستہ ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں اوّل آنکہ دار میں سے بقعہ معین بقدر چوڑائی دروازہ کلاں کے تا دروازہ کلاں خریدے پس ایسی حالت میں پہلے حدود دار لکھے پھر اس بقعہ کے حدود لکھے جس طرح دار میں سے میت معین خریدنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر دار کے طول وعرض کے پیمائشی گز بھی تحریر کر دے تو اس میں زیادہ وثوق ہے اور وجہ دوم آنکہ ساحت دار میں سے بقدر راستہ کے بطور شائع غیر مقسوم خریدے اور ایسی صورت میں حدود دار لکھ کر پھر ساحت دار کے حدود لکھے گا اور حدود طریق لکھنے کی حاجت (۱) نہیں ہے اس واسطے کہ طریق جب کہ تمام ساحت دار میں شائع غیر مقسوم ہے تو مثل نصیب شائع کے ہوا اور دار میں سے اگر نصیب شائع خریدا تو دار کے حدود بیان کئے جاتے ہیں نہ نصیب شائع کے پس ایسا ہی اس مقام پر ہے اور اگر راستہ کی چوڑائی بیان کر دی تو زیادہ وثوق ہے اور اگر بیان نہ کی تو مشتری کو بقدر چوڑائی دروازہ کلاں کے استحقاق ہوگا اور بعض اہل شروط نے طریق کے پیمائشی گزوں کا ذکر ترک کرنا جائز نہیں رکھا ہے اس واسطے کہ دروازہ کلاں کی مقدار پر چھوڑ دینے میں ایک طرح کا ایہام ہے کہ شاید دروازہ تبدیل کر کے دوسرا دروازہ مقرر کیا جائے اور امام محمد[۲] نے اس کو جائز رکھا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ رقبہ طریق خرید کیا ہو اور اگر فقط حق مرور یعنی آمد ورفت کا استحقاق خرید کرنا چاہا رقبہ طریق خرید نہ کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں بنابر روایت زیادت کے ایسی بیع جائز نہیں ہے اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ یہ جائز ہے پس اگر ایسے عالم کے قول پر جو جائز رکھتا ہے حق مرور خرید کر کے اس کی تحریر چاہی تو لکھے کہ بدین شرط کہ مشتری کو بقدر[۳] دروازہ کلاں کے حق مرور حاصل ہے اور مسیل آب کی بیع یعنی جس راہ سے پانی بہتا ہے اسی طور سے ہے اور نیز حق مسیل آب کا فروخت کرنا باتفاق روایات جائز نہیں ہے اور شروط الاصل میں لکھا ہے کہ رقبہ

---

[۱] مترجم کہتا ہے کہ اس سے وہم ہوتا ہے کہ اجارہ طویلہ قول متقدمین میں بھی جائز ہوتا ہے اور یوں نہیں ہے بلکہ یہ متاخرین کی تجویز ہے ۱۲ منہ

[۲] یہ فقاہت سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے ۱۲ منہ　[۳] اس کتاب کا فائدہ کتاب الحیطان وغیرہ میں یعنی جہاں اس کا بیان ہے گذر چکا ہے ۱۲ منہ

(۱) اقول بلکہ ممکن نہیں ہے ۱۲

دار بدین غرض فروخت کیا کہ اس میں سے پانی جاری ہو پس اگر جگہ و حدود بیان کر دے تو جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر معقود علیہ ایسے دار کی زمین ہو جس کی عمارت مشتری کی ہے تو لکھے کہ ہذا ما اشتری یعنی یہ وہ ہے جس کو خرید کیا ہے آخر تک جس طرح عمارت کے ساتھ خریدنے میں لکھا جاتا ہے تحریر کرے لیکن اس قدر فرق ہے کہ اس صورت میں یہ نہ لکھے کہ دار مع اس کی عمارت کے واسطے کہ عمارت مشتری کی ہے پس اپنی ملک وہ کیونکر خرید سکتا ہے۔ ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل میں ذکر کیا ہے اور بعض اہل شروط نے کہا کہ احسن یہ ہے کہ لکھے کہ زمین دار جس کی عمارت اس مشتری کی ہے اس مشتری نے خریدی اس واسطے کہ عرف میں دار کا لفظ علی الاطلاق تعمیر شدہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور مقصود تحریر سے توثیق ہے پس ایسے الفاظ سے لکھنا چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہے مبیع کی شناخت ہو جائے تاکہ اس سے کمال وثوق حاصل ہو اور اگر معقود علیہ نصف دار ہو اور باقی نصف دار مذکور مشتری کا ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہے کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے خریدا ہے کہ اس سے تمام سہم واحد منجملہ دو سہام کے اور وہ تمام دار کا نصف مشاع خرید کیا ہے جس دار کی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ اس کے ان دو سہموں میں سے ایک سہم اس مشتری کی ملک ہے اور دوسرے ایک سہم کی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ یہ میری ملک و حق و میرے قبضہ میں ہے اور میں نے اس سہم کو جس کو میں نے اپنی ملک بیان کیا ہے اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ دار فلاں مقام پر واقع ہے اس کے حدود اربعہ یہ ہیں اور نصف مبیع کے تحدید کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ نصف شائع کی تحدید در ضمن تحدید کل حاصل ہو جاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر ایک وارث نے باقی وارثوں کے حصے خرید کئے تو لکھے کہ یہ وہ ہے کہ خرید کیا فلاں بن فلاں نے اپنے بھائی فلاں و اپنی بہن فلانہ سے اور یہ سب فلاں کی اولاد ہیں اور اپنی والدہ فلانہ بنت فلاں سے ان سب کے حصص تمام دار سے جو فلاں مقام پر واقع ہے اور اس کے حدود اربعہ یہ ہیں پس اس مشتری نے اس دار محدودہ مذکورہ میں سے منجملہ اس دار کے چالیس سہام کے چھبیس سہام جو ان لوگوں کے سب حصہ ہائے موروثی از جانب فلاں بن فلاں ہیں درحالیکہ وہ ایک زوجہ مسماۃ فلاں اور ایک دختر مسماۃ فلانہ و دو پسر مسمّی فلاں و فلاں یہ بائع و مشتری کو چھوڑ کر مر گیا اور یہ ترکہ اس کا وارثوں میں بر سہام مذکور مشترک ہوا کہ اس کی اس جورو کے واسطے آٹھواں حصہ اور باقی اس کی اولاد مذکور کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے مشترک ہوا پس اصل فریضہ (۸) سے اور اس کی تقسیم چالیس سے ہوئی کہ جورو کے واسطے اس میں سے (۵) سہام ملے اور ہر پسر کو (۱۴) سہام اور دختر کو (۷) سہام ملے اور یہ دار اس عقد بیع واقع ہونے کے روز تک ان لوگوں کے قبضہ میں انہیں سہام پر مشترک غیر مقسوم ہے اور اس مشتری فلاں کا حصہ کہ چودہ سہام ہیں اس کے قبضہ میں مسلم ہے اس میں باقی وارثوں کا کچھ حق نہیں ہے اور ان فروخت کرنے والوں نے اپنے حصے اس مشتری کے ہاتھ بعوض ثمن مذکور کے بدین شرط فروخت کیے کہ یہ ثمن ان لوگوں میں بقدر اپنے اپنے سہام کے مشترک ہوگا۔ پس اس مشتری نے ان لوگوں سے سہام بحدود ان سہام کے جن پر عقد واقع ہوا ہے خرید کئے آخر تک بطریق مذکورہ سابق تحریر کرے۔ دار موروثی از وارثان بائع خرید کرنے کی تحریر لکھے کہ یہ خرید فلاں بن فلاں مخزومی کی از فلاں و فلاں و فلانہ اولاد فلاں بن فلاں و از مادر ایشان فلانہ بنت فلاں بن فلاں ہے کہ ان سب سے اس نے بصفقہ واحدہ جس کو ان چاروں بائعوں نے بیان کیا ہے کہ یہ ہمارے درمیان میں مشترک ہے بشرکت میراث از جانب فلاں بن فلاں کہ وہ مر گیا اور مرتے وقت اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ یہ عورت اور دو پسر مسمّی فلاں و فلاں یہ دونوں اور ایک دختر مسماۃ فلانہ یہ عورت وارث چھوڑی کہ ان کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ترکہ میں اس نے تمام دار چھوڑا جو فلاں مقام پر واقع ہے اور اس کے حدود چنین و چنان ہیں اور یہ دار محدودہ مذکورہ ان وارثوں میں بفرض اللہ تعالیٰ میراث ہو گیا کہ اس کی اس جورو کے واسطے آٹھواں حصہ اور باقی اس کی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے مشترک ہوا اصل فریضہ (۸) سے اور اس کی تقسیم چالیس سے ہوئی کہ جورو

کے واسطے (۵) سہام اور ہر پسر کے واسطے (۱۴) سہام اور دختر کے واسطے (۷) سہام ہوئے اور یہ دار اس بیع واقع ہونے کے روز ان وارثوں کے قبضہ میں اسی سہام پر مشترک غیر مقسوم ہے اور یہ لوگ اس سب کو بصفقہ واحدہ بعض ثمن مذکور کے اس مشتری کے ہاتھ اس قرار داد پر فروخت کرتے ہیں کہ یہ ثمن مذکوران سب میں انہیں سہام کے حساب سے مشترک ہوگا پس آخر تک بدستور سابق لکھے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر معقود علیہ دکان ہو تو لکھے کہ فلاں نے فلاں سے تمام حانوت واقع شہر فلاں محلّہ فلاں رفیق فلاں یا لکھے بازار فلاں یا کوچہ فلاں کے سرے پر فلاں سرائے کے سامنے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں پس یہ دکان مع اس کے حدود وحقوق وزمین وعمارت و تختوں کے جو دکان بند کرنے میں لگائے جاتے ہیں وغلق ومغلق کے اور اگر اس کے ساتھ بالاخانہ بھی ہو تو لکھے اور اس کا علو وسفل یا مع دار کے جس کا یہ علو ہے خرید کیا اور اگر نہر عامہ پر بنی ہو تو لکھے کہ تمام دکان جو نہر عامہ معروف بنام چنان پر بنی ہے جو فلاں مقام پر واقع ہے جس کی ایک حد اس نہر کی ہوا سے پانی بہنے کی جانب ملازق ہے اور دوسری ملازق دکان فلاں ہے اور تیسری ملازق ہوائے نہر ہذا از جانب گذرگاہ آب ہے اور اگر معقود علیہ کوئی سرائے ہو تو لکھے کہ اس سے تمام سرائے بنی ہوئی مع اس کی چار دیواری جو اس کو محیط ہے اور پوری پختہ اینٹوں کی ہے اور وہ مشتمل اتنے حدود دو کانوں کی ہے جو اس کے اسفل میں واقع ہیں اور اتنے عدد انبارجات وحجرہ وغرفہ جو اس کے اوپر ہیں اور چار دو کانوں کو جو اُس کے دروازہ پر ہیں مع ان کے علو کے شامل ہے پھر لکھے کہ پس یہ سرائے مع اس کے حدود وحقوق وزمین وعمارت ودوبرات وغرفہ ودکان ہائے دروازہ اس کے راہوں ومسالک کے جو اس کے حقوق سے ہیں آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے اور اس کے دو علو ہوں ایک کے اوپر دوسرا ہو تو لکھے کہ پوری سرائے مع اپنی تین چھتوں کے جو اس کے اسفل پر اور دوسرے اس کے نیچے والے بالاخانہ پر اور تیسرے اوپر والے بالاخانہ پر الی آخرہ یعنی آخر تک بدستور مذکور تمام کرے اور اگر معقود علیہ رباط مملوک ہو تو لکھے کہ پورا رباط مینہ مشتمل بصحن دار وچندین عدد مرابط داداری جو اس کے سفل میں ہیں ومشتمل ترتیب جس میں رباطی رہتا ہے اور یہ سب اس صحن کے گرداگرد ہیں ومشتمل بحجرات وغرفات جو اس کے علو میں ہیں پھر آخر تک بدستور معلوم ختم کرے اور اگر معقود علیہ برج کبوتران ہو یعنی کبوتروں کی ڈھابلی ہو تو لکھے کہ پوری ڈھابلی کبوتروں کی بنی ہوئی جس کے منہ وکھڑکیاں بند ہیں اس طرح کہ بدون صید کے کبوتروں کا پکڑنا ممکن ہے مع سب کبوتروں وجھونجھ وبچوں وانڈوں وہراوی ولکڑیوں کے جو اس میں ہے آخر تک بدستور لکھے اور ہم نے منہ وکھڑکیاں بند ہونا اس واسطے تحریر کیا تاکہ اس میں جو کبوتر ہیں ان کا سپرد کرنا مشتری کو ممکن ثابت ہوتا کہ اس کی بیع جائز ہو جائے اس واسطے کہ جس چیز کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہو اس کی بیع جائز نہیں ہوتی ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ کبوتروں کی ڈھابلی رات میں خریدنی چاہئے کہ کبوتر رات میں بسیرا لیتے ہیں اور سب اکر مجتمع ہو جاتے ہیں پس بیع ان کو شامل ہو جائے گی اور دن میں دانہ پانی کے واسطے باہر نکل جاتے ہیں پس سب کو بیع شامل نہ ہوگی اور بدین اعتبار مبیع کا اختلاط غیر مبیع [(۱)] سے اس طرح ہوگا کہ تمیز متعذر ہو گی اور اگر معقود علیہ تیل نکالنے کا گھر ہو تو لکھے اس سے تمام بیت جو تیل پیرنے کے واسطے ہے جو سہام[۱] منصوبہ واحجار واقفاص وادوات کو شامل ہے جو فلاں مقام پر واقع ہے اس کے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ پس یہ بیت مع اس کے سب حدود وحقوق وزمین وعمارت وہر چار سہام وآسیائے کبیر کے جو مشتمل ہے ایک کھڑے پتھر کو جس کو سنگ رخ کہتے ہیں اور دوسری چکی کو جس کو سنگ پشت کہتے ہیں سب کو مع اس قدر اقفاص کے مع اس کے جو اس میں پتھر ولوہے کی کڑاہیاں ہیں جو اس کے اندر بنی ہوئی بھٹی پر رکھی ہیں جن میں تل جوش دیئے جاتے ہیں آخر تک بدستور اور اگر معقود علیہ پن چکی گھر ہو تو لکھے کہ تمام طاحونہ مشتمل بآسیا واقع دیہہ فلاں بر نہر فلاں اور اس کے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ پس یہ طاحونہ مع اس کے سب حدود وحقوق وزمین عمارت اور ہر دو [(۲)] حجر اعلیٰ واسفل کے اور مع اس کے ڈول وتوابیت و

---

[۱] سب الفاظ ضروری اوّل میں لکھ دیئے گئے ہیں ۱۲ منہ (۱) یعنی غیر کے کبوتروں سے خلوط ہوں گے ۱۲ (۲) یعنی نیچے اوپر کے پاٹ ۱۲ منہ

قطب و باقی آلات لوہے کے ومع آلات لکڑی کے نادق وتواغیر یا جناں خود ومع اس کے شرب با مجازی ومسائل کے جواس کے حقوق سے ہیں اور مع اس کے تختوں کے جواس کی زمین میں بچھے ہیں اور مع اس جگہ کے جہاں اس کے اناج کی گونیں ڈالی جاتی ہیں اور مع اس کے چوپایوں کے کھڑے کرنے کی جگہ کے اور مع ان جگہوں کے جہاں اس کا اناج صاف کیا جاتا ہے اور دانہ جدا کیا جاتا ہے اور مع اس کے مرج کی زمین و درخت و پودے و پانی جاری ہونے اور بہنے کی موریوں سمیت جواس کے حقوق سے ہیں خرید کیا پھر اس کے بعد دیکھا جائے کہ اگر یہ طاحونہ نہر عام پر واقع ہو تو لکھے کہ اس کی ایک حد اس کے واسطے جہاں سے نہر میں سے پانی لیا جاتا ہے اس سے ملازق ہے اور دوسری حد اس طاحونہ کی نہر کے کنارے عام راستہ سے ملازق ہے اور تیسری اس جگہ سے ملازق ہے جہاں نہر میں اس کا پانی گرتا ہے اور چارم لازق اراضی فلاں ہے اور اگر نہر مملوک پر واقع ہو جواس بیع میں داخل ہوتی ہے تو لکھے کہ یہ طاحونہ ایک نہر خاص پر جواس کے واسطے ہے بنا ہوا ہے اور یہ نہر فلاں نہر سے (۱) پانی لیتی ہے اور اگر معقود علیہ حمام ہو تو لکھے کہ فلاں سے پورا حمام واحد جو عورتوں مردوں دونوں کے واسطے رکھا گیا ہے خرید کیا اور اگر دو حمام ہوں کہ جس میں سے ایک مردوں کے واسطے اور دوسرا عورتوں کے واسطے ہے تو لکھے کہ اس سے ہر دو حمام باہم متلازق ہیں کہ دونوں میں سے ایک مردوں کے واسطے ہے اور دوسرا عورتوں کے واسطے ہے اور دونوں فلاں مقام پر واقع ہیں اور ایک حمام جس میں مرد وعورت دونوں داخل ہوتے ہیں لکھ دے کہ مرد اوّل دن میں جاتے ہیں اور عورتیں باقی آخر روز میں جاتی ہیں اور لکھ دے کہ وہ مشتمل ہے سیا کوارہ ایک لکڑی ایک چھت دار ہے اس میں ایک تخت لکڑی کا ہے اور دوسرا تخت حمامی کے بیٹھنے کا ہے اور اس میں ایک بیت خاص خانہ ہے کہ اس میں نہانے والوں میں سے معزز لوگ جاتے ہیں اور اس میں اتون ہے کہ ایک حمامی کی آمدنی جمع کرنے کے واسطے اور دوسرے ثیابی کے فخانات رکھنے کے واسطے ہے اور بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ حمام مع اس کے سب حدود وحقوق اور زمین وعمارت و دیگہائے مسی جو پانی گرم کرنے کے واسطے اس میں جڑی ہیں ومع اس کے کنوئیں کے جس کی جگت پتھر و پختہ اینٹوں سے بنی ہے ومع اس کے چرخ وڈول ورسی کے ومع ان حوضوں کے جواس کے اندر بنے ہیں اور لکھ دے اور مع ان ظروف کے جو پانی لینے کے واسطے معمول ہیں اور مع اس کے اتون وراکھ ڈالنے کی جگہ و پانی بہنے کی موری اور مع تابہ ہائے مفروشہ ومع اس کی جائے حشش وتجفیف کے خرید کیا آخر تک بدستور اور اگر معقود علیہ بیت طحانہ[1] ہو۔ تو لکھے کہ تمام بیت طاحونہ جس میں ایک چکی چلتی ہوئی ہے مع سب آلات چکی کے جواس میں جڑے ہوئے ہیں لوہے اور لکڑی کے ومع اس کے دونوں پاٹوں کے اور سوائے اس کے اور چیزیں جو باندیوں کے پیسنے میں کارآمد ہیں اور لکھ دے کہ ان دونوں متعاقدین نے یہ ادوات ایک ایک کر کے دیکھ لئے اور ان کے حال سے بخوبی اس طرح واقف ہو گئے کہ کسی طرح کی جہالت نہ رہی اور دونوں نے اس سب کی معرفت اقرار صحیح کیا اور اگر معقود علیہ بیت خنیق (۲) ہو تو لکھے کہ اس میں ایک خنبہ لکڑی کا یا دو یا تین ہیں اور ہر خنبہ کے دو چشمہ ہیں اور ان خنبوں کے ساتھ مٹی کے خنبہ ہیں پھر بعد ذکر حدود بیت کے لکھے کہ یہ بیت مع اس کی ٹکڑی ومٹی کے خنبوں کے جس میں سے بڑے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد ہیں اور یہ سب بعینہا اس بیت خنبہ میں موجود ہیں اور ان کو ان دونوں متعاقدین نے ایک ایک کر کے خوب دیکھ سمجھ لیا ہے اور تحریر کو بدستور تمام کرے کذا فی الذخیرہ اور اگر معقود علیہ مجمدہ ہو۔ تو لکھے کہ تمام مجمدہ وفلاں مقام پر واقع ہے مع تمام اس چیز کے جواس کی طرف منسوب ہے از غدیر ہائے ثلثہ یا دو غدیر یا ایک غدیر ومع عارفین کے خرید کیا اور اس

[1] سوائے پانی کے آدمی و جانور وغیرہ سے پیسا جاتا ہو ۱۲ منہ

(۱) یعنی اس میں فلاں نہر سے پانی آتا ہے ۱۲ (۲) معرب وخنبہ ابتدائے کتاب میں مفصل مذکور ہے ۱۲

مجمدہ کا طول اتنے گز اور عرض اتنے گز ہے اور مجمدہ اور غدیروں و غارفین کے حدود بیان کر دے اور اگر معقود علیہ مثلجہ ہو تو لکھے کہ تمام مثلجہ مع اس سب کے جو اس کی طرف اس کے جوانب سے منسوب ہے خرید کیا اور اس کے حدود بیان کر دے اور اگر معقود علیہ ملاحہ ہو یعنی نمک سار تو لکھے کہ پورا ملاحہ مع تمام اس چیز کے جو اس کی طرف منسوب ہے اس کے حوضوں و تالاب و جو اس میں نمک جمع کرنے کی جگہ وغیرہ ہے خرید ا اور اس کے حدود بیان کر دے اور اگر معقود علیہ ایسی زمین ہو جس میں لفظ یا قیر کے چشمہ ہوں تو لکھے کہ اراضی معروف بنام چنان اور چشمہائے لفظ و قیر جو اس زمین میں ہیں خرید ے پس یہ زمین مع ان چشموں کے بایں نفط موجودہ کے خرید کیا اور ہم نے چشموں کو خاص کر تحریر کر دیا اس واسطے کہ بعض علماء کے نزدیک چشمے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں اس واسطے کہ براہ زراعت ان سے انتفاع نہیں حاصل ہو سکتا ہے اور یہ جنس زمین سے برخلاف ہیں پس اس اختلاف سے احتراز ہونے کے واسطے ہم نے خاصۃً تحریر کر دیا اور جو قیر و نفط ان میں موجود ہے اس کو اس واسطے تحریر کر دیا کہ وہ مثل نمک کے ان چشموں میں مانند ودیعت کے رکھی ہوئی ہے پس بدون ذکر کے بیع میں داخل نہ ہوگی اور پانی جو کنوئیں و چشمے میں ہوتا ہے اگرچہ وہ بھی ایسا ہی ہے حالانکہ اس پانی کو ذکر نہیں کرتے ہیں اور نفط و قیر کو ذکر کیا لیکن اس میں اور نفط و قیر میں اس وجہ سے فرق ہے کہ کنویں و چشمے میں جو پانی ہے وہ کنوئیں کے مالک کی ملک نہیں ہوتا ہے پس اس کو کیونکر فروخت کر سکتا ہے اور نفط و قیر کا یہ حال نہیں ہے۔ پھر اگر چشمے و کنویں کا کوئی نام ہو تو یہ نام بیان کر دے اور نہر و چشمہ کی حد بیان کرنا ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر نہر جاری کا رقبہ فروخت کیا تو اس کا مفتح و منتہی اس کا طول و عرض و عمق تحریر کر دے کہ ہر جانب اس کے اس قدر گز [1] ہیں اور اگر نہر کا کوئی نام ہو تو یہ نام بیان کر دے اور اس کے حدود ضروری بیان کرے اور اگر فقط حدود بیان کرنے پر اکتفا کیا تو گزوں کی مقدار ترک کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ تحدید سے اس کی شناخت ہوگئی اور یہی مقصود ہے اور اگر نہر مع اراضی کے خریدی تو نہر کو اور اس کا طول و عرض و عمق اور نہر کا نام اور ہر طرف اُس کے حریم جس قدر ہے اُس کے گزوں کی تعداد تحریر کر کے پھر اس کے ساتھ جو زمین ہے اُس کو تحریر کرے اور اس کے حدود بیان کرے اس واسطے کہ پوری شناخت حدود بیان کرنے سے ہوتی ہے پھر تحریر گو بدستور ختم کرے کذا فی المحیط اور اگر معقود علیہ کاریز ہو تو لکھے کہ بنام کاریز جو فلاں موضع میں واقع ہے اور اس کا مفتح فلاں مقام سے اور مصب فلاں مقام پر ہے اور اس کا حریم دونوں طرف سے اتنے گز ہے مع اس کے حدود و حقوق و زمین و بناء و سفل و علو کے خریدی اور یہی صورت نہر میں ہے لیکن ان نہر [2] کا علو نہیں ہوتا ہے لیکن نہر میں اس کا طول و عرض و عمق گزوں سے لکھ دے اور گزوں کی ناپ سے اس کے دونوں جانب اُس کے حریم کی مقدار بھی بیان کر دے اور اگر معقود علیہ فقط شرب ہو بدوں زمین و بدون رقبہ نہر کے۔ تو ایسی بیع جائز نہیں ہے اس واسطے کہ شرب حصہ آب سے مراد ہے اور پانی قبل حیازت کے ملک نہیں ہوتا ہے اور جو چیز مملوک نہ ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور نیز اس وجہ سے کہ پانی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے پس مبیع مجہول ہوگی اور یہ موجب فساد بیع ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر لوگوں میں اس کا عرف جاری ہو تو جائز ہوگی جیسا کہ نواحی بلخ و نسف وغیرہ میں لوگوں میں ایسی بیع کا معمول ہے اور وہ لوگ اس کو جائز سمجھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو سب مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے اور قاضی ابوعلی الحسین النسفی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور سوائے شیخ ابوعلی موصوف کے اور مشائخ نے اس کو جائز نہیں رکھا ہے اور یہی صحیح [ا] ہے اس واسطے کہ قیاس صحیح جبھی ترک کیا جاتا ہے کہ جب تمام شہروں

ا مترجم کہتا ہے کہ یہی صواب ہے اور جو حدیث کہ دلیل میں بیان کی اس سے مراد صحابہ ہیں بدلیل قول آنحضرتؐ ان ما رآہ الصحابۃ رضی اللہ عنہم اسی پر ان لوگوں میں سے جواز روئے تفسیر دوسری حدیث کے ساتھ اس پر وثوق رکھتے ہیں بعض اکابر نے جزم کیا ہے اس بنا پر کہ المسلمون الف لام کے ساتھ جمع محلی ہے پس اس سے کل افراد مراد ہوں گے جیسا کہ اس کی تصریح علم اصول میں ہے اور ہم کو اسی قدر کافی ہے جو ہمارے استاد علامہ نے صواعق میں بیان کیا کہ جس پر زیادتی ممکن نہیں ۱۲ (۱) یعنی وہ اس کا حریم دونوں طرف سے اس قدر گز ہے ۱۲ (۲) کہ وہ اوپر سے کھلی ہوئی ہوتی ہے ۱۲

میں ایک بات کا معمول پایا جائے گا اور بعض شہروں میں ہونے سے ترک نہ ہوگا اور اگر معقود علیہ قطعہ زمین مع ایک ٹکڑے پانی کے جو ایک دیہ کے واسطے ہو اور ان کے درمیان پانی مع زمین کے فروخت کرنے کا رواج ہو تو لکھے کہ فلاں گاؤں کے پانی کے اتنے جزوں میں سے ایک جزو خریدا اور اس کا سب پانی اتنے جزوں پر تقسیم ہے اور یہ پانی اسی گاؤں کے چشموں سے ماخوذ ہے اور یہ اس گاؤں والوں کے نزدیک معروف و معلوم ہے اور وہ باہم ان میں بقدر اس کی زمین مذکورہ کے ان لوگوں کے نزدیک بقسمت معلومہ منقسم ہے کہ ان لوگوں پر اس میں سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے پس اس گاؤں کے پانی کے منجملہ اتنے جزوں کے یہ مع جزو اس گاؤں کی زمین میں سے جس قدر حصہ اس جزو پانی کے مقابل ہے خریدا اور یہ پانی اس گاؤں والوں کے درمیان اس گاؤں کی زمین مذکورہ مشترکہ پر جو ان میں مشترک ہے بتقسیم معلومہ و معروفہ بحساب اراضی دیہ مذکورہ کے ان میں باہم منقسم ہے پس اس جزو پانی کو مع اس کے حصہ زمین کے اور جس پر اس بیع کا عقد واقع ہوا ہے اس کے حدود و حقوق کے خرید کیا پھر تحریر کو ختم کرے اور بعض گاؤں میں اس طرح لکھی جائے گی کہ فلاں اراضی مع اس کے حصہ پانی کے خریدی اور وہ اتنے طاس بھر کے یا فلاں روز سے فلاں روز تک دن رات کے ساتھ جو منجملہ اس پانی کے ہے جو فلاں گاؤں کی نہر میں جاری ہے اور یہ پانی اصل ثابت و بواقی خراجی ہے مع اس پانی کے مجاری و مسائل و حقوق داخلہ و خارجہ کے اعلیٰ چشمہائے وادی جنگل سے تا انتہائے حدود آن بنا بر اس عرف کے جو اس نہر کے سینچنے والوں میں اپنے شرب میں پانی کے مقادیر معروف و معلوم ہیں اور بعض گاؤں میں اس طرح لکھی جائے گی۔ فلاں نے فلاں سے تمام زمین واقع موضع فلاں میں سے اس کا پورا حصہ جو اس نے اپنی خود ملک بیان کیا ہے اور اس قدر حصہ پانی غیر مقسوم منجملہ اس قدر حصوں کے جو اس گاؤں کے پانی کے اس گاؤں والوں میں مشاع غیر مقسوم ہیں خرید کیا اور اس گاؤں کے پانی کے سہام کی مقدار شناخت یوں معمول رکھی گئی ہے کہ غرفہ سے پہچان ہوتی ہے کہ ہر غرفہ اس قدر سہم ہے اور یہ تمام اراضی مقامات متفرقہ میں ہے اور ازانجملہ ہر دو کنارہ ہائے نہر اس پر قدر ہے اور ازانجملہ چنین و ازانجملہ چنان ہے اور نسف کے بعض دیہات میں محدودات مفرزہ و محدودات غیر مقسومہ مع اس کے حصہ پانی کے خریدے میں یوں لکھتے ہیں کہ تمام قطعہ کھیت مشتملہ بچہار دیواری و اراضی [1] جس میں سے بعض خراجی غیر مقسومہ اور بعضی خراجی مقسومہ ہے جو نسف کے دیہات میں سے فلاں دیہ میں واقع ہے اور تمام وہ جو اس نے بیان کیا کہ یہ میرا پورا حصہ ہے اور اس قدر حصے پانی کے منجملہ اس دیہ کے اس قدر حصوں پانی کے خرید کیا اور اس گاؤں کے پانی کا ہر حصہ بیس حریت مساحت کے سینچنے کا ہوتا ہے اور یہی معروف ہے اور اس میں سے منجملہ اتنے سہام کے اس قدر سہام اس گاؤں کی ایک جماعت کے واسطے میں مشاع غیر مقسوم ہیں کہ ان لوگوں میں قرح کے حساب سے کہلاتے ہیں اور یہ اس قدر قرح ہیں اور ہر قرح کے اس قدر سہام ہیں اور یہ ان لوگوں میں معروف ہے پس اس میں سے اس قدر سہام قرح فلاں کے واسطے ہیں اور اس قدر سہام قرح فلاں کے واسطے و نوائب سلطان و خراج اسی حساب سے سب پر پھیلایا جاتا ہے اور اس گاؤں کا پانی جو اصل وادی سے س کی نہر میں جاری ہوتا ہے ان پر منقسم ہوتا ہے اور غیر خراجی میں کھیت چہار دیواری کا اور باغ انگور و اراضی چنین و چنان ہیں ان کے حدود بیان کر دے اور ان کا شرب فلانی نہر سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر معقود علیہ بیت طراز ہو تو لکھے کہ تمام بیت طراز بنا ہوا جس میں یہ چیز شامل ہے اور اتنی کاڑھیں ہے جس میں جولاہے کام کرتے ہیں یا یوں لکھے کہ تمام کارگاہ مبینہ جس میں یہ یہ چیزیں شامل ہیں اور اتنی کاڑھیں ہیں جس میں جولاہے کام کرتے ہیں یا یو لکھے کہ تمام کان کر دے اور اگر معقود علیہ ایک کاڑہ معین ہو تو لکھے کہ تمام ایک کاڑہ داہنے یا بائیں یا سامنے کے منجملہ بیت طراز کے جس میں اس قدر کاڑھیں ہیں کہ ان میں سے ایک کاڑہ یہ معقود علیہ ہے اور اس بیت طراز کے حدود بیان کر دے اور جگہ بیان کر دے پھر جس کاڑہ کا عقد قرار پایا ہے اس کے حدود بیان کر دے یہ ذخیرہ میں

(۱) یعنی چار دیواری اس کے گرد ہے اور بیچ میں آراضی ہے ۱۲

ہے اور اگر زمین زراعت یا گاؤں خریدا اور حقوق کا ذکر چھوڑ دیا تو عمارت و درخت درختان خرما سب داخل ہو جائیں گے جیسے باغ انگور و درختان سیب و امرود مع سب انواع کے اور قصب و حطب وجھاؤ لیکن ایک روایت میں جو امام ابو یوسفؒ سے بشر بن الولید نے روایت کی ہے قصب فارسی نہیں داخل ہوتا ہے اور قصب سکر وقصب الذریرہ بالاتفاق نہیں داخل ہوتے ہیں قصب الذریرہ وہ ہے جو کو نکڑ میّت پر چھڑکا جاتا ہے اور جو درخت ایسے ہوتے ہیں کہ اس میں بھی پھل نہیں آتے ہیں جیسے چنار و سپیدا کہ ہمیشہ کاٹے جاتے ہیں ان میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ بدون ذکر کر کے داخل نہ ہوں گے جیسے کھیتی اور بعض نے کہا کہ داخل ہو جائیں گے اور یہی اصح ہے اور بادنجان کا درخت مشتری کا اور پھل بائع کے ہوں گے اور یہی حکم درخت کپاس وکسم میں ہے کہ اس کا درخت بدون ذکر حقوق کے داخل ہوگا اور جو پیداوار اس درخت پر موجود ہے وہ بدون ذکر کے داخل نہ ہوگی اور علی ہذا القیاس جس درخت کی پیداوار توڑلی جاتی ہے اور اُس کی جڑ نہیں کاٹی جاتی ہے اُس کا یہی حکم ہے اور جو پھل درختوں پر لگے ہیں وہ بدون ذکر حقوق و مرافق کے داخل نہ ہوں گے اور حقوق و مرافق ذکر کرنے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک داخل ہوں گے اور ظاہر الروایۃ کے موافق اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے کہ بدون ان کے سریح ذکر کرنے کے داخل نہ ہوں گے یا اس طرح ذکر کرے کہ ہر قلیل و کثیر جو اس میں یا اس سے ہے تو داخل ہوں گے لیکن یہ لفظ نہ لکھے کہ جو اس کے حقوق میں سے ہیں اور رطبہ اور جو خودرو ہو کر پھلدار ہو گیا ہے اس کے پھل بائع کے اور اصل مشتری کی ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایسی زمین فروخت کی جس میں زعفران ہے تو زعفران کی بونڈی بائع کی اور درخت مشتری کے ہوں گے اور یہی حکم کتان وچنبہ دانہ اور تمام دانوں کا ہے مثل چناؤ یا قلاو مسور کے اور یہ سب بمنزلۂ زراعت کے ہیں اور اگر مبیع قیطون ہو تو یہ الفاظ بڑھائے مع اس کے دسوں خنبہ و مٹکوں کے اور وہ اس قدر عدد ہیں جن میں سے بڑے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد ہیں اور وہ سب امراء یعنی رکھنے کی جگہ رکھے ہیں اور مع سب گیہوں و جو و اناج کے جو اس میں موجود ہے بشرطیکہ متعاقدین کے صریح ذکر کرنے پر بیع میں داخل ہو گئے ہوں اور اہرار خنبات اور بعض کہتے ہیں کہ کشادہ بیت اور بعض کہتے ہیں اخبار خانہ اور میں نے یہ لفظ کتاب لغت میں نہیں پایا لیکن جس سے میں نے پڑھا ہے اس سے ایسا ہی سُنا ہے اور اگر مبیع باغ انگور یا پھلواری ہو تو اس کے حقوق بیان کرنے کے وقت لکھے کہ مع اس کے درختان و پودے وتاک انگور و قصبان و عرائس واوباط کے و مع اس کے شرب و مشارب وسواقی واعمدہ و دعائم وانہار کے خریدا اور اوباط واوخ ہے اور عمدہ میخین اور دعائم جس پر عرائش نصب کئے جاتے ہیں اور عرائش و دشالہ نرکل سے بنا کر انگور چڑھانے کے واسطے قائم کرتے ہیں اور پھلواری داخل دیوار شہر پناہ ہو تو لکھے کہ داخل شہر پناہ فلاں متصل دربۂ فلاں بر ساقیہ نہر فلاں اور اگر گاؤں میں ہو تو لکھے کہ دیہ فلاں از سواد فلاں اور اگر اس میں پھل یا زراعت یا رطبہ ہو تو لکھے کہ مع اس کے پھل کے و زراعت و رطبہ کے اور پھلوں کے ذکر کے وقت اس قدر بڑھائے کہ ان کی صلاحیت ظاہر[1] ہو گئی ہے اور اگر اس میں کاٹی ہوئی کھیتی یا تھوڑے ہوئے پھل یا بھوسہ یا لکڑی ایندھن کی رکھی ہو اور یہ بیع میں داخل ہو گئی ہوں تو اس سب کو ذکر کرے اور بیان کر دے کہ متعاقدین نے اس سب کو دیکھ بھال لیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ باغ انگور چار دیواری دار میں جو کردار[1] ہیں ان کی تحریر اس طرح سے کہ اس احاطہ میں ایک چھوٹا قصر ہے اور اس کے بیوت سفل و علو سمیت اور مع ہر چار دیواری باغ اوپر سے نیچے تک اور اتنے عدد درختان انگور اور تمام رہط جو کنارہ حوض یا سامنے قصر کے ہے اور چندین و چندان درخت انار و اخروٹ و شمش و فرلک یعنی شفترنگ اور علی ہذا تمام ساق میاں شجر وتاک انگور سب لکھے اور کردار اراضی میں پچاس جداول و دس مسنات و

---

[1] کردار لفظ فارسی ہے جو مستعمل ہو گیا اور اس سے اس باغ و زمین جو کوٹھری وغیرہ خارجی چیزیں ہوں مراد ہیں ۱۲ منہ

(۱) یعنی قابل فی الجملہ استعمال کے ہیں ۱۲

چندیں ٹوکرے کھاد کے جو اس اراضی کے کنارے پڑے ہیں اور مع تمام ان درختوں کے جو اس کے گرد اور اس کے مسناتوں پر واقع ہیں اور مع تمام اس چیز کے جس سے زمین کے کھڈے پٹائے گئے ہیں بقدر ہاتھ دو ہاتھ کے جیسی ہو اور اس سب کی تحریر کے ساتھ یہ عبارت لاحق کرنا واجب ہے کہ دونوں متعاقدین نے ان کے مواضع و مقاویر دیکھ بھال لیے ہیں اور ایک ایک کر کے ان چیزوں کو دیکھ لیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر معقود علیہ کاریز ہو جس پر چکی گھر میں چکی ہے تو امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر فرمایا کہ اس کی تحریر میں یوں لکھے کہ یہ وہ ہے کہ خرید کیا فلاں نے فلاں سے تمام کاریز جس کا نام یہ ہے اور وہ فلاں پرگنہ کے فلاں نواح میں یا دیہ میں واقع ہے اور جو بیت اس کاریز پر واقع ہے وہ فلاں چیز سے متصل ہے اور اس میں ایک چکی ہے اور اس کو بیان کر دے جس طرح مذکور ہوا ہے اور اس کاریز کا مفتح یعنی ابتدا فلاں مقام سے اور مصب جہاں گرتی ہے فلاں جگہ ہے اور اس کا طول و عرض و عمق بیان کرے اور امام محمدؒ نے حریم کاریز کی مقدار بیان کرنے کا ذکر نہیں کیا اور امام طحاوی نے اس کو ذکر کیا ہے کہ اتنے گز ہر جانب سے ہے کہ دائیں جانب سے اتنے گز اور بائیں جانب سے اتنے گز حریم ہے اور اس کا مرض اتنے گز اور عمق اتنے گز ہے اور گز درمیان سے اس کی ناپ ہے یعنی درمیانی ہاتھ اتنے اتنے ہاتھ ہے اور فلاں شخص نے دونوں متعاقدین کی رضامندی سے اس کو اپنے ہاتھ سے ناپا ہے اور ایسا ہی ناپ میں نکلا ہے جیسا بیان ہوا ہے اور دونوں متعاقدین نے اس کو دیکھ بھال کر خوب جان بوجھ لیا ہے اور شیخ ابوزید شروطی فرماتے تھے کہ یوں لکھے کہ یہ کاریز مع اس کے حریم کے خریدی اور امام طحاوی نے فرمایا کہ جو ہم نے لکھا ہے یہی احوط ہے اس واسطے کہ اس باب میں علماء کے درمیانی اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم کے نزدیک کاریز کا حریم نہیں ہوتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس قدر حریم ہوتا ہے کہ اس کی مٹی نکال کر ڈالی (۱) جا سکے پس بیع بہرحال صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ حریم ہوتا ہی نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ حریم ہوتا ہے لیکن اس قدر کہ جتنے پر اس کی مٹی نکال کر ڈالی جا سکے اور یہ مقدار مجہول ہے کہ اس پر درحقیقت وقوف نہیں ہوتا ہے پس وہ مجہول و معلوم دونوں کا ایک ہی صفقہ میں فروخت کرنے والا ہو گیا اور نیز اس وجہ سے کہ جس نے کاریز کے واسطے حریم قرار دیا ہے اس نے زمین موات میں قرار دیا ہے اور غیر کی مملوکہ میں قرار نہیں دیا ہے پس بدین اعتبار جب کہ کاریز کے واسطے حریم نہ ہوا تو صفقہ واحدہ میں موجود و معدوم دونوں کے جمع کر کے فروخت کرنے والا ٹھہرا اور یہ جائز نہیں ہے پس اس سے احتراز واجب ہے اور احتراز اس طور سے ہو سکتا ہے جس طرح ہم نے تحریر کی ہے اور اگر پانی کا حال جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے ذکر کر دے تو یہ احسن واوثق ہے پھر حدود اربعہ ذکر کر دے پھر لکھے کہ یہ کاریز مع اپنے سب حدود کے اور بیت جو اس کاریز پر واقع ہے مع چکی کے جو اس میں چلتی ہے اپنے ادوات و آلات سنگین و لکڑی و لوہے کے ادوات و آلات سمیت مع خرچ و دولاب و خنوف و توابیت و نوا (۲) غیر مع انجہ و مع ان الواح کے جو اس کی زمین میں بچھے ہوئے ہیں اور مع اس جگہ کے جہاں اناج کی گونیں ڈالی جاتی ہیں اور اس کے جانوروں کے کھڑے کرنے کی جگہ کے جو اس کے حقوق میں سے ہے اور تحریر کو بدستور تمام کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ محیط میں ہے اور اگر معقود علیہ اجمہ ہو قال اجمہ نیستان (۳) تو لکھے کہ اس سے اجمہ خرید اجو فلاں مقام پر واقع ہے اس کے حدود و چنین و چنان ہیں اس اجمہ کو مع اس کے نرکل کے جو موجود ہیں اور مع نرکل کے اصول کے اور اگر وہاں نرکل کے بوجھ کاٹے ہوئے رکھے ہوں اور وہ بیع میں داخل ہوئے ہوں تو ان کو بھی ذکر کر دے کہ مع اس کے نرکلوں کے بوجھ کے جو کاٹے ہوئے اس میں رکھے ہوں یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کشتی ہو تو لکھے کہ اس سے تمام کشتی جس کو یہ [1] کہتے ہیں اور وہ ایسی لکڑی کی کشتی ہے اس کے تختے اتنے ہیں اور (۴) عوارض

---

[1] قولہ یہ یعنی اگر اس کا کچھ نام ہو جیسے سلطانی جہازوں کے اور انگریزی جہازوں کے نام ہیں ۱۲

(۱) یعنی اتنی جگہ جس پر مٹی اٹھا کر ڈالی جا سکے ۱۲ (۲) جس پر پانی گرنے سے چکی گھومتی ہے ۱۲ (۳) جہاں نرکل پیدا ہوتا ہے ۱۲ منہ

(۴) جو چوڑوائیں لکڑیوں کے تختے جڑے جاتے ہیں

اتنے ہیں اور طول اس کا اتنا اور عرض اتنا ہے پس اس کشتی کو مع اس کے عوارض وانواع ودنابلہ (۱) ونیز کشتی ومرادی اور وہ اتنے مرادی ہیں اور مع اس کے مجادیف کے جو اتنے مجداف [۱] ہیں لکڑی وتعداد بیان کر دے اور مع اس کے سب ادوات وآلات کے جو اس میں استعمال کئے جاتے ہیں اس میں داخل ہوں یا اس سے الگ ہوں اور مع اس بادیان ونمد کے اتنے کو خرید ادر حالیکہ دونوں متعاقدین نے پہلے اسی کو اور اس میں سے ہر ہر چیز کو خوف دیکھ بھال لیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر مبیع مملوک ہو تو ؟

اگر معقود علیہ کوئی کنواں یا چشمہ ہو اور اس کے ساتھ کوئی زمین نہ ہو جو اس سے سینچی جاتی ہو بلکہ صرف چوپاؤں کے پانی پلانے کے واسطے ہو تو لکھے کہ فلاں سے کنواں یا چشمہ اور جو فلاں مقام پر واقع ہے اور اس کے حدود بیان کر دے اور یہ بیان کرے کہ یہ چشمہ مدور ہے جس کی گولائی اتنے ہاتھ ہے اور ہاتھ کو بیان کر دے کہ درمیانی ہاتھ یا کیسے گزوں سے ہے اور اس کا عمق اتنے گز ہے اور اسی طرح کنوائیں کی صورت میں اس کی گولائی اور عمق ہاتھوں کی ناپ سے بیان کر دے اور نیز مثلاً اگر اس کی جگت پختہ اینٹوں کی ہو تو بیان کر دے اور چشمہ کی صورت میں اس کا مبدا ومنتہا بیان کرے اور لکھے کہ یہ کنواں یا چشمہ مع اس اراضی کے جو اس کے گرداگرد کی ہے جو ہر جانب سے اوسط ہاتھ سے اتنے ہاتھ ہے اور اگر اس کا پانی بیان کر دے کہ اس کا پانی غائر شیریں پاکیزہ خوشگوار ہے بدبودار گھاری ناگوار نہیں ہے تو یہ احفظ واحسن ہے اور یہ نہ لکھے کہ کنویں وچشمہ میں جو پانی ہے وہ داخل مبیع ہے اس واسطے کہ یہ اس کا مملوک نہیں ہے پس اس کو کیونکر فروخت کرے گا واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ اور اگر مبیع کوئی قطعہ زمین ہو اور اس کے حدود یا علام قائم ہوں جیسے مثلاً درختان معلومہ ہوں تو پہلے حدود بیان کرے پس لکھے کہ اس قطعۂ زمین کی ایک حد متصل درختاں فلاں ہے اور دوم وسوم وچہارم اسی طور سے بیان کر دے اور چونکہ اس طریقہ کی تحدید میں جھگڑے کا احتمال ہے کہ جب یہ درخت کاٹ ڈالے جائیں تو فساد ہوگا تو اس کا دوسرا طریقہ ہے کہ اس سے سب جھگڑوں کی خود بنیاد کٹ جاتی ہے اور نیز اگر اس زمین کے واسطے اعلام نہ ہوں تو بھی یہی طریقہ ہے کہ اس قطعہ زمین کلاں کے حدود بیان کرے پھر اس کا شمالی یا جنوبی یا کسی جانب شرقی یا غربی ہوتا بیان کر دے پھر اس کی طولی وعرضی پیمائشی گز بیان کر دے اور اسی طرح اگر قطعہ کلاں میں سے کوئی چھوٹا ٹکڑا مستثنیٰ کیا تو بھی یہی بیان کرے اور اگر مبیع (۲) مملوک ہو تو اس کی جنس ونامہ وحلیہ بیان کر دے جس طرح ہم نے بارہا بیان کر دیا ہے اور اگر وہ بالغ ہو تو بیان کر دے کہ وہ غلام ومملوک ہونے کا مقر ہے بیان کرے اور اس میں کوئی داء وغائلہ وخبثہ نہیں ہے اور اگر یہ لفظ بھی بڑھا دیا جائے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے تو یہ عام ہے اور احوط ہے لیکن داء وغائلہ وخبثہ کے معنی جاننا چاہئے پس داء ہر عیب باطنی کو کہتے ہیں خواہ اس میں سے کچھ ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو از انجملہ تلی وجگر وپھیپھڑے کی بیماری ہے اور کھانسی وفساد حیض وبرص وجذام وبواسیر وذرب یعنی فساد معدہ وصفرا یعنی پیٹ میں زرد آب جمع ہو جانا وپتھری وفتق یعنی ریح امعاء ودر وعرق النسادہ ایک رگ ران میں ہے وناسور وخارش وخنازیر وغیرہ ان کے مثل جو بیماریاں ہوں اور جنون ووسواس وبچھونے پر پیشاب کر دینا اور آنکھ کا جالا اور زائد انگلی اور بہرا ہونا وشکوری اور شل ہونا اور لنگڑا ہونا وسر کے زخم کا داغ وداغ دینے کا داغ وشامہ یہ سب عیب ہیں داء نہیں ہیں اور بھگوڑا ہونا اور چور ہونا اور باندی کا چھنال ہونا اور غلام کا گرہ کٹ یا کفن چور یا راہزن ہونا یہ سب غائلہ ہے اور یہ فقط رقیق میں ہوتے ہیں اور داء سب حیوانات میں ہوتی ہے اور خبثہ سے مراد زنا اور اس کے مانند امور ہیں اور عوار بفتح عین جو فقط کپڑوں کے اقسام میں پایا جائے وہ پھٹا ہونا اور گھنگی ہے اور اگر مبیع کسی باغ یا دیہ کے پھل یا زراعت ہو تو لکھے کہ تمام پھل جو اس کے باغ انگور میں ہیں پھر اس چار دیواری کے باغ کے حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ اس سے

---

[۱] مجداف ڈانڈ جس سے کھیتے ہیں ۱۲ (۱) جس سے کشتی گھسیٹی جاتی ہے ۱۲ منہ (۲) یعنی باندی وغلام وغیرہ ۱۲

تمام پھل موجودہ جو تمام اس باغ محدود مذکور ہیں پھر سب پھلوں کا بیان کر دے کہ اخروٹ و انگور و کشمش وغیرہ جو جو اس میں ہوں اور لکھ دے کہ یہ پھل ایسے ہیں کہ ان میں صلاحیت [۱] آ گئی ہے یا اس کھیتی کی اصلاح ظاہر ہوگئی ہے بچندیں درم یہ بیع صحیح خرید کیا تا کہ اُن کو توڑ و کاٹ لے بدون تقصیر و تفریط کے پھر اس کے بعد اگر مشتری نے یہ چاہا ہو کہ ان پھلوں یا کھیتی کو پختہ ہونے تک باقی رکھے تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے چاہے یوں ذکر کرے کہ فلاں بائع نے اس مشتری کو مباح کر دیا کہ ان پھلوں کو جن کو فروخت کیا ہے ان درختوں پر تا وقت فلاں چھوڑ رکھے بدون اس کے کہ یہ بات بیع میں شرط قرار دی جائے مگر ایسی صورت میں بائع مذکور کو اس اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہوگا پس اس کی پوری مضبوطی یوں ہے کہ اس طرح [۲] لکھا جائے کہ بائع مذکور نے اس طرح اجازت دی کہ جب بائع مذکور اس اجازت سے اس درمیان میں رجوع کرے تو مشتری ان پھلوں یا کھیتی کو تا وقت معلوم با جازت جدید چھوڑ رکھنے کا ماذون ہوگا اور دوم یہ کہ زمین کو با جرت معلومہ مدت معلومہ تک کے واسطے اجارہ پر لے لے پس لکھے کہ پھر اس مشتری نے اس بائع مذکور سے یہ تمام زمین اپنے واسطے اس کھیتی خریدنے کے بعد اجارہ پر لی اور بائع مذکور سے لے کر اس پر قبضہ کر لیا بدون اس کے کہ یہ امر اس بیع میں شرط کیا گیا ہے پس اس زمین کو مع اس کے سب حدود و حقوق کے اتنے مہینوں پے در پے کے واسطے اس تاریخ سے باجارہ صحیح نافذہ اجارہ لیا جس میں کچھ فساد نہیں [۳] ہے اور نہ خیار ہے تا کہ مشتری اس خریدی ہوئی کھیتی کو اس زمین میں اس مدت تک باقی رکھے پھر اجرت کا و زمین کا باہمی قبضہ کرنا ذکر کر دے مگر یہ دوسری وجہ فقط کھیتی کی صورت میں ہو سکتی ہے درختوں میں نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے کہ درختوں پر پھل باقی رکھنے کے واسطے درختوں کا اجارہ لینا جائز نہیں ہے پس اس صورت میں وہی صورت اوّل ہے کہ بائع اجازت دے دے و مباح کر دے بطرز مذکورۂ بالا اور اگر کسی شخص نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے اپنی حویلی آپ بائع ہو کر اس کے واسطے خریدی تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہے کہ فلاں بن فلاں نے اپنی ذات سے اپنے فرزند صغیر فلاں کے واسطے جو اتنے برس کا لڑکا [۴] ہے بولایت پدری مبیع کے مثل قیمت [۵] پر جس میں نہ کمی ہے نہ بیشی ہے یا قیمت سے کم داموں پر تمام حویلی بنی ہوئی خریدی پھر حویلی کا سب وصف بیان کر دے اور اس کے بیوت کی تعداد جہاں واقع ہے اور حدود سب بیان کر دے پھر برابر بدستور لکھتا جائے یہاں تک کہ ثمن وصول کرنے کے مقام تک پہنچے پس اگر اس نے فرزند صغیر کے مال سے ثمن وصول کیا ہو تو اس کو تحریر کر دے کہ اس سے عاقد نے اپنے اس فرزند صغیر کے مال سے یہ تمام ثمن مذکور لے کر بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اس صغیر کے واسطے جس کے لئے یہ حویلی خریدی گئی ہے اس ثمن مذکور سے بائع کے بھر پانے اور قبضہ کرنے کے طور سے بریت حاصل ہوگئی اور اس عاقد نے اپنے فرزند صغیر مذکور کے واسطے یہ تمام حویلی مذکور خالی از تعلق غیر بقبضہ صحیح قبضہ کر لی پس اب اس کا قبضہ اس پر قبضہ امانت و حفاظت ہوا کہ بولایت پدری اس نے اس صغیر مذکور کے واسطے اس نے قبضہ کیا ہے بعد ازانکہ اس کے بقبضہ میں قبضہ ملکیت تھی اور یہ عقد بعد اس عاقد کے صحیح و تمام ہونے کے اس مجلس سے کھڑا ہوا اور بدنی جدائی کر لی اور اس سب کا اقرار صحیح کیا اور اگر باپ نے اس کو اس ثمن سے بری کر دیا ہو تو لکھے کہ اس عاقد پدر نے اپنے اس فرزند صغیر کو جس کے واسطے حویلی خریدی گئی ہے تمام ثمن مذکور سے بابراء صحیح بری کر دیا از راہ صلہ رحم و عطاء و شفقت پدری و نیکوئی درحق اولاد کے اور اس صغیر کو جس کے واسطے خرید واقع ہوئی اس ثمن سے بریت بطور بریت اسقاط کے حاصل ہوئی کذا فی الظہیر یہ۔ [۶] اور اس [۱] سے صریح یہ بات ظاہر ہوئی کہ باپ کو اپنے فرزند نابالغ کے ہاتھ فروخت کرنے یا اس کی

---

۱ اس عبارت سے صریحاً فروخت کرنا نکلا نہ خرید نا لکن ان میں ملازمت ہے اور اگر بعد عبارت ذیل کے فرماتے تو خوب تھا ۱۲ منہ

(۱) یعنی قابل استعمال ہوئے ہیں ۱۲ (۲) یعنی اجازت بائع لکھا جائے ۱۲ منہ (۳) یعنی اس اجارہ میں ۱۲ منہ

(۴) یعنی اس کی طرف سے مشتری اور ہی طرف سے بائع ہوا ۱۲ منہ (۵) یعنی ایسی مبیع کی جو قیمت ہے اسی قدر ثمن پر ۱۲

(۶) یہ عبارت نیچے کی عبارت کے بعد اولیٰ ہے ۱۲

چیز اپنے واسطے خرید نے میں کسی غیر کی ضرورت نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر باپ نے اپنے فرزند صغیر کا دار اپنے واسطے خرید ا تو لکھے کہ اپنی ذات کے واسطے اپنی ذات سے تمام دار جو اس کے فرزند فلاں کا ہے اس کے مثل قیمت پر خرید ا اور اس کا فرزند آج کے روز نابالغ ہے اس کی پرورش میں ہے اور اس کا ولی اس کا یہی باپ ہے یہاں تک کہ قبضہ ثمن کے مرکز تک پہنچے تو لکھے کہ اپنے مال سے اپنے فرزند فلاں کے واسطے تمام اس ثمن پر قبضہ کیا اور تمام اس دار پر اپنے واسطے قبضہ کیا اور کھری بات اس صورت میں یہ ہے کہ ثمن کو گواہوں کے سامنے وزن کر کے اپنے فرزند مذکور کے واسطے اس پر قبضہ کر لے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اس پر اس کے نابالغ فرزند کا قرضہ ہو اور اس نے چاہا کہ میں بری ہو جاؤں تو جس قدر نقد سے بریت چاہتا ہے اس کو گواہوں کے سامنے وزن کرے اور کہے کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مجھ پر میرے نابالغ فرزند فلاں کا اس قدر قرضہ تھا اور میں نے یہ مال اپنے مال سے نکال کر اب اس پر اپنے فرزند مذکور کے واسطے قبضہ کر لیا ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ باپ اپنے فرزند نابالغ کے قرضہ سے اپنا مال الگ کرے اور گواہ کرنے سے بری نہ ہوگا اور قرضہ مذکور اسی طرح باقی رہے گا اور اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خرید ا تو اس میں بھی یہی صورت ہے جو باپ کے خرید نے میں مذکور ہوئی فقط فرق یہ ہے کہ وصی کے خرید نے میں یہ شرط ہے کہ اس کی قیمت سے زیادہ کے عوض خرید ے اور اس کے آخر میں حکم حاکم[1] لاحق کرے اس واسطے کہ اس میں اختلاف ہے اور اگر صغیر نے اپنے باپ کا مال اس کی اجازت سے خرید کیا اور اس صورت میں اس سے زیادہ احتیاط ہے کہ اپنا مال صغیر کے واسطے اپنی ذات سے فروخت کرے اور خود ہی اس کی جانب سے مشتری ہو تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہے کہ صغیر نے جس کو فلاں کی جانب سے اس خرید کی اجازت ملی ہے مبیع کے مثل قیمت کے عوض جس میں نہ کمی ہے نہ بیشی ہے اپنے باپ فلاں سے خرید کیا پھر بیعنامہ کو اسی طور سے تمام کرے جس طرح اجنبیوں کا بیعنامہ تمام کرتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

بیع مرابحہ بجائے تولیہ کے یوں لکھے کہ اس کے ہاتھ یہ بیع مرابحہ اس قدر نفع پر فروخت کی ☆

اگر متولی وقف نے مال سے کچھ خرید ا تو لکھے کہ یہ وہ خرید ہے کہ فلاں شخص قیم وقف کذا نے یا لکھے متولی وقف کذا نے جو فلاں قاضی کی جانب سے متولی و قیم مقرر ہے اس نے مال وقف سے جو وقف کی آمدنی اُس کے پاس مجتمع ہوئی ہے اس وقف کا مال بڑھانے کی غرض سے اور تا کہ اس وقف کے اخراجات ادا کرنے میں مدد ملے فلاں بن فلاں سے تمام یہ چیز الی آخرہ اور احوط یہ ہے کہ اس میں یہ زیادہ کیا جائے اور وقف کرنے والے نے اپنے اس وقف میں یہ شرط کر دی تھی کہ جب ممکن ہو سکے تو اس کی اس وقف کی آمدنی سے جو مجتمع ہو جائے تو دوسری چیز آمدنی کے لائق خرید کر کے اس کے اس وقف میں شامل کر دی جائے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے بعوض ثمن معلوم کے کوئی چیز خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد اُس نے چاہا کہ کسی دوسرے شخص کو یہ چیز بطور بیع[2] تولیہ دے دے اور اس کی فروخت کا بیعنامہ لکھنا چاہا تو لکھے کہ یہ وہ ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے ہیں سب اس بات کے گواہ ہوئے ہیں کہ فلاں بن فلاں نے ان گواہوں کے سامنے اپنی صحت بدن وثبات عقل و جواز تصرفات کی حالت میں بطوع رغبت خود در حالیکہ اس میں کوئی ایسی علت مرض وغیرہ کی نہ تھی جو اس کی صحت اقرار سے مانع ہو یہ اقرار کیا کہ اُس نے فلاں شخص سے تمام وہ چیز خریدی تھی جو اس بیعنامہ کے اندر مندرج ہے جس کا نسخہ یہ ہے پس تمام بیعنامہ نقل کرے یہاں تک کہ گواہ کرنے کا ذکر آئے تو لکھے کہ پھر فلاں نے فلاں کے ہاتھ تمام وہ چیز جس پر بیع مذکور واقع ہوئی بعوض اسی ثمن کے جس کے عوض خریدی ہے جو اس میں مذکور ہے

[1] یعنی فلاں حاکم نے جواز کا حکم بھی دے دیا ۱۲ منہ
[2] یعنی جتنے میں ٹھہری ہے بغیر نفع کے دے دے اور بیع مرابحہ میں بیچک پر معمولی نفع ہو مثلاً دس کے گیارہ ۱۲

بطور بیع تولیہ صحیحہ فروخت کی جس میں شرط وخیار نہیں ہے اور فلاں نے اس بیع تولیہ کو بقول صحیح بقبول کیا اور ثمن مذکور تمام وکمال اس کو دے دیا اور اس کو یہ ثمن دے کر اس کے قبضہ کرنے سے بطور بریت قبضہ واستیفاء کے بری ہو گیا پھر مبیع پر قبضہ کرنا اور اس کا دیکھ بھال لینا اور دونوں کا بابدان متفرق ہونا اور مبیع تولیہ فروخت کرنے والے کا جس کے ہاتھ بیع یہ تولیہ فروخت کی ہے اس کے لئے اس بیع درک کا ضامن ہونا تحریر کرے پھر گواہ کر لینا تحریر کرے اور اگر کسی کو اس میں شریک کر لیا تو بھی اسی طور سے لکھے فقط اس قدر فرق ہے کہ بجائے ذکر بیع تولیہ کے اسی تہائی و چوتھائی وغیرہ جس قدر حصے کی شرکت واقع ہوئی ہو بعوض نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ ثمن کی تحریر کرے اور بیع مرابحہ میں بھی اسی طور سے لکھے لیکن بجائے تولیہ کے یوں لکھے کہ اس کے ہاتھ یہ بیع مرابحہ اس قدر نفع پر فروخت کی یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل دہم ☆

تحریر بیع سلم کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ بیع سلم میں بیعناموں کی مثال کی تین صورتیں ہیں۔ایک یوں ہے کہ یہ وہ سلم ہے کہ فلاں نے فلاں کو اس قدر درم اور اس نقد کو مفصل بیان کر دے پھر لکھے جو مال [1] میں مجلس سلم میں حاضر ہیں اتنے قفیز گیہوں سپید صاف جو آب جاری کے سینچنے سے پیدا ہوئے ہوں جید ہوں بہ پیمانہ ایسے قفیز کے جس کا رواج فلاں شہر میں ہے اتنی مدت کے وعدہ پر جس کی ابتدا اس تحریر کی تاریخ سے بطریق بیع سلم صحیح جائز کے جس میں کوئی شرط نہیں ہے اور یہ سلم فاسد نہیں ہے اس شرط پر دیئے کہ یہ مسلم فیہ گیہوں اس رب المال کو میعاد آنے پر جو اس تحریر میں بیان ہوئی ہے اس کی حویلی واقع [2] شہر فلاں پر سپرد کرے اور اس مسلم الیہ نے یہ عقد سلم از جانب رب السلم بالمواجہہ قبول کیا اور اس سلم مذکور کے راس المال ان سب درموں مذکور پر قبضہ کر لیا قبل اس کے کہ دونوں متفرق ہوں اور قبل اس کے کہ اس عقد کے سوائے کسی دوسرے کام میں مشغول ہوں اور اس عقد کی صحت کے بعد وموا جب عقد ہذا واس کے انعقاد کے ساتھ باہم راضی رہ کر دونوں اس مجلس عقد سے بتفرق ابدان متفرق ہوئے پھر تحریر کو تمام کرے اور اس میں ضمان درک کو تحریر نہ کرے اس واسطے کہ مبیع پر قبضہ نہیں ہوا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں کا اقرار تحریر کرے پس لکھے کہ یہ وہ ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے کہ زید وعمرو نے ان کے سامنے اقرار کیا کہ زید نے عمرو کو بیع سلم میں اس قدر درم آخر تک موافق تحریر وجہ اوّل کے تمام کرے اور طریقہ سوم یہ ہے کہ پہلے مسلم الیہ کا اقرار لکھنا شروع کرے پھر رب السلم کی طرف سے مسلم الیہ کے اس اقرار کی تصدیق تحریر کرے اور واضح ہو کہ ہم نے فقط صاف ہونا تحریر کیا اور مانند متقدمین اصحاب شروط کے بھوسے وکنکر وچو کے میل سے صاف ہونا تحریر نہیں کیا اس واسطے کہ بسا اوقات گیہوں ان چیزوں کے میل سے صاف ہوتا ہے لیکن ان چیزوں کے سوائے دوسری چیزوں کے میل سے جن کا میل عیب شمار کیا جاتا ہے صاف نہیں ہوتا ہے اور مطلق صاف ہونا ان سب کو شامل ہے اور نیز ہم نے اس سال کے پیداوار کے گیہوں نہیں لکھے جس طرح بعض علماء تحریر کرتے ہیں اس واسطے کہ اس میں ابہام ہے کہ شاید اس نے ایسے گیہوں کی بیع سلم ٹھہرائی ہے۔ جو ہنوز[ا] موجود نہیں ہوئے ہیں اور اگر نوع مختلف کی بیع سلم قرار دی تو امام اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

ا قولہ ہنوز یعنی وقت عقد کے ان کا وجود نہیں ہے اور یہاں سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جو لوگ کسانوں کو پیشگی روپیہ دیتے ہیں تا کہ تمہارے کھیت میں جو گیہوں پیدا ہوں گے ان میں سے ہم کو فی روپیہ اتنے من دینا یا نرخ بازار پر دینا تو یہ جائز نہیں ہے اور ہر دو وجہ سے عدم جواز ہے وقد فصلناہ فی کتاب السوانح ۱۲منہ

(۱) یعنی جو آنکھوں کے سامنے ہیں ۱۲منہ (۲) یعنی اس کے گھر پر دی جائے

دونون کا راس المال علیحدہ بیان کرنا ضروری ہے اور جو بیع سلم اختلافی ہے اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرنا ضروری ہے اور جو بیع سلم اختلافی ہے بنابرآنکہ ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے اور جن اجناس میں بیع سلم صحیح ہوتی ہے از انجملہ ظروف صفریہ وشبہہ [۱] وغیرہ میں لکھے کہ اتنے عدد شمعدان تانبے کے بنے ہوئے منقش برساخت بخارا جن کا وزن بوزن بخارا اس قدر ہے یا اپنے عدد شمعدان تانبے کے جو معروف بخیز ران ہیں اور اگر قمقمہ ہوں تو لکھے اتنے عدد جس میں قمقمہائے برنجی اتنے عدد بنے ہوئے جس میں سے کلاں اتنے عدد ہر ایک کا وزن بوزن بخارا اس قدر ہر ایک قمقمہ میں اس قدر پانی سمائے اور نیز قمقمہائے کلاں معروف بقمقمہ سمرقندی اتنے عدد اور اس میں سے خرد اتنے عدد اور وزن ہر ایک کا بوزن بخارا اس قدر اور اس میں اس قدر پانی سماتا او رعلی ہذا القیاس طاس وطشت کا بھی یہی طریقہ ہے اور لوہے کے اوزار میں مثلاً کلند آہنی ساختہ از فولاد اتنے عدد اور ساختہ از آہن نرم اتنے عدد جو کار زراعت کے لائق ہو اس میں سے ہر کلند کا وزن بوزن بخارا اس قدر ہو اور مسحات میں بھی یہی صورت وحکم ہے۔ شیشہ کے برتنوں سے طابقات الطارم میں جائز ہے لکھے کہ اتنے عدد طابقات شیشے کے جو طارم کے لائق ہوں ان میں سے ہر ایک کا قطر ایک بالشت ہو ان میں سے ہر دس کا وزن دو سیر یا تین سیر جیسے ہوتے ہوں اور از طابقات مشہورہ بطابقات کلیدانی کے اتنے عدد کہ ہر دس کا وزن چار سیر بوزن اہل بخارا اور قطر ہر ایک کا نصف گز اہل بخارا کے گزوں سے اور پنج سیری میں سے اتنے عدد اور اس کا وصف اسی طور سے بیان کرے جس طرح شیشہ گروں میں معروف ہو اور اس میں سے ہر دس کا وزن اس قدر ہو اور ان میں سے ہر ایک میں اتنے سیر اشیائے بائعات [۲] میں سے سماویں اور قرابات میں اتنے عدد قرابات زجاجیہ جس میں سے ہر ایک کا وزن آدھ سیر یا دس چھٹانک یا پورا سیر بھر ہو اور ہر ایک میں اتنے سیر مائعات میں سے سمائے اور قارورات میں پس چندیں عدد قارورات زجاجیہ جس میں ہر ایک آدھ سیر کا ہوتا ہے بطریق مذکورہ بالاتحریر کرے اور قباب میں اتنے عدد پس چندین عدد قبہائے کلاں معروفہ بشش تانگی کہ جس میں سے ہر ایک قطر گز بھر یا آدھ گز جیسا ہوتا ہو اور چندیں عدد قبہائے درمیانی معروف بچہار تانگی جس میں سے ہر ایک کا قطر ایک گز ہوتا ہے سب مفروغ عنہ ہوں اور خرد اس قدر بطریق مذکورہ بالاتحریر کرے اور مٹی کے برتنوں میں پس چندیں عدد کوزہ ہائے گلین ذرکشی معروف بطیاق اور چندیں عدد کوزہائے معروفہ بدوکانی یا سہ کانی اور چندیں عدد از کوزہ ہائے درمیانی معروف بکاسفراک و چندیں عدد کوزہائے خرد معروف بدین اسم اور یہ سب عددیات متقاربہ ہیں ان میں تفاوت فاحش نہیں ہوتا ہے اور غطاء کی سلم اور غطاء سے مراد وہ جو تنور پر ڈھانکی جاتی ہے جائز ہے پس یوں لکھے کہ اتنے غدد غطاء گلین ورکشی جو تنور کا منہ ڈھانکنے کے لائق ہوتے ہیں ہر ایک کا قطر اس قدر گز اہل بخارا کے گزوں سے اور اس کی مقدار اسی طور سے بیان کرے جس طرح ہم نے کوزوں میں بیان کر دی ہے اور اسی طرح گھڑوں ومٹکوں میں اسی طور سے لکھے یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل یازدہم ☆

تحریر شفعہ کے بیان میں

اصل میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک دار خرید کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور ثمن دے دیا اور اس دار کا ایک شفیع ہے اس نے اس دار کو شفعہ میں لے لیا اور اس کی تحریر لکھوانی چاہئے تو کیونکر لکھے سو ہم کہتے ہیں کہ شفیع کو بحق شفعہ لے لینے کا اختیار جبھی ہے کہ جب اس نے بطلب صحیح طلب شفعہ کر لیا ہو اور طلب شفعہ تین طرح کی ہوتی ہے طلب مواثبہ وطلب اشہاد وتقریر وطلب تملیک پس جب ان سب طرح کے طلبوں سے طلب کرے تو اس کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ میں لے لے پس جب اس نے طلب مواثبہ سے طلب کیا

(۱) یعنی ان ظروف میں سے شمع دان میں جائز ہے ۱۲ (۲) بائع جس چیز میں سیلان ہو از قسم گلاب وسرکہ وغیرہ ۱۲

اور اس طلب کی تحریر چاہی تا کہ اس کے واسطے حجت ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہیں کہ فلاں نے فلاں سے تمام دار واقع مقام فلاں جس کے حدود اربعہ یہ ہیں اتنے ثمن کے عوض نجرید صحیح خرید کیا اور دار مذکور پر قبضہ کر لیا اور ثمن دے دیا ہے اور فلاں اس دار کا شفیع بدین سبب ہے اور سبب استحقاق شفعہ کو مفصل بیان کر دے پس اس شفیع نے جبھی اس کو اس دار کی بعوض اس قدر ثمن کے خرید کی پہلی خبر پہنچے ہے فوراً بلا درنگ وتاخیر کے بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اور کہا کہ میں اس دار محدودہ مذکور کے اپنے شفعہ کا بدین سبب خواستگار ہوں پس یہ پوری تحریر طلب مواثبہ کی ہے اور اس تحریر میں امام محمدؒ نے مشتری و بائع کا نام تحریر کیا ہے اور اگر اس صورت میں بائع کا نام تحریر نہ کیا جائے تو بھی ہمارے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ قبضہ کے بعد خصومت مشتری کے ساتھ ہے اور بائع بمنزلہ اجنبی آدمی کے ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبضہ کے بعد شفعہ میں لینا دونوں سے ہوتا ہے پس ہم نے اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے دونوں کا نام لکھ دیا اور اس تحریر میں سبب استحقاق شفعہ بھی ہوتا ہے اس واسطے کہ اسباب شفعہ مختلف ہیں اور علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ شفعہ بابواب[1] ہے اور بعض کے نزدیک بجوار مقابلہ ہے اور ہمارے نزدیک بجوار ملاصقہ ہے اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جوار سے شفعہ کا استحقاق بالکل نہیں ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک استحقاق شفعہ کے چند مراتب ہیں اوّل آنکہ بسبب عین بقعہ میں شرکت کے پھر بسبب ملک کے حقوق میں شرکت ہونے کے اور وہ راستہ ہے (۱) پھر شفعہ کا استحقاق بسبب جوار کے ہوتا ہے پس عین بقعہ کے شریک کا شفعہ اعلیٰ درجہ ہے پھر جو راستہ کا شریک ہے دوم درجہ ہے پھر جوار کے وجہ سے سوم درجہ کا استحقاق ہے سبب شفعہ بیان کر دے تا کہ قاضی کو معلوم ہو جائے کہ آیا یہ شخص کسی مستحق درجہ اوّل کی وجہ سے محجوب ہے یا نہیں اور یہ تحریر کیا کہ جبھی اس کو اس دار کے بعوض اس ثمن کے خرید کی پہلی خبر پہنچی اور یہ نہ لکھا کہ جبھی اس کو اس بات کا علم (۲) ہوا اس واسطے کہ حقیقۃً علم بدون خبر متواتر کے حاصل نہیں ہوتا ہے حالانکہ شفعہ میں یہ حکم ہے کہ اگر خبر متواتر کی تعداد و شرائط سے گھٹ کے لوگ خبر دیں اور شفعہ طلب نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا چنانچہ اگر خبر دہندہ ایلچی ہو خواہ وہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو یا صغیر ہو یا بالغ ہو اور ایلچی نے پیغام پہنچا دیا اور شفیع نے شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر خبر دہندہ نے اپنی طرف سے خبر دی تو حسن نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ اگر شفیع کو دو مرد یا ایک مرد و دو عورت نے جو عادل ہوں بیع کو خبر دی اور اس نے شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہو جائے گا اور امام محمدؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اگر خبر دہندہ میں گواہی کی دونوں چیزوں میں سے خواہ عدالت یا تعداد ایک بات پوری پائی گئی اور شفیع نے شفعہ طلب نہ کیا تو اس کا شفعہ باطل ہو گا اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے اگر اس کو ایک شخص نے خبر دی خواہ یہ شخص واحد کسی صفت کا ہو اور شفیع نے شفعہ طلب نہ کیا پس اگر اس خبر کا سچا ہونا ظاہر ہو گا تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا پس ہم نے یوں تحریر کیا کہ جبھی اس کو پہلی خبر پہنچی تا کہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ اس نے ایک شخص یا دو شخصوں کی خبر پر شفعہ طلب نہ کیا اور خبر متواتر پہنچنے تک طلب شفعہ کے واسطے انتظار کیا جب کہ علم یقینی حاصل ہو جائے حتیٰ کہ اس کا شفعہ باطل ہو گیا اور نیز یہ لکھ دیا کہ پہلی خبر تا کہ کوئی وہم نہ کرے کہ ایک بار خبر دینے پر اس نے طلب نہیں کیا پھر دوبارہ خبر دینے پر طلب کیا حالانکہ یہ طلب صحیح نہیں ہوئی پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے ہم نے پہلی خبر کا لفظ لکھ دیا اور ہم نے یوں لکھا کہ فوراً بلا درنگ وتاخیر کے بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اس واسطے کہ علماء نے طلب مواثبہ[2] کی مقدار مدت میں اختلاف کیا

---

[1] یعنی دروازے متحد ہوں اور بعض نے کہا کہ مقابل ہوں تو بھی حق شفعہ ہے اور ہمارے نزدیک اتصال والصادق ہو۱۲

[2] طلب مواثبہ وغیرہ کا بیان کتاب الشفعہ میں گذر چکا ۱۲

(۱) یعنی راستہ حقوق ملک میں سے اس میں شریک ہو ۱۲ منہ (۲) یا یہ بات معلوم ہوئی ۱۲ منہ

ہے پس ظاہر الروایۃ میں ہے کہ اگر اس نے فی الفور بلا درنگ شفعہ طلب نہ کیا تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ خبر پہنچنے کی مجلس تک اس کی مقدار ہے اور اسی کو شیخ ابوالحسن کرخی نے اختیار کیا ہے اور حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ تین روز تک اس کی مدت ہے اور یہی شیخ بن ابی یعلیٰ کا قول ہے اور امام شافعی کے اقوال میں سے بھی ایک قول یہی ہے پس اگر ہم اسی قدر تحریر کریں کہ اس نے بطلب صحیح اس کو طلب کیا تو بہت احتمال ہے کہ اس کا وہم ہو کہ اس نے فی الفور طلب نہیں کیا بلکہ اس کے بعد طلب کیا اور کاتب نے یہ جو لکھا کہ بطلب صحیح طلب کیا تو بتاویل قول بعض علماء کے تحریر کیا ہے پھر ہم نے طلب شفعہ کا لفظ تحریر کیا اور علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے مگر عامہ علماء کے نزدیک اگر اس نے کسی ایسے لفظ سے شفعہ چاہا جس سے لوگوں کے عرف میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ شفعہ طلب کرنا ہے مثلاً کہا کہ میں نے طلب کیا یا طلب کرتا ہوں یا طالب شفعہ ہوں یا مثل اس کے تو درست ہے مگر بعض نے اس میں اختلاف کیا ہے اور طلب مواثبہ کے گواہ کر لینا(۱) شرط نہیں ہے اور نیز یہ بھی شرط نہیں ہے کہ طلب مواثبہ بائع یا مشتری یا داران میں سے کسی کے حضور میں ہو۔ پھر طلب مواثبہ کے بعد طلب اشہاد و تقریر کی ضرورت ہے اور اس طلب کی صحت کے واسطے یہ شرط ہے کہ یہ طلب یا مشتری یا بائع یا دار خرید شدہ کے حضور میں ہو لیکن اس طلب کی ضرورت جبھی ہے کہ جب طلب مواثبہ کے وقت ان تینوں میں سے کوئی سامنے موجود نہ ہو اور اگر طلب مواثبہ کے وقت ان میں سے کوئی حاضر ہو تو یہ کافی ہے پھر اس کے بعد کسی دوسری طلب کے سوائے طلب تملیک کی ضرورت نہیں ہے اور اس طلب اشہاد و تقریر کی مدت کی انداز یہ ہے کہ ان چیزوں میں سے کسی کے حضور کو حاصل کر پائے حتیٰ کہ اگر اس نے قابو پایا و باییں اس نے طلب اشہاد و تقریر نہ کی تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اس طلب کے وقوع پر گواہ کر لینا امر لازم نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اُس نے گواہ نہ کر لئے اور خصم نے اس طلب کے وجوہ کا اعتراف کر لیا تو کافی ہے اور یہ چاہئے کہ یہ طلب ان تینوں میں سے ایسے کے حضور میں ہو جو شفیع سے سب سے زیادہ قریب ہے اور یہ حال کتاب الشفعہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے اور اگر شفیع نے چاہا کہ طلب اشہاد واقع ہونے کے وثوق کے واسطے تحریر کرا لے تو یوں تحریر کرنا چاہئے کہ یہ تحریر ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ فلاں نے فلاں سے خرید کیا پھر بیعنامہ کو اوّل سے آخر تک نقل کر دے پھر اس کے بعد لکھے کہ فلاں یعنی شفیع کو جبھی اس دار محدودہ کی بعوض ثمن مذکور خریدے جانے کی پہلی خبر دی گئی اسی وقت فوراً اُس نے بطلب مواثبہ شفعہ طلب کیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پھر لکھے کہ اس کے بعد اُس نے بدون تاخیر و تقصیر کے بحضوری اس چیز کے جو سب سے زیادہ اس سے قریب تھی بطلب اشہاد و تقریر شفعہ طلب کیا پھر اُس چیز کو بیان کر دے کہ بائع و مشتری و داران تینوں میں سے کون چیز تھی مگر احوط یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے حضور میں طلب کرنا تحریر کرے اس واسطے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے پس ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ شفیع مشتری کے قبضہ سے پہلے واس کے بعد و بائع سے لے گا اور اس سے خصومت کرے گا اور عہدہ بیع شفعہ بھی بائع پر ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر دو صورت میں مشتری سے لے گا اور اسی کے ساتھ خصومت کرے گا اور اس کا عہدہ بھی مشتری کے ذمہ ہوگا اور ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے خصومت بائع سے کرے گا اور بائع پر عہدہ ہوگا اور قبضہ کے بعد مشتری سے خصومت اور اسی پر عہدہ ہوگا لہٰذا احوط یہ ہے کہ بائع و مشتری دونوں سے لینا تحریر کرے پھر جب شفیع نے ہر دو طلب سے طلب کر لیا پس اگر خصم نے اس کو سپرد کرنے پر اتفاق کیا تو کام پورا ہو گیا اور اگر اس نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو شفیع اس معاملہ کو بحضور قاضی پیش کرے گا اور اس سے درخواست کرے گا کہ میرے واسطے ملک کا حکم بوجہ شفعہ کے نافذ فرمائے پس اگر در صورتیکہ خصم نے اس کے سپرد کرنے پر اتفاق کیا شفیع نے مضبوطی کے واسطے اس کی تحریر لکھوانی چاہی تو موافق تحریر امام محمدؒ کے اس کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر از جانب فلاں بن فلاں یعنی مشتری کی طرف

(۱) لیکن اس واسطے ضرورت ہوتی ہے کہ بروقت انکار کے اس کو ثابت کر سکے ۱۲

سے واسطے فلاں بن فلاں یعنی شفیع کے بدین مضمون ہے کہ میں نے فلاں بن فلاں سے تمام دار واقع موقع فلاں محدود بحدود چناں و چنین بعوض اس قدر ثمن کے خرید اتھا پھر تحریر خرید کو آخر تک بیان کر دے پھر لکھے کہ تو اس دار مذکور کا بسبب شرکت یا خلط یا جوار کے شفیع تھا اور تو نے جس وقت تجھ کو پہلی خبر اس دار مذکور کے بعوض ثمن مذکور خریدے جانے کی پہنچی تھی تو نے فی الفور بطلب مواثبہ و پھر بطلب تقریر واشہاد طلب صحیح شفعہ طلب کیا تھا اور طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کو مفصل جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے اور لکھے کہ ایسی طلب صحیح کے ساتھ طلب کیا تھا کہ جو اس حکم کی موجب تھی کہ میں تجھے یہ دار بسبب شفعہ کے سپرد کروں اور دے دوں پس میں نے تجھ کو نہ دار سپرد کیا پھر تحریر کو اسی طور سے تمام کرے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ یہ امام محمدؒ کا عنوان تحریر ہے اور متاخرین مشائخ نے ایسی تحریر کی صورت یہ اختیار کی ہے کہ یہ وہ ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہیں سب اس بات کے گواہ ہوئے ہیں کہ فلاں نے فلاں کے ہاتھ امام دار واقع موقع فلاں فروخت کیا تھا پس بیعنامہ اوّل سے آخر تک نقل کرے پھر بعد ازیں اگر مشتری نے یہ دار پر قبضہ نہ کیا ہو تو قبضہ دار کا بیان نہ لکھے پس یہ لکھے کہ اور فلاں اس دار محدودہ کا شفیع جوار بسبب اُس دار کے تھا جو اس دار خرید شدہ کی ایک حد سے متصل ہے یا لکھے کہ شفیع بشفعہ شرکت تھا کہ اس دار محدودہ مذکورہ میں سے نصف دار اس کی ملک ہے پس اس شفیع نے ہر گاہ اس کو اس دار محدودہ کے خریدے جانے کا علم[۱] ہوا بدون تفریط و تقصیر کے بطلب صحیح بمواجہہ آن ہر دو متعاقدین فلاں و فلاں کے اس طرح اپنا شفعہ طلب کیا کہ جو موجب اس حکم کا ہے کہ یہ دار بحق شفعہ اس کو دیا اور سپرد کیا جائے پس ان ہر دو متبائعان نے اس کے ساتھ اتفاق کر کے دونوں نے اس کو تمام وہ چیز جس پر عقد بیع واقع ہوا بعوض پورے ثمن مذکور کے باعطاء صحیح دے دیا جس میں کوئی شرط نہیں ہے اور نہ خیار اور نہ فساد ہے اور اس بائع نے تمام اس ثمن مذکور پر اس شفیع کے اس کو ادا کرنے سے لے کر تمام و کمال قبضہ کر لیا وصول پایا اور شفیع مذکور کے اس کو دینے سے قبضہ کرنے سے شفیع مذکور اس سب ثمن سے بری ہو گیا اور باجازت اس مشتری مسمی مذکور کے جس نے اس کو اس سب کی اجازت دی ہے یہ سب کیا اور اس شفیع نے تمام اس چیز پر جس پر یہ عقد بیع واقع ہوا اور شفعہ میں دے گئی ہے اس بائع کے یہ سب اس کو سپرد کرنے سے درحالیکہ اس نے خالی فارغ از ہر مانع و متاع سپرد کیا ہے باجازت اس مشتری مذکور کے اس پر قبضہ صحیحہ کر لیا پس اس شفیع کو اس میں جو درک پیش آئے تو اس بائع پر اس کا خلاص کرنا آخر تک بدستور معلوم تحریر کو ختم کرے اور درصورتیکہ اس کو بحق شفعہ ہوا رلیا ہو اس کے آخر میں کسی قاضی کا حکم لاحق کرے اس واسطے کہ مختلف فیہ ہے اور ضمانت درک میں عمارت و درخت و زراعات کی ضمانت درج نہ کرے اس واسطے کہ اس کی ضمانت ان دونوں پر درصورت شفعہ واجب نہیں ہوتی ہے اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا کر دیا ہو تو بائع کے ساتھ کچھ خصومت نہ ہوگی بلکہ خصومت مشتری سے ہوگی تو یہ تحریر بر بناء اقرار مشتری کو بخرید کے و شفیع کے اس سے شفعہ میں لینے کی ہو اور یہ اس وقت ہے کہ بحق شفعہ لینا بغیر حکم قاضی ہو اور اگر بحکم قاضی ہو تو بجائے اس عبارت کہ دونوں نے اس شفیع کے ساتھ اتفاق کیا یہ تحریر کرے کہ ان سب نے یہ مقدمہ فلاں قاضی کے سامنے پیش کیا پس اس نے بعد خصومت صحیہ کے جو ان متخاصمین میں جاری ہوئی اس حق شفعہ[۲] کے ثبوت کا حکم دیا اور ان دونوں پر حکم نافذ فرمایا کہ یہ دار محدودہ بحق شفعہ اس کے سپرد کریں پس دونوں نے اس کو تمام وہ چیز جس پر عقد بیع واقع ہوا ہے دے دی آخر تک بدستور تمام کرے اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کے واسطے شفعہ طلب کیا ہو تو لکھے کہ فلاں صغیر اس دار کا شفیع تھا اور درصورتیکہ حکم قضاء بسبب نکول کے جاری ہوا ہو تو لکھے کہ یہ سب بعد اس کے واقع ہوا کہ اس مشتری نے اس شفیع کے دعویٰ شفعہ سے جو اس پر کیا تھا انکار کیا پس اس قاضی نے اس

---

۱ اقوال علم ہونا تحریر کرنا موجب خلل ہے جیسا کہ سابق میں معلوم ہوا ۱۲ منہ

۲ قال یحتمل ان یکون المراد الحکم الشرعي یعنی حکم شرع نے بعوض قیمت کے شفعہ واجب کیا ہے ۱۲

سے اس دعویٰ پر قسم لی اور اس نے چند بار اس قسم سے قاضی کے سامنے انکار کیا پس اس قاضی نے اس پر اس شفعہ کے ثبوت کا حکم دے دیا بعد از انکہ اس شفیع نے قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ شفعہ اس مشتری کو سپرد نہیں کیا ہے اور اس نے اسی مجلس میں جس میں اس کو خبر پہنچی تھی طلب شفعہ کیا اور اس کی طلب میں مشغول ہوا ہے اور اگر ثمن درم یا دینار یا کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہو تو اس کو بیان کرے اور تحریر کر دے کہ شفیع نے اس کے مثل بائع یا مشتری کو دیا اور اگر خرید مذکور بعوض غلام یا کسی اسباب وغیرہ کے جو قیمتی ہوتی ہے واقع ہوئی تو شفیع کا لینا بعوض اس چیز کی قیمت کے ہوگا پس اس وثیقت نامہ میں تحریر کرے کہ حکم قاضی نے بعوض اس قیمت کے لینا لازم کیا اور اس کی قیمت پرہیزگار و امانت دار عدول کے جن پر ایسے اموال کی قیمت اندازہ کرنے کا مدار ہے اندازہ کرنے سے اس قدر درا ہم عطر بقیہ جیدہ ہوئے اور احوط یہ ہے کہ ان اندازہ کرنے والوں کا نام تحریر کر دے اور یہ بیان کر دے کہ بائع و مشتری نے اقرار کیا کہ قیمت اسی قدر ہے اور اگر دار کے واسطے چند شفیع ہوں اور ایک شفیع نے حاضر ہو کر پورا دار بحق شفعہ لے لیا پھر دوسرے نے حاضر ہو کر اپنا استحقاق شفعہ ثابت کیا پس اس کا حصہ اس کو دیا تو تحریر کرے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے تمام دار محدودہ چنین و چنان بعوض اس قدر کے خرید کر کے دونوں نے باہمی قبضہ کیا اور دونوں متفرق ہو گئے پھر فلاں حاضر ہوا اور وہ اس دار کا شفیع تھا پس اس نے حاضر ہو کر اپنا حق شفعہ بشرائط شفعہ طلب کیا پس اس کے نام حکم ہو گیا اور قاضی نے بائع یا مشتری کو دار مذکور اس کے سپرد کرنے کا حکم کیا پس اس نے حکم کی تعمیل کی پھر فلاں بن فلاں حاضر ہوا اور گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ اس دار کا شفیع ہے اور اس نے ہرگاہ اس کو خبر پہنچی اپنا شفعہ دار مذکور بشرائط طلب شفعہ کیا طلب اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے میرا حصہ اس دار میں سے بعوض اس قدر کے حصہ ثمن کے جو اتنا ہوتا ہے بسبب میرے شفعہ مذکورہ کے دلایا جائے پس قاضی نے بائع اور شفیع اوّل پر لازم کیا کہ اس ثمن کو وصول کریں[1] اور اس دار میں سے اس کا حصہ اس کے سپرد کریں پس دونوں نے حکم کی تعمیل کی پس فلاں یعنی شفیع دوم نے یہ ثمن ادا کرنے کے بعد دار میں سے اس قدر پر قبضہ کیا اور تحریر کو بدستور تمام کرے کذا فی المحیط۔

فصل دوازدہم ☆

تحریر اجارات و مزارعات کے بیان میں

اجارات میں سے ایک قسم بنام اجارہ طویلہ مرسومہ اہل بخارا ہے اس کی صورت تحریر یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں مخزومی نے اس کا حلیہ و معروفیت و مسکن بیان کر دے تمام حویلی مذکورہ ذیل مشتمل دار و دیت کو اس میں رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا اور اس میں دو چھتیں ہیں اور اس کرایہ پر دینے والے نے بیان کیا کہ یہ سب اس کی ملک و حق و اس کے قبضہ میں ہے اور یہ سب شہر فلاں محلّہ فلاں کوچہ فلاں پیش مسجد فلاں واقع ہے محدود بحدود اربعہ جس کی ایک حد ملازق حویلی فلاں و دوم و سوم چنین و چنان و چہارم اس کی طرف جانے والے و داخل ہونے کے راستہ سے ملازق ہے پس یہ حویلی مذکور مع اپنے سب حدود و حقوق کے اور مع سب مرافق کے جو اس کے واسطے اس کے حقوق سے ثابت ہیں زمین و عمارت و سفل و علو اور مع ہر حق کے جو اس کے لئے ثابت اس میں داخل اور اس سے خارج ہے واسطے اکتیس برس پے در پے کے سوائے دس روز آخر ہر سال واحد کے تیس سال میں سے از ابتدائے روز دوم تاریخ تحریر ہذا سے بعوض اجرت اس قدر دینار کے اس شرط سے اجارہ پر لی کہ ابتدا سے تیس سال پے در پے میں سے ہر سال (1) کے سوائے دس روز مینہا شدہ کی اجرت ان دیناروں میں سے ایک دینار میں سے بقدر ایک جو کے ہو اور اس اجرت مذکورہ میں سے باقی

---

[1] قال المترجم عبارت میں اختصار ہے اس سے مراد یہ ہے کہ شفیع دوم وجہ شفعہ بھی ذکر کرے تا کہ ایسا نہ ہو کہ شفیع دوم کی وجہ سے پہلا شفیع ساقط ہوتا ہو وغیر ذلک فتائل ١٢ (1) یعنی تین سال میں سے ہر سال کو آخر سے دس روز کم ١٢

اجرت بمقابلہ سال اخیر کے جو اس مدت کا تتمہ ہے ہو بدین شرط کہ دونوں میں سے ہر واحد کو استحقاق فسخ بقیہ عقد اجارہ مذکورہ ان ایام مستثنیٰ شدہ میں حاصل ہے دونوں میں سے جو چاہے فسخ کرے بدین قرارداد مذکور باستیجار صحیحہ اجارہ لی اور اجارہ دہندہ مذکور نے تمام وہ چیز جس کا اجارہ اس میں مذکور ہوا ہے مع اس کے حدود و حقوق و مرافق کے جو اس کے حقوق سے ہے بعوض اس اجرت مذکورہ کے باجارہ صحیحہ بہر وجہ خالی از معانی مبطلہ و وجوہ مفسد کے اجارہ پر دی بدین شرط کہ یہ مستاجر اس میں خود رہے اور اپنا اسباب و متاع رکھے اور جس کو چاہے اس میں بسا دے اور جس کو چاہے اجارہ پر دے اور جس کو چاہے عاریت دے اور اس متاجر نے خود اس تمام حویلی مذکور کو محدود پر بقبضہ صحیحہ اس اجارہ دہندہ کے سب اس کے بہ تسلیم صحیح فارغ سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور اس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر سے تمام اجرت مذکورہ بقبضہ صحیح بطور معجّل اس مستاجر کے بوجہ تعجیل و پیشگی یہ سب اس کے سپرد کرنے سے تمام و کمال وصول کر لی اور اُس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر کے واسطے تمام اس چیز کی درک جس کا اجارہ اس تحریر میں ثابت ہوا ہے بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی اور دونوں بحالت نفوذ اپنے سب تطرفات کے بطوع خود ایسا کر کے اس سب کا اقرار کر کے اور اپنے اوپر اس سب کے گواہ کر کے ایسے حال پر دونوں متفرق ہو گئے اور یہ سب فلاں تاریخ میں واقع ہوا اور یہ تحریر جو ہم نے اجارہ طویلہ میں تحریر کر دی ہے اس پر اس کے نظائر کو قیاس کرنا چاہئے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور متاخرین نے تحریر اجارہ میں یہ نسخہ اختیار کیا ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں مخزومی نے فلاں بن فلاں مخزومی سے تمام دار مشتملہ پر بیوت مملوکہ[1] و مقبوضہ اس کا واقع موقع فلاں جس کے حدود چنین و چنان ہیں مع اس کے سب حدود و حقوق زمین و عمارت و سفل و علو کے و مع سب مرافق کے جو اس کے حقوق سے ہیں اور مع اس کے ہر حق کے جو اس میں داخل اور اس سے خارج ہے اور مع ہر قلیل و کثیر کے جو اس کے حقوق سے ہے ایک سال کامل قمری بارہ مہینے پے در پے کے واسطے جس کی ابتدا غرۂ ماہ فلاں سنہ فلاں و انتہا آخر ماہ فلاں سنہ فلاں ہے بعوض اس قدر درموں کے جس کے نصف اس قدر ہوئے ہیں اور اس اجرت میں سے ماہواری اس قدر درم اجرت ہوتی ہے باجارہ صحیحہ نافذہ جائز قطعیہ خالی از مشروط مفسدہ و معانی مبطلہ اجارہ پر لیا اور یہ اجرت مذکورہ تمام اس چیز کی جس پر عقد اجارہ جس روز واقع ہوا ہے اس دن اس کی اجرت مثل ہے جس میں نہ کمی ہے اور نہ بیشی ہے بدین شرط اجارہ لیا کہ تمام اس چیز میں جس پر عقد اجارہ واقع ہے اس تمام مدت مذکورہ میں خود مستاجر سکونت رکھے اور جس کو چاہئے جس طرح چاہے جو چاہے اس میں رکھے اور بطور معروف اس کے منافع نے طریقوں سے اس سے نفع حاصل کرے پھر اس کے بعد اگر مستاجر نے اجرت دے دی ہو تو لکھے کہ بدین قرارداد کہ اس مستاجر نے یہ تمام اجرت مذکورہ جو مدت مذکورہ کے واسطے ہے پیشگی دے دی اور اس اجارہ دہندہ نے اس سب کو پیشگی اس سے وصول کر لیا اور یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ سے جو اس تمام مدت مذکورہ کے واسطے ٹھہری ہے اس موجر کو دے کر اُس کے قبضہ کرنے سے بریت قبض و استیفاء بری ہو گیا اور اگر مستاجر نے اُجرت ادا نہ کی ہو تو بدین قرارداد کے کہ یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ کو اس تمام مذکورہ گذر جانے پر اس موجر کو ادا کرے یا لکھے کہ بدین شرط کہ اس اجرت میں سے اس مدت کے ہر مہینہ کے حصہ میں جس قدر اجرت پڑتی ہے اسی قدر ہر مہینہ گذرنے پر ماہ بماہ ادا کیا کرے اور اس مستاجر نے اس موجر سے تمام وہ چیز جس پر عقد اجارہ جس طرح بشرائط خود واقع ہوا ہے تمام اس موجر کے اس کو ہر مانع و منازع سے خالی سپرد کرنے سے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس اجارہ کے صحیح و تمام ہو جانے کے بعد اور اس مستاجر کے اس اقرار کے بعد کہ اس نے یہ سب دیکھ بھال لیا ہے اور اس سے راضی ہو گیا ہے اور دونوں کے اپنے اوپر اس معاملہ کے گواہ کرنے کے بعد دونوں مجلس عقد سے

---

[1] قبل اس تحریر میں یہ خرابی ہے کہ اس سے مستاجر اس امر کا مقر ہوا جاتا ہے کہ دار فلاں کی ملک ہے اقول خود اجارہ لینا اس بات کا اقرار ہے کہ یہ موجر کی ملک ہے پس یہ وہم محض بیجا ہے ۱۲ منہ

بفرق ابدان واقوال جدا ہو گئے اور تحریر کو بدستور ختم کر دے اور شیخ امام نجم الدین نسفی نے فرمایا کہ جس صورت میں اجرت وصول نہیں ہوئی ہے موجر کی طرف سے ضمانت درک تحریر نہ کرے اور جس صورت میں بطور تعجیل اجرت وصول کی گئی ہے ضمانت درک تحریر کرے اور اگر تھوڑی اجرت پیشگی وصول کی گئی ہو تو بقدر وصول شدہ کی ضمانت درک تحریر کرے اور اصل اجرت کی ضمانت مثل دوسرے قرضوں کے ہونی ہے پس جس طرح دوسرے قرضوں میں لکھا ہے اسی طرح اس میں بھی تحریر کرے اور بعض مشائخ سمرقند نے اس صورت میں لفظ قبالہ لکھنا اختیار کیا بدین طور کہ یہ وہ قبالہ ہے کہ فلاں نے بقبول صحیح قبول کیا اور اس مقبل نے قبضہ کیا اور مستقبل نے سپرد کیا اور دونوں اس مجلس قبالہ سے متفرق ہوئے اور اگر دکان یا زمین یا حمام یا پن چکی یا بیل واونٹ چکی یا اور کوئی دار محدودہ اجارہ پر لے تو اس میں بھی صورت تحریر یہی ہے لیکن حدود وحقوق لکھنے کے وقت اُس چیز کی جو خاص مرافق ہوں ان کو تحریر کرے جیسا کہ تحریر خرید میں ہم نے ہر ایک کے مرافق مخصوصہ بیان کر دیئے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ اور اگر چار دیواری کا باغ انگور اجارہ لیا تو چاہئے کہ اصل کرم یعنی باغ احاطہ دار کا اجارہ تحریر کیا جائے درختوں وقضبان[1] وتاک ہائے انگور کا اجارہ تحریر نہ کیا جائے اس واسطے کہ ان کا خاصۂ اجارہ لینا باطل ہے اور اسی طرح زمین کے اندر جو کھیتی ہے اس میں بھی یہی حکم ہے پس یوں لکھے کہ فلاں بن فلاں نے اصل زمین جو احاطہ دار باغ انگور ہے بشرطیکہ اس باغ کا احاطہ ہو یا اتنی جریب زمین فلاں اجارہ لی کہ جس کی نسبت موجر نے بیان کیا کہ یہ میری ملک وحق اور میری مقبوضہ ہے اور وہ فلاں گاؤں کی زمین جو دیہات شہر ضلع بخارا پرگنہ ویا گنہ قرعدو یا پرگنہ ساحن ماذون میں سے ایک گاؤں ہے پھر اس کے حدود جیسے ہوں بیان کر دے پھر لکھے کہ یہ اراضی باغ یا کھیت مع اپنے حدود وحقوق ومرافق ے جو اس کے واسطے ثابت ہیں اجارہ پر لیا بعد از انکہ اس موجر نے اس مستاجر کے ہاتھ تمام وہ چیز جو اس باغ انگور چار دیواری دار میں از قسم درختان وقضبان ودرختاں انگور وپودوں کے یا جو اس زمین میں کھیتی ودرختاں خربزہ ودرختاں کپاس ہیں مع سب کی جڑوں وعروق کے بعوض ثمن معلوم کے جو اس قدر ہے یہ بیع صحیح فروخت کیا اور اس مستاجر نے اس سے اس سب کو بعوض اس ثمن مذکور کے بخرید صحیح خرید کیا اور دونوں نے باہمی قبضہ صحیحہ کر لیا پھر اس سے تمام وہ چیز جس کا اجارہ اس میں مثبت ہے اکتیس برس پے در پے کے واسطے سوائے تین روز کے آخر سال واحد سے اجارہ لیا آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے اور اگر اجارہ ایسے وقت میں ہو جب کہ درختوں پر پھل اور انگور کے درختوں میں انگور لگے ہوں تو تمام درختاں و درختاں انگور وپودوں کے لکھنے کے بعد یہ بھی زیادہ کرے کہ اور مع تمام ان پھلوں کے جو ان درختوں پر موجود ہیں۔ اس واسطے کہ درختوں کے پھل بدون ذکر کے بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور اگر اس باغ میں بید کے درخت ہوں تو لکھے کہ اور مع تمام درختاں بید کے جو اس باغ میں ہیں اس واسطے کہ بید کے درخت کی پالو بمنزلہ پھل کے ہے کہ بدون ذکر کے بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے اور یہی قول مختار ہے اور اس قسم کا اجارہ ایک مسئلہ سے استخراج کیا گیا ہے جس کو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دو شخصوں سے ایک دار دس برس کے واسطے اجارہ پر لیا اور اس کو خوف ہوا کہ یہ دونوں بیچ ہیں مجھ کو اس مکان سے شاید اٹھائیں پس اس نے مضبوطی چاہی تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ دار مذکور کو تمام مدت کی اوائل کے ہر ایک مہینہ کے واسطے ایک درم کے عوض اجارہ لے اور ماہ اخیر کو بعوض باقی سب اجرت کے کرایہ لے تو اس حالت میں جب کہ بہت اجرت بمقابلہ اخیر مہینہ کے ہو گی تو دونوں اس کو مکان سے باہر نہ کریں گے اور منقول ہے کہ ابتدا میں لوگ بیع المعاملہ لکھا کرتے تھے پس جب فقیہ محمد بن ابراہیم میدانی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس کو مکروہ جانا کہ اس میں ربو کا شبہہ ہے اور اس قسم کا اجارہ ایجاد کیا تا کہ لوگوں کو اپنے مال سے نفع حاصل ہو اور ان کو منفعت زمین و دار اس طرح حاصل ہو کہ مال مقصود میں سے کچھ ضائع ہونے کا بھی خوف نہ رہے پس فقیہ موصوف

---

[1] قضبان شاخیں ودرخت انگور وغیرہ کی بیلیں ۱۲

نے سالہائے اوّل کے مقابلہ میں بہت قلیل اجرت رکھی اور باقی اجرت بمقابلہ سال اخیر کے رکھی اور ہر سال سے تین روز اخیر مستثنیٰ کر دیئے اور دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے ان ایام میں فسخ کا اختیار شرط کر دیا اور یہ اختیار اس واسطے ثابت کر دیا تا کہ وہ فسخ کر سکے اور جب اس کو اپنے مال کی حاجت پڑے تو وصول کر سکے اور تین ہی روز کا اختیار اس واسطے شرط کر کے مستثنیٰ کیا کہ عقد میں تین روز سے زیادہ خیار نہ ہو جو موجب فساد عقد ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اور تا کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول کے موافق صحت فسخ کے واسطے دوسرے کا حضور شرط نہ رہے لیکن غیر امام عقد میں خیار کی شرط کی ہے اور مقدار مدت کے اکتیس سال اس واسطے مقرر کیئے ہیں کہ غالباً ہر سہ ماہی کے آخر سے تین روز مستثنیٰ کرتے ہیں اگر چہ ہم نے اس تحریر میں ہر سال کے آخر سے تین روز مستثنیٰ کیئے ہیں پس تمام ایام مستثنیٰ شدہ اس تمام مدت میں تین سو ساٹھ روز ہوئے اور یہ ایک سال ہے پس عقد اجارہ تیس سال کے واسطے باقی رہا اور مقدار مدت اجارہ تیس سال مقرر کی اور اس سے زیادہ نہ کیا اس واسطے کہ شرع میں تیس سال آدھی عمر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستّر کے درمیان ہیں اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موتوں[1] کی توجہ ساٹھ ستّر کے درمیان ہوتی ہے پس ان مشائخ[2] نے نصف عمر سے زیادہ کرنا مکروہ جانا اس واسطے کہ اس سے زیادہ اکثر عمر ہوگی اور اکثر در حکم کل کے ہے حتیٰ کہ اکثر رکعت کا مل جانا[3] بمنزلہ کل نماز پا لینے کے ہے اور ایسی حالت میں ہمیشگی کا شبہہ ہوتا ہے کہ دائمی اجارہ ہے حالانکہ اجارہ کے واسطے مقدار مدت موقت ہونا شرط ہے پھر اس اجارہ کے جائز ہونے کے قول میں فقیہ محمد بن ابراہیم کے ساتھ فقیہہ ابوبکر محمد بن الفضل نے اتفاق کیا اور نیز ان کے پیچھے جو ائمہ بخارا ہوئے ہیں انہوں نے اتفاق کیا اور آج جو لوگ ائمہ فتویٰ موجود ہیں اسی پر فتویٰ دیتے ہیں کہ ایسا اجارہ جائز ہے اور ہمارے زیادہ مشائخ مثل شیخ ابوبکر بن حامد اور شیخ ابوحفص سفکر دری وغیرہ اس اجارہ کو جائز نہیں فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں شبہہ ربوا ہے اور ہم نے اس کتاب کی کتاب الاجارات میں فساد کی وجہیں بیان کر دی ہیں اور استاذ شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ ہم نے اس کی صحت کی وجہیں اور شبہہ ربوا دور ہونے کے وجوہ میں بیان کر دیئے ہیں اور اگر اس طریق پر اجارہ جائز نہ کہا جائے تو لوگوں کا کاروبار بذریعہ غیر کے مال کے اپنی حاجات دفع کرنے کا مسدود ہو جائے گا اس واسطے کہ ایسا شخص جو غیر کو مال کثیر قرض دے بدون طمع کچھ نفع مالی حاصل ہونے کے بہت نادر ہے اور ایسے نادر سے حاجات دفع نہیں ہو سکتے ہیں اور مصلحتوں کا انتظام نہیں ہو سکتا ہے پس اس اجارہ کے جائز ہونے کے قول میں جانبین کے واسطے بہبودی و انصاف کی نظر ہے اور اسی نظر سے حمام میں باجرت داخل ہونا جائز کیا گیا ہے اگر چہ اجرت مجہول اور جس قدر پانی بہا دے گا اس کی مقدار مجہول اور جہاں بیٹھے گا وہ جگہ مجہول اور اتنی دیر تک ٹھہرے گا اس کی مدت مجہول ہوتی ہے۔ پھر جن مشائخ نے اس اجارہ کو جائز کہا ہے انہوں نے ایک صورت میں اختلاف کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہر دو متعاقدین میں سے ایک کا سن اس قدر ہو کہ غالباً وہ بیس سال تک زندہ نہ رہے گا تو ایسی[(1)] صورت میں یہ اجارہ جائز ہوگا یا نہیں سو بعض نے فرمایا کہ جائز نہ ہوگا اور انہیں مشائخ میں سے قاضی امام ابو عاصم عامری ہیں اور بعضوں نے اس کو جائز رکھا ہے اس واسطے کہ متعاقدین کے کلام کے صیغہ کا اعتبار ہوتا ہے اور صیغہ مقتضی تاقیت[(2)] ہے پس اجارہ صحیح ہوگا اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے سو برس کے واسطے نکاح کیا تو یہ متعہ ہوگا اور نکاح صحیح نہ ہوگا اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایات میں یہی حکم مذکور ہے اگر چہ دونوں غالباً اس مدت تک زندہ نہ رہیں گے لیکن چونکہ الفاظ کلام کا اعتبار ہے اس واسطے سو

---

[1] قولہ موتوں یعنی ہر ایک کی موت اس کے اس سن میں اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے یہ مجاز ہے ۱۲ [2] اقول ظاہراً صیغہ جمع بنظر تعظیم فقط شیخ محمد ابراہیم کے واسطے ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ [3] قولہ مل جانا یعنی اگر کہا کہ نماز بجماعت پڑھوں گا پھر تین رکعتیں پائیں تو ٹھیک ہو گیا کیونکہ اکثر بحکم کل ہے ۱۲

(۱) پس تمام عمر کے واسطے اجارہ ہو گیا پس میعاد کہاں رہی ۱۲ (۲) یعنی صیغہ کلام سے تقرر مدت کا ظہور ہوتا ہے ۱۲

برس کا ذکر کرنا مبطل نکاح ہوا یہ ظہیریہ میں ہے

صورت مذکورہ کا بیان جس میں عقد اجارہ پورے دار پر دو چند مال اجارہ کے عوض قرار دے ☆

اگر نصف شائع مقسوم اجارہ لیا تو لکھے کہ فلاں بخاری نے فلاں سمرقندی سے تمام وہ چیز جس کو اس نے اپنی ملک وحق بیان کیا ہے منجملہ اس تمام چیز کے جس کے حدود دو وصف ذیل میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ دو سہام میں سے ایک سہم مشاع تمام دار مشترکہ کا ہے جو ان دونوں متعاقدین کے درمیان نصفا نصف مشترک ہے اور یہ دار ہے جو فلاں موقع پر واقع ہے اور تحریر کو بدستور ختم کرے۔ پس اگر شریک کے سوائے دوسرے کو نصف مشاع اجارہ دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے پس اگر بالاجماع جائز ہو جانا چاہا تو لکھے کہ اس سے سہم واحد منجملہ دو سہام کے تمام دار محدودہ ذیل سے اجارہ لیا جس کو اس نے بیان کیا کہ یہ سب میری ملک وحق و میرے قبضہ میں ہے اور یہ دار وہ ہے جو فلاں مقام پر واقع ہے آخر تک بدستور لکھ کر آخر میں حکم قاضی لاحق کر دے کہ ہر دو عاقدین کے درمیان خصومت صحیحہ سامنے قاضی فلاں کے جاری ہوئی جس نے اس خصومت پر اس اجارہ کے صحیح ہونے کا حکم دے دیا کذافی الذخیرہ اور وجہ دیگر یہ ہے کہ عقد اجارہ پورے دار پر دو چند مال اجارہ کے عوض قرار دے پھر نصف کا اجارہ بعوض نصف اجرت کے فسخ کر دے پس نصف کا اجارہ بعوض اس قدر مال کے جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے باقی رہے گا پس یہ شیوع بعد وقوع عقد کے طاری ہوگا جس سے عقد فاسد نہیں ہوتا ہے اور اس میں حکم قاضی کی بھی ضرورت نہ ہوگی اور اگر حمامیوں کی سرکار کرایہ پر لی تو مدت اجارہ اکتیس سال سے کم لکھے اس واسطے کہ حمامیوں کی سرکار تیس سال تک بحال خود نہیں رہتی ہے پس اس قدر مدت لکھے جو رائے صواب میں آئے پس عربی یا فارسی میں جس طرح ہم نے بیان کیا ہے کرایہ نامہ تحریر کرے پھر اس کے بعد لکھے کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے تمام یہ سرکار مع ادوات و آلات کے جن کا ذکر اس تحریر عربی یا فارسی میں اوپر گذر چکا ہے پے در پے پانچ برس کے لئے سوائے تین روز اوّل کے متواتر چار برسوں کے ہر شش ماہی کے اجارہ پر لی جس کا اوّل روز اس تاریخ تحریر سے دوسرے روز سے ہے بعوض اس قدر دینار کے اور دیناروں کا وصف جس طرح ہم نے بتلایا ہے تحریر کر دے بدین شرط کہ اس کے چار سال متواتر سوائے ان ایام کے جو اس کے ہر ششماہی کے آخر سے مستثنیٰ کر کے ہوتے ہیں اور بدون سال اخیر کے ہر سال یا ششماہی بعوض ایک دینار کے ایک جو سونے کے ہو اور سال اخیر جو اس مدت کا تتمہ ہے بعوض باقی اجرت مذکورہ کے ہو اور تحریر کو بدستور سابق تمام کر دے اور اگر مال اجارہ کا کوئی ضامن ہو تو تحریر اجارہ تمام ہونے کے بعد لکھے کہ فلاں بن فلاں فلانے نے جس کا حلیہ شناخت و مسکن لکھ دے اس موجر کی طرف سے اس مستاجر مذکور کے واسطے اس مال اجارہ کی درصورت عدم تزوج (۱) کے اجارہ فسخ ہونے کی ضمانت صحیحہ کر لی اور یہ مستاجر اس پر راضی ہوا اور مجلس ضمان میں اس کی ضمانت کی اجازت صحیح دے دی پھر تحریر کو آخر تک تمام کر دے اور اگر موجر کی کوئی شخص ضمانت کرنے والا نہ ملا اور مستاجر نے اس سے درخواست کی کہ مجھ کو یا کسی دوسرے کو اس امر کا وکیل کر دے کہ درصورت فسخ اجارہ کے اگر موجر مال اجارہ ادا نہ کرے تو وہ وکیل ہو کہ اس سرکار کو باتفاق اہل البصر کسی قدر ثمن پر فروخت کر کے اس کے ثمن سے باقی مال اجارہ ادا کر دے تو تحریر میں اس طرح لکھے کہ پھر اس موجر مذکور نے فلاں (۲) بن فلاں فلانے کو وکیل کیا اور اپنے قائم مقام اس بات میں کیا کہ درصورتیکہ اس موجر مذکور و اس مستاجر کے درمیان یہ اجارہ فسخ ہو جائے تو اس سرکار کو کسی خریدار کے ہاتھ بعوض اس قدر ثمن کے جس پر دو آدمی اہل بصارت متفق ہوں فروخت کر دے اور مشتری سے ثمن مذکور وصول کر لے اور معقود علیہ اس کے سپرد کر دے اور مشتری کے واسطے اس موجر کی طرف سے ضمان درک کا ضامن ہو اور بعد فسخ اجارہ کے جس قدر مال اجارہ مذکور میں سے اس

(۱) یعنی حمام کا نام نہ چلے ۱۲ (۲) یعنی بخارا و سمرقند وغیرہ ۱۲

مستاجر کے واسطے واجب ہو وہ اس مستاجر کو دے دے اس سب کا بتوکیل صحیح اس کو وکیل کیا بدرخواست اس مستاجر کے اور وکیل بوکالت ثابتہ لازمہ کیا بدین شرط کہ جب کبھی اس وکیل کو یہ موجر اس وکالت سے معزول کرے تو وہ جدید طور پر اس سب کا وکیل ہو جیسا کہ پہلے تھا اور اس وکیل نے مجلس وکالت میں اس کی طرف سے اس وکالت کو بہ قبول صحیح بخطاب قبول کیا پھر تحریر کو آخر تک ختم کر دے اور اگر مستاجر نے اس سے یہ بھی اجازت چاہی کہ بوقت ضرورت اس حمام خانہ کی اپنے مال سے تعمیر کرے بدین شرط کہ اس موجر کے مال سے اس کو واپس کر لے تو لکھے اس موجر نے اس مستاجر کو اجازت دی کہ اس کے بعد اس حمام خانہ میں جس چیز کی عمارت کی ضرورت ہو کوئی عمارت ہو اپنے مال سے بدون اسراف وتبذیر کے بحضوری دو آدمیوں کے اس کے پڑوسیوں سے صرف کرے بدینکہ یہ مال جو اس نے اس کی عمارت میں صرف کیا ہے اس موجر کے مال سے واپس لے یہ اجازت باجازت صحیحہ دے دی یا اس کی جبایت ومؤنث ویوانی اگر واقع ہو تو پیادگان سلطانی کو اپنے مال سے بدین شروط دے دے کہ اس کے مثل اس موجر کے مال سے واپس لے اس سب کی اجازت صحیحہ بدین شرط دے دی کہ جب کبھی موجر اس کو اس اجازت سے معزول کرے تو وہ بہ اجازت جدید اس کی طرف سے اس کا اجازت یافتہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائے گا اور اس نے اس کی طرف سے یہ اجازت بقبول صحیحہ قبول کر لی اور اگر اجارہ پر اجارہ واقع ہو تو پہلے کرایہ نامہ کی پشت پر لکھے کہ فلاں بن فلاں یعنی مستاجر نے جس کا نام ونسب اس تحریر کی باطن میں مذکور ہے در حالت اپنے جواز اقرار کے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے استیجار مذکور جو اس کے باطن میں مذکور ہے یہ چیز خود اجارہ پر دی کہ یہ چیز مع اپنے حدود وحقوق ومرافق کے جو اس کے حقوق سے ہیں اس تاریخ سے تا انتہائے مدت اجارہ اوّل جو باطن میں مذکور ہے سوائے ان ایام کے جو اس کے باطن میں مستثنیٰ کئے گئے ہیں بعوض اس قدر دینار کے ان کا وصف جس طرح ہم نے بیان کیا ہے ذکر کر دے بدین شرط اجارہ پر دی کہ سوائے اس سال اخیر کے باقی سالہائے مذکورہ علاوہ ایام مستثنیٰ شدہ کے ہر ایک سال اجرت مذکورہ میں سے ایک دینار کے ایک ایک جو وزن کے عوض اور سال اخیر جو اس مدت مذکورہ کا تتمہ ہے بعوض باقی اجرت کے ہو باجارہ صحیحہ دی اور اس فلاں نے اس کو اس سے مع سب حدود وحقوق ومرافق کے جو اس کے حقوق سے ہیں بعوض اجرت مذکورہ کے بر شرائط مذکورہ باستیجار صحیح اجارہ لی اور باہمی تسلیم وقبضہ ان دونوں کے درمیان جو اس اجارہ میں مثبت ہوا ہے موافق شرع کے ہو گیا اور موجر نے یہ تمام اجرت بھرپور بقبضہ صحیح وصول کر لی اور ہر ایک نے ان دونوں متعاقدین میں سے دوسرے کو اختیار بطور صحیح دیا کہ ان ایام مستثنیٰ شدہ میں جو باطن میں مذکور ہیں باقی مدت کا اجارہ جب چاہے فسخ کر دے پھر آخر تک تحریر کو تمام کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر صغیر کو اس کے باپ سے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اس سے اس کا نابالغ بیٹا مسمی فلاں اس کام کے واسطے اتنی مدت کے واسطے اس قدر درموں پر باجارہ صحیح اس شرط سے اجارہ پر لیا ☆

اگر کسی شخص کے نفس کو اجارہ پر لیا تو لکھے کہ فلاں مخزومی نے فلاں ترکی کے نفس کو سال کامل کے واسطے از ابتدائے غرۂ ماہ فلاں تا انتہائے ماہ فلاں بعوض اس قدر اجرت کے اس شرط پر اجارہ لیا کہ یہ مستاجر اس کو اس مدت میں ہر کام میں جو اس کو پیش آئیں جس کام میں چاہے لگا دے اس کو اس کے حکم سے انکار نہ ہوگا اور اس اجیر نے بحکم اس عقد کے اپنے تئیں اس کے سپرد کیا کہ جس کام میں چاہے لگا دے اور جس مہینہ میں کام لے گا اس مہینہ کی مزدوری اس کو وہ مہینہ گذرنے پر دے گا اور اگر کسی خاص قسم کے کام وحرفہ کے واسطے اجیر مقرر کیا ہو تو لکھے کہ اس کو ہر قسم کے کپڑے سینے کے کام کے واسطے اور تمام جو سایا جاتا ہے جس طرح اس کی رائے میں آئے و پسند کرے سینے کے واسطے مزدور مقرر کیا یا اس کام کے واسطے مزدور مقرر کیا کہ اس کے واسطے کنواں کھودے اور اس کی جگہ و چوڑائی وعمق بیان کر دے کہ گزوں کے حساب سے اس قدر ہے یا اپنے لاتنے معین اونٹوں کے چرانے کے واسطے اور اونٹوں کی صفت و

تفصیل بیان کر دے اگر باہم مختلف ہوں اتنی مدت کے واسطے بدین شرط اجیر کیا کہ ان کو چروائے وحفاظت کرے اوران کو پانی پلائے اورتالاب پر لے جائے اوران کوان کے رہنے کی جگہ کر جائے اوران میں سے خارشتیوں کی دوا کرے اور دودھ والی اونٹنیوں کا دودھ دوھے جس وقت ایسی اونٹنیاں دوھی جاتی ہوں اور بعد دوہنے کے اس کے تھنوں کو صاف کر دے اوران کی اور بچوں کی حاجات ضروری میں غور و پرداخت کرے اور جو گم ہو جائے اس کو تلاش کرے بعوض اتنے درموں کے آخر تک بدستور سابق تمام کرے اور اجرت پیشگی یا بمیعاد جس طرح ٹھہری ہو بیان کر دے اوراگر اونٹ غیر معین ہونے کے بیان کر دے اور درصورت غیر معین ہونے کے یہ شخص اجیر خاص ہوگا پس اس کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ کسی دوسرے کی بھی اجیر گری یعنی چرواہا ہونا قبول کرے اور جوان اونٹوں میں سے ضائع ہو بالا جماع یہ اس کا ضامن نہ ہوگا اور درصورت اونٹوں کے معین ہونے کے وہ اجیر مشترک ہوگا اوراس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے شخص کے گلہ چرانے کے واسطے بھی اپنے تئیں اجارہ پر دے اوران اونٹوں میں سے جو ضائع ہو جائے امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبینؒ نے ان میں اختلاف کیا ہے اوراگر اس واسطے مزدور کیا کہ مثلاً سمرقند سے بخارا کو خط لے جائے اور فلاں کو دے کر اس سے جواب لے کر مستاجر کے پاس لائے تھے کہ فلاں نے فلاں کو اپنے تئیں اس واسطے اجارہ پر دیا کہ اس کا خط جو اس نے فلاں کے نام لکھا ہے فلاں شہر میں فلاں مقام سے لے جائے اور وہاں سے اس کا جواب اس کاتب کے پاس لائے بعوض اتنے درموں کے باجارہ صحیحہ اجارہ دیا اوراس اجیر نے اس مستاجر سے تمام اجرت مذکور پیشگی بقبضہ صحیحہ وصول کر لی اوراس سے یہ خط بجانب اس مکتوب الیہ کے جانب کورہ بخارا سے کورہ سمرقند کو لے جا کر اس مستاجر کو جواب لا دینے کے واسطے اپنے قبضہ میں لے لیا اور تحریر کو تمام کرے اوراگر غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ فلاں نے فلاں سے اس کا غلام ہندی مسمی کلو جس کو اس شخص نے بیان کیا کہ یہ میرا مملوک ورقیق اور میرے قبضہ میں ہے اور وہ کشیدہ قامت جوان اس کا سب حلیہ بیان کر دے ایک سال کامل از ابتدائے تاریخ ماہ فلاں تا انتہائے ماہ فلاں بعوض اس قدر درموں کے باجارہ صحیحہ اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ اس مدت میں جو خدمت اس کی رائے میں آئے اور مستاجر کو وہ حلال ہو اوراس کو یہ مملوک اُٹھا سکے ہر طرح کی خدمتوں سے اس مستاجر کی خدمت کرے اور جس کی خدمت کے واسطے چاہے اس کو اجارہ پر دے دے اور چاہے جس کی اس سے خدمت کرا دے اوراس کی رائے میں آئے تو اس کو ساتھ سفر میں لے جائے اوراس میں اپنی رائے پر عمل کرے اوراگر اس کے سوائے کوئی خاص خدمت ہو تو اس کو بیان کر دے پھر اجرت کا میعادی یا معجّل ہونا بیان کرے اور معقود علیہ کا دیکھ بھال لینا ذکر کر دے اور تحریر کو ختم کرے اور مستاجر کو بدون شرط کر لینے کے اس کو سفر میں لے جانے کا اختیار نہ ہوگا اور جن خدمات کا ایسی تحریر میں وہ غلام سے مطالبہ کر سکتا ہے وہ تڑکے سے بعد عشاء تک اپنی خدمت اور اپنے عیال کی خدمت اور اپنے مہمانوں کی خدمت ہے کذا فی الذخیرہ اوراگر خدمت وعمال وصناعات سب کے واسطے ہو تو اس کو بیان کر دے پھر اجرت کا میعادی یا پیشگی ہونا ومقدار وقت و دیکھ بھال لینا بیان کر دے اور دوسرے مقام پر ذکر فرمایا کہ صغیر یا وقف کا مال محدودہ اس قدر مدت طویل کے واسطے اجارہ دینا نہیں جائز ہے اور مقاطعہ پر دینا جائز ہے اس کی تحریر اس طرح ہے کہ یہ وہ ہے کہ فلاں نے بر سبیل مقاطعہ فلاں سے جو فلاں صغیر کی درستی کار کے واسطے قیم ہے اور ثابت القوامتہ ہے اجارہ لیا اوراس قیم مذکور نے اس مستاجر کے ہاتھ بحکم اس ولایت قوامت مذکورہ کے بعوض اس قدر اجرت کے جو آج کے روز اس معقود علیہ کی اجرت مثل ہے جس میں کمی ہے اور نہ بیشی ہے اجارہ پر دیا اور محدود مذکور کے حدود بیان کر دے اور تحریر کو بدستور تمام کر دے یہ ظہیریہ میں ہے اوراگر صغیر کو اس کے باپ سے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اس سے اس کا نابالغ بیٹا مسمی فلاں اس کام کے واسطے اتنی مدت کے واسطے اس قدر درموں پر باجارہ صحیح اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ اس مستاجر کے واسطے یہ صغیر مذکور یہ کار مذکور اس تمام مدت مذکورہ میں انجام دے اور ہر مہینہ کی

اجرت اس مہینہ کے گذرنے پر ادا کرے گا اور باپ نے اس صغیر کو بولایت پدری اس مستاجر کے سپرد کیا اور اس مستاجر نے اس سے لے کر قبضہ کیا پھر دونوں متفرق ہو گئے اور تحریر کو تمام کرے اور اگر صغیر کو اس کے کسی ذی رحم محرم سے اجارہ لیا تو جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے پس اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے جیسا کہ ہم نے کئی بار بیان کر دیا ہے اور اگر اجیر کو بعوض کرانے و کپڑے کے اجارہ لیا تو لکھے کہ فلاں نے اپنے نفس کو فلاں کے ہاتھ سال یا دو سال کے واسطے اس شرط سے اجارہ دیا کہ اس کے واسطے ایسا کام اور جو کام اس کی رائے میں آئے بقدر اپنی طاقت کے جس کا یہ مستاجر اس کو حکم کرے کیا کرے بدین شرط کہ اس کی ماہواری اجرت اس قدر درم ہوں اور اس اجیر نے اس مستاجر کو اجازت دے دی کہ اس کو جو میرے واسطے لازم ہوا کرے میرے کھانے و کپڑے و باقی حوائج ضروریہ میں صرف کیا کرے باجازت صحیحہ اجازت دے دی بدین شرط کہ جب کبھی اس کو اجازت سے ممانعت کرے تو مستاجر مذکور اس کی طرف سے باجازت جدید اس سب کا اجازت یافتہ ہو جائے گا اور اپنے نفس کو بتسلیم صحیح اس مستاجر کے سپرد کیا اور اگر دائی کو اجارہ لیا تو لکھے کہ یہ تحریر اس مضمون کی ہے کہ فلاں بن فلاں نے فلانہ بنت فلاں سے اس کے نفس کو پے در پے دو سال کے واسطے ازا بتدائے ماہ فلاں سنہ فلاں تا انتہائے ماہ فلاں سنہ فلاں اس شرط پر کہ اس مستاجر کے فرزند مسمی فلاں کو اس کے گھر میں دودھ پلائے اس طرح کہ دائی گیری کے کام میں کوئی قصور و کوتاہی نہ کرے بعوض اس قدر درموں کے جس میں سے ماہواری اس قدر درم ہوئے باجارہ صحیحہ اجارہ لیا اور اس فلانہ بنت فلاں نے اس کی طرف سے یہ عقد اسی مجلس عقد میں بالمواجہہ قبول کیا اور اس نے اس لڑکے کو معائنہ کر لیا اور پہچان لیا اور اپنے تئیں اس مستاجر کے سپرد کیا کہ اس سب مدت میں رضاعت کرے گی اور بچہ کی پرورش کرے گی اور مستاجر مذکور اس کو اس کی پوری اجرت مدت تمام ہو جانے پر دے گا یا لکھے کہ ہر مہینہ کے تمام ہونے پر اس کا حصہ دے دے گا لکھے کہ اس نے اپنی اجرت پیشگی وصول کر لی ہے اور اس کے شوہر فلاں نے اس عقد اجارہ کی اجازت دے دی اور اس بات سے راضی ہو کر اس دائی کو اس مستاجر کو اس رضاعت مذکورہ کے واسطے سپرد کیا اور اس کو اجازت دے دی کہ اس مستاجر کے گھر رہے پس اس کے حق میں اس کام دائی گیری کے واسطے راضی ہوا۔ پھر دونوں متعاقدین متفرق ہوئے اور تحریر کو ختم کرے اور اگر اس نے بدون اجازت شوہر کے ایسا کیا ہو تو شوہر کو منع کرنے اور اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر اپنے لڑکے کو کوئی حرفہ سکھلانے کے واسطے اس حرفہ کے استاد کو اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اس کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مستاجر کے بیٹے مسمی فلاں کو یہ حرفہ تمام سب طریقہ سے اتنی مدت میں بعوض اتنے درموں کے سکھلائے تا کہ اس کی اوقات تعلیم میں اس لڑکے کی تعلیم میں مشغول ہو اور یہ لڑکا اس کے سپرد کر دیا اور پوری اجرت اس کو پیشگی دے دی اور تحریر کو ختم کرے اور صورت ذیل تین اس سے زائد تحریر آتی ہے اس طرح اس صنعت کے لوگ لکھا کرتے ہیں اور یہ ٹھیک نہیں ہے صورت یہ ہے کہ یوں لکھا جائے کہ اس کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ اتنی مدت اس کو مثلاً بننا سکھانے کے کام پر بحفاظت قائم ہو بدین شرط کہ اس کو ولی طفل ماہواری اس قدر دے گا اور اگر اس کے ذمہ بننا سکھلا دینے کی شرط کر دی اور یوں نہ کہا کہ اس پر قائم ہو تو جائز نہ ہو گا اس واسطے کہ اجارہ اس صورت میں سکھلا دینے پر واقع ہو گا اور سکھلا دینا اجیر کا کام نہیں ہے بلکہ سیکھنے والے کی سمجھ ہے پس اس پر اجارہ جائز نہ ہو گا جیسے کہ تعلیم قرآن یعنی سکھلا دینے کا اجارہ جائز نہیں ہے اور اگر اس کو اس واسطے اجارہ پر لیا کہ اس کی پرداخت پر قائم نہ ہو تو اجارہ اس کی پرداخت و حفاظت کرنے میں واقع ہو گا لیکن بننا ذکر کر دیا کہ ولی کو رغبت ہو کہ اثنائے عقد میں اس کو یہ بنائی کا کام آ جائے گا اور بسا اوقات طفل اس کو اپنی فہم و زکا سے سیکھ جاتا ہے پس یہ تابع کے طور پر جاری ہوا اور مقصود اصلی وہی پرداخت و حفاظت رہی اور اس کا ایفاء استاد کی وسعت میں ہے یہ اس وقت ہے کہ اجرت دراہم ہوں اور اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ایک سال میں اس کا لڑکا یہ حرفہ سیکھ جائے اور دوسرے سال بھر تک استاد کے واسطے کام کر دے تو

اس کی صورت یہ ہے کہ استاد کو اس واسطے اجیر کر لے کہ ایک سال اس کی بنائی سکھلانے میں پرداخت وحفاظت کرے بعوض سو درم کے مثلاً پھر دوسرے سال میں استاد اس طفل کو اپنے واسطے اسی حرفہ کا کام کرنے پر سو درم کے عوض اجیر کر لے اور یہ دراہم مثل اوّل کے ہوں پس دونوں باہم مقاصہ کر لیں اور ان دونوں عقدوں کی تحریر اس طرح ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں بخاری نے فلاں بخاری کو اجیر کیا کہ اوقات تعلیم درزی گری لباس ہر قسم میں ہر طرح کی سلائی میں اس کے فرزند مسمّی فلاں کی پرداخت وحفاظت کرے اور جو باتیں اس فن میں سے اور س سے متصل وملحق وداخل ہیں اوقات تلقین میں ان کو تلقین کرے اور یہ لڑکا عاقل ممیّز ہے جو اس کو تلقین کیا جائے اس کو اخذ کر سکتا ہے ایک سال کامل ابتدائے تاریخ ماہ فلاں سنہ فلاں ؁ سے آخر ماہ فلاں سنہ فلاں کے واسطے بعوض سو درم غطریفیہ کے بدین شرط اجارہ پر مقرر کیا کہ اس میں اپنی کوشش میں کمی نہ کرے اور اپنی نصیحت اس سے دریغ نہ رکھے بدین شرط کہ یہ والد اس اجرت مذکورہ کو یہ کام اور یہ مدت تمام ہونے پر اس استاد کو دے گا اور یہ فرزند اس کے سپرد کیا اور اس نے یہ عقد قبول کیا اور اس کی حفاظت پرداخت کا اس سب سکھلانے میں ضامن ہوا اور دونوں متفرق ہو گئے پھر یہ استاد اس والد سے یہ ولد دوسرے عقد میں دوسری مجلس میں اس سال مذکور[1] کے متصل دوسرے سال کامل کے واسطے بدون اس کے کہ یہ اجارہ پہلے اجارہ میں مشروط یا اس سے ملحق یا پہلا اس دوسرے میں مشروط ملحق ہو اس شرط سے اجارہ لے کہ یہ طفل اس استاد کے واسطے کار درزی گری انجام دے کہ استاد جو کپڑا سینے کا اس کو حکم کرے وہ استاد کے واسطے سی دے اور جو اس کام سے متصل اور داخل ہے اس کو انجام دے اس تمام مدت میں بعوض سو درم غطریفیہ کے باجارہ صحیحہ اجارہ لے بدین شرط کہ اس مدت کے تمام ہونے پر استاد اس والد کو یہ اجرت ادا کر دے گا اور تحریر کو ختم کرے ایک مکاری سے اس کے گدھے[2] پر اپنا بار لاد کر پہنچانے پر کرایہ لے تو تحریر کرے کہ یہ تحریر اکتراء فلاں تاجر از فلاں مکاری ہے کہ اس سے اس کے پانچ گدھے معین اس واسطے کرایہ پر لئے کہ اس کے بارہائے گندم ہر گدھے پر اتنے من گندم لاد کر شہر سمرقند سے بخارا میں بعوض اتنے درم کے پہنچائے یہ اکتراء صحیح کرایہ لئے اور اُس مکاری نے اس کو یہ گدھے معین دکھلا دیئے اور اس مستاجر نے اس کو پسند کر لیا اور اس مستاجر نے اس مکاری کو یہ بارہائے گندم جو اتنے عدد اتنے من ہیں سپرد کئے اور اس مکاری نے ان پر قبضہ کر لیا اور اس مکاری نے یہ بار شہر سمرقند سے بخارا تک پہنچا کر اس مستاجر کو بخارا میں سپرد کرنا قبول کیا اور اس مستاجر کی یہ تمام اجرت اس کو پیشگی دینے سے اس مکاری نے اس تمام اجرت پر اس سے لے کر قبضہ صحیح کر لیا اور اس مکاری نے اس مستاجر کے واسطے تمام اس کی ضمانت صحیحہ کر لی جو اس میں درک پیش آئے اور یہ تاریخ فلاں سنہ فلاں میں واقع ہوا اور اگر یہ گدھے غیر معین ہوں تو امام اعظمؒ وان کے اصحاب نے اس کو جائز فرمایا ہے اور شیخ ابو القاسم صفار اور شیخ دبوسی نے ذکر کیا ہے کہ یہ فاسد ہے اس واسطے کہ یہ مجہول ہے اور تحریر ان معاملہ میں ان دونوں کے نزدیک صحیح ہے کہ بدین طور لکھے کہ یہ قبالہ فلاں بن فلاں ہے کہ اس نے اس کی جانب سے قبول کیا کہ اس قدر من روئی یا اتنے عدد اخروٹ یا اتنے قفیز گیہوں یا اتنے تھان کپڑے کے اس کی جنس و بوجھ بیان کر دے فلاں شہر سے اتنے گدھوں پر باشتران باربرداری چالاک قوی یہ دودانت والے پر کہ ہر اونٹ اس میں سے اس قدر بار اٹھائے[3] گا بقبول صحیحہ قبول کیا جس میں فساد نہیں ہے اور نہ خیار ہے بعوض اتنے درم کے بدین شرط کہ اس کو بغداد سے فلاں تاریخ از ماہ فلاں لاد کر منزل بمنزل لوگوں کے عرف کے مواقف روانہ ہوگا اور رات و دن اس کی حفاظت کرے گا اور اس کو فلاں شہر میں فلاں مقام پر سپرد کر دے گا اور اس متقبل نے تمام یہ اجرت اس سے وصول کر لی اور اس متقبل نے یہ سب معقود علیہ اس کے سپرد کیا اور یہ سب بذریعہ اس قبالہ کے اس کے قبضہ میں ہو گیا اور تحریر کو تمام کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور حج کے واسطے کرایہ کرنے کا وثیقت نامہ یوں تحریر کرے کہ یہ تحریر قبالہ فلاں از فلاں ہے کہ اس نے قبول کیا کہ میں محملون کو لاد کر پہنچا دے گا جس میں سے ہر ایک محمل میں دو سواریاں ہیں جن کو اس متقبل نے دیکھ لیا و بطور معین

(۱) اجارہ اوّل میں مذکور ہوا ہے ۱۲ (۲) جو گدھے ٹو خچر کرایہ پر چلاتا ہے ۱۲ (۳) اتنے رطل از رطل عراقی ۱۲

پہچان لیا ہے اور ہر ایک محمل کے واسطے اتنے بچھونے اور اوڑھنے اتنے رطل وزن برطل عرقی ہیں اور اتنے پردہ چادریں اتنے رطل ہیں اور لٹکانے کی چیزوں میں گھی اور روغن زیتون اتنے رطل اور پانی اس قدر و گیہوں جو اس قدر اور ستو و کشمش و مسکہ و حلوا اس قدر ہے تا کہ اس کو تین راحلوں میں رکھ کر اُن کے جوان فربہ چالاک قوی اونٹوں پر لادے اور یہ سب بعد اس کے کہ دونوں نے تمام یہ اوڑھنے و بچھونے و پردہ چادریں و سواریاں وغیرہ دیکھ بھال کی ہیں بعوض بیس دینار کے اور دیناروں کا وصف بیان کر دے بقبالہ صحیحہ جائزہ جس میں فساد و خیار نہیں ہے قبول کیا تا کہ ان کو فلاں روز از ماہ فلاں سنہ فلاں سب لاد کر شہر فلاں سے روانہ ہوگا بدین شرط کہ ان کو منزل بمنزل لے چلے گا اور اوقات نماز میں ان کو اونٹ پر سے اتارے گا اور ان کے ساتھ حج میں رہے گا اور ان کو راہ مناسک حج بتلا دے گا اور بعد سفر کے تین روز تک اُس کے ساتھ ٹھہرے گا پھر چوتھے روز ان کو لے کر روانہ ہوگا اور منزل بمنزل ان کو لے چلے گا اور اوقات نماز میں ان کو اتارتا لائے گا یہاں تک کہ شہر فلاں میں ان کو ان کے گھر پہنچا دے گا اور اس کو دونوں نے پہچان لیا ہے بدین شرط کہ ان سواریوں کو اختیار ہے کہ اس بار ہمراہی فرش و بچھونے وغیرہ کو جن کا مفصل بیان کیا گیا ہے بدل ڈالیں اور ان کی جگہ اپنی رائے کے موافق دوسرا بار لادیں بشرطیکہ اسی قدر ہو جس قدر بیان کیا گیا اور تحریر کو تمام کرے یہ محیط میں ہے۔ پس اگر اونٹ معین ہوں تو اُن کو بیان کر دے جیسے کہ گدھوں معینہ کی صورت میں مذکور ہوا اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ جانور ان معین تلف ہو جائیں تو اجارہ ساقط ہو جائے گا اور اگر غیر معین ہوں تو ساقط نہ ہوگا اور اگر مکاری کسی شہر میں مر گیا تو اجارہ ساقط ہو جائے گا اور اگر جنگل میں مر گیا تو استحساناً اجارہ باقی رہے گا اور روانہ ہونے کا وقت بیان کرنا ضروری ہے اور اگر یہ سال گذر گیا تو اجارہ باطل ہو جائے گا اور اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے سال ان کو سوار کر کے لے جائے الا اس صورت میں کہ دونوں باہم راضی ہوں اور نیا عقد قرار دیں اور اگر کشتی سواری بار برداری کے واسطے کرایہ کی تو لکھے کہ اس سے کشتی ایسی لکڑی کی بنی ہوئی جس کو یہ کھینے میں مع اس کے الواح و دقل و مجادیف و مرادی و شراع و ظلل و سکان و حصر اور مع اس کے تمام آلات کے ایک مہینہ کے واسطے از ابتدائے تاریخ فلاں تا تاریخ فلاں بدین شرط کہ اس میں ایسے ایسے گیہوں جن کی مقدار بحساب ایسے قفیز کے اس قدر ہوتی ہے لاد کر فلاں مقام سے فلاں مقام تک پہنچا دے بعوض سو درم کے کرایہ پر لی بدین شرط کہ لوگوں کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو اور ان کے ساتھ چلے اتنی مدت مذکورہ تک اور لوگوں کے ساتھ سوار ہو اور ان کے چلنے پر چلے اور اس مواجر نے تمام یہ اجرت مذکورہ اس مستاجر کے اس کو پیشگی ادا کرنے سے لے کر قبضہ کر لی اور اس مستاجر نے تمام وہ چیز جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہے اس موجر کے ہاتھ سے اس کے اس مستاجر کو تمام و کمال فارغ خالی از مانع و منازع سے سپرد کرنے سے لے کر قبضہ کر لی اور دونوں بعد دیکھ بھال لینے اور موجر کی ضمان درک کر لینے کے متفرق ہوئے اور تحریر کو ختم کرے اور اگر کشتی غیر معین ہو تو لکھے کہ فلاں نے فلاں سے ایسا بار اس قدر وزن کا یا اس قدر کیل کا اس شہر سے تا شہر فلاں کشتی میں لے جانا قبول کیا اور یہ کشتی فلاں قسم کی کشتیوں میں سے اس لکڑی کی صحیح سالم ہے کوئی عیب اس میں نہیں ہے۔ بدین شرط کہ اس بار مذکور کو اتنے مزدوروں و مددگاروں سے جن کو پسند کرے اور خود ملا کر لاد کر آخر تک مثل اوّل کے سب امور تحریر کر کے ختم کرے اور اگر دستاویز اجارہ لکھوانے کے واسطے ہر دو عاقدین میں سے ایک حاضر ہوا تو کاتب اس کا اقرار تحریر کرے کہ اس نے فلاں چیز فلاں کو اجارہ دینے اور اس سے اجرت وصول کر لینے کا اقرار کیا لیکن خطر ہے کہ اگر اس مقرلہ نے آ کر اجارہ لینے سے انکار کیا اور جس مال وصول پانے کا اس موجر نے اقرار کیا ہے وہ اس سے واپس لینا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہوگا پس اس میں دو طرح سے ایک طور پر لکھنا چاہئے یا تو یوں لکھے کہ اس موجر نے یہ اجرت وصول پانے کا اقرار کیا لیکن یہ نہ لکھے کہ فلاں سے وصول پانے کا اقرار کیا پس وصول پانا صحیح ہوگا اور اجرت ساقط ہو جائے گی اور اگر مستاجر نے آ کر مطالبہ کیا تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے تجھ سے نہیں وصول پائی ہے یا یوں تحریر کرے اور یہ اجرت

اس مستاجر کے ذمہ سے ایسی وجہ سے ساقط ہو گئی کہ جس وجہ سے ساقط ہونا صحیح ہوتا ہے اور قبضہ کرنے کا بیان [1] نہ لکھے اور ایسا ہی بیعنامہ وثمن میں بھی اسی طور سے لکھنا چاہئے یہ ذخیرہ میں ہے۔

متولی وقف سے زمین پر اجارہ لینا☆

وقف منسوب بجانب فلاں کے متولی فلاں سے جواز جانب قاضی فلاں متولی ہے فلاں نے تمام زمین باغ انگور جو منجملہ اس وقف کے ہے جس کا یہ متولی نیز متولی ہے اور اس کے حدود بیان کر دے مع اس کے سب حدود و حقوق کے قبول کے بدون اس کے درختاں و درختاں انگور و قصباں و جدران [2] کے کہ یہ چیزیں قبل اس قبالہ کے اس متقبل کی ہو گئی ہیں بوجہ ملک ثابت و حق لازم کے اور اس بات کو یہ دونوں متعاقدین جانتے ہیں اور یہ عقد فقط اسی زمین پر ایک سال کامل کے لئے از ابتدائے [3] کذا تا انتہائے کذا بعوض اس قدر درا ہم [4] کے جو اس معقود علیہ کی اجرت مثل ہے قرار دیا ہے اور قبول کیا ہے اور اس متولی نے تمام اجرت اس چیز کی جس پر عقد واقع ہوا ہے پیشگی اس متقبل کے اس کو یہ سب دے دینے سے وصول کر لی اور اس متقبل نے تمام وہ چیز جس پر عقد واقع ہوا ہے سب اس متولی کے اس کو ہر مانع و مفازع سے خالی سپرد کرنے سے اس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں متفرق ہو گئے پھر اس متولی نے یہ درا ہم اسی متقبل کو دیئے اور حکم کیا کہ اس کا خراج اسی میں سے ادا کر دے جب اس کا وقت آئے اور اس زمین کی نہریں و مسنات اگارنے اور درست کرنے کی جب حاجت پڑے تو اسی میں سے بطور معروف اس کو انجام دے اور اس کو ایسی طرح بطور صحیح وکیل کیا کہ جب اس کو اس وکالت سے معزول کرے تو وہ بوکالت جدید اس کی طرف سے وکیل ہو گا اور اس متقبل نے اس سے اس وکالت کو بالمشافہہ قبول کیا اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر دیئے اور تحریر کو ختم کرے یہ محیط میں ہے اور اگر پن چکی گھر ایک نہر خاص پر جو اس کے واسطے بنایا ہوا ہو اس کو اجارہ پر لینا چاہا اور وہ مشتمل پانچ توابیت پر ہے اور یہ توابیت مرکب ہیں لکڑی کے تختوں سے جن میں سے چار توابیت ہیں چار چلیاں گھومتی ہیں اور پانچواں تابوت معروف بشاکھہ ہے اور اس موجر نے ذکر کیا کہ یہ تمام طاحونہ میری ملک و حق و میرے قبضہ میں ہے اور یہ طاحونہ شہر فلاں پر گنہ فلاں کے دیہ فلاں کی زمین میں واقع ہے اور وہ اپنی خاص نہر پر بنا ہوا ہے اور اس نہر میں فلاں وادی سے پانی آتا ہے اور نہر اس طاحونہ میں گرتی ہے اور اس کی حد مع نہر خاص کے چنین و دوم وسوم و چہارم چنین و چنان ہے پس یہ طاحونہ مذکورہ مع اس کے سب حدود و حقوق کے اجارہ پر لیا اور اگر اس کا اجارہ بر سبیل مقاطعہ ہو تو بعد ذکر حدود کے لکھے کہ یہ سب اس سے ایک سال یا دو سال یا تین سال متواتر کے واسطے از ابتدائے غرہ ماہ فلاں سے ماہواری یا سالانہ اس قدر درم سال یا اس قدر درم ماہواری پر اجارہ لیا تا کہ یہ مستاجر بعوض اس کے جس پر اجارہ لیا ہے کرایہ پر چلا کر یا گیہوں و جو وغیرہ کے مانند اناج پیس کر منافع اٹھائے اور ہر سال کی قسط اس سال سے گذرنے پر ادا کر دے اور اس مستاجر نے تمام وہ چیز جو اجارہ پر لی ہے اس موجر کے اس کو سب خالی از ہر مانع و منازع سپرد کرنے سے بقبضہ صحیحہ اپنے قبضہ میں کر لی اور بعد صحت اس عقد کے دونوں اس مجلس عقد سے بفرق اقوال و ابدان جدا ہو گئے اور اگر مجمدہ مع فارقین[1] کے اجارہ لیا اور فارقین اس سے متصل ہیں تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں نے تمام مجمدہ جس کے واسطے دو فارقین ہیں جو اس سے متصل ہیں مع فارقین کے اجارہ لیا اور اس موجر نے بیان کیا کہ یہ سب اس کی ملک و حق اس کے قبضہ میں ہے اور اس کا مقام و حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ مع دونوں کے حدود و حقوق و تمام دونوں کے مرافق کے جو دونوں کے واسطے ان کے حقوق سے ثابت ہیں دو سال یا تین سال کے واسطے اجارہ لیا اور اگر فارقین واحد مشتمل بہت سے مجمدون پر ہو تو لکھے کہ تمام فارقین واحد مشتمل بسہ مجمدہ یا زیادہ جس قدر ہوں اجارہ لی۔ پھر لکھے کہ اس سے یہ تمام مجمدہ مع اپنے

---

[1] فارقین پانی جو دو مقام کے درمیان متصل ہو یا خشک نالہ ہو اور سیا فارقین کا نام ہے اور جہاں برف کے مجموعے ہوں ۱۲ (۱) یعنی درصورتیکہ بائع و مشتری ایک حاضر ہو ۱۲ (۲) جمیع جدار بمعنی دیوار ۱۲ (۳) یعنی تاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں ۱۲ (۴) ان کا وصف بیان کر دے ۱۲

فارقین کے اتنے سال کے واسطے اس قدر درموں کے عوض باجارہ صحیحہ اجارلیا تا کہ برف رکھ کران مجمدوں سے نفع اٹھائے اور ہر سال کی قسط اس سال کے گذرنے پر ادا کرے گا پھر اس تحریر کو آخر تک تمام کرے اور اگر ایسی زمین وقف کا اجارہ تحریر کرنا چاہا کہ جس کی اصل موقوف ہے جیسے زمین نہر موالی واقع قنائے شہر بخارا ہے تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں سے تمام اصل زمین جو ایک چاردیواری کا باغ بنا ہوا ہے جس میں ایک قصر ہے اور پانچ کھیت زمین باہم ملازق و متصل اس کے آگے یا پیچھے یا گرداگرد ہے اجارہ لی اور اس موجر نے ذکر کیا کہ اس زمین میں جو سب کردارات ہیں وہ اس کی ملک وحق واس کے قبضہ میں ہے اور اس کے کردارات اس باغ کے گرد کی چاردیواری اور قصر کی عمارت واس زمین کے خرد و کلاں درخت پھل دار یا بے پھل اور اس زمین کی مٹی جس سے تمام زمین بقدر آدھے ہاتھ کے پائی گئی ہے اور اس پٹی ہوئی مٹی کے نیچے کی روئے زمین وقف ہے جو میرا اساس کمین کی جانب منسوب ہے جس کو اس نے اپنی دکان پر وقف کیا ہے اور یہ اوقاف حانوتیہ کے نام سے مشہور ہے اور اس موجر کے قبضہ میں اس حق سے ہے کہ اس نے اس کو ایسے شخص سے اجارہ لیا ہے جس کو اس زمین کے اس کے ہاتھ اجارہ پر دینے کا سالہا سال ایک بعد دوسرے سال کے باجرت معلومہ جس کی مقدار اس کے اجر المثل کے برابر ہے اختیار حاصل تھا اور یہ موجر اس کو یہ چیز وقف جو اس کے اجارہ میں ہے اجارہ پر اجارہ کے طور پر اور یہ اس کی ملک جو اس زمین میں ہے مع اصل زمین کے بقصد واحد بحق ملک اجارہ دیتا ہے پھر زمین کی جگہ و حدود بیان کر دے پھر لکھے کہ مع حدود اس چیز کے جس کا اجارہ ثابت مذکور ہوا ہے جو مشتمل ہے ملک و وقف اصل زمین کو اور مع حقوق وسب مرافق کے جو اس کے واسطے اس کے حقوق سے ثابت ہیں اجارہ لیا بعد از انکہ اس موجر نے تمام درخت اس زمین کے اور درختاں انگور وقضبان بعوض تین درم کے اس کے ہاتھ فروخت کر دیئے اور اس سے اس متاجر نے اس کو بخرید صحیح خریدا اور باہمی قبضہ صحیح طرفین سے واقع ہو گیا پھر اس سے اس سب کا اجارہ جو مثبت ہوا ہے مع اس قصر کے جو اس باغ میں ہے اکتیس سال متواتر کے واسطے سوائے تین روز آخر ہر سال ان پہلے تیس سال سے از ابتدائے غرہ محرم سنہ فلاں بعوض اتنے درم یا دینار کے جس کے نصف اس قدر ہوتے ہیں ان میں سے واسطے اوّل تیس سال کے سوائے ایام مستثنیٰ شدہ کے بعوض پانچ درم اس مال اجارہ کے یا بعوض نصف دینار کے اس مال اجارہ کے واسطے ہر سال کے ان تیس سال میں سے سوائے ایام مستثنیٰ شدہ کے جس قدر اس کے پڑتے میں ان پانچ درم یا نصف دینار میں سے پڑے اور سال اخیرہ جو تتمہ اس مدت مذکورہ کا ہے بعوض باقی مال اجارہ مذکورہ کے اجارہ لیا پھر تحریر کو بطریق سابق تمام کرے شیخ امام حاکم ابونصر احمد بن محمد سمرقندی نے فرمایا کہ یہ جو ہم نے باپ کے ساتھ لفظ یتیم متبایعین مملوکات میں ذکر کیا ہے اس میں مسامحہ (۱) ہے اور یتیموں کے اموال میں یہ حکم ہے کہ اگر باپ یا وصی نے یتیم کا دار اجارہ پر دینا چاہا تو بطور اجارہ مرسومہ طویلہ کے اجارہ دینا جائز نہیں ہے اور اگر باپ یا وصی نے یتیم کے واسطے اجارہ لینا چاہا تو اجارہ طویلہ کے سال اخیرہ کے حق میں جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ اُس سال اجارہ بعوض مال کثیر کے جو اجر المثل سے زائد[1] ہے واقع ہوتا ہے اور یہی حکم اموال وقف میں ہے اور فرمایا کہ یتیم کا دار اجارہ دینے کا طریقہ ہے کہ عقد اجارہ اجر المثل پر قرار دے یعنی جس قدر اجر المثل اس مدت طویل کا ہو اس پر اجارہ قرار دے پھر متاجر کو باپ یا وصی بری کر دے پس امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جس کے وہ خود مباشر ہوئے ہیں اس عقد میں ابراء صحیح ہوگا پھر متاجر کے واسطے دونوں اتنے مال کا اقرار کریں جو بقدر مال اجارہ کے ہے اور اس کی میعاد ادا کی انفساخ اجارہ کا وقت قرار دیں پھر جب اجارہ فسخ ہوگا تو متاجر اس مال مقربہ کا مطالبہ کرے گا اور امام محمد نے فرمایا اس کی ایک دوسری صورت ہے کہ

[1] اور ایسے تصرف بغبن فاحش کا یا باپ وصی مختار نہیں ہے وفیہ خلاف ۱۲ منہ

(۱) اس واسطے کہ باپ کے موجود ہونے کی صورت میں وہ یتیم نہیں ہو سکتا ہے ۱۲

باپ یا وصی مستاجر سے اس کے وصول کرنے کا اقرار کرے پس مستاجر بری ہو جائے گا اور باپ یا وصی ضامن ہو گا اور اگر مستاجر نے چاہا کہ فیما بینہ و بینا اللہ تعالیٰ اس کی مضبوطی کر لے کیونکہ باب یا وصی نے اگرچہ مال اجارہ وصول پانے کا اقرار کر لیا ہے لیکن اس مستاجر سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ بری نہ ہو گا تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز اتنے درموں کو فروخت کرے جو اس مال اجارہ کے مثل ہوں اور اس معاملہ میں احوط وہی ہے کہ بری کر دے کیونکہ اگر اس نے وصول پانے کا اقرار کیا تو درصورتیکہ اجارہ فسخ کرنے سے یا موت موجر یا مستاجر سے فسخ ہو گا تو دو مال واجب ہوں گے ایک وہ کہ جس کا اقرار کیا ہے اور دوسرا مال اجارہ جس کے قبضہ کا اقرار کیا ہے اور بری کر دینے سے مال اجارہ میں سے ہنوز کچھ تاوان ادا نہیں کیا ہے اور یہاں ایک ایسی بات ہے کہ اس سے احتراز واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ ان بعض صورتوں میں موجر کا ضرر ہے اور بعض میں مستاجر کا ضرر ہے اس واسطے مال مقر بہ کی مدت اگر انقضائے مدت اجارہ قرار دی جائے تو مستاجر کے حق میں ضرر ہے اس واسطے کہ شاید اجارہ بہ سبب موت کے یا مدت خیار میں فسخ کرنے کے فسخ ہو جائے پس مال تا انقضائے مدت کے میعاد پر باقی رہے گا پس مستاجر ضرر اُٹھائے گا اور اگر اس کی میعاد وقت فسخ مقرر کی جائے تو وقت فسخ مجہول ہے پس اس کی میعاد مقرر کرنا باطل ہے پس فی الحال واجب الادا رہے گا پس موجر کے حق میں ضرر ہو گا اس واسطے کہ مستاجر اس سے فی الحال ادائے مال کا مواخذہ کرے گا اور جو چیز اجارہ پر لی ہے وہ اس کے قبضہ میں بحق اجارہ رہے گی بدون کسی عوض کے جو اس نے ادا کیا ہو پس اس کی راہ یہ ہے کہ اس مال کو تا انقضائے مدت کے میعاد پر رکھے پھر مستاجر کو وکیل کر دے کہ اس کو بوکالت یہ اختیار ملے کہ جب یہ اجارہ کسی وجہ سے فسخ ہو تو وہ اس میعاد کو وکیل ہو کر باطل کر دے اور بدین شرط وکیل کرے کہ جب کبھی اس کو اس وکالت سے معزول کرے تو باجازت جدید جیسا وکیل تھا ویسا ہی وکیل ہو جائے اور جب ایسا کیا تو دونوں کے ذمہ سے ضرر زائل ہو جائے گا اور وکالت کی تعلیق بوقت منتظر صحیح ہے اور وقف میں بھی یہی صورت ہے اور ظاہر الروایۃ میں وقف کی صورت میں مدت طویل و قفیز کی تفصیل نہیں فرمائی اور ایسا ہی امام طحاوی نے اپنی مختصر میں مجمل ذکر کیا ہے اور بعض نے مدت طویلہ کا اجارہ وقف باطل کر دیا ہے بخوف آنکہ ملک کا مدعی ہو جائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کر دے اور اگر یتیم کے واسطے یا وقف کے واسطے اس طرح اجارہ لینا چاہا تو یہ صورت اس میں بھی جاری ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس میں دوسری صورت ہے کہ مثلاً تیس سال کے واسطے ہزار درم پر عقد قرار دے پھر دیکھے کہ ہر سال اس معقود علیہ کا اجر المثل کیا ہے پس اگر مثلاً پچاس درم ہوں تو عقد اجارہ دس برس کے واسطے سالانہ ایک درم کے چھٹے حصہ پر قرار دے اور سال اخیرہ بعوض باقی مال کے قرار دے تا کہ عقد بعوض اجر المثل کے واقع ہو پھر دسویں سال اجارہ فسخ کر دے پھر از سر نو عقد دس برس کے واسطے قرار دے علیٰ ہذا تیس برس پر عقد قرار پائے اور یہ سب وہ ہے جو حاکم امام ابونصر احمد بن محمد سمرقندی نے ذکر کیا ہے اور اگر فسخ اجارہ کی تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر فسخ بدین مضمون ہے کہ فلاں نے اُس حویلی کا اجارہ جو اس کے و فلاں کے درمیان تھا جس کے حدود اربعہ یہ ہیں اور یہ اجارہ طویلہ بعوض اسقدر درموں کے از ابتدائے تاریخ ماہ فلاں سنہ فلاں تا انتہائے تاریخ ماہ فلاں سنہ فلاں تھا پس اس نے اس اجارہ کو ان ایام جن میں اس کے لیے فسخ کا اختیار مشروط تھا اور ان ایام کا اوّل و اوسط و آخر ذکر کر دے کہ وہ فلاں روز تھا بفسخ صحیح فسخ کر دیا اور اس پر ان لوگوں کو جن کی گواہی آخر تحریر ہذا میں ثبت ہے گواہ کر دیا اور اصح فسخ یہ ہے کہ درمیانی روز میں فسخ کرے اس واسطے کہ شاید اوّل و آخر روز میں ایسے وقت فسخ واقع ہو کہ جب اس کے واسطے خیار ہنوز ثابت نہیں ہوا ہے یا مدت خیار ختم ہو گئی ہے پس احتیاط اس میں ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اگر اجارہ کسی نوع اعمال و صناعات کے واسطے ہو جیسے درزی گری وغیرہ تو اس کو بیان کر دے کہ بدین شرط کہ اس کو کپڑے کے جملہ اقسام کی سلائی و تمام سلائی کی چیزوں میں اپنی رائے و پسند کے موافق استعمال کرے اور جس کو چاہے اجرت پر دے دے اور اگر اس کو

مسافرت کا اتفاق ہوتو ساتھ لے جائے ان سب باتوں میں اپنی رائے پرعمل کرے اور اگر خدمت واعمال وصناعات سب کے واسطے ہوتو اس سب کو بیان کر دے پھر اجرت کے پیشگی یا میعادی ہونے کو اور وقت کا بیان کرے اور متعاقدین کا دیکھ بھال لینا تحریر کرے اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ صغیر یا وقف کے مال محدود کا اس قدر مدت طویلہ کے واسطے اجارہ دینا نہیں جائز ہے اس میں صرف مقاطعہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے بر سبیل مقاطعہ فلاں یعنی رب المال سے یا فلاں قیم سے جو اصلاح و درستی امور نابالغ فلاں کے واسطے قیم مقرر و ثابت القوامہ ہے لیا اور یہ اس چیز کو اس متاجر سے بدین ولایت وقوامت مذکورہ بعوض ایسی اجرت کے جو امروز اس کا اجرالمثل ہے بدون کمی وبیشی کے باجرت مقاطعہ دیتا ہے اور اس معقود علیہ کے حدود بیان کر دے اور تحریر کو آخر تک تمام کرے اور اگر اجارہ لی ہوئی حویلی کا مقاطعہ قرار پایا ہو جیسا کہ معاملات میں جاری ہے بایں طور کہ ایک شخص نے اپنی حویلی بعوض مال معلوم کے اجارہ دی پھر اس موجر نے بر سبیل مقاطعہ باجرت معلومہ متاجر سے اجارہ لی اور موجر اوّل یعنی مالک حویلی اس اجرت کا جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے متاجر کے واسطے ضامن ہو جائے پھر اجارہ طویلہ پورا لکھ کر چکا ہے اجارہ مقاطعہ تحریر کرے یا چاہے تو کرایہ نامہ طویلہ کی پشت پر تحریر کرے کہ یہ تحریر اجارہ فلاں. ہے کہ اس نے بر سبیل مقاطعہ فلاں یعنی متاجر سے جس کا نام ونسب استیجارہ اوّل ہیں مذکور ہے تمام یہ حویلی جس کا مقام وحدود اجارہ نامہ اوّل میں مذکور ہے یہ ایسی صورت میں کہ اجارہ طویلہ کے تحت میں تحریر کرے اور اگر پشت اجارہ نامہ مذکور پر تحریر کرے تو لکھے کہ یہ تمام حویلی جس کا موقع وحدود اس تحریر کی بطن میں مذکور ہے مع اس کے حدود وحقوق ومرافق کے جو اس کے حقوق سے ہیں بعد ازانکہ اس موجر ثانی یعنی متاجر اوّل نے جس کا نام ونسب اس کرایہ نامہ طویلہ میں مذکور ہے اس حویلی محدود مذکور میں ایسی زیادتی کر دی ہے جس سے اس کو جو کچھ ہر دو اجرتوں میں تفاوت ہے وہ زیادتی اجرت حلال ہوگئی ہے ماہواری کرایہ پر از تاریخ فلاں عقد اوّل کی تاریخ سے ایک تاریخ بعد سے تحریر کرے تا انتہائے اجارہ اوّل مذکور سوائے ایام مستثنیٰ شدہ کے جو اس میں مذکور ہیں اس قدر درم ماہواری پر باستیجار صحیحہ کرایہ پر لی تاکہ یہ متاجر چاہے اس میں خود رہے اور چاہے مدت اجارہ میں اس میں دوسرے کو بسا دے اور اس موجر ثانی نے بھی جس کا نام ونسب اس میں مذکور ہے اس مقاطعہ کو بایں اجرت مذکورہ اجارہ صحیحہ خالی از امور مبطلہ اجارہ پر دی اور موافق شرع کے دونوں میں باہمی قبضہ جس کا اجارہ اس میں مثبت ہوا ہے پورا ہو گیا پھر بعد ازانکہ اس موجر اوّل مذکور کرایہ نامہ ہذا یعنی اس متاجر ثانی نے جو مقاطع ہے اس متاجر اوّل یعنی اس موجر ثانی کے واسطے جو اس کا اس مقاطع یعنی متاجر ثانی پر اجرت مذکورہ سے واجب ہوا ہے بضمانت صحیحہ متعلق بلزوم کی ضمانت کر لی اور اس سے متاجر اوّل راضی ہوا اور اس کی ضمانت کی اجازت اپنے آپ اسی مجلس ضمانت میں باجازت صحیحہ دے دی دونوں اس مجلس سے متفرق ہوئے پھر تحریر کو ختم کرے واللہ تعالیٰ اعلم یہ ظہیریہ میں ہے۔

مزارعت کی ایک ایسی صورت جس میں بیج معین نہ کئے گئے ہوں ☆

قسم دیگر اگر اراضی مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین کی طرف سے معین ہیں تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں زمیندار نے فلاں کاشتکار کو بطریق مزارعت تمام زمین دی جو کہ اتنی جریب زمین قابل زراعت ہے اور اس دینے والے نے بیان کیا کہ اس کی ملک وحق واس کے قبضہ میں ہے اور وہ فلاں گاؤں کی زمین فلاں جانب واقع ہے اس کے حدود اربعہ یہ ہیں اس زمین کو مع اس کے حدود وحقوق ومرافق کے جو اس کے حقوق سے ثابت ہیں اور اس کے ساتھ معین بیجوں کو دیا اور یہ بیج سینچے ہوئے پیداوار کے جید سپید پاکیزہ ہیں اور فلاں قفیز معروف کے پیمانہ سے اتنے قفیز ہیں تین سال متواتر کے واسطے ابتدائے تاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں سے آخر تاریخ ماہ فلاں سنہ فلاں تک بمزارعت صحیحہ جس میں فساد وخیار ومواعدہ نہیں ہے دے دی تاکہ یہ کاشتکار اس میں یہ تخم

مذکور بودے اور خود مع اپنے مزدوروں و مددگاروں و بیلوں و آلات کاشتکاری سے اس کام پر قیام کرے اور اس سب میں اپنی رائے پر کام کرے بدین شرط دی کہ جو کچھ اس میں اللہ تعالیٰ پیدا کرے وہ سب اناج و بھوسہ سمیت اس زمیندار و اس کاشتکار کے درمیان نصفا نصف یا تین تہائی جس طرح دونوں نے ٹھہرایا ہو مشترک ہو اور اس کاشتکار نے اس زمین دار سے اس عقد مزارعت کا بقبول صحیحہ قبول کیا اور اس کاشتکار نے تمام یہ اراضی اور تمام یہ تخم اس زمیندار سے یہ سب اس کے اس کاشتکار کو سپرد کرنے سے بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا اور یہ عقد دونوں سے بقول ایسے عالم کے جو علمائے سلف میں سے مزارعت جائز ہونے کا قائل ہے واقع ہوا اور پھر دونوں اس مجلس عقد سے بعد اس کے صحیح و تمام ہونے کے بتفرق ابدان و اقوال متفرق ہوئے ازاں بعد کہ اس زمیندار نے اس کاشتکار کے واسطے جو کچھ اس میں درک پیش آئے اس کی ضمانت صحیحہ کر لیا اور اگر دونوں کو یہ منظور ہوا کہ یہ حکم اتفاقی ہو جائے تو اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کر دے پس لکھے کہ قاضیاں مسلمین سے ایک قاضی نے اس مزارعت کی صحت کا حکم دے دیا بعد ازانکہ دونوں نے اس کے حضور میں خصومت معتبرہ دائر کی تھی اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر لئے اور تحریر کو ختم کرے اور ہم نے بھوسے کا ذکر اس واسطے کر دیا کہ اگر دونوں میں سے کسی نے اس کا ذکر نہ کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ بیجوں کے مالک کا ہوگا اور اگر دونوں نے باہم شرط کر لی تو وہ دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگا اور علیٰ ہذا اگر کسی کو زمین کسی مدت معلوم کے واسطے اس شرط پر دی کہ اس میں درخت لگائے جو اس کی رائے میں آئیں اور جو پیداوار ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہے اور پودے اس کے ہوں گے جس نے پیڑ لگائے ہیں اور پھل دونوں میں نصفا نصف ہوں گے اور توقیت یعنی وقت مقرر کرنا ضروری ہے اور مدت گذرنے پر اس کو حکم کیا جائے گا کہ یہ درخت قطع کر لے اور اگر مزارعت مذکورہ میں بیج معین نہ ہوں اور رائے زمیندار کی ہو تو ذکر حقوق تک اسی طور سے لکھے اور یہ نہ لکھے کہ اس زمین کے ساتھ بیج معین دیئے بلکہ یوں لکھے کہ یہ زمین اسواسطے دی کہ یہ کاشتکار اس کو اس زمیندار کے بیجوں سے موافق رائے اس زمیندار کے خریف و ربیع کا غلہ بوئے اور زمین پر قبضہ کرنے کے ذکر میں بیجوں پر قبضہ کرنا تحریر نہ کرے اور اگر کاشتکار کی طرف سے بیج معین ہوں تو لکھے کہ بدین شرط کہ یہ کاشتکار اپنے بیجوں سے اس میں زراعت کرے اور وہ ایک کُر گیہوں سینچے ہوئے پیداوار کے سپید پاکیزہ جید ہیں اور اتنے قفیز فلاں قفیز سے ہیں اور زمین کے قبضہ کے ساتھ بیجوں کا قبضہ تحریر نہ کرے اور اگر بیج غیر معین ہوں اور رائے کاشتکار کے حوالہ ہو تو لکھے کہ یہ زمین مذکور اس کو اس کے واسطے دی تا کہ یہ کاشتکار اس میں اپنی رائے سے خریف و ربیع کا غلہ بودے اور اس صورت میں حکم درک دونوں کی طرف راجع ہوگا اس واسطے کہ اگر زمین یا ثبات استحقاق لے لی جائے اور ہنوز زراعت پختہ نہیں ہوئی ہے تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے زمین دار کے ساتھ کھیتی کو اکھاڑ لے اور دونوں نصفا نصف تقسیم کر لیں اور چاہے زمیندار سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور پوری کھیتی زمیندار کی ہو جائے گی اور اگر سوائے زمین کے کھیتی پر استحقاق ثابت ہوا تو زمیندار کے واسطے کاشتکار پر اپنی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پس ضمان درک کا حکم دونوں کی طرف راجع ہوگا پس ضمان درک کے مقام پر لکھے کہ اس تمام مذکورہ تحریر ہذا میں جو درک ان دونوں میں سے کسی کو لاحق ہوا پس ہر ایک پر دوسرے کے واسطے وہ سپرد کرنا لازم ہوگا جو ہر ایک کے واسطے دونوں میں سے واجب ہوا ہے اور تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط فرمایا کہ اور اگر زمین دو شریکوں میں مشترک ہو پس ایک شریک نے چاہا کہ دوسرے شریک کا حصہ مزارعت پر لے تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو اپنا تمام حصہ فلاں زمین قابل زراعت سے اور وہ نصف مشاع دو سہام میں سے ایک سہم ہے مع اس کے حدود و حقوق کے بمزارعت صحیحہ تین سال متواتر کے واسطے از ابتدائے غرہ ماہ فلاں سنہ فلاں بدین شرط دی کہ اپنے بیجوں و خرچہ و مزدوروں و مددگاروں سے بوئے پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ اس میں پیدا کرے گا وہ دونوں میں تین تہائی ہوگا ایک تہائی دینے والے کی اور دو تہائی بونے والے کی اور تحریر کو

بدستور مذکور ختم کرے اور واجب ہے کہ جب پیداوار دونوں میں مشترک ہو کہ جب بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں اور اگر دینے والے کی طرف سے ہوں تو مزارعت فاسد ہوگی اور تمام پیداوار بیجوں والے کی ہوگی اور اس پر عامل کے کام کا اجرالمثل اور نصف زمین کا اجرالمثل واجب ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں یہ لازم آیا کہ اس نے اپنے شریک کو اجارہ پر لیا کہ دونوں کے درمیان مشترک زمین میں زراعت کردی بخلاف اس کے اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو ایسا نہیں ہے بلکہ یہ ہوا کہ اس نے اپنے شریک (۱) کا حصہ زمین بعوض بعض پیداوار کے اجارہ پر لیا اور چیز مشترک کا اجارہ لینا جائز ہے اور یہ ایسا ہوا کہ جیسا مشائخ نے فرمایا ہے درمیان آنکہ اس نے اپنے شریک کا حصہ بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لیا اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین بعوض اجرت معلومہ کے ایک سال کے واسطے اجارہ پر دی پھر مستاجر نے موجر کو یہ زمین مزارعت پر دے دی پس اگر بیج از جانب موجر ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر از جانب مستاجر ہوں تو جائز ہے۔ مزارعت کا بیان ہو گیا اب معاملت کا بیان سننا چاہئے کہ ہم نے بیان کر دیا ہے امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک درختوں و درختاں انگور و قصبان و بقول درطاب و اصول قصب میں معاملہ کرنا اور جو پھل ہنوز برآمد نہیں ہوئے ہیں ان میں معاملہ کرنا اور اسی طرح معاملہ کرنا اور اسی طرح ہر چیز میں جو اگائی اور کاٹ لی جاتی ہے معاملہ کرنا جائز ہے اور نیز صاحبینؒ کے مذہب کے موافق اگر نمک بطور سانبھیر کے سائل چیز سے بنا کر جمایا جاتا ہو تو جائز ہونا چاہئے کہ اس میں پانی لانے کی ضرورت ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ قیر و نفط میں معاملہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ اس میں پانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ان سب چیزوں میں جبھی معاملہ جائز ہے کہ جب نمو کے واسطے عامل کے کام کی ضرورت ہو اور اگر نمو کے واسطے ضرورت نہ ہو تو جائز نہیں ہے پھر معاملہ میں تحریر کی ضرورت اس طرح ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو تمام وہ رطبہ قائمہ جو فلاں مقام پر واقع ہے یا تمام باغ چار دیواری مع تمام درختاں خرما و اشجار متمرہ کے جو اس میں ہیں اور اس کے حدود بیان کرے مع اس کے حدود و حقوق کے ایک سال کامل بارہ مہینے متواتر کے واسطے ابتدائے ماہ فلاں سے بمعاملہ صحیحہ جس میں فساد و خیار نہیں ہے معاملہ پر دیا تاکہ اس سب کی پرداخت پر قیام کرے اور اس کو سینچے اور اس کی حفاظت کرے اور تاک انگور کو کوڑے سے پاک کرے اور درختوں کی زرد ڈالیاں اور خشک کاٹ ڈالے اور کھاد دے اور درختاں خرما کی نر مادی لگادے و تابیر[1] کرے یہ سب کام اس کے ذمہ ہیں اپنے آپ سے اپنے مزدوروں و مددگاروں سے انجام دے اور اس سب میں اپنی رائے پر عمل کرے بدین شرط کہ جو کچھ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیداوار حاصل ہوگی وہ بدین قرارداد (نصفا نصف یا تین تہائی وغیرہ) دونوں مشترک ہوگی اور اس عامل نے تمام یہ معقود علیہ اس دینے والے کے سب اس کو سپرد کرنے سے اپنے قبضہ میں کر لی پھر ضمان درک کا بیان لکھ دے اور تحریر کو بدستور ختم کرے اور اگر چار دیواری کے باغ مذکور میں چند مزرعہ و درختاں خرما و درختاں مثمرہ ہوں تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو تمام زمین مشتملہ کردم و مزارع و درختاں خرما و اشجار مثمرہ معاملت و مزارعت پر دو عقد متفرق میں جس میں سے کوئی عقد دوسرے عقد میں شرط نہیں ہے دی پھر زمین مذکور کے حدود بیان کرے پھر لکھے کہ پہلے اس کو جو کچھ اس میں کردم و اشجار مثمرہ ہیں معاملہ مقاطعہ پر پانچ برس کے واسطے ابتدائے ماہ فلاں سنہ فلاں سے آدھے کی بٹائی پر معاملہ صحیحہ دیئے تاکہ اس کی پرداخت پر خود اپنے مزدوروں و مددگاروں سے آخر تک مثل مذکورۂ بالا تحریر کرے اور قبضہ تحریر کر دے پھر لکھے کہ پھر اس کو تمام مزارع جو اس زمین میں دوسرے عقد مزارعت میں پانچ برس کے واسطے بدین شرط کہ اس کی زمین کو اپنے بیجوں سے غلہ ہائے ربیع و خریف سے اپنی رائے کے موافق کاشت کرے اور شرائط مزارعت موافق مذکورہ بالا کے سب بیان کر دے اور ضمان درک کے بیان میں لکھے کہ پس ان دونوں میں سے جس کو اس سب میں یا اس میں سے کسی چیز میں کوئی درک لاحق ہو تو دونوں میں سے ہر ایک پر دوسرے کو وہ چیز سپرد کرنا واجب ہوگی جو اس عقد کی وجہ سے اس پر سپرد کرنا واجب

[1] تابیر نر مادی لگانا ۱۲ (۱) یعنی کاشتکار نے ۱۲

ہوگی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی الظہیر یہ۔

فصل سیزدہم☆

شرکتوں و وکالتوں کے بیان میں

شرکت عنان کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں وفلاں نے بتقوی اللہ تعالیٰ وادائے امانت ولجبت از منکر وجنایت وپوشیدہ ظاہر بدل نصیحت از ہر یکے بہر دیگرے باہم شرکت عنان بقدر اپنے اپنے راس المال کے جو مفصل بیان کر دیا گیا ہے قرار دی اور اپنے درمیان اس شرکت موصوفہ کا بشرکت صحیحہ جائزہ جس میں فساد نہیں ہے عقد شرکت قرار دیا پس اگر دونوں تاجر ہوں تو لکھے کہ بدین شرط کہ دونوں اس مال سے جو ان کی رائے میں انواع تجارت سے آئے تجارت کریں اور اس سے اجارہ لیں واجارہ دیں دونوں متفق ہو کر اور دونوں علیحدہ علیحدہ اور دونوں اکٹھا ہو کر و متفرق فروخت کریں چاہیں نقد و چاہیں ادھار اور جو ان کی رائے میں آئے متفق ہو کر اور جو ہر ایک کی رائے میں آئے متفرق خرید کریں اور بدین شرط کہ دونوں اس کو اپنے ذاتی مال سے مخلوط کریں اور لوگوں میں سے جس کے مال سے چاہیں مخلوط کریں اور جس آدمی کو چاہیں مضاربت پر دیں اور جس کو ہر ایک چاہے دے اور بدین شرط کہ دونوں جس کو چاہیں ودیعت دیں خواہ متفق ہو کر یا علیحدہ تنہا اور چاہیں جس کو دونوں متفرق ہو کر اس کو وکیل کریں یا متفق ہو کر وکیل کریں اور دارالاسلام و دارالحرب میں اور خشکی وتری میں جہاں چاہیں لے کر اس کو سفر کریں اس میں دونوں متفق ہو کر کام کریں اور ہر ایک اپنی رائے سے کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ دونوں کو یا ایک کو اس مال میں نفع دے اور بڑھے وہ دونوں سے بقدر ہر ایک کے راس المال کے دونوں میں مشترک ہو اور جو کچھ اس میں گھٹی ہو وہ بھی اسی حساب سے دونوں کے ذمہ ہو اور صحت وتراضی کے ساتھ دونوں مجلس عقد سے بابدان متفرق ہوئے اور اگر شرکت وجوہ کی شرکت کی اور دونوں نے اس کی تحریر چاہی تو صورت تحریر یہ ہے کہ تحریر فلاں وفلاں کی شرکت ہے کہ دونوں نے بتقویٰ اللہ تعالیٰ وادائے امانت و بدل نصیحت از ہر یکے بحق دیگر ظاہر و پوشیدہ اپنے بدنوں سے شرکت وجوہ اس شرط کے ساتھ کی کہ اس شرکت مذکورہ تحریر ہذا میں دونوں میں سے کسی کا کچھ راس المال نہیں ہے دونوں نے ایسی قسم کی تجارت میں اس شرط سے شرکت کی کہ دونوں اپنی معرفت سے وبعوض اس چیز کے جو دونوں کے پاس ہو جائے دونوں کی تجارت و دونوں کی اس شرکت سے اس تجارت میں سے جو چیز دونوں کی رائے میں آئے خریدیں اور ہر ایک دونوں میں سے جو اس کی رائے میں آئے خود یا اپنے وکیلوں کے ذریعہ سے خریدے اور دونوں باتفاق اور ہر ایک تنہا اپنی رائے سے اس میں عمل کرے اور دونوں متفق ہو کر اور ہر ایک تنہا اس کو اپنی رائے کے موافق فروخت کرے اور ہر ایک اپنے وکیل سے فروخت کرا دے جس کو اپنی رائے سے وکیل کرے بدین شرط کہ جس کو دونوں فروخت کریں یا ہر ایک دونوں میں سے فروخت کرے یا ان کے واسطے دونوں کا وکیل یا ہر ایک کا وکیل فروخت کرے اس کا ثمن دونوں میں نصفا نصف ہو پھر تحریر کو ختم کرے اور ایسی صورت میں دونوں میں سے کسی کو نفع زائد یا اس پر گھٹی[1] زائد بنسبت دوسرے کے نہ ہوگی اور اگر دو آدمیوں نے کسی خاص تجارت میں بدون راس المال کی شرکت عنان کا قصد کیا بطور تقبل کے اور اس کو شرکت تقبل بھی کہتے ہیں تو اس کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں وفلاں نے شرکت کی کہ دونوں نے سلائی کے کام میں شرکت عنان اس شرط سے کی کہ دونوں اپنے ہاتھوں سے کام کریں اور دونوں متفق و ہر ایک تنہا لوگوں سے یہ کام قبول کرے اور اس شرکت میں اجیروں کے درمیان ضرورت دیکھ کر باتفاق یا ہر ایک اپنی

(۱) یعنی دونوں نفع ونقصان میں یکساں ہوں گے ۱۲

رائے پر اجیر کرے اور دونوں باتفاق اور ہر ایک تنہا کام کرے جس کی دونوں کو اپنے کام میں احتیاج ہو اور دونوں اس کو فروخت کریں اور جو کچھ دونوں کے ہاتھ میں اس کی متاع سے حاصل ہو اور جو دونوں میں سے ہر ایک کی بیع سے حاصل ہو پس جو کچھ مجتمع ہو جو اس میں فاضل ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو گھٹی ہو وہ دونوں پر نصفا نصف ہو پس دونوں نے اس طرح پر شرکت کی جس طرح سے اس تحریر میں بیان ہوئی ہے اور دونوں نے باہم اس طرح عقد شرکت مذکورہ قرار دیا اور تحریر کو تمام کرے اور علیٰ ہذا دھولائی و رنگریزی وغیرہ ہر کام میں یہی طرز ہے اور علیٰ ہذا اگر ایک کا کام درزی گری اور دوسرے کا کام دھولائی ہو تو لکھے کہ دونوں نے اس کام و اس کام میں شرکت کی اور شرکت میں نفع میں ایک کے واسطے بنسبت دوسرے کے زیادہ ہونا جائز ہو سکتا ہے اور یہ تین شرکتیں ہیں اور دوسری تین شرکتیں انہیں وجوہ میں شرکت مفاوضہ ہے پس اگر بشرکت مفاوضہ براس المال ہو تو بجائے شرکت عنان کے شرکت مفاوضہ در ہر قلیل و کثیر و در ہر صنف از اصناف تجارات تحریر کرے اور راس المال بیان کر دے پھر لکھے کہ یہ سب ان دونوں کے قبضہ میں ہے اور دونوں اس سے نقد و ادھار جو دونوں کی رائے میں آئے گا خریدیں گے اور ہر ایک جو اس کی رائے میں آئے گا اصناف تجارات سے زید دے گا اور تحریر کو ختم کرے اور اس صورت میں یہ نہیں جائز ہے کہ نفع کی یا نقصان کی شرط کمی و بیشی کے ساتھ ہو اور نیز یہ بھی نہیں جائز ہے کہ دونوں میں سے کسی کا راس المال کم و بیش ہو برابر ہونا چاہئے اور مفاوضہ کی شرکت میں شرکت تقبل و شرکت وجوہ کی تحریر کا بھی یہی طریقہ ہے جیسا شرکت عنان میں وجوہ و تقبل کی شرکت کا طریقہ گذرا ہے فرق یہ ہے کہ اس صورت میں مفاوضہ بجمیع تجارات لکھنا چاہئے ہے اور ہر شرکت میں شرکت نامہ کی دو نقلیں تحریر کرے جو دونوں میں سے ہر ایک کے پاس رہیں اور اگر شرکت کے فسخ کی تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ وہ مضمون ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے سب اس بات کے شاہد ہوئے آخر تک مثل سابق اقرار وغیرہ تحریر کرے کہ فلاں و فلاں دونوں شرکت عنان یا شرکت مفاوضہ کے شریک تھے اور نوع بیان کر دے اور دونوں اس شرکت پر اتنے برس تک رہے اور فلاں کا راس المال اس قدر تھا اور فلاں کا اس قدر تھا اور اس سے دونوں نے اتنی مدت تک کام کیا پھر دونوں نے اس شرکت کے فسخ کرنے اور تمام مال باہم تقسیم کر لینے کا قصد کیا پھر دونوں نے اس کو باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اس میں سے اپنا حصہ وصول کر لیا بعد ازانکہ ہر ایک نے دونوں میں سے اپنا حساب جس طرح چاہئے ہے ادا کر دیا اور سمجھا دیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ہر ایک اس سب سے واقف ہو گیا اور حقیقتہً اُس کو جان گیا پس دونوں نے بقسمت صحیحہ جائزہ جس میں فساد و خیار نہیں ہے در حالیکہ تمام مال حاضر تھا اس میں سے کچھ قرضہ وغیرہ میں مشغول نہ تھا سب تقسیم کر لیا اور ہر ایک دوسرے سے لے کر قبضہ کرنے اور وصول پانے سے بری ہو گیا پس دونوں میں سے کسی کا دوسرے کی طرف بعد اس تحریر کے کچھ دعویٰ و حق نہ رہا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر مضاربت میں تحریر کرانی چاہی تو اس کا بھی یہی طریقہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان کا قصد کیا اور دونوں میں سے ایک کے پاس مال نہیں ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ جس شریک کے پاس مال نہیں ہے وہ دوسرے سے جس کے پاس مال ہے مثل اس کے حصہ کے اس سے قرض لے اور وہ اپنا حصہ قرار دے اور شرکت نامہ کی تحریر میں بعد اس فقرہ کے کہ دونوں راضی برضا متفرق ہوئے یہ لکھے کہ پھر فلاں نے اور وہ اس تحریر کی ترتیب میں دوسرا شریک ہے اپنے جواز اقرار و سب طرح اپنے نفاذ تصرفات کی حالت میں جدید اقرار کیا کہ اس پر اور اس کے ذمہ اس کے شریک فلاں کے جو اس تحریر کی ترتیب میں اوّل مذکور ہے اس قدر دینار قرضہ لازم و حق واجب بسبب قرض صحیح کے ہیں کہ ان کو اس شریک نے اس مقر کو اپنے ذاتی مال سے قرض دیا ہے اور اس کو دے دئیے ہیں اور اس نے اس سے لے کر اپنا قبضہ کر لیا ہے اور ان کو اس شرکت میں اپنا حصہ قرار دیا ہے اس کا اقرار صحیح کیا جس کی اس کے اس شریک مذکور فلاں نے خطاباً تصدیق کی اور تاریخ تحریر کر دے اور اگر حیوان میں شرکت کرنی چاہی جس کو فارسی میں گاو یہ نیم سود دادن کہتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس گائیں یا بکریاں ہیں

اس نے چاہا کہ دوسرے شخص کو شرکت پر دے دے تا کہ ان کی حاصلات اور ان کے بچہ دونوں میں برابر مشترک ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گاؤں وبکریوں کا مالک جس سے شرکت کا قصد کرے اس کے ہاتھ ان گاؤں وبکریوں میں سے نصف مشاع بعوض ثمن معلوم کے فروخت کر دے پھر سب جانور اس کے سپرد کر دے حتیٰ کہ وہ ان کی حفاظت کرے گا اور ان کو چراوئے گا اور جو کچھ ان سے حاصلات ہوگی وہ دونوں میں نصفا نصف مشترک ہوگی تو اس کی تحریر کا یہ طریقہ ہے کہ جس کے پاس جانور نہیں ہیں اس کا اقرار تحریر کرے کہ فلاں بن فلاں نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ میرے پاس چند گائیں وچند بکریاں☆ ہیں پھر ان سب کے ایک ایک کے حلیے تحریر کرے پھر سب کے حلیے تحریر کرنے سے فارغ ہونے کے بعد لکھے کہ یہ سب میرے پاس ہیں اس میں سے نصف بحق ملک ذاتی ہیں اور نصف بحق امانت از جانب فلاں بن فلاں یعنی مالک حیوانات مذکورہ ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ ان جانوروں میں زیادتی کرے گا خواہ متصلہ یا منفصلہ وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور نیز اس فلاں نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ مجھ پر اور میرے ذمہ واسطے فلاں اس مالک جانوران کے اس قدر درم قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہیں اور وہ ثمن ان آدھے گاؤں کا ہے جو میں نے اس سے مشاع خرید کی ہیں موافق شرع کے اور موافق حکم شرع کے اس سے لے کر ان پر قبضہ صحیحہ کر لیا ہے اور فلاں بائع نے اس کے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے[1] کذا فی المحیط۔

فصل چہارم☆

وکالتوں کے بیان میں

اگر بیع کی وکالت عام تحریر کرنی چاہی تو چاہے یوں لکھے کہ یہ تحریر وکالت ہے اور چاہے یوں لکھے کہ یہ وہ تحریر ہے کہ جس پر گواہ ہوئے گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا کہ فلاں نے وکیل کیا فلاں کو واسطے بیع اپنے دار کے اور دار کے حدود بیان کر دے مع اس کے سب حدود وحقوق ومرافق کے مع اس کی زمین وعمارت کے بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ بدین شرط کہ یہ وکیل اس میں اپنی رائے سے کام کرے اور جس کو چاہے اس معاملہ میں وکیل کر دے اور جتنے کو چاہے فروخت کرے اور جو امر اس معاملہ میں کرے گا وہ جائز ہوگا اور جب اس کو فروخت کر کے اس کے مشتری کو سپرد کرے اس کا ثمن وصول کر لے گا اور اس کے وصول کرنے کے واسطے جس کو چاہے وکیل کرے گا اور اس وکیل نے اس وکالت مذکورہ تحریر ہذا کو اس موکل کی طرف سے قبل دونوں کے کسی اور کام میں مشغول ہونے کے اور قبل دونوں کے متفرق ہونے کے بالمواجہہ قبول کیا اور اس موکل نامبردہ نے تمام وہ چیز جس کی بیع کے واسطے وکیل کیا ہے جو مفصل مذکور ہوئی ہے اس وکیل نامبردہ کے سپرد کر دیا اور اس وکیل نامبردہ نے اس سے لے کر خالی از مانع ومنازع جو قبضہ کی صحت میں مخل ہوا اپنا قبضہ کر لیا پس یہ سب بحکم اس وکالت کے اس کے قبضہ میں ہے پھر تحریر کو آخر تک بدستور معلوم ختم کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر خرید وفروخت کی وکالت عامہ تحریر کرنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر وکالت ہے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل کیا پس اس کو تمام اس چیز کے واسطے جو مذکور ہوئی ہے بوکالت صحیحہ جائز وکیل کیا تا کہ تمام اموال اس موکل کے اور تمام املاک اس کی جن کی بیع[(1)] جائز ہے تمام اموال واملاک سونے وچاندی وکپڑے واسباب ورقیق وحیوان ومتاع وعقارات ومشتغلات[(2)] جملہ مکیل وموزوں وغیرہ سب جس کا یہ موکل اس توکیل مذکورہ کے روز مالک ہے اور تمام اس کا جس کا یہ موکل بملک جدید بعد اس وکالت کے تا ابد مالک ہو قلیل وکثیر سے وجس کی ملکیت کسی وجہ سے استفادہ کرے تمام اصناف اموال میں سے سب اصناف میں سے جس کی خرید وفروخت اسکی رائے

[1] اس میں ایسے امام کے نزدیک خلل ہے جو اس کو جائز نہیں کہتا ہے ۱۲ (۱) بیع میں مذکورہ بالا تحریر کرے ۱۲ منہ (۳) کرایہ پر چلانے کی چیزیں ۱۲

☆ بکری: شاۃ کا ترجمہ ہے اکثر شاۃ کا لفظ بھیڑی وغیرہ کو بھی شامل ہے جدی دودھ پیتا ہوا بزغالہ ہے۔

میں آئے جب تک وہ اس وکالت پر ہے اس سب کوموافق اپنی رائے کے مشاع ومجتمع ومتفرق جس طرح چاہے اور جب چاہے اور جس چیز کے عوض چاہے اقسام اموال میں سے خواہ اثمان ہوں یا عروض وغیرہ ہوں فروخت کرے جو وہ اس معاملہ میں کرے گا سب جائز ہوگا اور جس کو چاہے اس کے فروخت کے واسطے اور قبضہ اثمان کے واسطے وکیل کرے اور جو اس رہن میں سے فروخت کرے اس کو سپرد کردے گا اور اس سب میں اپنی رائے پر عمل کرے گا اور اس موکل کے واسطے خرید کرے جس کی خرید اصناف اموال میں سے اس کی رائے میں آئے جس طرح چاہے مشاعاً ومقسوماً ومجتمعاً ومتفرقاً اور جب چاہے اور جتنے بار چاہے مرۃً بعد اخری عوض تمام اصناف اموال کے عروض واثمان وغیرہ سے جن کا ذکراوپر مفصل ہوگیا ہے خریدے اور اس میں جو اس کی رائے میں آئے نقد وادھار خرید و فروخت کرے اور اس سب میں اپنی رائے سے کام کرے اور اس سب میں جس کے واسطے جس کو چاہے وکیل کرے ومعزول کرے جب چاہے اور جس طرح چاہے اور جتنی بار چاہے مرۃ بعد اخری اور اس میں سے جو موکل کے واسطے خریدے اس سب کو قبضہ میں کرے اور اس سب کا ثمن مال موکل سے ادا کرے یا اپنے مال سے چاہے ادا کرے بدین طور کہ اس موکل سے واپس کرلے پس اس کو ان سب امور کا وکیل کیا اور اس کو اس پر مسلط کردیا اور اس کو ان وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے موافق تصرف کی اجازت دے دی اور اس وکیل نے اس سے یہ سب اسی مجلس میں بالمواجہہ وبالمشافہہ قبول کیا کذا فی الذخیرہ اور اگر چاہا کہ کسی کو ہر چیز کا وکیل کرے تو لکھے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل کیا واسطے حفاظت تمام اس چیز کے جو فلاں کے واسطے زمین ودور وعقار ومشتغلات وامتعہ ورقیق و دوانی وغیرہ صنوف اموال سے ہے اور واسطے کرایہ پر دینے اس چیز کے جس کا کرایہ پر دینے کی صورتوں میں کرایہ پر دینا اس کی رائے میں آئے اور جس کی اس میں سے تعمیر کی ضرورت ہو اس کی تعمیر کے واسطے اور جس کا اس میں سے اجارہ جس کو اجارہ دینا جس کے عوض اجارہ دینا جتنی مدت کے واسطے اجارہ دینا اس کی رائے میں آئے اجارہ دے اور جس کا کوئی حق موکل کی جانب ہے یا موکل کا جس کی جانب ان میں سے جس سے مصالحہ کرلینا اس کی رائے میں آئے اس سے مصالحہ کرے اور جو کچھ چھوڑ دینا اس کی رائے میں آئے اس کو چھوڑ دے اور جہاں بری کرنا اس کی رائے میں آئے اس کو بری کردے اور جس کی میعاد مقرر کردینا اس کی رائے میں آئے اس کی میعاد مقرر کردے کذا فی المحیط

اسی وکیل کی رائے پر چھوڑ دیا کہ اموال فلاں موکل کا حوالہ قبول کرے یا جس قدر اس میں سے چاہے حوالہ قبول کرے جس پر حوالہ چاہے قبول کرے اور ان اموال کے عوض رہن رکھ لے اور جس مال کے عوض اس کی رائے میں رہن دینا مصلحت معلوم ہو رہن دے دے کذا فی الظہیر یہ اور اسی کو اختیار دے دیا کہ موکل کے واسطے اصناف تجارات میں سے جس چیز کی چاہے تجارت کرے اور تمام لوگوں میں سے جس کو چاہے اموال فلاں میں شریک کرلے اور اس کو اختیار دے دیا کہ تمام لوگوں سے جو اس موکل کا خصم ہو جو اس کی طرف کسی حق کا دعویٰ کرے یا موکل کا اس پر حق ہو اس سے خصومت کرے اور اس کو اختیار دیا کہ تمام لوگوں میں سے جس پر یا جس کے پاس یا جس کے ساتھ اس موکل کا حق مالی ہو اس کو وصول کرلے اور اس سب میں خصومت کرے اور اس سب میں جو اس کے واسطے یا اُس پر کرے اُس کا فعل جائز ہوگا اور فلاں وکیل نے اس وکالت میں سب جو کچھ اس کی طرف اسناد کی ہے تمام کے ساتھ اس وکالت کو خطاباً قبول کیا پھر تحریر کو تمام کرے یہ محیط میں ہے۔ طریق دیگر ایسے وکالت نامہ کی تحریر جو امور مذکورہ اور خصومت وغیرہ کی جامع ہے۔ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل کیا کہ اس کا ہر حق جو فی الحال لوگوں پر آتا ہے اور جو ان پر آئندہ واجب ہو ان سے طلب کرے اور مال عین ودین وعروض وعقار وقلیل وکثیر سے جو کچھ اس کا لوگوں کے پاس ولوگوں کی جانب و لوگوں کے قبضہ میں ہو اس کا مطالبہ کرے اور قاضیان اسلام وحکام وسلاطین میں سے جس کے حضور میں چاہے اس سب کی نالش و

خصومت دائر کرے اور اس کو شرعی حجتوں و گواہوں کو قائم کر کے ثابت کرے اور جس پر قسم متوجہ ہو اس سے قسم لے اور جس پر قید کرنا واجب ہو اس کو قید کرادے اور جس کا قید سے چھوڑا کر پھر قید میں اعادہ کرنا مصلحت دیکھے اس کو اعادہ کرادے اور جو شخص اس موکل کا زمین و عقار و دور و بیوت و عروض و حیوان و قلیل و کثیر میں جو بروز اس وکالت کے اس کی ملک ہیں اور جو آئندہ اس کی ملک میں آئیں اس میں جو اس کا شریک ہو اور اس سے وکیل مذکور کی رائے میں بٹائی کرا لینا مصلحت ہو اس سے بٹائی کر لے اور برائے خود جو اس کا حصہ اس کے وغیر کے درمیان بقدر دونوں کے حقوق کے شائع غیر مقسوم ہو اس پر قبضہ کرے اور جس کی تقسیم موکل کے واسطے کرائی ہے اس تقسیم سے جو حصہ موکل کے واسطے بحق واجب ہوا ہے اس پر قبضہ کرے اور ان اموال میں سے جو اس کے واسطے فروخت کرے جس کے ہاتھ فروخت کرے اس کے سپرد کر دے اور جو اس کے واسطے فروخت کی ہے اس کی تحریر کرا دے اور جس کے ہاتھ فروخت کی ہے اس کے واسطے ضمان درک کا اس فروخت شدہ چیز میں ضامن ہو جائے اور اراضی و عقار و املاک و منقولات وغیرہ میں سے جس چیز کا موکل کے واسطے خریدنا مصلحت دیکھے اس کو جتنی بار چاہے (جب چاہے) جس طرح چاہے خریدے اور اس میں سے خرید کردہ چیز کا ثمن جس سے خریدی ہے اس کو ادا کر دے اور جو چیز اس کے واسطے خریدی ہے اس پر قبضہ کر لے اور بیعنامہ بنام اس کے باضافت وقوع خرید برائے موکل اس کے مشتری سے تحریر کرا لے اور جو چیز فی الحال مؤکل کی ملک ہے اور آئندہ اصناف اموال قلیل و کثیر سے اس کی ملک میں آئے اس کی حفاظت کرے اور اُس کی پرداخت پر قائم ہو اور املاک کی تعمیر مرمت میں خرچ کرے اور جو لوگ اس کے کارندہ و پرداخت کنندہ مقرر ہوں ان کا روزینہ دے اور جو خراج و صدقہ زراعت و ثمر اس پر فی الحال واجب ہو یا آئندہ واجب ہو اس کو ایسے شخص کو جو اس کے وصول کرنے کا متولی ہو ادا کر دے اور جو فی الحال موجود ہیں اور جو آئندہ اس کی ملک میں ممالیک آئیں ان کے کھانے کپڑے و تمام اخراجات ضروری میں جو موکل مذکور پر اُن کے واسطے بسبب ان کے مالک ہونے کے واجب ہوں خرچ کرے اور جو چیز اجارہ دینے کے لائق زمین و عقار و دور و قلیل و کثیر سے فی الحال موجود ہے اور جو آئندہ اس کی ملک میں آئے جس کا اجارہ دینا اس کی رائے میں آئے اور جس کو دینا و جتنی اجرت پر جتنی مدت طویل یا قصیر کے واسطے اجارہ دینا اس کی رائے میں آئے اجارہ دے اور جو چیز ان میں سے اس کے واسطے جس کو اجارہ دے اس کے سپرد کرے اور کرایہ نامہ و قبالہ جات اس کے نام سے باضافت تحریر اجارہ بجانب اس کے تحریر کرا دے اور اُس پر گواہ کر دے جس کا گواہ کرنا اس کی رائے میں آئے اور جس کی اجرت تعجیل ہو اور جس کی اجرت بعد انقضائے مدت اجارہ جس طرح ٹھہری ہو مؤکل کے واسطے وصول کرے اور جن پر موکل کا کچھ حق فی الحال ہے یا آئندہ ہو جائے اس میں سے جس سے بطریق چھوڑ دینے و بری کر دینے کے جس طور سے مصالحت کر لینا مصلحت دیکھے اس سے مصالحہ کرے اور جس کو میعاد مقرر کر دینا مصلحت دیکھے اس کو میعاد دے دے اور جو مال موکل کے فی الحال لوگوں پر ہیں اور جو آئندہ ہو جائیں ان میں سے جس کی بابت جس شخص پر حوالہ قبول کرنا مصلحت دیکھے اس کا حوالہ قبول کر لے اور اس میں سے موکل کے جس مال سے تجارت کسی قسم کی مصلحت دیکھے اس سے تجارت کرے اور اُس پر گواہ کر دے اور موکل کے جس مال کے عوض جو فی الحال بروز وقوع وکالت موجود ہیں اور جو آئندہ ہو جائیں اگر یہ رہن لینا مصلحت دیکھے اس سے جس پر موکل کا قرضہ ہے تو رہن لے لے اور جس شخص کا موکل پر قرضہ ہے یا آئندہ واجب ہو جائے اس کو اموال موکل مین سے جس چیز کا رہن دینا مصلحت دیکھے اس کو رہن دے دے اور جس کو رہن دیا ہے اس کو یہ چیز جو رہن دی ہے سپرد کر دے اور موکل کے اموال موجودہ فی الحال سے یا جو آئندہ اس کی ملک میں آئیں اصناف اموال سے جس سے چاہے جس قسم کی تجارت چاہے جب چاہے موکل کے واسطے تجارت کرے اور جس کو چاہے جس شخص کو چاہے بطور بضاعت موکل کے واسطے دے دے اور جس مال موکل کو جو فی الحال موجود ہے یا جن کا آئندہ مالک ہو جس نفع

پر چاہے جس کو چاہے بطور شرکت دے دے اور موکل کے اموال میں سے جو بروز وکالت موجود ہیں اور جن کی آئندہ ملک حاصل کرے گا جس کو چاہے جس نفع پر چاہے بطور مضاربت دے دے اور جو شخص موکل کی جانب یا موکل پر یا موکل کے پاس یا موکل کے قبضہ میں کسی حق کا دعویٰ کرے ہر گاہ اس پر دعویٰ کرے اس سے خصومت کرے اور جو کچھ وہ اس مقدمہ میں کرے وہ موکل مذکور پر جائز ہوگا اور بدین شرط وکیل کیا کہ اس میں جو کچھ موکل مذکور پر حکم حاکم نافذ ہو کر واجب ہو اس کو دے دے اور اس سب مذکور میں اس کو اپنے قائم مقام کیا اور جو کچھ اس کی پیروی سے اس کے واسطے یا اس پر حکم ہوا اس سے راضی ہوا اور بدین شرط وکیل کیا کہ جن امور مذکورۂ بالا کا اس کو وکیل کیا ہے چاہے خود بذاتہ ان کا سر انجام کرے یا وکیلوں میں سے جس کو پسند کرے وکیل کرے اور جب چاہے جس کو چاہے ان وکیلوں میں سے تبدیل کرے اس کے امور بدین وکالت مذکورہ موکل کے حق میں جائز ہوں گے بدین شرائط مذکورہ مفصلہ بالا اُس کو بوکالت مطلقہ عامہ بہمہ وجوہ وکیل کیا اور فلاں نے فلاں سے تمام اس وکالت مذکورہ کو بالمشافہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے یہ محیط میں ہے۔

خاتون کا اپنے بیاہ کے واسطے کسی کو وکیل کرنا ☆

نوع دیگر وکالت بنکاح کی تحریر اگر عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اس کو کسی مرد سے بیاہ دے تو لکھے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا اندریں معاملہ کہ اس مسماۃ مذکورہ کو فلاں بن فلاں سے اتنے درم مہر معجّل اور اتنے درم مہر موجل پر بیاہ دے بوکالت صحیحہ وکیل کیا اور فلاں نے اس وکالت کو بقبول صحیح قبول کیا اور یہ بتاریخ فلاں واقع ہوا پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلانہ عورت کو اس کے وکیل فلاں کے بعوض مہر مذکورۂ بالا کے جو چنین وچناں ہے نکاح کر دینے سے بنکاح صحیح جائز بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے بیاہ لیا اور تحریر کو ختم کر دے اور درصورتیکہ عورت نے اس کو اس واسطے وکیل کیا کہ اپنے ساتھ نکاح کر لے تو لکھے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں کو اس معاملہ میں وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا کہ اس مسماۃ مذکورہ کو اتنے مہر معجّل وموجل پر اپنے نکاح میں لائے آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فلاں وکیل نے اپنی موکلہ فلانہ کو بحکم وکالت مذکورہ بالائے تحریر ہذا بعوض مہر مذکورہ بالائے تحریر ہذا ابتز وتج صحیح بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے اپنے نکاح میں لے لیا اور تحریر کو ختم کر دے اور درصورتیکہ عورت کسی غیر کی عدت میں ہو اور اس نے وکیل کو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا یا دوسرے مرد سے نکاح کرا دینے کا وکیل کیا تو لکھے کہ مسماۃ مذکورہ نے اس کو اس بات میں اپنے قائم مقام کیا کہ اپنے ساتھ اس کا نکاح کر لے یا فلاں سے اس کا نکاح کر دے بعد ازانکہ اس کی عدت جس میں وہ فلاں کی جانب سے ہے گذر جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوح دیگر تمام آدمیوں سے خصومت کرنے میں وکیل کرنا۔ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام کر دیا اس امر میں کہ اس کے حقوق جو تمام لوگوں میں سے جس کی طرف یا جس کے ساتھ یا جس کے پاس وجس کے قبضہ میں ہیں مطالبہ کرے اور ان لوگوں سے وصول کرے اور اُن سے ان کے واسطے خصومت کرے اور جس پر قسم عائد ہو اس سے قسم لے اور جو مستوجب جلس ہو اُس کو محبوس کرا دے اور جس کو چاہے چھوڑ دے پھر قید خانہ کی طرف اعادہ کرا دے اور جس سے چاہے کفیل لے اس کو وکیل مخاصم کیا کہ خود خصومت کرے اور مخاصم کیا کہ لوگوں کے خصومت کی اس پر سماعت کی جائے کہ یہ خود لوگوں پر گواہ قائم کرے اور مدعی لوگ اس پر گواہ قائم کریں سوائے اقرار کے کہ موکل پر اس کا کوئی اقرار جائز نہ ہوگا اور اگر اس نے کسی گواہ کی جس نے موکل پر گواہی دی ہے تعدیل کی تو تعدیل جائز نہ ہوگی اور اس وکیل کو اجازت دی کہ اپنے ماتحت اپنے مثل ان سب باتوں کا وکیل کر لے اس طرح اس کو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اس وکیل نے

اسی مجلس توکیل میں اس وکالت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور دونوں مجلس عقد وکالت سے بعد اس کے صحت وتمام ہونے کے متفرق ہوئے آخر تک واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر توکیل بخصومت خاصۃً اس کی عبارت بعینہ عبارت خصومت عامہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی ہے فقط فرق اس قدر رہے کہ بجائے عام لوگوں کے فلاں بن فلاں جس سے خصومت وصول کرنے کا وکیل ہے تحریر کرے۔ نوع دیگر بیع دار کے واسطے وکیل کرنے کی یہ تحریر ہے کہ یہ تحریر وکالت ہے کہ فلاں نے فلاں کو اس امر میں وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا کہ اُس کا تمام دار واقع شہر فلاں مع حدود وغیرہ سب لکھ دے مع اس کے سب حدود وحقوق زمین وعمارت کے اس کے خریدار کے ہاتھ کسی قدر ثمن کو فروخت کر کے اس کا ثمن وصول کرے اور جس کو چاہے اس معاملہ میں وکیل کرے اور درک کا ضامن ہو جائے اور خریدار کو جو فروخت کی ہے سپرد کرے اس سب کے واسطے اس کو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اس نے مجلس وکالت میں اس وکالت کو علانیہ بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا قبل اس کے کہ دونوں متفرق یا کسی دوسرے کام میں مشغول ہوں اور اس موکل نے تمام وہ چیز جس کے فروخت کرنے کے واسطے وکالت واقع ہوئی ہے اس وکیل کو سپرد کی اور وکیل مذکور نے اس سے لے کر درحالیکہ ہر مانع ومنازع سے خالی تھی سب پر بحکم وکالت مذکورہ قبضہ کر لیا اور اگر مشتری معین اور ثمن بھی مقدر ومعین ہو تو اس کو بیان کر دے کہ اس کو فلاں کے ہاتھ بعوض اس ثمن کے فروخت کرے واللہ اعلم۔

نوع دیگر توکیل بحفظ املاک کی تحریر اس طرح لکھے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام اس بات میں کیا کہ اس کی تمام املاک واموال محدودات از قسم اراضی وعقارات وحیوانات ومکیلات وموزونات وغلامان وکنیزان وعروض وبہا وصامت وناطق وغیرہ جمیع اقسام اموال کی حفاظت کرے پس ان کی حفاظت کرے اور ان کو کرایہ پر چلائے اور اراضی کی خود زراعت کرے اور چاہے کسی کو مزارعت پر دے دے اور ان کے غلات کو وصول کرنے اور اس کے اسباب واملاک کی نگہبانی رکھے وتعہد کرے اور تعمیر و درستی پر اچھی طرح قیام کرے اور جب تعمیر وخرچہ کی ضرورت ہو تو موکل مذکور کے مال سے خرچ کرے اور اس میں سے کوئی چیز فروخت نہ کرے بلکہ رہنے دے اور اس کی حفاظت کرے پس سب کے واسطے اس کو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اس وکیل نے اس مجلس عقد وکالت میں اس سے اس وکالت مذکورہ کو علانیہ خطاباً بالمشافہ قبول کیا اور یہ بتاریخ فلاں واقع ہوا۔ نوع دیگر در توکیل خرید یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو بوکالت صحیحہ وکیل کیا کہ تمام دار واقع موضع فلاں الی آخرہ کو اس کے واسطے فلاں سے خریدے (اور احوط یہ ہے کہ یوں لکھے کہ ایسے شخص سے اس کے واسطے خریدے جس سے اس کی بیع کر دینی جائز ہے) پس یہ تمام دار مع اس کی عمارت وزمین وچنین وچنان کے اس کے لئے سب انواع اموال وقلیل وکثیر میں سے جس کے عوض خرید ناپسند کرے خریدے اور اس میں اپنی رائے سے عمل کرے اور جو کچھ اس میں کرے وہ جائز تصور ہوگا اور اس کو خرید کر اس کا ثمن اس موکل کے مال سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے بدین شرط ادا کرے کہ اس کو موکل کے مال سے واپس لے اور اگر اس میں کوئی عیب پائے تو اس عیب کے واسطے خصومت کرے اور اس عیب کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر اس کو نہ دیکھا ہو تو بخیار رویت اس کو چاہے واپس کر دے پس اس معاملہ خرید میں اس کے قائم مقام ہو اور اس معاملہ کے واسطے جس کو چاہے وکیل مقرر کر دے اور جب چاہے اس کو معزول کر دے اور اس وکیل نے اس توکیل کو بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے نوع دیگر در توکیل باجارہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو بوکالت صحیحہ اس اَمر کا وکیل کیا کہ اس موکل کا تمام دار واقع مقام فلاں جس کے حدود وچنین وچنان ہیں مع اس کے حدود وحقوق الی آخرہ جتنی مدت کے واسطے لوگوں میں سے جس کو چاہے تمام اقسام اموال میں سے خواہ ثمن ہوں یا دوسرا مال ہو جس مال کے عوض چاہے جس طریقہ سے چاہے اجارہ پر دے دے اور جو کچھ اس معاملہ میں کرے گا وہ جائز ہوگا اور اس میں رہنے کے واسطے اس کو اجارہ

پر دے دے اور جس کو اجارہ پر دے اس کو سپرد کرے اور جس طرح پر اجرت پسند کر کے قرار دے اس کو وصول کرے اور اس سب میں اپنی رائے پر عمل کرے اور چاہے کسی کو اس معاملہ میں وکیل کرے اور جب چاہے اس کو معزول کرے اور جس طرح چاہے مرۃً بعد اخری وکیل کرے و معزول کرے جب تک وہ اس وکالت مذکورہ پر ہے اور دونوں کے افتراق سے پہلے اس وکیل نے یہ وکالت مذکورہ بالمواجہہ قبول کی اور اس وکیل نے تمام یہ دار مذکورہ موکل سے لے کر اس موکل کے اس کو یہ سب سپرد کرنے سے اپنے قبضہ میں بحکم اس وکالت کے کر لیا پس اس وکیل کو جو درک اس سب میں پیش آئے گا اس موکل پر اس کے واسطے وہ واجب ہوگا جو حکم شرعی ہے اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر لئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوع دیگر کسی دار معین کے کرایہ پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی تحریر اس کو تمام دار و واقع موقع فلاں محدودہ بحد و چنین و چنان کو مع اس کے سب حدود و حقوق الی آخرہ اس کے واسطے فلاں سے اور جس سے اس کا اجارہ دینا جائز ہو جب تک یہ وکیل اس وکالت پر ہے اجارہ لے پس اس کو اس موکل کے رہنے کے لیے جتنی مدت کے واسطے جس اجرت کے عوض جس طرح چاہے اجارہ پر لے اور جو اس معاملہ میں کرے وہ جائز تصور ہوگا اور اس معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کرے اور جس کو پسند کرے اس معاملہ کے واسطے وکیل کرے اور چاہے وکالت سے معزول کرے جب چاہے اور جس طرح چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے مرۃً بعد اخری ایسا کرے اور اپنے وکیلوں کو اپنے قائم مقام کرے اور ان کے واسطے وہی اختیارات دے دے جو اس کے واسطے جائز ہیں اور جب اس کو اجارہ پر لے لے تو اس موکل کے واسطے اس پر قبضہ کر لے خواہ اُس کو باجرت معجّل لیا ہو یا موجل جس طرح اپنی رائے کے موافق لیا ہو پس چاہے اس اجرت کو اپنے ذاتی مال سے ادا کرے تاکہ اس موکل کے مال سے واپس لے اور چاہے اس موکل کے مال سے ادا کر دے اس سب میں اپنی رائے پر عمل کرے پھر وکیل مذکور کا قبول کرنا از ضمان درک اور گواہ کر لینا تحریر کرے اور وکالت نامہ کو ختم کرے نوع دیگر دار غیر معین اجارہ پر لینے کی تحریر کی صورت اسطرح ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو وکیل کیا اس کو تمام اس چیز کے واسطے جو بیان و مذکور ہوئی ہے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تاکہ فلاں مقام پر جو دار و حویلی و بیت موکل کے سکونت کے لائق دیکھے اس کے واسطے جتنے دنوں و برسوں و مہینوں کے واسطے جس اجرت پر اثمان وغیرہ سے جتنی کو اس کو رائے میں آئے جس طرح رائے میں آئے اجارہ پر لے لے اور آئندہ مثل اوّل کے تحریر کرے نوع دیگر اراضی کو مزارعت پر دینے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلاں نے فلاں کو اپنی تمام اراضی واقع موقع فلاں محدود بحدود چنین و چنان جو کہ اراضی قابل زراعت ہے فی الحال صالح زراعت ہے مزارعت پر دینے کے واسطے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تاکہ اس کو مع اس کے حدود و حقوق کے جتنی مدت کے واسطے چاہے جس شخص کو چاہے مزارعت پر دے دے بدین کہ جس کو مزارعت پر دے وہ اپنے بیجوں سے خریف اور ربیع کا کو غلہ چاہے بودے اور وکیل مذکور کو اختیار ہے کہ جس حصہ پیداوار پر چاہے قلیل و کثیر سے مزارعت پر دے جو وہ اس میں کرے گا وہ جائز متصور ہوگا اور اس سب کے واسطے جس کو چاہے وکیل کرے اور جب چاہے اور جس طرح چاہے مرۃ بعد اخری ایسا کرے اس میں اپنی رائے پر عمل کرے اور جس کو چاہے اس معاملہ میں اپنے قائم مقام کرے اور جس کو یہ زمین مزارعت پر دے اس کے سپرد کرے اور اس کی پیداوار میں جو حصہ و حق موکل کے واسطے واجب ہو اس کو وصول کرلے اور فلاں نے اس کو وصول کیا اور موکل کا سپرد کرنا اور ضمان درک و گواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور اگر بیج موکل کی طرف سے ہوں تو یوں لکھ دے تاکہ اس کو اس موکل کے بیجوں سے زراعت کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوع دیگر زمین کو مزارعت پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی یہ صورت تحریر ہے کہ فلاں نے فلاں کو اپنے واسطے زمین مزارعت پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا کہ اس کے واسطے تمام اراضی واقع موضع فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان اس

کے مالک فلاں سے اور جس کو اس کی مزارعت پر دینے کا اختیار ہو جتنی مدت کے واسطے چاہے مزارعت پر لے تا کہ یہ موکل اس میں اپنے بیجوں سے جو غلہ خریف وربیع کا چاہے زراعت کرے اور جتنے حصہ پر یہ وکیل چاہے لے لے اور اس میں اپنی رائے پر عمل کرے اور آگے بطریق سابق تمام کرے اور اگر دینے والے کی طرف سے بیج ہوں تو اس کو بیان کر دے نوع دیگر باغ انگور معاملہ پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلاں نے فلاں کو تمام باغ انگور واقع موقع فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان مع حدود و حقوق معاملہ پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا کہ اس کرم کو اس کے واسطے اس کے مالک سے یا جس کو اس کا معاملہ پر دینا جائز ہے اس سے جتنی مدت کے لئے جتنے حصہ قلیل وکثیر پر چاہے معاملہ پر لے بدین شرط کہ یہ موکل اس کے سینچنے وحفاظت کرنے واس کے تمام مصالح پر قیام کرے اور اس سب کے واسطے جس کو چاہے جس طرح چاہے اور مرۃ بعد اخری جتنی مرتبہ چاہے وکیل کر کے اپنے قائم مقام کر دے اور اس سب میں اپنی رائے پر عمل کرے اور جو کچھ اس معاملہ میں کر دے گا وہ جائز متصور ہوگا اور اس وکالت کے حکم سے جو چیز موکل کے واسطے معاملہ پر لے اور اس پر قبضہ کر لے اور وکیل کا قبول کرنا و گواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور جائز ہے کہ اس میں یوں تحریر کرے کہ فلاں مقام پر جو باغ انگور اور جو درخت جس حصہ بٹائی پر چاہے موکل کے واسطے معاملہ پر لے لے نوع دیگر اثبات نسب وطلب میراث کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلاں نے فلاں کو اس واسطے وکیل کیا کہ اس کا ہر حق جو اس کے واسطے بسبب میراث اس کے والد فلاں سے ثابت ہے طلب کرے اور اس کا نسب ثابت کرے و اس کے والد کی وفات و عدد وارثان ثابت کرے اور اس کے ہر حق کے اس مقدمہ ثابت کرنے کے واسطے اور تا کہ اس سب میں اس کے واسطے خصومت و منازعہ محکمہ میں دائر کر کے فیصلہ کرا دے بدین شرط وکیل کیا کہ اس وکیل کا کوئی اقرار اس موکل پر نہیں جائز ہے اور اس سے صلح کر لینا بھی نہیں جائز ہے اور جو گواہ موکل پر اس کے ابطال حق کی گواہی دے اس کی تعدیل بھی بحق موکل نہیں جائز ہے اور فلاں نے اس وکالت کو قبول کیا الی آخرہ۔ نوع دیگر اگر وکیل حفاظت کو موکل نے بری کیا تو اس کے تحریر کی یہ صورت ہے کہ فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ میں نے فلاں کو اپنی تمام اراضی وعقار واموال وعمارات کی پرداخت اور اس سب کی اصلاح واتفاق کے واسطے واس کے نوائب ادا کرنے اور اس کے غلات و حاصلات وصول کرنے کے واسطے اور سوائے اس کے اور امور متعلقہ کے واسطے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تھا پس اس وکیل نے اتنے برس اس کو عدل وانصاف سے انجام دیا پھر چاہا کہ میں اس کو وکالت سے خارج کروں اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے اس پر قبضہ کر لوں پس میں نے اس سے جو کچھ اس کے قبضہ میں تھا سب کا حساب کتاب فلاں تاریخ تک بمحاسبہ صحیح سمجھ لیا اور اس وکیل نے مجھ کو جو کچھ اس کے قبضہ میں اس معاملہ مذکور کا باقی تھا سب ادا کر دیا اور اس کے دینے سے میرے قبضہ کرنے سے وہ بری ہو گیا اور اب مجھ موکل کا اس وکیل پر کوئی حق و دعویٰ وخصومت کسی وجہ سے نہیں رہا اور اس وکیل نے اس کے اس سب کی بالمواجہہ تصدیق کی اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر دیئے اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوع دیگر اور اقرار وکیل بقبضہ دین ☆

یہ تحریر وہ ہے جس پر گواہ ہوئے تا ایں قول کہ فلاں نے فلاں سے تمام وہ چیز جو فلاں کی یعنی موکل کی اس پر تھی وصول کر لی بحکم آنکہ اس فلاں یعنی موکل نے اس فلاں وکیل کو اس کے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور اس پر قبضہ کرنے پر مسلط کیا ہے بحکم صحیح و تسلیط جائز بدین طور وصول کیا کہ اس موکل کے واسطے تمام وکمال اس مطلوب کے اس وکیل کو تمام وکمال دینے سے وصول کر لیا اور اس مطلوب کو وہ دستاویز جو موکل مذکور کے واسطے بابت مال مذکور کے اس مطلوب نے تحریر کر دی تھی مطلوب کو دے دی اور اب اس موکل کے واسطے اس مال کی بابت اس مطلوب کی جانب اس پر اور اُس کے پاس اور اس کے ساتھ اور اس کے قبضہ میں اور اس کے سبب سے

کسی آدمی کی جانب بعد اس تحریر کے کوئی حق و کوئی دعویٰ و کوئی مطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے باقی نہیں رہا اور اس مطلوب کے واسطے تمام اس درک کو جو موکل مذکور کی طرف یا کسی آدمی کی طرف سے پیش آئے بضمانت صحیحہ ضامن ہوا کہ اس کو اس درک سے خلاص کرے گا یا بقدر اس درک کے جو مال اس سے وصول کیا ہے واپس دے گا پھر تحریر کو بدستور تمام کرے نوع دیگر ایسے طور پر توکیل کہ، بعد وقوع کے باطل نہ ہو سکے۔ ابتدا سے بدستور لکھے پھر توکیل وقبول کے بعد تحریر کرے کہ یہ توکیل بدین شرط ہے کہ ہر ماہ یہ موکل اس وکیل کو اس وکالت سے معزول کرے تو یہ وکیل تمام امور مذکورہ کا بتوکیل جدید وکیل ہو جائے گا۔ جیسا پہلے تھا یا وکیل کی طرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ یہ وکیل ہر گاہ یہ وکالت اس موکل کو رد کر دے تو وہ بوکالت جدید تمام امور مذکورہ کے واسطے اس کا وکیل ہو جائے گا اور اگر دونوں باتوں کو جمع کر دیا تو صحیح ہے اور لفظ اور کے ساتھ عطف کرے پس موکل کی طرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ ہر گاہ یہ موکل اس وکیل کو اس وکالت سے معزول کرے الی آخرہ پھر وکیل کی طرف سے لکھے کہ اور بدین شرط کہ ہر گاہ وکیل اس وکالت (ف) کو اس موکل کو واپس کرے الی آخرہ اور اس کے واسطے دوسرا طریقہ ہے کہ وکیل وکالت سے معزول نہ ہو سکے وہ یہ ہے کہ وکالت کو ایک مدت معلوم کے واسطے باجرت معلوم اجارہ کر لے پس یوں لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو ایک سال کامل بارہ مہینہ متواتر از ابتدائے تاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں لغایت تاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں کے واسطے بعوض اتنے درم کے باجارہ صحیحہ اجارہ پر لیا جس میں فساد نہیں ہے اس واسطے اجارہ پر لیا کہ یہ موجر اس مستاجر کے واسطے اس کے اصناف اموال اراضی و عقارات و سائر املاک واعیان ومنقول میں سے جن کی بیع جائز ہے جو اس کی رائے میں آئے اور نیز جن اموال کا مستاجر مذکور اس مدت اجارہ کے اندر مالک ہو جائے ان میں سے جو اس کی رائے میں آئے اس مستاجر کے واسطے فروخت کرے اور اس موجر نے تمام اجرت مذکورہ اس مستاجر کے اس کو دینے سے لے کر پوری وصول کر لی اور یہ مستاجر اس سب سے بری ہو گیا پس اس موجر کو اس میں جو درک پیش آئے آخر تک بدستور تحریر کرے[1] نوع دیگر اگر حاضر نے غائب کو وکیل کیا تو اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو اس واسطے وکیل کیا بدستور معلوم لکھتا جائے یہاں تک کہ وکیل کی طرف سے قبولیت لکھنے کا ذکر آئے تو لکھے کہ فلاں اس مجلس توکیل سے غائب ہے اور موکل اس فلاں نے اس غائب فلاں وکیل کو اس سب کے قبول کا اختیار دیا جب کہ اس کو یہ خبر پہنچے اور اس کو اس سب پر مسلط کر دیا اور اپنے اوپر اس سب کے گواہ کر دیئے اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا۔ پھر جب وکیل مذکور کو خبر پہنچی اور اُس نے قبول کر لیا تو تحریر کرے کہ گواہ ہوئے کہ فلاں یعنی وکیل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس کو فلاں تاریخ یہ خبر پہنچی کہ اس کو فلاں نے تمام اس بات کا جو وکالت نامہ ہذا میں مذکور ہے وکیل کیا ہے اور اس وکالت نامہ کی نقل یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پس وکالت نامہ کو اوّل سے آخر تک نقل کر دے اور اس کو ہر گاہ فلاں کے وکیل کرنے کی خبر پہنچی اور اُس نے یہ سب وکالت بقبول جائز قبول کی تو اس سے وہ فلاں کا تمام ان امور مذکورہ کے واسطے وکیل ہو گیا اور تحریر کو ختم کرے۔

نوع دیگر در عزل وکیل۔ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے کہ فلاں یعنی موکل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُس نے فلاں کو تمام ان امور کا جن کو وکالت نامہ ہذا متضمن ہے وکیل کیا تھا اور وکالت نامہ مذکور کی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پس وکالت نامہ کو اوّل سے آخر تک نقل کر دے پھر لکھے کہ اس نے اس کے بعد اس کو فلاں روز بتاریخ فلاں اس کے اس سب سے معزول کرنے کا خطاب کیا اور اس کو اس سب سے معزول کر دیا اور خارج کر دیا اور اس کا ہاتھ اس سب سے کوتاہ کیا بحضوری فلاں وفلاں وفلاں کے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس کے وکیل کرنے پر گواہ کر دیا تھا اور اُن کے کانوں نے اس کا وکالت نامہ سنا تھا اور یہ لوگ اس وکیل اور اس موکل کو اچھی طرح بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہیں اور ان دونوں کے نام ونسب سے واقف ہیں انہوں نے وکالت نامہ مذکور کی تاریخ میں اپنے خطوں سے اپنی گواہی اس پر ثابت کی تھی تمام اس معاملہ کی جو وکالت نامہ مذکور میں تحریر ہے اور اگر معزول کرنا بالمشافہہ نہ ہو بلکہ اس

[1] اقول اس میں ان اموال پر قبضہ کرنا مذکور نہیں ہے اور ضروری چاہیے ہے ۱۲ منہ (ف) ~ وکیل

کے پاس خبر دہندہ وآ گاہ کنندہ بھیجا تو بعد اس تحریر کے کہ اس کو اس سے معزول کیا اور اس کا ہاتھ اس سے کوتاہ کیا یوں تحریر کرے کہ فلاں وفلاں کے ذمہ اس نے یہ کام قرار دیا کہ اس وکیل مذکور کو اس کی خبر دیں اور اس کو اس سب سے آگاہ کر دیں اور اپنے اوپر اس کے گواہ کر دیئے پھر جب اس کو اس کی خبر پہنچے اور وہ معزول ہو جائے تو لکھے کہ گواہ ہوئے کہ فلاں یعنی موکل نے فلاں وفلاں کے سپرد یہ کام کیا کہ دونوں فلاں یعنی وکیل کو یہ خبر پہنچا دیں کہ اس کے موکل فلاں نے اس کو تمام اس چیز سے جس کا اس کو وکالت نامہ میں وکیل کیا تھا جس کا یہ نسخہ ہے معزول کیا ہے اور وکالت نامہ کی نقل یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پس وکالت نامہ کو اوّل سے آخر تک نقل کر دے پھر لکھے کہ فلاں وفلاں سے یہ خبر واعلام بحضوری گواہوں کے واقع ہوا اور وہ فلاں وفلاں وفلاں ہیں اور انہوں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے ان کا کلام سنا بعد از انکہ اس موکل نے ان کو فلاں تاریخ اس بات پر گواہ کر دیا تھا درحالیکہ وہ بدون وعقل سے صحیح و تندرست تھا کہ میں نے ان دونوں کو یہ کام سپرد کیا اور ان دونوں کو اپنے قائم مقام کیا اور یہ اس فلاں معزول کو بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہیں اور اس کے نام ونسب سے واقف ہیں اور س فلاں معزول نے اس کا معزول کرنا جس طرح اس نے اس کو اپنی وکالت مذکورہ سے معزول کیا ہے قبول کیا اور انہوں نے اپنی گواہیاں اپنے خط سے آخر تحریر ہذا میں ثبت کر دی ہیں اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا اور اگر کسی ثابت الوکالت کو معزول کیا جس سے یہ کہا ہے کہ ہرگاہ میں تجھ کو اپنی اس وکالت سے معزول کروں تو تو بوکالت جدید مثل سابق میرا وکیل ہے پس آیا اس کا معزول کرنا ممکن ہے یا نہیں تو شیخ الاسلام حسن بن عطاء بن حمزہ نے اختیار کیا کہ اس لفظ سے ممکن ہے کہ یوں لکھے کہ میں[1] نے تجھ سے کہا تھا کہ تو میرا اس سب کے واسطے وکیل ہے بدین شرط کہ ہرگاہ میں تجھے معزول کروں تو تو میرا اس واسطے بوکالت جدید وکیل ہو جائے گا اور میں نے تجھ کو اب اپنی تمام وکالتوں مطلقہ ومعلقہ سے معزول کیا اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر یوں کہا کہ ہرگاہ تو میرا وکیل ہو جائے تو میں نے تجھ کو اس سے معزول کیا تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ عزل کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے اور اطلاق صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض مشائخ اہل بصرہ کے نزدیک اس لفظ سے سب وکالتوں سے معزول نہ ہوگا بلکہ یوں لکھے کہ میں نے تجھ کو وکالت ثابتہ سے معزول کیا اور اپنی وکالات معلقہ سے رجوع کر لیا پس اس سے سب وکالتیں باطل ہو جائیں گی مگر چاہئے ہے کہ وکالات معلقہ سے رجوع مقدم کیا جائے پھر وکالات ثابتہ سے معزول کیا جائے اور یہ کتاب الوکالت میں گذر چکا ہے۔ نوع دیگر اگر قرض خواہ کو وکیل کر دیا کہ درصورتیکہ اس کا قرضہ ادا نہ کرے تو قرض خواہ اس کا دار فروخت کر دے ایسے طور پر وکیل کیا کہ معزول نہیں ہو سکتا ہے تو اس کی تحریر اس طرح ہے کہ فلاں نے اقرار کیا کہ فلاں کے اس پر اور اس کے ذمہ اس قدر درم معیادی بوعدۂ مدت چنین ہیں اور اگر یہ قرض دار مذکور اس قرض خواہ کو یہ مال اس کے ادا کی میعاد آنے پر ادا نہ کرے اور تین رات دن کی تاخیر ہو جائے تو فلاں نے اس قرض خواہ فلاں کو اس بات کا وکیل کیا کہ قرض خواہ مذکور جو اس کے دار کو جو فلاں مقام پر واقع ہے اس کے حدود بیان کر دے جتنے ثمن کے عوض چاہے فروخت کر دے یا لکھے کہ بعوض اتنے ثمن کے جس خریدار کے ہاتھ چاہے فروخت کر دے اور اس کا ثمن وصول کر لے اور اس سے اپنا قرضہ لے لے اس بات کے واسطے اس کو بتوکیل صحیح اس شرط سے وکیل کیا کہ ہرگاہ اس کو اس وکالت سے قبل یہ قرضہ وصول ہونے اور اپنے بری الذمہ ہونے کے معزول کرے تو وہ اس وکالت فروخت دار مذکور ووصول ثمن کے واسطے بوکالت جدید مثل سابق کے وکیل ہو جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی المحیط اور اگر طلب شفعہ کے واسطے وکیل کیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو بوکالت صحیحہ اس واسطے وکیل کیا کہ اس کا حق شفعہ فلاں دار محدودہ بحدود چنین و چنان میں طلب کرے اور اس کو شفعہ میں لے لے اور اس مقدمہ میں اس کی حجتیں وگواہیاں قائم وثابت کرے اور اس سب میں اس کو اپنے قائم مقام کیا اور اس میں خصومت و منازعت دائر کرے اور ثمن اس کو دے دے اور دار مذکور بحق شفعہ اس کے واسطے اپنے قبضہ میں کر لے اور اس کو یہ اختیار نہیں دیا کہ اس

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ پھر اگر اس لفظ سے یا ایسے الفاظ سے معزول ہو جائے تو وکالت مطلقہ اور اس وکالت میں فرق نہیں رہے گا تامل کرنا چاہئے ۱۲

کا حق شفعہ جو اس دار میں ہے دے دے اور یہ اختیار نہیں دیا کہ اس میں اس پر کچھ اقرار کرے اور یہ اختیار نہیں دیا کہ جو گواہ اس موکل پر ایسی گواہی دے جس سے اس کا کچھ حق باطل ہوتا ہے تو وہ اس کی تعدیل کرے اور فلاں نے اس کو قبول کیا اور اگر مضاربت کے واسطے تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کو اتنے درم یا دینار دیے اور اس نقد کا وصف و مقدار اچھی طرح بیان کر دے یہ درم و دینار بطریق مضاربت صحیحہ اس کو دیئے تا کہ یہ مضاربت ان درموں یا دیناروں سے کار تجارت کرے اور جو چیزیں تجارت کی اس کی رائے میں آئیں ان سے خریدے پھر جو خریدا ہے اس کو نقد یا ادھار جس طرح چاہے فروخت کرے اور مال مضاربت سے انواع تجارات میں سے جس قسم کی تجارت چاہے کرے اور چاہے مال مضاربت خریدنے کے واسطے وکیل کرے اور جس کے ہاتھ یہ مضارب پسند کرے۔ اس کے ہاتھ فروخت کرے اور انواع تجارات میں سے جس قسم کی تجارت چاہے یہ پسند مضارب اختیار کرے اور اگر مضارب چاہے تو اس مال کے ساتھ دارالاسلام یا دارالحرب کی طرف سفر کرے اور جب سفر کرے تو اس میں سے بقدر ضرورت اپنے اوپر خرچ کرے اور اس سب میں اپنی رائے سے عمل کرے بدین شرط کہ اللہ تعالیٰ اس میں جو کچھ نفع اور بڑھتی دے وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور جو کچھ اس میں خسارہ ٹوٹا ہوگا وہ رب المال پر ہوگا بشرطیکہ اس میں نفع شامل نہ ہو اور اگر نفع شامل ہو تو خسارہ بجانب نفع راجع ہوگا اور اس مضارب نے قبول کر کے یہ تمام مال مضاربت بقبضہ صحیحہ وصول کر لیا اور بعد صحت و تمام ہونے اس عقد کے دونوں اس مجلس سے بتفرق ابدان و اقوال جدا ہوئے اور بطوع دونوں نے اس کا اقرار کیا یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل پانزدہم ☆

کفالات کے بیان میں

لکھے کہ یہ تحریر وہ ہے جس پر گواہ ہوئے تا این قول کہ فلاں نے فلاں کے نفس کی کفالت اس کے حکم سے اس کے خصم فلاں کے واسطے اس طرح کی کہ ہر گاہ اس کو مانگے گا اور اس کے نفس کے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے گا کسی وقت میں رات میں یا دن میں درحالیکہ اس کا مطالبہ بحق خود ممکن ہوگا بدون کسی حائل کے جو دونوں کے درمیان حائل ہو اور بدون کسی مانع کے جو اس سے منع کرے تو اس کے سپرد کر دے گا اور فلاں نے اس کفالت کو بالمشافہہ و بالمواجہہ قبول کیا اور اگر چاہے کا تب یوں تحریر کرے کہ فلاں نے اقرار کیا کہ اس نے نفس فلاں کی اس کے حکم سے واسطے اس کے خصم فلاں کے کفالت کی ہے تا کہ اس کو سپرد کرے جب کہ اس کا خصم اس کے نفس سپرد کرنے کا مطالبہ کرے الیٰ آخرہ اور اگر زیادہ مضبوطی چاہے تو یوں لکھے کہ بدین شرط کہ ہر گاہ یہ کفیل اس مکفول بہ سے اس مکفول لہ کو دے کر بری ہو جائے تو جب تک اس مکفول عنہ پر اس کا کچھ قرضہ باقی رہے گا تب تک یہ بحالہ بکفالت جدید کفیل رہے گا اور قرضہ اس قدر ہے جو کہ بتاریخ فلاں دستاویز میں تحریر ہوا ہے پس جب اس کو یہ مکفول لہ مانگے اور اس کے نفس کا مطالبہ کرے کسی وقت میں الیٰ آخرہ یہ محیط میں ہے اور اگر نفس و مال دونوں کا کفیل ہو تو لکھے کہ فلاں نے بحالت جواز اقرار اپنے کے بطوع خود اقرار کیا کہ میں نے نفس فلاں کے واسطے اس کے خصم فلاں بن فلاں کی کفالت کی ہے کہ جب وہ اس کے نفس کا مجھ سے مطالبہ کرے گا تو میں اس کو اس کے سپرد کروں گا اور اگر بروز طلب سپرد نہ کروں تو اس مکفول لہ کے واسطے تمام اس مال کا جو اس کا اس مکفول عنہ پر ہے اس مکفول عنہ سے میں ضامن ہوں گا اور یہ مال اس قدر درم یا دینار ہیں یہ بکفالت صحیحہ کفالت کر لی اور اس سے یہ مکفول لہ راضی ہوا اور اس کفالت کی بنفس خود اس مجلس کفالت میں باجازت صحیحہ اجازت دے دی اور خطاباً اس کے اقرار کی تصدیق کی اور اگر کفالت میں کوئی مدت مقرر ہو تو لکھے کہ واسطے اس کے خصم فلاں بن فلاں کے کفالت کی تا کہ نفس مکفول عنہ کو اس تاریخ سے ایک مہینہ گذرنے

کے بعد جب وہ اس کے نفس کا مطالبہ مجھ سے کرے گا اس کے سپرد کروں گا یہ ظہیریہ میں ہے۔ نوع دیگر تعلیق کفالت بمال شرط عدم سپردگی نفس مکفول عنہ پس کفالت نفس کی تحریر اسی طور سے لکھے جس طرح مذکور ہوئی ہے پھر قبول لکھنے سے پہلے لکھے کہ بدین شرط کفالت نفس کر لی کہ اگر مکفول عنہ کو فلاں روز یا جس وقت مکفول لہ مطالبہ کرے سپرد نہ کروں تو تمام اس مال کا جس کا اس مکفول عنہ پر مطالبہ کرتا ہے کفیل ہوں گا اور وہ اس قدر درم ہیں اور تمام اس چیز کا جو اس پر از قسم قرضہ ثابت ہوئی ہے اس میں کوئی علت و حجت نہ ہوگی بدین شرط کہ اس کے بعد اس طالب کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہر واحد کو فلاں کفیل و فلاں مکفول عنہ کو تمام اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونوں کو اس کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے[1] دونوں میں سے ایک کو اس سب کے واسطے ماخوذ کرے جب چاہے اور جس طرح چاہے اور ہرگاہ چاہے ان دونوں کے واسطے اس قرضہ سے بریت نہیں ہے اور نہ دونوں میں سے کسی ایک کے واسطے اس سے بریت ہے یہاں تک کہ اس قرض خواہ کو اس کا پورا قرضہ پہنچ جائے یا کسی سبب سے اس قرضہ سے بریت واقع ہو جائے اور یہ سب کفالت بحکم فلاں یعنی اس مطلوب کے حکم سے واقع ہوئی اور اس سب پر ان لوگوں نے گواہ کر دیئے الی آخرہ۔

اگر ایک شہر میں نفس مکفول عنہ سپرد کرنے کی شرط کر لی پھر اس کو دوسرے شہر میں سپرد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بری ہو جائے گا بشرطیکہ ایسے مقام پر ہو جہاں اس سے اپنا انصاف کرا سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تک مقام مشروط میں سپرد نہ کرے تب تک بری نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر سپرد کرنے کے واسطے مجلس قاضی کی شرط کی ہو تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف حکم ہے اور اگر مکفول عنہ نے اپنے تئیں کفیل کے سپرد کرنے سے انکار کیا تا کہ وہ مکفول لہ کے سپرد کرے پس اگر اس نے اقرار کیا کہ کفیل نے اس کے حکم سے کفالت کی ہے تو اس پر جبر کیا جائے گا کہ اپنے تئیں کفیل کے سپرد کرے تا کہ مکفول لہ کے سپرد کرے اسی طرح اگر وہ دوسرے شہر میں ہو تو اس پر جبر کیا جائے گا کہ مکفول لہ کے شہر میں جائے اور اگر اس نے اپنی اجازت سے کفالت کرنے سے انکار کیا اور قسم کھا گیا اور گواہ موجود نہیں ہیں تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا۔ وجہ دیگر برائے بیان کفالت بمال بر کفالت بنفس کفالت صحیحہ جائزہ اور یہ حق کفیل میں احوط ہے کہ یوں لکھے کہ بدین شرط کہ فلاں کو فلاں سپرد کر دے گا بروز فلاں اور اگر روز فلاں ہرگاہ وہ مطالبہ کرے اور میں سپرد نہ کروں الی آخرہ اس واسطے کہ شاید مکفول لہ اس دن خود ٹال جائے تا کہ مال بر ذمہ کفیل واجب ہو جائے اس واسطے ہم نے کفیل کے حق میں رعایت رکھی اور شرط میں درج کر دیا کہ درصورتیکہ مکفول لہ طلب کرے اور وہ سپرد نہ کرے تو ایسا ہوگا اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تو اس کو بیان کر دے اور یہ بھی تحریر کر دے کہ بدین شرط کہ مفلول لہ کو اختیار رہے کہ ان سب سے یا ہر ایک سے نفس مکفول عنہ کا مطالبہ کرے اور بدین شرط کہ ہر ایک ان میں سے اس طالب کے واسطے اپنے ساتھیوں کے حکم سے ان کے نفوس کا بھی کفیل ہے یہاں تک کہ فلاں کو اس طالب کے سپرد کریں اور تحریر کو ختم کرے نوع دیگر در کفالت بمال۔ یہ تحریر بدین مضمون ہے جس پر گواہ ہوئے کہ تا ایں قول کہ میں نے فلاں کے واسطے فلاں کی طرف سے اس کی اجازت سے تمام اس مال کی جو فلاں پر ہے اور وہ اس قدر ہے ضمانت صحیحہ کر لی پس فلاں کے واسطے یہ مال فلاں پر بسبب ضمانت مذکورہ کے واجب ہوا پس فلاں کو اختیار ہوا کہ فلاں کفیل کو اُس کے واسطے ماخوذ کرے اور اس میں سے جس قدر کے واسطے چاہے ماخوذ کرے اور جب چاہے اور جس کیفیت سے چاہے اور ہرگاہ چاہے ماخوذ کرے اور اگر دو کفیل ہوں تو لکھے کہ پس اس فلاں کو اختیار ہوا کہ دونوں کو اس کے واسطے اور اس میں سے جتنے کے واسطے چاہے ماخوذ کرے چاہیے ان دونوں کو ماخوذ کرے اور چاہے ایک کو اور چاہے ہر ایک کو جس طرح چاہے اور جب چاہے ایک بعد دوسرے کے دونوں کو ماخوذ کرے اور فلاں طالب کے دونوں میں سے ایک کے ماخوذ کرنے سے

[1] اقول یہ سب قیود بغرض احتراز از مذاہب مختلفہ ہیں ورنہ بنظر مذہب حنفیہ ان کی کچھ حاجت نہیں ہے ۱۲

دوسرے کو کچھ بریت نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ اپنا پورا قرضہ وصول پائے اور فلاں وفلاں میں سے ہر ایک بحکم دوسرے کے دوسرے کی طرف سے وکیل خصومت ہے کہ بمقابلہ فلاں طالب کے جس حق کا وہ اس کے موکل پر مطالبہ کرے خصم ہوگا اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی وکالت کو بالمواجہہ قبول کیا اور فلاں یعنی طالب نے دونوں کی طرف سے اس کفالت کو بالمشافہہ قبول کیا اگر دونوں میں سے ایک کی دوسرے کی ملک کی کفالت کرنا شرط کی ہو تو لکھے کہ ان دونوں کفیلوں میں سے ہر ایک اس مکفول لہ کے واسطے دوسرے کے حکم سے دوسرے کے حصہ کا اس مال میں سے ضامن ہے پس اس کو اختیار ہے کہ دونوں سے مطالبہ کرے یا دونوں میں سے ہر ایک سے تمام اس مال کا مطالبہ کرے اگر چاہے اور اگر بغیر حکم دوسرے کے ہو تو لکھ دے کہ بدون اس کے حکم کے ہے۔

نوع دیگر اگر پسر نے بعد موت پدر کے ضمانت کی تو لکھے کہ تحریر بدین مضمون ہے گواہ لوگ جن کا نام آخر تحریر میں مذکور ہے گواہ ہوئے تا این قول کہ زید کے اس کے والد فلاں پر اس قدر درم قرضہ لازم وحق واجب ہیں اور اس کے والد فلاں نے وفات پائی اور اس کی میراث اس پسر کے ہاتھ آئی اور وہ اس قدر درم ہیں یا اتنی زمین ہے جس کی قیمت سے یہ قرضہ ادا ہوسکتا ہے اور کچھ بچتا ہے اور اس پسر نے اپنے والد کی طرف سے اس زید کے واسطے اس تمام مال کی ضمانت صحیحہ جائزہ کر لی اور زید نے اس کی ضمانت کو بالمشافہہ قبول کیا پس یہ تمام مال زید کے واسطے اس پسر پر بحکم اس ضمان مذکور کے ہو گیا اس پسر کو یہ مال اس زید کو دینے سے ہر گاہ مطالبہ کرے بسبب ایسے حق کے جو دعویٰ کرتا ہے بگواہی وقسم کچھ انکار نہیں ہے اور اس کو کوئی حجت کسی وجہ سے اس کے ابطال میں نہیں ہے جس کی اس نے زید کے واسطے ضمانت کر لی ہے اور دونوں نے اپنے اوپر اُس کے گواہ کر لئے آخر تک اور یہ ہم نے لکھ دیا کہ اس کے قبضہ میں پدر متوفی کا ترکہ آ گیا ہے اس واسطے کہ امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر اس نے کوئی ایسا مال نہ چھوڑا اور پسر نے کفالت کر لی تو نہیں جائز ہے۔ پس اگر اس نے میراث نہ چھوڑی ہو اور اس کفالت کی ضرورت واقع ہوئی تو لکھے کہ وہ مر گیا اور اس نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اس پسر نے چاہا کہ اس کی کھال[1] کو آگ سے چھڑا دے اور اُس کا ذمہ فارغ کرا دے پس اس کی طرف سے اس کے حق کی رعایت سے اس مال کی ضمانت کرتا ہے اور ایسے حاکم نے جس کا حکم مسلمانوں کے درمیان جائز ہے اس کفالت کی صحت ولزوم کا حکم دے دیا اور تحریر کو ختم کرے اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کی طرف سے مال ادا کیا اور مکفول عنہ سے اس کا اقرار بغرض وثاقت تحریر کرانا چاہا تو لکھے گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے کہ فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ زید کے اس پر اس قدر درم قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح تھے اور فلاں نے اس کی طرف سے اس قرضہ کی کفالت اس کے حکم سے اس زید کے واسطے بطور صحیح کی تھی اور اس کفیل نے اس کی طرف سے یہ مال تمام وکمال ادا کر دیا اور اس کفیل کے واسطے اس پر یہ مال فی الحال واجب الادا ہے اس مقر کو اس سے کچھ انکار نہیں ہے اور نہ کسی وجہ سے کوئی دعویٰ ہے جو موجب اس کے ابطال کا ہو اور اس کی کسی طرح بریت نہیں ہے۔ الّا بدین طریق کہ یہ سب مال اس کو ادا کر دے اور یہ مقر آج کے روز اس کے ادا کرنے پر قادر ہے اور اس کفیل مقر لہ نے اس کے اس اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی پھر تحریر کو ختم کرے[2] کذا فی المحیط۔

---

[1] کھال الخ اشارہ عذاب قبر کی طرف ہے ۱۲

[2] یعنی باقی حسب دستور لکھے ۱۲

فصل شانزدہم ☆

حوالہ کے بیان میں

یہ تحریر بدین مضمون ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوئے ہیں کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے بکر پر اس قدر درم حق واجب وقرضہ لازم بسبب صحیح تھے اور بکر نے اس تمام مال کا اس عمرو کے واسطے اس زید پر حوالہ کیا اور زید نے تمام اس مال کا حوالہ اس عمرو کے واسطے بالمخاطبہ اسی مجلس حوالہ میں قبول کیا پس تمام مال مذکور اس زید پر بحکم اس حوالہ مذکورہ کے عمرو کے واسطے ہو گیا اس زید کو عمرو کو یہ مال مذکور دینے سے ہر گاہ اس سے مطالبہ کرے ایسے حق کا جس کا اس پر بگواہی وقسم دعویٰ کرتا ہے کچھ انکار نہیں ہے اور کسی وجہ سے اور کسی سبب سے کوئی حجت اس مال مذکور کے ابطال کی نہیں ہے اور تحریر کو ختم کرے اور اگر محیل کا محتال علیہ پر مال آتا ہو پس حوالہ بقید اس مال کے ہو تو لکھے کہ زید کا عمرو پر اس قدر قرضہ اور عمرو کا بکر پر اس قدر قرضہ ہے پس عمرو نے زید کو بکر پر حوالہ کر دیا اور بکر نے اس حوالہ کو قبول کیا بایںکہ بکر اس زید کو یہ قرضہ اس مال سے دے دے گا جو عمرو کا بکر پر آتا ہے اور اگر بکر نے عمرو کی طرف سے بشرط بریت اصیل کفالت قبول کی ہو تو یہ ہمارے نزدیک حوالہ ہے پس اس کو بدستور معلوم لکھ کر آخر میں حکم حاکم بعد خصومت صحیحہ لاحق کرے اور اگر قرضہ کے واسطے دستاویز تاریخی ہو تو لکھے کہ قرضہ واجب بسبب صحیح جس کے واسطے دستاویز اقراری مورخہ تاریخ فلاں تحریر ہے اور اگر قرضہ کسی مبیع کا ثمن یا کسی مال کی ضمانت یا دوسرے سبب سے ہو اور یہ ثابت ہو گیا ہو تو صحیح ہے اور زیادہ واضح ہو گا اور اگر حوالہ بمیعاد ہو تو اس کو تحریر کرے اور یہ محیل بری ہو گیا اور اس کے ذمہ سے یہ مال ساقط ہو گیا اور یہ مال محتال لہ کے واسطے بحکم اس حوالہ کے اس محتال علیہ پر میعادی اتنے مہینوں کی میعاد پر ابتدائے تاریخ تحریر ہذا سے انتہائے تاریخ فلاں پر واجب الادا ہوا پس بعد میعاد آ جانے کے جب چاہے جس طرح چاہے مطالبہ کرے اس کے واسطے کوئی بریت نہ ہو گی اور اس مال کی ادائی کے وقت اس کو تمام مال کے ادا کرنے سے کوئی انکار نہ ہو گا اور اگر یہ شرط کر لی کہ اگر محتال علیہ عاجز ہوا تو محیل سے رجوع کرے گا تو لکھے کہ اگر یہ مال اس محتال لہ کو نہ پہنچا اور وہ اس محتال علیہ سے وصول کرنے سے عاجز ہو گیا بسبب اس کی موت کے یا غائب ہو جانے کے یا اعدام وافلاس کے یا سرکشی کے یا اس حوالہ سے انکار کر جانے کے تو اس محیل سے رجوع کرے گا اور اس سے مطالبہ کرے گا اور یہ سب اس محیل نے قبول کیا اور ان لوگوں میں سے بعض نے بعض کی اس سب میں بالمواجہہ تصدیق کی اور اس میں زیادہ توثیق کے واسطے تحریر کر دی اور اس محیل نے اس کو اس کے وصول کرنے کا اختیار دے دیا اور یہ اختیار دے دیا کہ حکم میں جس کے پاس چاہے نالش دائر کرے اور اس معاملہ میں اس کو توکیل کا اختیار دیا کہ جس کو چاہے وکیل کرے اور معزول کرے مرۃ بعد اخری بتوکیل صحیح کذا فی المحیط۔

مسئلہ: اگر مقرلہ نے اقرار کی مشافہۃً تصدیق کی ☆

نوع دیگر زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس کے عمرو پر اس قدر درم حق واجب وقرضہ لازم ہے اور اس نے اپنے قرض خواہ بکر کو اس مطلوب پر اس مال کا حوالہ کر دیا تھا اور اس نے اس حوالہ کو قبول کیا تھا پھر اس عمرو نے اپنے قرض دار خالد پر اس مال کا بکر کو حوالہ کر دیا اور اس خالد نے اس حوالہ کو قبول کر لیا پھر یہ خالد غائب ہو گیا اور فلاں شہر کو چلا گیا پس بکر کو اس سے اپنا حق وصول نہ ہو سکا اور عاجز ہو کر اس نے محیل سے رجوع کیا اور محیل بھی غائب ہو گیا پس عاجز ہو کر اس نے اس کے محیل سے رجوع کیا اور اس نے حوالہ میں یہ شرط کر لی تھی پس بکر نے یہ تمام مال زید سے وصول پایا پھر جب کہ عمرو شہر فلاں سے حاضر ہوا تو بسبب دونوں حوالوں کے باطل ہونے کے زید نے اس سے اس مال کا مطالبہ کیا اور عمرو سے یہ مال تمام وکمال بھر پایا اور زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ میں نے عمرو

کے یہ سب مال اس کو ادا کرنے سے سب بھر پایا ہے اور اس کو تمام دعویٰ و خصومات سے بری کر دیا ہے باقرار صحیح کیا جو تمام دعویٰ و خصومات کا قاطع ہے اور زید کا عمرو کی جانب یا عمرو پر الی آخرہ۔ کچھ نہیں رہا اور عمرو کے واسطے ضمان درک کا بطور صحیح ضامن ہوا اور اس مقرلہ نے اس کے اقرار کی مشافہۃً تصدیق کی اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر لئے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔ اگر محیل کا محتال علیہ پر مال ہو تو لکھے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہیں بدین مضمون ہے زید کا عمرو پر اس قدر قرضہ بسبب صحیح حق واجب و دین لازم ہے پس زید نے اپنے قرض خواہ بکر مذکور کو عمرو پر حوالہ کیا اور عمرو نے یہ حوالہ قبول کیا بدین شرط کہ یہ اس مال سے جو عمرو پر آتا ہے ادا کرے گا الی آخرہ کذا فی الظہیریہ۔

فصل بفتدہم ☆

مصالحات کے بیان میں

اگر تمام دعویٰ و خصومات سے صلح کی تحریر چاہی تو لکھے کہ فلاں بن فلانے نے الی آخرہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں سے اپنے تمام دعویٰ و خصومت سے جو اس کی جانب ہیں اس قدر دینار پر بصلح صحیح جو تمام دعویٰ و خصومات کی قطع کرنے والی ہے صلح کی اور اس نے مجھ سے بقبول صحیح قبول کیا اور مجھ کو بدل صلح اسی مجلس صلح میں ادا کر دیا اور میں نے اس پر قبضہ صحیح کر لیا اور بعد اس صلح کے میرا اس پر کسی سبب اور کسی وجہ سے کوئی دعویٰ و کوئی خصومت نہ قلیل میں نہ کثیر میں نہ قدیم میں نہ جدید میں نہ مال صامت میں نہ مال ناطق میں نہ حیوان میں نہ اعیان میں نہ منقول میں نہ محدود میں نہ دراہم میں نہ دینار میں نہ ایسی شے میں جس پر مال و ملک کا لفظ بولا جاتا ہے رہی اس سب کا اس نے اقرار صحیح کیا جس کی اس صلح قبول کرنے والے نے تصدیق کی۔ یہ صورت تحریر تمام صلح ناموں میں اصل ہے۔ اگر صغیر کا کوئی دعویٰ کسی اجنبی پر ہو اور اس سے صلح واقع ہوئی پس اگر صلح کرنے والا صغیر کا باپ ہو تو لکھے کہ فلاں بن فلاں نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں سے ہر خصومت سے جو اس کے فرزند صغیر کے واسطے جس کا نام فلاں ہے اور اس کا کوئی لڑکا اس نام کا اس کے سوائے نہیں ہے اتنے درموں پر صلح کر لی بعد از نیکہ مجھ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ صلح اس صغیر کے حق میں اس سے بہتر ہے کہ خصومت طول دی جائے اس واسطے کہ اس ولد صغیر کے واسطے گواہ عادل نہ تھے جن کو اس صغیر کے حق کے اثبات کے واسطے قائم کیا جائے اور مدعا علیہ کے پاس دفعیہ صحیح موجود تھا اور فلاں نے اس صلح کو اس سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس صلح کرنے والے نے اس صغیر کے واسطے یہ بدل صلح مجلس صلح میں بقبضہ صحیح وصول کر لیا اور اگر صلح کرنے والا اجنبی ہو اور قاضی نے اس کو صلح کرنے کی اجازت دے دی ہو تو لکھے کہ فلاں بن فلاں جو صغیر فلاں کی جانب سے اس مصالحہ کرنے کے واسطے از جانب قاضی فلاں بن فلاں اس صلح کرنے اور بدل صلح وصول کرنے کا اجازت یافتہ ہے سب طرح اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے فلاں سے یعنی مدعا علیہ سے ہر خصومت سے جو صغیر فلاں کی اس پر تھی باجازت قاضی فلاں کے صلح کر لی جب کہ اس صغیر کے واسطے کوئی وصی نہ تھا نہ از جانب پدر و نہ از جانب غیر اور یہ صلح بعوض اس قدر درموں کے صلح صحیح کر لی بعد از انکہ یہ بات بے یقین[1] معلوم ہو گئی کہ اس صغیر کے واسطے یہ صلح بہتر ہے اور سب بیان کر دے اور آخر تک تحریر کو ختم کرے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر صغیر پر یہ دعویٰ کیا اور مدعی کے پاس گواہ ہیں اور اس دعویٰ سے صلح کی تو لکھے کہ فلاں بن فلاں نے اقرار کیا کہ وہ صغیر مسمی فلاں بن فلاں پر اس کے والد کے حضور میں یا لکھے کہ اس کے وصی کے حضور میں اس کے روبرو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ یہ سب اس کی ملک و حق بسبب صحیح ہے اور اس باپ یا وصی کے قبضہ میں ناحق ہے اور اس سے مطالبہ کرتا تھا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس مدعی کو

[1] یہ بات شرط ہے کہ صغیر کے حق میں بہتری معلوم ہو ۱۲

سپرد کردے اور قاضی مذکور اس کے اس دعویٰ سے منکر تھا اور کہتا تھا کہ اس صغیر کی ملک وحق اس کے باپ یا وصی کے قبضہ میں بحق ہے اور اُس پر اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس مدعی کے سپرد کرنا واجب نہیں ہے حالانکہ اس مدعی کے واسطے گواہان معروف بعدالت و جواز شہادت موجود تھے اور یہ مصالحہ جو اس صلح نامہ میں مذکور ہے اس صغیر کے واسطے خصومت طول دینے سے بہتر تھا پس دونوں (۱) نے بجانب صلح میل کیا اور اس قرارداد پر صلح کی کہ باپ اس صغیر کے مال سے اس قدر درم اس مدعی کو دے دے پس مدعی نے اس سے اس امر پر صلح کر لی اور باپ نے اس صلح کو بالمشافہہ قبول کیا اور مدعی نے بہ بدل صلح اس باپ کے اس کو مال صغیر سے یہ سب ادا کرنے سے وصول پایا اور اس مدعی کا اس صغیر پر اس چیز میں کچھ دعویٰ نہ رہا نہ اس چیز کے عین میں نہ ثمن میں نہ قیمت میں نہ غلہ میں نہ حق قدیم میں نہ جدید میں اور اس کے اس اقرار کی اس شخص نے جس کو حق تصدیق حاصل ہے بالمشافہہ و بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے بعد از انکہ آخر میں حکم حاکم لاحق کردے اور اس کا سبب مکرر بیان ہو چکا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک شخص مر گیا اور اس کی جورو اور اس کے وارثوں میں صلح ہوئی تو اس کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہیں بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں اس عورت فلانہ بنت فلاں کا شوہر بنکاح صحیح تھا اور وہ مر گیا اور وارثوں میں ایک اپنی اس جورو کو چھوڑا اور اولاد میں فلاں و فلاں وارثوں کے نام و تعداد بیان کردے اور ترکہ میں ان وارثوں کے قبضہ میں اراضی فلاں اس کے حدود بیان کردے اور دور[1] و بیوت میں چنین و چنین اور اتنی دکانیں اور ان سب کے حدود بیان کردے اور غلاموں میں اتنے غلام ان کا نام و حلیہ و جنس و سن بیان کردے اور کپڑوں میں اتنے عدد ان کی جنس وصفت و قیمت بیان کردے اور چوپاؤں میں اتنے چوپایہ از انجملہ گھوڑے اتنے اور خچر اتنے اور گدھے اتنے اور ہر ہر مال کو ایسی صفت سے بیان کردے جس سے تمیز ہو جائے یہ سب ترکہ چھوڑا پس مہر[2] نکالنے کے بعد اس عورت کے واسطے باقی کا آٹھواں فریضہ ترکہ چاہئے تھا پس اس عورت نے ان وارثوں پر باقی مہر اور (حصہ) ہیں کا دعویٰ کیا اور وہ اس قدر ہے اور وارثوں نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا اور صلح ان کے واسطے بہتر تھی پس اس عورت نے اس سب ترکہ کو ایک ایک دیکھ بھال کر اپنے حق و صداق سے صلح کر لی اور اس میں سے کچھ مال کسی شخص پر قرضہ نہ تھا اور نہ میت پر قرضہ ہونے کی وجہ سے گھرا ہوا تھا اور نہ سوائے قرضہ کے وصیت وغیرہ تھی یا لکھے کہ اور جو لوگوں پر قرضہ تھا وہ برآمد ہو کر آ گیا اور جو میت پر قرضہ تھا وہ برضامندی تمام وارثوں کے ادا کر دیا گیا پس اس عورت نے آٹھویں حصہ میراث و مہر سے اس قدر پر صلح جائز نافذ کر لی جس میں نہ شرط ہے نہ مثنویت نہ فساد نہ خیار اور وارثوں سے تمام وہ چیز جس پر صلح واقع ہوئی ہے وارثوں کے اس کو سب دے دینے سے اپنے قبضہ میں کر لی اور جس سے صلح واقع ہوئی ہے اس سب کو اس عورت نے ان وارثوں کو خالی از مانع و منازع سپرد کر دیا تمام سب چیزیں جو اس تحریر میں مذکور ہوئی ہیں بحدود و حقوق و تمام متاع باندی و غلام و لباس و گھوڑے کی زینیں و لگامیں اور اس کا سب سامان اور خچروں گدھوں کے اکاف وغیرہ و باغوں و بستانوں کے پھل و اراضی و اشجار و کھیتیاں و پودے اور ان کے تمام غلات ان باقی وارثوں کے واسطے بحکم اس صلح مذکور کے ہو گئے کہ اس عورت کا اس میں کچھ حق و دعویٰ و مطالبہ قلیل و کثیر میں کسی وجہ اور کسی سبب سے نہیں رہا اور یہ عورت بعد اس کے جو دعویٰ ان وارثوں کی جانب کرے وہ اس میں جھوٹی ہوگی اور جو گواہ ان لوگوں پر قائم کرے وہ ظلم و عدوان ہوگا اور ان وارثوں نے اس عورت سے اس صلح کو بالمواجہہ و بالمشافہہ مجلس صلح میں قبول کیا پس وارثوں کو جس سے صلح واقع ہوئی اس سب میں یا اس میں سے کسی چیز میں جو درک پیش آئے تو اس فلانہ عورت پر جو ان لوگوں کے واسطے اس پر

---

[1] دور جمع دار بمعنی احاطہ جس میں حویلیاں وغیرہ ہوں [2] مہر نکالنا ایسی صورت میں کہ حسب رواج ادا نہ کیا ہو اور قرضہ برآمد ہو اس لئے کہ سب کے نزدیک صحیح ہو ۱۲ (۱) یعنی باپ نے یا وصی نے پس تنبیہ بے محل ہے ۱۲

واجب ہوگا اس کا اس پر سپرد کرنا واجب ہوگا حتیٰ کہ ان کو یہ سپرد کر دے گی اور سب کے سب بطوع خود متفرق ہو گئے کذا فی الظہیر یہ اور اگر ترکہ میں کسی پر قرضہ ہو تو ترکہ کے محدودات و اعیان ذکر کرنے کے بعد لکھے کہ اور نیز ترکہ میں فلاں و فلاں پر اتنا اتنا قرضہ واجب و لازم ہے اور بعد صلح و وصول پانے کے اقرار کے لکھے کہ اس عورت کا کوئی دعویٰ و خصومت بعد اس صلح کے باقی نہ رہا۔ کیونکہ اُس نے یہ سب وصول پایا سوائے قرضہ کے جن کا اس میں مذکور ہوا ہے کہ وہ اس صلح میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔

ایسی صورت کا بیان جس میں یہ تحریر پایا کہ عورت مذکورہ کا دعویٰ خصومت اس صلح کے بعد مؤقد ہوا ☆

پس اگر انہوں نے یہ چاہا کہ اس کی خصومت ان قرضوں میں بھی نہ رہے تو بعض کے نزدیک قبل گواہ کرنے کے لکھے کہ ان مسمیان نے ان قرضوں میں اس عورت کا تمام حصہ جو کہ اس قدر ہے اپنے مالوں سے ادا کر دیا بدون اس کے کہ یہ امر اس صلح میں شرط ہو یہ ان لوگوں کی طرف سے تعجیل و تبرع ہے پس اس عورت نے اس کو وصول کر لیا پس اب عورت مذکورہ کا ان قرضوں میں کوئی حق و دعویٰ نہ رہا اور انہوں نے اس بات کے گواہ کر لئے الی آخرہ لیکن یہ بات اچھی نہیں ہے اس واسطے کہ قرض دار لوگ اس تعجیل سے بری ہو جائیں گے اور وارثوں و اولاد کے واسطے مطالبہ کا استحقاق باقی نہ رہے گا اور اگر یہ شرط کریں کہ جو کچھ قرض داروں پر ہے وہ ان کا مال ہو جائے تو یہ صحیح نہیں ہے پس بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھ کر کہ یہ اس کا حصہ اس قرضوں میں سے کس قدر ہے پس اگر مثلاً سو درم ہوں تو لکھے کہ ان وارثان اولاد نے اس عورت کو اپنے مالوں میں سے برابر بشرکت سو درم غطریفیہ[1] سیاہ پورانے جیدہ رائجہ معدودہ جس کے نصف پچاس درم غطریفیہ ہوتے ہیں قرض دیئے پس اس عورت نے ان کو ان سے وصول کر لیا اور ان وارثوں کو وکیل کر دیا کہ ان قرض داروں سے اس کا حصہ ترکہ سو درم وصول کریں پھر یہ بعوض اس مال کے جو انہوں نے عورت مذکورہ کو قرض دیا ہے قصاص ہو جائے گا پس ان وارثان و اولاد نے اس کی اس وکالت کو بالمشافہہ قبول کیا اور سب نے اپنے اوپر گواہ کر لئے اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو اور عورت کے اپنے شوہر کے آٹھویں حصہ ترکہ اور اپنے صداق کے دعویٰ سے صلح واقع ہوئی تو بدستور لکھے یہاں تک کہ اس قول تک پہنچے کہ اور یہ عورت ان وارثوں پر اس قدر اپنے باقی مہر کا جو اس کے شوہر فلاں پر تھا دعویٰ کرتی تھی کہ اس نے اس میں سے کچھ ادا نہیں کیا یہاں تک کہ مر گیا اور یہ اس کے ترکہ پر قرضہ ہو گیا اور اس کے پاس گواہ تھے جو اس کے دعویٰ پر گواہی دیتے تھے اور وارثوں کے پاس اس کا دفعیہ اور چھٹکارا نہ تھا پس یہ مصلحت اس صغیر کے حق میں واقع ہوئی کہ لوگ درمیان میں پڑ کر مصالحہ کرا دیں پس لوگ درمیان میں پڑے اور مصالحہ واقع ہوا پس عورت مذکورہ کے اور ان وارثان بالغین و متولی صغیر کے درمیان جو حاکم کی اجازت سے مقرر ہوا ہے عورت مذکورہ کے دعویٰ مہر سے ہو اس قدر ہے اور اس کے آٹھویں حصہ ترکہ کے دعویٰ سے اس مقدار پر صلح واقع ہوئی اور اس صلح کو ان بالغ وارثوں نے خود اور اس صغیر کی طرف سے جو شخص ولی مقرر ہوا ہے اُس نے بقبول صحیح قبول کیا اور اگر وارثوں میں سے ایک وارث نے باقی وارثوں سے صلح کی اور سب بالغ ہیں تو لکھے کہ فلاں نے اقرار کیا الی آخرہ کہ اس نے فلاں و فلاں اپنے دونوں بھائی اور فلانہ اپنی بہن جو سگے سب ماں و باپ کے ہیں اور اپنی والدہ مسماۃ فلانہ بنت فلاں سے ہر خصومت سے جو اس کے ان کی جانب اپنے باپ فلاں کے ترکہ میں ثابت ہے اور ہر حق سے جو اس کا اس ترکہ میں ہے اس قدر پر صلح کر لی اور ان لوگوں نے اس سے بقبول صحیح قبول کیا آخر تک بدستور تحریر کرے۔ اگر دعویٰ وصیت بحصہ سوم یا چہارم یا ششم سے کسی قدر مال پر صلح واقع ہوئی تو بھی اسی طرز پر لکھے کذا فی الذخیرہ اور اگر ترکہ میں درم و دینار ہوں تو بدل صلح بیان کرنے کے وقت بیان کر دینا چاہئے کہ اس کے حصہ درم دینار ترکہ سے یہ بدل الصلح زائد ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے کے دار میں کچھ دعویٰ کرتا ہے پس

[1] غطریفیہ درم سیاہ مروجہ بلاد فرغانہ ۱۲

اس نے مدعی سے مصالحہ کرلیا اور وہ اس کا اقرار نہیں کرتا ہے پس آیا یہ جائز ہے فرمایا کہ ہاں اور یہ صلح برانکار ہے اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے بخلاف شافعی وابن ابی کے پس اگر مدعا علیہ نے یہ تحریر چاہی تا کہ اس کے واسطے مدعی پر حجت رہے تو لکھے کہ یہ تحریر فلاں کے واسطے یعنی مدعا علیہ کے واسطے از جانب فلاں ہے یعنی مدعی ہے کہ میں نے تیرے دار میں دعویٰ کیا تھا اور یہ دار وہ ہے جو فلاں مقام پر واقع ہے اور اس کے حدود یہ ہیں پس تو نے مجھ سے اپنے دار کے دعویٰ سے اتنے درم وزن سبعہ پر صلح کر لی بدین شرط کہ میں تجھے تمام وہ چیز جس کا میں دعویٰ کرتا ہوں سپرد کروں اور تو اس پر راضی ہو گیا اور میں نے تجھ سے صلح کی اور جس پر صلح واقع ہوئی وہ سب مال تجھ سے لے کر وصول کر لیا اور یہ اتنے درم ہیں اور تحریر کو ختم کرے اور ایسا ہی امام ابوحنیفہؒ وامام ابویوسفؒ وامام محمدؒ تحریر کرتے تھے اور شیخ یوسف بن خالد اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلاں کے از جانب فلاں بن فلاں بدین مضمون ہے کہ میں نے تجھ پر تیرے مقبوضہ دار میں جو فلاں مقام پر ہے جس کے حدود چنین و چنان ہیں دعویٰ کیا تھا اور یہ نہ لکھے کہ میں نے تیرے دار میں دعویٰ کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر یوں لکھا کہ اس دار میں جو تیرے قبضہ میں ہے تو یہ امر مدعی کی طرف سے مدعا علیہ کے حق دار کے ملک کا اقرار نہ ہوگا کہ دعویٰ ملک اپنے واسطے صحیح ہو سکتا ہے پس صلح صحیح ہوگی اور جو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام محمدؒ نے صورت مسئلہ اس طرح مفروض کی تھی کہ اس کے دار میں کچھ دعویٰ کیا اور یہ ذکر نہیں کیا کہ کس چیز کا دعویٰ کیا اور جائز ہے کہ دعویٰ کسی طریق یا مسیل آب میں حق کا ہو پس مدعا علیہ اس سے اس بناء پر صلح کرتا ہے کہ اپنا یہ دعویٰ چھوڑ دے اور مدعا علیہ کے واسطے ملکیت دار کا اقرار مدعی کی طرف سے اس دعویٰ سے مانع نہیں ہے پس امام محمدؒ کی تحریر اس وجہ پر محمول کی جائے گی بنابرایں کہ مراد اس کی اس دعویٰ سے اپنے واسطے کوئی حق ہے نہ دعویٰ رقبہ دار کذافی المحیط۔

اگر صلح ایسے دو آدمیوں میں واقع ہو جن میں سے ہر ایک دوسرے پر دعویٰ کرتا ہے تو لکھے کہ سب گواہ ہوئے کہ زید نے عمرو پر مجلس حکم میں اس قدر درموں کا دعویٰ کیا اور عمرو نے انکار کیا اور عمرو نے اس زید پر اتنے دینار کا بسبب صحیح دعویٰ کیا اور زمانہ دراز تک دونوں مجلس حکم ہیں دوڑ دھوپ کیا کیے اور دونوں میں خصومت بڑھ گئی اور نزاع شدید پیدا ہو گئی پس درمیانی لوگ دونوں کے بیچ میں پڑ گئے اور نظر بکتاب اللہ تعالیٰ دونوں کو صلح پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الصلح [(۱)] خیر پس دونوں نے اس کو منظور کیا اور صلح کی اجازت دی پس دونوں نے اس طور سے صلح کی کہ فلاں کو فلاں اس قدر درہم دے دے پس اس نے اس سے بالمشافہ اس کو قبول کیا اور صلح صحیح جائز نافذ قاطع خصومت کر لی اور اس نے اس سے اس کے[ا] اس کو یہ سب مال دینے سے لے کر قبضہ صحیح کیا اور دینے والا اس سب سے اُس کے قبضہ کرنے سے بربیت قبضہ واستیفاء بری ہو گیا اور اس نے اقرار کیا کہ میری کوئی خصومت اس کی جانب نہیں رہی اور اس کو اپنے سب دعویٰ سے بری کر دیا اور دوسرے نے اس کے قول کی اس سب میں تصدیق کی اور دوسرے نے بھی اس کو ہر دعویٰ سے جو اُس پر کرتا تھا بری کر دیا اور دونوں میں سے کسی کی دوسرے پر کچھ خصومت و کوئی دعویٰ و کچھ مطالبہ نہ رہا اور بعد اس صلح کے جو دعویٰ ان دونوں میں سے کوئی دوسرے پر کرے آخر تک بدستور ختم کرے واللہ اعلم۔ اگر وکیل نے دعویٰ ترکہ سے اپنی موکلہ کی طرف سے بعد تقسیم واقع ہونے کے دعویٰ کر کے پھر صلح کی لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوئے کہ زید نے جو وکیل مسماۃ ہندہ کا اس کی طرف سے تمام دعویٰ و قبضہ صلح و اقرار وضمان کے واسطے بوکالت مطلقہ عامہ سب صورتوں میں ثابت الوکالت ہے اپنی موکلہ مذکورہ کے واسطے مجلس قضا میں بحضور قاضی فلاں بن فلاں کے دعویٰ کیا فلاں وفلاں وفلاں وارثوں پر کہ اس کی یہ موکلہ ان لوگوں کے باپ فلاں کی جورو تھی و بنکاح صحیح بمہر معلوم اس کی حلالہ تھی اور جب وہ مرا ہے تو یہ موکلہ مذکورہ اس کے نکاح میں تھی اور اس نے ترکہ میں ترکہ چنین و چنان مال چھوڑا اور یہ لوگ تمام اس ترکہ پر ناحق مستولی ہو گئے اور اس عورت نے ان لوگوں سے اپنا مہر دمیراث آٹھواں حصہ طلب

[ا] یعنی یوں لکھنا ضروری ہے کہ اس کے دینے سے یہ مال لے کر قبضہ میں کیا ۱۲

(۱) صلح بہتر بات ہے ۱۲

کیا پس ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے تمام تر کہ حصہ بانٹ کر دیا اور اس عورت کا حصہ اس کو پورا دے دیا پس اس وکیل نے زعم کیا کہ یہ قسمت فاسد واقع ہوئی صحیح نہیں ہوئی کیونکہ اس میں خلل رہا اور تفاوت ہو گیا اور غبن فاحش ظاہر ہوا اور ترکہ میں بعض خفیہ چیز ظاہر ہوئی اور ان سب کے درمیان مدت دراز تک خصومت بڑھی پس شہر فلاں کے بزرگ و مشائخ علماء جمع ہوئے اور انہوں نے اس حادثہ میں تامل کرنے کے واسطے ایک مجلس بمقام فلاں منعقد کی اور چاہا کہ بحضوری قاضی فلاں کے درمیانی ہو کر باہم صلح کرادیں پس بعد رضا مندی فریقین کے سب اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ برادر لوگ اس فلانہ موکلہ کو اس کے اس ترکہ میں تمام دعویٰ و خصومات کے عوض اس قدر دے دیں پس لوگ باہم راضی ہوئے پس اس وکیل نے بحکم وکالت مذکورہ اس عورت کے تمام دعویٰ سے جو مہر و حصہ مشتہی ترکہ شوہر میں تھے ان اولاد و وارثان سے اس قدر مال پر بصلح صحیح جائز قاطع خصومات صلح کر لی اور ان لوگوں نے اس وکیل سے یہ صلح اس قدر مال پر قبول کر لی اور سبھی نے بطوع خود اس مال یعنی بدل الصلح کا اس موکلہ کے واسطے اس ترکہ میں واجب ہونے کا اقرار کیا اور ان لوگوں نے اس عورت کے لئے اس مال کے بدلے تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان و تمام باغ انگور واقع مقام فلاں محدود بحدود چنین و چنان مع سب حدود و حقوق چنین و چنان کے عوض دیا اور قیمت اس دار مذکورہ کی اس قدر اور اس باغ مذکور کی اس قدر ہے اور اس وکیل نے اس سب کو قبول کیا اور ان دونوں پر وکیل نے ان وارثوں کے اس کو یہ دونوں تمام و کمال فارغ از موانع و منازع تسلیم کرنے سے لے کر قبضہ کر لیا اور ان وارثوں کو بدل الصلح مذکور سے یا براء جائز بری کر دیا اور سبھی نے اقرار کیا کہ یہ ہر دو محدود اس موکلہ کی ملکیت ہیں ان وارثوں یا ان میں سے کسی وارث یا کسی اور آدمی کا اس میں کچھ حق و دعویٰ و چنین و چنان الی آخرہ نہیں ہے پس ہرگاہ ان میں سے کوئی ہمیں کچھ دعویٰ کرے الی آخرہ۔

سبھوں نے اس عورت کے واسطے ان دونوں محدود میں درک کی ضمانت کر لی اور وکیل نے اپنی موکلہ کی طرف سے اس کے باقی سب ترکہ میں جو ان وارثوں کے پاس رہا درک کی ضمانت کر لی اور سب کی صحت کا قاضیان[1] اسلام میں سے ایک قاضی نے حکم دے دیا اور سبھی نے گواہ کر لیے الی آخرہ اگر کسی دار معین میں سکونت کی وصیت سے کسی قدر درموں پر صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہان مسمیان گواہ ہوئے کہ تا این قول کہ زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو اس مدعا علیہ کے والد نے اس مدعی کے واسطے تمام دار واقع موقع فلاں و محدود بحدود چنین و چنان کے سکونت کی ہمیشہ کے واسطے جب تک زندہ رہے یا اتنی مدت کے واسطے وصیت کر دی تھی اور اس وصیت سے رجوع و تغیر نہیں کیا یہاں تک کہ مر گیا حالانکہ یہ دار اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے اور اس مدعی نے اس کی اس وصیت کو بعد اس کی موت کے قبول کیا اور مرنے کے بعد اس نے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعا علیہ ہے اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے پھر اس سے اس اپنے تمام دعویٰ سے اس قدر درموں پر صلح جائز قاطع خصومت و دافع منازعت کر لی اور اس نے اس صلح کو اس بدل کے عوض منظور و قبول کیا الی آخرہ اور اگر دار معین کی سکونت کی وصیت سے دوسرے دار کی سکونت پر صلح کی تو ابتدا مثل تحریر مذکورۂ بالا کے لکھے پھر بدل الصلح کے ذکر کے وقت لکھے کہ پھر اس سے اپنے تمام دعویٰ سکونت دار ہذا سے دوسرے دار کی سکونت پر جو اس ترکہ میں سے ہے اور فلاں مقام پر واقع ہے محدود بحدود چنین و چنان ہے مع حدود و حقوق و چنین و چنان کے ایک سال کامل یا دو سال کامل یا تین سال کے واسطے از ابتدائے ماہ فلاں سنہ فلاں تا انتہائے ماہ فلاں سنہ فلاں صلح صحیح جائز کر لی اور لے لیا تاکہ اس میں خود رہے اور جس کو چاہے رکھے اور اس میں اپنی رائے پر عمل کرنے پھر قبضہ اور بری کرنا اور ضمان و درک سب تحریر کرے اور یہ امر ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں جائز ہے جیسے سکونت دار کا اجارہ لینا اور احوط یہ ہے کہ ایسی صلح کے آخر میں حکم

[1] قاضیان الخ ہمارے زمانہ میں بے انتہا دروغ پھیل جانے سے قاضی کا خود نوشتہ ضروری ہوگا ۱۲

حاکم لاحق کر دے اور اگر دعویٰ عین یا دین سے کسی دار کی سکونت یا دوسری منفعت پر صلح قرار پائے تو لکھے کہ یہ وہ ہے جس پر گواہ ہوئے این قول کہ فلاں نے فلاں پر تمام اس دار کا جو فلاں مقام پر واقع ہے یا اس پر ہزار درم غطریفیہ سیاہ کہنہ رائجہ جیدہ معدودہ کا دعویٰ کیا پھر دونوں نے اس دعویٰ سے تمام اس دار کی سکونت پر جو فلاں مقام پر واقع ہے اور اس کے حدود بیان کر دے ایک سال کامل تک سکونت رکھنے پر یا اپنی زمین جو فلاں مقام پر واقع ہے اور اس کے حدود بیان کر دے اس میں ایک سال کامل ہر طرح ربیعی و خریفی غلہ کی زراعت کرنے پر اپنے غلام مسمیٰ فلاں کی ایک سال کامل خدمت پر یا اپنے گھوڑے کی سواری لینے پر اور اس کی جنس وصفت بیان کر دے اور مدت کی ابتداء و انتہا کی تاریخ لکھے بصلح صحیح جائز صلح کی اور دوسرے کی طرف سے قبول و قبضہ کرنا اور جانبین سے ضمانت درک کا ضامن ہونا اور اپنے اوپر گواہ کر دینا سب تحریر کرے۔

ترکہ نساء میں شوہر اور والد کے درمیان صلح کا بیان ☆

اگر کسی عورت کے ترکہ میں اس کے شوہر اور باپ کے درمیان صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہ ہوئے کہ زید یعنی اس کا باپ اور عمرو یعنی اس کے شوہر دونوں نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلانہ عورت یعنی مسماۃ ہندہ نے وفات پائی اور وارثوں میں اپنے شوہر اور اپنے باپ کو چھوڑا اور وہ یہی ہر دو مذکورۂ بالا ہیں اور اس نے ترکہ چھوڑا جس کے یہ دونوں وارث ہوئے اور ان دونوں کے سوائے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور چونکہ وہ لاولد مری ہے اس واسطے اس کا نصف ترکہ اس شوہر کو پہنچا اور چھٹا حصہ اپنے والد کو بحکم فرض اور باقی بحکم عصوبت پہنچا اور اس نے مال میں وہ تمام دار جو فلاں مقام پر واقع ہے اور تمام فلاں چیز سب بتفصیل بیان کرے چھوڑا ہے اور یہ اس کا تمام مال متروکہ اس کے اس شوہر کے قبضہ میں ہے اس کے باپ کے قبضہ میں نہیں ہے پھر ان دونوں نے اس تمام مال کو ایک ایک کر کے دیکھا اور اچھی طرح بمعرفت صحیحہ جان پہچان لیا کہ ان دونوں کے نزدیک اس میں کچھ شک نہ رہا اور نہ کم و بیش کچھ پوشیدہ رہا پھر بعد از انکہ دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے قول کی جس کا نام اس میں مذکور ہے اس شوہر نے اس کے اس باپ سے اس باپ کے تمام حق و حصہ سے جو ارکا اپنی بیٹی کے ترکہ میں پہنچتا ہے بعد از انکہ تمام مال عین سونا اور چاندی زیور جو اس میں مذکور ہے ان دونوں کے حضور میں موجود تھا اس طرح کہ دونوں اپنے ہاتھ سے اس کو لے سکتے تھے اس حال میں اس بات پر صلح قرار دی کہ منجملہ تمام ان درموں کے جن پر صلح قرار پائی ہے اتنے درم ان درموں کی صلح میں ہیں جو باپ کے واسطے اس کی دختر میت کے ترکہ کے درم مذکورہ میں سے واجب ہوئے ہیں اور وہ اس قدر ہیں اور ان درموں میں بہ نسبت ان درموں کے جن پر ان کے عوض صلح قرار پائی ہے کچھ زیادتی نہیں ہے اور اس بات پر صلح قرار دی کہ منجملہ ان درموں کے جن پر یہ صلح واقع ہوئی ہے اتنے درم بعوض اس حق واجب کے ہیں جو باپ کے واسطے اپنی دختر میت کے ترکہ سونے اور جواہرات میں سے واجب ہوا ہے اور وہ اس قدر ہے اور اس بات پر کہ منجملہ ان درموں پر کہ جن پر صلح واقع ہوئی ہے اس قدر باقی درم اس باپ کے واسطے بعوض اس حق کے ہیں جو باپ کا اپنی دختر میت کے ترکہ کی باقی اشیائے مذکورہ میں واجب ہوا ہے یہ صلح بدین شرط کہ تمام مال جو باپ کے واسطے بحق وراثت اپنی دختر میت کے ترکہ میں واجب ہوا ہے اس کے شوہر کے واسطے بسبب صلح مذکور کے ہو جائے پس اس شوہر نے تمام یہ صلح مبینہ مذکورہ بالمشافہہ قبول کی اور شوہر نے اس باپ کو تمام بدل صلح ہذا قبل اس کے کہ دونوں اس مجلس سے بابدان متفرق ہوں دے دیا اور اس باپ نے اس شوہر کو تمام وہ مال جو اس کے واسطے واجب ہوا تھا بحکم صلح مذکورہ کے سپرد کر دیا اور اس شوہر نے اس باپ سے یہ سب مال بسبب اسی صلح کے اسی مجلس میں جس میں دونوں نے یہ صلح قرار دی ہے قبل جدا ہونے کے قبضہ کر لیا اور یہ سب اس باپ اور اس شوہر کے اس اقرار کے بعد ہوا کہ ہم دونوں نے یہ سب دیکھ لیا ہے اور وہ یہ ترکہ مذکورہ ہے اور باہمی صلح قرار دینے کے وقت اس سب کو اندر و باہر سے معائنہ کر لیا ہے اور اسی حال

پر باہم دونوں نے صلح قرار دی ہے اور بعد تمام ہونے اس صلح کے اس پر دونوں کی رضامندی کے ساتھ دونوں جدا ہوئے اور دونوں نے اس کے بعد تمام وہ دار جو اس ترکہ میں ہے اسی ہیئت پر دیکھا جیسا اس صلح باہمی واقع ہونے سے پہلے دیکھا تھا اور یہ تمام ترکہ اس شوہر کے واسطے بسبب اس حق میراث کے جو اس کا اپنے اس جورو کے ترکہ میں واجب ہوا تھا اور بسبب اس صلح کے جو اس نے اس باپ کے ساتھ اس کے تمام حق سے جو اس باپ کا اپنی دختر میّت کے ترکہ میں واجب ہوا تھا صلح کی ہے اس شوہر کا ہو گیا پس جس چیز کا شوہر اس ترکہ میں سے اس باپ کے مالک کرنے سے مالک ہوا ہے اس میں یا اس میں سے کسی جزو میں یا اس کے حقوق زمین و دار میں سے کسی حق میں کسی آدمی کی طرف سے شوہر مذکور کو کوئی درک پیش آئے تو جس چیز کا شرع اور حکم فیصلہ کرے اس کا اس باپ پر اس شوہر کو سپرد کرنا واجب ہوگا اور دونوں میں سے ہر ایک نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس عورت میّت کے ترکہ میں سے اس کا کوئی حق دوسرے کی جانب اور دوسرے پر اور دوسرے کے پاس اور دوسرے کے قبضہ میں نہیں ہے بعد از انکہ دونوں میں سے ہر ایک نے بطوع خود اس بات کو سمجھ لیا کہ اس سب کے متعلق اس کا کوئی حق دوسرے کی جانب نہیں ہے۔

اگر اس عورت وفات یافتہ کے ترکہ کے اموال مذکورہ میں کسی مال کی نسبت دونوں میں کوئی شخص دوسرے کی جانب کچھ دعویٰ کرے یا اس کی طرف سے کوئی آدمی دعویٰ کرے خواہ اس کی حیات میں یا اس کی وفات کے بعد اور گواہ لوگ گواہی دیں تو یہ سب باطل و مردود ہوگا پھر بدستور تحریر کو ختم کرے اور اگر فضولی نے صلح کی تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوئے تا ایں قول کہ زید نے عمرو پر یہ دعویٰ کیا تھا پس اس دعویٰ سے اس مدعی کے ساتھ اس مقر نے براہ تبرع و احسان بدون حکم اس مدعا علیہ کے اتنے درموں پر صلح کر لی بدین شرط کہ وہ اس مدعی کے واسطے اس مال صلح کا اپنے ذاتی مال سے ضامن ہوا ہے بدین شرط کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کو اس دعویٰ سے بری کیا اور اس مقر نے بدل الصلح اس کو دے دیا اور بدین شرط کہ مدعی تمام اس چیز کا جو اس مدعا علیہ کو اس باب میں اس مدعی کی جانب سے اور اس کے سبب سے اور کسی آدمی کی طرف سے کوئی درک پیش آئے تو اس سب کا یہ مدعی ضامن ہے پس ان شرائط مذکورہ پر بصلح جائز قاطع خصومت دونوں نے صلح کی اور اس صلح کو جو بقدر اس مال کے ہے اس مدعی نے اس کے صلح کرنے سے قبول کیا اور اس مدعا علیہ کی طرف سے براہ تبرع و احسان یہ مال مدعی کو مقر کے ادا کرنے سے مدعی نے وصول پایا پس تمام وہ چیز جس کے دعویٰ سے یہ صلح واقع ہوئی ہے اس مدعا علیہ کی ملک ہو گئی اس مدعی یا کسی آدمی کی ملک نہ رہی اور یہ ملک بملک صحیح و حق واجب ہوئی اور اس مدعا علیہ کی جانب اس مدعی کا کوئی حق و دعویٰ نہ رہا پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور فرمایا کہ اگر ایسی صلح فضولی کی جانب سے اس شرط پر واقع ہو کہ شئی متدعو یہ فضولی کی ملک ہو نہ مدعا علیہ کی تو بعد اس تحریر کے کہ اتنے درموں پر صلح کی یوں لکھنا چاہئے کہ بدین شرط کہ یہ دار محدودہ متدعو یہ اس صلح کرنے والے کی ملک ہوئی نہ اس مدعا علیہ کی اور نہ کسی آدمی کی رہی پھر گواہی کرانے سے پہلے لکھے اور اس مدعی نے اس صلح کرنے والے کو اپنی زندگی میں اپنا وکیل کیا کہ اس سب دار کو اس مدعا علیہ سے اور جس کے قبضہ میں پائے اس سے لے کر اپنے قبضہ میں کرے اور اس معاملہ میں خصومت اور نالش کرنے کا بھی وکیل کیا بایں طور کہ چاہئے اس کار وکالت کو بنفس خود تمام دے یا جس کو چاہے یکے بعد دیگرے وکیل مقرر کرے اور وکیلوں میں جس کو چاہے یکے بعد دیگرے تبدیل کرے اور اس معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کرے اور اس مدعی کا قائم مقام ہوگا اور اس معاملہ میں جو کچھ کرے گا جائز ہوگا اور اس معاملہ میں جس کا اس کو وکیل کیا ہے اپنی وفات کے بعد اس سب کا فقط اسی کو وصی کیا اور لوگوں میں سے کسی کو نہیں کیا اور اس صلح کرنے والے نے یہ سب جو مدعی نے اس کے واسطے قرار دیا ہے بالمشافہہ قبول کیا پھر اگر اس دار کو قابض سے لینے پر قادر نہ ہو تو بدل صلح کو مدعی سے واپس کر لے پھر تحریر کو تمام کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر صلح از دعویٰ امانت ہو تو لکھے کہ اس نے اس پر فلاں چیز کا جس کو اس نے اس کے پاس ودیعت رکھا تھا اور اس

نے قبضہ کرلیا تھا دعویٰ کیا بایں طور کہ مالک ودیعت نے اس سے اپنی ودیعت واپس مانگی اور اُس نے سرے سے ودیعت رکھنے کا انکار کیا یہاں تک کہ یہ امانت اُن کے ذمہ مال مضمون ہوگئی کہ اگر وہ مثلی چیزوں میں ہو تو اس کے مثل ضمانت اور قیمتی چیزوں میں سے ہو تو اس کی قیمت تاوان لازم آئی پس مالک ودیعت نے اس کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ سے اس دعویٰ سے اس قدر درموں پر صلح صحیح کر لی اور اس نے اس صلح کو اس عوض پر باوجود اپنے انکار کے بقبول صحیح قبول کیا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر قتل عمد سے کسی قدر مال پر صلح کی تو لکھے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس کے باپ بکر کو لوہے کے ہتھیار سے عمداً ناحق وظلماً وعدواناً قتل کیا اور اس مقتول نے کوئی وارث سوائے اس زید کے نہیں چھوڑا اور اس زید کے واسطے اس مدعا علیہ پر قصاص کا استحقاق ہے اور اس عمرو پر اس کے سامنے اپنی گردن جھکانا اور اپنی جان اس کے سپرد کرنا اور اس کو قصاص حاصل کر لینے دینا واجب ہوا پھر اس زید نے اپنے اس دعویٰ سے اس قدر مال پر اس سے صلح کر لی پس اس نے اس سے اس صلح کو بالمشافہ قبول کیا اور یہ صلح ایسی صلح صحیح ہے جو قاطع خصومت ہے اور مدعی نے اس سے یہ بدل صلح مدعا علیہ کے ادا کرنے سے لے کر قبضہ کر لیا اور اس کو اپنے اس تمام دعویٰ سے بری کر دیا اور اسی کے واسطے تمام اس چیز کی درک کا ضامن ہوا جو اس کو کسی دوسرے وارث کی طرف سے اگر ظاہر ہو اور قرض خواہ موصی لہ اور حاکم اور صاحب سلطنت وغیرہ کے آدمی کی طرف سے لاحق ہو حتیٰ کہ اس کو اس درک سے چھڑائے گا یا بقدر اس درک کے اس مال صلح میں سے جو اس نے وصول کیا ہے واپس دے گا پس اس درک کی ضمانت صحیحہ جائزہ کر لی پس اس صلح اور بری کر دینے کے سبب سے اس کا کوئی حق و دعویٰ آخر تک مثل مذکورۂ بالا کے لکھے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی المحیط اور اگر جان تلف کرنے سے کم سے قصاص [1] سے صلح کی تو لکھی کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس کا داہنا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے عمداً ناحق براہ تعدی وظلم کاٹ ڈالا اور وہ بعد اس کے اس زخم سے اچھا ہو گیا اور اس پر اپنے اس ہاتھ کے قصاص کا بسبب اس جنایت کے دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے اس سے اس دعویٰ سے اس قدر مال پر صلح کر لینے کی درخواست کی اور اس نے اس کو منظور کر کے اس مال پر اس کے ساتھ صلح کر لی۔ پھر اس کو مثل تحریر اوّل کے تمام کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ قتل خطا سے صلح کر کے تحریر اس طرح لکھے کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس کے باپ مسمیٰ فلاں کو خطا سے ناحق قتل کیا اور اس سے دیت طلب کی اور اس نے درخواست کی کہ اس دیت سے اس قدر درموں پر تین سال کی میعاد پر اس تحریر کی تاریخ سے اس کی ابتدا ہوگی اس شرط پر صلح کر لی کہ اس کو اپنے اس دعویٰ سے بری کر دے بدین شرط کہ ان تین سالوں میں سے ہر سال ان درموں مذکورہ سے ایک تہائی ادا کرے گا پس بصلح صحیح صلح کر لی آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے اور اس تحریر کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے اور اگر عمداً غلام قتل کرنے کے دعویٰ سے صلح کی تو لکھے کہ گواہان مسمیان تا ایں قول کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس کے غلام ترکی یا ہندی مسمیٰ فلاں کو یا اس کی ترکی باندی مسماۃ فلانہ کو لوہے کے ہتھیار سے عمداً براہ ظلم و تعدی قتل کیا اور نیز اس پر دعویٰ کیا کہ قاضی عادل جائز الحکم نے جس کا حکم مسلمانوں کے درمیان جاری ہے اس قاتل پر بسبب اس غلام کے قتل کرنے کے بذریعہ گواہوں کے جنہوں نے اس کے پاس گواہی دی یا بوجہ اقرار مدعا علیہ کے جیسی صورت واقع ہوئی ہو قصاص کا حکم بنابر اختیار قول ایسے عالم کے جو مرد آزاد پر غیر کا غلام قتل کرنے سے قصاص ہونا فرماتا ہے دے دیا پس اُس نے مدعا علیہ سے بذریعہ اپنے اس دعویٰ کے قصاص مانگا پس مدعا علیہ نے اس کے اس دعویٰ سے اس قدر درموں پر صلح کرنے کی درخواست کی پس اس نے اس درخواست کو منظور کر کے اس کے ساتھ صلح کر لی آخر تک بدستور سابق تحریر کرے اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے تاکہ ایسے حادثہ میں قصاص کا دعویٰ بالاتفاق صحیح ہو جائے پھر حاکم حکم اس کے جائز ہونے کا تحریر کرے کیونکہ بدون اس کے اقرار کے اس کا وقوع ہوا ہے اور کتاب الشروط میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے بھائی کو

عمداً قتل کیا ہے اور میں اس کا وارث ہوں میرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے پھر مدعا علیہ نے اس قصاص سے دیت لینے پر صلح کر لی اور تین سال میں اُس کے ادا کی قسطیں مقرر کیں تو یہ صلح جائز ہے اسی طرح اگر دیت سے کم پر صلح کی تو بھی جائز ہے لیکن بعض لوگوں کے قول کے موافق نہیں جائز ہے اور اس کا بیان پہلے گذر چکا ہے اور فرمایا کہ اگر اس کے واسطے تحریر لکھنی چاہئے تو ولی مقتول کے واسطے قاتل کی طرف سے لکھے کہ میں نے تیرے بھائی فلاں ابن فلاں کو قتل کیا اور تو اس کا وارث ہے تیرے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور تو نے اپنے بھائی کے خون سے اس قدر پر صلح کر لی ہے پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور اگر قصاص کا استحقاق وارثان صغیر و کبیر دونوں کو حاصل ہو تو بالغوں کی صلح بالاتفاق جائز ہے پس امام اعظمؒ کے نزدیک اسی وجہ سے جائز ہے کہ بالغ کو قصاص حاصل کر لینے کا اختیار ہے پس اس کو صلح کا بھی اختیار ہے اور صاحبین کے نزدیک بالغ کی صلح فی نفسہ صحیح ہے پس قصاص ساقط ہو جائے گا اور باقی نابالغوں کا حصہ قصاص سے منقلب ہو کر مال پر آ جائے گا پس اگر اس صلح کی تحریر لکھنی چاہی تو امام اعظمؒ کے نزدیک بالغ کی طرف سے صلح نامہ تحریر کرے جیسا ہم نے بیان کیا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط حصہ بالغ کا صلح نامہ تحریر کرے اور اس میں لکھ دے کہ بسبب عفو واقع ہونے کی نابالغوں کا حصہ منقلب بمال ہو گیا اور اگر کسی نے ایک غلام کو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہے کہ اُس کے خون سے قاتل سے صلح کر لے اور یہ حکم بھی اتفاقی ہے پس امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس وجہ سے کہ اُس کو قصاص لے لینے کا اختیار ہے پس صلح کر کے قصاص ساقط کر دینے کا بھی اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس وجہ سے کہ امام مثل وصی کے ہے اور وصی کو صلح کرنے کا اختیار ہوتا ہے پس ایسا ہی امام کو بھی اختیار ہے اس وجہ سے اس میں عامہ مسلمین کے واسطے نفع ہے پس اگر اس کا صلح نامہ لکھنا چاہے تو اسی طور سے لکھے جیسا ہم نے بیان کر دیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

خرید کی گئی چیز میں باوجود عیوب جاننے کے صلح ہونا ☆

خریدی ہوئی چیز کے عیب سے صلح کرنے کی تحریر اس طرح ہے کہ گواہ لوگ گواہ ہوئے کہ فلاں و فلاں یعنی بائع و مشتری دونو نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلاں نے فلاں سے یہ غلام مسمیٰ فلاں ہندی جس کا یہ حلیہ ہے بعوض اتنے درم کے خریدا تھا اور دونوں میں باہمی قبضہ واقع ہو گیا پھر یہ مشتری اس غلام کے چنین و چناں عیب پر مطلع ہوا جس کو اُس نے خرید کے وقت نہیں دیکھا تھا اور نہ بائع نے اس کے عیوب سے بریت کر لی تھی پھر اس کے بائع سے بحالت موجودگی غلام کے بائع پر اس عیب کی نالش کی پس بائع نے اس عیب کا اقرار کیا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی اور ثمن میں سے حصہ عیب کی مقدار پر دونوں نے اتفاق کیا اور وہ اس قدر ہے پھر اس کے بعد دونوں نے اس عیب سے ثمن مذکور میں سے اس مقدار پر بدین شرط صلح کر لی کہ یہ بائع اس قدر اس مشتری کو بدین شرط دے کہ یہ مشتری اس عیب سے اس کو بری کر دے پس دونوں نے ایسا کیا اور باہم صلح صحیح کر لی اور اس مشتری نے اس بائع سے یہ عوض وصول کر لیا اور اس کو بری کر دیا پھر دونوں جدا ہوئے اور تحریر کو تمام کرے اور اس صلح نامہ کی دو نقلیں بائع اور مشتری کے واسطے تحریر کر دے مجہول سے معلوم پر صلح کرنے کی تحریر اس طرح لکھے کہ گواہ لوگ اس بات پر گواہ ہوئے کہ فلاں نے بیان کیا کہ اُس کے اور فلاں کے درمیان لین دین اور خلط ملط تھا اور اس کا اُس پر اس معاملہ میں کچھ مال نکلتا ہے جس کی مقدار نہیں معلوم ہے پس اس نے درخواست کی کہ اس سے کسی چیز پر صلح کر لے پس دونوں نے اتفاق کیا کہ اس سب سے اس قدر مال پر مصالحہ کیا اور اس نے بالمواجہ اس صلح کو قبول کیا پھر تحریر کو مثل مذکورہ سابق تمام کرے اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے اس واسطے کہ مجہول سے صلح کرنا امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے ہمارے اور نزدیک اگر عوض معلوم ہو تو جائز ہے۔ دعویٰ رقیت سے صلح کرنے کی تحریر اس طرح لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوئے کہ فلاں ابن فلاں نے زید ابن عمرو پر جو ایک شخص اپنے نسب سے مجہول ہے کہ سوائے اس کے نام کے اُس کے نسب سے وقوف نہیں ہوتا

ہے یہ دعویٰ کیا کہ یہ شخص بملک صحیح میرا مملوک ومرقوق ہے اور یہ میری تابعداری سے باہر ہو گیا ہے پس بحکم مملوکیت اس سے تابعداری اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ نے اس دعویٰ سے کسی چیز پر صلح کر لینے کی درخواست کی پس مدعی نے اس کو منظور کیا اور اس دعویٰ سے اس قدر مال پر بصلح صحیح صلح کی اور اس نے اس کو بالمواجہ قبول کیا اور تمام بدل پر مدعا علیہ کے اس کے دینے سے لے کر قبضہ کر لیا پس بعد اس صلح کے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر کچھ حق وخصومت ودعویٰ نہ رہا اور ایسی صورت میں اگر کسی حیوان پر جس کا وصف بیان کر کے اُس کے ذمہ قرار دیا ہو صلح کرنا جائز ہے اس واسطے کہ یہ مثل مال پر آزاد کرنے کے ہے اور اس میں ولاء نہ ہو گی اس واسطے کہ مدعا علیہ نے مملوک ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے بجائے تحریروں کے لکھے کہ بعوض ایک غلام ترکی جوان عیب سے پاک کے یا ایک باندی ترکیہ جوان عیب سے پاک کے صلح کی اور نیز اگر کپڑوں پر ان کا وصف بیان کر کے ذمہ قرار دے کر صلح کی تو بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں کپڑوں کی جنس اور مدت ادائے اور مقام ادائے بیان کر دے اور اگر دعویٰ نکاح سے مال پر صلح کی تو صلح نامہ اس طور سے لکھے کہ زید نے ہندہ پر دعویٰ کیا کہ ہندہ اُس کی جورو منکوحہ وحلالہ بنکاح صحیح ہے اور یہ زید کی فرمانبرداری سے قبل زید کے اس کے ساتھ دخول کرنے کے یا بعد دخول کرنے کے باہر ہو گئی ہے اور اس ہندہ پر طرح طرح کے مالوں میں سے چند چیزوں کا دعویٰ کیا اور ہندہ نے اس کے اس دعویٰ سے جو ہندہ کی جانب کرنا ہے انکار کیا اور اس سے درخواست کی کہ کسی چیز پر صلح کر لے پس اس نے درخواست کو منظور کر کے نکاح اور ان مالوں کے دعویٰ وخصومات سے اس قدر درموں پر بصلح صحیح مصالحہ کیا اور بقبول صحیح اس کو قبول کیا اور اس صلح کا سب معاوضہ ہندہ کے اس کو دینے سے لے کر بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اب اس زید کا ہندہ پر دعویٰ نکاح اور ان باتوں میں سے کسی چیز کا دعویٰ نہ رہا پس یہ صورت کتب سلف میں موجود ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس صورت کو باطل کر دیا ہے کیونکہ یہ نکاح کا عوض ہے یا بطریق باطل مال کا لینا ہے پس اس مسئلہ میں مختار یہ ہے کہ دعویٰ مال سے صلح کرے اور بدون درخواست کے طلاق دے دے اور اس کی تحریر کی صورت یہ ہے کہ زید نے ہندہ پر دعویٰ کیا کہ اُس نے میرے مال سے چنین وچنان مال پر قبضہ کیا ہے اور یہ میری جورو ہے اور یہ میری فرمانبرداری سے انکار کرتی ہے اور ہندہ نے اس سب سے انکار کیا پھر دونوں نے دعویٰ مالیہ اور خصومت مالیہ سے اس قدر درموں پر باہم صلح کی آخر تک تمام اس کے شرائط تحریر کرے اور لکھے کہ زید اس پر نکاح کا دعویٰ کرتا تھا اور وہ اس کے دعویٰ سے منکر ہے اور دوسرے مرد کے نکاح میں ہونے کا اقرار کرتی ہے اور دوسرا امر مذکور اس کے قول کی تصدیق کرتا ہے پس اس مدعی نے بدون درخواست ہندہ کے تنزہاً واحتیاطاً ہندہ کو ایک طلاق بائن دے دی پھر تحریر کو ختم کرے صورت دیگر تحریر صلح دعویٰ نکاح مع زیادتی دعویٰ حرمت از جانب عورت زید نے ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ میری زوجہ وحلالہ ہے اور اس سے میرا ایک لڑکا مسمی فلاں ہے اور یہ میری اطاعت سے باہر ہو گئی ہے اور اس نے ناحق عمرو سے اتفاق پیدا کیا ہے اور مطالبہ کیا کہ یہ عورت احکام نکاح میں اس کی اطاعت وانقیاد کرے۔

پس ہندہ نے جواب دیا کہ وہ اس کی جورو حلالہ تھی لیکن اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اس کے پاس سے سفر کر جائے اور ایک مہینہ غائب رہے تو اس پر طلاق ثلثہ واقع ہوں اور بدون اس کی اجازت کے اس شہر سے باہر نہ جائے گا حالانکہ اس نے بعد اس قسم کے بلا اجازت سفر کیا اور ایک مہینہ سے زیادہ غائب رہا پس قسم میں جھوٹا ہوا اور عورت مذکورہ اس پر بسہ طلاق حرام ہو گئی پھر اس کی عدت کے تین حیض گذر گئے پھر اس نے اس عمرو سے نکاح کیا اور اس عورت نے قاضی فلاں کے سامنے یہ حرمت گواہان عادل قائم کر کے ثابت کر دی درحالیکہ قاضی مذکور ضلع فلاں کا قاضی تھا اور اس کا حکم قضاء بروجہ واشہاد برقضائے مذکور جاری ہو گیا پھر ان دونوں میں اتنے پر صلح[1] واقع ہوئی پھر تحریر کو جس طرح ہم نے بیان کیا ہے ختم کرے۔ کذا فی الذخیرہ اگر دعویٰ ختان میں خطا واقع ہونے سے صلح

[1] اقول قول بعض مشائخ اس صورت میں بروجہ احسن واوضح جاری ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ

کر لی تو اس کی تحریر اس طرح ہے کہ زید بن عمرو نے در حالت جواز اقرار بہمہ وجوہ اقرار کیا کہ اس نے بکر بن خالد پر دعویٰ کیا تھا کہ اس نے میرے پسر مسمی شعیب کا جو پانچ برس کا لڑکا ہے اور وہ مجلس دعویٰ مذکور میں حاضر مشار الیہ تھا بدون اجازت اس کے والد مذکور کے ختنہ کیا اور استرہ سے اس کا حشفہ کاٹ ڈالا جس سے اس کے عضو کی منفعت بالکل زائل ہوگئی کہ اس کے عود کرنے کی بظاہر امید نہیں رہی ہے اور یہ منفعت احبال[1] و اعلاق و استمساک بول ہے اور اس کا پیشاب برابر جاری رہتا ہے منقطع نہیں ہوتا ہے اور اس پر حاذق جراحون و حجامون نے جو اس فن میں کامل مشہور ہیں اتفاق کیا کہ حتیٰ کہ اس پر دیت کاملہ بوجہ اس فعل موجود کے واجب ہوئی پس مدعی اس سے اس کے جواب کا مطالبہ قاضی فلاں کے حضور میں کرتا تھا اور یہ مدعا علیہ ختنہ کرنے کا مقر تھا اور اپنے فعل سے اس منفعت کے زائل ہونے سے منکر تھا بدین زعم کہ یہ منفعت اس کے فعل کے بعد کسی دوسرے سبب سے زائل ہوتی ہے پس ان دونوں میں خصومت دراز ہوئی اور والد صغیر مذکور سے اپنا دعویٰ اس مدعا علیہ پر ثابت کرنا متعذر ہو گیا پس خصومت کے تمادی و طول دینے سے صلح کرنا بہتر ہوا پس اس سے والد صغیر مذکور نے بولایت پدری اس دعویٰ سے اتنے وزن خالص چاندی کھری قابل سکہ ڈھالنے پر صلح کر لی اور بعد اس صلح کے اس صغیر کا اس مدعا علیہ پر کوئی دعویٰ و خصومت قلیل و کثیر میں باقی نہ رہی اور اس مدعا علیہ نے خطاباً اس کی تصدیق کی اور جس شخص کو علم میں مہارت و سمجھ ہو اس کے واسطے اس قدر کافی ہے کذا فی الظہیریہ۔

فصل بیزدہم ☆

قسمت کے بیان میں

متاخرین مشائخ اس طرح لکھتے ہیں کہ تحریر بدین مضمون ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے ہیں کہ فلاں و فلاں نے اقرار کیا کہ تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان مع اپنے حدود و حقوق و مرافق و زمین و عمارت و ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں اس کے واسطے اس کے حقوق سے ثابت ہوں ان سب میں مشترک تھا اور ان سب کے قبضہ میں تین تہائی یا جیسا ہو تھا کہ فلاں کا اس قدر و فلاں کا اس قدر و فلاں کا اس قدر پھر ان لوگوں نے اس کو ایک قاسم عادل کی تقسیم سے جس کو باہمی رضا مندی سے مقرر کیا اور اُس کی تقسیم کی اپنے اوپر اجازت دے دی تھی باہم تقسیم کرایا پس اس قاسم عادل نے اُن کی باہمی رضامندی سے بعدل و انصاف بقسمت تقویم[2] و اصلاح اس دار کو ان میں تقسیم کر دیا پس فلاں کے حصہ میں اس جانب کا آیا جو دروازہ سے اندر جانے والے کے داہنے[1] ہاتھ پڑتا ہے اور اس کا دروازہ بجانب مشرق ہے اور اس میں تین بیوت ہیں ایک بیت کا یہ نام اور دوسرے کا یہ نام اور ان دونوں پر دو غرفہ ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک صفہ ہے اور ان کے آگے صحن ہے جس کا طول ان گزوں سے جن سے فلاں شہر میں پیمائش کی جاتی ہے اتنے گز ہے اور عرض اتنے گز ہے اور فلاں کے حصہ میں اس دار میں سے دروازے سے اندر جانے والے کے بائیں ہاتھ کی جانب کا کنارہ آیا اور بطریق مذکورہ اس کو بھی مفصل بیان کر دے اور فلاں کے حصہ میں دروازہ سے اندر جانے والے کے سامنے کا کنارہ جو منتہائے دار ہے آیا اور نواحی ثلثہ میں سے ہر ایک ناحیہ کے حدود اربعہ یہ ہیں پس ناحیہ جانب راست کی ایک حد لزیق چنین الی آخرہ اور ناحیہ جانب چپ کی ایک حد متصل بچنین الی آخرہ اور جانب مقابل کی ایک حد ملازق چنین الی آخرہ ہے پس ہر ایک کے پورے حصہ میں وہ ناحیہ جو اس کے واسطے بیان ہوئی ہے مع اپنے سب حدود و حقوق کے آئی اور لکھ دے کہ اس دار کی دہلیز تقسیم سے نکال لی گئی ہے وہ تمام حصص مذکورہ کی گذرگاہ ہے ان سب میں مشترک ہے وجہ دیگر آنکہ اگر ہر ایک نے تقسیم سے اپنا دروازہ

---

[1] احبال حاملہ کرنا ۱۲ [2] تقویم ٹھیک کرنا و اصلاح و درست کرنا ۱۲

بڑے راستہ کی طرف یا راہ مشترک کی طرف پھوڑ لیا تو تحریر کر دے کہ وہ فلاں مقام پر ہے بنابریں تقسیم صحیح جائزہ کر لی جس میں فساد و خیار نہیں ہے اور ہر ایک نے اپنا تمام حصہ جو تقسیم میں اس کے حصہ میں آیا ہے اپنے اصحاب کے اس کو یہ سب خالی از منازع و مانع تسلیم کرنے سے اس پر قبضہ کر لیا اور اس تقسیم کی صحت و تمام ہونے کے بعد یہ سب اس قسمت کی مجلس سے بتفرق ابدان و اقوال جدا ہوئے بعد از انکہ ہر ایک نے اس سب کے دیکھ بھال لینے اور اس سے راضی ہو جانے کا اقرار کر لیا پس ان میں ہر ایک جو درک اس سب میں یا اس میں سے کسی قدر میں یا اس کے کسی حق میں لاحق ہوگا تو ہر ایک حصہ دار پر وہ واجب ہوگا جو مقتضائے شرع ہے اور ہر ایک کے واسطے اس حصہ میں جو دوسرے کے حصہ میں آیا ہے کوئی حق و دعویٰ و مطالبہ نہیں ہے اور بعد اس کے جو کوئی ان میں سے کچھ دعویٰ کرے تو وہ مردود و باطل ہے اور سب نے اپنے اوپر اس امر کے گواہ کر لئے الی آخرہ کذا فی المحیط۔ تقسیم چہار پایاں۔ گواہان مسمیان آخر تحریر الی آخرہ سب اس امر کے گواہ ہوئے کہ فلاں و فلاں و فلاں نے ان کے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر سبھوں نے جو بطوع خود بحالت صحت ابدان و قیام عقول و جواز تصرفات کے کیا ہے ان سب کو گواہ کر لیا کہ ان کا باپ فلاں مر گیا اور اس نے چنین و چنان گھوڑے ان سب میں میراث مشترک چھوڑے اور ان کے سوائے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور یہ سب ان سب کے درمیان موروثی ہو گیا کہ برابر تین تہائی و مشترک ہوا اور ان کی عمر بن و رنگ مختلف ہیں از انجملہ [1]جذاع اس قدر ہیں و ثنیہ اس قدر ہیں و قوارح اس قدر ہیں ان سب کے شیات [(1)] بیان کر دے۔

فریقین کی باہمی رضامندی سے قرعہ ڈالنے کا بیان ☆

پس ان وارثوں نے اپنے درمیان ان کی تقسیم کر لینی چاہی حالانکہ یہ ایسی میراث ہے کہ جس پر کچھ قرضہ نہیں ہے اور نہ وصیت ہے پس ان سب کو حاضر لائے و بعدل و انصاف ان کی قیمت انداز کرائی۔ پس ان کی قیمت اس قدر ٹھہری پھر بدون ظلم و غبن کے بعدل و انصاف ان کے حصہ لگائے پس فلاں کے حصہ میں یہ آیا ہے اور فلاں کے حصہ میں یہ آیا جس کے دانت ایسے اور قیمت اس قدر ہے اور فلاں کو جو اس کے حصہ میں آیا ہے وہ اس کے نصیب مشاع مسمّی مذکورہ تحریر ہذا میں اس تقسیم مذکورہ سے ملا ہے اور ہر ایک نے اپنا نصیب پورے ترکہ میں سے جان لیا اور جو کچھ بعد تقسیم کے اس کے حصہ میں پڑا ہے اس کو جان پہچان لیا اور یہ بعد اس کے واقع ہوا کہ سبھوں نے باہمی رضامندی سے قرعہ ڈالا ہے اور اگر سبھوں نے باہمی رضامندی سے قرعہ ڈالا ہو تو اس کے لکھنے سے سکوت کرے اور ہر ایک نے تمام وہ حصہ جو تقسیم میں اس کے حصہ میں آیا ہے اپنے دوسرے [2]شریکوں کے اس کو تمام و کمال بدون مانع و منازع کے سپرد کرنے سے لے کر اُس پر قبضہ کر لیا اور ہر ایک نے دوسرے کو اپنے ہر دعویٰ و خصومت و مطالبہ سے اس سب میں بری کر دیا اور اقرار کیا کہ اس سب میں اس کا کوئی و دعویٰ بجانب شریکوں کے یا کسی شریک کے باقی نہیں رہا اور ہر گاہ وہ کچھ دعویٰ کرے تو باطل و مردود ہوگا اور سب حصہ دار راضی برضا بتفرق ابدان و اقوال متفرق ہوئے پس جو کچھ درک ان حصہ داروں میں سے کسی اس میں یا اس میں سے کسی قدر میں لاحق ہو تو اس کے شریکوں پر اس کو وہ تسلیم کرنا واجب ہوگا جو مقتضائے شرع ہے اور سبھوں نے اپنے اوپر اس بات کے گواہ کر لئے آخر تک بدستور و اونٹوں و گاؤں و بکریوں وغیرہ کی تقسیم کی تحریر بھی اسی طور سے ہے اور ہر ایک کے ساتھ اس کے شیات والوں وصفات بیان کر دے۔ رقیق یعنی غلام و باندی سوا امام اعظمؒ ان کی تقسیم میں خیر نہیں جانتے ہیں یعنی کروہ جانتے ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے۔ پس اگر قاضی نے اس پر جبر کیا اور اپنا حکم قضا ایک مسئلہ مختلف فیہ سمجھ کر حکم دیا تو اجماعی ہو جائے گا پس

[1] جذاع سہ سالہ اور ثنیہ دو سالہ اسی ترتیب سے ۱۲ [2] یعنی دوسرے شرکاء کے سپرد کرنے سے قبضہ میں لیا تمام و کمال ۱۲

(۱) جیسے انسان میں حلیہ ہوتا ہے ویسے ہی جانوروں میں شیہہ ہوتا ہے ۱۲

اس کے تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ وہ تحریر ہے کہ گواہ ہونے تا ابن قول کہ اور ان کے باپ نے چندیں باندیاں و چندیں غلام چھوڑے ان میں سے ایک غلام کا نام یہ ہے اور اس کی صفت و حلیہ یہ ہے اور دوسرے کا چنین و چنان ہے سب کا بیان کر دے اور ایک باندی کا نام و حلیہ وصف چنین و چنان اور دوسری کا علیٰ ہذا القیاس اور یہ غلام بالغ ہو گئے اور یہ باندیاں بالغہ ہو گئی ہیں پس ان سبھوں نے باہمی رضامندی سے ان کی تقسیم چاہی یا لکھے کہ قرعہ ڈال کر چاہی یا لکھے کہ سبھوں نے قاضی کے حضور میں مرافعہ کیا یا لکھے کہ پس ایک نے قاضی فلاں سے مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ باقی وارثوں پر تقسیم کے واسطے جبر کرے اور یہ قاضی اس کو جائز جانتا تھا پس اس نے ان کو اس تقسیم پر مجبور کیا اور فلاں کو بھیجا جس نے ان کو بانصاف اندازہ کیا پس ان کی قیمت اس قدر آنکی گئی اور یہ تقسیم ان لوگوں میں قرعہ سے تھی پس اس نے ان میں قرعہ ڈالا پس فلاں کو چنین پہنچا اور فلاں کو چنان پہنچا اور اگر یہ غلام و باندیاں ان لوگوں میں سوائے میراث کے بوجہ مشترک خرید وغیرہ کے مشترک ہوں تو اس کو بیان کر دے اور اگر میراث میں امتعہ ہوں یا ظروف ہوں یا کیلی یا وزنی چیزیں ہوں تو اسی قیاس پر جو اوپر مذکور ہوا ہے تحریر کرے لیکن مثلی میں قیمت تحریر نہ کرے اور اگر میراث میں چند انواع و اقسام کا مال ہو تو اس کے تقسیم کی تحریر اس طرح ہے یہ یہ تحریر بدین مضمون ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہیں تا این قول کہ ان کا یہ باپ جس کا نام اس تحریر میں مذکور ہوا ہے مر گیا اور اس نے چند اقسام کا مال ان لوگوں میں تین تہائی میراث چھوڑا پس حیوانات میں خیل اس قدر جس میں عربی گھوڑے اتنے جن کا سن و شیہ یہ ہے اور باقی چنین و چنان اور اہل اتنے جس میں سے اونٹ اتنے اور اونٹنیاں اتنی اور خچروں کو بھی اسی طور پر تحریر کرے اور گدھے اتنے اور گائیں اتنی اور بکریاں اتنی ان سب کے شیات وغیرہ بیان کر دے اور عقارات اتنے ان کے مواضع و حدود بیان کر دے اور اراضی و دکانوں کو بھی اسی طرح بیان کر دے اور فروش اتنے اور ظروف چنین و چنان سادے رسمی کپڑے اتنے اور نقود چنین و چنان یہ سب ترکہ چھوڑا اور وارثوں میں یہی تین پسر چھوڑے اور اس کا ترکہ ان سب میں تین تہائی ہوا اور اگر اس نے مختلف حصص کے وارث چھوڑے مثلاً مادر و پدر و دو پسر و ایک دختر و ایک زوجہ اور ان کے مثل تو لکھے کہ اور وارثوں میں مادر و پدر فلانہ و فلاں و جورو مسماۃ فلانہ و دو پسر فلاں و فلاں و ایک دختر مسماۃ فلانہ چھوڑی اور یہ سب مال ان سب میں فرائض اللہ تعالیٰ میراث ہوا کہ جورو کے واسطے آٹھواں حصہ و مادر و پدر کے واسطے دو چھٹے حصے اور باقی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ہوا پس اصل فریضہ چوبیس سہام سے اور اس کی تقسیم ایک سو بیس سہام سے ہوئی جس میں جورو کو (۱۵) اور والدین کو (۴۰) ہر ایک کو بیس بیس اور ہر پسر کے واسطے (۲۶) اور دختر کے واسطے (۱۳) سہام ہوئے اور تمام یہ ترکہ ایسے لوگوں کے اندازکرنے سے جن کو آنکنے کا ملکہ ہے انداز کرایا گیا تو دو ہزار چار سو درم کا ہوا جس میں سے جورو کے واسطے تین سو درم اور باپ کے واسطے (۴۰۰) چار سو درم اور ماں کے واسطے بھی اسی قدر اور ہر پسر کے واسطے پانچ سو بیس اور دختر کے واسطے دو سو ساٹھ درم ہوئے پس جورو کے اس کے حصہ کے عوض تمام وہ دار جو فلاں مقام پر واقع ہے دے دیا گیا اور باپ کو تمام باغ انگور واقع موقع فلاں دے دیا گیا اور علیٰ ہذا القیاس باقیوں کو آخر تک تحریر کرے کذا فی الذخیرہ۔

اگر میراث میں حیوانات کے اعیان و صفات سبھوں نے پسند کیا کہ باہم اس کو رضامندی کے ساتھ تقسیم کر لیں بعد ان سب کے ان حیوانات کے اعیان و صفات و قیمت کی معرفت و ان کو دیکھ لینے و نظر کر لینے اور اس سب سے واقف ہو جانے کے مع عورت کے مہر و عدت کے نفقہ کے لگا کر تقسیم کیا اور حال یہ ہے کہ یہ میراث ان لوگوں کو ہر طرح کے قرضہ و وصیت سے خالی حاصل ہوئی پس ان سبھوں نے اس کو باہم تقسیم کیا پس فلاں کو اس کے تمام حصہ میراث میں چندیں درم اور تمام گھوڑا مسمی چنین و تمام چنان حاصل ہوا اور فلاں کو اس کے تمام حصہ میراث میں تمام چنین و تمام چنان حاصل ہوا علیٰ ہذا القیاس یہ سب تقسیم ان کی باہمی رضامندی بقسمت صحیحہ

جائزہ نافذہ ان کے درمیان جاری ہوئی اور کبھی ایسی صورت میں ایسا کرتے ہیں کہ گھوڑوں کی ایک قسم صحیح قرار دیتے ہیں اور علیٰ ہذا پس لکھے کہ انہوں نے گھوڑوں کی ایک قسم صحیح قرار دی اور اونٹوں کی ایک قسم اور گاؤں کی ایک قسم اور باہم راضی ہوئے کہ یہ سب ان میں قرعہ ڈال کر بانٹ دیا جائے پس سب نے اپنے درمیان قرعہ ڈالا پس فلاں کو چنان پہنچا اور فلاں کو چنان علیٰ ہذا اور ہر ایک کو جو کچھ پہنچا ہے اس نے بتسلیم صحیح از جانب دیگران اس پر قبضہ کرلیا اور ہر ایک نے بریت کر دی کہ اس نے تمام اپنا حصہ ترکہ وصول پایا اب اس کا اپنے شریکوں میں سے کسی کی جانب کچھ نہیں رہا اور اس نے ہر دعویٰ سے اس ترکہ میں بریت کر دی اور اس ترکہ میں کسی کا کچھ قرضہ نہ تھا اور اس میں سے کچھ کسی پر قرضہ نہ تھا اور اگر کبھی وہ اس کی بابت کچھ اس پر دعویٰ کرے تو باطل و مردود ہوگا اور سب متفرق ہوئے اور سب نے ایک دوسرے کے واسطے درک کی ضمانت کر لی اور گواہ کر لئے اور تحریر کو تمام کرے اور ایک جماعت مشائخ کے نزدیک یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول کے خلاف ہے کہ اصناف مختلفہ میں قرعہ ڈال کر تقسیم نہیں جائز ہے اس واسطے کہ تقسیم مثل بیع کے ہے اور بیع بشرط قرعہ ڈالنے کے مثل کنکری پھینکنے وغیرہ کے ہے پس چاہئے کہ ایسی تقسیم کے آخر میں حکم حاکم لاحق کیا جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر وارثوں کے درمیان تقسیم واقع ہو اور بعض ان میں سے غائب ہو تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوئے تا این قول کہ فلانہ عورت مرگئی اور اُس نے وارثوں میں سے ایک شوہر غائب مسمی فلاں بن فلاں اور ایک پسر صغیر مسمی فلاں بھی چھوڑا اور ترکہ میں چنین و چنان مال جس کی قیمت اندازہ کرنے سے اس قدر ہوئی ہے چھوڑا اور فلاں شخص بطریق نظر شرعی کے از جانب فلاں حاکم اس غرض سے نائب مقرر ہوا کہ ترکہ مقسومہ میاں وارثان میں سے حصہ غائب پر قبضہ کرلے اور اس کے حاضر ہونے تک اس کی حفاظت کرے اور ترکہ ان وارثوں میں بفرائض اللہ تعالیٰ تقسیم کیا گیا اور بقسمت صحیحہ تمام محدود واقع موقع فلاں اس شوہر غائب اور اس صغیر مذکور کے حصہ میں آیا اور فلاں غائب کے حصہ میں تمام چنین و چنان آیا پس اس نائب نے حصہ غائب مذکور بحکم نیابت مذکورہ بطوع صحیح اپنے قبضہ میں کرلیا اور یہ بتاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں واقع ہوا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

فصل نوزدہم ☆

ہبات وصدقات کے بیان

اہل شروط نے ہبہ وصدقہ کی ابتدا تحریر کرنے میں اختلاف کیا ہے پس امام ابو حنیفہؒ و ان کے اصحاب اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلاں بن فلاں بخاری کی ہے اور شیخ یوسف بن خالد لکھتے ہیں کہ یہ تحریر اس کی ہے کہ ہبہ کیا فلاں بن فلاں نے اور طحاوی لکھتے تھے کہ ہذا ما وہب فلاں بن فلاں اور متاخرین اہل شروط اسی طرح لکھتے ہیں جس طرح امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہذا ما وہب فلاں بن فلاں انہ وہب من فلاں اور امام محمد ہبہ وصدقہ میں ہبہ محوزہ[1] وصدقہ محوزہ نہیں (۱) لکھتے ہیں اور عامہ اہل شروط اس کو لکھتے ہیں اور اس کا لکھنا ضروری ہے اس واسطے کہ ہبہ بدون اس کے کہ مقبوضہ محوزہ ہو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے جبھی جائز ہے کہ جب مقبوضہ محوزہ ہو حتیٰ کہ جو چیز محتمل قسمت ہے اس میں ہبہ مشاع ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے بخلاف قول امام شافعی کے اور صحت ہبہ وصدقہ کے واسطے عامہ علماء کے نزدیک قبضہ شرط ہے بخلاف قول ابراہیم نخعی کے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر صدقہ کا اعلام کر دیا تو جائز ہے اگرچہ اُس پر قبضہ نہ ہوا ہو اور لکھے کہ یہ ہبہ صحیحہ جائزہ پھر اس کے بعد دیکھنا چاہئے کہ اگر ایسا ہبہ جس سے ہبہ کرنے والا رجوع نہیں کر سکتا ہے جیسے جورو وخاوند میں سے ایک نے دوسرے کو ہبہ کیا یا اپنے ذی رحم محرم میں سے کسی کو ہبہ کیا جیسے بالغ پسر یا بالغہ دختر یا اپنی ماں یا بھائی یا بھائی کے بیٹے

[1] محوزہ جوز و حیازت گھیر کر جمع کرنا ۱۲ (۱) مجموعہ اپنے تصرف میں کیا ہوا ۱۲

یا اپنی بہن کو ہبہ کیا یا نوافل مشیر کو یا دادا یا دادی یا چچا یا پھوپھی یا ماموں یا خالہ کو ہبہ کیا تو ایسی صورت میں بعد لکھنے ہبہ صحیحہ جائزہ کے لکھے تبتۃً وتبلتۃً یعنی قطعی ہے اور اس ہبہ سے واہب رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسا ہبہ ہو جس سے رجوع کر سکتا ہے تو فقط تبتۃً وتبلتۃً لکھے اور اس سے زیادہ نہ لکھے اور شرح شروط الاصل میں لکھا ہے کہ ایسی صورت میں تبتۃً وتبلتۃً کا لفظ بھی نہ لکھے صورت تحریر ہبہ بنا بر اختیار متاخرین کے یہ ہے کہ یہ تحریر ہبہ فلاں بر ابن فلاں ہے کہ فلاں نے اس کو تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلاں واس کے حدود بیان کر دے پس اس واہب مذکورہ تحریر ہذا نے اس موہوب لہ مذکورہ تحریر ہذا کو تمام یہ دار محدودہ مذکورہ مع اس کے تمام حدود وحقوق وزمین و عمارت وسفل وعلو مع اس کے ستون و ہر قلیل وکثیر کے جو اس میں اس کے حقوق سے ہے اور مع ہر چیز کے جو اس میں داخل اس کے حقوق سے ہے اور مع ہر چیز کے جو اس سے خارج اس کے حقوق سے ہے ہبہ کیا بہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقسومہ فارغہ جس میں کسی طرح فساد نہیں (۱) ہے بدون شرط عوض کے براہ صلہ وتبرع از واہب بحق موہوب لہ نہ بر سبیل تلجیہ ومواعدہ ہبہ کیا اور اس ہبہ کو اس موہوب لہ نے بالمواجہہ اس مجلس ہبہ میں قبول کیا اور اس مجلس ہبہ میں اس موہوب لہ نے اس پر ایسی حالت میں قبضہ کیا کہ اس واہب نے یہ تمام اس کو ہر مانع وشاغل ومنازع سے خالی اس کے سپرد کر کے اس کے قبضہ پر موہوب لہ کو مسلط کر دیا پس یہ دار مذکورہ اس موہوب لہ کے قبضہ میں بسبب اس ہبہ مذکورہ کے ہے اور ہبہ نامہ وصدقہ نامہ میں یہ نہیں لکھے گا کہ دونوں مجلس عقد سے بتفرق ابدان متفرق ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر موہوب باغ انگور ہو☆

چاہے اس طرح تحریر کرے کہ فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُس نے فلاں کو تمام دار مشتملہ بیوت اس کے حدود بیان کر دے ہبہ کیا بایں طور کہ اس کو بہبہ صحیحہ جائزہ الی آخرہ یہ تمام دار مذکور مع اس کے حدود وحقوق کے آخر تک بدستور مذکور کو لکھے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر موہوب باغ انگور ہو تو لکھے کہ مع اس کے سب حدود وحقوق وعمارت واشجار مثمرہ وغیرہ مثمرہ ودرختان انگور و پودے واو ہاط[1] و اعراس وانہار وسواقیہ وشرب مع اس کے مجاری ومسائل کے جو اس کے حقوق سے ہے سب ہبہ کیا اور اگر درختوں پر پھل موجود ہوں یا کسی درخت پر ایسے پتے ہوں جن کی قیمت ہوتی ہے جیسے فرصاد کے پتے تو اس کا ذکر کر دینا ضروری ہے اس واسطے کہ بدون ذکر کے داخل نہ ہوں گے اور نہ داخل ہونے کی صورت میں ہبہ فاسد ہوگا اس واسطے کہ وہ صحت تسلیم سے مانع ہوں گے اور اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلاں برائے فلاں بشرط عوض ہے جو اس میں مذکور ہے کہ فلاں نے اس کو تمام دار واقع موقع فلاں محدود بحدود چنین وچنان بہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ جس میں رجوع نہیں ہے بدین شرط ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس کو تمام باغ انگور واقع موقع فلاں محدودو بحدود دو چنین وچنان تعویض جائز نافذ محوز مفرغ مقبوض جس سے رجوع نہیں ہے عوض دے پس موہوب لہ نے جس کو دار ہبہ کیا ہے۔ اس دار کے ہبہ کو بدین شرط مذکور قبول کیا اور دونوں میں سے ہر ایک نے جو چیز اس کے واسطے اس ہبہ وتعویض مذکور کی وجہ سے ہوگئی ہے دوسرے کے یہ سب اس کو خالی از موانع تسلیم دے کر مسلط[2] کرنے سے اپنے قبضہ میں کر لی پس تمام یہ دار بوجہ اس ہبہ کے واسطے اس فلاں کے ہوا اور تمام یہ باغ انگور بوجہ تعویض مذکور کے اس فلاں کا ہوا اور دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے جو چیز اس کے قبضہ میں اس ہبہ وتعویض مذکور سے ہوگئی ہے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے دونوں نے اس سب کا اقرار کیا اور دونوں نے اپنے اقرار پر ان لوگوں کو گواہ کر دیا جنہوں نے اپنا نام اس تحریر کے آخر میں ثبت کیا ہے اور یہ تاریخ فلاں از ماہ فلاں سنہ فلاں واقع ہوا واللہ تعالیٰ

[1] وہط زمین پست وگڈھے کو کہتے ہیں جیسے غار وکھتے یا ہمہ پست وبلند ۱۲ اعبد [2] یعنی مسلط کیا کہ اس پر قبضہ کر لے پس دینا اور مسلط کرنا دونوں لکھے ۱۲

(۱) یعنی ہبہ فاسد نہیں ہے ۱۲

اعلم اور اگر ہبہ بدون شرط عوض کے ہو لیکن موہوب لہ نے واہب کو اس کے ہبہ کا عوض دیا تو یوں لکھے کہ یہ تحریر اس عوض کی ہے جو فلاں نے فلاں کو اس کے دار کے بدلے میں دیا ہے جو اس نے اس کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور اس کی بابت دونوں نے ایک تحریر لکھی ہے جس کی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پس ہبہ نامہ کو اوّل سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ پھر اس موہوب لہ فلاں نے اس فلاں واہب کو اس کے اس ہبہ کے عوض یہ مال دیا اور واہب مذکور نے اس کی طرف سے قبول کر کے اس کے سپرد کرنے سے اس پر قبضہ کر لیا پس اس واہب کو اس موہوب میں رجوع کرنے کا اختیار نہ رہا اور اس موہوب لہ کو اس عوض میں جو اس نے دیا ہے رجوع کرنے کا اختیار بھی نہیں رہا اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا اور اگر موہوب ایسی چیز ہو جو قابل قسمت نہیں ہے اور اس میں سے کسی قدر مشاع ہبہ کی گئی جیسے رقیق و حیوان و موتی وغیرہ تو اس کا ہبہ بلا خلاف جائز ہے اور لکھے کہ یہ تحریر یہ فلاں برائے فلاں ہے کہ اس نے فلاں چیز کے دو سہام میں سے سہم واحد مشاع اور وہ نصف ہے آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے اور اگر قابل قسمت چیز میں سے نصف مشاع مثلاً ہبہ کیا جیسے اراضی و باغ انگور و دار وغیرہ تو ہمارے نزدیک اس کا ہبہ فاسد ہے بخلاف قول امام شافعی کے ان کے کہ نزدیک جائز ہے پس اگر ایسے ہبہ کی تحریر لکھے تو اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کر دے کہ فلاں نے حکام مسلمین میں سے بعد خصومت معتبرہ کے جو اس کے سامنے ان دونوں متعاقدین کے درمیان واقع ہوئی ہے اس ہبہ کی صحت کا حکم دے دیا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا دار دو آدمیوں کو ہبہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک خواہ مساوی ہبہ کیا ہو یا بہ تفاوت ہبہ کیا ہو جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مساوی ہبہ کیا تو جائز ہے اور اگر بہ تفاوت ہبہ کیا تو نہیں جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں طرح جائز ہے اور اس کی تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر ہبہ فلاں برائے فلاں و فلاں ہے کہ اس نے تمام دار مشتملہ بیوت و حجرات واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان مع اس کے سب حدود و حقوق کے الیٰ آخرہ بصفقۂ واحدہ نصفا نصف دونوں کو ہبہ جائزہ نافذہ محوزہ[1] مقبوضہ ہبہ کیا اور دونوں نے ایک ساتھ اس سے اس دار محدودہ مذکورہ کا ہبہ قبول کیا اور دونوں نے ایک ساتھ اس دار محدودہ مذکورہ پر اس واہب کے اس کو ان دونوں کو سپرد کرنے اور دونوں کو اس پر مسلط کرنے سے مجلس ہبہ میں قبضہ کر لیا۔ پس یہ دار بحکم اس ہبہ کے ان دونوں کے قبضہ میں دونوں میں نصفا نصف مملوک ہے اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے۔

اگر دو آدمیوں نے ایک دار بصفقہ واحدہ ایک شخص کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلاں و فلاں برائے فلاں ہے کہ دونوں نے اس کو تمام وہ چیز ہبہ کی جس کی نسبت دونوں نے بیان کیا ہے کہ یہ ہماری آدھی آدھی یا برابر یا تین تہائی مملوک ہے کہ تہائی فلاں کی اور دو تہائی فلاں کی ہے اور یہ چیز تمام دار واقع مقام فلاں ہے اس کو بہبہ صحیحہ محوزہ مقبوضہ دونوں نے ہبہ کیا اور موہوب لہ نے ان دونوں مجموع سے یہ ہبہ قبول کیا اور دونوں سے لے کر اس دار مذکورہ پر اس طرح قبضہ کیا کہ دونوں نے ایک بارگی یہ دار مذکور اس کو سپرد کیا اور اس پر قبضہ کرنے پر مسلط کیا اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا اور اگر کسی نے کسی صغیر اجنبی کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلاں برائے صغیر فلاں بن فلاں ہے کہ اس کو یہ چیز بہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ ہبہ کی اور اس صغیر کے باپ فلاں بن فلاں نے یہ ہبہ واسطے اپنے صغیر پسر مذکور کے بولایت پدری قبول کیا اور اگر اس صغیر کا باپ نہ ہو ماں ہو تو لکھے کہ اس صغیر کی ماں فلانہ نے یہ ہبہ اپنے اس صغیر کے واسطے جو اس کی پرورش میں ہے اور اس کا باپ مر گیا ہے اور اس کا کوئی وصی نہیں ہے قبول کیا اور اگر صغیر کی ماں بھی نہ ہو اور وہ اپنے چچا یا ماموں کسی قریب کی پرورش میں ہو تو لکھے کہ صغیر کے چچا فلاں نے یا ماموں فلاں نے صغیر کے واسطے یہ ہبہ قبول کیا اور حال یہ ہے کہ اس کا باپ نہیں ہے اور نہ وصی ہے جو اس کے امور کا متولی ہو اور اگر صغیر مذکور عاقل ممیز ہو تو لکھے کہ اس صغیر نے یہ ہبہ قبول کیا درحالیکہ وہ عاقل ممیز ہے اور اس کا باپ مر گیا ہے اور اس کا کوئی وصی نہیں ہے جو اس کے امور کا متولی ہو اور نہ اس کا

[1] اقول اسی طرح نسخہ میں ہے اور اس میں تامل یہ ہے کہ حیازت و اشاعت جمع ہونے کے کیا معنی ہیں شاید کل محوز ہو ۱۲

کوئی ایسا قریب ہے جس کی پرورش میں ہوا اور اس موہوب لہ نے یہ مال ہبہ اس واہب کے اس کو خالی از مانع ومنازع سپرد کرنے سے اپنے قبضہ میں کر لیا اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا اگر کسی شخص نے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلاں واسطے اپنے فرزند صغیر فلاں کے ہے کہ اس کو تمام دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود و چنین و چنان الیٰ آخرہ یہاں تک کہ قبضہ کا ذکر آئے تو لکھے کہ اس باپ نے اس صغیر کے واسطے یہ سب بولایت پدری اپنی ذات سے لے کر قبضہ کر لیا اور امام نجم الدین نسفیؒ نے اپنے شروط میں باپ کا قبضہ کرنا ذکر کیا ہے اور امام محمدؒ نے شروط الاصل میں باپ کا قبضہ ذکر نہیں کیا ہے اور شیخ نے فرمایا کہ اس واسطے ذکر کر دیا جائے کہ ہبہ باپ کے قبضہ میں ہے اور باپ کا قبضہ صغیر کے قبضہ کا نائب ہوگا اور ہبۃ الاصل میں فرمایا کہ یہ صورت اور قبضہ اس واسطے ہوتا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ کیا ہبہ کیا ہے اور اسی طرح امام محمدؒ نے اس ہبہ میں باپ کا قبول کرنا بھی ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ آدمی جو کچھ اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے اس میں قبول شرط نہیں ہے۔ شفیع نجم الدین نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ماں نے ہبہ کیا اور باپ مر چکا ہے تو قبضہ ماں کا ذکر کرے اور کتابت کی یہی صورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر ایک شخص نے اپنا قرضہ قرض دار کے سوائے دوسرے کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ زید برائے عمرو ہے کہ زید نے عمرو کو اپنا تمام قرضہ جو اس کا بکر پر آتا ہے جس کی بابت بتاریخ فلاں بگواہی فلاں وفلاں دستاویز لکھی ہے یہ سب قرضہ اس کو بہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو کو مسلط کر دیا کہ بکر سے اس کا مطالبہ کرے اور اس کی بابتہ اس سے مخاصمہ کرے اور اگر وہ منکر ہو تو اس کو اس پر ثابت کرے اور اپنے واسطے اس کو اس سے یا اس شخص سے جو ادائے قرضہ مذکور میں بکر کے قائم مقام ہو وصول کر لے اور عمرو نے یہ ہبہ اور تمام وہ امور جو اس کی طرف اس ہبہ نامہ میں مسند کئے گئے ہیں قبول کئے اور اگر قرض دار کو قرضہ ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ ہبہ فلاں برائے فلاں ہے کہ اس کو اپنا تمام قرضہ جو اس پر آتا ہے اور وہ اس قدر ہے بہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور فلاں نے اس سے یہ ہبہ بقبول صحیح قبول کیا اور اگر عورت نے اپنا مہر اپنے خاوند کو ہبہ کیا تو لکھے کہ فلانہ عورت نے اپنا تمام مہر جو اس کا اس کے شوہر فلاں پر ہے اور وہ اس قدر ہے بہبہ صحیحہ بطور صلہ و مراعات حق شوہری بدون شرط عوض کے ہبہ کیا اور اس کو اس سے بابراء صحیح بری کیا پس اس نے اس عورت کا یہ ہبہ اور یہ ابراء بالمواجہہ قبول کیا اور عورت مذکورہ کا اس شوہر پر بعد اس ہبہ وابراء کے اس مہر میں سے کچھ قلیل و کثیر نہیں رہا پس اگر بعد اس کے کبھی اس میں سے کچھ دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ باطل ومردود ہوگا پس شیخ نجم الدین نے اپنے شروط میں اس کی تحریر اسی طریق سے لکھی ہے اور جس پر قرضہ ہے اس کا ہبہ قبول کرنا شرط کیا ہے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور ایسا ہی واقعات ناطفی میں مذکور ہے اور عامہ مشائخ نے شرح کتاب الکفالت اور شرح کتاب الہبتہ میں ذکر کیا کہ قرضہ اسی قرض دار کو ہبہ کرنا بدون قبول کے تمام ہو جاتا ہے اور یہ سب حق اصیل میں ہے اور حق کفیل میں بالاتفاق یہ بات ہے کہ جو قرضہ اس پر ہے اگر اس کو ہبہ کیا تو بدون قبول کے ہبہ تمام نہ ہوگا اور اگر اپنا دار یا اور کوئی چیز کسی فقیر کو صدقہ دے تو لکھے کہ یہ تحریر تصدیق فلاں برفلاں ہے کہ اپنا پورا دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان مع اس کے حدود وحقوق کے بصدقہ صحیحہ جائزہ نافذہ اس کو صدقہ دے دیا جس میں فساد نہیں ہے اور نہ رجعت ہے اور نہ شرط عوض ہے خالصتہً لوجہ اللہ تعالیٰ وطلب رضائے اوتعالیٰ و بامید ثواب وخوف عقاب صدقہ دے دیا ہے اور اس متصدق علیہ نے تمام اس دار محدودہ پر بحکم صدقہ مذکورہ اس متصدق کے سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور ہم نے متصدق کے سپرد کرنے سے متصدق علیہ کا قبضہ کرنا شرط کیا اسی وجہ سے جو ہم نے ہبہ کی صورت میں بیان کر دی ہے پھر لکھے کہ بعد اس صدقہ و سپرد کرنے کے اس متصدق کا اس میں کوئی حق و دعویٰ وخصومت ومطالبہ کسی وجہ سے نہیں رہا اور بعد اس کے اگر کبھی یہ متصدق اس میں کوئی دعویٰ کرے تو وہ باطل ومردود ہوگا آخر تک کذافی الذخیرہ پس صدقہ کی صورت میں وہی تحریر کرے جو ہبہ میں تحریر کرتا ہے اس قدر زیادہ لکھے کہ

خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ وطلب رضائے اوتعالیٰ وامید ثواب الٰہی کذا فی الظہیر یہ۔

فصل بستم ☆

وصیت کے بیان میں

وصیت و معنی ہبہ وصدقہ ہے اس واسطے کہ وصیت یا تو فقیر کے واسطے ہوگی یا غنی کے واسطے ہوگی۔ پس اگر فقیر کے واسطے ہوتو بمعنی صدقہ ہوئی اور اگر غنی کے واسطے ہوگی تو بمعنی ہبہ ہوگی پس اس میں دونوں کے ساتھ لاحق کی جائے گی پس ہم کہتے ہیں کہ اگر وصیت کی تحریر لکھنی چاہی تو اس کا طرز وہی ہے اور امام اعظمؒ نے ایک شخص کو جس نے اس کی درخواست کی تھی بالبداہۃ لکھوادیا تھا اور وہ یہ ہے۔ بسم[1] اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر[2] اس کی ہے کہ جس کی وصیت کی کہ فلاں بن فلاں نے اور وہ شہادت دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له لم يلد ولم يو لد ولم يتخذ صاحبة ولا ولد اولم يكن له شريك في الملك ولم يكن له ولي من الذل وهو الكبير المتعال وان محمداً عبده ورسوله وامينه على وحيه وان الجنة حق و ان النار حق و ان الساعة آية لاريب فيها وان الله يبعث من في القبور مبتهلا الى الله تعالى ان يتم عليه في ذلك نعمته وان لا يسلبه ماوهب له فيه وما امنن به عليه حتى تيوفاه اليه فان له الملك وبيده الخير وهو على كل شيءٍ قدير۔ اس فلاں نے اپنی اولاد واہل و قرابت و برادری کو اور جو اس کے حکم کی اطاعت کرے اس چیز کی وصیت کی جس کی حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے فرزندوں کو وصیت کی تھی کہ اے میرے بیٹو البتہ اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہے تمہارے واسطے دین کو پس ہرگز نہ مرنا تم الاّ درحالیکہ تم مسلمان ہو اور ان سب کو وصیت کی اللہ تعالیٰ نے جیسا ڈرنا چاہئے ہے اس طرح ڈریں اور اپنے پوشیدہ ظاہر معاملات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اپنے قول میں اور اپنے فعل میں سب میں اور اس کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کریں اور اس کی نافرمانی سے دور رہیں اور دین کو اچھی طرح قائم رکھیں اور اس میں متفرق ومختلف نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و اس کے حکم کے ساتھ تمسک سے باز نہ رہیں اور فلاں نے اقرار کیا کہ اس پر فلاں کا اس قدر و فلاں کا اس قدر قرضہ ہے پس قرض خواہ کا نام اور اس کے باپ و دادا کا نام بیان کر دے اور وصیت کی کہ اگر اس کو حادثہ موت پیش آئے تو اس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد اس کے تمام قرض ادا کئے جائیں پھر اس کے باقی ترکہ میں سے تہائی مال چنین و چنان میں صرف کیا جائے پھر بعد قرضہ وانفاذ وصیتوں کے جو باقی رہے وہ میرے وارثوں کے درمیان میراث ہے اور وہ فلاں و فلاں ہیں ان میں بر فرائض اللہ تعالیٰ جو اس نے ہر ایک کے واسطے مقرر کی ہے مشترک ہوگا اور مجھے اختیار ہے کہ تہائی مال میں جو میں نے وصیت کی ہے اس میں تغیر وتبدل کروں اور جو میں چاہوں اس سے رجوع کروں اور اپنی رائے کو شکست کر دوں اور موصی لہ لوگوں میں سے جس کو چاہوں بدل دوں پس اگر مر جاؤں تو میری وصیتیں اسی طور پر نافذ ہوں گی جس حال پر چھوڑ کر مرا ہوں اور میں نے فلاں کو اپنی وفات کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے وصی کیا اور فلاں نے اس وصیت کو بالمواجہہ قبول کیا اس کے گواہ کر لئے گئے ہیں یہ پوری وصیت کی تحریر ہے کذا فی الظہیر یہ۔ تحریر وصیت جامعہ تحریر اس وصیت کی ہے جو بندہ ضعیف فی نفسہ محتاج رحمت پروردگار مسمی فلاں نے اپنی حالت ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات میں وصیت کی ہے اور وہ گواہی دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا

---

[1] ان کلمات سے اظہار ایمان وعقیدۂ حق ہے ۱۲ [2] قال المترجم اس باب میں گاہے بصیغہ متکلم اور گاہے بصیغہ غائب یعنی از موصی واقع ہوئی ہے بنظر تقسیم پس اگر کاتب خود موصی ہو تو بصیغہ متکلم اور اگر دوسرا ہو تو بصیغہ غائب تحریر کرے گا اس کو یاد رکھنا چاہئے ۱۲ منہ

شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو حى لا يموت بيده الخير وهو على كل شئ قدير ولم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد لم يتخذ صاحبة ولا ولد اولم يكن له شريك فى حكمه احد و يشهد ان محمداً صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم عبده وصفيه ورسوله وامينه على وحيه وارسله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون اور گواہی دیتا ہے کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور راہ صراط حق ہے اور قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ قبروں کے مردوں کو اٹھائے گا وانه قد رضى بالله ربا وبالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا وبالقرآن اماما وبالكعبة قبلته وبالمؤمنين اخوانا على ذلك يحيى و على ذلك يموت وعلى ذلك يبعث انشاء الله تعالىٰ مبتهلا الى الله ان يتم عليه فى ذلك نعمته وان لاعيسليه ماوهب له وما اتفق به عليه حتى يتوفاه اليه فان له الملك وبيده الخير وهو على كل شى ء قدير ويشهد ان مخرج من هذه الدنيا الغدارة المكارة الخداعة تائبا الى الله تعالىٰ ناد ما على ما فرط فيهامتا سفاً على ماقصر فيه مستغفر امن كل ذنب ذالة بدرت منه موكلا من خالقه ورازقه تبارك اسمه قبول توبته واقالة عثرته راجيا عفوه وغفرانه اذوعد ذلك عباده فيما انزل على نبيه محمد صلى الله عليه وآله وسلم فقال وهو الذى يقبل التوبة عن عباده و يعفو عن السيآت وقولہ صدق و وعدہ حق وسبقت رحمتہ علی غضبہ وهو الغفور الرحيم اور اپنے پس ماندگان وارثان و دوستاں و اولیاء کو اور جو میری بات کو مانے یہ وصیت کرتا ہوں کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت عابدوں میں شامل ہو کر کرو اور اس کی حمد اس کی حمد کرنے والوں میں داخل ہو کر کرو اور جماعت مسلمین کے واسطے خیر خواہی کرو اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جیسا چاہئے ہے اور اپنے درمیان اصلاح رکھو اور اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور مؤمنین امانت دار ہو جاؤ اور رہو تم کو وہی وصیت کرتا ہوں جو ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے فرزندوں کو کی تھی۔

مسئلہ کی ایک صورت جس میں پہلے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین و تدفین ادا کرنی چاہیے اور تین روز تک اہل تعزیت کو بطور معروف موافق سنت کے بدون اسراف و تبذیر و بخیلی کے نفقہ دینا چاہیے☆

اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے دین برگزیدہ کیا ہے اور وہ اسلام ہے پس تم نہ مرنا الّا در حالیکہ تم مسلمان ہو اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ پوشیدہ و ظاہر و قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو اور دین کو اور نماز کو اچھی طرح قائم کرو اور دین میں مختلف نہ ہو اور وصیت کرتا ہوں کہ اگر مجھ کو حادثہ موت پیش آئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے درمیان بعدل مقرر کیا ہے اور اپنی مخلوقات پر حتمی کر دیا ہے کسی کو اس سے چھٹکارا و نجات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے واسطے سب سے بہتر وہی رکھا ہے جس دن وہ اپنے پروردگار سے ملے گا تو تم لوگ پہلے میرے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین و تدفین کرو اور تین روز تک اہل تعزیت کو بطور معروف موافق سنت کے بدون اسراف و تبذیر و بخیلی کے نفقہ دو اور پھر لوگوں کے جو قرضے مجھ پر ہیں وہ ادا کر دو پھر لوگوں سے میرے قرضے وصول کرو اور ودیعتیں و امانتیں جن لوگوں کی میرے پاس ہیں سب واپس کر دو اور میرے تہائی مال سے میری وصیتیں نافذ کرو اور اس میں کچھ تغیر و تبدل نہ کرو فمن[1] بدله بعد ماسمعه فانما اثمه على الذين يبدلونه ان الله سميع عليم اور میں اقرار کرتا ہوں کہ مجھ پر فلاں کا اتنے درم قرضہ بدستاویز قبالہ مورخہ تاریخ فلاں ہے اور فلاں کا اس قدر قرضہ بغیر قبالہ ہے اور فلاں کا اس قدر بدین سبب ہے اور میرے جو قرضے لوگوں پر ہیں ازانجملہ فلاں پر اس قدر

[1] پھر جس نے بعد سننے کے اس وصیت کو بدلا تو انہیں پر گناہ ہے جو بدلیں آخر تک آیت سورہ بقرہ ۱۲

بذریعہ دستاویز مورخہ تاریخ فلاں ہے وفلاں بن فلاں پر اس قدر ہے اور اعیان و اموال جو اس کی ملک میں ہیں پس دار واقع مقام فلاں اس کے حدود بیان کر دے اور باغ انگور واقع مقام فلاں اس کے حدود بیان کر دے اور اراضی واقع دیہ فلاں اور اس کے حدود بیان کر دے اور دو کانین واقع بازار فلاں اور ان کے حدود بیان کر دے اسی طرح تمام عقارات کو بیان کر دے اور غلاموں میں سے اتنے اور باندیوں میں سے اتنی باندیاں ان سب کے نام وحلیہ بیان کر دے اور سونے و چاندی میں اتنا اتنا اور حیوانات میں چنین و چنان از مال تجارت و دکانوں وحجرہ میں اتنا اتنا اور دار میں ظروف پیتلی و برنجی اور خشب کے اتنے اتنے ہیں اور فروش و بساط ومتاع بیت و کیلی ووزنی سب بیان کر دے پس اس کا تمام مال واعیان مذکورہ مفصلہ ہیں ان کے سوائے نہیں ہیں پس وصیت کرتا ہوں کہ اس میں سے پہلے میرا قرضہ ادا کیا جائے پھر لوگوں پر جو میرا قرضہ آتا ہے وہ وصول کیا جائے پھر مبلغ ترکہ دیکھا جائے کہ اہل عدل وامانت و صدق مقال میں جو لوگ مشہور ہیں کہ ان کو اندازہ کرنے کا ملکہ ہے ان سے قیمت اندازہ کرائی جائے پس اس میں سے پوری تہائی نکالی جائے یا لکھے کہ اس میں سے اس قدر درم اس کی وصیتوں کے واسطے نکالے جائیں پس ان میں سے فلاں شخص کو جس نے اپنی طرف سے حج وعمرہ کیا ہے دیا جائے تاکہ وہ موصی کی طرف سے حج وعمرہ بوصف قران ادا کرے یا لکھے کہ حج وعمرہ بوصف تمتع ادا کرے یا لکھے کہ حج وعمرہ بافراد ادا کرے اور اس قدر دیا جائے کہ موصی کے گھر سے جاکر واپس آنے تک اس کے طعام ولباس وسواری وتمام اخراجات ضروریہ کے واسطے جن کی حاجیوں کو ضرورت ہوتی ہے کافی ہو یا فلاں کو دیے جائیں کہ وہ اس موصی کی طرف سے حج کرے پس اگر فلان مذکور اس سے انکار کرے تو وصی کو چاہئے کہ لوگوں میں سے جس کو پسند کرے اس سے یہ کام لے کہ وہ موصی کی طرف سے حج کرے پس ایسا شخص اختیار کرے جو اس کے لائق ہے کہ وہ مرد عفیف ثقہ ہو جس نے حج اور عمرہ ادا کیا ہے پس اس کو آمد رفت کا خرچہ بطور معروف بدون اسراف وبخیلی کے دے دے اور نفقہ اس قدر درم دے پس اگر اس میں سے کچھ باقی رہ جائے تو وہ اس کے واسطے وصیت نہ ہوگا اور اگر چاہے کہ مامور بحج کو گنجائش دے تو لکھے کہ اور مامور بحج کو اجازت دے دی کہ جب اس کو کوئی مرض یا مانع ایسا پیش آ جائے جو اس کو پورا کرنے سے مانع ہو تو وہ باقی مال ایسے شخص ثقہ کو دے دے جو اس کام کو پورا کر سکتا ہے پس اس کو حکم کرے کہ جو کام اُس پر پورا کرنا تھا وہ پورا کر دے اور اس میں اس کو اپنے قائم مقام کر دے جو وہ کرے گا وہ جائز تصور ہوگا۔

اس کو اجازت دے دے کہ اس کا جی چاہے ان درموں کو اپنے یا اپنے رفیقوں کے درموں میں ملا دے یہ امر اس کے تفویض کر دے اس پر تنگی نہ کرے اور اگر موصی پر اتنی مدت کے نماز ہائے فریضہ ہیں ان میں سے ہر نماز کے واسطے نصف صاع گندم یا ایک صاع شعیر یا ایک صاع خرما یا اس قدر نقد جو ان میں سے کسی کی قیمت پوری ہوئی ہو مسلمان مسکینوں کو دے دے اور جو اس پر زکوٰۃ باقی ہے اس کے واسطے اس قدر درم فقیروں کو دے دے اور اس قدر درموں سے اتنے رقبات سالم از عیوب خرید ے اور ان کو موصی کے کفارات قسم یا لکھے کہ کفارات ظہار یا کفارات شکست روزہ رمضان کے واسطے آزاد کرے اگر وصیت کی کہ تعمیر فلاں پل میں اس قدر وفلاں رباط میں اس قدر وفلاں مسجد کے بوریے و پیال وروغن چراغ کے واسطے اس قدر صرف کیا جائے اور اتنی بکریاں یا گائیں یا اونٹ سالم از عیوب خریدے جائیں پس بروز بقرعید ان کی قربانی کر دی جائے اور ان کا گوشت و پوست و چربی وسری پائے واوجھڑی وغیرہ جس سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے فقیر ومسکینوں کو صدقہ دے دیئے جائیں اور حالب وذابح وسلاخ کی اجرت دے دی جائے اور وصی کو گنجائش دے دے کہ وصی کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے اور جس کو چاہے زیادہ دے اور جس کو چاہے کم دے بعد ازانکہ اس کا قصد بطرز ثواب وحصول ثواب ہو اور وصی کو اختیار ہے چاہے خود اس میں سے بطور معروف لکھائے اور اپنی عیال میں سے جس کو چاہے کھلائے اور اتنے میں روٹیاں خریدے اور اس کی وفات کے وقت فقیروں ومسکینوں کو صدقہ کر دے اور

ایام گرما میں ہر جمعہ کے روز فلاں سقایہ میں برف کا پانی رکھے کہ راہ گیر و مسافر اس سے پیں اور فلاں مدرسہ کے طالب علموں کو اس قدر درم تقسیم کرے اور وہاں کے مدرس کو کم وبیش و دینے کا اختیار ہے اور اتنے کپڑے[1] خرید کر فقیروں و مسکینوں کو بانٹ دے اور فلاں کو اتنے درم دے دے اور فلاں کو اس کا وہ جبہ دے دے جو ایسا ہے اور فلاں کو اس کا عمامہ توزیہ[2] دے دے اور فلاں کو اس کا بچھونا و لحاف دے دے اور جن پر وہ بیٹھا کرتا تھا وہ قالین وغیرہ فلاں مسجد میں لے جا کر وقف رکھے تا کہ جس روز فلاں وعظ فرماتا ہے منبر پر اس کے نیچے بچھایا جائے اور اسی واسطے رکھ چھوڑا جائے اور اس فلاں وعظ کے بعد بھی جو شخص اس مسجد میں وعظ فرمانے کے واسطے ہو اس کے لیے رکھا جائے پس یہ سب صورتیں بھی اگر مجتمع ہوں تو ان کو تحریر کرے اور اگر کوئی بات ان سے زیادہ ہو تو تحریر میں بڑھائی جائے اور اگر کم ہو تو تحریر میں گھٹائی جائے اور اس کے عدد[3] وصایا کے بعد لکھے کہ اس موصی کو اختیار ہے کہ اپنی وصیتوں میں جو اس نے تہائی مال میں کی ہیں تغیر کرے اور جس سے چاہے رجوع کرے اور جس میں چاہے جس قدر کمی کر دے اور جن لوگوں کے واسطے وصیت کی ہے ان میں سے جس کو چاہے بدل دے پھر اگر مر گیا تو جس حالت پر چھوڑ کر مرا ہے اسی موافق اس کی وصیتیں نافذ کر دی جائیں گی اور مال وصیت کے بعد جو کچھ اس کا مال باقی رہ جائے وہ اس کے وارثوں فلاں و فلاں کے درمیان بر فرائض الٰہی تقسیم ہوگا کہ فلاں کو اتنا اور فلاں کو اتنا یعنی سہام معلومہ ششم و سوم و چہارم و ہشتم و نصاف و باقی۔

اگر دو اشخاص وصی مقرر کیے تو کیا تحریر کرے ☆

اس نے اس سب کے واسطے اور اپنی وفات کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے اور اپنی اولاد خرد سال یا ولد خرد سال یا دو فرزند خرد سال جیسا ہو اس کے امور کے واسطے فلاں شخص کو وصی مقرر کیا جس کی دیانت و صیانت و امانت و کفایت و شفقت اس کے ذہن نشین ہے اور فلاں نے اس سے اس وصایت کو بالمواجہہ و بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا اور دونوں نے اپنے نفس پر اس سب کے گواہ کر لئے جن کا نام آخر تحریر میں مثبت ہے اور گاہے اس مقام پر یہ عبارت بڑھائی جاتی ہے کہ اور اس کو وصیت کی کہ اس سب میں وہ موصی اور اپنے واسطے نظر رکھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کے غضب کا خیال رکھے اور اپنے پوشیدہ و ظاہر پر اللہ تعالیٰ کو خبر دار جانے اور اس موصی نے جو کچھ اس کی طرف عہد کیا ہے اور جس کا اُس کو حکم کیا ہے خلاف نہ کرے اور اس موصی نے بیان کیا کہ یہ اس کی آخر وصیت ہے اور جو وصیت اس نے اس سے پہلے کی ہو رجوع کیا اور اس کو باطل و فسخ کر دیا اور یہ وصی آخری وصی ہے جس کو مقرر کیا ہے اس کے سوائے اس کا کوئی وصی نہیں ہے اور ہر وصی جو اس سے پہلے ہو میں نے اس کو وصایت سے خارج کر دیا اور اس موصی نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں کو اپنے وصی اس فلاں پر مشرف کیا ہے حتیٰ کہ بدون اس کے علم و اجازت کے کوئی کام و کوئی تصرف نہ کرے اور اگر اس نے کوئی بات اس کے بدون علم و اجازت کے صادر کی تو وہ باطل و مردود ہوگی اور اس سب کے اپنے نفس پر گواہ کر دیئے اور تحریر کو ختم کر دے اور کبھی اس میں مبالغہ کیا جاتا ہے پس اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اس نے اپنی یہ وصیتیں بجانب فلاں مسند کیں اور اس کو بعد اپنی وفات کے اپنے تمام ترکہ کا اور اپنے قرضہ وصول کرنے کا اور جو اُس پر قرضے ہیں ان کے ادا کرنے کا اور اپنی وصایائے مذکورہ کے نافذ کرنے کا جن کا نافذ کرنا ان میں سے اس کے ترکہ میں سے واجب ہو اور اپنے ہر خرد سال اولاد کے متولی ہونے کا وصی کیا اور جن امور کی اس کو وصیت کی ہے جن کا ذکر کیا گیا ان میں جس طرح اپنی زندگی میں خود ہی بعد وفات اپنی کے اس کو اپنے قائم مقام کیا اور

[1] اس کا وصف مفصل بیان کر دے ورنہ امام اعظم کے نزدیک جائز ہوگا ۱۲ [2] توزیہ قسم عمامہ کی اس دیار میں معروف تھی ۱۲
[3] یعنی اپنے اگر خود کاتب ہے یا اس کے اگر دوسرا کاتب ہے ۱۲

ان باتوں میں سے جس بات کے واسطے چاہے اپنی حیات میں اور اپنی وفات کے بعد جس کو چاہے وکیلوں و وصیوں میں سے اپنی پسند رائے پر مقرر کرے اور جب چاہے مقرر کرے جتنی دفعہ چاہے مقرر کرے اور اس سب میں اس کے امور جائز متصور ہوں گے اور بدین شرط کہ جس کو ان مامور مذکورہ میں سے کسی امر کی ولایت بعد موت اس موصی کے حاصل ہوئی وہ از جانب موصی مذکور ہو گی پس وکیلوں اور وصیتوں میں سے جس کو اس وصی نے متولی مقرر کیا اس کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے وکیل و وصی مقرر کرے اور اس کو وکیلوں و وصیوں کے بدل دینے کا بھی اختیار ہوگا اس کے تصرفات اسی طرح جائز ہوں گے جیسے اس وصی کے ہیں جس کو اُس نے مقرر کیا ہے حتیٰ کہ وہ ماقبی قرضہ ادا کرے گا اور لوگوں پر جو باقی قرضے رہ گئے ہوں گے ان کو وصول کرے گا اور ماقبی ترکہ پر قبضہ کرے گا پس اس سب وصیت کو اس وصی نے بالمواجہہ خطاباً قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر کسی شخص کے واسطے وصایت کی کہ اگر اس کا بیٹا فلاں بالغ ہونے پر صالح ہو تو وہ وصی ہوگا تو وصی کے اس کو قبول کرنے سے پہلے تحریر کرے کہ وصیت کی کہ اگر اس کا بیٹا فلاں جب بالغ ہو تو صالح ہو اور اس وصیات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس کا متولی ہو اور اس نے اس وصایت کو جس طرح اس کے باپ نے وصیت کی ہے قبول کیا تو وہی اس سب کا وصی ہوگا اور اگر دو شخص وصی مقرر کیے تو لکھے کہ فلاں و فلاں کو اُس کا وصی مقرر کیا کہ اُس پر جو قرضے ہیں ان کو ادا کریں اور اس کی وصیتیں نافذ کریں اور اُس کے تمام امور کے اُس کی موت کے بعد متولی ہوں کہ دونوں اکٹھا اس سب کو انجام دیں اور تنہا تنہا انجام دیں پس ہر ایک ان دونوں میں سے جائز الوصیت و نافذ الامر ان سب میں ہوگا اور اگر کہا کہ دونوں اس کو انجام دیں پس اگر ایک نے اعیان میں اور دوسرے نے دیون یا ایک نے بعض امور میں اور دوسرے نے بعض امور میں یا ایک نے اس بیٹے کے تولی کا اور دوسرے نے دوسرے بیٹے کے تولی کا کام انجام دیا۔

پس اگر اس نے مطلق چھوڑا ہو تو دونوں اس میں وصی ہوں گے اور اگر اس نے خصوصیت کر دی تو تخصیص کے موافق ہو گا اور اس کو یوں لکھنا چاہئے کہ فلاں کو اپنے قرضہ ادا کرنے کے واسطے خاصتہً وصی کیا کہ بعد اس کی موت کے اس کے قرضے ادا کرے سوائے دوسرے کاموں کے اور فلاں کو وصی کیا کہ خاصتہً اس کی وصیتیں نافذ کرے سوائے دوسرے امور کے تاکہ ہر ایک اس کام میں بعدل و انصاف قیام کرے جس کی اس کو وصیت کی ہے پس دونوں نے اس بات کو بالمواجہہ قبول کیا اور فلاں کو بعد موت اپنی کے ہر مال عین کی حفاظت کے واسطے اور اس کے مصالح کی پرداخت کے واسطے خاصتہ وکیل کیا نہ اس کے سوائے دوسرے امور کے لئے اور فلاں کو اپنے تمام متروکہ شہر فلاں کے عین و دین کے واسطے اور اس پر قبضہ وصول کرنے اور اس کی حفاظت کرنے و اس کی درستی و اصلاح قائم ہونے کی وصیت کی اس کے سوائے دوسرے امور کی نہیں ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی نے ذکر فرمایا ہے اور جاننا چاہئے کہ اگر کسی شخص کو اپنے سال میں وصی کیا تو وہ اس کے مال و اولاد کا وصی ہوگا اور اگر ایک شخص حاضر کو وصی کیا پھر ایک غائب کو جب وہ آئے وصی کیا تو لکھے کہ اس نے فلاں کو اپنی موت کے بعد اپنے قرضہ ادا کرنے اور اپنے قرضے وصول کرنے اور اپنی جنہیں نافذ کرنے اور تمام امور کے واسطے وصی کیا تاکہ بعدل و انصاف اس پر قیام کرے یہاں تک کہ فلاں جگہ سے فلاں غائب آ جائے اور جب وہ آ جائے تو وہی وصی ہوگا یہ حاضر نہ ہوگا پس وہی اپنے آ جانے کے بعد بعدل و انصاف کام کرے گا یہ حاضر نہ کرے گا اور اگر وصیت کئی آدمیوں میں بدین طور ہو کہ فلاں و فلاں و فلاں کی وصی کیا تاکہ یہ سب جب تک زندہ ہیں اس کے ترکہ کے امور میں کام انجام دیں اور یہ سب حاضر ہیں تندرست ہیں اور ان میں سے کوئی بدون دوسرے کے کام نہ کرے اور ان میں سے جو کوئی مر جائے یا مریض ہو کر عاجز ہو جائے یا سفر کر جائے تو ان میں سے باقی کو بوصیت پوری

ولایت تصرف حاصل ہوگی وہ اس سب امور میں بعدل وانصاف کام انجام دے اور سبھوں نے اس سے اس وصایت کو قبول کیا۔
نوع دیگر اگر ایک شخص نے حضر میں ایک شخص کو وصی کیا پھر اس موصی نے سفر کیا اور سفر میں مرگیا اور ایک دوسرے شخص کو وصی کیا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے حضر میں چند وصیتیں کی تھیں اور عمرو کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے انجام دہی کے واسطے وصی کیا تھا اور اُس نے اس وصایت کو بالمواجہ قبول کیا تھا اور اس وصایت کا ایک وصیت نامہ بتاریخ فلاں بگواہی جماعت گواہان عادل تحریر کیا تھا پھر اس کو سفر پیش آیا اور اپنے وصی مذکور کے پاس غائب ہوا اور سفر میں اس کو موت پیش آئی پس اس کو ضروری ہوا کہ کسی دوسرے کو وصی کرے پس اس نے بکر کو وصی کیا کہ اس کو تمام امور متعلقہ سفر ہذا کی درستی میں قیام کرے اور اس کے قرضہ ادا کرنے کے بعد اس کے اس سفر کے مال سے تہائی میں جو اُس نے وصیت کی نافذ کرے پھر باقی کی حفاظت کرے اور اس کو اس کے پہلے وصی کو جس کو حضر میں وصی کیا ہے سپرد کردے تاکہ وصی اوّل بدون تغیر وتبدل کے بعدل وانصاف اس کی وصیت پر قیام کرے اور اس وصی نے اس کو اس سے بالمواجہ قبول کیا۔
نوع دیگر ایسے دار کے خرید کے بیان میں جس کے خریدنے کے واسطے موصی نے خرید کر کے اس کی طرف سے وقف کر دینے کی وصیت کی تھی۔ زید وصی عمرو نے جو اس کی موت کے بعد اس کے تمام امور کے واسطے بوصیت صحیحہ ثابتہ وصی ہے اس موصی کے تہائی مال سے اس کی طرف سے وقف کرنے کے واسطے بحکم اس کی وصایت کے فلاں سے تمام چیز مذکورۂ ذیل خریدی تاکہ موصی کی طرف سے اس کو بروجوہ معلومہ جن کے واسطے اس موصی نے وصیت کی ہے وقف کرے اور وہ تمام دار مشتملہ چنین و چناں واقع مقام کذا محدودہ بحدود کذا و کذا ہے پس اس مشتری وصی مذکور نے اپنے موصی کے واسطے بحکم اس کی وصیت کے اس کے تہائی مال سے یہ تمام دار محدودہ مذکورہ اس بائع سے مع اس کے حدود وحقوق یہاں تک کہ باہمی قبضہ کے بیان تک پہنچے پس لکھے کہ اور اس بائع نے اس مشتری سے تمام یہ ثمن مذکور اس مشتری کے یہ سب اپنے موصی کے تہائی مال سے ادا کرنے سے لے کر قبضہ کیا آخر تک بدستور معلوم تمام کرے اور گاہے اس تحریر میں مشتری کے اقرار سے شروع کیا جاتا ہے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوئے کہ زید نے عمرو کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے بوصیت صحیحہ وصی کیا اس نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُس نے فلاں سے تہائی مال اس موصی سے بوجہ اس کی وصیت کے کہ بوجوہ معلومہ جن کا اس نے اپنے وصیت نامہ میں ذکر کیا ہے وقف کیا جائے تمام دار واقع مقام فلاں خریدا اور اس وصی نے اقرار کیا کہ میں نے اس بائع سے تمام یہ دار مع اس کے حدود کے تہائی مال اس موصی سے بوجہ اس کی وصیت وقف کے خریدا اور اس بائع نے ان سب میں اس کی تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے اور کبھی اس تحریر میں اقرار بائع سے شروع کیا جاتا ہے کہ فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے تمام دار واقع مقام فلاں کو وصی فلاں کے ہاتھ جو اس کی موت کے بعد اس کے تمام امور کو بوصیت صحیحہ وصی ہے فروخت کیا اور اس موصی نے اس وصی کو وصیت کی تھی کہ یہ دار اس کے تہائی مال سے خرید کر کے اس کی طرف سے اس کو وقف کردے اور تحریر کو ختم کرے وجہ دیگر آنکہ فلاں وصی فلاں نے جو ثابت الوصایت ہے اپنے اس موصی کے مال سے بوجہ اس کے حکم کے کہ اس نے اپنی زندگی میں اس کو حکم دیا تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے اس کو بوقف صحیح دائمی فقروں پر وقف کرے خرید کیا بنابر شرط اس وقف کرنے دار کے جس طرح اس نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر کیا ہے بدون اس کے کہ یہ وقف اس بیع میں شرط ہو فلاں سے خریدا پس اس وصی نے اس کو وقف کے واسطے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے بدون اس کے کہ یہ وقت اس بیع میں شرط ہوئے تمام دار واقع موقع فلاں اور اس کے حدود و بیان کردے یہاں تک کہ اس تحریر تک پہنچے کہ اور اس بائع نے

تمام یہ ثمن اس مشتری کے اس کو یہ سب اس موصی کے مال سے ادا کرنے سے لے کر وصول کر لیا اور تحریر کو تمام کر دے۔ نوع دیگر اگر وصی نے کوئی بردہ واسطے تقرب کے خریدا۔ فلاں وصی فلاں نے بحکم اپنے موصی کے جس نے اس کو حکم کیا تھا کہ اس کے تہائی مال سے خریدے فلاں سے اس کو خرید کیا اور حال یہ ہے کہ فلاں نے اس کو وصیت کی تھی کہ اس کے واسطے ایک بردہ واسطے ثواب کے غلام یا باندی بعوض اس قدر ثمن کے جو اس میں مذکور ہے خرید کر کے اس کی طرف سے آزاد کرے پس اس وصی نے فلاں سے اس وصیت کی وجہ سے اس غرض سے تمام مملوک مسمی فلاں اور اس کا حلیہ بیان کر دے موصی کے تہائی مال سے خریدا تا کہ اس کو آزاد کر دے پھر باہمی قبضہ وتفرق وضمان درک تحریر کرے۔

اگر حاجی بسبب دشمن یا مرض وغیرہ کے جو سبب احصار کے ہوتے ہیں کسی سبب سے محصور ہوا ☆

نوع دیگر وصی کے غلام فروخت کرنے کی تحریر اس طرح ہے کہ زید نے عمرو سے جو بکر کا وصی ہے اس سے تمام مملوک مسمی فلاں خریدا اور یہ مملوک اس موصی کا تھا اور حال یہ ہے کہ اس موصی نے اس وصی کو وصیت کی تھی کہ اس کو بطور تسمیہ عتق فروخت کرے پس اس کو اس کے ہاتھ سے اسی طور پر فروخت کیا جس طرح کہ اس میں مذکور ہے پس اس مشتری نے اس بائع سے تمام یہ مملوک مسمی معین اس قدر درم کے عوض بطور بیع صحیح مثل بیع مسلمان کے بدست برادر مسلمان خریدا تا کہ اس کو آزاد کرے پھر باہمی قبضہ کا ذکر کرے وتحریر کو ختم کرے نوع دیگر اگر دار معین کے واسطے شخص معین کی وصیت کی تو لکھے کہ یہ تحریر وصیت فلاں برائے فلاں ہے کہ اس کے واسطے اپنے تمام دار واقعہ شہر فلاں کے مفصل مع حدود بیان کر دے مع اس کے تمام حقوق الی آخرہ بوصیت صحیحہ مطلقہ قطعیہ جائزہ خالیہ از شروط مفسدہ ومعانی مبطلہ وصیت کی درحالیکہ یہ دار مذکور اس کے تہائی مال سے برآمد ہے اور ہر طرح کے قرضے سے خالی ہے اور ایسے ہی حق غیر سے خالی ہے حتیٰ کہ اس کی صحت سے مانع ہو اور یہ وصیت بغرض صلہ قرابت واحسان بجانب موصی لہ وتقریب بہ پروردگار تعالیٰ شانہ بذریعہ ایسے عمل کے جس کے واسطے اس نے تعریف کی ہے کہ اقربا کے واسطے وصیت کرے اور بامید حصول ثواب روز قیامت ہے اور اس موصی لہ نے اس وصیت کو مجلس وصیت ہذا میں بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا اور حال یہ ہے کہ اگر اس موصی کو امروز موت آئے تو یہ موصی لہ امروز اس کا وارث نہیں ہو سکتا ہے اور اس موصی نے وصی یا وارث کو جو اس کی موت کے بعد اس کے قائم مقام ہوگا کیا کہ یہ کل دار اس موصی لہ کو بحکم اس وصیت کے بتسلیم صحیح سپرد کرے اور اس بات پر ان لوگوں کو گواہ کر دیا جنہوں نے آخر تحریر میں اپنی گواہی ثبت کی ہے بعد ازانکہ یہ وصیت نامہ ان کو ایسی زبان میں پڑھ کر سنایا گیا کہ انہوں نے جان لیا اور اقرار کیا کہ اس کو سمجھ لیا ہے ایسی حالت میں اقرار کیا کہ اس کی عقل ثابت اور اس کے تصرفات بہمہ وجوہ جائز تھے اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر اگر وصی نے کسی شخص کو مال دیا کہ میّت موصی کی طرف سے حج ادا کرے تو لکھے کہ یہ تحریر وہ ہے کہ جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہیں کہ زید وصی عمرو نے جو عمرو کی طرف سے ثابت الوصایت ہے بطوع خود اقرار کیا کہ اس متوفی عمرو نے اس کو وصیت کی تھی کہ اس کی وفات کے بعد اس کے تہائی مال سے اتنے درم نکال کر ایسے مرد عفیف امین کو دے جس نے اپنے واسطے حج اسلام ادا کیا ہو تا کہ اس موصی کی طرف سے اس کے گھر سے جو فلاں مقام پر واقع ہے حج کرے پس ان درموں میں سے اپنی آمد و رفت میں خرچ کرے اور اس موصی نے اس فلاں کو مرد عفیف امین حج ادا کرنے پر قادر پایا اور یہ اپنے واسطے حج کر چکا ہے پس یہ مال اس کو دیا کہ اس میّت کی طرف سے بروصف مذکور حج کرے اور اس فلاں حاجی نے یہ امر اور یہ دنیا اس کی طرف سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس موصی کے وارثوں نے جو فلاں و فلاں ہیں با قرار صحیح قرار کیا کہ یہ سب جو اس میں مذکور ہے حق درست ہے اور ان لوگوں نے اس فعل کی جو اس موصی میّت اور وصی

نے کیا ہے حق جان کر اجازت دے دی اور یہ اقرار کیا کہ یہ مال میّت کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے اور ان سب لوگوں نے اپنے اوپر اس سب معاملہ کے گواہ کر دیئے اور تحریر کو تمام کرے۔ وجہ دیگر سب گواہ ہوئے کہ زید وصی وعمرو نے جو عمرو کی طرف سے بوصایت صحیحہ ثابت الوصایت ہے اس موصی کے تہائی مال سے اس قدر مال بکر دیا اور اس موصی نے اس زید کو وصیت کی تھی کہ اس قدر مال کسی مرد امین عفیف ثقہ کو خود پسند کر کے جس نے اپنی طرف سے حج کیا ہو اس قدر مال دے دے تاکہ وہ اس موصی کی طرف سے بروصف مذکور حج ادا کرے اور یہ موصی اس وصیت پر مر گیا اور تادم مرگ اس سے رجوع نہیں کیا اور نہ اس میں کچھ تغیر کیا اور اس قدر دراہم اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہیں پس اس وصی نے اس شخص کہ جس کو یہ درم دیئے ہیں پسند کیا کیونکہ اس کو اس نے اسی صفت کا پایا جو مذکور ہوئی ہے پس اس کو یہ دراہم دیئے کہ اس موصی کی طرف سے فلاں شہر سے حج کرے اور یہ شہر اس موصی کا وطن ہے جس میں وہ مرا ہے پس ان درموں میں سے اپنی آمد و رفت میں اس شہر تک بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے اپنے کھانے پینے ولباس وسواری و جملہ ضروری چیزوں میں خرچ کرے اور میقات سے احرام باندھے اور تمام مناسک حج موافق فریضہ اللہ تعالیٰ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادا کرے بدین شرط کہ اگر اس نے اس قرارداد سے مخالفت کی تو بقدر مخالفت کے اس میں سے ضامن ہوگا پس اس نے اسی شرط پر اس سے لے کر ان درموں پر قبضہ کر لیا اور بدین شرط کہ اگر ان درموں میں اس کو اس موصی کے قرض خواہ یا کسی وصی یا وارث یا حاکم یا کسی زبردست وغیرہ کسی آدمی کی طرف سے کوئی درک پیش آئے تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ اس کو اس سے خلاص کرے یا بقدر اس درک کے اس کے واسطے ضامن ہو بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی اور بدین شرط کہ اگر یہ حاجی بسبب دشمن یا مرض وغیرہ کے جو سبب احصار کے ہوتے ہیں کسی سبب سے محصور ہوا تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ ایسی صورت میں جس طرح ہدی وغیرہ بھیج کر چھوڑاتے ہیں تاکہ امر واجب سے ذبح کر کے خلاص ہو جائے اور اس حاجی پر اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق ہے کہ اپنی طرف سے خیر خواہی کے ساتھ کوشش کرے کہ یہ حج بروصف مذکور ادا ہو جائے پھر دونوں نے قبل افتراق واشتغال بکاو دیگر کے ہر ایک نے دوسرے کے مواجہہ میں یہ ضمان ودرک پوری قبول کی پس یہ تمام درم اس حاجی کے قبضہ میں بدین وجہ مذکور ہیں بدین شرط کہ اگر ان درموں میں سے اس حاجی کے فارغ ہو کر اس شہر تک واپس آنے کے بعد کچھ باقی رہا تو اس وصی کو واپس دے گا کہ وہ میت کی طرف سے میراث میں داخل ہوں گے اور اگر ان درموں میں اس حاجی کے نفقہ میں کمی پڑے تو اپنے مال سے بدین شرط خرچ کرے گا کہ اس موصی کے تہائی مال میں سے اس وصی سے واپس لے گا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر بچے ہوئے درم حاجی کے واسطے کر دیئے ہوں تو لکھے کہ جو کچھ ان درموں میں سے اس حاجی کے واپس آنے کے بعد باقی رہیں وہ موصی مذکور کی طرف سے اس حاجی کے واسطے بطور وصیت ہوں گے اور اگر اس حاجی کے واسطے وصی کی طرف سے اس کے حکم سے کسی نے کفالت کی تو لکھے کہ فلاں اس وصی کی طرف سے اس کے حکم سے اس حاجی کے واسطے تمام اس چیز کا جو بوجہ درک مذکور اس وصی پر واجب ہو ضامن ہے۔

بدین شرط کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے دوسرے کے حکم سے تمام اس درک کا بضمانت صحیحہ ضامن ہوا جس میں فساد و خیار نہیں بدین شرط کہ اس حاجی کو اگر یہ درک پہنچے تو چاہے دونوں کو اس سب کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونوں میں ہر ایک کو جس طرح چاہے اور ہر گاہ چاہے مرۃ بعد اخری ان دونوں میں کسی کو بریت نہ ہوگی الا جب کہ یہ سب اس حاجی کو پہنچ جائے اور ہر ایک نے دوسرے سے قبل افتراق کے سب نے ایک دوسرے کے مواجہہ میں یہ سب قبول کیا اور اگر حاجی کی طرف سے کوئی شخص ضامن ہوا اور صورتیکہ حاجی مذکور خلاف شرط کرے تو لکھے کہ اس حاجی کی طرف سے اس کے حکم سے اس وصی کے واسطے

فلاں شخص تمام اس چیز کا جو بوجہ مخالفت مذکورہ کے اس حاجی پر واجب ہو بضمانت صحیحہ جائزہ جس میں فساد و خیار نہیں ہے ضامن ہوا بدین شرط کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے بحکم اس کے اس سب کا کفیل ہے آخر تک بدستور اوّل تحریر کرے اور اگر میّت کی طرف سے حج قران ادا کرنے کا حکم دیا ہو تو اپنے موقع پر لکھے کہ تا کہ اس میّت کی طرف سے حج و عمرہ دونوں کا قران کر کے ادا کرے اور اپنی ذات پر آمد و رفت میں خرچ کرے اور میقات سے دونوں کا احرام باندھے اور پہلے افعال عمرہ اس کے طریق پر ادا کرے پھر مناسک حج بطریق شریعت الٰہی پورے کرے اور قران کے شکریہ میں جو ہدی اس کو میسر آئے اپنے مال سے بکری گائے یا اونٹ ذبح کرے اور اگر میّت کی طرف سے حج تمتع کا حکم کیا تو لکھے کہ اور اس موصی نے وصیت کی تھی کہ جس شہر میں اس کا مکان ہے یہاں سے اس کی طرف سے کوئی شخص عمرہ و حج ادا کرے اور ایام حج میں ان دونوں کو اس کی طرف بتمتع ادا کرے پس پہلے عمرہ تنہا ادا کرے پھر بعد اس کے تنہا حج ادا کرے اور اس کے واسطے یہ وصی کوئی مرد صالح امین ثقہ جس نے اپنی طرف سے حج و عمرہ ادا کیا ہو پسند کرے پس اس کے وصی نے اس فلاں کو پسند کیا اور اس کو یہ مال دیا تا کہ اس میّت کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھ کر ادا کر کے پھر حج ادا کرے اور ایام حج میں عمرہ سے بجانب حج سود مند ہو اور اس میں سے اپنی رفت و آمد میں اپنے کھانے پینے و لباس وغیرہ حوائج ضروریہ میں بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے خرچ کرے پس جب میقات تک پہنچے تو وہاں سے تنہا عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے افعال اس کے طریق پر ادا کرے پھر اس احرام سے حلال ہو کر اس کی طرف سے تنہا حج کا احرام باندھے اور موافق شریعت اللہ تعالیٰ کے اس کے مناسک ادا کرے۔

تمتع حاصل ہونے کے شکریہ میں اسکو جو قربانی میسر آئے اسکی قربانی کا اسکو اختیار دیا جاتا ہے چاہے اپنے مال سے قربانی کرے یا اپنے رفیقوں و ساتھیوں کے مال سے اگر دوسرے کو اس حج و عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت دینے کا اختیار دیا ہو تو تحریر کرے کہ اور اس میّت کی طرف سے اس حج کرنے والے کو اس وصی نے اجازت دے دی کہ اگر اس کو مرض یا آفت یا ایسا کوئی سبب پیش آیا جس سے وہ اس کام کو پورا کرنے سے عاجز ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ جو مال مذکور اس کو دیا گیا ہے اس میں سے جو باقی رہا ہو وہ معینہ یا جو کچھ اسکے عوض کپڑا وغیرہ اپنی ضروریات میں سے خرید ا ہو وہ سب ایسے شخص کو دیدے جو اس لائق ہو جس کو وہ پسند کرے کہ وہ میّت کی طرف سے حج و قران و تمتع ادا کر سکتا ہے پس اسکو دے کر حکم کرے کہ وہ ادا کرے اور اس کو اپنے قائم مقام کر دے اور اسکو اجازت دیدے کہ بروصف مذکور اپنی ذات پر خرچ کرے اور اس شخص نے اس سب کو بالمواجہہ منظور و قبول کیا اور تحریر کو تمام کر دے کذا فی المحیط۔

فصل بست و یکم ☆

عاریتوں والتقاط[(۱)] لقطہ☆ کی تحریرات میں

اگر زید نے عمرو سے ایک دار مستعار لیا اور عمرو نے چاہا کہ لکھ کر اپنی مضبوطی کر لے تو امام محمد نے کتاب الاصل میں اس کی صورت یوں تحریر فرمائی ہے کہ یہ تحریر برائے فلاں بن فلاں یعنی معیر مسمی زید بن خالد از جانب عمرو بن بکر مستعیر کے بدین مضمون ہے کہ تو نے مجھ کو اپنے گھر میں بعاریت لیا یا جو کہ تیری ملک واقع شہر فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان ہے۔ ایسا ہی امام ابو حنیفہؒ و ان کے

(۱) پڑا ہوا مال و چیز اٹھا لینا ۱۲

☆ لقطہ کے متعلق تفصیل دیکھنے کے لئے جلد سوم ملاحظہ ہو۔

اصحاب تحریر فرماتے تھے اور امام خصاف وطحاوی یوں لکھتے تھے کہ تو نے مجھے اپنے دار مملوکہ میں بدین شرط ساکن کیا کہ میں خود اس میں رہوں اور دوسرے کو بساؤں اور فرمایا کہ اجنبی مستعیر کو دوسرے شخص کے ساکن کرنے کا اختیار بالا جماع حاصل ہو جائے اس واسطے کہ معیر نے اگر مستعیر سے یہ نہ کہا کہ تجھے اختیار ہے کہ دوسرے کو بسائے تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس کو دوسرے کے بسانے کا اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ امام شافعی کے نزدیک مستعیر کو بدون اجازت معیر کے غیر کو عاریت دینے کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر عاریت مطلقہ ہو مثلاً کہا کہ میں نے تجھے عاریت دیا اور یہ نہ کہا کہ تا کہ تو ہی اس سے انتفاع حاصل کرے خواہ مستعیر کو اختیار ہوگا چاہیے خود انتفاع حاصل کرے اور چاہیے غیر کو ماریت دے دے کہ وہ انتفاع حاصل کرے خواہ مستعیر ایسی چیز ہو کہ اس سے انتفاع حاصل کرنے میں لوگوں کا حال متفاوت ہو یا سب لوگ اس سے ایک ہی طور سے نفع حاصل کرتے ہوں اور عاریت مقیدہ ہو مثلاً اس سے کہہ دیا[1] کہ تا کہ وہ اس سے انتفاع حاصل کرے پس اگر مستعار ایسی چیز ہو جس سے لوگ ایک ہی طور سے نفع حاصل نہ کرتے ہوں بلکہ مختلف طور سے جیسے سواری و کپڑا پہننا وغیرہ تو مستعیر کو دوسرے کو عاریت دینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر ایسی چیز ہو جس سے ایک ہی طور سے انتفاع حاصل کرتے ہیں تو مستعیر کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کو عاریت دے دے جیسے سکونت[ا] دار وغیرہ۔

امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ وطحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ کو اجماعی بنانے کی سعی کرنا ☆

پس حیلہ مسئلہ میں اس طرح اختلاف ٹھہرا تو امام خصافؒ وطحاویؒ نے اس طرح لکھنا اختیار کیا تا کہ مسئلہ اجماعی ہو جائے پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ لکھے کہ تو نے مجھے دیا اور میں نے تجھ سے لے کر قبضہ کر لیا اور یہ قبضہ بتاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں واقع ہوا پس امام محمدؒ نے تحریر میں قبضہ کے وقت سے ذکر تاریخ لکھا اور اس واسطے ایسا کیا کہ حکم عاریت میں علماء مختلف ہیں پس ہمارے علماء کے نزدیک عاریت امانت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہے پس وقت قبضہ سے تاریخ تحریر کرے تا کہ اگر ایسے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہو جس کے نزدیک عاریت مضمون[2] ہوتی ہے تو اس کو معلوم ہو جائے کہ کس وقت سے یہ چیز اس کی ضمانت میں داخل ہوئی تھی اور اگر مستعیر نے چاہا کہ معیر سے اپنی سکونت کے واسطے تحریر کرا لے جو اس کے پاس رہے تو کیونکر تحریر کرے گا سو مشائخ نے فرمایا کہ مستعیر کو تحریر کی حاجت فقط اس غرض سے ہوتی ہے کہ معیر اس پر یہ دعویٰ نہ کرے کہ تو بدون عقد کے اس میں ساکن ہوا ہے اور دونوں ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کریں جس کا مذہب یہ ہو کہ بدون عقد کے پھر منفعت کی تقویم ہوتی ہے یعنی ان کی قیمت لگائی جاتی ہے پس وہ مستعیر پر اجر المثل کا حکم دے دے اسی طرح اگر اس کی سکونت سے منہدم ہوا تو مالک اس سے ضمان لے گا اگر اس کی سکونت سے مندم ہوا ہے پس اس تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر از جانب فلاں بن فلاں یعنی معیر کی طرف سے فلاں بن فلاں یعنی مستعیر کے واسطے بدین مضمون ہے کہ میں نے تجھ کو اپنے اس دار میں جو فلاں محلّہ میں واقع ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں بعاریت اس شرط پر ساکن کیا ہے کہ تو خود اس میں رہے اور چاہے جس کو ساکن کرے اور میں نے تیرے سپرد کیا اور تو نے مجھ سے لے کر قبضہ کر لیا فلاں تاریخ فلاں ماہ فلاں سنہ میں قبضہ ہوا اور متاخرین اہل شروط لکھتے ہیں کہ یہ تحریر وہ ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہیں کہ فلاں نے فلاں سے تمام دار واقع موقع فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان ایک سال کامل غرۂ ماہ فلاں سنہ فلاں سے آخر ماہ فلاں سنہ فلاں تک کے واسطے اس غرض سے مستعار لیا کہ اس دار مذکورہ میں یہ مستعیر خود رہے اور جو چاہے اپنی چیز رکھے اور اپنے عیال اور اپنے مملوک و نوکروں کو بسا دے اور اپنے مہمانوں کو رکھے اور سوائے ان کے سب لوگوں میں سے جس کو چاہے رکھے یہاں تک کہ یہ مدت مذکورہ منقضی ہو جائے پس فلاں مالک نے اس کو یہ سب اس شرط مذکورہ پر مستعار دیا اور فلاں مستعیر مذکور نے یہ سب فلاں

[ا] قولہ سکونت اقول اس میں بھی تامل ہے اس لئے کہ لوہار و کندی گر سے مکان کو نقصان پہنچتا ہے کاتب ومحرر سے نہیں پہنچتا جس کا بیان اجازت میں گذر چکا ہے ۱۲

(۱) یعنی میں نے تجھے عاریت دیا تا کہ الخ ۱۲ (۲) بروقت تلف اس کی ضمانت واجب ہوگی ۱۲

معیر کے اس کو خالی از ہر مانع سپرد کرنے سے اس پر قبضہ کرلیا پس یہ عاریت کا مال اس مستعیر کے قبضہ میں اسی عاریت مذکورہ کے سبب سے ہو گیا بدون اس کے کہ یہ مستعیر اس عاریت کی وجہ سے اس دار محدودہ میں معیر پر کسی حق کا مستحق ہو اور معیر مقرلہ نے اس کے اس اقرار کی تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے اور اگر کسی نے دوسرے سے گھوڑا مستعار لیا تو مالک کے واسطے تحریر کرے کہ فلاں یعنی مستعیر نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے فلاں یعنی معیر سے ایک گھوڑا موصوف بدین صفت مستعار لیا تاکہ اس پر سوار ہو کر بروز فلاں از مقام فلاں تا مقام فلاں جائے اور واپس آئے بدین شرط کہ اس کو سالم از آفات معیر کو جب اپنے وطن میں واپس آئے گا اور اس سے فارغ ہو جائے گا واپس ملے گا پس فلاں نے اس کو اس شرط سے مستعار لیا اور مستعیر نے اس پر قبضہ کرلیا پس اس کا قبضہ بحکم عاریت ہوا اور درحالیکہ وہ اس معیر کی ملک ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔

اگر کسی کی دیوار سے لکڑیاں رکھنے کی جگہ یعنی دھنیاں یا کھپریل کے بانس وغیرہ رکھنے کی جگہ مستعار لی اور مستعیر نے اس کی تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر استعارہ ہے کہ زید نے عمرو سے اس کے دار کی دیوار سے بیس لکڑیاں رکھنے کی جگہ مستعار لی اور دار کے حدود بیان کر دے اور بیان کرے کہ یہ دیوار اس کے دار میں سے ملاصق دار مستعیر واقع ہے اور یہ دیوار اس کے دار کے دائیں جانب کی دیوار ہے اور یہ دیوار ان دونوں میں عاجز ہے اور اس کی جگہ کذا اور طول دیوار کذا و بلندی اس کی کذا ہے اور تمام یہ دیوار اپنی زمین و عملیت سمیت اس فلاں معیر کی ملک وحق ہے اس میں مستعیر کا کچھ حق نہیں ہے سوائے حق عاریت کے کہ اس پر اتنی جگہ اپنی یہ لکڑیاں رکھے گا اور جب تک چاہے گا رہنے دے گا بدین شرط کہ اس کو اس سے اس دیوار میں کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا بلکہ وہ اس کے قبضہ میں بعاریت ہوگی اس کا اس میں کچھ حق و دعویٰ نہ ہوگا اور نیز ان لکڑیوں کے رکھنے کی جگہ میں بھی کچھ دعویٰ نہ ہوگا اور علیٰ ہذا اگر کوئی راستہ مستعار لیا یا اراضی کو سینچنے کے واسطے شرب مستعار لیا تو بھی یہی صورت ہے کذا فی الظہیریہ۔ یہ تحریر وہ ہے جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے کہ زید نے ان کے حضور میں ان کی آنکھ کے سامنے فلاں مقام پر لقطہ اُٹھایا اور وہ اس قدر ہے اور یہ لوگ اس سے واقف ہوئے اور اس کو پہچان لیا ہے اور زید نے ان کو اپنی صحت بدن وثبات عقل و جواز تصرفات کی حالت میں گواہ کرلیا کہ اس نے اس کو اس واسطے اٹھایا ہے کہ اس کی تعریف کرا دے اور اس کو اس کے مالک کو واپس کر دے اگر اس کو پائے گا اور اس کا اعلان کرے گا اور اس کا چھپانا جائز نہ رکھے گا اور اس کی تعریف [1] و شناخت کرانے میں حکم شرع کی پابندی کرے گا اور اس کو استعمال نہ کرے گا اور نہ ضائع کرے گا اور اس کی حفاظت ترک نہ کرے گا اور اس کو بلند آواز سے لوگوں کے مجمع میں پکار دیا اور اس بات پر ان لوگوں کو گواہ کرلیا جنہوں نے آخر تحریر ہذا میں اپنی گواہی ثبت کی ہے اور یہ فلاں روز واقع ہوا کذا فی المحیط۔

فصل بست و دوم ☆

ودائع کے بیان میں

ودیعت کی صورت میں تحریر کرے کہ فلاں نے بطوع خود بہمہ وجوہ اپنے جواز اقرار کی حالت میں اقرار کیا کہ زید نے اس کے پاس چنین ودیعت رکھی بدین شرط کہ یہ مودع اپنے بیت میں اس کی حفاظت خود کرے اور اپنے عیال میں جس پر اعتماد ہو اس سے حفاظت کرائے اور کسی اجنبی کو نہ دے اور اس کو اپنے قبضہ سے خارج نہ کرے اور مقام غیر مضبوط و محفوظ کی طرف بلا ضرورت منتقل نہ کرے بدین شرط کہ اگر اس کو تلف کر دیا یا ضائع کر دیا یا اس میں مخالفت کی تو وہ ضامن ہوگا اور اس نے تمام یہ ودیعت اس کی اس کو

(۱) شناخت جس طرح حکم لقطہ میں مذکور ہے ۱۲

بطریق حفاظت سپرد کرنے سے اسپر قبضہ کر لیا اور بدین شرط کہ جب یہ مودع اس کو طلب کرے گا تو اس کو بعینہ واپس دے گا چاہے جس وقت طلب کرے خواہ دن یا رات میں کوئی تعلل نہ کرے گا اس کو واپس ہی دے گا اور یہ بتاریخ فلاں ماہ فلاں واقع ہوا واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔

فصل بست و سوم ☆

اقاریر[1] کے بیان میں

اس فصل میں چند انواع شامل ہیں اوّل آنکہ دین مطلق حالہ کا اقرار ہو۔ زید نے بطور رغبت خود اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ از تصرفات کی حالت میں جب کہ اس کو کوئی مرض و علت وغیرہ مانع صحت اقرار نہ تھا یہ اقرار کیا کہ اس پر اس کے ذمہ عمرو کے اس قدر درم یا دینار جس کے نصف اس قدر ہوتے ہیں قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح حالہ غیر موجلہ ہیں کہ ان کا جب چاہے جس طرح چاہے مطالبہ کرے زید کو ان سے کوئی برات نہ ہوگی الا اسی طرح کہ یہ مال مذکور زید کی طرف سے اس عمرو کو یا جو اس کے قائم مقام ہو وکیل یا وصی یا وارث کو پہنچ جائے اور زید کی کوئی حجت جس سے اس کے ذمہ سے اس مال کا دفعیہ ہو سماعت نہ کی جائے گی الا اس وقت کہ زید کی طرف یہ مال مذکور بطوع مذکور عمرو کو حاصل ہو جائے اور اس مقرلہ نے اس کے اس اقرار کی تصدیق صحیح بالمواجہہ و بالمشافہہ کی اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا یا اس طرح تحریر کرے اور اس کی طرف سے اس مقرلہ نے یہ اقرار اس کے واسطے اس مال مذکور کا بقبول صحیح قبول کیا اور دونوں نے اپنے اوپر اس سب کے وہ لوگ گواہ کر لئے جنہوں نے اپنا نام آخر تحریر ہذا میں ثبت کیا ہے بعد ازانکہ یہ مضمون ان کو ایسی زبان میں پڑھ کر سنایا گیا جس کو انہوں نے جان لیا اور اقرار کیا کہ ہم دونوں نے اس کو سمجھ لیا ہے اور اچھی طرح اس کو جان گئے ہیں اور یہ بتاریخ فلاں واقع ہوا اور اگر بیان سبب لکھنا چاہا تو کاتب اس کو تحریر کرے اور سبب بہت ہوا کرتے ہیں ازانجملہ یہ مال ثمن کسی دار یا فرس یا متاع یا غلام کا ہو جس کو قرض دار نے اُس سے خریدا ہے تو قرضہ لازم و حق واجب لکھنے کے ساتھ لکھے کہ یہ ثمن فرس یا دار یا غلام ہے جس کو اس مقر نے اس مقرلہ سے بعوض صحیح خرید کر اس سے لے کر قبضہ کر لیا ہے اور اُس کو دیکھ لیا ہے اور اُس پر راضی ہو گیا ہے اور اس پر ثمن مقرر ہو گیا ہے اور اُس کو اچھی طرح دیکھ بھال لینے کے بعد اپنے بائع کو تمام عیوب مبیع سے بری کر دیا ہے یہ ثمن حالہ غیر موجلہ ہے اور اگر ثمن موجل ہو تو لکھے کہ موجل تا ماہ فلاں یا تا سال فلاں یا تا دو سال کامل قمری جب واقع ہوا اور اس مقرلہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس معیاد کے اندر اس سے مطالبہ کرے اور بعد معیاد آ جانے کے اس کو اختیار ہے کہ جب چاہے جس طرح چاہے مطالبہ کرے اس مقر کو اس سے کسی طرح بریت الی آخرہ۔

اس مقر نے اس مقرلہ سے اس مبیع کو جس وقت عقد بیع واقع ہوئی ہے بلا تاخیر وصول کر لیا اور قبضہ کر لیا اور ہم نے عقد بیع واقع ہونے کے وقت قبضہ مبیع[2] واقع ہونے کا تذکرہ اس واسطے لکھ دیا کہ امام اعظمؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز کسی قدر درموں کے عوض بوعدہ ایک سال خریدی اور سال معین[3] نہ کیا تو میعاد کا اعتبار اُسی وقت سے شروع ہوگا جس وقت مبیع پر قبضہ واقع ہو اگرچہ قبضہ ایک سال کے بعد واقع ہو وقت بیع کے واقع نہ ہوا اور اگر ثمن قسط وار ادا کرنا ٹھہرا ہو تو اس کو تحریر کر دے مثلاً لکھے کہ موجل شش ماہ چھ قسطوں پر کہ ہر قسط بائع کو اس قدر ادا کرے گا اور اگر یہ چاہا کہ کسی قسط میں تاخیر ہونے کے وقت باقی مال فی الحال واجب

---

[1] قال المترجم دین۔ قرضہ دین حالہ جو فی الحال واجب الادا ہو دین موجلہ جس کی میعاد ہو ۱۲ [2] اقول صورت مذکورہ میں سال معین ہے پس اس کی حاجت نہیں ہے اور لکھنا بے فائدہ رہا ۱۲ [3] اقول صحت بیع کے واسطے میعاد کا تعین شرط ہے پس اس صورت میں بیع فاسد ہونی چاہئے فتامل ۱۲

الا دا ہو جائے تو لکھے کہ بدین شرط کہ ہر گاہ کسی قسط کے ادا کا وقت آیا اور اس نے تاخیر کی اور ایک قسط کو دوسری قسط میں داخل کر دیا تو سب مال اس پر فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اور قسط بندی باطل ہو جائے گی اور یہ لکھ دے کہ بدون اس کے کہ یہ بات بیع میں شرط ہو اس واسطے کہ بیع میں اگر ایسی شرط ہو تو بیع کو فاسد کرے گی اور منجملہ اسباب کے قرض ہے پس لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب قرض صحیح کے کہ مقر نے اس سے یہ مال قرض لیا اور مقرلہ نے اس کو اپنے مال سے یہ اس کو دیا اور اس کے سپرد کر دیا اور مقر نے یہ مال اس سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور اس کو اپنی ضرورت میں صرف کیا اور اس مقرلہ نے خطاباً اس کی تصدیق کی اور قرض کی صورت میں موجل ہونا تحریر نہ کرے اس واسطے کہ قرض میعاد کو قبول نہیں کرتا ہے کذا فی المحیط ۔

نکاح میں مہر کا بیان نہ ہونا کی تصدیق کرنے سے قبل کچھ باتوں کا ملحوظ رکھنا ☆

سوائے ایک مسئلہ کے جس کو طحاویؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد فلاں بن فلاں کو ہزار درم بوعدۂ ایک سال قرض دیے جائیں تو اس مدت کا تقرر صحیح ہے کذا فی الظہیر یہ۔ منجملہ اسباب کے غصب ہے تو لکھے کہ قرضہ لازم وحق واجب بسبب غصب کے کہ اس مقرلہ سے مثل ان درموں کے غصب کئے تھے اور از انجملہ حوالہ و کفالت ہے پس حوالہ کی صورت میں لکھے کہ بسبب قبول حوالہ فلاں کے جس نے اس مقر پر اس قدر مال اس مقرلہ کے واسطے حوالہ کیا تھا اور کفالت میں لکھے کہ بسبب اس کے کہ اس مقر نے اس مقرلہ کے واسطے فلاں کی طرف سے جس پر اس مقرلہ کا قرضہ تھا کفالت کی ہے اور اگر عورت کے باقی مہر (۱) کا اقرار تحریر کیا تو لکھے کہ اس عورت کا قرضہ لازم وحق واجب بسبب اس عورت کے باقی اس مہر کی جس پر اس سے نکاح کیا ہے اور تھوڑا ادا کیا ہے کہ یہ عورت اس مقر سے اس کا مطالبہ کرے گی ہر گاہ کہ شرعاً اس عورت کا اس مال کا مطالبہ اس مقر پر متوجہ ہو اور اگر مقر نے اس مال کے عوض اعیان منقولہ کو رہن بھی کیا ہو تو بعد اقرار مقر وتصدیق مقرلہ کے تحریر کرے کہ اور اس مقر نے اس قرضہ کے عوض اس مقرلہ کو اپنے اعیان (۲) مال سے ایک مندیل بغدادی جید جس کا طول اس قدر وعرض اس قدر وقیمت اس قدر ہے اور ایک تختہ دیبا جس کا طول اس قدر وعرض اس قدر ونقش ایسا اور قیمت اس[1] قدر ہے اور مغفوری اس کا طول اس قدر وعرض اس قدر و رنگ ایسا وقیمت اس قدر ہے یہ سب چیزیں رہن دیں اور مقرلہ کو سپرد کر دیں اور اُس نے ان سب پر قبضہ کر لیا پس یہ سب چیزیں بعوض اس کے اس قرضہ کے اس کے پاس رہن ہیں کہ ان کو تا استیفائے قرضہ مذکور روک رکھے گا اور یہ سب ان گواہوں کی آنکھ کے سامنے واقع ہوا جن کا نام آخر تحریر میں ثبت ہے اور اگر اس نے مقر سے اس قرضہ کی بابت کوئی کفیل لیا ہو تو اقرار قرضہ وتصدیق مقرلہ کے بعد تحریر کرے کہ اور فلاں نے اس مقر کی طرف سے تمام اس مال مذکور کی اس مقرلہ کے واسطے کفالت صحیحہ جائزہ نافذہ کر لی جس کی اس مقرلہ نے اس مجلس کفالت میں اجازت دے دی اور قبول کیا بدین شرط کہ اس مقرلہ کو اختیار ہے چاہے اس کفالت کے حکم سے اس کفیل سے مطالبہ کرے اور چاہے اس اصیل سے بحکم اصالت مطالبہ کرے اور اگر صغیر پر مہر کی تحریر چاہی پس اس پر اس مہر کے اقرار کی تحریر صحیح نہیں ہے پس نکاح کی حکایت تحریر کرے پس اس سے مہر اس صغیر کے ذمہ قرضہ ہو جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح بولایت پدری ساتھ صغیر مسمی فلاں بن فلاں کے گواہان عادل کے سامنے بنکاح صحیح کر دیا اور اس صغیر فلاں کے باپ مسمیٰ فلاں نے اپنی[2] اس صغیر کے واسطے نکاح بولایت پدری بقبول صحیح قبول کیا پس یہ صغیرہ اس صغیر کی جورو ہو گئی اور یہ مہر اس صغیرہ کے واسطے اس صغیر پر لازم ہو گیا۔ نوع دیگر دو آدمیوں نے ایک شخص کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا اور دونوں میں

[1] یوں ہی کتب میں موجود ہے ۱۲ [2] عجب کہ نکاح میں مہر کا بیان نہیں ہے اور شاید مقصود اقرار نکاح کا نوشتہ ہے اور مہر نامہ کی تحریر جداگانہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ (۱) یعنی مہر معجل نکالنے کے بعد باقی مہر ۱۲ منہ (۲) مال منقولہ عین ۱۲

سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے اس مال کا کفیل ہوا تو تحریر کرے کہ زید وعمرو نے بطوع ورغبت خود اپنی صحت ابدان وثبات عقول و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت میں درحالیکہ دونوں کو یا دونوں میں سے کسی کو کوئی مرض وعلت وغیرہ ایسی نہ تھی جو دونوں کی صحت اقرار سے مانع ہے یہ اقرار کیا کہ ان دونوں پر اور ان دونوں کے ذمہ بکر کے واسطے اس قدر درم قرضہ واجب وحق لازم ایسے سبب صحیح سے ہیں جس کو دونوں بخوبی جانتے ہیں اور دونوں پر بکر کے واسطے ایسا اقرار لازم آیا ہے اور یہ دونوں آسودہ بھرے خوش حال مالدار ہیں اس قدر اعیان و اموال کے مالک ہیں جس سے یہ قرضہ پورا ادا ہو کر زیادہ باقی رہتا ہے بدین شرط کہ ہر ایک دونوں میں سے اس سب قرضہ کا ضامن وکفیل ہے اور اس مقرلہ کو اختیار ہے چاہے دونوں کو اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے تنہا ہر ایک کو بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہاں تک کہ یہ سب مال وصول کرلے اور دونوں میں سے کسی کو بدون مقرلہ کو ادا کرنے اس سب مال کے وقت مطالبہ اس مقرلہ کے کسی طرح بریت وخلاص نہیں ہے اور دونوں کے اس مقرلہ نے اس سب میں بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔

نوع دیگر اگر دستاویز میں قرضہ بنام ایک شخص کے ہو پس اُس نے چاہا کہ اقرار کردے کہ یہ قرضہ درحقیقت فلاں شخص کا ہے اور میرا نام اس میں عاریت ہے تو اس کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ میرے نام سے عمرو پر اس قدر مال بذریعہ دستاویز ہے جس کی نقل یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر اس دستاویز کو اوّل سے آخر تک مع تاریخ تحریر نقل کردے پھر لکھے کہ فلاں نے اقرار کیا کہ یہ سب مال جو میرے نام سے عمرو پر اس دستاویز میں تحریر ہے یہ بکر کا ہے میرا نہیں ہے اور نہ اور سب آدمیوں میں سے کسی کا ہے اور اگر اس میں سے تھوڑا بکر کا ہو تو لکھے کہ اس سب قرضہ میں سے اس قدر درم بکر کے ہیں میرے نہیں ہیں اور نہ تمام آدمیوں میں سے کسی اور کے ہیں اتنے درم مذکور بکر کے بملک صحیح وحق ثابت بسبب حق لازم واجب کے ہیں جس کو زید جانتا ہے کہ اس کے ذمہ اس کا اقرار لازم آیا اور یہ مال ہمیشہ سے بکر کا اور اُس کی ملک ہے اور اس زید کا نام اس میں بطور عاریت وبغرض معنویت بکر ہے اور اقرار کیا کہ زید کے واسطے جو کچھ عمرو نے دستاویز میں بوصف مذکور اقرار کیا ہے اس کا عمرو پر کچھ حق ودعویٰ ومطالبہ کسی وجہ سے نہیں ہے اور یہ بکر اس مال میں تصرف کا مستحق ہے یہ زید یا تمام لوگوں میں سے کوئی اور مستحق نہیں ہے اور بکر ہی کو استحقاق ہے کہ اس سے بری کردے اور اس کو وصول کرے اور اس کے عوض کچھ خرید لے اور اس کو ہبہ کر دے یا صدقہ دے دے اور عمرہ کو مہلت دے دے اور وہی اس پر مسلط ہے اور وہی اس کا ماذون ہے اور اس میں خصومت کرنے کا ماذون ہے اگر مطلوب منکر ہو جائے خواہ اس مقر کی زندگی میں یا اس کی وفات کے بعد اور بکر کو اختیار ہے چاہے اس میں بذات خود تصرف کرے اور چاہے کسی غیر کے ذریعہ سے تصرف کرے اور جس کو پسند کرے اس کام کے واسطے وکیل کرے اور جس کو چاہے اس واسطے مقرر کرے اس میں اپنی رائے کے موافق عمل کرنے کا مختار ہے جو چاہے کرے سب اس کو روا ہے جب چاہے جس طرح چاہے اور ہر گاہ چاہے مرۃً بعد اخری تصرف کرے اس مقر کا اس سب میں یا اس میں سے کسی جزو میں کوئی حق نہیں ہے اور اس مقر کو اس کے بری کرنے ووصول کرنے وہبہ کرنے وغیرہ کسی بات کا اختیار نہیں ہے اور نہ کسی وجہ سے کوئی قدیم وجدید دعویٰ ہے اور جو تصرف اس میں مقر کی طرف ثابت ہوا ہو اوہ باطل ومردود ہے اور مطلوب پر قرضہ مذکور بحالہ ثابت ہوگا اور اگر اس قرضہ مذکور یا اس میں سے کسی جزو پر استحقاق ثابت ہو تو یہ مقر اس مقرلہ کے واسطے ضامن ہوگا اس واسطے کہ استحقاق اس میں جبھی ہو سکتا ہے کہ اس مقر کی طرف سے اس میں کوئی سبب حادث ہوا ہو اور بکر نے اس کے اس سب اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کردے نوع دیگر اقرار وصول یابی قرضہ۔ فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُس کا فلاں پر اس قدر حق واجب بسبب صحیح تھا اور ہم دونوں نے اس کے واسطے ایک دستاویز مزین بگواہی گواہان عادل بدین مضمون اس پر گواہ کر دینے کے واسطے لکھی تھی اور وہ اس کے پاس تھی اور اس نے اس فلاں

سے تمام یہ مال جو اس میں مذکور تھا تمام و کمال پورا پورا بھر پایا بدین طریق کہ اس قرض دار نے اس کو یہ سب مال تمام و کمال دے دیا اور اس نے قبضہ کر لیا اور بعد اس وصول یابی کے قرض دار مذکور بالکل بری ہو گیا اور دستاویز اس مال کی جو اس کے پاس اس مال کی اس شخص کی اقراری تھی اُس کے پاس سے ضائع ہو گئی ہے پس اگر اس کو کبھی کسی وقت نکالے تو وہ باطل ہو گی اس کے ذریعہ سے اس کے واسطے اُس فلاں پر کوئی حجت نہ ہو گی اور اگر اس نے کسی وقت کبھی یا اس کے وکیل یا وصی یا وارث نے اس دستاویز کے ذریعہ سے اس مال کا یا اس میں سے کچھ مال کا اس کا اس فلاں پر دعویٰ کیا تو یہ خود اس دعویٰ میں اور جو اس کے قائم مقام ہو اس دعویٰ میں اس فلاں کی جانب بذریعہ اس دستاویز کے مبطل اور جھوٹا ہو گا اور فلاں ابن فلاں نے مقر کے اس سب قرار و ابراء کی مقر کے اُس کو اس سب کے ساتھ خطاب کرنے کی حالت میں بقبول جائز قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے۔ نوع دیگر اگر دو قرض داروں میں سے ایک سے وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے تو لکھے کہ زید نے بطوع خود ااقرار کیا کہ اس کا عمرو و بکر پر اس قدر دینار برابر قرضہ تھا اور ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے حکم سے دوسرے کا کفیل اس پورے قرضہ کا تھا اور اس کے حکم سے زید کے واسطے اس کا ضامن ہوا تھا بدین شرط کہ زید کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو اس پورے قرضہ کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونوں کو ماخوذ کرے ایک کو یا دونوں کو جب چاہے جس طرح چاہے ہر گاہ چاہے مرۃً بعد اخریٰ ماخوذ کرے اور فلاں نے یعنی عمرو نے یا بکر نے یہ پورا قرضہ جو دونوں پر واجب تھا ادا کیا حالانکہ وہ دوسرے کی طرف سے اُس کے حصہ کا کفیل تھا پس یہ قرضہ دونوں کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور دونوں اس سے بری ہو گئے اور زید کا اس شخص پر جس نے ادا کیا ہے اور اس کے ساتھی دوسرے پر اس قرضہ مذکورہ میں سے قلیل و کثیر کچھ باقی نہیں رہا اور نہ ان دونوں کی جانب اس قرضہ کے تھوڑے یا سب کی بابت قدیم و جدید کوئی دعویٰ نہیں رہا اور اس مقرلہ نے زید کے اس اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور دونوں نے گواہ کر لئے اور اگر دونوں میں سے ایک نے فقط اپنا حصہ ادا کیا ہو تو لکھے کہ دونوں میں سے ایک فلاں نے فقط اپنا حصہ ذاتی ادا کیا اور وہ اس سے بری ہو گیا اور اس کا ساتھی بھی اس کی کفالت نقش سے بری ہو گیا اور اس قرض خواہ کے واسطے اس کے ساتھی پر اس قدر اس کا حصہ ذاتی باقی رہ گیا اور اس ادا کرنے والے پر بھی اس جہت سے رہا کہ اس نے اس کی طرف سے کفالت کی ہے واللہ اعلم۔

نوع دیگر در اقرار گندم زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے اس پر اور اس کے ذمہ اتنے قفیز گندم سپیدہ سینچے ہوئے پیداوار کے پاکیزہ جید حافیہ خریفیہ[1] یہ پیمانہ قفیز عشاری متعارف اہل بونخارا سے قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح ہیں اور چاہے سبب متعین کر دے کہ بسبب اس کے کہ زید نے عمرو سے ان کو قرض لیا تھا اور عمرو نے اس کو یہ گیہوں قرض دیے تھے یا لکھے کہ بسبب بیع سلم صحیح کے جو مجمع شرائط صحت واقع ہوئی اور اتنا اور بڑھائے کہ موجل بمعیاد کذا بدین شرط کہ بمقام فلاں ان کو ادا کرے اور اس مقرلہ نے اس کے اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے اور علیٰ ہذا باقی مکیلات و موزونات و عددیات متقاربہ کے اقرار کی تحریر اسی طور پر ہے جیسے ہم نے گیہوؤں میں بیان کی ہے اور جس چیز کے قرضہ ہونے کا اقرار کیا ہے اس کا وصف و قدر بخوبی بیان کر دے چنانچہ چپیہ دانہ میں لکھے کہ اتنے من چپیہ دانہ درمیانی سُرخ پاکیزہ موزوں بوزن اہل بخارا یا اتنے من چپیہ دانہ درمیانی سپید پاکیزہ موزوں بوزن اہل بکارا اور وزہ[2] کی صورت میں لکھے کہ اتنے من گاورس درمیانی پاکیزہ موزوں بوزن اہل بخارا اور تل کی صورت میں لکھے کہ اتنے من سیاہ تل پاکیزہ یا اتنے سپید تل درمیانی پاکیزہ اور روئی کی صورت میں لکھے کہ آ تنے من روئی درمیانی صاف مع دراہم موزوں بوزن اہل بخارا اور آٹے کی صورت میں لکھے کہ مثلاً اتنے من گندم سپید کا آٹا پن چکی کا پیسا ہوا

---

[1] اس ملک کی رسم کے موافق ۱۲ منہ [2] وزہ فارسی میں گاورس ہے اور ہندی چنوان ہے اور لغات مابعد اقسام میوہ جات ہیں ۱۲

موزون بوزن اہل بخارا اور اگر چھنا ہوا ہو تو لکھے کہ چھنا ہوا معروف بیک ویز موزوں بوزن اہل بخارا اور کتابوں میں بمہلہ ہے اور برہان قاطع میں بمعجمہ ہے اور کنج میں لکھے کہ اتنے من کنج ترش درمیانی موزون بوزن اہل بخارا اور صابون میں لکھے کہ اتنے من صابون درمیانی ساختہ روغن کنجد موزوں بوزن اہل بخارا اور انگور میں لکھے کہ اتنے من انگور وزخمی سرخ یا سپید یا خرمانی سرخ یا سپید موزوں بوزن اہل بخارا یا طائفی سرخ یا سپید موزوں بوزن اہل بخارا اور دوشاب عنبی میں لکھے کہ دوشاب انگوری شیریں صاف ساختہ از انگور کذا درمیانی از راہ رقت وصورت موزوں بوزن بخارا اور اسی طرح اتنے من روغن جلانے کا سرسوں یا السی سے نکالا ہوا موزوں بوزن اہل بکارا اور روغن قرطم میں لکھے کہ اتنے من روغن قرطم خوشبودار درمیانی موزوں بوزن اہل بخارا اور علیٰ ہذا القیاس باقی مکیلات وموزونات میں بھی اُسی طور سے تحریر کرے۔

مسئلہ کی اُس صورت کا بیان جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں توکیل جائز نہ ہوئی ☆

نوع دیگر عورت نے اقرار کیا کہ اس کے شوہر نے اس کے واسطے اس کے مہر کے عوض چیزیں خریدی ہیں ہندہ نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ زید کی جورو وحلالہ بنکاح صحیح ہے کہ زید نے اس سے گواہان عادل کے سامنے اس قدر دینار پر بنکاح صحیح نکاح کیا ہے اور زید نے اس کے واسطے اس کے تمام مہر مذکور کے عوض متفرق اقسام کی چیزیں خریدی ہیں اور ان چیزوں کو ایک ایک کر کے بیان کردے اور ہندہ نے اس کو ان چیزوں کو خریدنے کے واسطے بوکالت صحیحہ وکیل کیا تھا اور ہندہ نے ان چیزوں کو زید سے لے کر اسی ہیات کے ساتھ جس طرح اس زید کے اس خرید کرنے وقبضہ کرنے کے روز تھیں قبضہ میں کر لیا ہے اور اس زید کے اس کو یہ سب سپرد کرنے سے لے کر قبضہ کرنے سے یہ سب اس کے قبضہ میں ہوگئی ہیں۔ ایسا ہی شیخ نجم الدین عمر والنسفیؒ نے ذکر کیا ہے اور اس میں اعتراض ہے اس واسطے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جورو نے اپنے شوہر کو بعوض اس مہر کے جو جورو کا اُس پر ہے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور جو شخص کسی قرض دار کو وکیل کرے کہ میرے واسطے اس قرضہ کے عوض جو میرا تجھ پر ہے خرید دے تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے توکیل جائز نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ بائع کو معین کردے مثلاً یوں کہے کہ میرے واسطے کپڑا افلاں سے خرید دے یا مبیع معین کردے بایں طور کہ میرے واسطے یہ غلام خرید دے اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے ہر حال میں وکالت جائز ہے پس بنظر قول امام اعظمؒ رحمتہ اللہ علیہ کے احتیاط اس میں ہے کہ تحریر میں کچھ بڑھایا جائے پس لکھے کہ ہندہ کے واسطے بعوض اسکے اس تمام مہر کے فلاں بن فلاں بائع سے خریدی یا لکھے کہ اور حال یہ ہے کہ ہندہ نے اس کو ان چیزوں کو فلاں بن فلاں بن فلاں سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا یا لکھے کہ حال یہ ہے کہ ہندہ نے اس کو ان معین چیزوں کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا کہ بعوض اس کے اس مہر کے بعینہ یہ چیزیں خرید دے۔ نوع دیگر دو آدمیوں میں قرضہ کے لین دین کا معاملہ تھا ان دونوں نے طرفین سے اپنے حقوق بھر پانے کا اقرار کیا۔ اس کی صورت تحریر یہ ہے کہ سب گواہ ہوئے کہ زید وعمرو دونوں نے بطوع خود اقرار کیا کہ ان دونوں میں سے کسی کے واسطے دوسرے پر یا اس کے پاس یا اس کی جانب یا اس کے ساتھ یا اس کے قبضہ میں یا اس کے نام سے یا بعد اس کے کسی وکیل کے نام سے یا کسی کی جانب اس کے سبب سے اس تمام معاملہ میں جو دونوں کے درمیان تھا اس کے سب طریقوں سے کوئی حق نہیں رہا اور نہ کوئی دعویٰ اور نہ کوئی خصومت اور نہ مطالبہ نہ کسی وجہ وکسی سبب سے خواہ قدیم ہو یا جدید ہو نہیں رہا بلکہ حال یہ ہے کہ اس معاملہ میں ہم دونوں میں سے جس کا حق جو کچھ تھا اس نے دوسرے سے اپنا سب حق بھر پایا بدین طور کہ دوسرے نے یہ سب حق بھر پور تمام وکمال دے دیا پس ہرگاہ ان دونون میں سے کوئی دوسرے پر یا اس کی جانب یا اس کے پاس یا اس کے قبضہ میں یا اس کے سبب سے کسی اور کی طرف یا اس کے نام سے یا اس کے وکیل کے نام سے کچھ دعویٰ کرے وحق کا خواستگار ہو یا سب وجوہ میں سے کسی وجہ سے قدیم یا جدید کوئی مطالبہ کرے

جس طرح بیان کیا گیا ہے اور سوائے اس کے اور وجہوں سے مطالبہ کرے خواہ قسم طلب کرے یا اس کے گواہ قائم کرے اور اس میں سے کسی چیز کی وجہ سے اس کی جانب کے حق کا دعویٰ کرے بعد اس تحریر کے تو وہ زور[1] و باطل وظلم ہے اور جس پر دعویٰ کرے گا اس کا ساتھی ان سب سے بری ہے اور وہ دنیا و آخرت میں حلت میں ہے اور دونوں میں سے ہر ایک نے برأت مذکورہ دوسرے سے قبول کی اور اس کی دو نقلیں تحریر کرے اور دونوں میں کچھ تفاوت نہ ہوتا کہ ہر ایک کے پاس ایک نقل رہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے پر قرضہ ہو اور حال یہ ہے کہ اُس نے سب بھر پایا تو بدین الفاظ تحریر کرے لیکن دونون جانب میں ایک جانب سے فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ میں نے دوسرے سے دوسرے کے دینے سے تمام اپنا قرضہ وحق سب جو کچھ تھا وصول پایا پس اس کا اس پر یا اس کے پاس یا اس کی جانب یا اس کے قبضہ میں یا اس کے سبب سے کسی اور پر الی آخرہ اور اگر اس نے بدون وصول کرنے کے اس کو بری کر دیا ہو تو لکھے کہ اور فلاں نے فلاں کو اپنے ہر حق سے جو اس کی جانب یا اس کے پاس الی آخرہ۔ بابراء صحیح بری کر دیا اور فلاں نے اس ابراء کو بالمواجہہ بقبول صحیح قبول کیا اور اگر تھوڑا وصول کر لیا اور تھوڑے باقی کو معاف کر دیا تو لکھے کہ اس نے فلاں سے اس تمام میں سے جو اس کے پاس یا اس کی جانب یا اس پر الی آخرہ اس قدر بھر پایا اور باقی سے اس کو بری کر دیا اور فلاں نے اس ابراء کو قبول کیا اور اگر تھوڑا وصول پایا اور باقی کی مدت مقرر کر دی تو لکھے کہ اور اس کا فلاں پر اس قدر تھا پس اس سے اتنا وصول پایا پس اس کا اقرار کیا اور باقی کے واسطے جو اس قدر ہے فلاں وقت تک بطوع صحیح میعاد دے دی اور فلاں نے اس مہلت کو قبول کیا اور اگر تھوڑے قرضہ کو معاف کر دیا اور باقی کی مدت مقرر کر دی تو لکھے کہ اور اس کو تمام اس مال میں سے جو اس کا اس فلاں پر تھا اور وہ اس قدر تھا اس قدر معاف کر دیا یا لکھے کہ تمام اس مال سے جس کا اس پر دعویٰ کرتا تھا اور وہ اس قدر ہے اس میں سے اس قدر معاف کر دیا اور باقی اس قدر کے واسطے اتنی مدت مقرر کر دی پس یہ باقی مال مذکور اس پر اس میعاد پر واجب الادا ہو گا اس میں سے کچھ بھی مقدار معاف شدہ میں داخل نہیں ہوا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوع دیگر در اقرار انسان بعقار[2] زید نے اقرار صحیح کیا کہ تمام دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان مع اس کے حدود وحقوق و جملہ مرافق کے جو اس کے حقوق سے ہیں اور جملہ ان چیزوں کے جو اس کی جانب اس کے حقوق سے منسوب ہیں واسطے عمرو کے ہے بملک ثابت وحق واجب ولازم پس یہ سب اس عمرو کا ہے نہ زید کا اور نہ تمام آدمیوں میں سے اور کسی کا ہے اور یہ عمرو اس میں تصرف کا مستحق ہے نہ زید اور نہ زید کے سوائے سب آدمیوں میں سے کوئی اور آدمی اور اس زید کا اس میں حق نہیں ہے اور نہ اس کی جانب زید کے واسطے کوئی راہ ہے اور نہ کسی وجہ و کسی سبب سے کوئی حق ہے اور نہ مطالبہ اور نہ خصومت ہے آخر تک بدستور مذکور لکھے اور فلاں یعنی عمرو نے اس کے اس سب اقرار کی تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے اور اگر چاہے تو مع اس کے حدود وحقوق و مرافق الی آخرہ کے بعد لکھے کہ یہ سب ملک عمرو و اسی کا حق ہے اور اس مقر کے قبضہ میں بطریق عاریت ہے اور عمرو مقر لہ فقط از راہ ملک و قبضہ و تصرف اس کا مستحق ہے اس مقر اور اس کے سوا اور دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں ہے سوائے اس مقر لہ عمرو کے اور مقر لہ عمرو نے اس کے اس سب اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور علیٰ ہذا اگر کسی دوسری محدود چیز میں اس طرح کا اقرار واقع ہو تو یونہی تحریر کرے۔ اور اگر کسی دار یا زمین کا اقرار کیا اور یہ اقرار کیا کہ یہ مقر کے قبضہ میں ہے اور چاہا کہ یہ بیان کر دے کہ مقر لہ کو اس کا تسلیم کرنا مقر پر واجب ہے تو لکھے کہ تمام یہ دار و یہ زمین اس مقر کے قبضہ میں ہے اور اس مقر کے قبضہ میں اس طرح ہے کہ فلاں کے واسطے اس کی ضمان اس مقر پر واجب ہے یعنی بطور امانت اس کے قبضہ میں نہیں ہے اور مقر پر اس کا تسلیم کرنا مقر لہ کو واجب ہے و لازم ہے بسبب واجب وحق کے

[1] زور گڑھا ہوا جھوٹ ۱۲ [2] عقار مال غیر منقول از قسم مکان و زمین وغیرہ اور درخت تابع زمین ہوتے ہیں ۱۲

کہ جس کو یہ مقر جانتا ہے اور جس کے سبب سے مقر پر ایسا اقرار کرنا لازم آیا ہے یہ اس وقت تک مضمون ہے کہ جب تک فلاں کو سپرد نہ کرے پس اس پر یہ مضمون ہے یہاں تک کہ اس کو مع اس کے سب حدود و حقوق کے بتسلیم صحیح بدون مانع ومنازع کے فلاں کو دے دے و سپرد کر دے تو یہ جائز ہے اور مقر پر اس کا تسلیم کر دینا واجب ہوگا پس اگر اس نے سپرد کیا تو خیر ورنہ مقر پر اس کی قیمت واجب ہو گی اور قیمت بیان کرنے میں مقر کا[1] قول قبول ہوگا اور اگر اقرار میں اس کی قیمت بیان کر دے مثلاً یوں کہے کہ مقر پر اس کا تسلیم کرنا واجب ہے پس اگر مقر نے اس کو سپرد کر دیا تو خیر ورنہ مقر پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور وہ سب اس قدر ہے تو یہ احوط واصوب ہے اور اگر دار مذکور اس کے قبضہ میں نہ ہو اور اس نے یوں تحریر کرنا چاہا کہ مقر پر اس دار کا فلاں کو سپرد کرنا واجب ہے یا اس کی قیمت سپرد کرنا واجب ہے بشرطیکہ عین دار سپرد کرنے سے عاجز ہو تو یہ بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں یہ نہ لکھے کہ دار مذکور اس کے قبضہ میں ہے اور اگر ایسے اقرار میں مقر نے اپنی جانب اور اپنے سبب یا کسی شخص کی طرف سے یا خاص خاص چند آدمیوں کی طرف سے جن کے نام بیان کر دیئے ہوں درک کی ضمانت کر لی تو لکھے کہ فلاں کے واسطے فلاں نے تمام اس درک کی جو اُس دار محدودہ میں یا اس میں سے کسی چیز میں اس کی جانب یا اس کے سبب یا فلاں کی جانب اور اس کے سبب سے پیش آئے ضمانت صحیحہ کر لی کہ فلاں کو اس سب سے چھڑا دے گا اور اس سب دار مذکور کو اس کے سپرد کر دے گا یا اس کو اس دار کی قیمت واپس دے گا اور فلاں نے تمام اس اقرار و ضمان کو قبول کیا اور اگر اُس نے تمام لوگوں کی طرف سے درک پیش آنے کی ضمانت کر لی تو طحاوی نے عیسیٰ ابن ابان سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ بن ابان نے فرمایا کہ ہم کو ایک عقار کی بابت جو ہمارے قبضہ میں تھا ایک شخص کے واسطے اقرار کرنا پڑا پس اُس نے ہم سے ضمانت درک طلب کی پس ہم نے اس کو اپنی جانب اور اپنے سبب سے ضمانت درک کو لینا قبول کیا مگر اس نے اس سے انکار کیا اور اسی پر جم گیا کہ ہم سب لوگوں کی طرف سے ضمانت درک کے ضامن ہوں پس میں نے امام محمد بن الحسن سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تم نے اس کو منظور کیا اور اس کے کہنے کے موافق ضامن ہوئے تو ضمان باطل ہوگی اور شیخ خصاف تمام لوگوں کی طرف سے درک کا ضامن ہونا جائز رکھتے تھے پس یوں لکھے کہ از جانب مقر و اس کے سبب سے اور تمام سب آدمیوں کی طرف سے درک کا ضامن ہوا اور اگر دار مذکور کو اس کے پاس ودیعت ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ اس مقر کے پاس اس مقر لہ کی طرف سے ودیعت ہے کہ جب وہ طلب کرے گا اس کو سپرد کرے گا مقر کو اس سے کچھ انکار نہ ہوگا اور اگر اپنے فرزند کے واسطے عقار کا اقرار کیا پس اگر بیٹا جوان یعنی بالغ ہو تو اس صورت میں بھی اسی طرح لکھے جس طرح اجنبی کی صورت میں تحریر کرتا ہے اور اگر لڑکا صغیر ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ مقر کے فرزند صغیر مسمی فلاں کے جو اتنے برس عمر کا ہے ملک و حق ہے اور اس مقر کا قبضہ بولایت پدری بغرض حفاظت ہے کہ اس کی طرف سے یہ مقر لہ تا اس کے بلوغ و صلاح کار ہونے کے حفاظت کرتا ہے اور اس اقرار میں اس مقر کی اس شخص نے تصدیق کی جس کو تصدیق کرنے کا استحقاق ہے۔

نوع دیگر اگر دار کا مع اس سب چیز کے جو اس میں ہے کسی کے واسطے اقرار کیا تو ابتدا سے مثل مذکورہ بالا تحریر کرنے کے بعد دار کے مع حدود و ذکر کرنے کے وقت لکھے کہ یہ دار مع سب حدود و حقوق کے اور مع کپڑوں و امتعہ[ا] و عروض و مکیل و موزون و فروش و بساطہا و اثاث البیت اور بیوت کی ٹوٹن و سونا و چاندی کے و مع ظروف پتیلی و برنجی و تانبے و جست و مٹی و شیشہ کے اور مع آٹے و حیوانات وغیرہ سب اقسام اموال کے کثیر و قلیل کے جو اس دار میں ہے واسطے فلاں کے ہے اور تحریر کو تمام کرے اور علیٰ ہذا اگر باغہائے

ا امتعہ جمع متاع جس کو ہم لوگ اسباب کہتے ہیں اور عروض و متاع میں فرق یہ ہے کہ عروض میں کپڑے و زیور وغیرہ سب شامل ہیں اور عقار کا مقابل ہے اور متاع میں تمتع کے معنی یعنی نفع لینے کے معنی معتبر ہیں یعنی اثاثہ خانہ داری اگرچہ فرق کمتر ہے مکیل کیل سے ناپنے کی چیزیں موزوں وزنی فروش مانند چٹائی کے اور بساط بچھونا ۱۲ (۱) اور اگر مقر لہ نے زیادہ قیمت کا دعویٰ کیا تو وہ گواہ لائے ۱۲ منہ

انگور واراضی مزروعہ کا جس میں انگور وزراعت موجود ہے کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو مثل اقرار بیسے دار کے ہے جس میں اسباب موجود ہے کہ زراعت وپھلوں کو مفصل بیان کرنا چاہیے اس واسطے کہ باغہائے انگور واراضی کا اقرار کرنے میں کھیتی و پھل نہیں داخل ہوتے ہیں جیسے کہ دار کے اقرار میں متہاعہائے دار داخل نہیں ہوتی ہیں۔ پس اگر اصل اراضی و باغہائے انگور کا اقرار ہو تو اسی طرح تحریر کرے جیسے اصل دار کا اقرار تحریر کیا جاتا ہے اور اگر اراضی و باغہائے انگور مع اس چیز کے جو اس میں موجود ہے اقرار کیا تو اس طرح لکھے جیسے دار مع اس کی متاع کے اقرار کرنے میں تحریر ہوا ہے اور اگر اس چیز کا جو دار میں ہے بدون دار کے اقرار کیا تو لکھے کہ دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان کے اندر جملہ اقسام اموال میں کپڑے وعروض وامتعہ وفروش وبساط وسونا وچاندی و باندی وغلام و گائے و بکری و اونٹ و کیلی و وزنی وطعمہ واشربہ وحویلی گری ہوئی کا ٹوٹن و پیتل وتانبے وکانسے وشیشے وغیرہ کے برتن یہ سب فلاں کی ملک وحق ہے اسی طرح اگر باغہائے انگور کے پھلوں کا سوائے اصل باغ کے اقرار ہوا اور اگر زمین کی زراعت کا بدون زمین کے اقرار ہو تو کھیتی کی صورت میں تحریر کرے کہ اراضی واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان میں سے اتنی جریب میں مجوز زراعت گندم ہے اور اس میں بالیاں آ گئی ہیں قریب کاٹے جانے کے ہے یا لکھے کہ وہ کھیتی کاٹ لی گئی ہے اور گندم جو اس زمین مذکور محدودہ میں ہے وہ سب فلاں کی ملک وحق ہے بدون رقبہ اراضی مذکور کے اور تحریر کو تمام کرے اور پھلوں کی صورت میں لکھے کہ باغہائے انگور واقع مقام فلاں محدود دو چنین و چنان میں تمام پھل جو اس باغ کے درختاں سے پیدا ہو کر انہیں درختوں پر موجود ہیں فلاں کی ملک وحق ہیں بدون درختاں انگور باغہائے مذکور و بدون اراضی باغہائے مذکور کے اور تحریر کو ختم کرے واللہ اعلم۔

ایسی اشیاء کا اقرار جن کو مکان کی جانب منسوب نہیں کیا جاتا کی تحریر کا بیان ☆

نوع دیگر اگر اموال اعیان یا جن کی اضافت مکان کی طرف نہیں کی ہے اقرار کیا تو چاہئے کہ ایسی صورت میں ان اموال اعیان کی فہرست ایک کاغذ میں او پر تحریر کرے اور کیلی کا کیل و وزنی کا وزن اور ذرعی (۱) کا طولی وعرضی و پیمائشی گز اور قیمتی (۲) کی قیمت تحریر کرے اور جو مثلی ہے اس کی مثل ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے پھر اس فہرست سے فارغ ہو کر تحریر کرے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ فلاں بن فلاں نے اپنے جواز اقرار و بہمہ (۳) وجوہ نفاذ تصرفات کی حالت میں بطوع خود و رغبت خود اقرار کیا کہ یہ تمام اعیان[۱] مذکورہ بالائے تحریر اقرار ہذا جن کے صفات و مقدار و پیمائش طولی وعرضی بیان کر دی گئی ہے اور قیمتی کی قیمت تحریر کر دی گئی ہے فلاں کی ملک وحق ہیں وہی ان چیزوں کا مالک و مستحق تصرف ہے یہ مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیوں میں سے ان کا کسی وجہ و کسی سبب سے مستحق نہیں ہے اور تحریر کو تمام کر دے نوع دیگر دار میں سے ایک حویلی کا اقرار کرنا یوں تحریر کرے کہ دار معروضہ[۲] کذا محدودہ بحدود کذا و کذا میں ایک حویلی جو اس دار میں جانے والے کے دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ یا سامنے پڑتی ہے جس میں بیوت سرمائی یا گرمائی ہے جس کی ایک حد ملازق صحن دار ہذا ہے اور دوسری حد اس دار کی بیت سرماوی یا گرماوی سے ملازق ہے اور تیسری اس دار کی صفہ سے ملازق ہے اور چوتھی اس دار کی متوضی[۳] سے متصل ہے یہ تمام منزل حویلی مع اپنے سب حدود و حقوق و زمین و عمارت و سفل و علو کے اور مع اپنے راستہ کے دہلیز دار ہذا سے تا دروازہ کلاں اس دار کی ہے اور مع اپنے ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں اس کے حقوق سے ہے فلاں کی ملک وحق ہے اور تحریر کو تمام کرے اور اگر دار کی منزل کے علو کا اقرار کیا تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بہ بیوت واقع کوچۂ فلاں محدود بحدود چنین و چنان کے بیت گرماوی یا سرماوی جس کے حدود چنین و چنان جو دار میں جانے والے کے دائیں ہاتھ پڑتا ہے اس پر

---

[۱] اعیان جمع عین جو دین یعنی از قسم نقد غیر معین نہ ہو ۱۲ [۲] معروضہ یعنی واقع محلہ فلاں از شہر فلاں و اگر نام ہو تو بیان کرے ۱۲

[۳] متوضی جہاں منہ دھونے و وضو وغیرہ کرنے کا پانی ڈالا جاتا ہے موافق رسم اس ملک کے ہے ۱۲ منہ (۱) جو گزوں سے ناپا جاتا ہے ۱۲ منہ

(۲) جو چیزیں قیمت پر ہوتی ہیں ان کا مثل تاوان وغیرہ میں مقرر نہیں ہے ۱۲ (۳) یعنی خواہ اس کے واسطے یا اس کے اوپر اقرار تصرف ہو ۱۲ منہ

ایک غرفہ واقع ہے پس اس مقر نے اقرار کیا کہ یہ تمام غرفہ مذکورہ بدون اس کی سفل کے ملک فلاں ہے اور تحریر کو تمام کرے اگر زید نے اپنے اور عمرو کے درمیان مشترک دار کے ایک بیت کا اقرار کیا تو جس طرح ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے پھر لکھے کہ اگر بعد تقسیم کے یہ دار اس مقر کے حصہ میں آیا تو سب بیت مذکور اس مقرلہ کو سپرد کیا جائے گا اور اگر عمرو کے حصہ میں آیا تو زید اس مقرلہ کے واسطے اپنے حصہ میں سے بقدر اس کے حق کے ضامن ہوگا اور یہ اس طرح ہوگا کہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق بنابر دونوں روایتوں میں سے ایک روایت کے تمام حصہ مقرین بقدر دار کے گزوں میں سے نصف تعداد کے اور مقرلہ بقدر بیت مذکور کے گزوں کے شریک کیا جائے گا پس جس قدر مقرلہ کے حساب میں آئے اس قدر مقر کے حصہ میں سے لے لے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دار کے گزوں میں سے نصف گزوں کی تعداد سے مقر اور نصف بیت مذکور کی تعداد سے مقرلہ شریک کیا جائے گا نوع دیگر اگر مقر نے اپنے دار میں سے دوسرے کے واسطے راہ کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اس کے مقبوضہ ومملوکہ دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان میں ایک راستہ ہے اور یہ راستہ اس دار میں فلاں موقع پر مابین کذا الی کذا ہے اور مبداء اس راستہ کا فلاں جگہ سے تا دروازہ کلان اس دار کے مسلم اسی دار میں ہے اور مبدا سے تا دروازہ کلان اس راستہ کا طول اتنے گز اور عرض اتنے گز ہے اس راستہ میں ہو کر فلاں شخص اپنے دار سے جو اس زید کے دار سے ملاصق ہے اس دار کے فلاں مقام سے نکل کر اس راستہ سے ہو کر دار زید کے دروازہ کلان سے ہو کر شارع عام میں آتا جاتا ہے پس زید نے اقرار کیا کہ یہ تمام راستہ مذکورہ مع اپنے حدود وحقوق کے فلاں کی ملک ومقبوضہ ہے اور وہی اس راستہ کا مستحق ہے مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیوں سے اس کا مستحق نہیں ہے اور تحریر کو ختم کرے اور اگر یہ راستہ دونوں میں مشترک ہو تو تحریر میں دونوں میں مشترک ہونا بڑھائے۔

نوع دیگر کسی کے واسطے دیوار کا اقرار کیا تو تحریر میں اس دیوار کے واقع ہونے کی جگہ اور اس کا طول وعرض و اونچائی تحریر کرے اور یہ بھی لکھنا واجب ہے کہ یہ دیوار محدودہ مع اپنی زمین و عمارت کے ملک فلاں الی آخرہ کیونکہ ہم نے دیوار کی بابت دو روایتیں مختلف بیان کر دی ہیں کہ دیوار نام ہے عمارت و زمین کا یا فقط عمارت کا نوع دیگر اگر نہر و کاریز کا اقرار کیا تو لکھے کہ نہر واقع مقام فلاں موسوم بکذا جس کا مینڈا فلاں جگہ سے اور اس میں فلاں نہر سے پانی آتا ہے اور فلاں مقام پر یہ نہر گرتی ہے اور یہ نہر اپنے پانی آنے کی جگہ سے گرنے کی جگہ تک اتنے گز ہے فلاں[1] گزوں کے حساب سے اور عرض اس کا اتنا ہے اور اس نہر کی پوری لمبائی میں دونوں جانب پانچ پانچ گز حریم ہے پس مقر نے اقرار کیا کہ یہ سب نہر مع اپنے حریم وسب حدود و زمین و ہر حق کے جو اس میں داخل اور اس سے خارج ہے اس مقرلہ کی ہے اور تحریر کو تمام کرے اور کاریز میں اتنا زیادہ کرے کہ مع اپنی زمین و تعمیر[2] کے نوع دیگر اگر مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ دوسرے کی ملک ہے اور مشتری اس غیر کی طرف سے خرید کے واسطے وکیل تھا پس اگر بیعنامہ کی پشت پر اس کو لکھنا چاہا تو لکھے کہ مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ غیر کی ملک ہے اور مشتری اس غیر فلاں کی طرف سے جس کا نام ونسب اس تحریر کے باطن کی جانب بیعنامہ میں تحریر ہے وکیل خرید تھا پس جواز اقرار و بہمہ وجوہ نفاذ تصرفات کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے تمام زمین محدودہ مذکورہ روئے تحریر ہذا یا تمام دار محدودہ مذکورہ روئے تحریر ہذا بائع مذکورہ سے بعوض ثمن مذکور کے واسطے فلاں بن فلاں کے خرید کیا کہ اس کو اس کے مال سے مقر کو اپنا وکیل مقرر کرنے سے مقر نے اس کے واسطے خریدا اور اپنے موکل کے مال سے ثمن نقد ادا کیا اور اس معقود علیہ پر اسی کے واسطے قبضہ کر لیا اور یہ تمام دار و یہ زمین ملک فلاں واس کا حق ہے اور اس مقر کا نام جو روئے بیع نامہ میں مذکور ہے عاریۃً ووکالۃً ہے استحقاقاً واصالۃً نہیں ہے اور اس کا موکل فلاں اس معقود علیہ مذکور میں سب تصرف کرنے کا

(۱) شاہی یا انگریزی مثلاً ۱۲ (۲) اوپر سے پٹی ہوئی ہوتی ہے اس سے تعمیر عمارت لی ہے ۱۲ منہ

مستحق ہے اور یہ مقر واس کے سوائے تمام سب لوگوں میں سے کوئی اس کا مستحق نہیں ہے اور اس مقر کو اس سب میں یا اس میں سے کسی جزو میں کچھ دعویٰ نہیں ہے اور اگر اس سب کا یا تھوڑے کا کبھی اس مقر نے دعویٰ کیا یا مقر کے قائم مقام نے مقر کی زندگی یا موت کے بعد عویٰ کیا تو اس کا دعویٰ باطل ہوگا اور مقرلہ مذکور نے اس کے اس سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی واقع تاریخ فلاں اور اگر وکیل مذکور کا اقرار علیحدہ ابتداء لکھا گیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اُس نے بکر سے ایک دار واقع مقام فلاں محدود بحدود وچنین و چنان بعوض اس قدر ثمن کے خریدا اور اس کے واسطے ایک بیعنامہ لکھا گیا جس کا نسخہ یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پس نقل بیعنامہ آخر تک تحریر کر دے پھر لکھے کہ اقرار کیا کہ اُس نے یہ معقود علیہ مذکور فلاں بن فلاں کے واسطے خریدا تھا باقی اُسی طور سے تحریر کر دے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اور اگر نصف اپنے واسطے اور نصف دوسرے کے واسطے خریدنے کی تحریر چاہی تو لکھے کہ بطوع خود اقرار کیا کہ ہرگاہ اُس نے تمام دار واقع مقام فلاں خریدا تو اس میں سے نصف شائع اپنے واسطے اور نصف شائع فلاں کے واسطے اس کے حکم سے اور اس کے اس مقر کو اس واسطے وکیل کرنے کی وجہ سے خریدا پس یہ تمام دار مذکورہ اس مشتری اور اس فلاں کے درمیان بسبب ایسی خرید کے نصفا نصف مشاع دونوں کے قبضہ میں ہے اور اس تمام ثمن مذکورہ کا نصف اس فلاں کے مال سے ادا کیا گیا ہے اور اس مقرلہ نے اس کے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور اگر وصی نے یتیم کے واسطے خرید کر کے اقرار کرنا چاہا کہ خرید شدہ یتیم کے واسطے خریدا ہے تو لکھے کہ زید نے جو عمرو کی طرف سے اس کے فرزند صغیر مسمی بکر کا وصی ہے اقرار کیا کہ اس نے تمام حویلی جو فلاں بائع سے بعوض چندین ثمن خریدی ہے وہ اس یتیم کے واسطے بحکم اپنی ولایت کے جو اس پر بحکم اس کے پدر فلاں کی جانب سے اس کے واسطے وصی ثابت ہونے کی وجہ سے ثابت ہے خریدی ہے کیونکہ اس کے خریدنے میں اس کے مال کی احتیاط اور اس کے حق میں حفاظت وامید حصول نفع مالی وزیادتی و توقیر سمجھی ہے اور اس نے اس کا ثمن بحکم اپنی ولایت مذکورہ کے اس کے مال سے اس بائع کو ادا کیا ہے اور اس یتیم کے واسطے جو چیز اس بائع سے خریدی ہے قبضہ کر لیا ہے پس یہ یتیم اس خرید شدہ کا مستحق ہے یہ مقر یا کوئی دوسرا وصی تمام سب آدمیوں میں سے اس کا مستحق نہیں ہی اور اس مقر کا نام بیعنامہ میں بطور عاریت ہے اور اس مقر کا اس سب میں یا اس میں سے کچھ کسی جزو میں کوئی حق نہیں ہے اور اس وصی نے یہ امر اس یتیم کے اوپر رکھا کہ بعد بالغ ہونے کے صلاح کاری ظاہر ہونے اور اپنے مال پر قبضہ کرنے کا مستحق ہونے پر مختار ہے کہ جو چیز اس وصی نے اس کے واسطے خریدی ہے اس پر قبضہ کر لے اور جو شخص اس میں خصومت کرے اس کے ساتھ خصومت کرے الی آخرہ۔

نوع دیگر اگر کسی نے اقرار کیا کہ وہ بعاریت فلاں کی خرید شدہ میں رہتا ہے تو لکھے کہ فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ معدم ہے دنیا کے مال سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے نہ روئے زمین پر اور نہ زمین میں گڑا ہوا مال رکھتا ہے سوائے ان کپڑوں کے جو اس کے بدن پر ہیں جن کی قیمت چندین درم ہے اور وہ فلاں کی عیال میں ہے جو اس کو نفقہ دیتا ہے اور وہ دار منسوبہ بفلاں شخص میں بطور عاریت رہتا ہے اور فلاں کے قبضہ میں اس کا کچھ مال و ملک وصامت و ناطق نہیں ہے اور نہ ایسی کوئی چیز ہے جس پر لفظ مال اطلاق کیا جا سکے اور فلاں نے اس کے اس اقرار کی تصدیق کی نوع دیگر اگر محدود خرید کرنے کے بعد مشتری و بائع میں مفاسخہ ہوا اور اُس کا اقرار مشتری نے تحریر کرنا چاہا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُس نے عمرو سے برضا ورغبت و بطوع خود ہر بیع جوان دونوں میں بابت تمام دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود وچنین وچنان کے جاری ہوئی تھی باہم فسخ کیا اور ہر عقد کو جوان دونوں میں اس دار مذکور کی بابت رہن و وثیقہ بمال وغیرہ کا ثابت ہوا ہو باہم توڑ دیا اور یہ مفاسخہ بطور صحیح جائز کیا جس میں فساد وخیار نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے جو اس کے بطلان کی موجب ہو اور زید مذکور نے تمام یہ دار بحکم اس مفاسخہ مذکورہ اس عمرو کو برد صحیح واپس دیا اور اس نے عمرو مذکور سے اپنا

ہر حق جو بحکم مفاسخہ مذکورہ وغیرہ کے مقرلہ عمرو مذکور پر واجب ہوا تھا تمام وکمال وصول کر لیا اور عمرو مذکور اس کو دے کر باِبراء صحیح بری ہو گیا پس اس مقر کا یا کسی دوسرے کا اس مقرلہ پر یا اس کی جانب یا اس کے پاس یا اس کے قبضہ میں کوئی حق اور عین و دین کچھ نہیں رہا اور نہ اس دار میں بیع و رہن و وثیقہ بمال وغیرہ کسی عقد سے کچھ دعویٰ رہا اور اس مقرلہ نے بالمشافہہ اس کی تصدیق کی۔ نوع دیگر اقرار مفاسخہ میں۔ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ باغ انگور واقع مقام فلاں محدود بحدود وچنین وچناں اس کے قبضہ میں از جانب عمرو رہن تھا بعوض ایسے مال کے جو زید کا اس عمرو پر تھا جس کے عوض زید مذکور کے پاس اس نے رہن کیا تھا اور اس عمرو نے یہ تمام قرضہ مذکورہ اس زید کو ادا کر دیا اور اس مقر نے اس کے ساتھ اس باغ انگور کے رہن کا مفاسخہ کر دیا اور اس کو واپس کر دیا اور اس نے رہن سے چھڑا کر واپس لے کر قبضہ کر لیا پس اس مقر کا اس مقرلہ پر کچھ قرضہ نہیں رہا اور نہ اس مقرلہ کا اس مقر کے پاس کوئی مال عین رہا اور نہ دونوں میں سے ایک کی دوسرے پر کچھ خصومت رہی اور ہر ایک نے دونوں میں سے دوسرے کی اس سب میں تصدیق کی اور دونوں نے گواہ کر لئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر ایک شخص نے اپنی دختر کی تجہیز و تکفین کی اور باپ و شوہر نے سب چیز کا اس کے واسطے اقرار کیا تو لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوئے ☆

نوع دیگر اقرار فسخ بیع و گم شدگی بیعنامہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے عمرو سے تمام دار واقع مقام فلاں محدود بحدود دو چنین و چنان بطریق بیع الوفاء و وثیقہ کے نہ بر سبیل قطعی و حقیقی کے بعوض اتنے درم کے خریدا تھا اور طرفین سے باہمی قبضہ دونوں چیزوں میں واقع ہو گیا تھا اور اس سے اس طرح وفا کرنے کا اقرار کیا تھا کہ ہر گاہ وہ اس کو مثل اس ثمن کے نقد دے گا اور اس کے فروخت کر دینے کا مطالبہ کرے گا اور ثمن لے کر مبیع مذکور سپرد کر دینے کا مطالبہ کرے گا تو اس کی درخواست کو منظور کرے گا پھر عمرو مذکور نے اس ثمن مذکور کے مثل اس زید کو نقد دیا اور اس زید سے اس کے فروخت کر دینے کا مطالبہ کیا پھر زید نے یہ دار مذکور اس کے ہاتھ فروخت کر دیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور دار خرید شدہ اس کو واپس کر دیا اور عمرو نے اس سے بیعنامہ طلب کیا پس وہ بیعنامہ دینے سے عاجز ہو گیا اور کہا کہ وہ گم ہو گیا ہے پس اس نے مضبوطی کے واسطے اقراری تحریر مقر سے مانگی پس اس مقر نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے فلاں بائع سے یہ تمام ثمن اور وہ اس قدر ہے بائع مذکور کے اس کو یہ سب دینے سے وصول کر لیا اور اس کے وصول و بھر پانے سے بائع مذکور اس کو دے کر بری ہو گیا اور اس مقر نے اس کو تمام وہ چیز جو تحت بیع داخل ہوئی ہے سپرد کر دی اور یہ سب بعد اس کے ہوا کہ اس مقر نے اس کے ساتھ اس کو فروخت کیا اور اس بائع نے اس سے یہ مبیع خریدی اور اس مشتری نے اس سب میں اس بائع کے واسطے ضمانت درک کر لی اور اقرار کر لیا کہ اس مقرلہ کا اس بائع پر اس سب میں کوئی دعویٰ و کچھ خصومت نہیں رہی نہ اصل محدود میں اور نہ اس کے کرایہ میں اور نہ اس کی ثمن میں اور نہ اس کی قیمت میں اور یہ تمام دار مذکور اس بائع کی ملک ہے وہی اس کا مستحق ہے یہ مقر یا کوئی دوسرا آدمی تمام سب آدمیوں میں سے اس کا مستحق نہیں ہے اور اگر یہ مقر کبھی اس بیعنامہ کو نکالے تو وہ بیکار ہے اور وہ اس بات پر اپنے گواہ قائم کرنے و ثمن طلب کرنے میں مبطل ہو گا اور اس مقرلہ نے اس اقرار میں اس کی تصدیق کی تحریر کو تمام کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر اگر ایک شخص نے اپنی دختر کی تجہیز کی اور باپ و شوہر نے سب چیز کا اس کے واسطے اقرار کیا تو لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوئے کہ فلاں بن فلاں نے اپنی دختر فلانہ کو اپنے خالص مال سے بطور صلہ و تعطف و احسان اور اس کے مہر و عطیہ سے جو اس کے شوہر نے اس کے واسطے روانہ کیا ہے بعد از انکہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح موافق شرع کے مجمع جمیع شرائط صحت جاری ہو گیا تھا تمام جہیز مذکور ذیل وقت اس کے اپنے اس شوہر کے گھر جانے کے دیا ہے اور سپرد کیا ہے۔ جمع[1] اللہ تعالیٰ بینھما بالخیر

[1] اللہ تعالیٰ دونوں میں خیر و برکت کے ساتھ موافقت رکھے اور ان کی پاکیزہ اولاد میں کثرت دے ۱۲

والبرکة واکثر لهما بالذریة الطیبة۔ اس کے شوہر کے کپڑے اس کے سپرد کر دے اور ان کی تفصیل بیان کر دے اور ہر ایک کی صفت بیان کر دے اور قیمتی چیزوں کی قیمت بیان کرے اور جو کپڑا گزوں کی ناپ ہو اس کی ناپ گزوں سے بیان کر دے اور زنانہ اس عورت کے کپڑے سپرد کرے اور ہر ایک قسم کی تفصیل بیان کر دے اور زیور و موتی و جواہرات کی تفصیل وصفت و قیمت بیان کر دے اور علیٰ ہذا فروش وبچھونے اور علیٰ ہذا پیتل و تانبے و جست ولوہے وغیرہ کے ظروف اور ممالیک میں تفصیل کرے کہ رومی باندی جس کی قیمت اس قدر روتر کی غلام جس کی قیمت اس قدر و ہندی باندی جس کی قیمت اس قدر ہے و باغ انگور واقع دیہ فلاں محدود و چنین و چنان وتین دکانیں واقع بازار فلاں محدود بحدود چنین و چنان اس سب کی تفصیل فہرست تحریر کرنے کے بعد لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فلاں بن فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ جس کی اجناس وانواع وصفات و قیمت فہرست بالا میں مذکور ہے اس میں سے سوائے جامہائے پوشیدنی اس شوہر مسمی مذکور فہرست کی ملک اس فلانہ کی اور اس کا حق ہے اور اس کے قبضہ وتحت وتصرف میں ہے اور اس مقر کا اس میں کچھ حق نہیں ہے اور یہ مسماۃ مذکورہ اس کی مستحق ہے یہ مقر یا تمام سب آدمیوں میں سے کوئی اس کا مستحق نہیں ہے اور اگر کبھی اس نے اس کا یا اس میں سے کسی چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ اس کی ملک ہے اور اس مسماۃ کے پاس اس کی طرف سے عاریت ہے تو اس کا دعویٰ باطل ومردود ہوگا اور اس کے واسطے اپنے اوپر ان لوگوں کو گواہ کر دیا جنہوں نے آخر تحریر میں اپنے نام ثبت کئے ہیں اور تحریر کو تمام کر دے پھر گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کریں پھر بعد تحریر اسمائے گواہان کے شوہر کا اقرار اس میں تحریر کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فلاں بن فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ فہرست پیشانی کاغذ ہذا سوائے جامہائے تن مقر و جو اس کی طرف مضاف کیا گیا ہے باقی سب اس کی اس زوجہ مسماۃ فلانہ کی ملک وحق ہے و اس کے قبضہ وتحت وتصرف میں ہے اور اس سب کو وہ اس مقر کے گھر اس طرح لئے جاتی ہے جیسے عورتیں اپنے شوہروں کے گھر لی جاتی ہیں بدون اس کے کہ اس مقر کا اس سب میں یا اس میں سے کسی چیز میں کچھ دعویٰ یا ملک یا حق ہو اور اقرار کیا کہ اگر یہ مقر کبھی ان میں سے کسی چیز میں سوائے اپنے تن کے کپڑوں کے جو اس کی طرف مضاف کئے گئے ہیں دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ باطل ومردود ہوگا اور اقرار کیا کہ اس عورت کے واسطے اس مقر پر اس کے باقی مہر کا اس قدر حق واجب و دین لازم ہے کہ جب شرع سے اس کا مطالبہ اس شوہر پر متوجہ ہو تو مطالبہ کرے گی الا اپنے اوپر اس سب اقرار کے گواہ کر دیئے پھر اس کے بعد گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر دختر نے اپنے جہیز کا اپنے باپ یا ماں کے واسطے اقرار کیا اور اس کی چند صورتیں ہیں اوّل آنکہ فہرست جہیز مثل مذکورۂ بالا کے پیشانی کاغذ پر تحریر کر کے پھر لکھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ فلانہ بنت فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال جو جنس وصفت واقسام و قیمت کے ساتھ پیشانی کاغذ ہذا میں تحریر ہے اس کے باپ اس فلاں کی ملک وحق بسبب صحیح ہے جس کو مقرہ بخوبی جانتی ہے اور اس کا اقرار اس کے واسطے یہ لازم آیا ہے اور اس مقرہ کے قبضہ میں بطریق عاریت کے ہے اور اس کے اس اقرار کی اس کے باپ اس فلاں نے بالمشافہہ تصدیق کی اور دونوں نے گواہ کر لئے وجہ دوم آنکہ فلانہ نے بطوع خود اقرار کیا کہ اقسام ثیاب وامتعہ وفروش وبچھونے وزیور سونے و چاندی و جواہر و موتیوں وظروف برنجی☆ و پیتلی وشیشے ولوہے و مٹی وغیرہ کے واقسام امتعہ واثاث البیت وغیرہ ہر قلیل وکثیر جو اس کے جہیز کے کاغذ میں مذکور ہے اور یہ سب فی الحال اس کے شوہر فلاں کے گھر میں موجود ہے اس کے باپ فلاں کی بسبب صحیح ولازم ملک ہے جس کو یہ مقرہ اچھی طرح جانتی ہے کہ جس سے اس کو یہ اقرار کرنا لازم آیا اور اس کے اقرار کی اس کے باپ اس فلاں نے مشافہۃً تصدیق کی اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر لئے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس کا باپ اس کو جہیز دینے کے وقت اس جہیز کی فہرست لکھ کر اس امر پر گواہ

☆ برنجی: بمعنی پیتل کا برتن اگرچہ چھوٹی کیل کے لئے بھی مستعمل ہے۔

کرے کہ میں نے یہ چیزیں اس کو بطریق عاریت دی ہیں اور صدر الشہید رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احوط یہ ہے کہ جو کچھ اس فہرست میں لکھا ہے اس سب کو اس کا باپ بعوض ثمن معلوم کے خرید لے پھر اس کی دختر اپنے باپ کو اس ثمن سے بری کر دے اور میرے نزدیک احوط وہی ہے جو میں نے اوّلاً تحریر کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر در اقرار حیوان اوّلاً پیشانی کاغذ پر حیوانات کے نام و صفات وشیات جیسے ہوں تحریر کرے پھر فہرست کے بعد اقرار کا بیان اسی طرح لکھے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے یا لکھے کہ فلاں بن فلاں نے الی آخرہ اقرار کیا کہ اس نے فلاں کے ہاتھ اتنی عدد بکریاں معین ان کے اوصاف وشیات بیان کر دے اتنے درموں کے عوض فروخت کیں اور اُس نے یہ بکریاں اس مقر سے خریدیں اور مقر نے ان کا ثمن مذکور سب وصول پایا اور مبیع مذکور اس کے سپرد نہیں کی اور جب وہ طلب کرے گا تو یہ فلاں بکریاں اس کے سپرد کر دے گا اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی نوع دیگر اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے اتنی مدت کا نفقہ و کپڑا اپنے شوہر سے وصول پایا تو لکھے کہ فلانہ بنت فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ میں نے اپنے شوہر فلاں سے اپنا تمام چھ مہینہ کا کھانا و کپڑا جو مقرہ کے واسطے اس شوہر پر واجب تھا جیسا کہ ایسی عورتوں کا ہوتا ہے فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک چھ مہینہ کا بقبضہ صحیح واستیفائے کامل وصول پایا اور اس کے شوہر فلاں نے اس کے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم۔

نوع دیگر غلام نے اپنے مولیٰ کے واسطے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ فلاں ہندی نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلاں کا غلام مملوک ہے اور فلاں مذکور اس کے رقبہ کا بملک صحیح جائز ثابت مالک ہے اور فلاں کی خدمت و اطاعت اس مقر پر واجب ہے اور اگر فلاں اس سے خدمت لے یا فروخت کرے تو اس کو فلاں کے امر سے کچھ انکار نہیں ہے اور فلاں پر اس باب میں کسی حق کا دعویٰ کر کے اس کی ملک سے خارج ہو جانے کا بالکل مستحق نہیں ہے اور اس مقر کا فلاں کی جانب کوئی دعویٰ و حق و مطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے نہیں ہے اور فلاں نے اس کے اس سب اقرار پر بعد ازانکہ اس کو ایسی زبان میں پڑھ کر سنایا گیا اور اس نے سمجھ لیا و جان لیا گواہ کر لئے پس اگر اس کا کوئی سبب ہو تو اس کو تحریر کر دے اور یہ صحت اقرار کا مانع نہ ہوگا اور اس اقرار میں صحت بدن ہونا شرط نہیں ہے اس واسطے اس کا حکم صحت و مرض دونوں حالتوں میں یکساں ہے مختلف نہیں ہے۔ نوع دیگر باندی کا اقرار کہ وہ اپنے مولیٰ کی ام ولد ہے یوں لکھے کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ نے اقرار کیا اس کا حلیہ بیان کر دے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلاں بن فلاں کی ام ولد تھی اور اس کے قبضہ و تحت و تصرف میں بملک صحیح کامل تھی اور وہ اس سے ایک بیٹا مسمّی فلاں یا دختر مسماۃ فلانہ جنی کہ وہ فرزند اس مقرہ کی گود میں موجود ہے اس کے مالک مذکور سے ثابت النسب ہے اور یہ مقرہ اس مولیٰ سے بچہ جننے کی وجہ سے اس کی ام ولد ہو گئی اور اس مقرہ پر اس کی خدمت اطاعت واجب ہے اور اس کو اس بات سے کوئی انکار نہیں جب تک یہ مولیٰ زندہ ہے اور اس کے مولیٰ فلاں مذکور نے بالمشافہہ اس کی تصدیق کی واللہ تعالیٰ اعلم اور اگر مولیٰ کی طرف سے اس کے ام ولد ہونے کا اقرار ہو تو اس کی صورت تحریر ہم فصل امہات الاولاد میں ذکر کر چکے ہیں اس کا اعادہ نہ کریں گے اور اگر پسر نے اقرار کیا کہ میرے باپ کی باندی میرے باپ کی ام ولد ہے اور اس کی موت سے آزاد ہو گئی ہے تو لکھے کہ فلاں بن فلاں نے بطوع خود اپنی صحت بدن و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت میں اقرار کیا کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ اس کے باپ فلاں کی مملوک و باندی تھی اور اس کے قبضہ و تصرف میں تھی کہ اس کا بملک صحیح مالک تھا اور اس کے باپ فلاں نے اپنی زندگی میں اس کو ام ولد بنایا اور وہ اس کے باپ فلاں سے ایک بیٹا ثابت النسب مسمّی فلاں جنی یہ بچہ جننے سے یہ باندی اس کی ام ولد ہو گئی اور اس کے باپ فلاں نے بھی اپنی زندگی میں اس کے ام ولد ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ باندی اس کے باپ فلاں کے مرنے سے اس کے تمام مال سے آزاد ہو گئی اور اس مقر کا اس باندی مذکورہ پر

کچھ دعویٰ وحق نہیں ہے سوائے استحقاق ولاء کے کہ بعد اپنے باپ کے اس کی ولاء اس مقر کے واسطے ہے اور اس باندی نے بالمشافہہ اس کی تصدیق کی اور اگر پسر نے کسی غلام کے مدبر ہونے کا اقرار کیا کہ اس کے باپ نے اس کو مدبر کر دیا ہے اور وہ اس کے باپ کی موت سے آزاد ہو گیا تو لکھے کہ فلاں بن فلاں نے حالت جواز اقرار میں بطوع ورغبت خود اقرار کیا کہ غلام ہندی مسمی فلاں اس کے باپ مسمی فلاں کی ملک وحق تھا کہ بسبب صحیح اس کا کامل مالک تھا اور اس کے باپ نے اپنی زندگی میں اس غلام کو بتدبیر مطلق صحیح اپنے خالص مال سے مدبر کر دیا اور ایسا ہی اس کے باپ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا اور اس کا باپ مر گیا اور یہ غلام اس کے ترکہ کے تہائی سے برآمد ہونے کی وجہ سے آزاد ہو گیا اور اس پسر کو اس غلام پر کوئی استحقاق نہیں ہے سوائے راہ ولاء کے اور بجہت میراث اس کا اس غلام پر کوئی دعویٰ نہیں ہے اور سعایت کرانے کے واسطے اس کے ساتھ کوئی خصومت نہیں ہے اور اس غلام نے اُس کے اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی۔ نوع دیگر اگر وارث نے قرض دار سے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس کا باپ فلاں مر گیا اور اُس کا عمرو پر اتنے درم قرضہ واجب وحق لازم تھا اور اس کی موت سے یہ مال اس کے بیٹے اس زید کے واسطے میراث ہو گیا کہ اس کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور عمرو نے یہ اُس کو ادا کر دیا اور پورا دے دیا پس زید نے اس سب کو بھرپور کامل وصول کر لیا اور وصول پانے کے ساتھ اُس کو بابراء صحیح اس سے بری کر دیا اور عمرو مذکور کے واسطے اس معاملہ میں ہر طرح کے درک کی اس سب میں ہو یا اس میں سے کسی جزو میں ہو ضمانت صحیحہ جو شرع میں لازم ہوتی ہے کر لی اور عمرو نے اس کے اس اقرار کو بالمواجہہ قبول کیا اور تصدیق کی اور اگر ایسا اقرار از جانب موصی لہ ہو تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے اپنی زندگی میں اپنی صحت عقل وبہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت میں زید کے واسطے اپنے تمام ترکہ کی اپنی وفات کے بعد وصیت کی تھی اور اس کا کوئی وارث براہ قرابت یا بزوجیت نہ تھا اور اس کو اس مہر کا وصی کیا تھا کہ اس کا ترکہ جہاں ہو جس کے پاس ہو اور جس پر ہو طلب کرے اس واسطے اس کو بوصایت صحیحہ وصی کیا تھا اور اس زید نے اس کی وصیت کو جو زید کے واسطے تھی اور اس کی وصایت کو کہ زید کو وصی مقرر کیا تھا قبول کی تھی اور زید نے بحجت شرعیہ فلاں پر اتنی درم اس متوفی کے واسطے قرضہ لازم وحق واجب ہونا ثابت کئے اور بحکم اس وصایت ثابتہ کے اس سے اس مال کا مطالبہ کیا پس اس فلاں نے یہ سب اس کو دے دیئے اور اس مقر نے یہ سب وصول کر لئے اور بھرپور اس سے وصول پائے الی آخرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بالغ ہونے کے بعد یتیم کا اقرار کہ اس نے وصی سے مال وصول پایا ہے ☆

نوع دیگر اگر وصی نے اپنے پاس مال یتیم ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے حفاظت ترکہ عمرو متوفی اور اس کے صغیر فلاں کے درستی امور کا وصی بتقرری از جانب قاضی شہر فلاں ہے اپنی صحت بدن کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ بحکم وصایت صغیر کا مال اس کے قبضہ میں ہے اور وہ اتنے درم نقد وچندیں اعیان اموال ہیں ان کو بیان کر دے اور ان کا وصف بیان کر دے اور ان پر اس وصی نے قبضہ کیا ہے تا کہ ان کی حفاظت کرے اور صغیر مذکور کے بالغ ہونے پر اور جب کہ اس سے آثار صلاحیت ظاہر ہوں بدون عذر و تعلل کے اس کو واپس دے اور وہ اس اقرار میں بطوع شرعی تصدیق کیا گیا اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر بالغ ہونے کے بعد یتیم کا اقرار کہ اس نے وصی سے مال وصول پایا ہے لکھے کہ زید نے مجلس حکم میں بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے عمرو سے جو اس کے باپ فلاں متوفی کی طرف سے حفاظت ترکہ واصلاح امور اس مقر کے واسطے اس کی حالت صغیر میں وصی مقرر تھا تمام وہ مال جو اس عمرو کے پاس از منقول وعقار واراضی وحیوان وغلہ ونقد واثمان وحاصلات باغ انگور وغیرہ اقسام اموال سے تھا اس وصی کے یہ سب اس کے سپرد کرنے سے لے کر بقبضۂ جائز اپنے قبضہ میں کر لیا پس اب اس مقر کا اس وصی پر کوئی دعویٰ وخصومت نہ رہی پھر اگر اس کے

بعد اس مقر نے اس وصی پر عین یا دین کا دعویٰ کیا جو اس کے قائم مقام ہو اس کی حیات میں یا وفات کے بعد وکیل یا وصی یا نائب ہو اس نے ایسا دعویٰ کیا تو یہ سب باطل و مردود ہوگا اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم ۔نسخہ دیگر اندریں مضمون ۔ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس کا باپ عمرو مر گیا اور اس نے قبل اپنی وفات کے بکر کو وصی کیا تھا کہ اس کے تمام ترکہ کی حفاظت کرے اور متوفی مذکور کے قرضے ادا کرے اور متوفی کے قرضے جو لوگوں پر ہیں ان کو وصول کرے اور اس کی وفات کے بعد اس کی وصیتیں نافذ کرے اور اسی وصایت پر مر گیا اس سب سے یا اس میں سے کسی بات سے رجوع نہیں کیا اور میرے سوائے کوئی وارث نہیں چھوڑا پھر اس وصی نے اُن تمام کاموں کو جن کی بابت اس کو وصیت کی تھی انجام دیا اور ان امور میں موافق اقتضائے حکم شرعی کے تصرف کیا کہ قرضے ادا کئے اور وصول کئے اور تہائی مال سے وصیتیں نافذ کیں اور اس مقر پر اس کے مال سے اس کے کھانے و کپڑے و اوڑھنے و بچھونے میں بطوع معروف خرچ کیا اور اس مقر نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ مردوں کی حد تک پہنچ گیا ہے اور اس کی اصلاح کاری ظاہر ہوگئی ہے اور اپنے اموال پر قبضہ کرنے اور اپنے حقوق حاصل کر لینے کا مستحق ہو گیا ہے اور اس مقر نے اپنا تمام مال جو اس وصی کے قبضہ میں اس کے باپ فلاں متوفی کے ترکہ کا تھا بحکم ارث وصول کر لیا اور یہ سب تمام و کمال اس وصی کے دینے سے بھر پایا بعد ازانکہ تمام ترکہ باجناس و انواع ایک ایک کر کے جان پہچان لیا بدون اس کے کہ ان میں سے کوئی چیز اس پر پوشیدہ رہی ہو اور اس سب سے بخوبی واقف ہو گیا اور اس مقر نے اس وصی مذکور کو اپنے تمام دعویٰ و خصومات سے بری کر دیا پس اگر اس کے بعد یہ مقر یا اس کے مثل اس وصی مذکور پر دعویٰ کرے کہ اس کے پاس یا اس کے قبضہ میں اس مقر کے پدر متوفی فلاں کے ترکہ میں سے قلیل و کثیر قدیم و جدید کچھ ہے یا کوئی اور اس کی طرف سے ایسا دعویٰ کرے تو یہ سب باطل و مردود ہے اور جو گواہ اوصی پر اس مقدمہ میں قائم کرے یا جس قسم کی حجت پیش کرے یا اس سے قسم طلب کرے اور اُس سے اس بات میں منازعہ کرے تو یہ سب بہتان و دروغ ہوگا اور یہ وصی مذکور اس سب سے بری ہوگا اور یہ وصی دنیا و آخرت میں اس سے حلت میں ہے اور اس وصی نے اس کا یہ اقرار بالمواجہہ قبول کیا۔

نوع دیگر یتیم کا اقرار کہ اُس نے اپنا مال دوسرے کو دینے کی اجازت دی تھی ۔ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُس کی عمر کے اٹھارہ برس پورے ہو گئے اور انیسواں شروع ہو گیا اور اس کو احتلام ہوا اور وہ مردوں کی حد تک پہنچ گیا اور اس کی طرف احکام شرعی امر و نہی متوجہ ہوئے اور اس مقر نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں وصی کو جو اس کے باپ کے ترکہ کی حفاظت اور اس کی صغرسنی میں اس کی پرداخت کے واسطے وصی تھا حکم کیا کہ اس کا تمام مال جو اس وصی پر اور وصی کے پاس اور وصی کی جانب اور وصی کے قبضہ میں ہے اس کا حصہ اس کے باپ کی میراث کا سب جو کچھ ہو اس کی ماں فلانہ بنت فلاں کے سپرد کرے تا کہ اس کی ماں اس مال کی تاوقت اس کی حاجت کے حفاظت کرے اور اس وصی نے تمام اس کا مال جو وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس تھا سب اس کی ماں کو دے دیا اس پر مقر کا اس کے وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس کچھ مال اس کے باپ کے ترکہ کا نہ رہا اور اس مقر کی ماں فلانہ بنت فلاں نے اقرار کیا کہ اس نے یہ سب مال وصول پایا اگر زمیندار نے اپنے کاشتکاروں کو گیہوں یا جو بطریق قرض دیئے تا کہ وہ لوگ بیج بو دیں اور چاہا کہ ان سے اُس کا اقرار نامہ لکھوا لے تو اس کی صورت یہ ہے کہ کاتب پہلے صدر کاغذ پر اسامی وار فہرست لکھے کہ ان میں سے ایک اسامی کا نام و اس کے باپ و دادا کا نام لکھ کر اس کے مقابل گیہوں یا جو وغیرہ جو اناج اُس نے قرض لیا ہے اس کی تعداد لکھ دے علیٰ ہذا القیاس دوسرے و تیسرے و چوتھے وغیرہ سب کو اسی طرح لکھے پھر اس کے بعد اقرار نامہ شروع کرے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ان اسامیاں مذکورہ فہرست بالا نے اقرار کیا کہ فلاں بن فلاں بن فلاں نے ان میں سے ہر ایک پر اس قدر گیہوں یا جو یا چنو ان جو اس کے نام کے آگے تحریر ہے قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح قرض کے ہے کہ اس زمیندار نے ان میں سے ہر ایک کو یہ غلہ قرض دیا ہے تا کہ یہ لوگ اس

کی زمین واقع دیہ فلاں میں اپنی اپنی زراعت کریں اور ان لوگوں نے اس سے لے کر قبضہ کر لیا ہے اور مقرلہ نے ان کے اقرار کی خطاباً تصدیق کی اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر اقرار استاد بحقطفل صغیر جو اس کو تعلیم عمل کے واسطے سپرد کیا گیا ہے اور نفقہ ولباس کا تذکرہ۔ یہ تحریر اقرار استاد فلاں ہے جس نے اپنے جواز اقرار کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ عمرو نے اپنے پسر صغیر زید کو بولایت پدری اس کو سپرد کیا بعد ازانکہ اس شخص عمرو نے اپنے بیٹے کو اس کے پاس بولایت پدری تین سال متواتر کے واسطے اجارہ پر دیا کہ ابتدا ان تین سال کی ابتدائے ماہ فلاں سنہ فلاں ہے اور انتہا اس کی آخر ماہ فلاں سنہ فلاں ہے اس غرض سے اجارہ پر دیا کہ استاد مذکور کے واسطے یہ کام بعوض اتنے درم کے کرے بدین شرط کہ یہ صغیر یہ کار مذکور اس استاد کے واسطے دن میں کرے نہ رات میں اور نہ ایام جمعہ میں اور نہ ایام عید میں بقدر اپنی طاقت کے کرے جس طرح اس کام کو اس کا استاد اس کو حکم دے اور یہ استاد اس کو نمازوں کو اپنی اوقات پر ٹھیک طرح سے ادا کرنے سے نہ روکے بدین شرط کہ اس صغیر کے کام کی اجرت اوّل سال میں ماہواری اس قدر درم اور دوسرے سال میں اس کے کام کی اجرت ماہواری اس قدر درم اور تیسرے سال اس قدر درم یعنی دوسرے و تیسرے سال اس کام میں اس کی مہارت و ہوشیاری زیادہ ہو جانے سے اجرت میں زیادتی ہوگئی بدین شرائط باجارہ صحیحہ اس کو اجارے پر دیا ہے اور اس صغیر کے باپ فلاں نے اس کے اس اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی پھر صغیر کے باپ کا اقرار تحریر کرے کہ صغیر کے والد نے اس استاد کو اجازت دے دی کہ سال اوّل میں جو اجرت اس کی واجب ہو اس کو اس صغیر کے کھانے و پینے ولباس و باقی مصالح میں بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے خرچ کرے اور دوسرے سال اس کی اجرت میں سے بقدر سال اوّل کی اجرت کے اس کے کھانے و پینے ولباس و باقی مصالح میں صرف کرے اور جو باقی رہے وہ اس صغیر کے والد کو دے دے اس طرح تیسرے سال کی اجرت میں سے بقدر سال اوّل ے اس کے کھانے پینے ولباس و مصاع ضروریہ میں خرچ کرے اور جو باقی رہے وہ اس کے والد کو دے دیا اور اس متاجر استاد نے والد صغیر کی طرف سے یہ اجازت قبول کی اور صغیر مذکور کو اس کے والد کے سپرد کرنے سے لے لیا پھر اس مجلس عقد سے بتفرق ابدان واقوال جدا ہو گئے اور یہ فلاں تاریک واقع ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوع دیگر اقرار ہبۂ دار لکھے کہ فلاں نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے زید کو تمام دار مشتملہ بہ بیوت محدودہ بحُدود چنین و چنان مع سب حدود و حقوق و چنین و چنان کے بہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ مستجمعہ[1] شرائط صحت محوزہ مقبوضہ فارغہ کے ہبہ کیا جس میں فساد نہیں ہے و نہ خیار ہے اور نہ اشتراط عوض ہے اور نہ تلجیہ ہے اور نہ مواعدہ ہے اور اس موہوب لہ نے اس ہبہ کو مجلس ہبہ میں قبل دونوں کے افتراق واشتعال بکار دیگر کے بقبول صحیح قبول کیا اور بمعائنہ گواہوں کے اس پر قبضہ صحیحہ کر لیا بدین طور کہ واہب مذکور نے اس کو یہ ہبہ پورا بتسلیم صحیح فارغ از ہر مانع و منازع سپرد کیا کہ پھر دونوں متفرق ہوئے اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر لئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل بست و چہارم ☆

بریتوں کی تحریر میں

بریت ہر ایسے مال سے جس کے واسطے دستاویز تحریر ہوا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وان کے اصحاب و سمتی و ہلال رازی (ابو یوسف بن خالد) ایسی بریت کی ابتدا اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلاں بن فلاں بن فلاں کے یعنی جس پر قرضہ ہے از جانب فلاں بن فلاں بن فلاں ہے وہ شخص جسکا قرضہ ہے اور سمتی و ہلال اسکے آگے اتنا اور بڑھاتے تھے کہ اسکو واسطے فلاں کے تحریر کیا ہے اور ابو زید شروطی اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاید ہوئے ہیں بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں یعنی قرض خواہ

[1] تجمعہ یعنی سب شرائط کو جامع ہے محوزہ اپنے حوزہ تصرف میں لیا ہوا۔ تلجیہ ظاہر میں دکھلاے کو ایسا کرنا۔ مواعدہ خفیہ قرارداد کرنا ۱۲

نے ان کے نزدیک اقرار کیا کہ اس کا فلاں پر اس قدر قرضہ تھا اور بعض اہل شروط اس طرح لکھتے ہیں کہ یہ براءت واسطے فلاں بن فلاں کے ہے اور متاخرین نے یہ اختیار کیا کہ یہ تحریر جس پر گواہان تا این قول کہ اس کا فلاں پر اس قدر درم قرضہ تھا اور قرض دار مذکور نے اس کو ادا کیا اور تمام وکمال پورا دے دیا پس اس سے لے کر تمام وکمال وصول کر لیا بقبضہ صحیح اور قرض دار مذکور اس قرضہ سے اس کو دے کر بہ بریت قبضہ واستیفاء بری ہو گیا اور اس کا اس پر اس سبب سے اب کوئی دعویٰ نہیں رہا اور ہر گاہ وہ اس کی جانب یا اس کے سبب سے کسی اور آدمی کی جانب اس کا یا اس میں سے کسی چیز کا دعویٰ کرے تو اپنے دعویٰ میں مبطل ہوگا کہ اس کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور نہ اس کے واسطے مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی اور اس کا خصم اس سے بری ہوگا اور دنیا وآخرت میں اس سے بری ہوگا اور اقرار کیا کہ اس کے پاس اس قرضہ کی دستاویز تھی اور اس ادا کرنے اور بری کرنے سے وہ بیکار ہوگئی اور وہ ضائع ہو چکی ہے اور اس کے ہاتھ نہیں آئی تا کہ قرض دار بری شدہ کو واپس دے پس ہر گاہ اس دستاویز کو نکالے تو وہ معطل ہوگی اس سے کچھ حجت نہ ہوگی اور مقرلہ نے اس سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور دونوں نے اپنے اوپر گواہ کر لئے آخر تک بدستور مذکور لکھے اور علیٰ ہذا دین مہر کی بھی یہی صورت ہے۔ براءت از سفتجہ دار وہ یہ تحریر جس پر گواہان تا این قول کہ فلاں اس سفتجہ کو فلاں کے پاس لایا جواز جانب فلاں واسطے اس قدر درم کے تھا اور اس نے خط کو اس سے قبول کیا اور یہ مال اس کو دیا اور اس کے سب یہ مال اس کو دینے سے اس نے بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا اور اس کے واسطے ہر درک کی جو صاحب سفتجہ کی طرف سے دہندہ کو لاحق ہے بدین شرط ضمانت کر لی کہ اس کے دعویٰ سے اس کو چھڑائے گا یا جو کچھ وصول کیا ہے وہ واپس دے گا بضمانت صحیحہ ضامن ہوا اور دونون نے اپنے اوپر اس کے گواہ کر لئے الی آخرہ۔

جن دو آدمیوں میں باہم لین دین تھا ان دونوں کے حق میں بریت جامعہ اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان تا این قول کہ زید نے ان کے سامنے اقرار کیا کہ زید وعمرو کے درمیان معاملات لین دین از قسم خرید وفروخت ہائے وحوالات وکفالات واجارات وودائع وبضائع ومضاربات وسفتجہا وقرضہا بذریعہ دستاویز وغیرہ دستاویز بذریعہ رہن وغیرہ رہن وضمانات وامانات اوران کے سوائے معاملات از وجوہ مختلفہ واسباب متفرقہ جاری ہوئے اور زید نے اس سے محاسبہ سچے وراست طور پر سمجھ لیا اور زید کا جو کچھ اس پر نکلا وہ اس کے بتمامہ ادا کرنے سے لے کر تمام وکمال بقبضہ صحیحہ وصول کر لیا اور عمرو اس کو دے کر ببریت قبضہ واستیفاء بری ہو گیا پس زید کا اس کے اوپر اور اس کی جانب واس کے پاس واس کے قبضہ میں واس کے ساتھ کوئی دعویٰ وکوئی مطالبہ وخصومت وغیرہ کسی وجہ اور کسی سبب سے نہیں رہی پس ہر گاہ زید یا زید کی طرف سے کوئی شخص اس پر الی آخرہ اور اگر بریت بدون قبضہ کے ہو تو قبضہ تحریر نہ کرے بلکہ یوں تحریر کرے کہ زید نے اس سے محاسبہ سچے درست طور پر سمجھ لیا اور اس سے اس کو بابراء صحیح جائز تمام وکمال قاطع دعویٰ وخصومات سے بری کر دیا بعد ازانکہ سب حساب ایک ایک کر کے خوب سمجھ لیا اور اس کا اس پر اس میں سے کچھ باقی نہیں رہا آخر تک بدستور تحریر کرے اور اگر اس پر کچھ باقی رہا ہو تو تحریر کرے کہ پس زید کا اُس پر واس کے ساتھ واس کے پاس کچھ باقی نہیں رہا الّا اس قدر۔ پس جو اس پر عین یا دین باقی رہا ہے اس کو بیان کر دے ابراء مطلق فلاں بن فلاں بن فلاں نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں بن فلاں کو ہر خصومت سے جو اس کی بجانب اس کے اور اس پر تھی خواہ خصومت مالیہ ہو یا غیر مالیہ سب سے بابراء صحیح کامل قاطع ہمہ خصومات بری کر دیا اور بعد اس ابراء کے اس کا اس پر کچھ نہ رہا دعویٰ وخصومت نہ قلیل میں نہ کثیر میں نہ قدیم نہ جدید نہ مال صامت میں اور نہ مال ناطق میں نہ محدود میں نہ منقول میں نہ کیلی چیز میں نہ وزنی چیز میں نہ فروش میں نہ ظروف میں نہ کسی چیز میں جس پر لفظ مال اطلاق ہو سکے کسی وجہ اور کسی سبب سے نہیں رہا اس کا اقرار باقرار صحیح کیا اور اس مقرلہ نے اس کی خطاباً تصدیق کی اور تحریر کو تمام کر دے ایک شخص نے دوسرے کو ناحق عمداً گھونسا مارا پس وہ مر گیا پس وارثان مضروب نے ضارب پر دیت کا دعویٰ کیا پھر اس کو

اپنے دعویٰ سے بری کر دیا تو لکھے کہ فلاں وفلاں وفلاں نے جو اولاد فلاں ہیں در حالت جواز اقرار خود بالطوع خود اقرار کیا کہ ان مقران نے فلاں بن فلاں کو ہر دعویٰ وخصومت سے جو ان کا اس پر اور اس کی جانب تھا خصوصاً دعویٰ دیت پدر سے بری کیا کیونکہ یہ لوگ اس فلاں پر دعویٰ کرتے تھے کہ اس نے ان کے باپ فلاں کو عمداً ناحق گھونسا مارا جس سے وہ مر گیا اور اس ضارب پر ان کے واسطے ان کے باپ کی دیت واجب ہوئی اور وہ ان لوگوں کے درمیان میراث ہوگئی اور فلاں مدعا علیہ ان کے اس دعویٰ سے منکر تھا پس ان لوگوں نے اس کو اس دعویٰ اور تمام دعویٰ سب خصومات سے بابراء صحیح بری کر دیا اور اس نے ان کی ضمانت سے بابراء بقبول صحیح قبول کیا اور تحریر کو تمام کر دے اور اگر مدعا علیہ نے وارثان میّت ہذا پر دعویٰ کیا کہ ان لوگوں نے اس کو ناحق ماخوذ کیا بوجہ اس دعویٰ کرنے کے پھر ان کو اپنے پاس اس دعویٰ سے بری کیا تو لکھے کہ فلاں نے بحال جواز اقرار بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے فلاں وفلاں وفلاں کو اپنے دعویٰ سے جو ان کی جانب کرتا تھا کہ ان لوگوں نے اس کو محض دعویٰ کر کے ناحق ماخوذ کیا ہے بری کر دیا اور بات یہ تھی کہ ان لوگوں نے اس مقر پر دعویٰ کیا تھا کہ اس نے اُن کے باپ فلاں کو عمداً ناحق گھونسا مار کر مار ڈالا اور اس پر دیت واجب ہوئی اور یہ دیت ان لوگوں میں میراث ہوگئی اور ان کے اس دعویٰ پر جو اس مقر پر کرتے تھے کوئی حجت اُن کے پاس قابل اعتماد موافق دعویٰ کے نہ تھی پس ان لوگوں نے سرہنگان سلطانی کو بہت درم وغیرہ دے کر اُس کو ماخوذ کیا پس اس مقر نے ان لوگوں کو اپنے اس دعویٰ سے بابراء صحیح بری کر دیا اور ان لوگوں نے اس کے ابراء کو بقبول صحیح قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے قرض خواہ ترکہ نے بری کیا تو لکھے کہ یہ تحریر جس پر گواہان تا این قول کہ اس مقر کے فلاں پر اس قدر درم قرضہ تھے اور وہ مر گیا اور وارثوں میں فلاں وفلاں وفلاں کو چھوڑا کہ ان کے سوائے اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔[1]

ان وارثوں میں سے فلاں نے یہ مال اپنے پاس سے بدین شرط ادا کر دیا کہ وہ اپنے باپ کے ترکہ میں سے واپس لے گا مقر نے یہ مال تمام وکمال اس وارث مذکور کے اس کو دینے سے لے کر بھرپور وصول پایا اور فلاں نے اپنے باپ کے ترکہ میں سے یہ مال اس کو ادا کر دیا تاکہ اپنے باپ کے ترکہ سے واپس لے اور یہ مقر اس کے واسطے ہر درک کا جو اس سبب سے اس کی جانب سے یا اس کی وجہ سے دوسرے کسی جانب سے لاحق ہو بدین شرط ضامن ہوا کہ اس فلاں کو اس درک سے چھڑائے گا یا مقبوضہ میں سے جس طرح حکم شرعی جاری ہوگا اس کو واپس دے گا اور اس مقر کا ترکہ فلاں میں کوئی دعویٰ نہیں رہا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر اس وارث نے اس سے پانچ سو درم پر صلح کی اور قرضہ ہزار درم ہے تو ترکہ میں سے فقط پانچ سو درم واپس لے گا اور اگر پانچ سو درم قیمت کے اسباب پر صلح کر لی تو ترکہ میں سے ہزار درم پوری مقدار قرضہ لے سکتا ہے بشرطیکہ ہزار درم لے لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر اس نے براہ تطوع ادا کر دیا ہو یا کچھ شرط نہ کی ہو پھر کہا کہ میں نے اس واسطے ادا کیا تھا کہ ترکہ سے واپس دوں گا تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور وہ متبرع ہوگا اور اگر قرض خواہ نے وصی سے وصول کیا اور وصی نے ترکہ میں سے ادا کیا تو بھی اسی طرح لکھے کہ جس طرح صورت اوّل میں بریت تحریر ہوئی ہے قتل عمد سے بری کرنا اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان[2] تا این قول کہ زید نے دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس کے باپ بکر کو عمداً لوہے کے ہتھیار سے ناحق براہ ظلم قتل کیا پس عمرو پر قصاص واجب ہوا اور مقتول نے سوائے اس زید کے کوئی وارث نہیں چھوڑا پھر اس زید نے اس کو یہ خون عفو کیا اور اپنے باپ فلاں کے خون سے اُس کو بری کر دیا اور جو چیز اس زید کے واسطے عمرو اس کے باپ کے قتل کرنے سے واجب ہوئی تھی اس سے بری کر دیا پس زید کا اس پر اور اس کی جانب اس سبب سے کوئی حق و

[1] اس اختصار سے یہ خلل ہے کہ کچھ ثابت نہ ہوا کہ اس نے میت کی زندگی میں کچھ لیا تھا یا نہیں اور یہ ثابت نہ ہوا کہ کس سبب سے ثابت کیا اور میت کے ترکہ پر حکم کیا شاید یہ مقصود ہو یا اقرار مقید ہو واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ [2] یعنی بدستور معہود ۱۲

دعویٰ ومطالبہ کسی وجہ اور کسی سبب سے نہیں ہے پس ہرگاہ اس پر کوئی دعویٰ الی آخرہ[1] اور قتل خطا کی صورت میں لکھے کہ اس کو خطا سے قتل کیا عمداً قصداً قتل نہیں کیا پس اس عمرو اور اس کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور مقتول نے سوائے اس زید کے کوئی وارث نہیں چھوڑا پھر اس زید نے اس عمرو کو اور اس کی مددگار برادری کو عفو کیا الی آخرہ اور قتل نفس سے کم میں مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹا تو لکھے کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اس کی آنکھ پھوڑ دی یا اس کا سر زخمی کیا اور اس پر چنین و چنان واجب ہوا پس اس کو اس واجب سے عفو کر کے بری کر دیا اور چوری سے ہاتھ کاٹنے کا عفو تحریر نہ کرے بلکہ یوں لکھے کہ اس پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری حرز سے اس قدر درم یا اس قدر چاندی چرائی پس اس پر یہ واجب ہوا پھر اس کو یاد آیا کہ مدعی نے اس کو اپنے دار میں داخل ہونے کی اجازت دے دی تھی پس اس پر ہاتھ کاٹا جانا واجب نہیں ہوا یا لکھے کہ اُس نے اقرار کیا کہ مقر نے اس کو باتہام باطل متہم کیا اور اس نے اس کا کچھ نہیں چرایا ہے اور وہ اس سے بری ہے جو اس پر دعویٰ کیا تھا۔ پس ہرگاہ اس پر دعویٰ کرے الی آخرہ مال محدود کے دعویٰ سے بریت اس طرح لکھے کہ یہ تحریر اقرار فلاں ہے کہ اس نے اقرار کیا کہ اس کا فلاں کی جانب تمام زمین مشتملہ چنین و چنان کی بابت دعویٰ تھا اور زمین مذکور کی جگہ وحدود بیان کر دے پھر بیان کر دے کہ یہ زمین مع اپنے سب حدود وحقوق کے مدعی کی ملک ہے وحق ہے اور فلاں کے قبضہ میں ناحق ہے اور مدعا علیہ پر بحق اس دعویٰ کے مدعی کو سپرد کرنا واجب ہے پھر مدعی نے اس کو اس زمین کے بعینہ دعویٰ سے بری کر دیا پس بعد اس ابراء کے اس مدعی کا اس زمین میں بعینہ کچھ حق نہیں رہا اور نہ خصومت رہی اور اگر کبھی یہ مدعی یا کوئی اس کا قائم مقام الی آخرہ اور تحریر کو تمام کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔

فصل بست و پنجم ☆

رہن کے بیان میں

زید نے بطوع خود اپنی صحت وثبات عقل وبہمہ وجوہ جواز اقرار کی حالت میں درحالیکہ اس میں کوئی ایسا مرض وعلت نہ تھی جو اس کے صحت اقرار سے مانع ہوا اقرار کیا کہ عمرو کے اس کے ذمہ چندین درم قرضہ حالہ یا ثمن فلاں چیز جو اس سے خریدی ہے یا بوجہ غصب یا ودیعت[2] مستہلکہ یا ضمان اتلاف فلاں چیز یا بوجہ حوالہ فلاں یا از کفالت فلاں ہیں اور زید نے اس قرضہ کے عوض اس قرض خواہ کو تمام دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان مع سب حدود وحقوق کے برہن صحیح مفوض محوز فارغ از مانع ومنازع رہن دیا اور اس کو دے دیا اور عمرو مذکور نے اس سے لے کر مع اس کے تمام حقوق ومرافق کے قبضہ کر لیا پس یہ دار مذکورہ اس کے قبضہ میں بعوض اس قرضہ کے محبوس ہے اس راہن کو جب تک اس قرضے میں سے کچھ باقی رہے اس کے چھڑا لینے کا اختیار نہیں ہے اور اس مقر نے اس کے سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور دونوں نے گواہ کر لیے اور اگر اس رہن میں مرتہن کو اس کے فروخت کرنے کا وکیل وامین کر دیا ہو تو بعد قبضہ کے تحریر کرے اور بدین شرط کہ اگر اس راہن نے یہ قرضہ اس مرتہن کو ادا نہ کیا اور نہ اس کو یہ قرض وصول ہوا تو غرہ ماہ فلاں سنہ فلاں میں یہ مرتہن اس کی بیع کا از جانب رہن مذکور وکیل ہوگا کہ اس کو فروخت کرے اور چاہے جس قدر اس میں سے فروخت کرے اور چاہے جس قدر ثمن کے عوض فروخت کرے اور اس کا ثمن اپنے قرضہ کی ادائی میں لے لے اگر اس کے قرضہ کے برابر ہو اور اگر ثمن میں کچھ زیادتی ہو تو راہن کو واپس دے اور اگر ثمن میں کچھ کمی ہو تو اس کو قرضہ میں لے لے اور جس قدر قرضہ باقی رہا وہ بذمہ راہن رہے گا کہ اس سے اس کا مطالبہ کرے اور اگر اس کی بیع کا اختیار کسی شخص غیر کو سوائے مرتہن کے دیا ہو تو لکھے کہ اور بدین شرط کہ

[1] آخر تک جس طرح معلوم ہو چکا ۱۲ [2] یعنی جس امانت کو مجہول چھوڑا اور اتلاف تلف کرنا ۱۲

فلاں بن فلاں اس کی بیع کا فلاں وقت پر وکیل یا امین ہے کہ اس کو یا اس میں سے کسی جزو کو جس طرح چاہے فروخت کر کے اس کا ثمن وصول کر کے اس مرتہن کا قرضہ ادا کر دے پس اگر اس میں زیادتی ہو تو الی آخرہ مثل اوّل کے تحریر کرے اور اگر اس میں یہ شرط ہو کہ مال مرہون کسی درمیانی عادل کے پاس رکھا جائے تو بعد اس قول کے کہ برہن صحیح مقبوضہ محوز[1] مفرغ رہن کیا اس طرح لکھے کہ پھر یہ راہن اور یہ مرتہن دونوں اس امر پر راضی ہوئے کہ یہ رہن فلاں بن فلاں کے قبضہ میں رکھا جائے وہ ان دونوں کے درمیان عادل ہو اور اس کے قبضہ کرنے میں امین ہو اور اس راہن نے یہ مال مرہون اس عادل کو دے دیا پس عادل مذکور نے اس راہن کے اس کو یہ مال مرہون فارغ از ہر مانع و منازع سپرد کرنے سے اس پر قبضہ کر لیا اور یہ مرتہن ضامن ہوا پس یہ عادل ان دونوں کے درمیان اس بات میں امین ہے اور اگر رہن میں عادل مذکور کی بیع کی شرط ہو تو اس مقام پر تحریر کرے اور دونوں نے اس کو اس بات میں امین کیا کہ غرۂ ماہ فلاں میں اس (۱) رہن کو فروخت کر دے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اس مقام پر لکھے کہ وقت میعاد آنے کے فروخت کرے بدین شرط کہ اس کو فروخت کرے اور اس کا ثمن وصول کرے اور فلاں کو اس کے قرضہ کی ادائی میں دے دے اور اگر ثمن میں زیادتی ہو تو زیادتی اس موکل کو واپس دے اور اگر ثمن میں کمی رہے تو باقی قرضہ اس راہن پر بحالہ قرضہ رہے گا کہ مرتہن مذکور اس کا اس راہن سے مطالبہ کرے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔ تحریر رہن نامہ دار بعوض قرضہ بر سبیل اختصار یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے فلاں کے پاس اپنا تمام دار واقع مقام فلاں محدودہ بحدود چنین و چنان مع اپنے حدود و حقوق کے بعوض اپنے درموں قرضے کے جو اس مرتہن کے اس راہن پر واجب ہیں وحق لازم بسبب صحیح ہیں برہن جائز و نافذ رہن دیا جس میں فساد و خیار نہیں ہے اور قبضہ و اشہاد تحریر کر دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی صورت میں مرتہن کی جانب سے تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے عمرو سے تمام دار عمرو واقع مقام فلاں تا ایں قول کہ بعوض ایسے قرضہ کے جو اس مرتہن کا اس راہن پر بسبب صحیح واجب و لازم ہے اور وہ اس قدر درم ہیں یا رتہان صحیح جائز نافذ رہن لیا الی آخرہ۔ اگر رہن میں از جانب راہن اجازت انتفاع مرتہن کو دی گئی ہو تو لکھے کہ اور اس راہن نے اس مرتہن کو اجازت دے دی کہ اس دار مرہون میں خود رہے اور چاہے دوسرے کو بسائے اور جس طور سے چاہے اس سے نفع اُٹھائے اور یہ اجازت اس عقد رہن میں شرط نہیں تھی اور مرتہن کو یہ انتفاع راہن نے مباح کیا بدین شرط کہ ہرگاہ اُس کو اس انتفاع مذکور سے منع کرے تو وہ باجازت جدیدا یسے انتفاع کا اجازت یافتہ ہو جائے گا۔ تاوقتیکہ راہن مذکور اس رہن پر اپنا قبضہ نہ کرے اور اس مرتہن سے اس کو یہ قرضہ مباح کر دیا اور اس مرتہن نے اس سے یہ امر بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کر دے اور اقرار برہن مال منقول زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس نے اپنا غلام فلاں جس کی صفت چنین و چنان و قیمت اس قدر ہے فلاں کو بعوض اس کے قرضہ کے جو اس راہن پر واجب ہے اور وہ اس قدر ہے برہن مقبوض رہن دیا بدین شرط کہ یہ مرتہن اس مال مرہون کو اپنی حفاظت میں اور اپنے عیال میں سے جس کو امین جانتا ہو اس کی حفاظت میں اپنے قرضہ کے عوض محبوس رکھے اور اس کو کام نہ لگائے اور نہ اس کو اپنے قبضہ سے خارج کرے اور نہ اس کو تلف کرے اور اگر اُس کو تلف کر دیا یا ان میں سے کوئی فعل کیا تو اس پر اس کی ضمان واجب ہوگی اور اس کے قرضہ میں سے بقدر اس کے ساقط ہو جائے گا اور مرتہن نے اس سب میں تصدیق صحیح کی اور تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

---

[1] قولہ محوز یعنی گھیری ہوئی بے لگاؤ جس سے کسی کا تعلق نہیں رہا ۱۲ (۱) یعنی اگر قرضہ میں مرتہن ہو یا نہ ہو ۱۲

فصل بست و ششم☆

اوقاف کے بیان میں

اس فصل میں چند انواع ہیں۔نوع اوّل مسجد بنانے میں جاننا چاہئے کہ اگر مسلمان نے اپنے دار کو مسلمانوں کے واسطے مسجد بنایا اور یہ مسجد متولی کو سپرد کر دی اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت عام دے دی اور اس میں ایک قوم نے بجماعت نماز ادا کی تو ہمارے اصحاب کے نزدیک وہ بالاتفاق مسجد ہو جائے گی بخلاف اس کے جو امام ابوحنیفہ باقی اوقاف میں فرماتے ہیں چنانچہ اس کا بیان اپنے مقام پر ہو گیا اور متولی کو سپرد کرنا اور اُس کا قبضہ کرنا مسجد ہو جانے کے واسطے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک شرط ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں شرط ہے لیکن امام اعظم و امام محمدؒ کے نزدیک قبضہ کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ متولی کو سپرد کر دے دوم آنکہ اس میں نماز ادا کی جائے پھر ظاہر مذہب امام ابوحنیفہ کا یہ ہے کہ اگر اس میں وقف کرنے والے نے نماز پڑھی یا غیر نے پڑھی خواہ جماعت سے پڑھی یا بغیر جماعت پڑھی تو وہ مسجد ہو جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک مسجد نہ ہوگی جب تک کہ اس میں جماعت سے نماز نہ پڑھی جائے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب اس کو بہیاءت مسجد کر دیا تو مسجد ہو جائے گا اور کسی دوسری چیز کی ضرورت نہ ہوگی ایسا ہی بعض مشائخ نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور امام نجم الدین نسفی نے اپنی شروط میں ذکر کیا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مسجد ہو جانے کے واسطے متولی کے سپرد کرنا یا جماعت سے اس میں نماز پڑھنا شرط ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اس کو مسجد کی ہیاءت پر کر دیا تو وہ مسجد ہو گئی پس اگر لوگوں نے اس کی تحریر لکھوانی چاہی تو کیونکر لکھنی چاہئے تو ہم کہتے ہیں کہ امام محمدؒ نے شروط الاصل میں اس نوع کی صورت تحریر نہیں فرمائی ہے اور امام طحاوی و خصاف اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں بن اپنی صحت عقل و بدن و جواز امور کی حالت میں بطوع خود و رغبت خود اپنا تمام دار جو اس کی ملک و اس کے قبضہ میں ہے اور ابو زید شروطی اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے اور بعض متاخرین نے فرمایا کہ بنا بر قیاس قول امام ابوحنیفہؒ کے یوں لکھنا چاہئے کہ یہ تحریر از جانب فلاں ہے بایکہ اس نے زمین کو مسجد بنایا پس زمین کو اس نے آزاد غیر مملوک کر دیا پس غلام آزاد کرنے پر قیاس کیا جائے گا اور غلام کے آزاد کرنے میں ہم تحریر کر چکے ہیں کہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر از جانب فلاں ہے پس اس صورت میں بھی اسی طرح لکھنا چاہئے ہے اور بہت سے متاخرین اس طرح لکھتے ہیں جس طرح شیخ ابو زید نے تحریر کیا کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے کہ فلاں نے ان کے نزدیک اقرار کیا اور ان کو اپنے اقرار پر جو بحالت صحت بدن و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات میں درحالیکہ اس میں کوئی ایسی علت و مرض نہ تھا جو اس کی صحت اقرار کا مانع ہو صادر ہوا ہے گواہ کر لیا کہ اس نے اپنی تمام زمین یا دار جو اس کی ملک و قبضہ و تحت و تصرف میں ہے اس کو البتہ بر ہیاءت مسجد کر دیا اور وہ شہر فلاں محلّہ فلاں کوچۂ فلاں میں واقع ہے جس کے حدود اربعہ چنین و چنان ہیں پس اس بقعہ محدودہ مذکورہ کو مع اس کے حدود و عمارت موجودہ کے درحالیکہ وہ ہر طرح کی مشغولیت سے خالی ہے خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ و طلب ثواب و گریز از عذاب او تعالیٰ مسجد بنایا اور اپنی ملک سے نکال کر اس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے کر دیا اس کو خانہ خدا کہا اور اُس کے بندوں کے تمام گذارنے کی جگہ بنایا کہ اس میں بندگان خدا اپنی نماز ہائے فریضہ و نوافل ادا کریں اور آناء اللیل[1] واطراف نہار میں اللہ تعالیٰ کی یاد کریں اور اس میں اعتکاف اور قرآن مجید کی تلاوت کریں اور اس میں علم کا درس ہو جو لوگ اس کی اہلیت رکھتے ہیں اس

(۱) یعنی رات و دن میں اپنے اوقات پر چاہیں ۱۲

میں درس وتدریس کریں اور اس مسجد و لوگوں کے دریان تخلیہ[1] کر دیا کہ اس کا دروازہ روکنے کے واسطے بند نہ کیا جائے گا اور لوگوں کے اور اس مسجد کے درمیان آمد ورفت میں کوئی حائل نہ ہوگا اور لوگوں کو اس سب کی اجازت عام دے دی اور بعد اس کی اس اجازت کے ایک جماعت مسلمانوں کی اس مسجد میں داخل ہوئی اور انہوں نے اذان واقامت کے ساتھ گواہان مذکور کی موجودگی وعلم وچشم دید میں جماعت سے اپنی نماز فریضہ ادا کی پس یہ تمام بقعۂ مذکورہ خانۂ خدائے تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے واسطے مسجد ومعبد ہو گیا اس مقر کی اس میں کچھ ملک و کچھ حق نہ رہا اور اس میں سے کسی چیز میں کچھ ملک وحق نہ رہا اور اس مقر کے سوائے کسی دوسرے کا کچھ حق و ملک رہا نہ اس کی اصل زمین میں اور نہ اس کی عمارت میں اور اس مقر کو یا اس کے وارثوں میں سے کسی کو اس کے ابطال یا تغیر کا کچھ اختیار نہ رہا اور اس مقر نے اپنے اقرار پر ان لوگوں کو گواہ کر دیا جنہوں نے آخر تحریر میں اپنے اپنے نام ثبت کئے ہیں اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا اور اگر اس تحریر میں اس نے لوگوں کا جماعت سے نماز پڑھنا تحریر نہ کیا بلکہ یوں لکھا کہ اس صدقہ کرنے (1) والے نے تمام یہ مسجد اپنے قبضہ سے نکل کر فلاں متولی کے قبضہ میں دے دی اور متولی مذکور نے اس پر مسلمانوں کے واسطے قبضہ کر لیا تا کہ اس کے قبضہ میں اسی طور سے رہے جس طرح اس متصدق نے قرار دیا ہے درحالیکہ اس متصدق نے اس کو ہر طرح خالی از موانع سپردگی سپرد کیا ہے پس یہ تمام مسجد اس متولی کے قبضہ میں اسی قرارداد پر ہے جو اس صدقہ کرنے والے نے قرار دیا ہے اور کسی کے واسطے اس مسجد پر کوئی راہ الیٰ آخرہ لیکن جس طرح پہلے لکھا گیا ہے وہ احوط واصح ہے۔

نوع دیگر سیاح ومسافروں کے اُترنے کے واسطے رباط بنانے کی صورت سو ہم کہتے ہیں کہ ظاہر مذہب امام ابوحنیفہؒ کا یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یعنی لازم نہیں ہے حتیٰ کہ وقف کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اس سے رجوع کرے جیسا کہ باقی اوقاف میں ہے اور بنابر قول امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے جائز ہے اور اگر اس کی تحریر کرنی چاہی تو اس طرح لکھے کہ یہ وہ ہے کہ وقف کیا اور صدقہ کیا یا یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ وقف کیا اور صدقہ کیا یا لکھے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے میں بدین مضمون ہے کہ فلاں نے تمام رباط جس میں منازل وغرفہ وصحن ومرابط (۲) ہیں جو فلاں جگہ واقع ہے صدقہ موقوفہ مقبوضہ صحیحہ جائزہ نافذہ کر دیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی قربت ورضامندی حاصل کرے اور اس صدقہ کرنے میں کسی وجہ سے فساد نہیں ہے اور نہ رجعت (۳) ہے اور نہ مثنویت[2] ہے اور نہ تلجیہ ہوا اور نہ مواعدہ ہے اور نہ یہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ میراث ہو سکتا ہے اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہے اور نہ کسی وجہ سے تلف کیا جا سکتا ہے یہ اپنے اصول پر قائم ہے اور اپنی راہ پر جاری ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کا وارث ہے جو ذات پاک کہ زمین کا اور جو زمین پر ہے سب کا وارث ہے اور وہی بہترین وارثان ہے اور بدین شرط اس کو صدقہ کیا کہ اس رباط میں جو منزلیں ومسکن ہیں وہ سیاحوں اور راہگیروں ومسافروں کے واسطے ہیں بدین شرط کہ ان کے اترنے والے کے اترا رہنے دینے کی رائے ہر وقت وہر زمانہ میں اس کے قوم یعنی کارندوں کے اختیار میں ہے جس کو چاہیں رہنے دیں اور جس کو چاہیں نکال دیں بدین شرط کہ جو اس صدقہ کے بہتر وموافق تر ہو وہ کریں اور اس میں تخصیص جائز ہو سکتی ہے چنانچہ اگر وقف کنندہ نے شرط کر دی کہ اس میں کافر نہ اتریں اس میں فقط مسلمان ہی اترا کریں تو لکھ دے کہ بدین شرط کہ یہ فقط مسلمانوں کے اترنے کے واسطے ہے اس میں کفار نہیں اتر سکتے ہیں اور اگر فقط اہل علم کے اترنے کے واسطے مخصوص کر دیا تو لکھے کہ بدین شرط کہ یہ رباط فقط اہل علم کی سکونت کے واسطے ہے خواہ پڑھانے والے ہوں یا پڑھنے والے ہوں دوسرا کوئی نہیں اتر سکتا ہے اور اگر حافظ قرآن مجید یا قاریوں کے

---

[1] تخلیہ یعنی روک ٹوک اُٹھا دی ۱۲ [2] مثنویت یعنی استثنا نہیں ہے ۱۲ (1) یعنی اس مسجد بنانے والے نے ۱۲ منہ

(۲) جمع مربط جانور باندھنے کی جگہ ۱۲ منہ [3] رجوع نہیں ہے ۱۲

اترنے کی تخصیص کر دی تو بھی اسی قیاس پر تحریر کرے پس اگر وقف کنندہ نے شکست وریخت تعمیر رباط مذکور کے واسطے کوئی دوسرا وقف کیا ہو تو تحریر کر دے اور اگر اس کے واسطے دوسرا وقف نہ کیا ہو تو لکھے کہ کارندوں کو ہمیشہ اختیار ہے کہ اس کی منزلیں ومرابط میں سے اس قدر کرایہ پر دے دیں کہ جس کے کرایہ سے اس کی تعمیر ہو جائے اور جب تعمیر پوری ہو جائے تو پھر اس کو اسی حال پر چھوڑ دیں جس کے واسطے وقف کنندہ نے اس کو وقف کیا ہے بدین شرط کہ مقدار کرایہ ومدت اجارہ وغیرہ کا اختیار کارندوں کو ہے اور اگر وقف کنندہ نے اس کی شرط نہ کی ہو تو جو شخص اس میں رہے وہی اس کی تعمیر کرے اسی پر لازم ہوگی پھر تحریر کرے کہ اس وقف کرنے والے نے اس مال موقوف مذکور کو اپنے قبضہ سے نکالا اور اپنے مال سے الگ کیا اور فلاں کو متولی کرنے کے بعد اس کے قبضہ میں دے دیا تاکہ وہ اس وقف کی شرائط پر جب تک چاہے اس کا متولی رہے اور جو اس کے لائق ہو اس میں سے جس کو چاہے متولی کر دے اور جس کو چاہے اس کو وصیت کر دے یعنی وصی مقرر کر دے پس یہ سب وقف مذکور خالی از ہر مانع ومنازع اس وقف کرنے والے کے اس متولی کو سپرد کرنے سے متولی نے اس پر قبضہ کر لیا پس یہ صدقہ اس متولی کے پاس برشرائط مذکورہ وقف ہے پس کسی والی ملک اور قاضی اور کارکن اور صاحب حکومت کو اس کا متغیر کرنا اپنی راہ سے یا اس کی کسی شرط کا تبدیل کرنا نہیں جائز ہے اور جو ایسا کرے گا وہ گنہگاری میں پڑے گا اور اپنے پروردگار کے غضب کا نشانہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو جزا وسزائے کامل دہندہ ہے اور وقف کرنے والے کو اپنی نیت وعمل کے موافق ثواب ملے گا اور اس مقدمہ میں اس وقف کرنے والے اور ایک خصم کے درمیان اس وقف میں جھگڑا ہوا اور وہ بحضور حاکم عادل جائز الحکم[ا] میاں مسلمانان کے مجلس قضاء میں پیش ہوا پس اس نے ایسے صدقہ کے جائز ولازم ہونے کا حکم دے دیا کہ جس طور پر ہے جائز ہے اور لازم ہے خصم کے حضور میں بدرخواست ایسا حکم دلایا اور اس حکم میں اپنے اجتہاد ورائے پر عمل کیا اور اس پر ایک جماعت گواہان عادل کو جنہوں نے اپنے نام آخر میں ثبت کئے ہیں گواہ کر لیا اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا۔

اگر مسلمانوں کا اپنا مردہ دفن کرنا تحریر نہ کیا ☆

نوع دیگر مقبرہ بنانے میں ہم کہتے ہیں کہ ظاہر مذہب امام اعظمؒ یہ ہے کہ نہیں جائز ہے یعنی لازم نہیں ہے حتیٰ کہ وقف کنندہ کو اس سے رجوع کر لینے کا اختیار ہوتا ہے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ جس صورت میں کہ اس میں کوئی میّت دفن کی گئی ہو تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوا ہو تو رجوع کر سکتا ہے اور حاکم ابونصر مہرویہ سے منقول ہے کہ میں نے نوادر میں امام اعظمؒ سے یہ روایت پائی کہ امام نے مقبرہ وراہ کے وقف کو جائز رکھا ہے بخلاف باقی اوقاف کے اور بنا برقول امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کے مقبرہ کا وقف کرنا جائز ہے اور اس کو سپرد کر دینے کی شرط ہونی سو اس میں ویسا ہی اختلاف ہے جو مسجد کی صورت میں گذرا اور اس کا سپرد کرنا بدین طور ہے کہ یا تو متولی کو سپرد کرے یا اس میں مردہ دفن کیا جائے پھر اگر اس کا تحریر کرنا چاہا تو لکھے کہ فلاں نے اپنی زمین کو اس کی جگہ وحدود وبیان کر دے۔ صدقہ موقوفہ بوقف صحیح جائز نافذ کر دیا تا این قول[(۱)] کہ وہی بہترین وارثان ہے پس اس کو مسلمانوں کے واسطے مقبرہ کر دیا کہ جس وقت اور جب چاہیں ہمیشہ اس میں اپنے مردوں کو مدفون کیا کریں ان کو ممانعت نہ کی جائے گی اور اس نے لوگوں کو اذن عام دے دیا کہ اس میں اپنے مردے دفن کریں پس مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے اس کے حامل سے وقف ہونے کے بعد اپنے مردے اس میں دفن کئے اور وقف کنندہ نے ان کو دفن کی اجازت دی پس یہ زمین مسلمانوں کے واسطے مقبرہ مقبوضہ ہوگئی بنابرآنکہ اس وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اور اگر مسلمانوں کا اپنا مردہ دفن کرنا تحریر نہ کیا بلکہ یہ لکھا کہ اس صدقہ کنندہ نے یہ زمین اپنے قبضہ سے نکال کر متولی فلاں کے قبضہ میں دے دی تاکہ اس کے قبضہ میں انہیں شرائط پر رہے جس طرح واقف نے وقف

[ا] جائز الحکم جس کا حکم دینا شرع میں جائز ٹھہرا ہے ۱۲ (۱) مثل مذکورہ بالا ۱۲

کیا ہے تو یہ کافی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کر دے تا کہ اجماعی ہو جائے کیونکہ اس میں اختلاف ہے پس بعد حکم حاکم لاحق ہونے کے کوئی اس کے ابطال پر قادر نہ ہوگا اور حاکم کے پاس مرافعہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص نے اس میں اپنا مردہ دفن کیا ہے اس کو حاکم کے حضور میں لے جائے اور قاضی سے درخواست کرے کہ اس کو حکم دے کہ اس کی زمین خالی کر دے اس واسطے کہ یہ وقف لازمی نہیں ہے پس حاکم اس وقف کنندہ کو حکم دے گا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونے کا حکم دے گا پس کاتب تحریر کر دے کہ ایک حاکم عادل نے جس کا حکم مسلمانوں کے درمیان نافذ ہے اس صدقہ کے لازم و صحیح ہونے کا جس طور پر ہے حکم دے دیا بعد ازانکہ اس وقف کنندہ وارثان دفن کنندہ گان میں سے ایک کے ساتھ اس کے حضور میں خصومت[1] معتبرہ واقع ہوئی جب کہ اس وقف کنندہ نے اپنے وقف سے رجوع کرنے کا قصد کیا بنابر قول ایسے عالم کے جو ایسے وقف کو لازم نہیں فرماتا ہے پس حاکم موصوف نے اس وقف کنندہ پر اس کے روبرو اس کے خصم کے حضور میں اس وقف کے لازم ہونے کا حکم دے دیا کیونکہ اس کا اجتہاد اسی حکم پر مودے ہوا پھر لکھے کہ کسی والی ملک یا قاضی(۱) الی آخرہ۔

نوع دیگر اگر یہ زمین میں عام مسلمانوں کے واسطے راستہ بنایا تو ہم کہتے ہیں کہ ظاہر مذہب کے موافق اس میں بھی اختلاف ہے اور موافق روایت حاکم ابونصر کے جو امام اعظمؒ سے روایت کی ہے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں اتفاق ہے۔ اس کی تحریر لکھنے کا وہی طریقہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ راستہ کی صورت میں یوں لکھے کہ اس نے اپنی زمین کو وقف کر کے عام لوگوں کا راستہ کر دیا۔ اس میں کافر بھی شامل ہو گئے اس واسطے کہ راہ سے گذرنے میں کافر و مسلمان دونوں یکساں ہیں اور اس حکم میں رباط اور راہ یکساں ہیں بخلاف مقبرہ کے کہ وہ خاص مسلمانوں کے واسطے ہوگا اس واسطے کہ کافر و مسلمان ایک مقبرہ میں جمع نہ کئے جائیں گے اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کر دے کذافی المحیط۔ نوع دیگر قنطرہ بنانے کی تحریر اس طرح لکھے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہیں بدین مضمون ہے کہ فلاں نے جو قنطرہ فلاں نہر پر یا فلاں وادی پر بنایا ہے اور یہ تحریر کر دے کہ باجازت سلطان وقت کے بنایا ہے بشرطیکہ یہ وادی یا نہر عام(۲) ہو اور اگر کسی خاص قوم کی ہو تو لکھے کہ باجازت فلاں و فلاں سب کا نام لکھ دے اور اگر کسی شخص معین کی ہو تو اس کی اجازت تحریر کرے اور یہ بھی بیان کر دے کہ وہ لکڑی کا ہے یا پختہ اینٹ کا اور یہ بھی بیان کر دے کہ اکہرا ہے یا دو درجہ کا یا تین درجہ کا تا کہ عام لوگ اس قنطرہ کے اوپر سے آمد و رفت رکھیں آخر تک موافق مذکورۂ بالا تحریر کرے واللہ تعالیٰ اعلم یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ نوع دیگر اگر اپنے گھوڑے و اس کا سامان و ہتھیار فی سبیل اللہ تعالیٰ کر دے تو تحریر کرے بعد ابتدائے تحریر بدستور مذکورۂ بالا کے کہ اُس نے اپنے گھوڑوں کو اور وہ اتنے عدد چنین(۳) و چنان ہیں اور تمام اپنے ہتھیار اور وہ چنین و چنان ہیں ان سب کو بوقف دائمی و حبس جائز کہ اپنے حال پر قائم رکھے جائیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے واسطے وقف کیا کہ اس کو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ہر وقت و ہر زمانہ میں جہاد میں استعمال کریں بدین شرط کہ جو لوگ اس وقف کے قوام ہوں ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں جس طرح چاہیں جتنی دفعہ چاہیں جہاد کرنے والوں میں سے دے دیں اور جس سے چاہیں لے لیں جب چاہیں جس طرح چاہیں واپس لیں اور بیان کر دے کہ ہمیشہ اس کا قیم وہی شخص مقرر ہو جو نیکوکار و پرہیزگار مشہور ہو اور بدین شرط کہ جب ان میں سے کوئی چیز بسبب بیماری اخراب ہو جانے کے یا بڈھے ہو جانے کے یا شکستہ وغیرہ ہو جانے کے جہاد کے کام کی

---

[1] یعنی نالش حاکم کے پاس صحیح طور پر پیش ہوئے تب اس نے حکم دے دیا کہ وقف لازم ہو گیا ۱۲

(۱) یا کسی حاکم و صوبہ دار وغیرہ کو یہ روا نہیں ہے کہ اس کو نزول کرے ۱۲ (۲) جیسے دجلہ و فرات و گنگا و جمنا وغیرہ ۱۲

(۳) اس کے حلیہ و اوصاف بیان کر دے ۱۲

نہ رہے تو قیم اس کو فروخت کر کے دوسری اس کے بجائے لائق کار جہاد بدل لے اور ہر وقت و زمانہ میں جو قیم ہو وہ ایسا کرے کہ جب لائق جہاد کے نہ رہے تو اس کے بجائے اسی طور سے دوسری بدل کے اور اس کو اپنے پاس رکھے کہ بروقت حاجت موافق شرائط کے جہاد کرنے کو دیا کرے اور اسی طور پر جاری رہے اور تحریر کو ختم کرے اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے اور علیٰ ہذا بیل و اونٹ وغیرہ چوپایہ جانور اگر اہل جہاد کی بار برداری و پانی لانے و کھینچے وغیرہ کے کام کے واسطے وقف کئے تو ان میں بھی اسی طرح تحریر کرے اور علیٰ ہذا اگر غلاموں کو اہل جہاد کی خدمت کے واسطے وقف کیا تو بھی اسی طرح تحریر کرے اور یہ سب امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے پس تا ایں قول کہ بدین شرط کہ یہ وقف اپنے حال پر بدستور رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سامان جہاد رہے کہ غازی لوگ اس پر اپنا بار لادیں اور پانی کھینچنے ولانے کے واسطے اگر وقف کئے ہیں تو تحریر کرے کہ فی سبیل اللہ تعالیٰ وقف کیے کہ ان کے ذریعہ سے اہل جہاد کو پانی پہنچایا جائے[1] اور غلاموں کی صورت میں لکھے کہ تا کہ یہ غلام اہل جہاد کی خدمت گزاری کریں اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کر دے اور اگر مثل اونٹنیاں و گائیں و بکریاں وغیرہ کے بدین شرط فی سبیل اللہ تعالیٰ وقف کر دیں کہ ان کا دودھ و بچہ و اُون اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ کیا جائے تو حاکم احمد سمرقندی نے اپنی شروط میں ذکر کیا کہ ان کے وقف میں کوئی قول اہل علم کا مسموع نہیں ہوا اور مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ کے قول پر جائز ہونا چاہئے اور فرمایا کہ سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر وصیت کی اس چیز کی جو اس کی بکریوں کے پیٹ میں ہے یعنی بکریوں کے بچوں کی وصیت کی یا ان کے دودھ یا اون کی وصیت کی تو وصیت باطل ہے اور ان چیزوں کی وصیت مثل وصیت غلہ باغ و ثمر و اشجار نہیں ہے۔ فرمایا کہ یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہے کہ چوپاؤں مذکورہ کا اس غرض سے وقف کرنا کہ ان کا دودھ و اون و بچہ صدقہ کیے جائیں جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ اگر اپنی گائے ایک رباط میں وقف کردی کہ جو اس کا دودھ و مسکہ نکلے وہ مسافروں کو دیا جائے تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر یہ امر ہو کہ لوگوں کے وقف بیشتر ایسے ہوں تو مجھے امید ہے کہ یہ جائز ہوگا اور بعض نے اس کو مطلقاً جائز رکھا ہے اس واسطے کہ یہ تمام بلاد اسلام میں متعارف ہے اور اس کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں نے اتنی عدد اونٹنیاں یا گائیں یا اتنی عدد بکریاں بوقف دائمی جائز نافذ وقف کر دیں جس وقف میں کوئی فساد و رجعت و مثنویت نہیں ہے اور یہ مال وقفی فروخت نہ کیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا الی (1) آخرہ۔ بدین[2] شرط کہ جو کچھ ان کے دودھ و بچہ و اون حاصل ہو وہ مسافروں کو صدقہ میں بدین شرط دی جائے کہ اس معاملہ میں متولی کو اختیار ہوگا کہ جس مسافر کو چاہے اور جس قدر چاہے دے اور یہ سب اس وقف کنندہ نے فلاں کو متولی کر کے سپرد کر دیں اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کر دے۔ نوع دیگر در وقف عقارات اور اس کی بہت صورتیں ہیں از انجملہ آنکہ اگر اس نے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی میں اپنا دار مسکینوں کے واسطے صدقہ کر دے اور اسی بیان کو امام محمدؒ نے بھی شروط الاصل کے باب الوقف میں پہلے شروع کیا ہے اور فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ ذرا توجہ فرمائیے کہ اگر ایک شخص نے اپنی زندگی میں چاہا کہ اپنا دار مسکینوں کے واسطے صدقہ کر دے تو یہ جائز ہے تو فرمایا کہ اگر وہ شخص ایسے حال میں مرا کہ یہ دار اس کے قبضہ میں ہے تو یہ اس کے وارثوں کے واسطے میراث ہو جائے گا اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے اور جائز نہیں ہے اس واسطے نہ فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک وقف اس کو کہتے ہیں کہ اصل چیز وقف کنندہ کی ملک رہے اور اس کا غلہ و پھل و

[1] خواہ کنویں سے پر وغیرہ وان بیلوں سے کھینچا جائے یا دریا سے ان پر پکھال ادلائی جائے ۱۲ منہ [2] یہ اس واسطے اختیار کیا تا کہ وقف کنندہ کا مقصود اچھی طرح حاصل ہو تا کہ شرط کی وجہ سے جانوروں کی کل اولاد کا صدقہ کرنا لازم آئے جس سے بعد کچھ مدت کے جانور ہی باقی رہیں کیونکہ بجائے ان کے کچھ بچے نہیں رہے تو ثواب ہی منقطع ہو گیا اور تحریر کے موافق متولی قدر ضرورت رکھ لے گا فافہم ۱۲ (1) اور نہ میراث ہوگا الی آخرہ ۱۲

منفعت دار واراضی صدقہ کی جائے پس مثل عاریت کے ہوا اور عاریت جائز ہے مگر لازم نہیں ہوتی ہے چنانچہ اگر معیر مر گیا اور یہ وقف موجود ہے تو اس کے وارثوں کی میراث ہو جائے گا پس ایسا ہی حال امام اعظمؒ کے نزدیک وقف کا ہے۔ تب میں نے کہا کہ آیا اس باب میں کوئی حیلہ ہے کہ یہ صدقہ جائز ہو جائے اور کوئی اس کو باطل نہ کر سکے تو فرمایا کہ یوں کہہ دے کہ اگر وارث یا سلطان کوئی اس صدقہ کو باطل کرنا چاہے تو یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کر کے اس کا ثمن مسکینوں کو صدقہ کر دیا جائے۔ پس اس سے صیانت[۱] حاصل ہو جائے گی اس واسطے کہ جو شخص اس کو توڑنا چاہے گا اس کو معلوم ہو گا کہ مجھے اس کے باطل کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا پس وہ باطل بھی نہ کرے گا۔

پس امام اعظمؒ نے حیلہ کی تعلیم میں یہ فرمایا کہ یوں کہے کہ یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کر کے اس کا ثمن مسکینوں کو صدقہ دیا جائے اور یہ نہیں فرمایا کہ یوں کہے کہ یہ میری وفات کے بعد وقف وصدقہ ہے کہ اگر وقف مضاف بما بعد زمانہ موت ان کے نزدیک جائز لازم ہو جب کہ تہائی مال سے برآمد ہو تو وقف مضاف بجانب زمانہ بعد موت کے وصیت کے معنی میں ہو گا حالانکہ اس میں شیخ ابن ابی لیلیٰ کا یہ مذہب ہے کہ غلہ و پھلوں کی وصیت جائز نہیں ہے پس شاید اس کا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور میں ہو جو مذہب ابن ابی لیلیٰ کا قائل ہے پس وہ اس کو باطل کر دے گا اسی واسطے جو کچھ امام اعظمؒ نے فرمایا ہے وہ اسی قول سے احتراز ہونے کے واسطے فرمایا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ پھر اس کو کیونکر لکھے تو فرمایا کہ یوں لکھے کہ یہ تحریر اس عہد کی ہے جو فلاں نے اپنی زندگی میں عہد کیا کہ اس نے اپنا دار واقع محلہ مسمی فلاں کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کر دیا ایسا ہی امام اعظمؒ وان کے اصحاب تحریر کرتے تھے اور طحاویؒ وخصافؒ یوں لکھتے تھے کہ یہ تحریر اس تصدیق کی ہے جو فلاں بن فلاں نے صدقہ کیا اور شیخ ابوزید شروطی یوں لکھتے تھے کہ یہ تحریر جس پر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہیں کہ فلاں نے اپنا پورا دار صدقہ کیا اور بعض متاخرین لکھتے ہیں کہ یہ تحریر از جانب فلاں ہے اور اکثر متاخرین لکھتے ہیں کہ یہ تحریر وقف وصدقہ ہے اور یہ سب عنوان جائز اور اچھے ہیں اور امام محمدؒ نے اپنی تحریر میں دار (۱) صدقہ شدہ کو بوصف فارغ تحریر نہیں کیا اور طحاوی وخصاف لکھتے تھے کہ یہ دار فارغ ہے اور یہ اچھا ہے اس واسطے کہ اگر دار وقف شدہ خالی وفارغ نہ ہو گا تو جس کے نزدیک متولی کو سپرد کرنا صدقہ موقوفہ کی صحت کے واسطے شرط ہے جائز نہ ہو گا پس اتنا زیادہ کرنا ضروری ہے تا کہ اس قول سے احتراز ہو جائے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کر دیا اور یہ اس واسطے فرمایا کہ یہ صدقہ دوسرے صدقہ مقیدہ سے ممتاز ہو جائے اور طحاوی و خصاف یوں لکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے واسطے صدقہ موقوفہ موبدہ محرمہ (۲) محتسبہ تبتۃ تبیلۃ محفوظ بشروط خویش مسبلہ یعنی اپنے وجوہ مذکورہ (۳) تحریر ہذا پر ہر وقت جاری رہے نہ فروخت کیا جائے اور نہ ہبہ کیا جائے اور نہ کسی وجہ ملک سے مملوک کیا جائے اور نہ کسی طرح تلف کیا جائے اپنے حال پر قائم رہے اور نہ میراث ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا وارث ہو جس کے واسطے آسمان وزمین کی میراث ہے اور وہی بہترین وارث ہے۔ پھر فرمایا کہ بدین شرط کہ سال بسال اجارہ پر دے اس واسطے کہ اس نے اس کی آمدنی صدقہ کر دینے کی وصیت کی ہے اور آمدنی صدقہ کرنا بدون اجارہ دینے کے نہیں ہو سکتی ہے پس امام محمدؒ نے اجارہ کو مطلقاً ذکر فرمایا اور یہ اُس وقت ٹھیک پڑے گا کہ جب متصدق نے اجارہ مطلقہ کا قصد کیا ہو[۲] کہ سال بسال اجارے پر

---

۱ صیانت مضبوطی اور مرافعہ نالش دائر کرنا ۱۲ ۲ اقول امام محمدؒ کی مراد اجارہ متعارف ہے اور رہا مدت کثیرہ کے واسطے چنانچہ باجارہ طویلہ اجارہ دینا سو یہ احداث متاخرین ہے حتیٰ کہ اس کے جواز میں کلام طویل ہے پس یہ کلام مؤلف بیان حال ہے نہ اعتراض قال ۱۲ منہ

(۱) یعنی دار فارغ یہ از تعلقات ۱۲ منہ (۲) اس کا توڑنا حرام ہے ۱۲ (۳) اسی طور سے اس کا مصرف ہو ۱۲ منہ

دیا جائے تو تحریر میں لکھنا چاہیے کہ بدین شرط کہ سال بسال اجارہ پر دیا جائے اس سے زیادہ مدت کے واسطے نہ دیا جائے اور جب ایک سال منقضی ہو جائے تو دوسرے سال کا اجارہ منعقد کیا جائے پھر لکھے کہ اس کا کرایہ مساکین کو صدقہ دے دیا جائے تا کہ مصرف بتصریح معلوم ہو جائے پس ضروری ہے کہ یوں تحریر کرے کہ اور اس کا کرایہ ہمیشہ مساکین کو تقسیم کیا جائے اس واسطے کہ صحت وقف کے واسطے سب کے نزدیک دوام شرط ہے سوائے قول امام ابو یوسفؒ کے اور اگر اس نے یہ لکھا کہ اس کا کرایہ مساکین کو صدقہ دیا جائے تو عام مشائخ کے نزدیک جنہوں نے وقف مذکور جائز رکھا ہے وقف جائز ہوگا اور بنابر قول یوسف بن خالد کے جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ لفظ صدقہ اس امر پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ اس نے تمام مسکینوں کو مراد لیا ہے پس مسکین واحد پر صدقہ کر دینا جائز ہوگا حالانکہ اگر مسکین واحد پر وقف کرے تو یہ وقف جائز نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے کہ یہ ہمیشہ نہیں رہ سکتا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک جنہوں نے ایسا وقف جائز رکھا ہے ایسی صورت میں یہ ہے کہ لفظ صدقہ دلالت کرتا ہے کہ اس نے جنس مساکین کو مراد لیا ہے کیونکہ اُس نے مطلق کہا ہے اور کسی ایک کو معین نہیں کیا ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُس نے تصریح کر دی آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ قولہ مالی صدقہ یعنی میرا مال صدقہ ہے اور قولہ مالی صدقہ فی المساکین یعنی میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے اور ان دونوں قولوں میں کچھ فرق نہیں ہے لیکن ہرگاہ اس مسئلہ میں اختلاف ٹھہرا تو مساکین کے لفظ سے تصریح کرنا ضروری ہوا تا کہ حد اختلاف سے نکل جائے اور اگر صدقہ کرنے والے نے چاہا کہ مسلمان فقیروں و مسافروں پر صدقہ کیا جائے تو لکھے کہ اس کا کرایہ و آمدنی مسلمانوں میں سے فقیروں و مسکینوں و اہل حاجت کو ہمیشہ صدقہ دیا جائے بدین شرط کہ جو اس وقت میں اس کا متولی ہو وہ اپنی رائے میں چاہے ان لوگوں کو برابر تقسیم کرے اور چاہے بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے لیکن اس کا مقصد اس صورت میں فضیلت و طلب مزید ثواب ہو اور امام محمدؒ نے اس تحریر میں ذکر نہیں فرمایا کہ اس کی حاصلات سے متولی پہلے اس کی شکست و ریخت و مرمت و اصلاح کرے گا اور جو اس کی آمدنی سے بڑھا ہے اس کی درستی کرے گا اور قیم کی اجرت دے گا اور تمام اس کی ضروریات میں خرچ کرے گا پھر جو باقی رہے گا وہ مسکینوں کو صدقہ دے گا۔

عامہ اہل شروط تحریر کرتے ہیں کہ جو کچھ اس کی آمدنی حاصل ہو پہلے اس میں سے اس کی مرمت و عمارت و اصلاح میں اور جو اس کی آمدنی سے بڑھا ہے اس کی اصلاح میں اور جو لوگ اس میں کارندہ ہیں ان کی اجرت دینے میں خرچ کرے پھر اس سے جو بچے وہ مسلمان فقیروں و مسکینوں کو ہمیشہ تقسیم کیا جائے اور امام محمدؒ نے جو اس کو تصریح ذکر نہیں کیا ہے سو اس واسطے نہیں ذکر کیا کہ اقتضاء یہ ثابت ہے اس واسطے کہ فرمایا کہ اس کی آمدنی ہمیشہ مساکین کو صدقہ تقسیم کی جائے حالانکہ ہمیشہ اس کا کرایہ مساکین کو تقسیم کرنا بدون اس کے ممکن نہیں ہے کہ پہلے اس کی تعمیر و مرمت کی جائے کہ قابل آمدنی کے ہو جائے اور جو بات بدلالت اقتضاءً ثابت ہو وہ مثل صریح ثابت ہونے کے ہے لیکن عامہ اہل شروط کہتے تھے کہ جو بات صریح ثابت ہو وہ اقتضاءً ثابت ہونے والی سے اقویٰ ہے اور متاخرین اہل شروط اراضی و باغ کے وقف میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ بعد ادائے خراج و مونث ضروری کے۔ اس واسطے کہ آمدنی حاصل ہونا بدون اس کے ممکن نہیں ہے اور دار دکانوں کی صورت میں تحریر کرتے ہیں کہ بعد ادائے مؤنت کے اور نوائب سلطانیہ موظفہ [(۱)] کے اس واسطے کہ یہ نوائب موظفہ بمنزلہ[۱] خراج کے ہو گئے ہیں پھر اس کے بعد تحریر کرے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا ہے یہ حلال نہیں ہے کہ اس صدقہ کو رد کر دے اور باطل کر دے اور طحاوی و خصاف رحمتہ اللہ علیہ نے اس عبارت پر تاکیداً زیادہ تحریر کرتے تھے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان لایا ہے خواہ سلطان ہو یا حاکم ہو یا کوئی اور آدمی ہو حلال نہیں ہے کہ اس صدقہ مذکورہ تحریر ہذا میں تغیر و تبدل کرے یا اس کو باطل کرے یا اس کے باطل کرنے پر کسی آدمی کی مدد کرے پھر اگر کسی نے ایسا کیا

---

۱ قولہ بمنزلہ الخ اگرچہ اکثر خلاف عدل شرع کے ظلم ہیں ۱۲

(۱) جو لگان بندھ گیا ہے ۱۲

تو وہ اپنے گناہ میں پھنسے گا اور صدقہ کرنے والے فلاں کا ثواب و مزدوری موافق اس کی نیت صدقہ و ثواب کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے اور بعض نے فرمایا کہ قولہ اور کسی شخص کو جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان لایا ہے حلال نہیں ہی کہ یہ صدقہ رد کر دے یہ عبارت نہ لکھنی چاہئے اس واسطے کہ بنابر قول امام اعظمؒ کے اس صدقہ کا توڑ دینا جائز ہے اور جب توڑ دیا گیا تو مالک کی ملک میں ہو جائے گا جس طرح پہلے تھا اور توڑنے والا گنہگار نہ ہوگا۔ پس بنابر قول امام اعظمؒ کے یہ کلمات دروغ ہوں گے اور درصورتیکہ یہ امر وقف میں شرط کیا جائے تو اس سے وقف باطل ہو جائے گا پھر اس کے بعد تحریر کرے کہ اور فلاں صدقہ کرنے والے نے یہ دار مذکور فلاں متولی امور صدقہ مذکور کے سپرد کیا اور فلاں متولی نے اس سے لے کر اس پر قبضہ کر لیا اور متولی کے سپرد کرنے کا ذکر کرنا ضروری ہے اس واسطے کہ متولی کا سپرد کرنا صحت وقف کے واسطے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ضروری ہے اور امام محمدؒ نے اس تحریر کے آخر میں یہ نہیں لکھا کہ اس متولی کو اختیار ہے کہ دوسرے وکیلوں و وصیوں کو مقرر کرے اور بجائے ان کے اگر چاہے تو دوسروں کو تبدیل کرے حالانکہ اس کا تحریر کر دینا چاہئے اس واسطے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وصی و متولی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے الاّ اس صورت میں کہ جب صدقہ کرنے والے نے اس کو یہ اختیار دیا ہو جیسا کہ حالت زندگی کے وکیل کے حق میں حکم ہے اور اگر اس کو وکیل کرنے کا اختیار دیا اور اس نے دوسرے کو وکیل کیا تو اس کو معزول نہیں کر سکتا ہے۔

الاّ اس صورت میں کہ معزول کرنے کا اختیار اس کو دیا گیا ہو اور فرمایا کہ پھر لکھے کہ پس اگر سلطان وغیرہ نے اس کو رد کیا یا کسی طعن کرنے والے نے طعن کیا تو یہ صدقہ اس کے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کیا جائے اور اس کا ثمن مسکینوں کو صدقہ دیا جائے یہ تحریر اس واسطے ہے کہ یہ وقف اس امر سے محفوظ رہے کہ کوئی اس کو توڑ دے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور نیز اگر اس کے آخر میں کسی حاکم کا حکم لاحق کر دیا جائے کہ اُس نے اس وقف کی صحت و لزوم کا حکم دیا ہے جس طرح ہم نے پہلے بیان کیا ہے تو اس سے بھی صیانت حاصل ہو جائے گی صدر تحریر وقف جس کو شیخ نجم الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایجاد کیا ہے یہ تحریر اس وقف کی ہے جس کو وقف کیا اور صدقہ کیا بندہ گنہگار بے شمار بامید قوی امیدوار عفو و رحمت پروردگار فلاں بن فلاں نے خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ و طلب ثواب او تعالیٰ بامید رضائے الٰہی و نجات از عذاب شدید و عقاب او تعالیٰ ہر گاہ اس نے نعمت ہائے الٰہی سے اپنے آپ کو گرانبار[1] پایا اور اس کی بخششوں کا اپنے پاس انبار پایا درحالیکہ او تعالیٰ شانہ نے اس ضعیف بندہ کو وہ وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جس سے اس کی نظراء و اشکال محروم ہیں اور وہ ثروتیں بخشی ہیں جس سے اس کے ابنائے جنس میں سب قرناء و امثال محروم ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت و وجاہت میں پیدا کیا اور فراخی و عیش اور وجاہت اور بلند نامی و مکنت میں اس کی عمر گذاری اور اس کا مرتبہ بلند کیا اور اس کا ہاتھ کشادہ رکھا پھر اب وہ اپنے نفس کو شکستہ پاتا ہے اور جو اس میں کندی پاتا ہے کہ الٹے پاؤں پھرتے ہیں کام نہیں دیتے ہیں اس کی قوتیں جاتی رہیں اور قبض (۱) کی چیزیں ٹوٹ گئیں اور شکرگزاری کم ہوئی اور شکایتیں بڑھ گئیں اس کے بال سپید ہو گئے اور کمر جھک گئی زوال کا وقت آ گیا اور کوچ کا وقت نزدیک ہوا اور اس پر واجب ہوا کہ اپنی دنیا سے آخرت کا سامان کر لے اور عاقبت کا توشہ یہاں سے ساتھ لے اور کل کے روز کے واسطے اپنے پاس کی چیزوں سے اچھی چیز پہلے پہنچا رکھے تا کہ اس کی حاجت کے وقت کا ذخیرہ ہو اور اس کے فقر و فاقہ کا سامان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لن تنالو البرا حتی تنفقوا مما تحبون یعنی ہرگز نیکوکاری کے مرتبہ کو نہ پہنچو گے یہاں تک کہ جن کو محبوب رکھتے ہو اُن سے خرچ کرو اور ہرگاہ اس کو آثار و اخبار سے ثابت ہوا کہ جنت کے دروازے پر تین سطرین لکھی

---

[1] اس صفحہ کے لغات میں سے گرانبار بوجھل یعنی نعمتوں سے لدا ہوا نظراء جمع نظیر یعنی اس کے مانند لوگ۔ اشکال ہمشکل لوگ یعنی اس کے ہمسر و ہمقوم وغیرہ جسے قرناء و امثال بھی کہتے ہیں۔ مکنت دسترس و قدرت (۱) قولہ قبض یعنی قوت ہاتھ وغیرہ کی ۱۲

ہیں۔ اوّل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوم بلدہ پاکیزہ ہے اور رب غفور ہے۔ سوم آنکہ جو ہم نے کیا تھا وہ پایا اور جو پہلے بھیجا تھا اس سے نفع اُٹھایا اور جو چھوڑ آئے وہ خسارہ رہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہے کہ یہ میرا مال وہ میرا مال حالانکہ تیرا ابھی کچھ مال ہے سوائے اس کے جو تو نے کھالیا سو فنا کر دیا جو تو نے پہن لیا سو بوسیدہ کر ڈالا یا صدقہ کر دیا سو وہ باقی بھیج دیا ہے اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا حاصل یہ کہ قیامت کے روز مؤمن کے واسطے اس کا صدقہ اس کا سایہ ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا حاصل یہ کہ صدقہ پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے پس یہ بندہ ضعیف جو کچھ اس کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے اس کی رضامندی کے واسطے ابھی سے خرچ کرتا ہے بدین امید کہ اللہ تعالیٰ اس کو آئندہ ایسے وقت میں عطا فرمادے کہ جب وہ بے دست و پا آخرت میں محتاج ہو جائے کہ یہ خرچ کیا ہوا اُس وقت آڑے آئے اور بدین امید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اس ضعیف کو بھی حاصل ہو چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی اپنی موت کے بعد جو کچھ چھوڑتا ہے اس میں سے تین چیزیں بہتر ہیں ایک اولاد صالح جو اس کے واسطے مغفرت کی دعا کرے اور دوسرا صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہے اور اس کا ثواب اس صدقہ کرنے والے کو پہنچتا رہتا ہے اور تیسرا علم کہ اس کے بعد والے اس کے سکھلانے پر عمل کرتے ہیں۔ پس اس بندہ ضعیف نے تہ دل سے چاہا کہ یہ بھی منجملہ ان لوگوں کے ہو جائے جن کے عمل منقطع نہیں ہوتے ہیں اگرچہ موت آ جائے پس اس نے اپنے خالص مال اور حلال کمائی سے فلاں چیز وقف کر دی الی آخرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو نیک چیز اپنی ذات کے واسطے تم لوگ پہلے بھیج رکھو اسکو اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہتر اور برتر پاؤ گے ☆

وقف نامہ قدیم طویل مدرسہ بنانے اور اس کے خرچ کے واسطے وقف کرنے کے بیان میں یہ تحریر اس وقف میں ہے کہ جس کو جستہ للہ تعالیٰ خاقان اجل سید ملک مظفر مؤید عدل عماد الدولہ تاج الملۃ طمغاج بغیر افراخان ابو اسحاق ابراہیم بن نصر سیف خلیفۃ اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین اعلی اللہ تعالیٰ امرہ و اعز نصرہ نے بغرض تقرب بسوئے رب جلیل وطلب ثواب جزیل وگریز از عقاب و تنکیل و رغبت در وعدہ جمیل کہ محکم تنزیل سے واضح ہے یعنی قول اللہ تعالیٰ سے کہ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیر او اعظم اجرا یعنی جو نیک چیز اپنی ذات کے واسطے تم لوگ پہلے بھیج رکھو اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بہتر اور برتر پاؤ گے اور اخیار میں نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس سے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں بجز الا تین صورتوں میں ایک ولد صالح جو اس کی وفات کے بعد اس کے حق میں دعائے خیر کرے اور صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہو اور اس کا ثواب صدقہ کرنے والے کو پہنچے اور تیسرا علم جس پر لوگ عمل کریں پس اس نے پسند کیا کہ میں بھی ان لوگوں میں مندرج ہوں جن کے عمل منقطع نہیں ہوتے ہیں اور اپنے نفس کے واسطے کوئی چیز بھیج رکھوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاؤں اور آخرت کا توشہ ہو اور قیامت کا ذخیرہ ہو جس روز ہر نیکوکار اپنا کار خیر آنکھوں کے سامنے پائے گا پس ایک مدرسہ بنانے کا حکم دیا کہ مجمع اہل علم و دین ہو متصل بمشہد ہو مشتمل بمسجد و جابائے درس اور مکتب تعلیم قرآن شریف ہو اور ایک جگہ ایسی ہو جہاں لوگ قرآن تلاوت کریں اور ایک جگہ مودب کے واسطے ہو جہاں وہ لوگوں کو علم ادب سکھلائے اور چند دارہائے صغیرہ ہوں اور صحن ہو اور باغ ہو اور اس نے اس میں جو امور موافق علم کے ایسے صدقات کی صحت کے واسطے بروجوہ مذکورہ چاہئے ہیں سب جمع کر دیے اور یہ سب شہر سمرقند کے اندر ایک جگہ پر جس کو باب الحدید کہتے ہیں واقع ہے اور اس کے حدود اربعہ میں ایک حد شارع عالم ہے دوم ملازق میدان منسوب بہ خاتون ملکہ بنت طرخان ملک و ملازق فارقین ہے جو ان کے مشہد پر وقف ہے اور سوم ملازق ایک منزل کے جو طالب علموں پر وقف ہے اور ملازق منزل احمد

المقصص و ملازق منزل ابوالقاسم بن عطاء و متصل بکاروان سرائے منسوب بہ خاتون ملکہ ہے اور چہارم ملازق منزل منسوب بحاولی الجملتاشی و ملازق خانقاہ منسوب بامیر نظام الدولہ و ملازق منزل منسوب بہ خاتون ملکہ ترکان خاتون و ملازق طریق ہے اور اُسی طرف سے اس میں داخل ہونے کا دروازہ ہے پس اس نے چاہا کہ یہ خیر اس کی طرف سے برابر برسوں جاری رہے بذریعہ اوقات صحیحہ کے جو اس مدرسہ پر اور سبیل خیر اور نیک کاموں پر وقف ہیں پس اس کی نیت خیر وارادہ دلی کے موافق جاری رہے پس اس نے تمام یہ مدرسہ محدودہ مع اس کی متصلات کے جن کے حدود اس تحریر میں مذکور ہیں واسطے کارہائے خیر کے جو اس میں انجام پائیں اور تمام سرائے خالص جس میں دارہائے خرد و اصطبلات ہیں اور گھانس رکھنے کی جگہیں ہیں اور جوضہائے خود ہیں و حجرات و غرفہ و چار دکانیں اس سے متصل جن میں تین دکانیں اُس کے اندر جانے والے کے بائیں جانب پڑتی ہیں اور یا ایک دکان دائیں جانب پڑتی ہے اور یہ سرائے معروف بسرائے نیم بلاس نیز دبازار سعد سمرقند در محلّہ زرکوبان بکوچہ مفلس ہے اور تمام سرائے خالص جو مشتمل ہے پانچ دارہائے خود و تین حجرات و تین غرفات اور پانچ بیوت اہواء اور تین دکانیں ہیں جو اس کے دروازہ سے متصل ہیں بازار سعد سمرقند سے دائیں جانب محلّہ راس الطاق کے کوچہ معروف بکوچہ شیر فروشان میں واقع ہے اور تمام سرائے خالص جو مشتمل ہے آٹھ دارہائے خرد و دارہائے کلاں اور پندرہ غرفات اور بیوت اہواء پندرہ عدد اور دو بیت الخلا اور چار دکانیں متصل سرائے مذکور واقع بازار سعد سمرقند بمحلہ راس الطاق کوچہ عباد میں ہے اور تمام دارہائے کبیرہ مع سفل و علو کے جو سرائے معروف بسرائے خانسامانی میں ہے جو بازار سعد سمرقند کے محلّہ راس الطاق میں شارع درب منارہ میں واقع ہے اور یہ دارہائے مذکورہ اس سرائے کے اندر جانے والے کے دائیں ہاتھ پڑتے ہیں اور تمام جو اس کے اوپر واقع ہیں اور پانچ حجرے ایک دریہ جو اس کے وسط میں ہیں جو متصل بسرائے مذکور ہیں اور تمام حجرات کبیرہ یکدریہ جو اس سرائے سے متصل ہیں اور اس کے اوپر چڑھنے والے کے بائیں ہاتھ پڑتے ہیں اور تمام حمام معروف بحمام مردان واقع بازار سعد سمرقند محلّہ راس قنطرہ عابرہ کوچہ حماد اور تمام خانہائے کاشتکاران و بیت الطراز و باغ انگور و متاجر و مزارع و مداسات جو کہ سب قریہ حرمجد پرگنہ انبار گر شہر سمرقند میں واقع ہیں اور تمام اراضی جو اس دیہ کے کھیتوں کے ٹکروں سے متصل ہے اور یہ سب شہر سمرقند کے پرگنہ انبار گر کے نواح میں واقع ہے۔

پس سرائے معروف نیم بلاس کی ایک حد اور دوسری و تیسری و چوتھی چنین و چنان اور علیٰ ہذا سب محدودات کے حدود اربعہ بیان کر دیئے گئے ہیں پس جناب خاقان الی آخر القابہ موصوفہ تحریر ہذا نے اپنی زندگی و وفات کے بعد تمام یہ محدودات مذکورہ تحریر ہذا مع اس کے سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اس کے حقوق سے ہیں اور مع اس کے راستوں و مسالک راہوں کے ساتھ جو اس کے حقوق سے ہیں و مع اراضی سراہائے مذکورہ و دکانہائے مذکورہ و توابیت ترکیہ و بیوت اہواء بیوت الخلا و دارہائے خرد و حجرات و غرفات و ان کی عمارتیں لکڑی و دیواریں ان کا سفل و علو و چھتیں و دھنیاں و چھانپیں و اسطوانات و دروازے کواڑ و خشتہائے پختہ و زمین حمام و بیوت و اس کی چھتیں و لکڑیاں و اس کی دیواریں و پختہ اینٹیں و پانی کی دیگیں و انبوبہ جات و راکھ ڈالنے کی جگہ و مزبلہ اور جہاں اس کا پانی گرتا ہے و اس کا حوض اور اس کے پانی بہنے کے مجاری جو اس کے حقوق سے ہیں اور کاشتکاروں کے گھروں کی زمین و عملہ اور عقارات میں جو درخت قائم ہیں و درختان انگور و اغراص اور باغ و اراضی کی نہریں و سواقی و ان کا شرب مع مجاری کے جو اس کے حقوق سے ہیں و مداسات منسوبہ بجانب اراضی و باغ مذکور جو اس کے حقوق سے ہیں اور پانی کے جاری ہونے کی راہیں جو اس کے حقوق سے ہیں اور مع ہر قلیل و کثیر کے جو ان محدود میں اور ان کی جانب منسوب ہے جو اس کے حقوق سے ہیں اس میں داخل ہے اور اس سے خارج ہے یہ سب بصدق صحیحہ نافذہ واجبہ تبتہ تبلہ موبدہ محرمہ محتسبہ اس جستہ اللہ عزوجل صدقہ کیا ان میں سے کسی چیز میں اس صدقہ کرنے والے

کو رجوع نہیں ہے اور نہ یہ سب چیزیں فروخت کی جائیں اور نہ ہبہ کی جائیں اور نہ رہن کی جائیں اور نہ مملوک کی جائیں اور نہ کسی وجہ تلف سے تلف کی جائیں بلکہ اپنے حال پر واپنی اصل پر قائم و جاری رہیں اور اپنے مصارف و وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے طور پر ان کا عمل درآمد ہوتا رہے اور نہ ان کا کوئی وارث ہو سکے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی جو وارث زمین واشیائے روئے زمین کا ہے ان کا وارث ہو اور وہی بہترین وارثان ہے بدین شرط صدقہ کیا کہ یہ سب چیز جو صدقہ کی گئی ہے جس طرح کہ اس تحریر میں مفصل مذکور ہے اپنے اپنے طریقوں سے کرایہ پر چلائی جائے اور مقاطعہ پر اور مساقات و مزارعت پر دی جائے جس سے آمدنی حاصل ہو خواہ ماہواری یا سالانہ لیکن ان میں سے کوئی چیز ایک سال سے زائد کے واسطے نہ دی جائے اور کوئی عقد مزارعت اٹھارہ مہینے سے زائد کا قرار نہ دیا جائے نہ ایک عقد سے اور نہ کئی عقد سے اور بدون اس مدت کے گذرنے کے اس پر کوئی عقد جدید نہ کیا جائے اسی طرح اس کا کام برابر جاری رہے اور کبھی کسی ذی شوکت وحشمت کو جس کی طرف سے اس صدقہ کے ابطال کا یا اس کے وجوہ مشروطہ تحریر ہذا سے متغیر کرنے کا خوف ہو اجارہ پر نہ دیا جائے پس جو کچھ اللہ تعالیٰ اس کی حاصلات روزی کرے اس میں سے پہلے اس کے انواع تعمیر و قابل مرمت کی مرمت و مستزاد آمدنی داد ے مؤنات میں اور موافق رائے قیم صدقہ ہذا کے جدید پودے ان عقارات میں لگائے جائیں اور گرما میں مدرسہ مذکورہ تحریر ہذا کے واسطے بوریہ و چٹائیاں اور سرما میں پیال و گھاس وغیرہ خریدنے میں جس قدر کی ضرورت ہو صرف کیا جائے اور درختان عقارات داخلہ صدقہ ہذا میں سے جن درختوں کے کاٹنے کی اس مدرسہ مذکورہ یا کسی اور محدود مذکورہ صدقہ ہذا کی تعمیر میں ضرورت ہو بنا بر رائے قیم صدقہ ہذا کے کاٹے جا سکتے ہیں اور جو درخت اس کے خشک ہو جائیں یا خراب ہونے پر ہوں وہ فروخت کئے جائیں اور ان کا ثمن بھی اس کی باقی آمدنی میں شامل ہو کر موافق شروط مذکورہ صدقہ ہذا کے برائے قیم اس کے مصارف میں صرف کیا جائے پھر باقی آمدنی حاصلہ میں سے ہر شخص کو جو اس صفقہ کے کاموں کا کارندہ ہو اُس کو سالانہ ہزار درم موبد بہ عدلیہ اس میں نقد شہر سمرقند جو اس صدقہ کے واقع ہونے کے روز ہے دیئے جائیں۔

جو شخص فقیہ عالم اس مدرسہ میں حنفی مذہب ہو اور واسطے تعلیم مذہب حنفیہ کے بیٹھے اس کو سالانہ اسی نقد مذکور سے تین ہزار چھ سو درم کہ ماہواری تین سو درم ہوئے دیے جائیں اور اس مدرسہ کے طالب علموں کے لئے جو مذہب حنفی کی تعلیم چاہئیں اس نقد مذکور سے سالانہ اٹھارہ ہزار درم کہ ماہواری ایک ہزار پانچ سو درم ہوئے نکالے جائیں جن کو مدرس مدرسہ مذکور اپنی رائے سے ان طالبعلموں میں تقسیم کرے چاہے مساوی ہر ایک کو دے یا بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے یا بعض کو دے اور بعض کو محروم رکھے لیکن ان سب صورتوں میں کسی طالب علم کو ماہواری تیس درم مذکور سے زائد نہ دے اور جو شخص یہ وظیفہ ان طالب علموں کو تقسیم کرنے پر مامور ہو اس کو سالانہ چھ سو درم مذکور کہ ماہواری پچاس درم ہوئے دیئے جائیں جو شخص اس مدرسہ میں تعلیم علم ادب کے واسطے بیٹھے اور وہ ادیب لائق پسندیدہ ہو کہ طالب علموں کو ادب کی تعلیم کرے اس کو اس نقد مذکور سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوئے دیے جائیں اور اس مدرسہ کے مکتب میں جو شخص قرآن شریف کی تعلیم کے واسطے ہو اور وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم کرے اس کو سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوئے دیئے جائیں و مقری عالم بقرآن و روایات جو لوگوں کو اس مدرسہ میں تعلیم قرآن عزیز کرے اس نقد سے سالانہ ڈیڑھ ہزار درم دیئے جائیں کہ ماہواری قسط ایک سو پچیس درم ہوئے اور چار قاریوں کو اس مشہد مذکورہ تحریر ہذا میں قرآن شریف پڑھیں اس نقد سے سالانہ تین ہزار درم کہ ہر ایک کو سالانہ ساڑھے سات سو درم ہوئے دیئے جائیں اور اس مدرسہ اور مسجد و مشہد و طالب علموں کے حجرات و بیت الخلا میں چراغ و قندیلیں روشن کرنے کے واسطے تیل خریدنے میں اس نقد مذکور سے سالانہ سات سو درم خرچ کئے جائیں اور اس مدرسہ کے برف پلانے کے سقایہ میں برف خریدنے میں ہر گرمی میں چار سو درم صرف کئے جائیں اور اس

مدرسہ میں ہر سال کے رمضان شریف کی شبہائے رمضان میں ضیافت کے واسطے روٹی و گوشت خریدنے میں اس نقد مذکور میں سے تین ہزار تین سو پچاس درم صرف کئے جائیں اور ہر سال کے ایام قربانی میں اضحیہ خریدنے کے واسطے اس نقد مذکور میں سے ہزار درم خرچ کئے جائیں جس میں سے پانچ سو درم سے ایسی گائیں جو قربانی کے لائق ہیں جس قدر اتنے داموں سے ممکن ہوسکیں خریدی جائیں اور اس صدقہ کنندہ مذکورہ تحریر ہذا کی طرف سے نیت کر کے قربانی کردی جائیں اور ان کا سب گوشت وغیرہ فقیروں ومحتاجوں کو بانٹ دیا جائے اور باقی پانچ سو درم کے عوض جتنی بکریاں لائق قربانی کے خریدی جاسکیں خرید کر اس صدقہ کنندہ کے والدین کی طرف سے نیت کر کے قربانی کردی جائیں اور ان کا گوشت و پوست وغیرہ مسکینوں ومحتاجوں کو بانٹ دیا جائے اور ہر عاشورا میں اس نقد مذکورہ سے پچاس نفر محتاجوں و مسکینوں کا کپڑا خرید دیا جائے اور اس مدرسہ میں روز عاشورا کے شام کی ضیافت کے لئے روٹی و گوشت وغیرہ خریدا جائے اور اس میں ہزار درم صرف کئے جایا کریں اور دو شخص ایسے مامور کئے جائیں جو مدرسہ مذکور و مسجد و مشہد مذکور کی خدمت کریں کہ دروازہ بند کیا کریں وکھولا کریں اور جھاڑو دیا کریں اور جہاں مٹی بھرنے کی ضرورت ہو وہاں پاٹ دیں اور بوریہ و چٹائیاں بچھادیں و لپیٹا کریں اور پتال وگھاس ڈالیں اور جب اُٹھانے کی حاجت ہو تو اس کو اُٹھا ڈالیں اور بیت الخلاء کو پاک کریں اور سحر گاہ و شام چراغ وقندیلیں روشن کیا کریں جہاں جہاں جس وقت حاجت ہو اور ان دونوں کو سالانہ اس نقد سے بارہ سو درم ہر ایک کو چھ سو درم سال دیئے جائیں اور اس مدرسہ کے مدرس کی پسند سے ایک شخص اہل فقہ وصلاح وامانت میں سے ایسا مقرر کیا جائے کہ اس کو اس مدرسہ کے مشہد کے امور کی اصلاح سپرد ہو کہ وہ اس کی نگہبانی کرے اور اس مدرسہ کے کتب خانہ کی حفاظت کرے اور اس کی دیکھ بھال وغور پرداخت رکھا کرے اور جو اس مدرسہ و مشہد کی خدمت کے واسطے مامور و معین ہو اس کو اس نقد سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوئے دیئے جائیں اور اگر مدرس مدرسہ کی رائے میں آئے کہ اس کام کے واسطے دو آدمی مقرر رہوں کہ ایک اس کے کتب خانہ کی غور و پرداخت کرے اور دوسرا باقی امور کی اصلاح کرے اور دونوں اس مدرسہ میں رہا کریں تو اس کا اختیار اس مدرسہ کے مدرس کو ہوگا اور وظیفہ مذکورہ بارہ سو درم باستصواب رائے مدرس موصوف ان دونوں کو برابر یا کم وبیش دیا جائے گا۔

اس نقد کی قیمت جو اس تحریر میں مذکور ہے بروز وقوع وقف ہذا ہر سینتالیس درم ایک مثقال سونا ابریز خالص ہے پھر اگر کسی زمانہ میں اس نقد میں کمی وبیشی کا تغیر ہو جائے تو نقد جدید کو دیکھ کر جس قدر نقد جدید بمعاوضہ ہر ایک مصرف کے نقد مذکور کے ان مصارف سے جو اس تحریر میں مذکور ہیں پڑتا ہو اس قدر ان جدید درموں سے دیا جائے پھر اگر ان مصارف میں اس وقف کی آمدنی خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو تو جو شخص اس وقف کا قیم ہو وہ اپنی رائے سے اراضی و باغات وغیرہ آمدنی کی چیزیں اس وقف میں خرید کر کے بڑھائے اگر اس کی رائے میں یہ امر قرین صواب ہو پھر اس زیادت خرید شدہ کی آمدنی کا مصرف اسی طریق سے ہوگا جو اصل صدقہ کی آمدنی کا مصرف ہے اور اگر کسی سال کی آمدنی میں ان وجوہ مصارف کے صرف سے کمی ہوئی تو بقدر کمی کے ہر ایک مصرف سے حصہ رسد کمی کردی جائے اور باوجود اچھی تلاش وجستجو کے ان لوگوں میں سے جو اس تحریر میں مذکور ہیں بعض بتائے گئے تو جو مال اس کے واسطے بیان کیا گیا ہے وہ باقی مصارف کی مقدار بیان کردہ پر حصہ رسد پھیلا دیا جائے گا اور اگر قیم وقف ہذا کی رائے میں آیا کہ اس سے اور ایسے اسباب پیدا کرے جن کی آمدنی اس اصل صدقہ کی آمدنی کے موافق اس میں شامل ہو کر خرچ ہوا کرے تو وہ اس مقدار سے ایسا ہی کرے پس اس صدقہ کا کام برابر اس طرح جاری رہے اس میں کچھ تغیر نہ ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کا وارث ہو جو زمین وروئے زمین کی چیزوں کا وارث ہے اور وہی بہترین وارثان ہے اور اگر کسی وقت میں اس مدرسہ کی ضرورت نہ رہے اور اس کا

اعادہ بر حال اوّل ممکن نہ ہو تو اس کا خرچ سمرقند کے محتاج طالب علموں کو جو معتقد مذہب امام ابوحنیفہ ہوں تقسیم کیا جائے اور اگر طالب علموں میں ایسے نہ پائے گئے جن کے صرف میں یہ حاصلات آئے تو ایسی صورت میں ہمیشہ محتاج مسلمانوں کو تقسیم کیا جائے اور البتہ اس صدقہ کنندہ نے یہ سب مال اپنے قبضہ سے نکال کر ابو طاہر عبدالرحمٰن بن الحسن الغزالی کے قبضہ میں دے دیا اور اس کو اس صدقہ کے امور کا قیم بنایا اور اس کو نصیحت کی کہ اس معاملہ میں تقویٰ اللہ تعالیٰ اپنا شعار کرے اور ادائے امانت اپنا دثار کرے اور خیر خواہی اپنا حصار کرے اور اس کو مقرر کیا کہ اس صدقہ کے امور کو اس کے شرائط و طریقہ کے موافق انجام دے اور اس کے ذمہ شرط لگا دی کہ ان امور مذکورہ میں کچھ تغیر و تبدل نہ کرے اور اس قیم مذکور نے اس سب پر بقبضہ صحیحہ خالی از موانع تسلیم و قبضہ کے قبضہ کر لیا پھر اگر یہ قیم و اصل بحق تعالیٰ ہوا یا بجائے اس کے دوسرے قیم کے قائم کرنے کی ضرورت کسی وجہ سے پیش آئی تو اس کا اختیار اس مدرسہ کے فقیہ مدرس کو ہے کہ اہل علم کے مشورہ سے جن کے قول پر سمرقند میں مدار فتویٰ ہے کسی مرد پرہیزگار صالح کو مقرر کر دے اور اگر اس مدرسہ میں کوئی مدرس فقیہ نہ ہو تو قاضی سمرقند کے سپرد یہ کام ہے اور سلطان کو یا کسی قاضی کو یا حاکم ذی اختیار کسی کو حلال نہیں ہے الی آخرہ اور گواہوں کی گواہی تحریر ہے آخر تک ختم کرے نوع دیگر اپنی اولاد پوتے و پروتے وغیرہ پر وقف کرنے کی صورت تحریر۔

اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی اولاد پر وقف کرے تو اس میں چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس نے یوں کہا کہ یہ میری زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے پس ایسی صورت میں اس وقف کے مستحق لوگ اس کی پہلی پشت ہو گی یعنی اس کی اولاد(۱) صلبی اس وقف کی حاصلات کو پائے گی اور دوسری پشت اس میں داخل نہ ہو گی یعنی(۲) اولاد پسر کو نہ ملے گی پس جب تک اس کی اولاد صلبی میں سے کوئی باقی رہے گا تب تک اس کی آمدنی اسی کو ملے گی اور جب کوئی نہ رہے گا اس کی آمدنی فقیروں کو تقسیم ہو گی اور دوسری پشت والوں کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر پہلی پشت والا کوئی نہ تھا اور دوسری پشت والے پائے گئے تو اس کی حاصلات دوسری پشت والوں کو ملے گی اور اس سے نیچے کی پشتوں کو کچھ نہ ملے گا اور دوسری پشت والوں اور اس سے نیچوں کے درمیان وہی حال ہو گا جو پشت اوّل و پشت دوم کے درمیان مذکور ہوا ہے اور اگر پشت اوّل و دوم میں کوئی نہ تھا اور تیسری اور چوتھی و پانچویں پشت پائی گئی تو تیسری کی ساتھ اس کے نیچے والی چوتھی پشت و پانچویں پشت وغیرہ کے اگرچہ کثیر ہوں سب شریک ہوں گے اور وجہ دوم آنکہ اس نے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے اور ایسی صورت میں پشت اوّل و دوم اس کے ساتھ مخصوص ہو گی اور پشت دوم سے پسر کی اولاد مراد ہے اور ان دونوں کے ساتھ تیسری پشت شریک نہ ہو گی اور وجہ سوم آنکہ اس نے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور میری اولاد کی اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے اور ایسی صورت میں قیاس یہ ہے کہ اس وقف میں بھی تین پشتیں شریک ہوں خاصۃً اور استحساناً سب پشتیں داخل ہو جائیں گی اگرچہ(۳) کتنی ہی نیچی ہوں اور وجہ چہارم آنکہ اس نے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ اس کی پشت سے کوئی ولد موجود نہیں ہے اور اس کے پسر کی اولاد ہے تو ایسی صورت میں اس کی حاصلات اس کے پسر کی اولاد میں صرف کی جائے گی پھر اگر اس کی پشت سے کوئی اولاد پیدا ہو گئی تو آئندہ سے اسکی حاصلات اس کی خاص اولاد کو ملے گی اور وجہ پنجم آنکہ اس نے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور اُن اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ کے واسطے جب تک ان کی اولاد باقی رہے صدقہ موقوفہ ہے اور ایسی صورت میں اس وقف میں ہر اس کی اولاد داخل ہو گی جو بروز وقف موجود تھی اور ہر اولاد جو بعد وقف کے حاصلات پیدا ہونے کے موجود ہوئی ہیں اور جو شخص ان میں سے حاصلات پیدا ہونے کے پہلے مر گیا اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور جو بعد اس کے مرا ہے اس کا حصہ اس کے وارثوں کے واسطے میراث ہو گا اور بطن اعلیٰ و بطن اسفل اس میں یکساں ہوں گے لیکن اگر اس نے کہا کہ بدین شرط کہ پہلے بطن اعلیٰ سے شروع کیا

---

(۱) اس کی پشت سے جو اولاد ہو ۱۲ (۲) پوتے پروتے وغیرہ ۱۲

جائے پھر اس کے بعد جو بطن اس سے ملا ہوا نیچے ہے پس اگر ایسا کہا تو جب تک بطن اعلیٰ میں سے کوئی موجود رہے گا تب تک نیچے والے بطن کو حاصلات میں سے کچھ نہ ملے گا اور اس جنس کے مسائل بہت ہیں جن کو میں نے کتاب الوقف میں تحریر کر دیا ہے پھر جب کہ یہ ارادہ کیا کہ اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسلٍ وقف کرے تو وقف نامہ میں اس طرح نہ لکھے کہ اس نے اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسلٍ ہمیشہ کے واسطے وقف کیا ہے بعد از انکہ یہ مر جائے اس واسطے کہ ایسی صورت میں اس کی اولاد صلبی کے واسطے وقف جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بمنزلہ اس کے ہو گیا کہ اس نے وارث کے واسطے وصیت کی حالانکہ وارث کے واسطے جو وصیت ہو وہ بدون اجازت باقی وارثوں کے جائز نہیں ہوتی ہے لیکن اولاد کی اولاد کے واسطے یہ وقف جائز ہوگا اس واسطے کہ پسر کا پسر بحالت زندگی پسر کے یعنی اپنے باپ کے وارث نہیں ہوتا ہے بلکہ یوں لکھنا چاہئے کہ اس نے اپنی اولاد و اولاد کی اولاد کے واسطے وقف کیا یعنی بدون اس کے کہ اضافت وقف بزمانہ بعد موت ہو اور بدون اس کے کہ اس کے واسطے وصیت ہو پس ایسی تحریر سے یہ وقف بنا بر قول ایسے امام کے جو اولاد صلبی کے واسطے وقف کو جائز فرماتا ہے بدون اضافت بزمانہ بعد موت کے و بدون وصیت کے جائز ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اس واسطے کہ صاحبینؒ کے قول پر اس کا پسر صلبی وقف کنندہ کی زندگی میں مستحق حاصلات ہے حالانکہ زندگی کی حالت میں استحقاق بطریق وصیت نہیں ہو سکتا ہے پس اس پر وقف صحیح ہوگا اور بسبب وقف کنندہ کی موت کے باطل نہ ہوگا اور رہا بنا بریں قول امام اعظمؒ کے وقف بدون اضافت بزمانہ بعد موت کے جائز نہیں ہے یا بعد موت کے اس کے حق میں وصیت ہو اور بنا بریں یہ وقف وارث کے حق میں وصیت ہو گیا۔

پس امام کے نزدیک ولد صلبی پر یہ وقف بالکل صحیح نہ ہوگا لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے۔ پھر جو ہم نے ذکر کیا کہ اُس نے اپنی اولاد صلبی و اولاد اولاد پر اپنی زندگی میں وقف کیا تو اولاد اولاد کو پوری حاصلات نہ دی جائے گی جب تک کہ اولاد صلبی موجود ہے اس واسطے کہ وقف کنندہ نے اولاد اولاد کے واسطے پوری حاصلات نہیں کی ہے جب تک کہ اولاد صلبی موجود ہے بلکہ سالانہ حاصلات تعداد اولاد صلبی اور تعداد اولاد اولاد پر تقسیم کی جائے گی پس جو کچھ اولاد اولاد کے حصہ میں آئے گا وہ ان کے واسطے بوجہ وقف کے ہوگا اور جو اولاد صلبی کے حصہ میں آئے گا جو ان کے واسطے بطریق میراث ہوگا حتیٰ کہ ان کے ساتھ وارثان دیگر مثل شوہر یا جورو وغیرہ کے شریک ہوں گے اس واسطے کہ میراث کے ساتھ خصوصیت کسی وارث کی نہیں ہوتی ہے پھر اگر اولاد صلبی سب مر گئی تو تمام حاصلات اولاد اولاد کے واسطے بوجہ وقف کے ہو جائے گی ایسا ہی ہلالؒ نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے اور مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ جواب ایسے امام کے قول پر مستقیم ہے جو کسی وقت میں وقف سے خالی ہونا جائز رکھتا ہے حتیٰ کہ فرمایا کہ اگر اس نے اپنی ذات پر اور بعد اس کے فقراء پر وقف کیا تو وقف جائز ہے اور بنا بر قول ایسے عالم کے جو وقف سے خالی ہونا کسی وقت جائز نہیں فرماتا ہے یہ وقف جائز نہ ہوگا حتیٰ کہ اس نے اس مسئلہ میں فرمایا کہ فقیروں پر وقف جائز نہ ہوگا اور چاہئے کہ پوری حاصلات بعد موت اولاد صلبی کے اولاد اولاد پر وقف ہو جائے اس واسطے کہ اولاد صلبی کو جو اُس کی حیات میں پہنچتا ہے وہ وقف نہیں ہے اور وقف جبھی ہوگا کہ جب وہ مر جائے کہ اس کے مرنے پر اولاد اولاد کے واسطے وقف ہو جائے گا پس ایک زمانہ ایسا رہا کہ جس میں وہ وقف ہونے سے خالی رہا اور اگر اس نے اپنی اولاد پر حالت زندگی و بعد وفات کے وقف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اولاد پر وقف صحیح نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک حالت زندگی میں وقف کرنا لغو ہے اس واسطے کہ امام کے نزدیک حالت زندگی میں وقف صحیح ہوتا ہی نہیں ہے پس حالت زندگی میں وقف کرنا خارج ہو گیا اور باقی رہا بعد وفات کے وقف کیا سو یہ وارث کے واسطے وصیت ہو گئی اور یہ ناجائز اور بنا بر قول صاحبینؒ کے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ وقف نہیں جائز ہے اس واسطے کہ وقف بعد موت کے

وصیت ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے اس واسطے کہ صاحبینؒ کے موافق بعد وفات کے وقف کہنا لغو ہے اس واسطے کہ اس کا وہی فائدہ جو مطلق وقف سے ثابت ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک حالت زندگی میں وقف مذکور بطور صحیح لازم واقع ہوا کہ واقف کی موت سے وہ باطل نہ ہوگا جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے پس اس کا یہ کہنا کہ بعد وفات کے وقف کیا محض اس امر کی تاکید ہے جو مطلق وقف سے ثابت ہوا ہے پس موجب بطلان وقف نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوع دیگر اگر اپنا نصف دار یا نصف زمین بطور شائع غیر مقسوم وقف کی تو بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے جائز ہے اور بنا بر قول امام محمدؒ کے نہیں جائز ہے پس اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرنا ضروری ہے اور اگر زمین وقف کی اور تاحین حیات اپنی اس کی تمام حاصلات اپنے واسطے شرط کی یا بعض حاصلات اپنے واسطے شرط کی اور بعد کو واسطے فقیروں کے وقف کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک وقف باطل ہے اور امام ابو یوسفؒ کے موافق وقف صحیح ہے اس اختلاف کو ایسے طور سے اکثر مقامات میں بیان کیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے ذکر کیا کہ اگر اس نے شرط کی کہ حاصلات خود کھائے گا تو امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے پس تحریر میں اس طرح لکھے کہ اس واقف نے شرط کی کہ جب تک زندہ ہے تب تک حاصلات خود کھائے گا اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے اور اگر چاہا کہ جب تک زندہ ہے خود اس کا متولی رہے تو لکھے کہ اس واقف کو اختیار ہے کہ جب تک زندہ رہے خود ہی اس کا متولی ہو اور اس کی حاصلات کو کارہائے خیر و ثواب میں موافق اپنی پسند کے صرف کرے تو یہ اختیار اسی کو ہے دوسرے کسی کے واسطے نہ ہوگا جس طرح چاہے اور ہر گاہ چاہے زندگی بھر ایسا کرے حالانکہ یہ محدود بحال خود صدقہ موقوفہ ہوگا پھر جب وہ مر جائے تو یہ صدقہ بشرائط مذکورہ جاری رہے گا اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے اور اگر اُس نے چاہا کہ اس صدقہ کو یا اس میں سے تھوڑے کو بحالت مصلحت فروخت کر سکے کہ اس کی قیمت سے دوسری چیز کہ زیادہ نافع ہے وقف کے واسطے خرید دے تو لکھے کہ اور اس واقف کو اختیار ہے کہ اس وقف مذکور کو فروخت کر دے یا اس میں سے جس قدر چاہے فروخت کر دے بشرطیکہ اس کی بیع بہتر جانے اور اُس کا ثمن دوسری چیز کی خرید میں صرف کرے جو وقف کے واسطے زیادہ نافع ہو۔ پس اس کو خرید کر اس کے بجائے قائم کرے اور اس کے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے اور اگر اس کی رائے میں آئے کہ اس کو اس میں تغیر و تبدل کرنے کا اختیار حاصل رہے تو لکھے کہ واقف کو اختیار ہے کہ اس وقف کے مصارف میں سے جس کے حق میں چاہے کمی کر دے اور جس کو چاہے اس میں بڑھائے اور جس کو چاہے اس میں سے خارج کر دے اور اس کی جگہ جس کو چاہے داخل کرے اور اختیار ہے کہ جس کو نکالا ہے اسی کو پھر اعادہ کر دے اس میں اپنی رائے سے عمل کرے اور جو شخص اس وقف کا قیم ہوگا اس کو یہ اختیارات نہ ہوں گے کہ ان میں اپنی رائے سے عمل کرے سوائے اس وقف کنندہ کے کہ اس کو تاحین حیات اپنے یہ اختیارات ہیں اور اگر وقف کنندہ کو حادثہ موت پیش آیا حالانکہ اُس نے اس میں سے کسی کے حق میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی ہے اور نہ کسی کو داخل و نہ کسی کو خارج کیا ہے اور نہ اس میں کسی امر میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہے تو ایسی صورت میں یہ وقف ایسی حالت پر وقف رہے گا جس پر اُس نے وقف کرنے کے وقت اس کو وقف کیا ہے اور کسی کو پھر یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس میں کچھ تغیر و تبدل کرے اور اگر وقف کنندہ نے اس میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا پھر اس کو حادثہ پیش آیا تو جس حالت پر چھوڑ کر مرا ہے اسی حال پر وقف ہوگا اور صحت وقف کے واسطے حکم حاکم تحریر کرنے کی صورت یہ ہے کہ وقف نامہ کی پشت پر تحریر کرے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قاضی فلاں جو متولی کار قضاء و احکام و اوقاف شہر فلاں و اس کے نواح کا ہے اور اس ضلع کے لوگوں میں اس کا حکم قضا نافذ و جاری و قطعی ہے ادام اللہ تعالیٰ توفیقہ کہتا ہے کہ میں نے اس وقف کی صحت کا جو اس کاغذ کے رُو کی طرف تحریر ہے اور اس وقف کے جائز و لازم و نافذ ہونے کا حکم دے دیا کہ یہ

صدقہ تمام اس چیز کے حق میں جس کا موضع وحدود بیان کئے گئے ہیں از دوکا نہائے ورباط وسراہائے وحمام وغیرہ مع تمام اس چیز کے جو اس میں سے شامل ہے از عمارت زیریں وبالائی از حجرات[1] ومنازل وغرف ومرابط وصحن وغیرہ کے اپنے وجوہ وشرائط مذکورہ مفصلہ مشرحہ کے موافق صحیح وجائز ولازم ونافذ ہے بنابر اخبار قول ایسے امام علمائے سلف وائمہ دین میں سے جو ایسے صدقہ کو جس کے وجوہ و شرائط مفصل تحریر ہوئے ہیں جائز فرماتا ہے اور یہ میرا الحکم دینا بعد خصومت صحیحہ معتبرہ کے واقع ہوا کہ اس وقف کنندہ کے اور ایسے شخص کے درمیان جس کو شرعاً خصومت کا استحقاق ہے میرے روبرو دونوں میں اُس کی صحت جواز میں خصومت معتبرہ واقع ہوئی اور اس نے اُس کی صحت ولزوم سے انکار کر کے بجانب فساد میل کیا پس میں نے حکم دے دیا اور اُس کو مبرم کر دیا اور نافذ کر دیا اور اس کے واسطے حکم مذکور جائز کیا اور اس واقف پر اس کے روبرو اس کے خصم کے روبرو اس کا احکام بعد ازانکہ میں نے مواقع اختلاف کو جان لیا ہے پھر میرا اجتہاد اسی امر پر واقع ہوا اور میں نے اس وقف کنندہ کو حکم دیا کہ ان سب محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اس قیم مذکور کے سپرد کرے اور ایسا کوئی تعرض نہ کرے جو جواز وقف وصحت صدقہ ہذا کے مقتضاء کے خلاف ہو اور یہ سب میری مجلس قضاء واقع شہر فلاں میں واقع ہوا اور میں نے اس وقف نامہ کی پشت پر اس سجل کی تحریر کا حکم دیا کہ اس معاملہ میں صحت رہے اور اس پر اپنے حاضرین مجلس کے ثقات لوگوں کو گواہ کر دیا اور یہ بتاریخ فلاں واقع ہوا واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی المحیط۔

فصل بست و ہفتم ☆

در رسوم حکام بر سبیل اختصار

پس اللہ تعالیٰ کی توفیق پر بیان کرتے ہیں کہ رسوم حکام میں سے اوّل جو بات شروع کی جائے وہ تحریر منشور ہے چنانچہ اسماعیل بن عباد سے اگر کوئی شخص کسی کام کو طلب کرتا تھا تو اس کے سامنے کاغذ سپید ڈال دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اس پر عہد عمل تحریر کرے پس اگر وہ تحریر پر قادر ہوا تو اس کو مقرر کیا ورنہ اپنی مجلس سے دور کر دیا۔ شیخ حاکم سمرقندی نے فرمایا کہ تحریر منشور اس طرح لکھی جائے کہ یہ تحریر اس عہد کی ہے جو فلاں نے فلاں سے عہد لیا درحیثیکہ اس کے علم ودیانت ونزاہت وصیانت سے آگاہ ہوا اور اس کو چند روز امتحان کیا اور معرفت احکام میں آزمایا پس اس کو پیرو راہ اخیار وابرار پایا اس سے کوئی ذلت ثابت نہ ہوئی اور خلل معلوم نہ ہوا پس اس پر اعتماد کر کے اس کو حاکم شہر فلاں مقرر کیا اور اس کو حکم کیا کہ ظاہر وباطن اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور خفیہ واعلان خوف خدائے تعالیٰ کرے کہ یہ سب سے بہتر توشہ ہے جو اس نے قبر میں اپنے آگے روانہ کیا ہے اور ذخیرہ عقبیٰ جمع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ وتبارک فرماتا ہے کہ **ان الله مع الذين اتقوا** یعنی اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں ونیکوکاروں کے ساتھ ہے اور اس کو حکم کیا کہ تلاوت قرآن شریف پر مواظبت رکھے کہ اس کی حجتہائے ظاہرو دلیلہائے باہرہ میں تدبر وتامل کرے اس واسطے کہ قرآن مجید ستون حق وراہ وسیع صدق ہے و مژدہ رساں ثواب وترسانندہ از عذاب ہے الجھی باتوں کا کھولنے والا اور اندھیری وتاریکی کا روشن کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید یعنی قرآن شریف محکم وپاکیزہ ہے کہ اس کے دائیں بائیں کسی جانب سے دروغ کی راہ نہیں ہے اس کو دانائے مطلق وستودہ برحق کامل نے نازل فرمایا ہے اور اس کو حکم دیا کہ آثار وسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی درست میں لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واخبار کا تعاہد کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم وصایا کا سامان اپنے واسطے جمع کرے اور آنحضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شریفہ وسجایا مرضیہ سے اپنے آپ کو حتی الامکان

[1] حجرات جمع حجرہ ومنازل جمع منزل وغرف جمع غرفہ ومرابط جمع مربط

آراستہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف نے لوگوں کو ہدایت کی راہ بتائی کہ کبھی انسانی خواہش کے موافق اس اشرف بشر صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات صادر نہیں ہوتی تھی سو جو شخص ان کی فرمانبرداری کرے گا وہ بہت غنیمت لے گیا اور جو ان کی ممانعت کی باتوں سے باز رہا اس نے صحیح سالم نجات پائی اور البتہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فرمانبرداری کو قرآن مجید میں اپنی فرمانبرداری کے ساتھ ملایا ہے اور اُن کے فرمان ذی شان کی تعمیل کو مثل اپنے حکم عالی کے قرار دیا ہے اور اُس کو حکم کیا کہ اہل علم و دین کے ساتھ محاسب رکھے و اہل فقہ و یقین کے ساتھ مدارست و مشاورت کرے ان امور میں جن کو وہ لازم و جاری کرنا چاہتا ہے اس واسطے کہ سہو و غلط سے بالکل پاک رہنا و زلل و سقط سے تمام و کمال ماموں ہونا مقتضائے بشر نہیں ہے اور شوریٰ سے عقل کی بات سچی پیدا ہوتی ہے اور چند آرائے سلیمہ سے دریافت کرنے میں راہ صواب دریافت ہوتی ہے اور آدمی کو اپنی رائے میں مدد لینا پختگی کی بات ہے اور اپنے بھائی مسلمان کی عقل سے روشنی لینا ہوشیاری کی تدبیر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی شان حصول صواب تھی پھر بھی یہ حکم دیا۔

چنانچہ فرمایا کہ وشاورہم فی الامر فاذاعزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین اور اس کو حکم کیا کہ دروازہ کھلا رکھے اور درمیان میں حاجب نہ رکھے اور خصوم کے واسطے باہر ظاہر رہے اور علی العموم ان سے قریب متصل رہے اور مدعی و مدعا علیہ[1] دونوں پر یکساں نظر رکھے اور فیصلہ کے وقت ان میں انصاف کرے اور کسی خصم کو اُس کے خصم پر نظر توجہ و کلام التفات سے فضیلت نہ دے اور کسی قول و فعل سے ایک کو دوسرے پر تقویت نہ دے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکم کو تر ازوئے عدل و انصاف قرار دیا اور باب انقباض و انبساط اور اس میں دنی و شریف کو برابر کیا اور ضعیف کے لئے قوی سے مواخذہ کیا چنانچہ فرمایا کہ یاداؤد اناجعلناک خلیفۃ فی الارض الآیہ۔ اور اُس کو حکم کیا کہ جب مدعی و مدعا علیہ اس کے روبرو مرافعہ کریں تو اس قضیہ کا حکم پہلی کتاب اللہ تعالیٰ کی نص سے تلاش کرے پس اگر نہ پائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ سے تلاش کرے پس اگر نہ پائے تو اجماع مسلمین رضی اللہ عنہم سے تلاش کرے پس اگر نہ پائے تو اپنی کوشش بلیغ حکم صواب حاصل کرنے میں صرف کر کے اپنی رائے سے حکم دے کیونکہ جس نے کتاب عزیز کے موافق حکم دیا اس نے ہدایت پائی اور جس نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اس نے نجات پائی اور جس نے بالا جماع کو لیا وہ خطا سے بچا اور جس نے خود اجتہاد کیا وہ معذور ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا الایۃ اور اس کو حکم دیا کہ حدود کے معاملات میں تثبت کے ساتھ کام کرے اور گواہوں کی تعدیل سے استظہار حال اور عجلت سے اپنے آپ کو بچائے جو موقع صحیح سے حکم کا مراہق ہوتا ہے اور ریث سے دور ہے جو باوجود ظہور کے روکتا ہے حتیٰ کہ اشتباہ کے وقت بتوقف کام کرے اور ظہور کے وقت حکم نافذ کر دے لیکن بدین یقین کہ اس نے حکم اللہ تعالیٰ پورا کیا ہے اور یہی ایذاء منظور نہیں ہے اور ہرگز ایسا نہ کرے کہ تعجیل کر کے کسی بری کو ماخوذ کرے جس سے خفت اُٹھائے اور ایسا نہ کرے کہ کسی مجرم کو ترس کھا کر چھوڑ دے چنانچہ اللہ تعالیٰ کتاب عزیز میں فرماتا ہے کہ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون اور اس کو حکم کیا کہ جو شخص اس کے سامنے گواہی دے اس کے حال کی تفتیش کرے پس ایسے شخص کی گواہی قبول کرے جو لوگوں میں پرہیزگار معروف و خوش سیرت شرعی مشہور ہو عفیف و لطیف شرعی معروف ہو طامع نہ ہو اور اس کو حکم کیا کہ یتیموں کے اموال میں بہت احتیاط رکھے کہ ان کی حفاظت و نگہداشت کے واسطے ثقات لوگوں کو جو عفیف و صاحب حفاظت و اہتمام ہوں ان کو مقرر کرے اور اس کو حکم کیا کہ اوقاف کے انتظام کے واسطے ایسے لوگوں کو متولی کرے جو اس کے مصالح و انضباط کو بحسن تدبیر انجام دے سکیں اور اس کے کام میں کفایت کریں اور اس وقف کے فروع و اصول کے حق میں امانت دار سمجھے جائیں اور پسند کریں کہ اس کے حاصلات بطور حلال آئے اور اس کے مصارف میں خرچ کی جائے اور وقف کرنے والوں نے جس طرح مزارعات و اجارات میں شرط کی ہے اس کی پابندی کریں اور انہیں

---

[1] قال وفی بعض النسخ بالسورۃ اے تیزی سے نظر کرے وعندی انہ خلط الکاتب ۱۲ منہ

کے حکم استقلال وعمارات کے موافق کاربند ہونا پسند کریں اور باایں ہمہ ان کو بالکل مطلق العنان نہ چھوڑے بلکہ خود ان کے چال چلن اس معاملہ میں دیکھ بھال کرتا رہے اور اُس کو حکم کیا کہ یتیم و بیوہ و بے خاوند عورتوں کو ان کے ہم کفو مردوں کے ساتھ نکاح کر دے بشرطیکہ ان کے اولیاء موجود نہ ہوں اور اس کو حکم کیا کہ کسی کاتب کو پسند کرے جو محاضر وسجلات سے واقف ہو اور دعویٰ وقضاء کے علم سے ماہر ہو حفاظت شروط وعہود امور مذکورہ کو اچھی طرح کر سکے اور عقود کی تحریرات سے آگاہ ہو اور اس کو حکم کیا کہ اپنے مخصوص اعمال دیوان قضاء کو کسی عادل متدین کے سپرد کرے مع اس کے جو اس میں وثیقہ جات ومحاضر وسجلات ووکالات واسمائے محبوسین ہیں اور خازنون میں سے اپنے تفرس سے جس میں صلاحیت و پرہیزگاری دیکھے اس کو اس پر موکل کرے۔

قاضی کو پیشانی اور آخر تحریرات حجت کا لکھنا ☆

پھر کاتب لکھے کہ یہ عہد فلاں تیری جانب نافع اور تجھ پر ہے کہ تجھے راہ راست بتاتا ہے اور سیدھی راہ چلاتا ہے کہ اس نے اعداد وانذار وتقریب وتحذیر سب کر دی ہے پس اس کو اپنا پیشوا کرے کہ امور قضا میں تیرا مقتدا ہو اور اپنی اقتدار کے واسطے آئینہ بنا لے اور اللہ تعالیٰ واحد پر اپنا توکل مقدم رکھ اور اُسی کی توفیق پر بھروسا کر کہ اس سے ہمیشہ اپنی توفیق کے واسطے دعا کر اور نعمت طلب کر کہ وہ تجھ کو زیادہ عطا فرمائے گا انشاء اللہ تعالیٰ پھر جو امر اس سے متصل ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص قاضی مقرر ہوا ہے وہ پہلے قاضی کا دیوان اپنے قبضہ میں لے اور اجارات ورقاع کو مرتب کرے اور یہ بات محاضر وسجلات کے حق میں اچھی طرح قبضہ کرنے ورکھنے کے واسطے ہے اور خصاف کے ادب القاضی میں ہے کہ پھر جو اس سے متصل ہے یہ ہے کہ قاضی کو پیشانی اور آخر تحریرات حجت کا لکھنا موافق اس کے رسم کے معلوم ہو اور اس کے چھ انواع ہیں ایک وہ کہ جو توقیعات تجل پر کتب تزویج واختیار قوم پر تحریرات توسط وتقلیدات [(۱)] وذکر حجر واطلاق [(۲)] وفصل وتفلیس [(۳)] واحصار پر ہوتے ہیں اور یہ قاضیوں میں سے اپنی اپنی پسند ہے ہر ایک اپنی پسند کے لائق توقیع اختیار کر لیتا ہے نحو **اعتصم بما یعتصم و ثقتی باللّٰہ ثقتی آمن منھم من آمن باللّٰہ الحق مفروض و الباطل مرفوض الحمد ثمر الجنة و الشکر قید النعمة التثبت طریق الاصابة الطمع قرین الندامة للانفاس خطی العباد الغضب فصدی العقل**۔ قاضی نے ایک عورت کے واسطے اس کے مرد پر نفقہ مقرر کیا کیونکہ قاضی کو اختیار ہے کہ مرد پر اس کی جورو کے واسطے نفقہ مقرر کرے پس قاضی اس کو حاضر کرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ اس کا نفقہ دیا کرے اور اس کی اولاد کا نفقہ دیا کرے اور اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ یہ مرد اس کو مارے گا اور اس کو نفقہ نہ دے گا تو اس کے واسطے اُس کی ماہواری خرچہ کے موافق جس قدر اپنی عورتوں کا کھانے سے خرچہ ہوتا ہے انداز کر کے اس کی قیمت کے درم لگا کر یہ درم اس مرد پر ماہواری مقرر کر دے گا۔ پھر اگر اس کی تحریر چاہے تو لکھے کہ قاضی فلاں بن فلاں کہتا ہے کہ میں نے فلانہ عورت کے واسطے اس کے شوہر فلاں پر اس کے روبرو اس قدر درم مقرر کر دیئے اور اس کو حکم دیا کہ یہ درم برابر ماہ بماہ اس کو دیا کرے جس وقت اس کا ادا کرنا واجب ہو اس وقت دے دے اور یہ میں نے اس عورت کے واسطے اس مرد پر مقرر کر دیا اور اس عورت کو اجازت دے دی کہ اگر یہ شخص دینے میں تاخیر کرے تو اس کے اوپر قرض لے لے اور وہ اس عورت کا اس مرد پر قرضہ ہوگا کہ اس سے واپس لے اور میں نے اس عورت کے لیے حجت ہونے کے واسطے یہ تحریر لکھنے کا حکم کیا اور اگر شوہر غائب ہو اور عورت نے آ کر نفقہ کی نالش کی اور بیان کیا کہ اس کا شوہر اس کے پاس سے غائب ہو گیا ہے اور کچھ نفقہ نہیں رکھ گیا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس کے واسطے نفقہ مقرر کر دے اور گواہ قائم کئے کہ وہ فلانہ بنت فلاں بن فلاں ہے اور اس کا شوہر فلاں بن فلاں غائب ہے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں غائب پر حکم نہ دوں گا اور امام ابو یوسفؒ نے

---

(۱) کسی کو حکم کے واسطے مقرر کرنا ۱۲ (۲) حجر توڑنا ۱۲ (۳) مفلس کا حکم

فرمایا کہ میں غائب پر نکاح کا حکم نہ دوں گا لیکن اس عورت کے واسطے نفقہ فرض کر دوں گا پھر اگر شوہر نے نکاح کا اقرار کیا تو عورت مذکورہ اس سے اپنے نفقہ کا مواخذہ کرے گی اسی طرح اگر اس نے انکار کیا مگر عورت نے اس پر نکاح کے گواہ قائم کر کے ثابت کیا تو بھی نفقہ کا مواخذہ کرے گی پھر فرمایا کہ بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے اگر اس کے واسطے نفقہ فرض کر دیا تو عورت مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ قرضہ لے لے اور اگر خود قاضی نے اس کو قرضہ لینے کی اجازت دی تو یہ بنابر اصل ثانی کے احوط ہے اور فرمایا اگر اس کی تحریر لکھنی چاہے تو لکھے کہ قاضی فلاں بن فلاں کہتا ہے کہ بعد تقدیر نفقہ کے جس طرح ہم نے اوپر لکھا ہے یوں تحریر کرے کہ میں نے یہ تقدیر مذکور اس غائب مذکور پر اس کی جورو فلانہ کے واسطے مفروض کیا اور اس عورت کو اختیار دے دیا کہ اس کے مال سے اس قدر تناول کرے یا اس غائب پر اس قدر قرضہ لے بشرطیکہ اس کے مال سے اپنی جنس حق سے نہ پائے اور اُس کے واپس آنے پر اس سے واپس لے گی اور یہ حکم میں نے بنابر قبول ایسے امام کے جاری کیا ہے جو اس کو جائز فرماتا ہے اور میں نے اس عورت کو اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے و پرہیز گاری کا اور ادائے امانت کا حکم کیا پس میں نے اس عورت کو بشروط وفائے عہد مذکور مختار کیا اور میں نے اس عورت کے واسطے حجت ہونے کے لئے اس تحریر کے لکھنے کا حکم دیا اور یہ فلاں تاریخ واقع ہوا اور اسی طرح اور نفقات فرض کرنے میں بھی یہی صورت ہے اور اگر وقف کے واسطے قیم مقرر کرنے کی تحریر لکھے تو لکھے کہ قاضی فلاں بن فلاں کہتا ہے کہ میرے پاس وقف منسوب بفلاں کا مرافعہ کیا گیا کہ اُس کا کام خراب و پریشان و تباہ ہو رہا ہے اور اس کی آمدنی اس کے مصارف مشروطہ سے کم پڑتی ہے کیونکہ اس کا کوئی قیم نہیں ہے جو اس کی آمدنی کی فکر و درستی کرے یا اُس کا فلاں قیم نالائق ہے یا بدخصلت ہے کہ اس نے اپنی بے تدبیری سے خراب کر رکھا ہے اور اس وقت ایسے قیم کی حاجت پیش آئی جو اس کے کام کی درستی و اصلاح و حفاظت و ضبط و توقیر میں کوشش کرے اور صدقہ کنندہ کے شروط کو جاری رکھے اور ایک جماعت ثقات نے مجھے خبر دی کہ بات یہی ہے جو مجھ سے مرافعہ میں بیان کی گئی ہے۔ پس اس امر پر رائے جمی کہ فلاں شخص اس کا قیم مقرر کیا جائے کہ اس کی صلاحیت و سداد کے اوصاف بیان کئے گئے پس میں نے اس کو اس وقف کا قیم مقرر کیا بدین شرط کہ اس کی حفاظت و تعہد کرے اور اس کی آمدنی میں بڑھائے اور آمدنی کی صورتیں نکالے اور اس کی آمدنی کو اس کے وجوہ و مصارف میں صرف کرے اور جو زمین اس میں سے مردہ ہوگئی ہو اس کو زندہ کرے اور جو عمارت مندرس ہوگئی اس کو تعمیر کرے اور اس کی آمدنی میں جس پر کچھ باقی ہو اس سے وصول کرے اور جو قیم اس میں پہلے ہو میں نے اس کو برطرف کر دیا اور اس قیم مامور کو تقویٰ اللہ عزوجل کا حکم دیا و وصیت کی الی آخرہ۔

وصی و قیم پر مشرف مقرر کرنے کی تحریر کی یہ صورت ہے قاضی فلاں بن فلاں کہتا ہے کہ میرے سامنے فلاں بن فلاں قیم وقف فلاں یا وصی ترکہ فلاں پیش کیا گیا اور مرافعہ کیا گیا کہ یہ ترکہ کسی مشرف کا محتاج ہے کہ جو اس وصی یا قیم کی نگہداشت اور اس کا تفقد کرے پس میں نے ایک جماعت ثقات کی خبر دہی سے بات یہی پائی جو میرے سامنے مرافعہ میں بیان کی گئی ہے کہ اس قیم یا وصی کے واسطے کسی مشرف کی ضرورت ہے کہ اس کے احوال کا تفقد کرتا رہے تاکہ اس ترکہ میں دست طمع دراز نہ کرنے پائے پس رائے فلاں شخص کے مشرف مقرر کرنے پر قرار پائی کیونکہ اس کی فطانت و ذکاوت و امانت و سداد معلوم ہوئی ہے پس میں نے اس کو جو پسند کیا گیا ہے اس قیم یا وصی پر مشرف مقرر کیا اور نافذ کر دیا کہ اس قیم یا جو قیم اس میں ہوں سب پر یہ شخص مشرف ہے اور ہر قیم و وصی کو جو اس ترکہ میں ہے ممانعت قطعی کر دی کہ کسی تصرف کی بدون رائے اس مشرف کے مبادرت نہ کرے اور اس قیم یا وصی کو حکم دیا کہ اس ترکہ کے امور میں کسی طرح کا حل و عقد بدون دریافت رائے اس مشرف کے نہ کرے اور میں نے حکم کیا کہ اس میں حجت ہونے کے واسطے

یہ تحریر لکھ دی جائے اور اس مشرف کو میں نے تقویٰ اللہ عز وجل کی وصیت کر دی اور شیخ ابونصر صفار فرماتے تھے کہ قاضی ان سب میں یہ نہیں لکھے گا کہ میں نے اس کو تقویٰ اللہ عز وجل و امانت کی وصیت کی بلکہ یوں لکھے گا کہ میں نے اس کو بشرط تقویٰ اللہ عز وجل و ادائے امانت کے مقرر کیا یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل بست و ہشتم ☆

مقاطعات کے بیان میں

واضح ہوا کہ ان تحریرات مذکورہ میں جب کوئی تحریر لکھی جائے تو اس کے آخر میں تاریخ لکھنی ضروری ہے تا کہ اشتباہ و التباس نہ ہونے پائے اور جاننا چاہئے کہ ہر مملکت و اہل ملت کے واسطے ایک ایک تاریخ ہے اور ایسے وقت میں تاریخ کو شمار کرتے ہیں جب ان میں کوئی حادثہ مشہورہ عامہ واقع ہوا ہو اور اہل روم کے واسطے تاریخیں متفرقہ تھیں بنا بر وقائع و حوادث کے جو ان میں وقتاً فوقتاً واقع ہوئے یہاں تک کہ پھر ان کی تاریخ اس بات پر قرار پائی کہ جب سے سکندر ذوالقرنین مرا ہے اُس وقت سے انہوں نے تاریخ کا شمار کیا اسی طرح اہل فارس کا حال ہے چنانچہ منقول ہے کہ مؤید نے جو زمانہ متوکل میں تھا یہ بیان کیا کہ فارسی لوگ اپنے زمانے میں اپنے درمیان جو سب سے زیادہ عادل بادشاہ ہوتا تھا اس کے حساب سے تاریخ لکھتے تھے یہاں تک کہ ان کی تاریخ آخر کار یزدگرد بادشاہ کے ہلاک پر قرار پائی جو سب سے آخر اُن کا بادشاہ تھا اور عرب لوگ عام تفرق کی تاریخ لکھا کرتے تھے یعنی جس سال اولاد اسماعیل علیہ السلام متفرق ہوئی اور مکہ سے خارج ہوئی پھر انہوں نے سال عذر سے تاریخ لکھنی شروع کی اور اس کا قصہ معروف ہے پھر عام الفیل سے تاریخ لکھنی شروع کی پھر اس کے بعد ان کی تاریخ اس بات پر قرار پا گئی کہ اوّل سال ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ لکھتے ہیں اور اس کی ابتداء کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور وجہ یہ پیش آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے یمن میں جو عامل تھا وہ تشریف لایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنی تحریرات میں تاریخ نہیں تحریر فرماتے ہیں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ روز بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار دیں پھر کہا کہ بلکہ وقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار دیں پھر سب کی رائے یہ ہوئی کہ ہجرت کے وقت سے تاریخ قرار دی جائے کہ اسی وقت سے اسلام ظاہر ہونا شروع ہوا ہے۔ پھر بعضوں نے ماہ رمضان سے شروع کی پھر بعضوں نے محرم سے سال شروع کیا اور تواریخ عربیہ بحساب لیالی اور باقی فرقوں کی تاریخیں روز پر ہیں اور وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے شمسی حساب رکھا ہے اور وہ روز کے حساب سے ہوا اور عرب نے قمری حساب رکھا ہے۔

وقف نامہ جس کے مال وقف کے مصارف پر وجوہ متفرقہ ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلاں بن فلاں نے وقف و صدقہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حبس کیا ہے بدین غرض کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقرب حاصل کرے اور اپنے خالق و رازق کی جناب میں توسل پیدا کرے اور اس کے واسطے حشر و نشر کے لئے ذخیرہ ہو جس دن سب لوگ جناب احدیت جل شانہ میں پیش ہوں گے اور جس دن مال و اولاد کچھ کام نہ آئے گی سوائے قلب سلیم کے کہ جس کے پاس ہو گا وہ نجات پائے گا پس اس نے سلطان جلیل کی بارگاہ میں کوچ کر کے حاضر ہونے کا قصد کیا اور سفر دور دراز کا توشہ تیار کیا اور دنیا[1] میں ایسا تھا جیسے سرائے میں مسافر ہوتا ہے

[1] بہتر یہ کہ ایسا نہ لکھے شاید جھوٹ ہو ۱۲

پس اس نے مبادرت واجتہاد وسعی کوشش سے نہایت خوشی کے ساتھ چاہا کہ یہ بندہ بھی ان لوگوں میں شامل ہو جن کے مرگ کے بعد ان کے اعمال غیر منقطع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ سید البشر وصاحب اللواء فی المحشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاصل آنکہ جب آدمی مر جاتا ہے الی آخر الحدیث۔

جولوگ دُنیا میں اہل منکر ہیں وہی آخرت میں اہل منکر ہیں ☆

اس نے اپنی آسانی کے وقت بحضور اللہ تعالیٰ عزوجل کے وسیلہ حاصل کیا تاکہ جنت کی طرف لے جانے میں اس کے لئے ذریعہ ہو بنابرآنکہ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے روز معروف ومنکر اپنی صورت پر آئیں گے پس معروف یعنی امور ثواب اپنے لوگوں کو لے کر جنت کی طرف جائے گا اور منکر اپنے لوگوں کو لے کر دوزخ کی طرف جائے گا اور جولوگ دنیا میں اہل معروف ہیں وہی آخرت میں اہل معروف ہیں اور جولوگ دنیا میں اہل منکر ہیں وہی آخرت میں اہل منکر ہیں لہٰذا اس بندہ ضعیف نے تمام چنین وچنان بہ نیت خالص وصدق طویت آخر تک بدستور مذکور جیسا کہ ہم نے کتاب الوصایا وکتاب الوقف میں تحریر کیا ہے تحریر کرے لیکن ہم اس مقام پر ایسی باتیں تحریر کرتے ہیں جو وہاں نہیں لکھی ہیں تاکہ کاتب کو اُس کے تحریر کی قدرت وقوت حاصل ہو اور اس کے حق میں نافع ہوں پس ہم کہتے ہیں کہ اگر وقف کرنے والے نے چاہا کہ یہ وقف اس کی اولاد پر ہو تو جس طرح ہونا وہاں تحریر کیا ہے اسی طرح برابر تحریر کرے یہاں تک کہ اس تحریر تک پہنچے کہ پھر جو کچھ اس کی آمدنی بچے وہ اس وقف کرنے والے کی اولاد کے صرف میں لایا جائے کہ وہ فلاں وفلاں ہیں اور یہ حاصلات باقی برابر ان کے مصرف میں نسلاً بعد نسل صرف کیا جائے لیکن جب تک اولاد بطن اعلیٰ میں سے زندہ ہیں تب تک انہیں کو مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے دیا جائے اور اگر وقف کرنے والے نے مذکر ومؤنث کے درمیان برابر حصہ رکھنا شرط کیا تو یوں تحریر کرے کہ مذکر ومؤنث اس حصہ کے استحقاق میں یکساں ہوں گے کہ مذکوروں کو مؤنثوں پر فضیلت نہ دی جائے گی لیکن تحریر اوّل اقرب بصوات ہے اور اس میں اچھا ثواب ہے۔

وقف کرنے والے کی طرف سے قربانی کی صورت کا بیان ☆

پھر اس کے بعد لکھے کہ اگر یہ پشت سب گذر گئی اور کوئی اُن میں سے باقی نہ رہا تو جو حاصلات ان کو دی جاتی تھی وہ مسلمان فقیروں ومحتاجوں کو دی جائے گی اور اس وقف کرنے والے نے یہ وقف صدقہ اپنے قبضہ سے نکال کر اور اپنی باقی املاک واسباب سے جدا کر کے فلاں متولی کو بہ تسلیم صحیح سپرد کر دیا بعد ازانکہ فلاں متولی مذکور نے اس کی طرف سے اس کا متولی اور قیم ہونا بقبول صحیح قبول کیا آخر تک بدستور مذکور لکھے اور اگر بچی ہوئی حاصلات اولاد کے مصرف میں دینے میں اسی طرح تفصیل کی کہ بدین شرط جو شخص ان اولاد میں سے مالدار ہو وہ اس حصہ سے محروم رہے پھر اگر وہ محتاج ہو جائے تو اس کا حصہ اس کو دیا جائے تو یہ بہتر ہے اور اگر اُس نے اپنی اولاد پر وقف کرنا نہ چاہا بلکہ یہ شرط کی کہ جو کچھ بچے وہ اس کی ذات کے واسطے رہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور چاہا کہ اس کی موت کے بعد اس کی طرف سے کوئی نیک مردحج کرے اور وجوہ متفرقہ میں صرف کیا جائے تو یوں تحریر کرے کہ پھر اگر اس کو حادثہ موت پیش آئے کہ جس سے کسی کو نجات وچھٹکارا نہیں ہے تو یہ فاضلات جو اس کی زندگی میں اس کے صرف میں آتی تھی وہ اس طرح

صرف کی جائے کہ پہلے اس میں سے کسی نیک مرد کو جواس کی طرف سے اس کے گھر سے جا کر حج کرے اس قدر دیا جائے جواس کی آمد ورفت کے واسطے کافی ہو پھر جو کچھ بچے اس میں سے اتنی بکریاں قربانی کے واسطے خریدی جائیں کہ ان میں سے ایک بکری از جانب سید اولاد آدم رسول رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قربانی کی جائے اور دوسری اس وقف کرنے والے کے والد فلاں مرحوم کی طرف سے اور تیسری اس وقف کرنے والے کی والدہ فلانہ بنت فلاں مرحوم کی طرف سے اور چوتھی اس وقف کرنے والے کی طرف سے قربانی کی جائے پس اس کی وفات کے بعد ہر سال ایام قربانی میں یہ سب بکریاں اسی طرح قربانی کی جایا کریں تاکہ وسیلہ نجات حاصل ہو۔

ذبح کرنے والے کی اجرت صورت مذکورہ میں کیسے ادا کی جاسکتی ہے☆

اور ذبح کرنے والے اور کھال کھینچنے والے کی اجرت اسی فاضلات میں سے دی جائے اور ان قربانی کے جانوروں کا گوشت و پوست اور چربی اور پائے مسلمان فقیروں اور محتاجوں کو صدقہ دے دیا جائے پھر جو کچھ اس فاضلات میں سے باقی رہے اس میں سے رسوم یوم عاشورا میں جس طرح توانگروں میں معروف ہے کہ روٹی اور حلوا اور برف وغیرہ خریدتے اور پلاتے ہیں بطور معروف خرید کر کے اس کے حق میں اس قیم کو گنجائش دی جائے پھر جو کچھ اس سے باقی رہے اس میں سے اس صدقہ کرنے والے کے اتنی نماز ہائے فریضہ اور اتنی زکوٰۃ ہائے فریضہ کی قضا اور اس کی نذر کفارات میں صرف کیا جائے اور جو شخص اس کا متولی ہوا گروہ اس میں سے خود کھائے اور جس کو چاہے کھلائے تو بطور معروف ایسا کرنے میں کچھ مضائقہ و گناہ نہیں ہے پھر جو کچھ باقی رہے اس میں سے فلاں سقایہ کی اصلاح میں جو فلاں محلہ میں واقع ہے اور اس کے واسطے برف خریدنے میں اور سقوں کی اجرت دینے میں صرف کیا جائے اور ایام گرما میں اسی برف کا پانی رکھا جائے اور جو کچھ اس میں ضرورت ہو اس کے واسطے صرف کیا جائے پس یہ صدقہ پیوستہ ہو گیا کہ زمانہ گذرنے سے اس میں کوئی خرابی نہ ہو گی بلکہ تاکید و تشدید ہو گی اور قاضیاں و حکام اور والیاں ملک وغیرہ میں سے جو شخص اللہ و روز قیامت پر ایمان لایا ہے یہ حلال نہیں ہے کہ اس کی کسی شرط میں کچھ تغیر و تبدل کرے یا اس کو باطل و بیکار کر دے اور اگر اس سے آگاہ ہونے کے بعد اس کو کوئی شخص تبدیل کرے گا گناہ اسی پر ہو گا جس نے تبدیل کیا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و فرشتوں و تمام لوگوں کی لعنت ہو گی اور اس میں احواط یہ ہے کہ اس کے آخر میں کسی حاکم اسلام کا حکم لاحق کر دے تاکہ اختلاف جاتا رہے اور حکم جاری کرنے کی تحریر کی صورت یہ ہے کہ اس وقف نامہ کی پشت پر یوں لکھے کہ قاضی فلاں بن فلاں جو شہر فلاں واس کے نواح کے واسطے کار قضا و احکام کا متولی ہے اور اس شہر و نواح کے لوگوں میں اس کا حکم قضا نافذ و جاری ہے کہتا ہے کہ میں نے اس وقف کا مع اس کی محدودات کے صحیح و لازم ہونے کا حکم دے دیا کہ جو کچھ اس وقف میں دکانیں و رباطات و سراہائے و حمامات وغیرہ مع اپنے شاملات کے از عمارات سفل و علو و حجرات و منازل و صحن و مرابط وغیرہ کے بیان کئے گئے ہیں سب کا وقف صحیح لازم ہے اور یہ حکم میں نے بنا بر اختیار قول ایسے عالم کے علمائے سلف میں سے دیا ہے جو ایسے وقف کو بایں شروط مفسرہ و وجوہ مذکورہ وقف نامہ ہذا جائز فرماتا ہے اور یہ حکم میں نے بعد اس کے دیا کہ جب میرے سامنے اس وقف کنندہ اور ایسے شخص کے درمیان جس کو اس وقف کی صحت و جواز میں خصومت

کرنے کا استحقاق ہے خصومت واقع ہوئی اور مدعا علیہ نے صحت جواز وقف مذکور سے انکار کیا اور بجانب فساد میل کیا پس میں نے اس وقف کنندہ کے روبرو اور اس کے خصم کے روبرو اس وقف کنندہ پر حکم مبرم وقضائے نافذ اس کی صحت و جواز کا جاری کر دیا بعد ازانکہ میں نے مواضع اختلاف کو جان لیا ہے پھر بھی میرے اجتہاد میں یہ آیا کہ یہ صحیح و نافذ ہے پس میں نے اس وقف کرنے والے کو حکم دیا کہ ان محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ☆ کر کے یہ سب اس قیم مذکور کے سپرد کرے اور اس کی بابت اس قیم سے کوئی تعرض نہ کرے اور یہ میں نے بطریق شہرت واعلان کیا نہ بطور خفیہ وکتمان اور میں نے اس سجل کی تحریر کا حکم دیا کہ اس وقف نامہ کی پشت پر لکھا جائے تاکہ اس مقدمہ میں حجت رہے اور اپنی مجلس کے حاضرین ثقات کو گواہ کر دیا یا یہ بتاریخ فلاں واقع ہوا کذا فی الظہیریہ۔

☆ کوتاہ: یہ لفظ اپنے اندر بڑے معنی پنہاں رکھتا ہے چند درج کئے دیتے ہیں تاکہ آگے آئے تو اُس کے مناسب معنی جاننے میں سہولت ہو۔ یعنی: چھوٹا۔ اوچھا۔ کم۔ تھوڑا۔ مختصر۔ مجمل۔ تنگ' سکڑا ہوا۔ ٹھنگنا۔ پست۔ بے باق۔ طے چکتا۔ انقطاع۔ جمع کوتاہاں۔

کتاب الحیل

اور اس میں چند فصلیں ہیں☆

فصل اوّل☆

حیل کے جواز و عدم جواز کے بیان میں

ہمارے علماء (۱) کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ جس کو آدمی اس واسطے کرتا ہے کہ اس سے حق غیر باطل ہو جائے یا اس میں کوئی شبہہ پیدا ہو جائے یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہے تو وہ مکروہ ہے اور ہر حیلہ جس کو بدین غرض کرتا ہے کہ حرام سے خلاص ہو یا اس کے وسیلہ سے حلال تک پہنچ جائے یعنی حلت حاصل ہو تو یہ روا ہے اور اس قسم حیل کے جواز کے واسطے اصل یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خذبیدك ضغثاً[1] فاضرب به ولا تحنث یعنی اپنے ہاتھ میں ایک ضفث (۲) لے کر ایک بار مار دے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو اور یہ حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے واسطے تعلیم تھی کہ اپنی قسم میں جھوٹے نہ ہونے پائیں کہ اُنہوں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی جورو کو سو عود ماروں گا اور عامہ مشائخ کے نزدیک اس کا حکم منسوخ نہیں ہے اور یہی مذہب صحیح ہے کذا فی الذخیرہ۔

دوسری فصل☆

مسائل وضوء و نماز میں

ایک خندق کا طول دس گز شرعی سے زیادہ ہے لیکن اس کا عرض دس گز شرعی سے کم ہے اور اس میں پانی ہے تو بنا بر قول بعض مشائخ کے اس خندق کے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے پس ان مشائخ کے قول کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ خندق کے قریب ایک چھوٹا گڑھا کھودے پھر خندق و اس گڑھے کے درمیان پتلی سی نہر کھود دے کہ خندق سے اس گڑھے میں پانی جاری ہو جائے پس پانی خندق کا آپ جاری ہو جائے گا پھر چاہے خندق سے وضو کر لے یا اس پتلی نہر سے وضو کر لے اور اگر کسی شخص نے وضو کیا پھر دیکھا کہ اس کے ذکر سے تری بہتی ہے اور شیطان اس کو بسا اوقات ایسا دکھلاتا ہے تو اس وسوسہ کے قطع کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ پانی چھڑک دے پھر جب اس کو شیطان ایسا وسوسہ دلائے تو اس تری کو پانی کی تری پر محمول کرے لیکن یہ حیلہ جبھی نافع ہوگا کہ جب تھوڑی دیر ہوئی اور پانی کی نمی خشک نہ ہوئی ہو اور اگر یہ نمی خشک ہوگئی ہو پھر اس نے اپنے ذکر پر تری پائی تو وضو کا اعادہ کرے اس واسطے کہ اس کو پانی کی نمی پر محمول نہیں کر سکتا ہے اگر موزہ یا جوتہ میں ایسی نجاست لگ گئی جس کا جرم نہیں ہے جیسے پیشاب و شراب وغیرہ تو اس کا دھونا ضروری ہے خواہ خشک ہو یا تر ہو اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ اگر نجاست تر ہو تو مٹی یا ریگ میں چلے حتیٰ کہ بعض اس میں سے مٹی سے مل کر خشک ہو جائے پھر اس کو زمین میں رگڑ ڈالے تو پاک ہو جائے گا ایسا ہی فقیہ ابو جعفر نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے اور ایسا ہی امام

---

[1] ضغث لغت میں اس کے معنی ایک مٹھی گھاس تر اور خشک ملی ہوئی کے ہیں اور اس آیت کریمہ میں سو قمچیاں خرما کے درخت کی تھیں ۱۲

(۱) امام ابو حنیفہ وان کے اصحاب ۱۲ منہ (۲) یعنی پتلی پتلی قمچیاں ۱۲ منہ ☆ چند...... یعنی انتیس فصلیں

ابو یوسفؒ سے مروی ہے الا آنکہ امام ابو یوسفؒ نے خشک[1] ہو جانا شرط نہیں کیا ہے۔ ایک شخص مسجد میں گیا اور تین رکعات نماز فرض ظہر پڑھ چکا تھا کہ اتنے میں موذن نے اقامت کہی اور اس مصلی کو معلوم ہوا کہ ہنوز مسجد میں جماعت کی نماز نہیں ہوئی ہے پس اس نے چاہا کہ میں امام کے ساتھ فرض ادا کروں اور میرے فرض وہی ہوں جو امام کے ساتھ ادا کروں اور یہ بات اس نے مکروہ جانی کہ یہ نماز جس کو پڑھتا ہے یہ بالکل برباد ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے بلکہ پانچویں رکعت پڑھنے کو کھڑا ہو جائے پس پانچویں وچھٹی دو رکعات پڑھ لے حتیٰ کہ یہ نماز اس کی امام اعظمؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک نفل ہو جائے پس اپنی فرض نماز کو امام کے ساتھ ادا کرے یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے اور اگر چاہا[2] کہ فریضہ فجر ادا کرنے کے بعد قبل طلوع آفتاب کے بدون کراہت کے سنت فجر پڑھے یعنی مکروہ نہ ہو تو اس کو چاہئے یہ حیلہ کرے کہ پہلے سنت شروع کرے پھر اُس کو فاسد کر کے جماعت نماز فرض میں امامؒ کے ساتھ شریک ہو جائے پھر جب امام نماز فرض سے فارغ ہو تو اس کو قبل طلوع آفتاب کے پڑھ لے اور مکروہ نہ ہو گی اس واسطے کہ اس کو فاسد کرنے سے وہ اس شخص کے ذمہ قرضہ ہو گئی یعنی اس کا قضا کرنا واجب ہوا اور جس کا قضا کرنا اس کے ذمہ واجب ہو اس کا ایسے وقت قضا کرنا مکروہ نہیں ہے ایسا ہی شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل سے منقول ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ بات جب ہے کہ اس نے ایسی عادت نہ کر لی ہو بلکہ گاہ گاہ ایسا کرے اور اگر اس نے عادت پکڑ لی تو یہ بھی مکروہ ہے اور بعض متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں ایک حیلہ اس سے بہتر ہے کیونکہ اس حیلہ مذکورہ میں ایک کار ثواب آخرت شروع کر کے فاسد کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ خود مکروہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ **لا تبطلوا اعمالکم** یعنی اپنے کاموں کو باطل مت کرو پس احسن یہ ہے کہ سنت شروع کرے پھر دوبارہ فرض کے واسطے تکبیر کہے پس اس تکبیر سے سنت سے خارج ہو کر فریضہ نماز کا شروع کرنے والا ہو جائے گا اور عمل کا فاسد کرنے والا بھی نہ ہو گا بلکہ ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف تجاوز کرنے والا ہو گا کذا فی المحیط۔

تیسری فصل ☆

مسائل زکوٰۃ میں

ایک شخص کے پاس اس کی ملک کے دو سو درم ایسے شرائط کے ساتھ موجود ہیں کہ اُس پر زکوٰۃ واجب ولازم آتی ہے اور اُس نے چاہا کہ مجھ پر زکوٰۃ لازم نہ آئے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ایک درم صدقہ کر دے تاکہ سال کے تمام ہونے پر نصاب ناقص ہو یا سال تمام ہونے سے ایک روز پہلے ایک درم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کر دے یا اپنے سب دراہم اپنے فرزند صغیر

[1] اقول ظاہر یہی ہے اس واسطے کہ درصورتیکہ خشک ہو جانا شرط ہو تو دھوڈالنا اور یہ دونوں یکساں ہو گئے پس ظاہر امر اوخشک ہو جانے سے یہ ہے کہ یہ رنگ وغیرہ اس کو چوس جائے واللہ اعلم ۱۲ منہ [2] اقول ہمارے زمانہ میں ایسی جزئیات میں اختلاف شدید ہو گیا ہے اور اکثر مسجدوں میں اس کی بابت مناقشات ہوتے ہیں اور باہمی اتفاق والفت جو باعث رحمت الٰہی ہے اور جمعہ و جماعات کے امور توفیقی کے سوائے یہ بھی فائدہ ہے کہ لوگ وقتاً فوقتاً مجتمع ہو کر باہم مستانس ومتفق ہوں۔ سو یہاں اس کے برعکس ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرماوے بہرحال صورت یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز فجر ہونے کے وقت اور کوئی نماز نہ پڑھنی چاہئے لیکن متاخرین مشائخ نے سنت فجر پڑھ کر جماعت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی اور اگر وہ شخص سنت کو چھوڑ کر فرض میں داخل ہو گیا تو احادیث صحیحہ کے موافق نماز فجر کی ایسی نماز نہیں پڑھ سکتا ہے اور اس مسئلہ میں اجتہادی تقریریں بہت دراز ہیں اور اہل زمانہ کی سستی امور دین میں ظاہر ہے پس اگر اہل فقہ اول قول پر فتویٰ دیتے ہیں اور سنت بالکل ترک ہو جائے تو خلاف نقاہت حالانکہ متبع کو حسب حیثیت یکساں مقلد شمار کرنا تدین میں سے ہے لہٰذا اگر اللہ پاک توفیق عطا فرمائے تو اہل ایمان واسلام کو چاہئے کہ اگر بفقہ اتفاق نہیں کرتے ہیں تو ان دونوں حیلوں میں سے کوئی حیلہ اختیار کریں ۱۲

کو ہبہ کر دے یا اپنے بعض دراہم اپنی اولاد پر پھیلائے پس زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور شیخ امام خصافؒ نے فرمایا کہ ہمارے بعض صحاب نے اسقاط زکوٰۃ کے واسطے حیلہ کرنے کو مکروہ جانا ہے اور بعض نے رخصت دی ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ جس نے مکروہ جانا ہے وہ امام محمد بن الحسین [1] ہیں اور جس نے اجازت دی ہے وہ امام ابو یوسف ہیں اور خصافؒ نے حیلہ اسقاط زکوٰۃ ذکر کیا اور فرمایا [2] کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے اور یہ مراد نہیں ہے کہ واجب ہو کر ساقط ہو جائے۔

قال المترجم ☆

نیز امام ابو یوسفؒ رحمۃ اللہ سے اسقاط نفع وحیلہ دفع ربوا وغیرہ بھی منقول ہیں لیکن حیلہ اسقاط زکوٰۃ میں صدر الشریعۃ وغیرہ مشائخ کبار نے امام ابو یوسفؒ پر تشنیع کی ہے مگر حق یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بڑے پایہ کے آدمی ہیں اور مجتہد پر تشنیع کرنا بیکار ہے اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو بات مجتہد کے خلاف صریح نصوص پائے اس کو خواہ مخواہ اختیار ہی کرے اور تقلید بیجا کو فرض جانے اور اس سے ظاہر ہے کہ جمہور مشائخؒ نے امام محمد کا قول اختیار کیا ہے اور حیلہ دفع زکوٰۃ کو مکروہ جانا ہے اور یہی مختار مترجم عفا اللہ عنہ ہے اگرچہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ پر طعن کیا جائے کیونکہ تجویز مجتہد نظر بکمال کوشش واجتہاد صحیح وحق وصدق ہے امید ہے کہ ثواب ملے گا ونظر برین مؤید اس کے وہ حکایت ہے جو افضل علمائے زمانہ خود واکمل عارفان عصر خویش شیخ زین الملۃ والدین ابو بکر نائبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حکایت کی گئی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عالم شافعی مذہب نے سید عالم فخر آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف میں ابو یوسف رحمہ اللہ پر طعن کیا کہ ابو یوسفؒ نے حیلہ اسقاط زکوٰۃ کو جائز رکھا ہے تو حضرت افضل البشر صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو ابو یوسف نے جائز رکھا وہ حق یا صدق ہے ہکذا ذکر القہستانی واللہ اعلم بالجملہ قول امام ابو یوسف مختار نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول اختیار کیا ہے تاکہ فقیروں سے مضرت دور رہے کیونکہ درصورت جواز ایسے حیلہ کے ان کو نقدی یا غیر نقدی کسی مال واسباب کی زکوٰۃ میسر نہ آئے گی اس واسطے کہ جس کے پاس چرائی کے چوپائے ہوں گے وہ سال تمام ہونے سے ایک روز پہلے ان کو ان کی جنس یا غیر جنس کے جانوروں سے بدل لینے سے کچھ بھی عاجز نہ ہوگا۔ پس سال کی تمام میت کا حکم منقطع ہو جائے گا یا اس نصاب کو کسی ایسے آدمی کو ہبہ کر دے گا جس پر اس کا اعتماد ہوگا پھر سال کے دن پورے ہونے کے بعد اپنی ہبہ سے رجوع کر لے گا پس سال کا شمار اسی وقت سے ہوگا جس وقت اس نے رجوع کر کے قبضہ کر لیا ہے اور جتنے ایام پہلے گذرے ہیں ان کا اعتبار نہ رہے گا اسی طرح دوسرے سال بھی کرے گا کہ جب سال ختم ہونے کو ہوگا تب بھی ایک دو روز پہلے ایسا ہی کرے گا علیٰ ہذا ہر سال ایسا ہی کرے گا پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فقیروں کو ضرر پہنچے اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے کتاب الایمان میں دو مسائل ذکر کئے ہیں اور دونوں میں حیلہ کی راہ بتائی ہے باوجود آنکہ دونوں میں حیلہ سے حق شرع ساقط ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ ایک شخص پر کفارہ قسم عائد ہوا اور اس کے پاس ایک خادم ہے تو اس کو روا نہیں ہے کہ روزے رکھ کر قسم کا کفارہ ادا کرے پھر فرمایا کہ اور اگر اُس نے خادم کو فروخت کیا یا ہبہ کر دیا پھر کفارہ کے روزے رکھے پھر بیع کا اقالہ کر لیا یا ہبہ سے رجوع کر لیا تو روزے سے اس کا کفارہ ادا ہو گیا اور خادم اس کی ملک میں باقی رہا پس امام محمدؒ نے وجہ حیلہ کی راہ بتائی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص پر قسم کا کفارہ ہے اور اس کے پاس اس قدر اناج ہے کہ جس سے کفارہ پورا دے سکتا ہے اور اُس پر قرضہ بھی ہے تو اس کو کفارہ قسم روزے رکھ کر ادا کرنا جائز نہیں ہے اس واسطے کہ یہ مستحیل کہ اس کے پاس طعام موجود ہو اور وہ کفارہ کے واسطے روزے رکھے

(۱) اور مراد امام محمد کی لفظ مکروہ سے حرام ہے اور یہی قول اصوب ہے اور جماہیر علمائے اسلام وایمان کے موافق ہے ۱۲ منہ

(۲) یہ نیت خود محل تامل ہے اور واجب ہو کر ساقط ہو جانے کے واسطے سود مند حیلہ کیا جا سکتا ہے ۱۲ منہ

اور نیز مستحیل ہے کہ کھانا دے کر کفارہ سے نجات پائے حالانکہ اس پر قرضہ ہے پھر فرمایا کہ اگر اس نے اناج کو پہلے اپنے قرضہ میں دے دیا پھر کفارہ قسم کے روزے رکھے تو جائز ہے پس اس میں حیلہ کی راہ بتائی پس اگر یہ امر امام محمد کی طرف سے حیلہ کی اجازت ہو تو باب زکوٰۃ میں امام محمدؒ سے دو[1] روایتیں ہو جائیں گی۔ ایک شخص پر کچھ مال ایک فقیر پر آتا ہے پس قرض خواہ نے چاہا کہ جس قدر اس پر آتا ہے اسی قدر اپنے مال کو زکوٰۃ میں سے اس کو دیا تصور کر کے اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرے یعنی تصویر کرے کہ جو اس پر قرضہ ہے وہ میرے مال کی زکوٰۃ ہو گیا تو ہمارے اصحاب سے معروف ہے کہ زکوٰۃ مال عین کی دین سے ادا نہ ہو گی اور نہ دوسرے دین کی زکوٰۃ اس دین سے ادا ہو گی مگر اس کا حیلہ یہ ہے کہ قرض خواہ اس کو مال عین میں سے اسی قدر مال جس قدر اس پر آتا ہے بہ نیت اپنے مال کے زکوٰۃ کے دے دے پھر جب قرض دار مذکور اس پر قبضہ کر کے پھر اس کو اس قرضہ کی ادائی میں جو اس پر آتا ہے اس قرض خواہ کو دے دے تو جائز ہے اور نوادر میں مذکور ہے کہ امام محمدؒ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ دوسرے کو دینے سے اس کا دینا افضل ہے اور ہمارے مشائخ متقدمین اپنے مفلس قرض داروں کے ساتھ اس حیلہ کا برتاؤ کرتے تھے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے اور اگر اس کو یہ خوف ہو کہ اگر اس نے قرض دار کو بقدر قرضہ کے زکوٰۃ میں سے دیا اور اس نے ادائے قرضہ سے انکار کیا تو کیا کرے گا تو ایسا خوف نہیں چاہئے کیونکہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسی وقت اس سے یہ مال اپنے قرضہ کی ادائی میں لے سکتا ہے اس واسطے کہ اس نے اپنے حق کی جنس پر قابو پایا ہے اور اگر قرض دار نے اس کو روکا اور نہ لینے دیا تو اسی دم قاضی کے پاس مرافعہ کر سکتا ہے کہ قاضی اس کو ادائے قرضہ پر مجبور کرے گا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ قرض دار مذکور سے پہلے ہی سے کہے کہ تو میرے خادموں میں سے کسی کو اپنا وکیل کر دے کہ وہ تیرے واسطے میرے مال کی زکوٰۃ مجھ سے وصول کر لے اور اس کو وکیل کر دے کہ وہ تیرا قرضہ تجھے ادا کر دے پس جب وکیل مذکور قبضہ کرے گا تو یہ مال مقبوض اس کے موکل یعنی قرض دار مذکور کی ملک ہو گا اور وہی وکیل واسطے قرضہ کے بھی وکیل ہے پس بحکم وکالت کے یہ مال اپنے موکل کے قرض خواہ کو ادا کر دے گا۔

شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ سب سے بہتر قول اصل حیلہ میں یہ ہے کہ قرض دار کو اپنے مال عین میں سے زکوٰۃ میں اس قدر دے کہ جس قدر اس پر قرضہ ہے اس سے کچھ زیادہ ہوتا ہے کہ وہ قرضہ پورا ادا کرے اور اس کے پاس کچھ باقی رہ جائے جس سے وہ اپنا کام چلائے پس اس کے دل میں یہ بدگمانی نہ آئے گی کہ وعدہ کو وفا نہ کرے اور اگر اس قرضہ میں دو شریک قرض خواہ ہوں مثلاً دو آدمیوں کا ایک شخص پر ہزار درم قرضہ ہوا اور ایک قرض خواہ نے اپنے حصہ میں اس حیلہ مذکور کا برتاؤ کرنا چاہا اور قرض دار مذکور سے وصول کیا پھر دوسرے شریک نے چاہا کہ شریک مذکور نے جو کچھ وصول کیا ہے اس میں سے اپنا حصہ رسد بٹا لے تو اس کو بٹا لینے کا اختیار ہو گا۔ پھر اگر شریک نے یہ چاہا کہ ایسی صورت نکلے کہ شریک دیگر اس کے وصول یافتہ میں بٹائی نہ کر سکے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قرض دار کو بقدر قرضہ کے اپنے مال عین سے زکوٰۃ کی نیت کر کے دے دے پھر قرض دار کو قرضہ میں سے اپنا حصہ صدقہ دے دے پھر قرض دار مذکور اس کو جو کچھ اس نے وصول کیا ہے ہبہ کر دے پس یہ صحیح ہو گا اور جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اس میں دوسرے شریک کو شرکت کرنے کا استحقاق نہ ہو گا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرض دار کسی شخص سے بقدر حصہ اس شریک کے مال قرض لے اور قبضہ کر کے اس شریک کو ہبہ کر دے پھر قبضہ کر کے یہ شریک اس کو اس قرض دار کو اپنے مال کی زکوٰۃ کی نیت کر کے دے دے پھر اس قرض دار کو یہ شریک اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے پس دوسرے شریک کو اس کی جانب کوئی راہ نہ ہو گی۔

---

[1] یعنی ایک روایت کے موافق حیلہ اسقاط زکوٰۃ ناجائز اور دوسرے کے موافق جائز ہوگا مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک مراد بیان وقوع ہے نہ اجازت حیلہ بدلیل مذکور اور اصل توفیق میں اختلاف کیوں ہے اور کلام طویل ہے ۱۲

مسئلہ ☆

ایک شخص پر زکوٰۃ ہے اس نے چاہا کہ مال زکوٰۃ سے کسی میت کا کفن دے دے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ میت مذکور کے اہل میں سے جو فقیر ہو اس کو زکوٰۃ کا مال دے دے کہ وہ اس سے میت کو کفن دے دے گا پس اس شخص کو ثواب زکوٰۃ ہو گا اور جس نے کفن دیا ہے اس کو تکفین میت کا ثواب ہوگا اور علیٰ ہذا جتنے امور خیر ایسے ہیں جن میں تملیک نہیں پائی جاتی ہے یعنی زکوٰۃ کا مال صرف کرنے میں دوسرے کا مالک کر دینا نہیں پایا جاتا ہے جیسے عمارت مساجد و پلہائے خرد و رباطات وغیرہ اور بسبب تملیک نہ ہونے کے زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے تو ان سب میں یہی حیلہ ہے کہ بقدر زکوٰۃ کے کسی فقیر کو دے دے پھر اس کو ان کاموں میں خرچ کرنے کا حکم کرے[1] پس دینے والے کو ثواب زکوٰۃ ہوگا اور اس فقیر کو مسجد و پل وغیرہ بنانے کا ثواب ہوگا اور فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ کنارۂ جیحون پر زمین موات ہے اس کو ایک قوم نے زندہ کیا تو سلطان کو اختیار ہوگا کہ اس کے غلات میں سے عشر لے لے اور یہ حکم فقط امام محمد کے قول پر ٹھیک پڑتا ہے اس واسطے کہ جیحون کا پانی ان کے نزدیک عشری ہے اور پانی ہی پر حاصلات (۱) لینے کا مدار ہے اور اگر وہاں کوئی رباط ہو اس کے واسطے سلطان نے اس میں سے کچھ مباح کیا تو جائز نہیں ہے اور متولی کو یہ اختیار ہوگا کہ اس کو رباط میں صرف کرے اور حیلہ یہ ہے کہ جس قدر رباط کے واسطے مباح کرتا ہے اس مقدار کو فقیروں کو دے دے پھر فقیر لوگ اس کو متولی کو دے دیں پھر متولی اس کو رباط میں صرف کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

چوتھی فصل ☆

درمسائل روزہ

اگر کسی نے پے در پے دو[2] مہینے کے روزے اپنے اوپر لازم (۲) کر لئے اور رجب شعبان دونوں مہینے پے در پے روزے رکھے پھر ناگاہ آخر شعبان میں ایک دن گھٹ گیا تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ بقدر مسافت (۳) سفر کے سفر کرے پس پہلا روزہ ماہ رمضان کا اپنے واجب کئے ہوئے روزوں میں شامل کر کے بہ نیت نذر روزہ رکھے۔ اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنے باپ کے روزوں یا نمازوں کا جو قضا ہوگئی ہے فدیہ ادا کر دے لیکن یہ شخص فقیر ہے تو اس کو چاہئے کہ دو سیر گیہوں (۴) ایک فقیر کو دے پھر اس سے بطور ہبہ مانگ لے پھر یہی گیہوں دوسرے روزہ یا نماز کی قضا میں اس کو دے دے پھر اس سے ہبہ مانگ کر تیسرے روزہ یا نماز کے واسطے دے علیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ سب روزے و نمازیں قضا کو پورا کر دے یہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے۔ عیون میں ہے کہ ایک شخص زید نے قسم کھائی کہ اگر زید اس رمضان میں روزے رکھے تو اس کی جورو پر تین طلاق ہیں پھر اس نے چاہا کہ قسم میں حانث نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس ماہ میں برابر سفر کرے اور افطار کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] مگر یہ حکم ماننا اس فقیر پر واجب نہیں ہے چاہے مانے اور چاہے نہ مانے ۱۲ منہ [2] یعنی دو مہینے تیس تیس روز کے پے در پے روزے رکھنے کی نیت کی مگر آخر شعبان میں چاند انتیس کا ہو گیا تو ایک روز گھٹ گیا ۱۲ منہ

(۱) جیسا کہ پانی ہے ویسی ہی حاصلات لی جاتی ہے اگر عشری ہو تو عشر اور اگر خراجی ہو تو خراج ۱۲ منہ (۲) بطور نذر واجب کر لیے ۱۲ منہ

(۳) جس میں شرعاً نماز قصر ہوتی ہے ۱۲ منہ

(۴) کچھ کم دو سیر گیہوں نمبری سیر سے ہوئے ۱۲

پانچویں فصل☆

مسائل حج میں

اگر آفاقی یعنی سوائے مکہ کے کسی اور جگہ کے رہنے والے نے یہ چاہا کہ مکہ معظمہ میں بدون احرام کے داخل ہو کہ میقات سے بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ حرم شریف کے باہر کسی ایسی جگہ کسی کام کے واسطے جانے کا قصد کرے جو میقات سے آگے ہے جیسے بستان بنی عامر وغیرہ کہ بستان بنی عامر ایسی جگہ ہے جو میقات سے آگے ہے اور حرم سے خارج ہے پس ایسی ہی کسی جگہ کا قصد کر کے کسی کام کے واسطے داخل ہو پھر جب اس جگہ پہنچ جائے تو وہاں سے بغیر احرام باندھے مکہ معظمہ میں داخل ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

چھٹی فصل☆

مسائل نکاح میں

ہندہ نے زید پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے اور زید اس سے منکر ہے اور عورت مذکور کے پاس گواہ نہیں ہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح میں قسم نہیں لی جاتی ہے اور عورت مذکورہ نے قاضی سے کہا کہ میں نکاح نہیں کر سکتی ہوں اس واسطے کہ یہ شخص میرا خاوند ہے مگر نکاح سے انکار کرتا ہے پس آپ اس کو حکم کریں کہ یہ مجھے طلاق دے دے تاکہ میں دوسرا نکاح کر لوں اور زید اس کو طلاق نہیں دے سکتا ہے اس واسطے کہ طلاق دینے سے وہ اس امر کا مقر ہوا جاتا ہے کہ اس نے نکاح کیا ہے پس ایسی صورت میں کیا کیا جائے گا تو امام زاہد علی بزودی سے منقول ہے کہ قاضی اس کے شوہر سے یوں کہے کہ تو اس عورت سے کہہ دے کہ اگر تو میری عورت ہے تو تجھ پر تین طلاق ہیں کہ اس تقدیر پر شوہر اس کے نکاح کا مقر نہ ہوگا پس اس پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر وہ اس کی جورو ہو گی تو اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی اور اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنا نکاح کر لے یہ ذخیرہ میں ہے۔

زید نے ہندہ پر نکاح کا دعویٰ کیا اور قاضی نے بنا بر قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے ہندہ سے قسم لینی چاہی تو ہندہ کے واسطے اپنی ذات سے یہ قسم دور کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ ہندہ مذکورہ کسی دوسرے شخص سے اپنا نکاح کر لے کیونکہ جب اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے تو مدعی کے واسطے قسم نہ لی جائے گی اس لئے کہ قسم لینے کا فائدہ یہ کہ وہ قسم سے نکول کرے کہ جس سے مدعی کے واسطے اس کا اقرار نکاح ثابت ہو حالانکہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے کے بعد اگر اس نے مدعی کے واسطے نکاح کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں ہے پس قسم نہ لی جائے گی اس واسطے کہ اس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کے نکاح کی تجدید کرے یعنی باوجودیکہ نکاح دونوں میں ہے مگر اُس نے مکرر از سر نو ایجاب و قبول کے ساتھ تجدید نکاح چاہی مگر اس طرح کہ اس پر دوسرا مہر جدید بلا خلاف لازم نہ آئے تو کیا کرنا چاہئے سو جاننا چاہئے کہ اگر زید نے مثلاً ہندہ سے کسی قدر مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوبارہ اس سے دوسرے مہر پر نکاح کیا تو اس کے ذمہ دوسرا مہر واجب ہونے میں اختلاف ہے اور یہ مسئلہ کتاب النکاح میں گذر چکا ہے پس اگر اس نے چاہا کہ اس طرح نکاح کی تجدید کرے کہ بلا خلاف اس کے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آئے تو یہ کرنا چاہئے کہ نکاح کی تجدید کرے یعنی ایجاب و قبول کر لے اور مہر کا ذکر نہ کرے یا یوں کرے کہ مہر اوّل ہی پر تجدید نکاح کرے پس اس کے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آئے گا اگر باپ نے اپنی دختر کا نکاح کسی مرد کے ساتھ کیا اور شوہر والوں نے باپ سے یہ درخواست کی کہ کسی قدر مہر کے وصول پانے کا اقرار

کرے تو وصول پانے کا اقرار کرنا باطل ہے اس واسطے کہ مجلس نکاح کے لوگ جانتے ہیں کہ یہ بات درحقیقت جھوٹ ہے اور اگر ہبہ کرنے کی درخواست کی پس اگر دختر مذکورہ بالغہ ہے اور باپ نے کہا کہ میں اپنی دختر مذکورہ کی اجازت سے اس قدر مہر ہبہ کرتا ہوں پھر شوہر کے واسطے دختر کی طرف سے درک کا ضامن ہو یعنی یوں کہے کہ اگر دختر مذکورہ نے ہبہ کی اجازت دینے سے انکار کیا اور تجھ سے پورا مہر لے لیا تو میں بقدر ہبہ کے اس کی جانب سے تیرے واسطے ضامن (۱) ہوں تو یہ ضمانت صحیح ہو گی بسبب اس کے کہ یہ ضمانت بجانب سبب وجوب مضاف ہے اور اگر دختر مذکورہ صغیر ہو تو ایسی صورت میں ہبہ کے ذریعہ سے حیلہ نہیں ہو سکتا ہے لیکن چاہئے کہ تھوڑا مہر جس قدر ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا منظور تھا اس قدر مہر کو شوہر اپنی جورو کے واسطے اس دختر کے باپ پر اترا دے اور حوالہ کر دے بشرطیکہ دختر کا باپ بہ نسبت شوہر کے تو انگر ہو پس شوہر کا ذمہ چھوٹ جائے گا یا یہ کرنا چاہئے کہ جس قدر مہر کا ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا منظور تھا اس قدر اصل مہر سے کم کر کے باقی پر عقد نکاح قرار دیں چنانچہ اگر پانچ سو درم میں سے سو درم کے ہبہ واقع ہونے پر اتفاق کیا تو چاہئے کہ اصل میں ابتدا سے مہر فقط چار سو درم قرار دیں اور اگر ایک شخص نے اپنی دختر بالغہ کے مہر میں سے تھوڑا معجل (۲) اور تھوڑا موجل اور تھوڑا ہبہ قرار دیا جیسا کہ معہود ہے اور شوہر والوں نے باپ (۳) سے ضمانت طلب کی اور باپ کا ارادہ یہ ہے کہ اس کے ذمہ کچھ لازم نہ آئے تو اس کو یوں کہنا چاہئے کہ میں اس قدر مہر ہبہ کرتا ہوں پھر اگر دختر مذکورہ نے ہبہ کی اجازت نہ دی تو یہ مجھ پر ہو گا اور یوں نہ کہے کہ میں دختر مذکورہ کی اجازت سے ہبہ کرتا ہوں جیسا کہ ہم نے مسئلہ اولیٰ میں ذکر کیا ہے پس ایسا کرنے سے اس کے ذمہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ ایک شخص کا ایک غلام ہے اس نے درخواست کی کہ یہ باندی یا آزاد عورت سے اس کا نکاح کر دے اور مولیٰ کو خوف ہوا کہ اگر اس کے ساتھ نکاح کر دیا تو یہ مولیٰ کے کام میں سستی کرے گا یا کوئی مشتری اس کے بعد اس کی خریداری کی رغبت نہ کرے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اُس سے یہ کہے کہ میں نے اپنی یہ باندی یا یہ عورت آزاد تیرے نکاح میں بدین شرط دی کہ اس عورت کے طلاق کا اختیار میرے ہاتھ میں ہے جب چاہوں گا اس کو طلاق دے دوں گا پس اگر غلام نے اس کو قبول کر لیا تو مولیٰ اس کی طلاق کا مختار ہو جائے گا جب چاہے گا اس کو طلاق دے سکے گا ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور عورت کو یہ خوف ہوا کہ اس کو اس شہر سے باہر لے جائے گا یا اس کے روبرو دوسرا نکاح کرے گا پس عورت مذکورہ نے سوائے قسم کے دوسرے طور پر اس امر کی مضبوطی کرنی چاہی تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنے تئیں کسی قدر مہر مسمّی پر اس کے نکاح میں بدین شرط دے کہ اس کو اس شہر سے باہر نہ لے جائے اور اگر لے جائے تو اس کو اس کا پورا مہر مثل دے دے اور شوہر اس امر کا اقرار کرے کہ اس کا مہر مثل ایک لاکھ درم مثلاً ہیں یعنی اتنے درم مقدار بیان کر دے جو در واقع اس کے مہر مثل سے بہت زائد ہے اور وہ شوہر مذکور پر گراں ہے اور اپنے اقرار پر گواہ کر لے پس جب شوہر اس عورت کو شہر سے باہر دوسرے مقام پر لے جانے کا قصد کرے تب ہی اس سے پورے مہر مثل کا مواخذہ کرے گی اور قاضی ابوعلی نسفیؒ فرماتے تھے کہ شوہر کی طرف سے یہ اقرار جبھی صحیح ہو گا کہ جب اس قدر مہر کثیر اس کا مہر مثل ہونا محتمل ہو اور اگر یہ امر محال ہو یعنی عادتاً ایسا نہیں ہو سکتا ہے تو یہ اقرار صحیح نہ ہو گا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صورت مذکورہ بالا اُسی امام کے قول کے موافق حیلہ ہو سکتی ہے جو یہ فرماتا ہے کہ شرط دوم مثل شرط اوّل کے جائز ہے اور بنابر قول ایسے امام کے جو شرط دوم کو جائز نہیں فرماتا ہے اس کے نزدیک اگر شوہر اس کو لے کر اسی شہر میں نہ رہا اور باہر لے گیا تو عورت مذکورہ کو صرف اس کا مہر المثل ملے گا زیادہ کچھ نہ ملے گا اور یہ حیلہ ٹھیک نہ ہو گا۔ پھر درصورتیکہ ایسا اقرار جائز ہو اور ایسی شرط موافق قول ایسے امام کے جو اس کو جائز فرماتا ہے جائز ٹھہری[1] حالانکہ وہ

---

[1] مثلاً انتہا درجہ ایسی عورتوں کا مہر دو ہزار درم ہے اور شوہر نے اس کا مہر مثل ایک لاکھ درم اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ (۱) یعنی تم کو واپس دوں گا ۱۲
(۲) فی الحال نقد لینا ۱۲ (۳) لڑکی کے باپ ۱۲

عورت بخوبی جانتی ہے کہ جس قدر مہر مثل کا شوہر نے اقرار کیا ہے وہ درحقیقت مہر مثل سے بہت زائد ہے اور شوہر نے اس کو باہر لے جانا چاہا تو عورت مذکورہ کو حکم قضا کی موافق اس مہر اقراری کا شوہر سے لینے کا اختیار ہوگا لیکن فیما بینهما و بین الله تعالیٰ از راہ دیانت اس کو مہر مثل سے زائد لینا جائز نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ شوہر مذکور اس کو بخوشی خاطر اس مقدار زائد کو دے دے اور اگر عورت مذکورہ نے اس کے ساتھ بدون حیلہ مذکورہ کے نکاح کیا پھر شوہر نے چاہا کہ اس کو اس شہر سے باہر لے جائے پس عورت مذکورہ نے ایسا حیلہ چاہا جس سے شوہر مذکور اس کو اس شہر سے باہر نہ لے جا سکے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنے بیٹے باپ یا بیٹے یا بھائی وغیرہ کے واسطے جس شخص پر اس کو اعتماد ہو اپنے اوپر اس کے بہت سے قرضہ کا اقرار کر دے اور اس پر گواہ کرا دے حتیٰ کہ جب شوہر یہ چاہے کہ اس کو اس شہر سے باہر لے جائے تو جس کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ اس کو باہر جانے سے مانع ہوگا لیکن یہ حیلہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق حیلہ ہو سکتا ہے اور امام محمدؒ کے قول کے موافق یہ حیلہ کچھ مفید نہیں ہے اس واسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک عورت مذکورہ کا قرضہ کا اقرار مذکور صرف اس عورت کے حق میں صحیح ہے اور شوہر کے حق میں کچھ مؤثر نہیں ہے حتیٰ کہ جس کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ شوہر کو اس امر پر مانع نہیں ہو سکتا ہے کہ اس عورت کو اپنے ساتھ باہر نہ لے جائے۔ پھر بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے جب یہ حیلہ درست ہوا اور مقرلہ کو خوف ہوا کہ شاید شوہر اس کو قسم دلائے کہ تو قسم کھا کہ درحقیقت اس عورت پر میرا اس قدر قرضہ ہے تو کیونکر جھوٹ قسم کھا سکتا ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مقرلہ مذکور اس عورت کے ہاتھ اس قدر قرضہ کے عوض ایک کپڑا فروخت کر دے حتیٰ کہ اس کے بعد اگر قسم کھا جائے گا تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اس نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے جو سب کے قول کے موافق درست ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص پر اس عورت کو اعتماد ہو اس سے کوئی چیز بہت گراں ثمن کے عوض خریدے یا کسی معتمد علیہ کی طرف سے اس کے حکم سے یا بدون اس کے حکم کے کفالت کر لے تو بائع و مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ سب اماموں کے قول کے موافق اس عورت مذکورہ کو باہر جانے سے منع کرے یہاں تک کہ اس کا ثمن یا قرضہ ادا کر دے اور اگر عورت مذکورہ نے کفالت کا اقرار کر دیا تو بھی سب کے نزدیک مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ اس کو باہر جانے سے منع کرے پس سب کے نزدیک یہ بھی حیلہ صحیحہ ہو جائے گا اور حاصل یہ ہے کہ جس صورت میں عورت مذکورہ اقرار کرے گی اور اس مقربہ کا کوئی سبب بیان کرے گی تو اس کا اقرار سب کے نزدیک مقرلہ و زوج کے حق میں صحیح ہوگا حتیٰ کہ مقرلہ کو بالاتفاق اختیار ہوگا کہ عورت مذکورہ کو شوہر کے ساتھ باہر جانے سے منع کرے اور جس صورت میں اقرار کرے گی اور مقربہ کا سبب بیان نہ کرے گی تو شوہر کے حق میں اس کا اقرار موثر ہونے میں ویسا ہی اختلاف ہوگا جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام کے ساتھ اپنی دختر کو بیاہ دیا پھر مولیٰ مر گیا تو نکاح فاسد ہو جائے گا اس واسطے کہ دختر مذکورہ اگر تنہا وارث ہوئی تو پورے رقبۂ غلام مذکور کی مالک ہوگئی اور اگر اس کے ساتھ دوسرا کوئی وارث ہو تو حصہ غلام کی مالک ہوئی او ربہرحال کسی طرح ہو مالک ہونے سے نکاح فاسد ہو جائے گا پھر اگر مولیٰ نے چاہا کہ اس کے مرنے کے بعد نکاح فاسد نہ ہونے پائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ غلام مذکور کو پہلے کسی قدر مال پر مکاتب کر دے پھر اس کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کرے پس مولیٰ کے مرنے سے اس کا نکاح فاسد نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک مرد نے ایک عورت سے درخواست کی کہ اس کے ساتھ نکاح کر لے پس عورت نے اس کو منظور کیا لیکن عورت نے اس امر کو مکروہ جانا کہ یہ بات اس کے ولی لوگوں کو معلوم ہو پس عورت مذکورہ نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اسی مرد مذکور کے ہاتھ میں دے دیا تو اس کا یہ نکاح جائز ہوگا اور اگر شوہر نے اس امر کو مکروہ جانا کہ گواہوں کے حضور میں اس کا نام لے تو اس کا کیا حیلہ ہے سو امام خصافؒ نے فرمایا کہ جب عورت نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اس مرد کو دیا اور دونوں نے باہم کسی قدر مہر پر اتفاق کیا تو شوہر خود

گواہوں کے حضور میں آ کر اُن سے کہے کہ میں نے ایک عورت سے اپنے ساتھ نکاح کرنے کو کہا اور اس کو اس قدر مہر دیا پس وہ اس امر سے راضی ہوئی اور اس نے اپنے اس کام کا اختیار مجھے دیا کہ میں اس سے نکاح کرلوں پس میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس عورت سے جس نے اپنے نکاح کا اختیار اس قدر مہر پر مجھے دیا ہے نکاح کیا پس دونوں کے درمیان نکاح منعقد ہو جائے گا بشرطیکہ مرد مذکور اس کا کفو ہو ایسا ہی امام خصافؒ نے اس حیلہ کو ذکر فرمایا ہے اور شیخ اجل شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ امام خصافؒ نے جواز نکاح کے واسطے اسی قدر شناخت پر اکتفا کیا ہے اور بعض مشائخ فرماتے تھے کہ یہ خصاف رحمتہ اللہ علیہ کی رائے ہے اور ایسے نکاح کے جائز ہونے میں کلام ہے اس وجہ سے کہ عورت مذکورہ اتنی بات سے شناخت میں نہیں آتی ایسا ہی مشائخ بلخ سے منقول ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصافؒ علم کی کان ہیں اور وہ ایسے شخص ہیں کہ ان کی پیروی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مناقبِ امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ میں مذکور ایک مسئلہ ☆

فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ دو بھائیوں نے دو بہنوں سے نکاح کیا پھر شب عروسی کی رات میں لوگوں نے نادانستگی میں ہر ایک کی جورو کو دوسرے کے پاس بھیج دیا اور آگاہ نہ ہوئے یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو یہ معاملہ امام اعظمؒ وابوحنیفہؒ کے پاس پیش کیا گیا تو فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک مرد اپنی منکوحہ کو ایک طلاق بائن دے دے پھر دونوں میں سے ہر ایک اس عورت سے نکاح کر لے جس کے ساتھ اس نے دخول کیا ہے اور مناقب ابوحنیفہ میں اس مسئلہ کا ذکر ہے ایک حکایت کے ساتھ کہ کوفہ کے بعض اشراف لوگوں میں یہ سانحہ واقع ہوا تھا حالانکہ انہوں نے طعام ولیمہ کی دعوت میں اُس زمانہ کے علماء کو بلایا تھا اور ان میں امام ابوحنیفہؒ بھی تھے اور اس زمانہ میں امام رحمہ اللہ نوجوان[1] آدمیوں میں شمار تھے پس سب علماء دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ ناگاہ عورتوں کا غل غپاڑا سنائی دیا تو دریافت کیا گیا کہ ان لوگوں کو کیا سانحہ پیش آیا پس لوگوں نے بیان کیا کہ شب زفاف میں لوگوں نے غلطی کھائی کہ دونوں بھائیوں میں سے غلطی سے ہر ایک کی منکوحہ دوسرے کے پاس بھیج دی اور ہر ایک نے اس عورت سے دخول کیا جو اس کے پاس بھیجی گئی تھی اور لوگوں نے کہا کہ عالم لوگ اس وقت دسترخوان پر تشریف رکھتے ہیں ان سے یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہئے پس ان سے دریافت کیا گیا تو امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ حکم دیا ہے کہ دونوں شوہروں میں سے ہر ایک پر اس عورت کا مہر لازم آیا جس کے ساتھ اس نے دخول کیا ہے اور ہر ایک عورت پر عدت واجب ہے پھر جب عدت گذر جائے تو اس کا شوہر اس کے ساتھ دخول کرے اور امام ابوحنیفہؒ دسترخوان کے کونے پر اپنی انگلی مارتے تھے اور خاموش تھے جیسے کوئی شخص متفکر ہوتا ہے پھر اتنے میں جو شخص امام ابوحنیفہ کے پہلو میں بیٹھا تھا اُس نے یہ حالت دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر آپ کے پاس اس معاملہ میں کوئی اور حکم ہو تو اس کو ظاہر کیجئے تو امام سفیان ثوریؒ یہ بات سن کر غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ معاملہ وطی شبہہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے بعد ان کے پاس کیا حکم ہوگا پھر امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ دونوں شوہروں کو میرے پاس بلاؤ پس دونوں بلائے گئے پس دونوں سے پوچھا کہ آیا تجھ کو وہ عورت پسند ہے جس سے تو نے زفاف کیا ہے تو ہر ایک نے کہا کہ ہاں پھر ہر ایک سے کہا کہ تو اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دے دے پھر اس کے بعد ہر ایک کے ساتھ اسی عورت کا نکاح کر دیا جس کے ساتھ اس نے دخول کیا تھا اور کہا کہ اب اپنی اپنی مدخولہ جورو کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ تم میں برکت کرے پھر سفیان ثوریؒ نے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا تو ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے ایسی بات کی کہ جو سب سے بہتر ہے کہ جس سے باہمی اچھی محبت برادرانہ باقی رہے گی اور کسی طرح کی عداوت نہ ہوگی تم یہ نہیں دیکھتے ہو کہ اگر دونوں میں سے ہر ایک اس امر پر صبر کرتا کہ عدت گذر جائے پھر اس کو اپنی جورو بنائے تو کیا اس کے دل میں یہ خیال نہ رہتا کہ میری اس

[1] قولہ نوجوان الخ اور بعض نے اس مقام پر یہ بھی زیادہ کیا کہ سفیان ثوری بوڑھے تھے اور یہ تاریخ سے جہل ہے کیونکہ سفیان امام سے چھوٹے ہیں فافہم ۱۲

جورو کے ساتھ میرے بھائی نے دخول کیا ہے سو میں نے یہ کیا کہ ہر ایک سے اس کی منکوحہ کو طلاق دلوادی اور چونکہ ان ؓ نے اپنی منکوحہ کے ساتھ دخول نہیں کیا اور نہ خلوت واقع ہوئی اور نہ اُس پر طلاق کی عدت لازم آئی پھر میں نے ہر ایک کو اسی عورت کے ساتھ تزویج کیا جس سے اس نے دخول کیا ہے اور وہ اس کی معتدہ ہے اور اس کی عدت اس کے نکاح سے مانع نہیں ہے پس ہر ایک اپنی جورو کو لے کر خوش خوش چلا گیا پس اہل علم نے امام ابوحنیفہؒ کی فطانت اور حسن تامل سے تعجب کیا اور اس حکایت میں اس مسئلہ کی فقاہت کا بیان ہے جس پر کتاب کو ختم کیا ہے کذانی المبسوط۔

ساتویں فصل ☆

در طلاق

ایک مرد نے اپنی جورو کو لکھا کہ میری ہر جورو سوائے تیرے اور سوائے فلانہ عورت کے مطلقہ ہے پھر فلانہ عورت کا ذکر محو کیا اور خط کو اپنی جورو کے پاس روانہ کیا تو فلانہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اور مطلقہ ثلثہ کے واسطے یہ حیلہ جیدہ ہے کہ جب ایسی عورت کو جس کو تین طلاق دی گئی ہیں یہ خوف ہوا کہ حلالہ کرانے میں دوسرا شوہر اس کو رکھ لے گا اور طلاق نہ دے گا تو جس مرد سے تحلیل یعنی حلالہ کرانا منظور ہے اس سے قبل نکاح واقع ہونے کے کہا جائے[1] کہ تو کہہ کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور ایک دفعہ تیرے ساتھ وطی کروں تو پھر تجھ پر تین طلاق ہیں پس جب ایسا کہے گا تو بعد نکاح اور ایک مرتبہ وطی واقع ہونے کے بعد ہی وہ مطلقہ ہو جائے گی اور چھٹکارا حاصل ہو جائے گا اور دوسرا حیلہ[2] اصل مسئلہ میں یوں ہے کہ عورت مذکورہ مرد حلالہ کرنے والے سے کہے کہ میں نے اپنے تئیں تیرے نکاح میں اس شرط سے دیا کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ میں ہے جب چاہوں گی اپنے آپ کو طلاق دے دوں گی پھر وہ مرد اس کو قبول کرلے تو عورت مذکورہ کو اختیار طلاق حاصل ہو جائے گا جب چاہے گی اپنے آپ کو طلاق دے دے گی اور اگر محلل یعنی حلال کرنے والے مرد نے ابتدا سے یوں کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار میں ہے جب چاہے تو اپنے تئیں طلاق دے دے پس عورت نے اس کو قبول کیا تو کار طلاق اس عورت کے اختیار میں نہ ہوگا لیکن اگر شوہر محلل نے اس طرح کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار میں بعد میرے تجھ سے نکاح کرنے کے ہے جب چاہے تو اپنے آپ کو طلاق دے دے پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو عورت مذکورہ کا کار طلاق اس کے اختیار میں ہو جائے گا۔

ایک عورت نے جس کو تین طلاق دی گئی ہیں چاہا کہ حلالہ کرا کر پہلے خاوند کے پاس جائے مگر اس کو یہ امر گراں گذرتا ہے کہ کسی مرد سے نکاح کرے اور یہ مشتہر ہو کہ یہ وہی عورت ہے جس نے حلالہ کرایا ہے تو اس کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ اگر اس عورت کے پاس مال ہو تو اس مال میں سے ایک مملوک کا ثمن کسی ایسے شخص کو جس پر اس کو اعتماد ہو ہبہ کر دے پھر موہوب لہ اس ثمن کے عوض ایک غلام صغیر قریب بلوغ جو عورت سے جماع کرنے کے لائق ہو خرید دے پھر وہ اس غلام کو اس عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے اور یہ عورت اس کے ساتھ دو گواہان عادل کے سامنے نکاح کرے پھر جب یہ غلام اس کے ساتھ دخول کرلے تو مولائے غلام مذکور اس غلام کو اسی عورت کو ہبہ کرے اور یہ عورت اس کو قبول کر کے قبضہ کرلے پس نکاح ٹوٹ جائے گا پھر جب عدت پوری ہو

---

[1] لیکن ایسے حلالہ کرنے والے پر شرع میں نفرین آئی ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ مرد سے اختیار دلوایا جائے کہ جب کبھی وہ چاہے اس کا امر اس کے ہاتھ ہے ۱۲

[2] یہ حیلہ اس زمانے میں ایسے لوگوں کے واسطے بہت مفید ہے جو نکاح کر کے چند روز کے بعد مفقود ہو جاتے ہیں اور وہ عورت نہایت متحیر ہوتی ہے پس اگر نکاح کے وقت یہ طے کرلیا جائے تو ایسے وقت میں عورت اپنے آپ کو طلاق دے لے منہ

جائے تو نکاح صحیح کر کے اپنے خاوند اوّل کے پاس واپس جائے اور اس غلام کو کسی دوسرے شہر میں واپس دور بھیج دے کہ وہاں فروخت کیا جائے پس اس کا بھید پوشیدہ رہے گا ایسا ہی اس حیلہ کو امام خصافؒ نے ذکر فرمایا ہے اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کو طلاق دے مگر طلاق واقع نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ طلاق میں استثنا کرے یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہے لیکن یہ چاہئے کہ لفظ استثنا زبان سے کہے اور طلاق کے الفاظ سے ملا ہوا کہے (یعنی تجھ پر طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ) جدا کر کے نہ کہے کہ جدا کیا ہوا استثناء کار آمد نہیں ہوتا ہے جیسے کہ اگر اس نے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا تو وہ کار آمد نہیں ہے اور استثناء کا مسموع ہونا آیا شرط ہے یا نہیں ہے سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ شرط نہیں ہے صرف یہ شرط ہے کہ حروف ٹھیک ہوں اور الفاظ زبان سے برآمد ہوں اور بعض نے کہا کہ مسموع ہونا شرط ہے اور یہ مسئلہ کتاب الطلاق میں مذکور معروف ہے پھر جب کہ طلاق یا عتاق کے ساتھ لفظ استثناء کو متصل کیا تو جس عورت کو طلاق دی یا جس مملوک کو آزاد کیا ہے اس کو طلاق دہندہ[1] یا آزاد کنندہ کہا جائے گا یا نہیں سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے حالانکہ بالاتفاق طلاق یا عتاق کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوا پس اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ واللہ میں آج کے روز اپنی جورو کو ایک طلاق یا تین طلاق دوں گا پس اُسی روز اس عورت سے کہا کہ تجھ پر تین طلاق ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یا کہا کہ تجھ پر تین طلاق بعوض ہزار درم کے ہیں پس عورت نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتی ہوں تو اس شخص کی قسم پوری ہو جائے گی اور اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اور اسی کو مشائخ بلخ نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے حتیٰ کہ امام اعظمؒ سے صریح اس طرح مروی ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ واللہ آج کے روز اپنی جورو کو تین طلاق دوں گا یا کہا کہ ایک طلاق دوں گا تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ اس سے کہے کہ تجھ کو طلاق ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے یا کہے کہ تجھ پر تین طلاق بعوض ہزار درم کے ہیں اور عورت اس کو قبول نہ کرے پس وہ مرد اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اور اس کی قسم پوری ہو جائے گی اور اسی طرح اگر فروخت کرنے کی قسم کھائی تو بطور بیع فاسد فروخت کر دے کہ قسم اتر جائے گی پس اُس کا فروخت کنندہ ہونا اور موجب ملک ہونا اعتبار کیا جائے گا اگرچہ ملک ثابت نہیں ہوئی پس ایسا ہی طلاق میں استثنا ہونے کی صورت میں بھی وہ طلاق دہندہ اعتبار کیا جائے گا اگرچہ اس سے طلاق واقع نہ ہوگی اور ہمارے مشائخؒ فرماتے ہیں کہ وہ طلاق دہندہ نہ ہوگا اور اس کو انہوں نے ظاہر الروایۃ کا حکم قرار دیا ہے اور نیز مسئلہ متقدمہ ہیں فرمایا کہ قسم کھانے والا اپنی قسم میں ظاہر الروایۃ کے موافق سچا نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں آج تجھے تین طلاق نہ دوں تو تجھ پر تین طلاق ہیں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس سے کہے تجھ پر تین طلاق بعوض اس قدر مال کے ہیں اور عورت اس کو قبول نہ کرے پس ایک روایت کے موافق امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنی جورو کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے انکار کیا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ ایسے گھر میں داخل ہو جہاں اس کا شوہر ہے پس اس کے شوہر سے کہا جائے کہ تو نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس گھر میں ہے پس وہ کہے گا کہ میری کوئی جورو اس گھر میں نہیں ہے پس اس سے کہا جائے کہ تیری ہر عورت جو اس دار میں ہو اس کو طلاق ہے پس جب وہ ایسا حلف کرے تو عورت مذکورہ ظاہر ہو جائے پس اس کی طلاق ظاہر ہو جائے گی۔ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں شخص سے کلام نہ کرے گا اور اگر اس سے کلام کرے تو اس کی جورو پر تین طلاق ہیں تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ جورو کو ایک طلاق بائن دے دے اور اُس کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے پھر فلاں شخص[2] سے کلام کرے پھر اس کے بعد اس عورت سے نکاح کر لے یہ سراجیہ میں ہے۔

(۱) یعنی وہ شخص ایسا کرنے والا ہوگا یا نہ ہوگا ۱۲ منہ

(۲) اور قسم کا کفارہ ادا کرے گا ۱۲

آٹھویں فصل ☆

خلع [1] کے بیان میں

امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھ پر تین طلاق ہیں اگر تو مجھ سے خلع کی درخواست کرے اگر میں تجھ سے خلع نہ کروں اور عورت مذکورہ نے اپنے مملوکوں کے آزاد ہو جانے پر اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی اگر اس سے رات ہونے سے پہلے خلع نہ مانگے پھر مرد مذکور امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے دریافت کیا تو امامؒ نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو اس سے خلع کی درخواست کر پس اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تجھ سے درخواست کرتی ہوں کہ تو مجھے خلع کر دے پس امام ابوحنیفہؒ نے اس کے شوہر سے فرمایا کہ تو کہہ کہ میں نے تجھے ہزار درم پر خلع دیا کہ تو ان ہزار درم کو مجھے دے پس اس کے شوہر نے یوں ہی کہا پھر امام ابوحنیفہؒ نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو کہہ میں اس کو نہیں قبول کرتی ہوں پس عورت مذکورہ نے اس سے کہا کہ میں اس کو نہیں قبول کرتی ہوں پھر امامؒ نے دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں میاں و بیوی جاؤ تم دونوں کی قسم اتر گئی اور دوسرا حیلہ جب کہ عورت مذکورہ نے اپنے مملوکوں کے آزاد ہو جانے اور اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی ہے تو عورت مذکورہ کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اس سب کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جس پر اس کو اعتماد [2] ہو پھر وہ تمام دن گذر جائے اور رات ہونے سے پہلے شوہر سے خلع کی درخواست نہ کرے یہاں تک کہ جب رات آئے گی تو اس کی قسم اتر جائے گی مگر قسم کی جزا کچھ نہ ہوگی اس واسطے کہ اس کی ملک میں کچھ مال ہی نہیں ہے پھر اس کے بعد مشتری سے بیع کا اقالہ کر لے یہ محیط میں ہے۔

نویں فصل ☆

قسموں کے بیان میں

ایک مرد نے قسم کھائی کہ کوفہ میں تزوج نہ کرے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مرد مذکور اور عورت کا ولی دونوں کوفہ سے باہر جا کر عقد نکاح قرار دیں اور ایجاب و قبول مع گواہوں کے پورا ہو جائے پس وہ مرد اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ مرد مذکور کسی مرد کو وکیل نکاح کر دے پھر وکیل اور عورت دونوں کوفہ سے باہر چلے جائیں اور وہاں جا کر عقد نکاح قرار دیں تو موکل مذکور اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور معتبر اس باب میں وکیل [3] کا حانث ہونا ہے نہ موکل کا۔ اگر ایک مرد نے قسم کھائی کہ بخارا میں اپنی عورت کو طلاق نہ دے گا تو بقیاس مسئلہ نکاح مذکورۂ بالا کے یہ حیلہ ہے کہ خود بخارا سے باہر جا کر اس کو طلاق دے یا کسی کو وکیل کر دے کہ وہ بخارا سے باہر جا کر اُس کو طلاق دے دے پس قسم کھانے والا حانث نہ ہوگا۔ ایک شخص نے سفر کا قصد کیا پس اُس کی جورو نے اس سے قسم چاہی [4] کہ ہر باندی جس کو وہ خریدے وہ آزاد ہے پس اگر عورت مذکورہ نے اس کو اس طور پر قسم دلائی تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قسم کے جواب میں کہے کہ ہاں اور اس ہاں کہنے سے دل میں کوئی خاص شہر یا گاؤں مراد لے پس جب اس طرح ارادہ نیت میں کر لیا پس اس شہر یا گاؤں کے سوائے دوسری جگہ باندی خریدے تو وہ آزاد نہ [ل] ہو جائے گی اور اس مسئلہ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے

ل قال المترجم بعض علماء کے نزدیک قسم کا مدار قسم دلانے والے کی نیت کے موافق ہوتا ہے اور میرے نزدیک تفصیل اصح ہے یعنی ظالم ہو تو مظلوم کی نیت پر ہے اور مظلوم ہو تو اس کی نیت پر ہے واللہ اعلم ۱۲

(۱) یعنی مسائل خلع میں حیلہ کرنے کے بیان میں ۱۲ منہ

(۲) یعنی یہ اعتماد ہو کہ وہ بیع کا اقالہ کر دے گا ۱۲ منہ

(۳) اور وکیل نے اس صورت میں قسم نہیں توڑی کہ باہر چلا گیا ہے ۱۲ منہ

(۴) یعنی عورت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی باندی نہ خریدے شاید کہ اس کو ام ولد بنا دے ۱۲ منہ

کو قسم دلائی اور اس دوسرے نے اس کے جواب میں کہا کہ ہاں تو یہ کافی ہے اور یہ شخص اس قسم کے ساتھ جو اس کو دلائی ہے قسم کھانے والا ہو جائے گا حالانکہ یہ صورت ایسی ہے کہ اس میں متاخرین مشائخؒ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ہاں کر دینا کافی نہیں ہے بلکہ قسم کی تصریح کرنی ضروری ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہاں کر دینا کافی ہے اور یہی مسئلہ مذکورہ اس پر دلیل ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں ایسا کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور میرا تمام مال جس کا میں مالک ہوں سب صدقہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ یہ سب مال ایسے شخص کو جس پر اس کو اعتماد ہو ہبہ کر دے اور اس کے سپرد کر دے پھر اس فعل کو کرے پھر جس کو ہبہ کیا ہے اس سے ہبہ سے رجوع کر کے واپس لے۔ ایک شخص نے یہ چاہا کہ اپنی باندی کو مکاتب کر دے اور اس سے وطی بھی کرے تو وہ شخص اس باندی کو اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کر دے پھر اس سے نکاح کر لے بشرطیکہ اس کے نکاح میں کوئی عورت حرہ نہ ہو پھر اس سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ آزاد ہو گی یہ سراجیہ میں ہے

عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنے غلام کو مدبر کرے لیکن اس طرح مدبر کرے کہ اس کو اس غلام کے فروخت کا بھی اختیار رہے تو اس غلام سے یوں کہے کہ اگر میں ایسی حالت میں مروں کہ تو میری ملک میں ہو تو آزاد ہے تو یہ جائز ہے اور جب وہ مر گیا تو غلام مذکور آزاد ہو گا ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ ایسے مدبر کی بیع جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید کے عمرو پر سو درم قرضہ ہوں پس زید نے کہا کہ اگر میں آج کے روز ان سو درم کو متفرق لوں تو میرا غلام آزاد ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ سو درم مذکور میں سے کوئی ٹکڑا متفرق لے یا اکٹھا لے لے اور اگر اُس نے کہا کہ اگر میں نے آج کے روز اُن سو درم کو سوائے اکٹھا کے وصول کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے اکٹھا سو درم وصول کئے لیکن اس میں کوئی درم ستوق پایا اور چاہا کہ اس کو بدل لے اور قسم جھوٹی نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس کو دوسرے روز بدل لے پس قسم جھوٹی نہ ہو گی اسی طرح اگر اس نے بالکل تبدیل ہی نہ کیا تو بھی قسم جھوٹی نہ ہو گی لیکن اگر اس نے اسی روز اُس درم کو بدل یا تو قسم جھوٹی ہو جائے گی۔ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں سے اپنا حق لے لے گا یا وصول کر لے گا پھر اس کو یہ مصلحت پیش آئی کہ خود اس سے نہ وصول کرے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ کسی دوسرے کو وکیل کر دے کہ وہ اس سے وصول کر لے پس قسم جھوٹی نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر اس کو یہ مصلحت پیش آئی کہ جس فلاں سے لینے کی قسم کھائی ہے اس کے ہاتھ سے وصول نہ کرے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس فلاں کے وکیل کے ہاتھ سے وصول کر لے تو بھی قسم جھوٹی نہ ہو گی اسی طرح اگر اس نے ایسے شخص کے ہاتھ سے وصول کیا جس نے فلاں مذکور کی طرف سے اس کے حکم سے مال مذکور کی کفالت کی ہے یا ایسے شخص سے وصول کیا جس پر فلاں مذکور نے یہ مال اترا دیا ہے تو بھی قسم پوری ہو گی ایسا ہی امام قدوریؒ نے ذکر فرمایا ہے اور عیون میں ایک مسئلہ مذکور ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی قسم جھوٹی ہو جائے گی اور اس کی صورت یوں مذکور ہے کہ زید نے قسم کھائی کہ آج کے روز اپنا قرضہ سے اپنے قرض دار عمرو سے وصول نہ کرے گا پھر اسی روز عمرو کے وکیل سے وصول کیا تو قسم جھوٹی ہو جائے گی اور اگر مطوع [(۱)] سے وصول کیا تو جھوٹی نہ ہو گی اسی طرح اگر قرض دار کے کفیل سے یا ایسے شخص سے جس پر قرض دار نے اترا دیا ہے وصول کیا تو بھی قسم جھوٹی نہ ہو گی اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر قرض دار نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص کو اس کا حق [(۲)] دے دوں گا پس اس نے اپنے وکیل کو ادا کرنے کا حکم دیا یا کسی پر اترا دیا جس سے قرض خواہ نے وصول کر لیا تو قرض دار مذکور کی قسم پوری ہو جائے گی اور اگر قرض دار مذکور کی طرف سے کسی شخص نے بطور احسان کر دیا تو قرض دار مذکور کی قسم جھوٹی ہو جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ یہ فعل بنفس خود کروں گا تو قضاءً و دیانۃً اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور نیز قدوری میں لکھا ہے کہ اگر قرض دار نے قسم کھائی کہ اس کو نہ دے گا پھر اس کو ان صورتوں میں سے کسی صورت سے دیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر

(۱) کوئی غیر احسان کرنے والا ۱۲ منہ (۲) یعنی کسی نے بطور احسان عمرو کا قرضہ ادا کر دیا ۱۲ منہ (۳) یعنی آج کے روز مثلاً

اس نے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ میں خود بنفسہ اس کو نہ دوں گا تو قضاءً اُس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے گی اور کوئی تفصیل نہیں فرمائی اور صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی اسباب چکایا اور بائع نے بارہ درم سے کم کے عوض دینے سے انکار کیا پس مشتری نے کہا کہ اُس کا غلام آزاد ہے اگر وہ بارہ درم کو خریدے پھر مشتری مذکور کی رائے میں آیا کہ اس کو خریدے تو یہ حیلہ کرنا چاہئے کہ اس کو گیارہ درم و ایک دینار کے عوض خریدے یا بائع [1] اس کو گیارہ درم و ایک کپڑے کے عوض فروخت کرے اور قسم میں حانث نہ ہوگا اور یہ جو مذکور ہوا یہ جواب قیاس ہے اور موافق حکم استحسان کے وہ شخص حانث ہو جائے گا چنانچہ امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نہ کرے گا الا جب کہ دس سے اکثر یا زائد کے عوض ہو پھر اس کو نو درم و ایک دینار کے عوض فروخت کیا تو قیاساً حانث نہ ہوگا اور استحساناً حانث ہوگا اور اس صورت میں امام محمدؒ نے یہ صورت ذکر نہیں فرمائی کہ اگر اس نے نو درم اور ایک کپڑے کے عوض فروخت کیا تو کیا حکم ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ قیاساً و استحساناً قسم میں حانث ہوگا اس واسطے کہ درم و کپڑا قیاساً و استحساناً دو جنس مختلف ہیں پس کپڑے کے ساتھ ملانے سے درموں میں زیادتی نہ ہو جائے گی پس ایسی بیع قسم مذکور سے مستثنیٰ نہ ہو گی بلکہ قیاساً و استحساناً قسم کی تحت میں داخل ہوگی اور اگر یوں قسم کھائی کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نہ کرے گا حتیٰ کہ زیادہ کیا جائے پھر اُس کو ضرورت پیش آئی کہ غلام مذکور کو فروخت کرے اور اس نے کوئی ایسا مشتری نہ پایا جو اُس کو دس درم سے زیادہ دے تو فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ نو درم کے عوض فروخت کرے اور قسم میں حانث نہ ہوگا حالانکہ چاہئے یہ ہے کہ حانث ہو جائے اس واسطے کہ اس نے اپنی پوری قسم یہ ٹھہرائی ہے کہ دس درم سے زائد کے عوض فروخت کرے گا حالانکہ یہ حانث پائی نہیں گئی پس قسم باقی رہی پس واجب ہوا کہ حانث ہو جائے جیسے کہ دس درم کے عوض فروخت کرنے کی صورت میں ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حانث ہونا بقائے قسم پر نہیں آتا ہے بلکہ شرط حانث ہونے کی جب پائی جائے تو حانث ہوتا ہے لیکن اس شرط کا پایا جانا بھی ایسی حالت میں ہونا چاہئے کہ جب قسم باقی ہو پس درصورتیکہ اس نے نو درم کے عوض فروخت کیا ہے تو حانث ہونے کی شرط نہ پائی گئی جیسا کہ اوپر بیان گذرا پس حانث ہونے کی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے حانث نہ ہوگا اور یہ وجہ نہیں ہے کہ قسم نہیں باقی رہی ہے اور درصورتیکہ اُس نے دس درم کے عوض فروخت کیا تو حانث ہونے کی شرط پائی گئی درحالیکہ قسم بھی باقی ہے پس حانث ہوگا اور یہ سب جامع سے منقول ہے اور اس میں سے مسئلہ اخیرہ کو ہشام نے اپنی نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ قیاس یہ ہے کہ حانث نہ ہو اور ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر یہ قسم کھائی کہ فلاں شخص کے ہاتھ یہ کپڑا ثمن کے عوض یا ابد فروخت نہ کرے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ فلاں مذکور اور کسی دوسرے [2] کے ہاتھ فروخت کرے پس اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ کسی اسباب کے عوض فروخت کرے اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ کسی شخص کو وکیل کر دے کہ وہ وکیل اس کو اس شخص کے ہاتھ جس کے ہاتھ فروخت نہ کرنے کی قسم کھائی ہے فروخت کرے تو حانث نہ ہوگا چنانچہ ایمان[1] الاصل میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ خرید و فروخت نہ کرے گا پس اس نے دوسرے آدمی کو وکیل کر دیا کہ خرید و فروخت کر دے تو حانث نہ ہوگا لیکن اگر یہ شخص قسم کھانے والا السلطان ہو کہ ایسے امور کا بنفس خود متولی نہیں ہوتا ہے تو وکیل کر کے خرید و فروخت کرنے سے بھی حانث ہو جائے گا اور یہ مسئلہ معروف ہے اور حیلہ دیگر آنکہ جس کے ہاتھ فروخت نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اس کے ہاتھ کوئی فضولی [3] فروخت کرے پھر مالک کو خبر دے پھر مالک یعنی قسم کھانے والا اس کی بیع کی

---

[1] قال المترجم باب قسم میں جو کچھ مذکور ہے وہ ٹھیک ہے اور اس حیلہ میں تامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ (۱) یعنی اگر بائع نے قسم کھائی ۱۲

(۲) دونوں کے ہاتھ ۱۲ (۳) یعنی جو وکیل وغیرہ نہیں ہے ۱۲

اجازت دے دے تو بھی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے یہ غلام خرید کیا تو وہ آزاد ہے پھر اس کی رائے میں یہ آیا کہ اس غلام کو خرید کرنا چاہئے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس شرط سے خریدے کہ اس بیع میں بائع کو خیار حاصل ہے پس قسم میں حانث نہ ہوگا اور حیلہ دیگر بنا بر قول امام اعظمؒ کے یہ ہے کہ اس شرط سے خریدے کہ مشتری کو اس میں خیار ہے کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک خیار مشتری اس امر سے مانع ہوتا ہے کہ مبیع ملک مشتری میں داخل ہو پس محض خرید کرتے ہیں غلام مذکور مشتری کی طرف سے آزاد نہ ہو جائے گا مگر قسم (۱) اتر جائے گی کذا فی المحیط۔

اگر ایک شخص نے قسم اُٹھائی کہ اگر مذکورہ غلام کو میں نے خریدا تو وہ آزاد متصور ہوگا ☆

ایسا ہی امام خصافؒ نے اس حیلہ کو بیان کیا ہے مگر اس میں ایک طرح کا شبہہ ہے کیونکہ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں اس غلام کو خریدوں تو یہ آزاد ہے پھر اس کو اس شرط سے خریدا کہ اس کو خیار حاصل ہے تو آزاد ہو جائے گا اور اس میں کوئی اختلاف بیان نہیں فرمایا اور ہمارے مشائخ نے سب اماموں کے نزدیک مسئلہ مذکورہ میں یہی حکم نکالا ہے کہ وہ آزاد ہو جائے گا چنانچہ مشائخ نے فرمایا کہ صاحبینؒ کے نزدیک ظاہر ہے کہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک مشتری کا خیار ہونا اس امر سے مانع نہیں ہوتا ہے کہ مبیع ملک مشتری میں داخل ہو پس شرط عتق ایسی حالت میں پائی گئی کہ غلام خرید کرنے سے بڑھ کر اس کی ملک میں بھی موجود ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس وجہ سے آزاد ہو جائے گا کہ مشتری کا خیار شرط اگرچہ مبیع ملک مشتری میں داخل ہونے سے مانع ہے لیکن آزاد ہونا ملک پر معلق نہیں ہے بلکہ خریدنے پر معلق کیا گیا ہے اور جو چیز کسی شرط (۲) پر معلق ہو وہ شرط پائی جانے کے وقت ایسی ہی ہے جیسے بدون شرط کے محض مرسل آزاد (۳) کیا مثلاً پس گویا اس نے یہ کہا کہ بعد خرید کے یہ غلام آزاد ہے اور حیلہ دیگر آنکہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ شریک ہو کر اس غلام کو خریدے اور حیلہ دیگر آنکہ اس غلام کے سو حصوں میں سے ننانوے اپنے واسطے خریدے اور باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر کے واسطے یا اپنی جورو کے واسطے جورو کے حکم سے خریدے یا اس میں سے ننانوے حصے اپنے واسطے خرید لے اور باقی حصہ کی نسبت بائع اقرار کر دے کہ یہ حصہ اس مشتری کی ملک ہے اور علیٰ ہذا اگر کسی دار کی نسبت یوں ہی کہا کہ اگر میں اس دار کو خریدوں (۴) تو چنین و چنان ہے پھر اس دار کے سو حصوں میں سے ننانوے حصے اپنے واسطے خریدے اور باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر یا جورو کے واسطے خرید دے تو بھی حانث نہ ہوگا اور اگر حصہ باقی اس کو ہبہ کیا گیا تو غلام وغیرہ کے مانند چیزوں میں جو محتمل تقسیم نہیں ہیں یہ ہبہ صحیح ہو جائے گا اور جو محتمل تقسیم ہیں جیسے دار وغیرہ یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا لیکن دونوں صورتوں میں وہ شخص اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوع دیگر کھانے کی صورتوں میں اگر ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو نے اس گردہ نان میں سے کھایا تو تجھے طلاق ہے تو ایسا حیلہ کہ وہ عورت اس گردۂ نان کو کھائے اور اس پر طلاق واقع نہ ہو امام اعظمؒ سے اس طرح روایت کیا گیا ہے کہ عورت مذکورہ کو چاہئے کہ اس روٹی کو چور کر کے شوربے میں ڈال کر خوب پکائے کہ بالکل اس میں مل جائے یعنی مثل لیپی کے ہو جائے پھر اس کو کھائے تو مرد حانث نہ ہوگا اور قدوری میں ایک اور حیلہ بتلایا ہے کہ اگر اس کو خشک کر کے چور کر ڈالے پھر پانی کے ساتھ پی جائے تو مرد حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے ترکہ کے اس کو کھالیا تو حانث ہوگا اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں شخص مثلاً زید کا اناج نہ کھائے گا پھر قسم کھانے والے کو ضرورت پیش آئی کہ اس کا اناج کھائے تو چاہئے کہ یہ حیلہ کرے کہ زید اس اناج کو جو مہیا کیا تھا اس حالف کے ہاتھ فروخت کر دے پھر حالف اس کو کھائے تو حانث نہ ہوگا اسی طرح اگر زید

(۱) پھر جب خرید کی اجازت دے گا تو اس قسم ہی باقی نہ ہوگی پس آزاد نہ ہوگا ۱۲ منہ (۲) یعنی آزاد ہونا بشرط خرید ۱۲
(۳) یوں ہی آزاد کیا کسی شرط وغیرہ سے معلق نہ کیا ۱۲ (۴) یعنی اس کا غلام آزاد ہے اور اس کا مال صدقہ وغیرہ ہے ۱۲

نے اس کو یہ ہدیہ دے دیا پھر حالف نے اس کو کھایا تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ بیع کر دینے اور ہدیہ دے دینے سے یہ اناج اس کی ملک ہوگیا پس اس نے اپنا اناج کھایا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصافؒ نے اس مقام پر اناج کی بیع مطلقاً جائز فرمائی ہے حالانکہ یہ بیع اس طور سے جائز ہے کہ یہ اناج مشار الیہ [1] ہو یا بائع کسی مقام کی طرف اشارہ کر لے کہ فلاں اس خرمن کا یا اُس کھیت کا اناج یا اس کے مثل کسی طور سے اُس کو معرفہ کر دے اور اگر اس نے مطلقاً رکھا تو بیع جائز نہ ہوگی ایک شخص نے ایک لقمہ اُٹھا کر اپنے منہ میں لیا تا کہ اس کو کھائے پس زید نے قسم کھائی کہ اگر تو نے یہ لقمہ کھالیا تو زید کی جورو پر طلاق ہے اور عمرو نے یوں قسم کھائی کہ اگر تو نے یہ لقمہ اگل ڈالا تو عمرو کی جورو پر طلاق ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ تھوڑا لقمہ کھالے اور تھوڑا اگل دے پس دونوں قسم کھانے والوں میں سے کوئی حانث نہ ہوگا اور اگر لقمہ منہ میں لینے والے نے ہنوز کچھ نہ کیا ہو یہاں تک کہ بکر نے آ کر اس کے منہ سے لقمہ نکال کر زمین پر ڈال دیا پس اگر بکر نے زبردستی نکال لیا ہے اور جس کے منہ میں ہے وہ اس کو منع کرتا ہے اور روکے جاتا ہے حتیٰ کہ بکر اُس پر غالب آیا اور اُس نے نکال لیا تو بھی دونوں قسم کھانے والوں میں سے کوئی حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

نوع دیگر زید نے قسم کھائی کہ اگر وہ اس عورت کو نفقہ دے تو اس پر[ا] طلاق ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس عورت کو کچھ مال ہبہ کر دے تا کہ وہ اس میں سے اپنے نفقہ میں خرچ کرے یا اس کے ہاتھ مال فروخت کر دے یا اس سے کسی چیز کو بعوض مال [2] کے خریدے یا کوئی چیز اس سے کرایہ پر لے اور مال کرایہ پر دے دے کہ وہ اس مال کو اپنے نفقہ میں خرچ کرے پس زید حانث نہ ہوگا اسی طرح اگر اس کو کوئی دکان مثلاً ہبہ کر دی جس کے کرایہ سے وہ اپنا گذارہ کرے یا بہت تھوڑے کرایہ پر اس کو دکان کرایہ پر دے دی۔ تا کہ اس نے دکان کو کرایہ پر چلا کر اس کے کرایہ سے اپنا نفقہ چلایا تو بھی حانث نہ ہوگا اور وجہ دیگر آنکہ عورت مذکورہ اپنے شوہر کو اجارہ پر مقرر کر لے کہ اس قدر ماہواری اس کو دے گی اور شوہر اس کے واسطے انواع تجارت میں کوشش کرے پس شوہر کی کمائی تجارت کی اس عورت کی ہوگی کہ جس میں سے اپنے نفقہ میں اور اپنے شوہر کے نفقہ میں خرچ کرے گی اور یہ حیلے ظاہر ہیں اور مسائل نفقہ کی جنس سے وہ مسئلہ ہے جو حیل الاصل میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو مال دیا پھر زید نے کہا کہ اگر تو اس مال کو سوائے اپنے اہل و عیال کے خرچ کرے تو زید کی جورو پر طلاق ہے پھر عمرو نے چاہا کہ اس مال سے اپنا قرضہ جو اس پر آتا ہے ادا کرے اور باقی اپنے اہل و عیال کے خرچہ میں صرف کرے پس آیا زید حانث ہوگا یا نہ ہوگا سو فرمایا کہ نہیں حانث ہوگا جب تک کہ عمرو کل مال مذکور کو اہل و عیال کے سوائے دوسری جگہ خرچ نہ کرے یہ محیط میں ہے۔ شیخ الاسلام ابوالحسن سے دریافت کیا گیا کہ زید کی دو جورو ہیں ایک ہندہ اور دوسری صالحہ پس ایک نے مثلاً ہندہ نے اس سے کہا کہ صالحہ کو طلاق دے دے اور زید کو بہت تنگ کیا کہ زید نہایت مجبور ہوا حالانکہ زید کی نیت میں نہیں ہے کہ وہ صالحہ کو طلاق دے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ صالح کے نام کی دوسری عورت سے نکاح کرے پھر ہندہ سے کہے کہ میں نے اپنی جورو صالحہ کو طلاق دی اور اس سے مراد وہ عورت لے جس سے بالفعل نکاح کیا ہے اور وجہ دیگر یہ ہے کہ اس عورت اور اس کے باپ کا نام اپنی بائیں ہتھیلی پر لکھے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اس لکھی ہوئی کی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ میں نے اس فلانہ بنت فلاں کو طلاق دی پس ہندہ کو وہم ہوگا کہ اُس نے اسی عورت کو طلاق دے دی جس کی طلاق کی ہندہ نے درخواست کی تھی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر یاک جماعت چند آدمیوں کی ایک شخص کے پاس گھس گئی اور اس کا سب مال لے لیا اور اُس کو قسم دلائی کہ کسی کو ان کے نام کی خبر نہ دے تو ناموں سے آگاہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس شخص سے کہا جائے کہ ہم تیرے سامنے بہت سے نام والقاب

ا یا کسی دوسری عورت کو نفقہ دینے پر اپنی عورت کی ولادت کی قسم کھائی ۱۲ منہ (۱) یعنی اشارہ کر کے

(۲) یعنی دوسرے کی چیز ہزار روپیہ کو خریدے ۱۲ منہ

بیان کرتے ہیں پس جو شخص ان چوروں میں سے نہ ہو اس کے نام پر تو نہیں کرنا اور جب ہم چور کا نام لیں تو خاموش ہو جانا یا کہنا کہ میں کچھ نہیں جانتا ہوں پس اس طریقہ سے بھید ظاہر ہو جائے گا اور وہ شخص اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا۔ ایک شخص کو معلوم ہوا کہ امیر شہر کا ارادہ ہے کہ اس سے قسم لے کہ وہ سلطان کی مخالفت[1] نہ کرے گا تو اس کو چاہئے کہ اپنی بائیں ہتھیلی پر وہ بادشاہ کو لکھے پھر جب اس سے قسم لی جائے کہ اگر تو اس بادشاہ کی مخالف کرے تو تیرے مملوک آزاد ہیں یا تیری عورتوں پر طلاق ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی قسم کھانے کے وقت اس بادشاہ کی طرف اشارہ کرے جو اس کی بائیں ہتھیلی پر لکھا ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو جبہ کی آستین میں اندر رکھے اور کہے کہ میں اس بادشاہ کی مخالفت نہ کروں گا یہ سراجیہ میں ہے۔

دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں دوسرے سے پہلے اس دار میں قدم نہ رکھوں گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ دونوں ساتھ ہی معاً اندر قدم رکھیں اسی طرح کلام کرنے میں قسم کھانے کی صورت میں بھی یہی حیلہ ہے کہ اگر دونوں میں سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ دوسرے سے پیشتر میں کلام کرنے میں ابتدا نہ کروں گا تو چاہئے دونوں ایک ساتھ کلام کریں پس دونوں میں سے کوئی حانث نہ ہوگا اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ زید کے دار میں داخل نہ ہوگا پس وہ زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہ ہوگا لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کو کسی دوسرے نے لاد کر مکان کے اندر داخل کر دیا ہو اور اگر اس پر جبر کیا کہ اندر داخل ہو یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر اندر داخل ہوا تو ہمارے نزدیک حانث ہو جائے گا اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کے پاس داخل نہ ہوگا یعنی عمرو وہاں ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ زید پہلے وہاں داخل ہو جائے پھر اس کے بعد اس کے پیچھے عمرو داخل ہو تو زید[2] حانث نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

دسویں فصل ☆

عتق و تدبیر و کتابت میں

ایک مرد کی ایک باندی ہے اس نے باندی مذکورہ کے سامنے عتق و تدبیر کو پیش کیا مگر اس نے اس کو مکروہ جانا اور کہا کہ میرے نزدیک بیع نسمہ پسند ہے اور بیع نسمہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جائے جو اس کو آزاد کرنے کے واسطے خریدنا چاہتا ہے پس مولیٰ نے چاہا کہ یہ وصیت کر دے کہ یہ باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جائے جو اس کو بیع نسمہ خریدنا چاہتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ثمن مثل سے کسی قدر گھٹانا ضروری ہے کہ مشتری اس کے خریدنے میں رغبت کرے حالانکہ اگر مولیٰ اس طرح وصیت کرتا ہے کہ یہ فروخت کی جائے اور اس کے ثمن سے مشتری کے ذمہ سے کچھ گھٹا دیا جائے تو یہ وصیت صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ وصیت مجہول (۱) کے واسطے اور مجہول کے واسطے وصیت جائز نہیں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مولیٰ اس طرح وصیت کرے کہ اس باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرو جس کو یہ باندی پسند کرے اور اس شخص کے ذمہ سے اس کے ثمن میں سے ہزار درم کم کر دو پس جب یہ باندی پسند کرے گی کہ اس مرد مثلاً زید کے ہاتھ فروخت کی جائے اور اس کو معین کرے گی تو وہی وصیت مذکورہ کے واسطے متعین ہو جائے گا کہ بیع میں اسی کے ساتھ محابات کی جائے گی پس اس شخص سے کہا جائے گا کہ فلاں شخص نے اس امر کی وصیت کی ہے کہ یہ باندی تیرے ہاتھ بطور بیع نسمہ کے اس کے ثمن مثل کے عوض فروخت کی جائے اور تیرے ذمہ سے اس کے ثمن سے اس قدر درم گھٹا دیئے جائیں پس اگر تجھ کو

[1] قال اس حیلہ سے یہ غرض ہے کہ امور غیر مشروع میں ایسی قسم عائد نہ ہو ورنہ سلطان عادل سے مخالفت کرنے میں حیلہ کرنا گناہ ہے ۱۲

[2] قال المترجم یہ حیلہ اگر قسم بزبان عربی ہو کہ لا یدخل علی فلاں تو بلاشک درست ہے اور اگر قسم بزبان اردو یا فارسی ہو تو اس حیلہ کی صحت میں تامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم بہر حال یہ بہتر ہے کہ ایسی حالت میں اس حیلہ سے درگذرے ۱۲ منہ

(۱) موصی یعنی مشتری مجہول ہے ۱۲

منظور ہو تو تیرے ہاتھ فروخت کی جائے۔ زید کی ایک باندی ہے اس نے اپنے مولیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آزاد کر کے اپنے ساتھ مجھ سے نکاح کرے اور زید نے اس کو مکروہ جانا مگر یہ چاہا کہ اس کا دل خوش کر دے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس کو کسی مرد معتمد کے ہاتھ اس کے خریدنے سے فروخت کرے یا اس کو ہبہ کر دے اور موہوب لہ مذکور اس پر قبضہ کر لے پھر وہ شخص اس کو ہبہ یا بیع کے گواہوں کے سامنے آزاد کر دے پھر زید انہیں کے سامنے اس کے ساتھ نکاح کر لے پھر جس کے ہاتھ فروخت کی ہے اس سے کہے کہ میرے ساتھ اس کی بیع کا اقالہ کر لے پھر جب وہ بیع کا اقالہ کرلے گا تو نکاح فسخ ہو جائے گا اور باندی مذکور اس کی ملک میں آ جائے گی پس اس کو اختیار ہوگا کہ اس سے ملکیت کی وجہ سے وطی کرے اور باندی اس میں سے کسی بات سے واقف نہ ہوگی پس باندی کا دل خوش ہو جائے گا حالانکہ باندی مذکورہ اُس کی ملک ہوگی یہ محیط میں ہے۔

مشترکہ غلام میں ایک حصہ والے کا اپنے حصے کو مکاتب کرنا ☆

ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک شریک نے مثلاً زید نے اپنا حصہ مکاتب کیا تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک پورا غلام مکاتب ہو جائے گا اور عمرو اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ چاہے پورے غلام کی کتابت کو باطل کر دے اور چاہے زید سے اپنے حصہ کی قیمت لے لے پس اگر ہر ایک نے چاہا کہ ہر ایک کا حصہ غلام مکاتب ہو جائے اور کوئی اپنے شریک کے واسطے ضامن نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ دونوں ایک شخص کو وکیل کر دیں کہ تو دونوں کا حصہ ایک ہی کلمہ کے ساتھ معاً مکاتب کر دے پس وکیل مذکور اس غلام سے کہے گا کہ میں نے تجھ کو تیرے دونوں مولاؤں کی طرف سے اس اسقدر مال پر مکاتب کیا پس اگر غلام نے اس کو قبول کر لیا تو دونوں مولاؤں کی طرف سے مکاتب ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اور نیز امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں میں سے کوئی مولیٰ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا پھر جب کوئی مولیٰ اس کے بدل کتابت میں سے کچھ وصول کرے گا تو اس وصول شدہ میں دوسرا شریک اس سے بٹائی کر سکتا ہے خواہ دونوں مولاؤں کی کتابت کا عوض ایک [(1)] ہی جنس سے ہو یا مختلف [(2)] جنس سے ہو۔ پھر اگر دونوں نے چاہا کہ باوجود اس کے کہ ہر ایک کا حصہ مکاتب ہو جائے یہ بھی ہو کہ مکاتب سے وصول کردہ مال میں دوسرا شریک بٹائی نہ کر سکے تو یہ حیلہ ہے کہ دونوں ایک شخص کو وکیل کریں کہ وہ اس غلام کو مکاتب کر دے اور وکیل مذکور اس غلام کے ذمہ دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں تفصیل کر دے خواہ معاوضہ کتابت میں دونوں کا یکساں حصہ بیان کرے یا مختلف بیان کرے پس وکیل اس غلام سے کہے گا کہ میں نے تیرے دونوں مولاؤں کی طرف سے تجھ کو ایک ہزار پانچ سو درم پر مکاتب کیا جس میں سے حصہ زید ہزار درم ہے اور حصۂ عمرو پانچ سو درم ہے اور غلام کہے کہ میں نے اس سب کو قبول کیا یا وکیل مذکور کہے کہ میں نے تجھ کو ایک ہزار درم و پچاس دینار پر مکاتب کیا جس میں سے ہزار درم حصہ زید اور پچاس دینار حصہ عمرو ہیں اور غلام کہے کہ میں نے اس سب کو قبول کیا پس جب کہ وکیل نے اس طرح کیا تو اس نے مضبوطی کر دی اور دونوں میں سے کوئی دوسرے کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا جو کچھ ایک مولیٰ وصول کرے گا اس میں دوسرا مولیٰ شریک نہیں ہو سکتا ہے اور شرکت و بٹائی نہ کر سکنے کے حق میں ایسا ہو گیا کہ جیسے اس نے مکاتب کرنے میں جدا جدا مکاتب کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید کا ایک غلام ہے اُس نے چاہا کہ اس غلام کو آزاد[1] کر دے مگر زید بیمار ہے اور اس کو یہ خوف ہے کہ باوجودیکہ یہ غلام اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے لیکن اُس کا وارث اس کی

---

[1] یعنی اس بات کا حیلہ کہ غلام مذکور آزاد ہو جائے اگرچہ اس پر مال کا مواخذہ ہو سکے اس واسطے کہ اگر مریض نے غلام مذکور کو اس کے مثل داموں سے کم پر فروخت کیا تو محابات میں سے بھی بقدر تہائی کے جائز ہوگی اور زائد کے واسطے ماخوذ ہوگا لیکن اس طرح ماخوذ ہوگا کہ وہ آزاد ہے مگر قرضدار ہے ۱۲ منہ

(۱) مثلاً درم ہوں ۱۲ (۲) مثلاً درم و کپڑے ہوں ۱۲ منہ

وفات کے بعد ترکہ سے انکار کر جائے حتیٰ کہ یہ غلام تہائی سے برآمد نہ ہو اور وہ اس غلام کو ماخوذ کرے کہ بقدر حق [1] وارث کے وارث کو سعایت کر کے ادا کرے تو امام خصافؒ نے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ غلام مذکور کو اسی کے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کر دے اور گواہوں کے سامنے یہ مال وصول کرے پس جب غلام نے اپنے آپ کو خرید کیا تو اُسی وقت آزاد ہو جائے گا اور مال سے اس وجہ سے بری ہو جائے گا کہ مولیٰ نے اس کو اس سے وصول کر لیا ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصافؒ نے یہ شرط لگائی کہ مولیٰ ان گواہوں کے سامنے مال پر قبضہ کر لے حالانکہ اس کی ضرورت جبھی ہے کہ جب مولیٰ پر حالت صحت کا قرضہ ہو حتیٰ کہ حالت مرض میں مولیٰ کا اقرار استیفائے ثمن جو غلام پر واجب ہوا ہے صحیح نہ ہو اور اگر مولیٰ پر حالت صحت کا قرضہ نہ ہو اور اُس نے مرض میں یہ اقرار کیا کہ میں نے وہ ثمن جو غلام پر واجب ہوا ہے بھر پایا تو اس کا اقرار [1] صحیح ہوگا اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر اپنے غلام کو اپنے مرض میں مکاتب کیا پھر بدل کتابت وصول پانے کا اقرار کر لیا حالانکہ اس پر قرضہ صحت نہیں ہے تو اس کا اقرار صحیح ہوگا لیکن تہائی مال سے معتبر ہوگا یعنی اگر اس قدر مال کتابت جس کے وصول پانے کا اقرار کیا ہے تہائی مال متروکہ ہوگا تو مکاتب بری ہو جائے گا بخلاف اس کے اگر مریض نے حالت مرض میں اس کو فروخت کیا پھر استیفائے ثمن کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح ہے اور پورے مال سے معتبر ہوگا پھر واضح ہو کہ اگر غلام مذکور کے پاس کچھ مال نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مولیٰ کچھ مال اس کو بقدر ثمن کے پوشیدہ دے دے کہ اس سے وارث لوگ خبر دار نہ ہوں پھر غلام مذکور گواہان بیع کے سامنے یہی مال اپنے مالک کو دے دے گا پس آزاد ہو جائے گا اور وارثوں کو اس سے مواخذہ کرنے کی کوئی [2] راہ نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ لوگ یہ نہیں جانتے ہیں کہ مولیٰ نے اس غلام کو کچھ دیا ہے اور یہی مسئلہ حیل الاصل میں ذکر کر کے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ مولیٰ اس غلام کو کسی مرد معتمد کے ہاتھ فروخت کر کے گواہوں کے سامنے ثمن وصول کر لے پھر مشتری اس کو آزاد کر دے اور اس کا آزاد کرنا صحیح ہوگا پھر مریض یہ ثمن مشتری مذکور کو خفیہ ہبہ کر دے پس وارثوں کو غلام یا مشتری سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

گیارہویں فصل ☆

وقف کے بیان میں

اگر کسی نے چاہا کہ اپنا دار یا زمین مسکینوں کے واسطے صدقہ وقفی قرار دے کہ اس کی زندگی اور اس کی وفات کے بعد یوں ہی رہے اور اُس کو خوف ہوا کہ شاید اس کا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور میں ہو جو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا قائل ہے پس وہ یہ صدقہ اور یہ وقف باطل کر دے پس اس نے اس کے واسطے کوئی حیلہ چاہا تو جاننا چاہئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک وقف مضاف بسوئے زمانہ بعد موت نہیں صحیح ہے الّا بطریق وصیت ایسا ہی امام خصافؒ نے امام اعظمؒ کا مذہب ذکر کیا ہے اور ہمارے نزدیک اس طرح محفوظ ہے کہ اگر مضاف بسوئے زمانہ بعد موت ہو یا اس کی وصیت ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح ہے پس اس کا حیلہ یہ ہے کہ وقف کنندہ نے جو وقف کیا ہے وہ کسی شخص کو سپرد کر کے اس کو اس وقف کا قیم قرار دے پھر یہ وقف کنندہ اس کے حاصلات کو مسکینوں کے خرچ میں لانے سے انکار کرے یا کسی مشتری کے ہاتھ اس وقف کو فروخت کر کے سپرد کرے پس درصورت بیع کے مشتری کے ساتھ اور درصورت انکار

---

[1] اقول لیکن یہ اقرار درصورتیکہ مریض نے وصول نہ کیا ہو باطل دروغ ہوگا اور مرض الموت میں جھوٹ بولنا کیا ضروری ہے اس واسطے خصاف نے اس کو ذکر کیا مگر یہ شرط نہیں ہے ۱۲ منہ [2] قال یہ حکم اس وقت ہے کہ مشتری نے بعوض ثمن مثل کے یا زیادہ کے خرید ار ہو ۱۲ منہ

(۱) مثلاً بالکل ترکہ سے انکار کیا تو دو تہائی قیمت کے واسطے ۱۲ منہ

صرف حاصلات بہ مضاف مساکین کے وقف کنندہ کے ساتھ یہ شخص متولی خصومت کرے یعنی مشتری واقف پر متولی نالش کرے اور اس کو ایسے قاضی کے پاس لے جائے جس کے نزدیک ایسا وقف صحیح ہے پس یہ قاضی اس وقف کی صحت کا حکم دے گا اور یہ حکم قضا صحیح ہو گا کیونکہ مدعی کی طرف سے دعویٰ اور مدعا علیہ کی طرف سے خصومت پائی گئی ہے پھر بعد اس حکم کے کسی قاضی وغیرہ کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ بحکم شرعی اس کو باطل کر سکے اس واسطے کہ قاضی مذکور نے ایک مسئلہ مجتہد فیہ میں یعنی جس میں مجتہدوں کا اختلاف رائے بجانب جواز و عدم جواز ہے حکم دیا ہے پس اس کی قضاء نافذ ہو کر اجماعی ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

زید کے واسطے کچھ مال ایک وقف سے ہے جو اُس پر اور غیر پر مثلاً عمرو وغیرہ پر بھی وقف کیا گیا ہے اور زید پر قرضہ واجب ہوا پس اس نے چاہا کہ اپنے قرض خواہ کو اس امر کا وکیل کر دے کہ ہر سال اس وقف کی حاصلات میں سے جو کچھ اس کے واسطے ہوا کرے اس کو اپنے قرضے کی ادائی میں لے لیا کرے پس قرض خواہ نے کہا کہ مجھے اس بات سے اطمینان نہیں ہے کہ تو مجھے اپنی وکالت سے خارج کر دے پس میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس طرح وکیل کر دے کہ تا ادائی میرے قرضہ کی جو تجھ پر ہے تو مجھ کو اپنی وکالت سے خارج نہ کر سکے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قرض دار مذکور اس امر کا اقرار کرے کہ وقف کنندہ نے اپنی ذات کے واسطے یہ شرط لگائی تھی اس اصل وقف میں سے کہ جب تک وہ زندہ ہے اس کی ذات اور اس کے اہل و عیال کے واسطے اس وقف کی حاصلات میں سے اس قدر سالانہ نفقہ دیا جائے اور اُس کی وفات کے بعد پہلے اس کے قرضے کی ادائی اس وقف سے کی جائے پھر باقی حاصلات ان لوگوں کے واسطے ہو جن پر یہ وقف ہے اور اس فلاں بن فلاں یعنی اپنے قرض خواہ کا فلاں بن فلاں یعنی وقف کنندہ پر اس قدر درم قرضہ صحیحہ ہے اور میں نے اس قرض خواہ کے واسطے اس کی طرف سے اس تمام مال کی ضمانت صحیحہ جائزہ قطعیہ قبول کر لی تھی اور اس وقف کنندہ نے اس فلاں بن فلاں یعنی قرض خواہ کو اپنی زندگی میں اس وقف کا متولی کیا تھا کہ اس وقف کی آمدنی سے اپنا قرضہ سب وصول کر لے اور جب سب بھر پائے تو پھر اس کے بعد کچھ متولی نہ رہے گا اور نیز تحریر کرے کہ میں نے اس قرض خواہ کو وکیل کیا کہ اس وقف میں سے میرا حصہ حاصلات برابر وصول کرے یہاں تک کہ تمام وہ مال جس کی میں نے وقف کی طرف سے اس کے واسطے ضمانت کی ہے بھر پائے پس جب اس نے اس طور سے اقرار کیا تو بعد اُس کے اس کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ قرض خواہ مذکور کو وکالت سے خارج کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس حیلہ میں ایک نوع کا اشتباہ ہے اس واسطے کہ اس نے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ پہلے اس وقف کی حاصلات سے اس کا اور اس کے عیال کا نفقہ دیا جائے اور اس کے قرضوں کی ادائی میں صرف کیا جائے پس یہ کسی قدر وقف کا اپنے واسطے استثناء کر لینا ہوا اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے پس یہ بھی لکھنا چاہئے کہ اس قرض دار نے اقرار کیا کہ کسی قاضی[1] نے اس وقف کی صحت کا حکم دے دیا ہے تا کہ متفق علیہ ہو جائے پھر اس حیلہ میں فرمایا کہ اس فلاں یعنی قرض خواہ کے واسطے فلاں یعنی وقف کنندہ پر اس قدر مال قرضہ واجب ہے پس یہ باقرار اس مقر کے صحیح ہے اس واسطے کہ وہ حق غیر کے مقدم ہونے کا اقرار کرتا ہے پس اس اقرار میں اس کی تصدیق کی جائے گی جیسے وارث نے اگر اپنے مورث پر قرضہ کا اقرار کیا تو اسی وجہ سے صحیح ہوتا ہے کہ اس نے تقدیم حق غیر کا اقرار کیا ہے اور صاحب قرضہ بہ نسبت وارث کے مقدم کیا جاتا ہے پس ایسا ہی ہے اس صورت میں ہو گا پھر اس حیلہ کے اقرار میں فرمایا کہ میں نے اس تمام مال کی بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی تھی اور اس میں بھی ایک طرح کا شبہ ہے کیونکہ ضمانت مذکورہ جبھی صحیح ہو گی کہ جب وقف کنندہ بحالت تو انگری مر گیا ہو اور اگر بحالت مفلسی مرا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایسی ضمانت صحیح نہ ہو گی پس اس کے واسطے بھی حکم حاکم لاحق کرے تا کہ متفق[2] علیہ ہو جائے پھر اس حیلہ میں فرمایا کہ اس وقف

[1] یعنی موافق شرط وقف کے ایک قاضی سے یہ حکم حاصل کر کے لکھوا دے تا کہ جھوٹ نہ ہو اور وقف لازمی ہو جائے ۱۲

[2] یعنی سب کے نزدیک جائز ہو اور اختلاف نہ رہے کیونکہ حکم قاضی سے بالاتفاق اختلاف اُٹھ جاتا ہے ۱۲ منہ

کنندہ نے اس صدقہ کا متولی ہونا اس فلاں یعنی قرض خواہ کے سپرد کیا اور یہ زمین اس فلاں کے قبضہ میں دے دی اور یہ اقرار بھی اس مقر کی طرف سے صحیح ہے اس واسطے کہ اس نے اپنے ذاتی حق پر حق غیر کو مقدم کیا ہے پس اقرار صحیح ہوگا پھر تحریر کیا کہ اور جب یہ قرض خواہ اس قدر اپنا قرضہ کامل وصول کر چکے تو اس کے واسطے اس کی ولایت کچھ نہ رہے گی یہ بدین غرض تحریر کیا تا کہ وہ اپنے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے اس پر اپنے استحقاق کا مدعی نہ ہو جائے یہ ذخیرہ میں ہے۔

بارہویں فصل ☆

شرکت کے بیان میں

زید و عمرو نے چاہا کہ باہم شرکت کریں اور ایک کے پاس مثلاً زید کے پاس سو دینار ہیں اور دوسرے عمرو کے پاس ہزار درم ہیں تو شرکت جائز ہے اگر چہ دونوں مال مختلط نہ ہوں گے اور یہ جواز اس وجہ سے ہوا کہ ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک مختلط ہو جانا شرط نہیں ہے اور یہ مسئلہ کتاب الشرکت میں مذکور معروف ہے پھر اگر دونوں مالوں میں سے کوئی مال قبل اس کے کہ خرید واقع ہو ضائع ہو گیا تو اپنے مالک کا مال گیا اور یہ بھی معروف ہے۔ پس اگر دونوں نے چاہا کہ قبل خرید واقع ہونے کے ہر دو مال میں سے کسی مال کے ضائع ہونے کی صورت میں نقصان دونوں کے حق عائد ہو تو اس کا حیلہ کیا ہے تو امام خصافؒ نے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ دیناروں کا مالک اپنے نصف دینار درموں والے کے ہاتھ اس کے نصف درموں کے عوض فروخت کر دے پس دونوں مال دونوں کے درمیان مشترک ہو جائیں گے پھر اس کے بعد دونوں عقد شرکت قرار دیں جس طرح ان کی باہمی قرار داد ہو اور اگر ایک شریک کے پاس متاع[1] اور دوسرے کے پاس مال نقد ہو اور دونوں نے شرکت چاہی تو یہ شرکت بعروض ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے اور امام خصافؒ نے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ متاع والا اپنی نصف متاع کو مال نقد والے کے نصف مال نقد کے عوض فروخت کر دے پس مال و متاع دونوں میں مشترک ہو جائے گی پھر دونوں اپنی مراد کے موافق عقد شرکت قرار دیں گے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصافؒ کا فرمانا کہ پھر دونوں اپنے ارادے کے موافق عقد شرکت قرار دیں گے یہ امر نقد کے حق میں ٹھیک ہے کہ اگر نقد کے حق میں ارادہ یہ کیا کہ نفع کمی و بیشی کے ساتھ شرط کریں تو جائز ہے اور اگر راس المال اس متاع کو قرار دیا تو نفع میں کمی و بیشی شرط کرنا جائز نہیں ہے بلکہ نفع بقدر راس المال کے ہوگا پس امام خصاف کا قول نقدی مال کے حق میں محمول کیا جائے گا نہ متاع کے حق میں یعنی انہوں نے اس قول سے حصہ نقد مراد لیا ہے نہ متاع اور اگر دونوں کے پاس متاع ہو اور دونوں نے شرکت کرنی چاہی تو امام خصافؒ نے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی نصف متاع کو بعوض دوسرے کی نصف متاع کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے پھر دونوں اپنے ارادے کے موافق باہم عقد شرکت قرار دیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ایک کی متاع کی قیمت دوسرے کی متاع کی قیمت کے برابر ہو اور اگر ایک کی متاع کی قیمت بہ نسبت دوسرے کے زائد ہو مثلاً ایک کی متاع کی قیمت چار ہزار درم ہوں اور دوسرے کی قیمت ہزار درم ہوں تو کم قیمت والا اپنی متاع کے چار پانچویں حصے دوسرے کی متاع پانچویں حصے کے عوض فروخت کر دے گا پس تمام متاع ان دونوں کے درمیان پانچ حصوں پر مشترک ہوگی اور جو کچھ نفع حاصل ہو گا وہ بھی دونوں میں بقدر راس المال کے مشترک ہوگا۔ دو شخص زید و عمرو میں سے زید کے پاس ہزار درم اور عمرو کے پاس دو ہزار درم ہیں پس اگر دونوں نے اس طرح شرکت چاہی کہ نفع دونوں میں نصفا نصف اور گھٹی دونوں پر نصفا نصف ہو تو یہ جائز نہیں ہے اس واسطے کہ گھٹی بقدر راس المال کے ہوگی جیسا کہ کتاب الشرکت میں

---

[1] قولہ متاع الخ اقول نصف متاع سے خود یہی مراد ہے کہ اندازہ قیمت سے نصف ہو پس تکلیف بیکار ہے ۱۲ منہ

معلوم ہو چکا ہے اور امام خصافؒ نے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اپنے ہزار درم زائد میں سے نصف یعنی پانچ سو درم زید کو قرض دے دے تا کہ دونوں کا راس المال برابر ہو جائے پس ایسی حالت میں گھٹی کی اس طرح شرط کرنا روا ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر ایک کے پاس مال ہو اور دوسرے کے پاس کچھ مال نہ ہو اور دونوں نے اس طرح شرکت چاہی کہ مال والے کے مال سے دونوں کام کریں تو یہ جائز نہیں ہے اور اس کا بھی یہی حیلہ ہے کہ مال والا اپنے مال میں سے کسی قدر مال دوسرے کو قرض دے دے تا کہ جائز ہو جائے۔ اگر دو شریکوں میں سے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت میں ایک نے شرکت کو توڑنا چاہا تو جائز نہیں ہے اور امام خصافؒ نے فرمایا کہ اس کا یہ حیلہ ہے کہ جو شرکت توڑنا چاہتا ہے وہ غائب کے پاس کوئی ایلچی یا خط بھیج دے کہ اس کو خبر کر دے کہ شریک نے شرکت توڑ دی یا کسی شخص کو وکیل کر دے کہ وہ جا کر شریک سے شرکت توڑ دے اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ وکیل کو معزول کرنے اور غلام ماذون کو مجبور کرنے و مضاربت فسخ کرنے وغیرہ ہر عقد میں جو لازم نہیں ہوتا ہے یہی حیلہ ہے یہ محیط میں ہے۔

تیرھویں فصل ☆

خرید و فروخت کے بیان میں

ایک شخص کے پاس دار یا زمین ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کو ایک مشتری کے ہاتھ فروخت کرے مگر وہ مشتری کے سپرد نہیں کر سکتا ہے پس اس نے چاہا کہ ایسا حیلہ نکالے کہ اگر ممکن ہوا تو مشتری کو سپرد کر دے گا ورنہ مشتری کو اس کا ثمن واپس کر دے گا اور مشتری یہ نہ کر سکے کہ خواہ مخواہ بائع کو مبیع سپرد کرنے پر ماخوذ کرے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مشتری اس امر کا اقرار کرے کہ بائع نے جس وقت اس زمین کو فروخت کیا ہے اس وقت یہ زمین ایک ظالم کے قبضہ میں تھی جس نے اُس کو غصب کر لیا تھا اور وہ غصب کا اقرار کرتا ہے اور یہ مبیع بائع کے قبضہ میں ہر وجہ سے نہ تھی اور اس اپنے اقرار کے گواہ کر دے پھر بیعنامہ تحریر کیا جائے اور اس میں مبیع پر قبضہ کرنے کا ذکر نہ کرے اور یہ تحریر کرے کہ بائع نے ثمن وصول پانے کا اقرار کیا پس اگر مبیع سپرد کرنے پر قادر ہوا تو اس کو مبیع سپرد کر دے گا اور نہ مشتری کو اس کا ثمن واپس دے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ غصب کرنے والا غصب کا مقر ہو اور اگر غاصب اپنے غصب کا مقر نہ ہو بلکہ منکر ہو تو اسی مقام پر ذکر کیا کہ بیع باطل ہوگی اور اس کو بھاگے ہوئے غلام کی بیع پر قیاس کیا ہے پھر خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حیلہ کی تعلیم میں فرمایا کہ مشتری اقرار کرے کہ یہ زمین مبیعہ ایسے غاصب کے قبضہ میں تھی جو اس کے غصب کرنے کا اقرار کرتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ مشتری نے ایسا اقرار نہ کیا تو شاید وہ بائع سے اس مبیع کے سپرد کر دینے کا مطالبہ کر کے قاضی سے درخواست کر لے کہ یہ قید کیا جائے تو قاضی اسکو قید کرے گا اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ مشتری نے ایسا اقرار کیا کہ اس نے زمین مغصوبہ خریدی ہے تو قاضی اسکے بائع کو قید نہ کرے گا اس واسطے کہ مشتری کی طرف سے قبضہ کرنے میں تاخیر دینا تاوقت امکان تسلیم ثابت ہوا پھر فرمایا کہ بائع اس کے اقرار پر گواہ کر لے تا کہ بوقت انکار مشتری گواہوں کے ذریعہ سے قاضی کے سامنے بائع پر اس کو ثابت[1] کر سکے یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے چاہا کہ عمرو سے اس کا دار خرید کرے مگر اس کو اطمینان نہیں ہے کہ شاید عمرو نے اس بیع سے پہلے اس دار میں کوئی اور معاملہ کر رکھا ہو یعنی مثلاً پہلے کے ہاتھ وغیرہ کر چکا ہو پس زید نے چاہا کہ یہ شرط کرے کہ اگر یہ دار مبیعہ اس کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو وہ بائع سے اپنے ثمن کا دو چند واپس کر لے گا اور یہ اس کو حلال بھی ہو تو اس کا حیلہ کیا ہے تو فرمایا کہ عمرو کے ہاتھ مشتری اپنا ایک کپڑا مثلاً سو دینار کو فروخت کرے پھر اس سے دار مذکور کو بعوض سو دینار کے خریدے اور اس کو اور سو دینار کو جو جامہ مذکور کا ثمن

[1] قولہ ثابت کر سکے اس لئے کہ اس کا اقرار اس کی ذات پر حجت ہے چاہئے درحقیقت صحیح ہو یا غلط ہو ۱۲

ہے اس کو دے دے پس دار کا ثمن دو سو دینار ہو جائے گا پس اگر دار مذکور استحقاق میں لیا گیا تو بائع سے دو سو دینار واپس لے گا اور یہ اس کو حلال ہوں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ دار کا خریدار اپنا ہزار درم کا کپڑا مالک دار کے ہاتھ بعوض دو ہزار درم کے فروخت کرے اور کپڑا اس کو دے دے پھر دار کا خریدار بائع دار سے اس کا دار جو ہزار درم کا ہے دو ہزار درم کو خریدے اور دار پر قبضہ کر کے دونوں مقاصہ[1] کر لیں کہ ہر ایک پر جو دوسرے کا واجب ہوا ہے اس کا قصاص کر لیں پس جب دونوں نے ایسا کیا پھر کسی نے گواہوں سے دار پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو دار کا خریدار اس کے بائع سے دو ہزار درم واپس لے گا حالانکہ جس کے عوض اس کو دار حاصل ہوا ہے یہ اس کا دو چند ہے۔

امام محمدؒ نے یہ مسئلہ کتاب الاصل کی حیل میں ذکر کر کے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ بائع دار مشتری کے ہاتھ اپنا دار بعوض ہزار درم کے فروخت کرے پھر پورے ثمن کے عوض مشتری ایک کپڑا پانچ سو درم قیمت کا بائع کے ہاتھ فروخت کرے اور بائع دار اس پر قبضہ کر لے پھر بائع دار اس کپڑے کو مشتری مذکور کے ہاتھ پانچ سو کے عوض فروخت کر دے پھر اگر دار مذکور استحقاق میں لیا گیا تو مشتری اپنے بائع سے اپنے دیئے ہوئے درموں کا دو چند واپس لے گا کیونکہ اس نے بائع کو در اصل فقط پانچ سو درم دیئے ہیں اور وقت استحقاق کے اس سے ہزار درم واپس لے گا اور یہ اس کو حلال ہوں گے۔ ایک شخص نے چاہا کہ اپنا دار یا باندی یا کوئی دوسری چیز فروخت کرے اور چاہتا ہے کہ اس کے ہر عیب سے بریت کر لے الا چوری یا جزیہ سے لیکن بائع کو اطمینان نہیں ہے کہ شاید مشتری اس کو واپس دے اور کہے کہ عیب کا نام نہیں لیا اور اس پر ہاتھ نہیں رکھا اور ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرے جو تمام عیوب سے بریت کا قائل نہیں ہے جب تک کہ بریت کے وقت اس پر ہاتھ نہ رکھے اور بیان نہ کرے تو اس کا حیلہ کیا ہے تو جاننا چاہئے کہ اگر کسی نے کوئی غلام وغیرہ فروخت کیا اور اس کے عیوب سے بریت کر لی تو یہ جائز ہے اور اس کے سب عیوب سے بری ہو جائے گا اگرچہ اس نے عیوب کا نام نہ لیا ہو اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب تک عیوب بیان نہ کرے تب تک جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ عیوب کو بیان کرنے کے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ عیب کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر یوں کہے کہ میں اس عیب سے بری ہوتا ہوں جس کو میں نے بیان کیا اور اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا ہے اور بدون اس کے بریت صحیح نہیں ہے اور یہی ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے۔ پس اگر اس نے عیوب کو بیان نہ کیا اور عیب کی جگہ ہاتھ نہ رکھا تا کہ اس کو عیبوں کے ناموں سے اطلاع نہ ہو یا تمام عیوب جو مبیع میں ہے اس کو معلوم نہ ہوں اور اس کو خوف ہوا کہ شاید مشتری اس کا مرافعہ ایسے قاضی کے پاس کرے جو بدون بیان عیوب و بدون محل عیب پر ہاتھ رکھنے کے بریت کر لینا صحیح نہیں جانتا ہے اور اس نے اس امر کا حیلہ طلب کیا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مبیع کا مالک کسی مرد مسافر کو حکم کرے کہ وہ اس مبیع کو مشتری کے ہاتھ فروخت کر دے بدین شرط کہ مالک مبیع مشتری کے واسطے اس کے ہر طرح کے درک[2] کا اور چوری اور جزیہ کا ضامن ہے پھر مرد مسافر بعد بیع کرنے کے جہاں چاہے چلا جائے پس بائع کو وثوق حاصل ہو جائے گا اس واسطے کہ اگر مشتری نے سوائے چوری و جزیہ کے کوئی عیب پایا تو واپس کرنے کے واسطے وہ مالک عین سے خصومت نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ عقد بیع کے حقوق بجانب عاقد راجع ہوں گے اور مالک عین اس کا عاقد نہیں ہے بلکہ عاقد مرد مسافر ہے اس کا پتہ نہیں معلوم ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ نے اس حیلہ کو حیل الاصل میں بنابر روایت ابو حفص ذکر فرمایا ہے اور ابو سلیمان کی روایت میں اس طرح ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ مالک باندی کسی مرد مسافر کو جس نے بائع سے یہ باندی خریدی ہے حکم کرے کہ اس کو مشتری کے ہاتھ فروخت کر دے بدین شرط کہ باندی کا مولیٰ ہر طرح کے درک ذردی و جزیہ کا

---

[1] مقاصہ باہم قصاص یعنی اولا بدلا کر لینا ۱۲ [2] ضمان درک کا بیان کتاب البیوع میں مفصل مذکور ہے اور خلاصہ یہ کہ اگر کوئی بات ایسی پیش آئے کہ مبیع اس کو مسلم نہیں رہ سکتی تو ثمن حاصل کرنا ضامن سے ممکن ہو ۱۲

خاصتہً مشتری کے واسطے ضامن ہے پھر مرد مسافر غائب ہو جائے پس اگر مشتری نے ان دونوں عیبوں کے سوائے اس میں کوئی عیب پایا تو وہ مشتری اوّل یعنی مرد مسافر کو واپس نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ وہ غائب ہے اور مشتری اوّل کے بائع کو بھی واپس نہیں دے سکتا ہے اس واسطے کہ مشتری نے اس سے نہیں خریدی ہے پس بائع کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس طرح روایت ابوسلیمان میں مذکور ہے وہ مولائے باندی کے حق مین زیادہ مضبوطی کے ساتھ ہے اس واسطے کہ روایت ابوحفص کے موافق اگر اس کو وکیل کر کے فروخت کرائے تو حقوق عقد اگر چہ ہمارے نزدیک وکیل کی جانب راجع ہوتے ہیں لیکن بعض علماء کے نزدیک موکل کی جانب راجع ہوتے ہیں پس شاید مشتری ایسے قاضی کے حضور میں مرافعہ کرے جو ایسی صورت میں موکل کو واپس دینا جائز سمجھتا ہی پس مالک مبیع کا مقصود حاصل نہ ہوگا۔

باندی کو خرید کر آزاد کرنے کی ایک ''فقہی اصطلاح'' کی تفصیل ☆

ایک شخص نے چاہا کہ اپنی باندی کو ایک شخص کے ہاتھ بطور بیع تسمہ[1] فروخت کرے مگر بائع کو یہ خوف ہوا کہ شاید مشتری اس کو آزاد نہ کرے اور اگر بائع بذمہ مشتری اس بیع میں یہ شرط کرتا ہے کہ اس کو آزاد کرے تو بیع فاسد ہوئی جاتی ہے تو اس کا کیا حیلہ ہے سو فرمایا کہ بائع اس مشتری سے یہ کہے کہ تو اپنے اوپر اس امر کے گواہ کر لے کہ اگر تو اس باندی کو خریدے تو یہ آزاد ہے پس اگر مشتری نے ایسا کیا تو خریدنے کے بعد مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائے گی اور یہ جائز ہے اس واسطے کہ آزادی کو بجانب خرید مضاف کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ یہ امر مجھے گراں گذرتا ہے کہ میں اس کو اپنی حین حیات آزاد کر دوں بلکہ مجھے یہ ضرورت ہے کہ وہ میری خدمت کرے مگر میں اُس کو فروخت نہ کروں گا پس بائع نے اس کے واسطے بھی مضبوطی چاہی تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مشتری یوں کہے کہ اگر میں اس کو خریدوں تو یہ میری موت کے بعد آزاد ہے یا یوں لکھے کہ اگر میں اس کو خرید کروں تو یہ مدبرہ ہے پس اگر اس کو مشتری نے اس کہنے کے بعد خرید کیا تو یہ مدبرہ ہو جائے گی پس زندگی بھر اس سے خدمت لے اور اس کو فروخت نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ مدبر کی بیع بدون حکم قاضی کے جائز نہیں ہوتی ہے پس بائع و مشتری دونون کا مطلب حاصل ہو جائے گا۔ زید نے عمرو کی زمین غصب کر لی اور اس کو واپس دینے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دے مگر پوشیدہ یہ کہتا ہے اور علانیہ اس سے انکار کرتا ہے پس عمرو کو منظور ہوا کہ اس سے کسی حیلہ سے اپنی زمین نکالے پس عمرو کو چاہئے کہ کسی معتمد آدمی کے ہاتھ خفیہ یہ زمین فروخت کر کے اُس پر گواہ کر لے پھر اُس کو غاصب کے ہاتھ فروخت کرے اور دونوں بیع میں زیادہ مدت قرار دے جو اس قدر ہو کہ دونوں بیع کی تاریخ گواہوں پر مشتبہ نہ ہو پس جب ایسا کرے گا تو مشتری اوّل آکر اپنے گواہ قائم کرے گا کہ میرا خریدنا اس سے پہلے واقع ہوا ہے پس وہ غاصب سے لے لے گا اور ایسے مغصوب کی خرید میں جس کا غاصب منکر ہو دو روایتیں مختلف ہیں مجملہ دونوں کے روایت نادر کے موافق (۱) جائز ہے پس روایت نادر مذکورہ کے موافق اس صورت میں بھی یہ حیلہ ہو سکتا ہے اور اگر کوئی باندی خریدے تو لازم ہے کہ اس کا استبراء کرا دے یعنی حیض مقررہ کے ساتھ معلوم کرے کہ اس کو حمل نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس استبراء کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں[2] ہے اور امام محمدؒ اس کو جائز نہیں فرماتے ہیں اور مختار یہ ہے کہ جس صورت میں یہ معلوم ہو کہ بائع نے اس باندی سے اس طہر میں جماع نہیں کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ کا قول لے اور جس صورت میں معلوم ہو کہ بائع نے اس سے اس طہر میں قربت کی ہے تو امام محمدؒ کا قول لے یعنی امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق حیلہ نہ کرے اور

---

[1] تسمہ انسان اور اصطلاح میں مراد یہ کہ اس کو خرید کر آزاد کرے گا ۱۲ [2] قولہ نہیں الخ کیونکہ استبراء ایک حق شرعی ہے پس حیلہ سے ساقط نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ نے اکثر سلاطین کی بے پروائی کے خیال سے سہل کیا ۱۲ (۱) خلاف روایت ظاہر ۱۲

وہ حیلہ یہ ہے کہ جب کہ مشتری کے نکاح میں کوئی حرّہ عورت نہ ہو تو قبل خریدنے کے اس سے نکاح کر لے پھر اس کو خرید لے اور اگر اس کے نکاح میں کوئی آزادہ عورت ہو تو حیلہ یہ ہے کہ بائع یا قبضہ سے پہلے مشتری اس کا نکاح کسی ثقہ کے ساتھ کر دے پھر اس کو خرید کر اُس پر قبضہ کر لے پھر شوہر مذکور اس کو طلاق دے دے پس استبراء ساقط ہو گا اس واسطے کہ وجود سبب کے وقت یعنی ملک موکد بقبضہ حاصل کرنے کے وقت جب کہ اس کی فرج اُس کو حلال نہ تھی تو اس کا استبراء اس پر واجب نہ ہوا اگرچہ اس کے بعد حلال ہو گئی کیونکہ معتبر وہی وقت ہے جس وقت سبب پایا گیا ہے جیسا کہ غیر کے معتدہ ہونے کی صورت میں ہے یہ ہدایہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور چاہا کہ اُس پر اس کا استبراء کرانا لازم نہ آئے تو اس کا کیا حیلہ ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اس کو کسی معتمد ثقہ کے ساتھ بیاہ دے جس کے نکاح میں کوئی عورت آزاد نہ ہو پھر اس کو مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پس اس پر مشتری قبضہ کر لے پھر اُس کا شوہر اس کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اس کو طلاق دے دے پس مشتری کے ذمہ استبراء واجب نہ ہو گا اس واسطے کی استبراء واجب ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ملک وطی بملک یمین حاصل کرنے کے حاصل کرے خواہ بذریعہ خرید کے یا اور کسی سبب سے ملک یمین حاصل کرے پھر خریدنے کے وقت اس باندی کی فرج اُس کو حرام تھی پس اس حالت میں اس پر اس کا استبراء کرانا واجب نہ تھا پس اس کے بعد بھی واجب نہ ہو گا لیکن یہ شرط ہے کہ اس کے مولیٰ نے جس نے اس کا نکاح کر دیا ہے پھر ایک حیض سے اس کا استبراء کر کے تب نکاح کیا ہو کیونکہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو یہ لازم آئے گا کہ ایک ہی طہر میں دو مردوں[1] نے ایک عورت سے اجتماع کیا اور اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے وطی کی پھر چاہا کہ کسی مرد سے اس کا نکاح کر دے تو چاہئے کہ ایک حیض سے استبراء کرا دے پھر اس کا نکاح کر دے تا کہ دو منیوں کا اجتماع لازم نہ آئے ایسا ہی خصافؒ نے ذکر فرمایا ہے اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے قبل اس کا نکاح کر دینے کے اس کے ساتھ وطی کی ہے پھر اُس کا نکاح کر دیا تو شوہر کو روا ہے کہ اس کا استبراء کرانے سے پہلے اس سے جماع کرے یہ امام اعظم و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں ہے کہ قبل استبراء کے اس کے ساتھ وطی کرے پھر واضح ہو کہ خصافؒ نے حیلہ مذکورہ میں یوں فرمایا کہ مشتری اس پر قبضہ کرے پھر شوہر اس کو طلاق دے دے پس قبضہ کے بعد طلاق ہونا اس واسطے شرط کیا کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے اس نے طلاق دے دی پھر مشتری نے قبضہ کیا تو مشتری پر استبراء واجب ہو گا چنانچہ امام محمدؒ سے دو روایتوں میں سے اصح روایت یہی ہے اس وجہ سے کہ قبضہ مشابہ عقد کے ہے اور اُسی پر احکام کا دارومدار ہے خصوصاً ایسے احکام جن کی بنا احتیاط پر ہے پس اگر مشتری ایسی حالت میں اس کو خریدے تو اس پر استبراء واجب ہے پس جب ایسی حالت میں قبضہ کیا جو مشابہ عقد خرید کئے ہے تو بھی استبراء لازم ہوا لہٰذا بعد قبضہ کرنے کے طلاق شرط کیا گیا اور بیوع الاصل میں لکھا ہے کہ اگر شوہر دار باندی خریدی حالانکہ شوہر نے اُس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے پھر قبل قبضہ مشتری کے شوہر نے اسکو طلاق دے دی تو مشتری پر لازم ہے کہ ایک حیض سے اسکا استبراء کرا دے اور حیل الاصل میں لکھا ہے کہ مشتری پر استبراء واجب نہیں ہے پس روایت حیل میں وقت خرید کا اعتبار کیا کہ اس وقت باندی مذکور مشغول بحق غیر تھی اور روایت بیوع میں قبضہ کا وقت اعتبار کیا کہ اس وقت وہ حق غیر سے فارغ تھی اور یہی صحیح ہے۔ پس اگر بائع نے بیع سے پہلے اس کا نکاح کر دینے سے انکار کیا تو کیا حیلہ ہے تو فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ مشتری اس کو خرید کر کے ثمن دے دے اور باندی پر قبضہ نہ کرے لیکن کسی معتمد ثقہ (۱) کے ساتھ جس کے نکاح میں عورت آزاد نہ ہو اس کا نکاح کر دے پھر نکاح کر دینے کے بعد اس پر قبضہ کرے پھر بعد قبضہ مشتری کے شوہر

---

[1] اور مردوں سے مراد بائع و مشتری ہے اور دو منی سے یہ غرض کہ اوّل نے جماع کیا تو شاید حاملہ ہو ۱۲

(۱) یعنی جس پر اعتماد ہو کہ وہ باندی مذکورہ سے وطی نہ کرے گا اور بعد قبضہ مشتری کے طلاق دے گا ۱۲ منہ

مذکور اس کو طلاق دے دے تو مشتری پر استبراء واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ جس وقت اس کی ملک یمین متاکد ہوئی ہے اس وقت اس کی فرج اس مشتری پر حرام تھی اور جس وقت حلال ہوئی ہی اس وقت کوئی ملک جدید حادثات نہیں ہوئی پس استبراء واجب نہ ہوگا لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ امام محمدؒ سے دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق ایسی صورت میں مشتری پر استبراء واجب ہے اس واسطے کہ جس وقت اس نے باندی مذکور کو خریدا ہے اس وقت حکماً اس پر استبراء واجب ہوا تھا کیونکہ ملک حادث ہوئی تھی پس یہ استبراء واجب اس سے پیچھے اس کا نکاح کر دینے سے ساقط نہ ہوگا اور جب شوہر نے اس کو طلاق دی تو استبراء واجب ہوگا لیکن اگر بعد نکاح کے قبل طلاق کے مشتری کے پاس اس کو ایک حیض آ گیا ہو تو ایسی صورت میں بالاتفاق استبراء واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ استبراء ایک دفعہ ہو چکا ہے پھر اگر مشتری کو یہ خوف ہوا کہ شاید شوہر اس کو طلاق نہ دے تو اس کا کیا حیلہ ہے تو یہ حیلہ ہے کہ اس کا نکاح اس شوہر کے ساتھ اس شرط سے کرے کہ اس باندی کا امر طلاق بعد اس کے نکاح کر دینے کے اس شوہر کے ساتھ اس کے مولیٰ کے ہاتھ میں ہے جب چاہے اس کو طلاق دے دے پس جب اس شرط سے اس مرد کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو اس کے طلاق کا اختیار اس کے مولیٰ کے قبضہ میں رہے گا اور واضح ہو کہ جب چاہے اس کو طلاق دے دے اس کو اختیار ہے یہ شرط اس واسطے کی ہے کہ اگر اس نے یہ نہ کہا کہ جب چاہے تو صرف اختیار مذکور اسی مجلس تک رہے گا جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پس شاید ایسا اتفاق پیش آئے کہ اسی مجلس میں وہ طلاق نہ دے سکے تو اختیار مذکور اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اس واسطے یہ لفظ اختیار کیا تا کہ یہ خرابی پیش نہ آئے اور جب چاہے طلاق دے سکے اور اگر مشتری نے خود اس باندی سے نکاح کر لیا پھر اس کے بعد اس کو خریدا اور قبضہ کر لیا تو اس پر باندی مذکور کا استبراء لازم نہ آئے گا اس واسطے کہ نکاح کی وجہ سے اس کو باندی کے تحت میں لانے کا استحقاق حاصل ہوا اور جب اس کو خریدا ہے تب وہ اس کے فراش کے استحقاق میں تھی اور فراش کا استحقاق اس پر ثابت ہونا اس کے رحم کی نطفہ غیر سے بری ہونے کی شرعاً دلیل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

چودھویں فصل ☆

ہبہ کے بیان میں

ایک عورت حاملہ نے چاہا کہ اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کر دے کہ اگر ولادت میں مر جائے تو شوہر اس کے مہر سے بری ہوا اور اگر زندہ رہے اور بچہ جنے سے صحیح سالم بچ جائے تو اس کا مہر اس کے شوہر پر عود کرے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ شوہر سے ایک کپڑا بہت کم قیمت بعوض اپنے مہر کے جو شوہر پر ہے خریدے اور عورت مذکورہ اس کو[1] نہ دیکھے پھر اگر وہ اپنے بچہ جنے میں مر گئی تو اس کا شوہر اس کے مہر سے بری ہو گیا اور اگر صحیح و سالم رہے تو بخیار روایت یہ کپڑا اپنے شوہر کو واپس کر دے پس اس کا مہر اس کے شوہر پر عود کرے گا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ایک قرض خواہ نے جس کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے غائب ہونا یعنی سفر کو جانا چاہا اور اس کو منظور ہے کہ اگر اپنے سفر سے واپس نہ آئے تو اس کا قرض دار قرضہ سے بری ہو جائے اور اگر واپس آئے تو قرضہ بحال خود اُس پر عود کرے اور وہ قرض دار سے وصول کر سکے تو اس کا بھی حیلہ یہی ہے کہ قرض دار سے بعوض قرضہ کے کوئی چیز خریدے اور اُس کو کسی عادل کے قبضہ میں رہنے دے پس اگر واپس آئے تو بخیار روایت اپنے بائع کو واپس دے پس اس پر قرضہ بحال خود عود کرے گا اور اگر مر گیا تو بیع مذکور لازم ہو جائے گی اور قرض دار مذکور اس کے قرضہ سے اس قدر قلیل قیمت کے کپڑے کو فروخت کر کے بری ہو جائے گا اور شمس الائمہ سرخسی[2] نے فرمایا کہ یہ صورت حیلہ جبھی ٹھیک پڑے گی کہ جب وہ کپڑا اپنے حال پر باقی رہے تو اس کو واپس کر سکتی ہے

(۱) یعنی اس کپڑے کو ۱۲ (۲) یعنی اصل مسئلہ میں ۱۲ منہ

اس واسطے کہ خیار روایت کے واسطے کوئی مدت مقررہ نہیں ہے اور اس خیار کی وجہ سے واپس کرنے سے خرید فروخت مذکور جڑ سے فسخ ہو جائے گی پس مہر اس پر عود کرے گا جیسا کہ پہلے واجب تھا لیکن اس میں یہ خدشہ ہے کہ شاید کپڑا اس کے پاس عیب دار ہو جائے یا تلف ہو جائے تو پھر اس کو واپس نہ کر سکے گی تو اس کی راہ یہ ہے کہ کپڑے کو خرید لے اور اس پر گواہ کر لے بدون اس کے کہ اس کو شوہر سے لے کر اپنے قبضہ میں لائے تاکہ جب ولادت میں صحیح سالم بچ جائے تو کسی وجہ سے اس کو واپس کرنا متعذر نہ ہو زید نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج کے روز مجھے ہبہ نہ کر دے تو تجھ پر تین طلاق ہیں پس عورت مذکورہ نے اپنے باپ سے اس کا مشورہ لیا پس اس کے باپ نے کہا کہ اگر تو نے اپنا مہر اس کو ہبہ کیا تو تیری ماں کو تین طلاق ہیں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اسی روز اپنے شوہر سے ایک چیز کسی کپڑے وغیرہ میں لپٹی ہوئی بعوض اپنے مہر کے خریدے اور شوہر سے لے کر اس چیز پر قبضہ کر لے پھر جب یہ روز گذر جائے تو قسم کا وقت گذر گیا اور ایسی حالت میں گذرا کہ شوہر کے ذمہ اس کا مہر کچھ نہ تھا پس قسم ساقط ہو جائے گی اور زید حانث نہ ہوگا کہ اس نے ہبہ نہ کیا پھر اس خریدی ہوئی چیز کو کھولے اور خیار[1] رویت کے حکم سے واپس کر دے پس اس کا مہر اس کے شوہر پر عود کرے گا اور اس کی ماں پر بھی طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے اپنا مہر ہبہ نہیں کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

پندرھویں فصل ☆

معاملہ کے بیان میں

زید نے عمرو سے مثلاً آٹھ سو درم طلب کئے اور عمرو نے انکار کیا لیکن اس طور سے دینا منظور کیا کہ اس کو دو سو درم نفع حاصل ہو پس عمرو نے چاہا کہ زید کے ہاتھ کوئی چیز بعوض ہزار درم کے ایک سال کے وعدہ پر فروخت کرے پھر اس سے یہی چیز بعوض آٹھ سو درم کے خرید کر کے فی الحال اس کا ثمن ادا کر دے پس زید کو آٹھ سو درم حاصل ہو جائیں گے اور عمرو کے زید پر ہزار درم قرضہ رہیں گے پس دونوں کا مقصود حاصل ہو جائے گا تو ہم کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اس واسطے کہ ایسی صورت میں عمرو نے جو چیز زید کے ہاتھ فروخت کر دی تھی اسی چیز کو جو اپنے حال پر باقی ہے زید سے قبل زید کے اس کے دام ادا کرنے کے بعوض کم داموں کے خریدنے والا ہوا جاتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے جیسا کہ کتاب البیوع میں خوب معلوم ہو چکا ہے۔ پھر اگر دونوں نے اس کا حیلہ طلب کیا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ زید اس چیز میں خفیف نقصان کر دے پھر عمرو کے ہاتھ اس کو بعوض آٹھ سو درم کے فروخت کر دے پس ثمن کی کمی بمقابلہ اس نقصان جزو کے ہوگی جو مشتری کے پاس سے جاتا رہا ہے پس بیع جائز ہو جائے گی اگرچہ یہ جزو قلیل ہو کیونکہ جزو قلیل کے مقابلہ میں ثمن کثیر ہونا جائز ہو سکتا ہے ایسا ہی امام خصاف نے اس حیلہ کو بیان فرماتا ہے اور یہ امر خصافؒ کی طرف سے ایک طرح کی آسانی کر دی ہے کہ انہوں[2] نے جزو قلیل کے مقابلہ میں بہت سا ثمن قرار دیا ہے اور ایسا اس وجہ سے کیا کہ جو چیز فروخت کی ہے اس کا ثمن وصول پانے سے پہلے اس کو کم داموں پر خریدنے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے پھر جب ادنی سی علت پائی گئی کہ مشتری کے نزدیک اس کا کوئی جزو جاتا رہا ہے تو اسی پر حکم کی بنیاد قرار دی اور اسی پر تکیہ کیا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ مشتری اس متاع میں سے تھوڑا سا جزو رکھ لے اور باقی کو خرید کردہ (۱) داموں پر فروخت کر دے اور یہ جائز ہے اور نقصان ثمن بمقابلہ اس جزو کے قرار دیا جائے گا جو

---

[1] قال اصل میں مذکور ہے کہ خیار شرط کے حکم سے لیکن ظاہر سیاق چاہتا ہے کہ خیار روایت کا لفظ ہو ورنہ خیار شرط کی صورت میں حیلہ صحیح نہ ہوگا علی الاختلاف الذی مر فی البیع اور نیز ملفوف ہونا بیکار ہے ۱۲ منہ [2] قال المترجم جزو کا فوت ہونا اس واسطے اختیار کیا کہ اوصاف کے مقابلے میں ثمن بدون اس کے حکم میں پا جانے کے نہیں ہوتا ہے اور مع ہذا اس میں اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک اوصاف کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہوتا ہے لہٰذا وصف چھوڑ کر جزو لینا ضروری ہے ۱۲ منہ (۱) یعنی آٹھ سو جو مذکور ہوئے ۱۲

مشتری کے پاس رہ گیا ہے اور اگر مبیع ایسی چیز ہو جس کا عیب دار کر دینا ممکن نہ ہو یا اس میں سے کوئی جز ور کھ چھوڑ نا ممکن نہ ہو مثلاً بیع ایک موتی ہے یا ایک غلام ہے یا ایک گھوڑا ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اس چیز کے ساتھ کوئی کم قدر چیز ملا کر فروخت کر دے پھر مشتری یہ کم قدر چیز رکھ لے اور متاع مذکور کو بائع کے ہاتھ کم داموں فروخت کر دے اور نقصان ثمن بمقابلہ اس کم قدر چیز کے ہوگا پس بیع مذکور جائز ہوگی او حیلہ دیگر یہ ہے کہ مشتری تمام اس چیز کو جو اُس نے خریدی ہے بائع کے فرزند کو ہبہ کر دے یا کسی معتمد علیہ کو ہبہ کر دے اور موہوب لہ اس کو بائع کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دے اور جس ثمن کو مشتری نے خریدی تھی اس سے کم پر فروخت کرے پس بیع جائز[1] ہو جائے گی اس واسطے کہ عقد کنندہ مختلف ہو گیا اور ملک بھی مختلف ہوگئی پس اس میں بیچی ہوئی چیز کا کم داموں پر خریدنے کا کچھ دخل ہی نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

سولہویں فصل ☆

مدائنات[ا] کے بیان میں

زید کا عمرو پر کچھ مال آتا ہے مگر اس کے گواہ نہیں ہیں پس عمرو نے اس کے اس قدر مال اپنے اوپر ہونے کا اقرار کرنے سے انکار کیا لیکن یہ کہا کہ اگر میعاد مہلت مثلاً سال دو سال کی دے دے تو اقرار کرتا ہوں یا مجھ سے کسی قدر[1] حصہ مال لے لینے پر صلح کر لے اور زید نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے جس سے وہ اس مال کا مقر ہو جائے اور مہلت دینا اور صلح کرنا جائز نہ ہو جائے تو جاننا چاہئے کہ اگر قرض دار نے قرض خواہ سے کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مجھے میعاد دے دے یا تیرے واسطے اقرار نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مجھ سے صلح کر لے یا تیرے واسطے اقرار نہ کروں گا یہاں تک کہ جس قدر تو دعویٰ کرتا ہے اس سے کچھ ساقط کر دے پس آیا ایسا اقرار اسکی طرف سے اقرار مال ہے یا نہیں ہے سو بعض علماء کے نزدیک اقرار مال ہے پس بنابریں قرض خواہ کو کسی حیلہ کی احتیاج نہیں ہے اور امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو کتاب الاقرار میں ذکر کر کے فرمایا کہ یہ اقرار نہ ہوگا پھر اگر قرض خواہ نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے وہ بالا تفاق مقر ہو جائے اور قرض خواہ کا مہلت دینا اور صلح کرنا صحیح نہ ہونے پائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قرض خواہ مثلاً زید کسی اپنے معتمد علیہ مثلاً خالد کے واسطے اس مال کا اقرار کر دے اور اپنے اوپر اس امر کے گواہ کر دے کہ اس قرضہ میں میرا نام عاریتی ہے دراصل یہ مال اس خالد کا ہے پھر اس خالد کو اس مال کے وصول کرنے کا وکیل کر دے جس طرح ہم نے سابق میں بیان کیا ہے پھر خالد مذکور قاضی کے پاس حاضر ہو اور زید کو بھی ساتھ لے جائے اور کہے کہ عمرو پر میرا مال اس زید کے نام سے اس قدر ہے پھر جب زید نے قاضی کے حضور میں اس کا اقرار کر لیا تو خالد بعد اس کے قاضی سے کہے کہ اس زید کو اس مال کے وصول کرنے سے منع کر دے اور اس امر سے بھی ممانعت فرما دے کہ یہ اس مال میں کوئی تصرف جدید نہ کرنے پائے یا اس کو اس معاملہ میں مجور فرمائے اور یہ درخواست اس واسطے کرنی پڑی کہ زید ہی اس کے وصول کرنے کا اختیار رکھتا ہے چنانچہ اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اس کے مجور[۲] و ممنوع کرانے کی ضرورت ہوئی ہے کہ قاضی اس کو مجور کر دے پس جب اس نے قاضی سے اس امر کی درخواست کی تو قاضی اس کو مجور کر دے گا اور اس کے وصول کرنے سے منع کر دے گا اور ہر قسم کے تصرف سے منع کر دے گا پھر زید مذکور اس کے بعد عمرو قرض دار کے پاس آئے اور اس سے صلح کر لے یا اس کو مہلت دے دے حتی کہ وہ اس قرضہ کا مقرر ہو جائے اور گواہ لوگ سن لیں پھر

[ا] مدائنات جمع مدائنہ باہمی ادھار و قرض کا معاملہ کرنا ۱۲　[۲] مجور یعنی تصرف سے ممنوع کیا ہوا ۱۲

(۱) اور جو ثمن وصول کرے وہ ہبہ کرنے والے کو ہبہ کر دے ۱۲ منہ　(۲) مثلاً ہزار درم میں سے سات سو درم لے کر صلح کر لے ۱۲

جب اس کے قرضہ کا اقرار کر لے پھر خالد مذکور قاضی کے حضور میں حاضر ہو کر اس ماجرے کے جو پہلے گذرا ہے گواہ قائم کرے اور زید کے ساتھ اس کا صلح کرنا مدت مہلت دینا سب باطل کرا کے اس مال کو فی الحال اس سے لے لے اور یہ مسئلہ مبسوط میں نہیں پایا جاتا ہے بلکہ امام خصاف[1] کی جانب سے مستفاد ہوا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس حیلہ میں ایک طرح کا اعتراض ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی کو چاہئے تھا کہ زید کو مجور نہ کرتا اس واسطے کہ زید کو مجور کرنے میں عمرو کے حق کا ابطال ہے اس واسطے کہ زید کو عمرو قرض دار حق ادا کرنے اور اس کے بری کرنے سے یا مہلت دینے سے مستحق بریت و تاجیل ہے پس اس حجر کے جائز ہونے میں مطلوب کے حق کا ابطال ہے اور قاضی ایسے موقع پر مجور نہیں کرتا ہے اور شاید خصاف نے اس حکم کو اس مسئلہ سے لیا ہے جس کو امام محمدؒ نے کتاب الحجر کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو تصرف کی اجازت دی پھر جب اس نے تصرف کیا اور لوگوں سے لین دین قرض اُدھار کا معاملہ کیا تو وہ مفسد یعنی تباہ کار ہو گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک مجور ہو جائے گا اگرچہ قاضی نے ہنوز اس کو مجور نہ کیا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدون قاضی کے مجور کرنے کے مجور نہ ہو گا اور جب قاضی نے اس کو مجور کیا تو مجور ہو جائے گا اور قاضی کو مجور کرنا صحیح ہو گا حالانکہ ایسی صورت میں بھی اس کا قرض دار اس مجور کو ادا کرنے اور اس مجور کے بری کرنے سے بری ہونا چاہئے پس اس کو مجور کرنے میں اس کے مدیون کے حق کا ابطال ہی اور باوجود اس کے اس کو جائز رکھا ہے۔

کتاب الحجر میں ایسی دلیلیں بہت پائی جاتی ہیں پس اس مقام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہئے ہے پھر خصاف نے اس کے بعد فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جس کے نام سے یہ مال ہے اس کے اقرار کرنے کے بعد بھی اس کو اختیار ہے کہ مال مذکور وصول کرے اور اس کا مہلت دینا اور بری کرنا اور ہبہ کرنا اور ہر طرح کا تصرف جو کچھ کرے سب جائز ہے اور اس قول میں امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیت اس وجہ سے کی ہے کہ امام اعظمؒ مجور کرنے کو جائز نہیں (۱) جانتے ہیں پس جب اُن کے نزدیک مجور کرنا صحیح نہ ہوا تو مجور کرنے کے بعد بھی ویسا ہی حال رہے گا جیسا مجور کرنے سے پہلے تھا اور قبل مجور کئے جانے کے اس کے تصرفات اس قرضہ اقراری کی بابت جائز تھے اور کتاب الاقرار میں معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کسی نے اقرار کیا جو قرضہ اس کا لوگوں پر ہے وہ فلاں شخص کا مال ہے تو اس کا اقرار صحیح ہو گا اور وصول کرنے کا استحقاق اسی مقر کو ہو گا کیونکہ اس قرضہ کا معاملہ اسی مقر نے کیا ہے اور عقد معاملہ قرار دینے والے یعنی حاقد کو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ مہلت دے اور بری کر دے اور یہ مسئلہ معروف ہے۔ زید کا عمرو پر مال آتا ہے پھر عمرو نے چاہا کہ یہ مال جو زید کا اس پر آتا ہے یہ تحویل[2] ہو کر بکر کا ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اس شخص بکر سے کہے کہ تو اپنا غلام یا کوئی متاع زید کے ہاتھ بعوض اس کے اس ہزار درم قرضہ کے جو زید کا مجھ پر آتا ہے فروخت کر دے پس جب بکر اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو عمرو پر آتا ہے فروخت کر دے گا اور زید اس بیع کو بکر سے قبول کر لے گا تو قرضہ تحویل ہو جائے گا یعنی یہ قرضہ مذکورہ زید سے تحویل ہو کر بکر کے واسطے اس عمرو پر ہو جائے گا کیونکہ بیع کا تعلق اسی قرضہ سے نہ ہو گا اس واسطے کہ دراہم و دینار عقد میں متعین نہیں ہوتے ہیں خواہ بطریق ہوں یا بطریق عین ہوں بلکہ تعلق عقد ایسے دوم و دینار سے ہوتا ہے جو ذمہ پر ثابت ہوتے ہیں پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُس نے بکر سے یوں کہا کہ اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض مثل اس قرضہ کے جو زید کا مجھ پر آتا ہے فروخت کر دے پھر اس کا ثمن اس قرضہ کے ساتھ جو اس کا مجھ پر آتا ہے قصاص کر دے اور یہ جائز ہے پس ایسی حالت میں یہ مال تحویل ہو کر بکر کے واسطے ہو جائے گا اور اس مسئلہ کو جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور اس کے دو حیلے ذکر فرمائے ہیں پس ایک تو یہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور دوسرا یہ

[1] یعنی خصاف نے نکالا ہے اور وجہ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ مجور کرنے میں دوسرے کا حق باطل ہوتا ہے اور وہ بھی مستحق ہے کہ مدت و مہلت پائے ۱۲

[2] یعنی کسی حیلہ سے بدل کے یہ مال بکر کا ہو جائے اور وہ قرض خواہ ہو جائے ۱۲ منہ (۱) یعنی آزاد بالغ کو مجور کرنے کو ۱۲ منہ

ہے کہ قرض دار عمرو مذکور اس شخص بکر کو حکم کرے کہ زید سے اس قرضہ کے عوض جو اس کا مجھ پر آتا ہے اپنے اس غلام پر صلح کر لے پس جب اس نے ایسا کیا تو جو مال عمرو پر ہے وہ اس بکر کے واسطے ہو جائے گا لیکن فرق یہ ہے کہ اس حیلہ صلح کی صورت میں غلام کی قیمت واپس لینے کا مستحق ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ صلح کا وقوع اس غلام پر ہوا ہے بدل صلح پر نہیں ہوا ہے کیونکہ صلح جب مضاف بعین ہوئی تو اُس کا تعلق بعین ہوتا ہے نہ بمثل جو دین ہو کر بذمہ واجب ہو اسی واسطے اگر دین پر صلح کی پھر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ اس پر قرضہ نہ تھا تو صلح باطل ہو جاتی ہے اور جب صلح غلام پر واقع ہوئی تو ادائی قرضہ بعین غلام ہوئی پس قرض دار اس ادا کرنے والے سے اس کے غلام کا قرض لینے والا ہو گیا اور غلام کا قرضہ لینا اس غلام کی قیمت کو واجب کرتا ہے اور حیلہ بیع کی صورت میں عقد بیع متعلق بدین دین نہیں ہوا بلکہ اس کے مثل سے متعلق ہوا جو اس کے ذمہ دین واجب ہوا اسی واسطے اگر طالب نے مطلوب سے اپنے قرضہ متدعویہ کے عوض کوئی چیز خریدی پھر دونوں نے باتفاق اقرار کیا کہ اس مطلوب پر کچھ قرضہ نہ تھا تو بیع باطل نہ ہوگی پس ہر گاہ حالت یہ ٹھہری تو مامور اپنے غلام کے ثمن سے اس قرض دار حکم دہندہ کا قرضہ ادا کرنے والا ہو گیا گویا اس نے غلام کو درموں کے عوض فروخت کر کے پھر اس کے ثمن کو قرضہ مذکورہ کا جو مشتری کا قرض دار حکم دہندہ پر تھا قصاص کر دیا پس جب ایسی حالت ہو تو مامور مذکور اپنے حکم دہندہ سے اپنے غلام کا ثمن واپس لے گا اور وہ مثل قرضہ کے ہے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے اور اگر قرض دار نے ایسا نہ چاہا بلکہ طالب نے ایسا چاہا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قرض خواہ مالک غلام یا متاع سے اس کا غلام یا متاع بعوض ہزار درم کے مطلقاً خریدے اور یہ نہ کہے کہ بعوض ان ہزار درم کے جو اس کے فلاں قرض دار پر ہیں اس واسطے کہ اگر ایسا کہے گا تو لازم آئے گا کہ اُس نے قرضہ کا مالک ایسے شخص کو کیا جس پر قرضہ نہیں ہے یعنی سوائے قرض دار کے دوسرے کو قرضہ کا مالک کر دیا اور یہ جائز نہیں ہے پس وہ مطلقاً ہزار درم کے عوض خریدے پھر بائع کو اس ثمن کی اُترائی اپنے قرض دار پر کرائے پس یہ قرضہ اس بائع کا ہو جائے گا۔

ایسی مدت کی مہلت کا اقرار کرنا جو لوگوں کے عرف ورواج کے خلاف ہے تو کیا صورت ہوگی؟

پھر اگر قرض دار نے اس حوالہ کو قبول نہ کیا تو آیا تمام ہوگا تو فرمایا کہ نہیں اس واسطے کہ مطالبہ وتقاضا کرنے میں لوگوں کی عادتوں میں فرق ہے کوئی سخت تقاضا کرتا ہے اور کوئی آہستگی سے مطالبہ کرتا ہے اور مطالبہ کی تحویل واترائی غیر شخص بدون اس کی رضامندی کے نہیں ہو سکتی ہے پس اگر اس نے چاہا کہ ایسا کوئی حیلہ نکلے کہ بدون حوالہ کے یہ ال اس بائع کا ہو جائے تو اس کی صورت وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی کہ قرض خواہ مذکور اس قرضہ کا اقرار اس بائع کے واسطے کر دے اور بائع کو اس کے وصول کرنے کا وکیل کر دے جس طرح کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے پھر مالک غلام اس کو اپنے غلام کے ثمن سے بری کر دے اور اگر بائع مقرلہ کو یہ خوف ہوا کہ شاید یہ شخص مشتری مقر مجھ کو اپنی وکالت سے معزول کر دے تو اس کی مضبوطی کی صورت حیلہ بھی سابق میں ہم نے بیان کر دی ہے اور نیز بات یہ ہے کہ مقرلہ یعنی بائع نے اگر مقر کو اپنے غلام کے ثمن سے بری کر دیا تو اس کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے کہ مقر اس سے کہے کہ تو اس قرضہ کے وصول کرنے میں میرا وکیل ہے اور اس سے اس امر پر قسم لے تو کیونکر قسم کھا سکتا ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مقر سے اپنے واسطے اس قرضہ کے اقرار کا اقرار نامہ لکھوا لے جس کی صورت ہم نے پہلے بیان کر دی ہے اور نیز اس تحریر میں یہ بھی لکھے کہ طالب یعنی مقر نے اقرار کیا کہ میں نے قاضیان اسلام میں سے ایک قاضی کے سامنے اس مقرلہ پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ تو نے اس قرضہ کے وصول کرنے میں میرا وکیل ہے اور میں نے اس سے قسم لی تھی پھر اس کے بعد اس دعویٰ میں میرے اس پر قسم عائد نہیں ہے۔ پس جب اس نے

اس طور سے اقرار کر کے کے اقرار نامہ تحریر کر دیا تو پھر اس مقر کے واسطے اس مقرلہ پر اور اس قرض دار پر اس مال کی بابت کوئی راہ نہ ہو گی۔ زید کا عمرو پر مال آتا ہے پس عمرو نے زید سے درخواست کی کہ فلاں وقت معلوم تک مجھے اس کے ادا کرنے کی مہلت دے یا اس کی قسط مقرر کر دے اور زید نے اس کو منظور کیا مگر عمرو کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ زید اس امر میں یہ حیلہ نکالے کہ اس مال کا کسی شخص غیر کے واسطے پہلے اقرار کر دے پھر مجھے مہلت دے یا قسط مقرر کر دے پس بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے اس کا مہلت دینا یا قسط مقرر کرنا صحیح نہ ہو پس اس نے ایسا حیلہ طلب کیا جس سے اس کا مہلت دینا یا قسط مقرر کرنا بالاتفاق سب کے نزدیک صحیح ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ طالب یعنی زید سے اقرار کرا دے کہ یہ مال جب سے عمرو پر واجب ہوا ہے تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہے کہ اس کی میعاد ادائی فلاں مدت تک ہے اور اگر اس کی قسط بندی چاہتا ہے تو اس سے اقرار کرا دے کہ یہ مال جب سے واجب ہوا ہے تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہے کہ اس کی میعاد ادائی تا وقت فلاں بطور قسط بندی ہے اور قسطوں کی تعداد و وقت ادائی وغیرہ سب مفصل بیان کر دے اور اس طرح تحریر کرانے کی وجہ یہ ہے کہ علماء نے باہم اختلاف کیا ہے کہ جو شخص بیع کے واسطے وکیل ہو وہ بیع تمام ہو جانے کے بعد مہلت دینے یا قسط بندی کرنے کا مختار ہے یا نہیں ہے لیکن سب نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ اس کو یہ اختیار ہے کہ بیع کرتے وقت ادھار میعادی ثمن یا ثمن قسط بندی کے ساتھ ادا کرنے کی شرط پر فروخت کرے۔ پس چاہئے کہ اس سے اُسی طور سے اقرار کرا دے چنانچہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ قرضہ مطلقاً ثابت ہونے کے بعد مہلت دینا و قسط مقرر کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے یہ جائز رکھا ہے کہ دوسرے سے یہ اقرار کرے کہ یہ مال میعادی یا قسط بندی پر ادا کرنے کے ساتھ ہی واجب ہوا ہے اور یہ نظیر اس مسئلہ ذیل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر قرضہ کے دو قرض خواہ شریک ہوں پس ایک قرض خواہ نے اپنے حصہ کے واسطے مہلت دینی چاہی اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسی مہلت دینا بالکل جائز[1] نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ قرضہ جس وقت واجب ہوا ہے تبھی سے میعادی واجب[2] ہوا ہے اور دوسرے نے اس سے انکار کیا تو مقر کے حصہ کے حق میں مہلت ثابت ہو جائے گی اسی طرح حد القذف کی صورت میں اگر حد قذف کسی تہمت لگانے والے پر واجب ہوئی پھر جس کو تہمت لگائی ہے اس نے چاہا کہ اُس کو معاف کر دے تو معاف کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا اور اگر تہمت زدہ نے اُس طرح اقرار کیا کہ میں اپنے دعویٰ میں مبطل تھا تو حد ساقط ہو جائے گی پس اس سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی شخص نے کسی چیز کے سبب کا اقرار کیا تو اس کا ثبوت اسی طور سے ہوگا جس طرح اس نے اقرار کیا ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے اقرار سے کسی سبب کے بدل ڈالنے کا جو ثابت ہو چکا ہے قصد کیا تو اس کا اقرار کارآمد نہ ہوگا پس ایسا ہی ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

شمس الائمہ حلوائیؒ نے فرمایا کہ یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب اس نے ایسی مدت کا اقرار کیا جو لوگوں میں متعارف ہے اور اگر اُس نے ایسی مدت کی مہلت کا اقرار کیا جو لوگوں کے عرف و رواج کے خلاف ہے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کا یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اور یہ مسئلہ کتاب الوکالۃ میں مذکور معروف ہے کہ وکیل بیع نے اگر مبیع کو میعادی ادھار فروخت کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے چاہے جیسی میعادی قرار دی ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک ویسی ہی میعاد صحیح ہوگی جیسی لوگوں میں رائج و معروف ہے اور نیز یہ بھی چاہئے کہ طالب اس مطلوب کے واسطے اس طرح ضمانت کر لے کہ اس مطلوب کو جو کچھ اس معاملہ میں درک پیش آئے اس طالب کی جانب یا سبب سے بطریق اقرار و تلجیہ[ا] و ہبہ و تملیک و توکیل کے یا کسی تصرف کی وجہ سے جو اس نے مال میں اس طرح

[ا] تلجیہ فقط ظاہر میں عقد بیع یا قیمت کا خفیہ مواضعہ ہوتا ہے کتاب البیوع دیکھو (۱) یعنی کسی کے حصہ میں جائز نہ ہوگا ۱۲ منہ

(۲) یعنی فلاں وقت تک ۱۲

کیا ہو جس سے اس مطلوب کی مہلت میعادی جس کا وہ مستحق ہوا ہے باطل ہوتی ہو تو یہ طالب اس کا ضامن ہے کہ اس مطلوب کو اس سے خلاص کرائے گا جو کچھ اس پر لازم آئے گا وہ اس مطلوب کو واپس دے گا پس اگر دونوں نے اس طرح حیلہ کر لیا پھر ایک شخص ثالث آیا جس کے واسطے اس طالب نے اس مطلوب کو مہلت دینے سے پہلے اس مال کا اقرار کیا ہے پس اس نے مطلوب سے مال کا مواخذہ کیا اور مہلت دینے میں اُس کی تکذیب کی تو امام ابو یوسفؒ کے موافق مہلت ثابت نہ ہوگی لیکن مطلوب کو یہ استحقاق حاصل ہو گا کہ وہ طالب سے اس چیز کے واسطے جس کا وہ ضامن ہوا ہے رجوع کرے اس واسطے کہ اُس نے ضمانت کر لی تھی کہ جو کچھ اس کو درک لاحق ہوگا اس کا میں ضامن ہوں پس اُس کو یہ درک لاحق ہوا پس مطلوب اس سے رجوع کرے گا پھر یا تو طالب اُس کو چھڑائے گا یا جو کچھ اس کے واسطے ضمانت کی ہے اس قدر مال اس کو دے دے گا کہ وہ مطلوب پر تا میعاد مذکورہ قسطہائے مقررہ قرضہ رہے گا زید کا عمرو پر مال آتا ہے پھر عمرو مر گیا اور اس کے وارث نے زید سے درخواست کی کہ تو اس مال کے واسطے فلاں وقت تک مہلت دے دے تو فرمایا کہ یہ مہلت ناجائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ امام خصافؒ کی جانب سے مستفاد ہے اور اس کا ذکر مبسوط میں نہیں ہے لیکن مبسوط میں اس قدر مذکور ہے کہ اگر قرض دار مر گیا تو اس کے مرتے ہی میعاد جاتی رہے گی اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اور اس میں حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہے اور اس صورت کو اس مقام پر ذکر نہیں فرمایا ہے اور خصاف نے فرمایا کہ وارث کے حق میں قرضہ کی میعاد جو مقرر تھی ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ قرضہ اس پر نہ تھا پس اس کے حق میں میعاد بھی ثابت نہ ہوگی پھر اس کے بعد اگر میعاد ثابت ہو تو میّت کے واسطے ثابت ہوگی یا مال قرضہ کے حق میں ثابت ہوگی لیکن میّت کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی ہے کہ اس کی موت سے قرضہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا پس اس کی موت کے بعد اس کے حق میں ابتداءً کیونکر میعاد ثابت ہوگی اور مال کے حق میں بھی مہلت ثابت ہونا جائز نہیں ہے اس واسطے کہ وہ عین ہے اور اعیان میعادوں کو قبول نہیں کرتے ہیں اسی واسطے ہم نے کہا ہے کہ مہلت میعادی ثابت نہ ہوگی۔

ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو کتاب میں مذکور ہے یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے مہلت ثابت ہونی چاہئے اور اس کا مرجع انہوں نے مسئلہ ذیل قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ قرض خواہ میّت نے اگر میّت کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا اور وارث نے اس کو رد کر دیا تو وارث کا رد کرنا امام محمدؒ کے نزدیک کام میں کچھ خلل انداز نہ ہوگا اس واسطے کہ قرضہ اس پر نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا رد کرنا خلل انداز ہوگا اس واسطے کہ قرضہ کا مطالبہ اب اُسی سے ہے پس جب کہ اس کا رد کرنا خلل انداز ہوا اور ایسا قرار دیا گیا کہ گویا قرضہ اسی پر ہے تو میعاد بھی اس کے حق میں کارآمد ہوگی پس اس کے واسطے میعاد ثابت ہوگی پس ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جو کتاب میں مذکور ہے وہ اتفاقی (۱) حکم ہے۔ پھر جب کہ وارث کے حق میں میعاد ثابت نہ ہوگی تو اس کا حیلہ کیا ہے تو فرمایا کہ اُس کا حیلہ یہ ہے کہ وارث یہ اقرار کرے کہ میں نے میّت کی زندگی میں میّت کی طرف سے اس قرض خواہ کے واسطے اس مال کی ضمانت اس طور سے کر لی تھی کہ فلاں وقت کی میعاد تک اس کی ادائی کا میں ضامن ہوں اور قرض خواہ مذکور یہ اقرار کرے کہ یہ مال اس میّت پر اور اُس کے اس کفیل پر فلاں مدت تک میعادی تھا اور نیز قرض خواہ مذکور یہ بھی اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میّت کچھ نہیں ملا ہے پس جب اس طرح اقرار دونوں کا پایا گیا تو ایسی حالت میں یہ مال مذکور اس وارث پر میعادی ادھار رہے گا اور یہ اس واسطے ہوا کہ مدت میعادی اگرچہ اصیل کے حق میں اس کی موت کی وجہ سے ساقط ہو گئی ہے لیکن کفیل کے حق میں ساقط نہ ہوگی پس وارث کے حق میں میعادی قرضہ رہے گا ایسا ہی ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے اور یہ جو کتاب میں فرمایا کہ قرض خواہ اس امر کا اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میّت کچھ نہیں ملا ہے وہ اس واسطے ہے کہ اصیل پر یہ قرضہ بسبب اس کی موت کے

فی الحال واجب الادا ہو گیا پس اس کو اختیار ہوا کہ اس کا مال فروخت کرا دے اور جہاں کہیں پائے وصول کر لے پس اس سے اس طرح کا اقرار کرا لیا تا کہ وہ وارث سے رجوع[1] نہ کر سکے اور نیز کتاب میں فرمایا کہ یوں اقرار نہ کرے کہ یہ میت قرض دار مفلس مر گیا اور وارث نے اس کے بعد اس کی طرف سے ضمانت کی ہے بلکہ یوں اقرار کرے کہ اُس نے میت کی زندگی میں اس کی طرف سے ضمانت کی تھی کیونکہ امام اعظمؒ رحمتہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ مفلس کی طرف سے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہیں ہے پس اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے اسی طور سے اقرار کرے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ستر ہویں فصل ☆

اجارات کے بیان میں

امام محمدؒ نے اجارات اصل میں فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک حمام جارہ پر لیا اور مالک حمام عمرو نے زید کے ذمہ حمام کی مرمت کی شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہوگا اس واسطے کہ مقدار مرمت داخل اجرت ہوگی حالانکہ وہ مجہول ہے پس اگر اس کے واسطے حیلہ چاہا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ مرمت میں کس قدر خرچ ہوگا پس اس کا اندازہ کر کے یہ مقدار اسکی اجرت میں بڑھائے پھر عمرو اُس کو حکم دے کہ اجرت میں سے اس قدر مال اس کی مرمت میں خرچ کرے چنانچہ اگر کرایہ کی مقدار دس درم ہو اور مرمت کے واسطے خرچہ کی مقدار ضروری بھی مثلاً دس درم ہو تو مالک حمام اس کو بیس درم کے عوض اجارہ پر دے پھر اُس کو حکم کرے کہ اس میں سے دس درم اس کی مرمت میں خرچ کرے پس مستاجر اُس کی طرف سے اس کے حمام کی مرمت اس کے مال سے کرنے کا وکیل ہو جائے گا اور یہ معلوم ہے پس جائز ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ بنا بر قول صاحبینؒ کے ٹھیک ہے اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے ٹھیک نہیں ہے اس واسطے کہ اجرت قرضہ ہے حالانکہ اس کو ایک مجہول چیز میں صرف کرنے کا حکم کیا ہے اور یہ مانع جواز ہے اس واسطے کہ مرمت و اُجرت امام اعظمؒ ہی کے قول پر مانع جواز وکالت ہے جیسے کہ اگر بدون سے قرض خواہ نے کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اس کو فلاں چیز کی بیع سلم میں دے دے یا کہا کہ میرے واسطے فلاں چیز بعوض اس کے جو میرا تجھ پر ہے خرید دے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ حیلہ بالاتفاق سب کے قول کے موافق ٹھیک ہے لیکن باہم اس امر میں اختلاف کیا کہ وجہ جواز کیونکر ہے سو بعض نے کہا کہ وکیل کرنے کے وقت اجرت واجب نہ تھی تا کہ یہ لازم آئے کہ اس نے مجہول چیز میں قرضہ کے صرف کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ جواز وکالت سے مانع ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اس کو قبل اجارہ کے اس امر کا وکیل کرے تو وکالت جائز ہے پس اسی وجہ سے جائز ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اس صورت میں وقت وکالت کے قرضہ واجب تھا پس جب اس نے اب امر کے واسطے وکیل کیا اور مسلم الیہ کو معین نہ کیا تو اس کو اس امر کا وکیل کیا کہ جو قرضہ اس پر واجب ہے اس کو مجہول کی جانب صرف کرے اور یہ جائز نہیں ہے جیسے اگر یوں کہا کہ جو میرا تجھ پر ہے اس کو کسی کو دے دے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس مسئلہ مذکورۂ بالا میں اس کے برخلاف ہے حتیٰ کہ اگر وقت وکیل کرنے کے اجرت واجب ہوتی تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے جائز نہ ہوتی تاوقتیکہ وہ اینٹوں و فروشدہ آلات کو معین نہ کرتا جیسے کہ مسئلہ سلم میں ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام اعظمؒ قرضہ خرچ کرنے کا وکیل کرنا جبھی نہیں جائز کہتے ہیں کہ جب وہ چیز جس کی طرف صرف کیا جائے یعنی محل صرف مجہول ہو اور اگر معلوم ہو تو ناجائز نہیں فرماتے ہیں آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گھوڑا یا غلام کرایہ پر لیا اور موجر نے مستاجر کو وکیل کیا کہ اس اجرت میں سے اس قدر اس جانور یا غلام کے دانہ و خوراک میں صرف کرے تو جائز ہے اس واسطے کہ محل صرف یعنی گھوڑا یا غلام معلوم ہے اور اس صورت میں بھی محل صرف یعنی مرمت

حمام معلوم ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اس میں محل صرف یعنی مسلم الیہ مجہول ہے حتیٰ کہ اگر وہ معلوم ہو مثلاً یوں کہے کہ جو میرا تجھ پر آتا ہے اس کو فلاں شخص کو فلاں شخص کی بیع سلم میں دے دے یعنی مسلم الیہ کو معین کر دے تو امام اعظمؒ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ پھر اگر مستاجر نے کہا کہ میں نے اتنے مال سے اس حمام کی مرمت کی ہے تو بدون حجت کے اس کا قول قبول نہ ہوگا اسی طرح اگر مالک حمام نے اس امر پر گواہ کر دیئے کہ مستاجر اس کی مرمت میں خرچ کرنے میں جو کچھ دعویٰ کرے اس کی تصدیق ہوگی تو بھی مستاجر کا قول بدون حجت کے قبول نہ ہوگا یعنی اگر اجارہ دینے کے وقت اور مستاجر کے ذمہ حمام کی مرمت کی شرط کرنے کے وقت مالک حمام نے اس امر کے گواہ کر دیئے کہ اس کے بعد مستاجر یہ جو کچھ دعویٰ کرے گا کہ میں نے اس کی مرمت میں اس قدر خرچ کیا ہے تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مستاجر مذکور اس مرمت کے خرچہ کے دعویٰ میں امر کا مدعی ہے کہ جو اجرت اُس پر واجب ہوگئی تھی وہ اس نے ادا کر دی ہے اور مالک حمام اس سے منکر ہے پس اسی کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مستاجر اپنے دعویٰ پر جس طرح دعویٰ کرتا ہے گواہ قائم کرے تو اس کا دعویٰ ثابت ہوگا جیسے کہ اگر اس نے حقیقۃً ادا کرنے کا دعویٰ کیا تو یہی حکم ہے۔

پھر اگر مستاجر نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے کہ جس سے بدون حجت کے اس کی مرمت میں صرف کرنے کا قول قبول ہو تو یہ حیلہ ہے کہ بقدر مرمت کے مستاجر مذکور اس موجر کو پیشگی دے دے پھر مالک حمام اس کو وصول کر کے مستاجر کو دے دے اور اُس کو حکم کرے کہ اس کو مرمت حمام میں خرچ کرے پس اس کے خرچ کرنے میں مستاجر امین کا قول قبول ہوگا کچھ گواہوں کی ضرورت نہ ہوگی اس واسطے کہ پیشگی ادا کرنے سے جو کچھ ادا کیا ہے وہ مالک حمام کی ملک ہو جائے گی پھر جب وصول کر کے اس کو دے دے گا تو اس کے بعد مستاجر مذکور اس میں اس کا امین ہوگا اور امانت کو امانت کی جگہ صرف کر دینے میں امین کا قول قبول ہوتا ہے اور حیلہ دیگر بدین غرض کہ مستاجر کے ذمہ سے گواہ ساقط ہوں یہ ہے کہ بقدر مرمت کے خرچہ کے کسی درمیانی عادل کے پاس رکھے حتیٰ کہ جس قدر خرچ ہو اس کی مقدار کی بابت اسی عادل کا قول قبول ہوگا اس واسطے کہ عادل مذکور امین ہوگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے میدان دار بعوض اجرت معلومہ کے مدت معلومہ تک کرایہ لیا اور اس کو مالک دار نے حکم دیا کہ اس میں ایسی عمارت بنوا دے اور اس کا خرچہ اس کے کرایہ سے محسوب کر لے تو یہ جائز ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک حمام کرایہ پر لیا اور مالک حمام نے اس کو حکم دیا کہ اس حمام کی شکست و ریخت کی مرمت کرے اور اس کے کرایہ میں سے محسوب کرے تو جائز ہے پس جب امر جائز ٹھہرا اور اس نے عمارت میں خرچ کیا تو کرایہ میں سے بقدر خرچہ کے محسوب کرے گا اس واسطے کہ اس نے مالک دار کے حکم سے عمارت بنوائی ہے اور کرایہ اس مستاجر کے ذمہ قرضہ ہے پس دونوں کی مقدار اگر برابر ہو کچھ کمی بیشی نہ ہو تو قصاص[1] کر لیں گے اور اگر کمی و بیشی ہوگی تو بقدر اس کے ایک دوسرے سے واپس لے گا اور یہ عمارت اس دار کے مالک کی ہوگی اور اگر مالک حمام نے یہ ذکر نہ کیا کہ عمارت کا خرچہ اس کے کرایہ میں سے محسوب کر لے بلکہ فقط یہ حکم کیا کہ اس میں ایسی ایسی عمارت بنوا دے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا کہ جو کچھ تو اس میں صرف کرے وہ کرایہ میں محسوب کر لے پس اُس نے عمارت بنوائی تو یہ عمارت کس کی ہوگی سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ عمارت اس شخص کی ہوگی جس کی زمین ہے اور اس کی دلیل اُس سے نکالی جو امام محمدؒ نے ضمان الاجازت میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک حمام کرایہ پر دیا اور مستاجر کو حکم دیا کہ اس کی شکست و ریخت کی اور ضروری چیز کی تعمیر کرے اور اس نے ایسا ہی کیا تو یہ عمارت مالک حمام کی ہوگی اور بعض نے کہا کہ یہ عمارت اس مستاجر کی ہوگی اور اس کی دلیل اس سے نکالی جو کتاب العاریۃ میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار عاریت لیا اور اس میں عمارت بنائی حالانکہ مالک دار کی حکم سے بنائی ہے تو یہ عمارت اس مستعیر کی ہوگی۔ پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو کہتا ہے کہ اس

[1] قصاص سے مراد برابری کا ادلا بدلا ہے ۱۲

صورت میں عمارت مذکورہ مستاجر کی ہو گی مستاجر کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو کچھ اُس نے تعمیر میں خرچ کیا ہے وہ موجر سے واپس لے پس اگر مستاجر کو خوف ہوا کہ اگر اس نے عمارت بنائی اور ان سالوں کے تمام ہونے سے پہلے مدت اجارہ گذر گئی تو شاید اس کا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور میں ہو جو ایسی صورت میں بنا بر قول بعض مشائخ کے مستاجر کے واسطے موجر سے خرچہ واپس لینے کا استحقاق جائز نہیں جانتا ہے پس اس کا خرچہ جاتا رہے گا اور اس کو ضرر پہنچے گا پس اُس نے اس کے واسطے حیلہ طلب کیا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مالک دار سے یوں کہے کہ وہ جب اجازت عمارت دیتا ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی کہے کہ میں تیرے خرچہ تعمیر کا حساب اس کے کرایہ سے کر دوں گا پس جب اس نے ایسا کیا تو ہر گاہ ان سالوں کے تمام ہونے سے پہلے اجارہ ٹوٹ جائے گا تو اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ اُس نے خرچ کیا ہے وہ موجر سے واپس لے اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ اس خرچہ کی مقدار کو دیکھ کر اس قدر تخمینہ سے ہوتی ہے اس کو دار مذکور کے آخر سال کے کرایہ میں لائے اور اس کو ملا کر اس کا آخر سال کا کرایہ قرار دے پھر مالک دار اس امر کا اقرار کرے کہ مستاجر نے مجھ کو اس دار کے کرایہ میں سے سال کا آخرہ کا کرایہ اس قدر پیشگی دیا ہے اور میں نے اس کو مستاجر سے وصول پایا ہے حتیٰ کہ اگر اس مدت کے گذرنے سے پہلے اجارہ منقضی ہوا تو مستاجر مذکور اس قدر مال جس کی بابت موجر نے اقرار کیا ہے کہ میں نے بابت کرایہ سال اخیرہ کے وصول کیا ہے موجر سے واپس لے گا اور اگر اجارہ مذکور اپنی پوری مدت تک رہا تو اجارہ کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور پھر مستاجر کو اس موجر سے یعنی مالک دار سے اس کے واپس لینے کی کوئی راہ نہ ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مستاجر کو خوف ہوا کہ شاید موجر اس سے قسم لے کہ تو قسم کھا کہ میں نے اس کو اس قدر اجرت بابت سال اخیرہ کے پیشگی دی ہے تو وہ قسم نہ کھا سکے گا پس کوئی دوسرا حیلہ چاہئے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مستاجر مذکور اس موجر کے ہاتھ کوئی چیز کم قدر بعوض اس قدر مال کے فروخت کر کے موجر کو حوالہ کر دے پس اگر اس مدت مقررہ کے گذرنے سے پہلے اجارہ فسخ ہوا تو مستاجر مذکور اس سے اس چیز کا ثمن واپس لے سکتا ہے اور وہ اس امر پر قسم کھا سکتا ہے کہ اس موجر پر میرا اس قدر مال واجب ہے اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنی زمین جس میں کھیتی ہے کسی کو اجارہ پر دے تو اس میں کوئی حیلہ نہیں نکل سکتا ہے سوائے ایک صورت کے اور وہ یہ ہے کہ کھیتی اس کے ہاتھ فروخت کر کے زمین اس کو اجارہ پر دے دے اس واسطے کہ جواز عقد اجارہ کی شرط یہ ہے کہ بعد عقد اجارہ کے مستاجر اس زمین سے انتفاع حاصل کر سکے اور جب اس کے ہاتھ کھیتی فروخت کی پھر زمین اس کو اجارہ پر دے دی تو وہ زمین مذکور سے انتفاع حاصل کر سکتا ہے کہ اس میں اپنی کھیتی کی تربیت کرے گا اور اگر کھیتی اس کے ہاتھ فروخت نہ کی تو مستاجر اس زمین سے انتفاع[1] حاصل نہیں کر سکتا ہے کیونکہ وہ موجر کی کھیتی میں پھنسی ہے اور نیز مستاجر کو سپرد نہیں کر سکتا ہے بدون اس کے کہ اپنی کھیتی اس میں سے اکھاڑ لے اور اس میں اس کے حق میں کھلا ہوا ضرر ہے اس واسطے عقد فاسد ہو گا اور علیٰ ہذا اگر زمین میں درخت یا کوئی عمارت ہو اور چاہا کہ زمین کرایہ پر دے دے تو بھی چاہئے کہ درخت و عمارت پہلے اس کے ہاتھ فروخت کر دے پھر زمین کو اجارہ پر دے یہ مبسوط میں ہے۔

زید نے چاہا کہ عمرو کی زمین جس میں عمرو کی کھیتی ہے اجارہ پر لے تو جائز نہیں ہے اور مشائخ نے اس کے عدم جواز کی وجہ بیان کرنے میں اختلاف[2] کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اس وجہ سے جائز نہیں ہے کہ اس نے ایسی زمین اجارہ پر دی ہے جس سے مستاجر انتفاع نہیں حاصل کر سکتا ہے پس عقد اجارہ ایسا ہوا کہ گویا اس نے ایسی زمین اجارہ پر دی جو لونیا(۱) ہے یا ایسی زمین اجارہ پر دی جس میں سے پانی رستا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ وجہ ہے کہ اُس پر حکماً مالک زمین کا قبضہ قائم ہے اس واسطے کہ اس میں اس کی کھیتی

---

[1] یہ اس وقت ہے کہ جب تمام زمین جو درختوں وغیرہ میں پھنسی ہوئی ہے سب اجارہ پر دی اور اگر فقط خالی زمین دے دی تو اس کی کچھ حاجت نہیں ہے ۱۲

[2] قولہ اختلاف قال المترجم کچھ اختلاف نہیں بلکہ ہر دو امر عدم جواز کے لیے مستقل ہیں غایت آنکہ کسی نے کوئی اور دوسرے نے دوسرا بیان کیا ۱۲

(۱) یعنی زمین شور ۱۲

موجود ہے پس اس نے ایسی چیز اجارہ پر دی جس کو سپرد نہیں کر سکتا اور ایسا اجارہ صحیح نہیں ہوتا ہے پس اگر اس نے اس کے جواز کا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہے کہ جس کو اجارہ پر دینا چاہتا ہے اس مستاجر کے ہاتھ پہلے اپنی کھیتی فروخت کر دے پھر اس کے بعد یہ زمین اجارہ پر دے دے تو اجارہ جائز ہوگا اس واسطے کہ کھیتی مذکور بوجہ مستاجر کے خریدنے کے اس کی ملک ہو جائے گی پس مستاجر اس زمین سے انتفاع حاصل کر سکے گا اس طرح کہ اس کی کھیتی اس زمین میں تربیت پائے گی پس اس صورت میں ایسا ہوگا کہ اس نے ایسی چیز اجارہ پر دی جس سے مستاجر انتفاع حاصل کر سکتا ہے اور اس وجہ سے کہ جب کھیتی مذکور مستاجر کی ملک ہوگئی تو زمین سے موجر کا قبضہ حکمی و خلقی سب دور ہو گیا پس ایسی چیز اجارہ پر دی جس کو بخوبی سپرد کر سکتا ہے پس اجارہ صحیح ہوگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس حیلہ سے اس زمین کا اجارہ جبھی صحیح ہوگا کہ جب اس نے اپنی کھیتی کو بہ بیع رغبت وجد[1] فروخت کیا ہو اور اگر بطور بیع ہزل و تلجیہ فروخت کیا ہو تو اجارہ جائز نہ ہوگا کیونکہ جب بیع ہزل ہوگئی تو زراعت مذکور مالک بائع سے خارج نہ ہوگی پس بعد بیع کے بھی وہی حال رہے گا جو بیع سے پہلے تھا اور بیع رغبت وجد کی پہچان یہ ہے کہ زراعت مذکور بعوض اتنے داموں کے فروخت کی جائے جو اس کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہیں یا اس قدر کم ہیں کہ جس قدر لوگ اپنے انداز میں خسارہ اُٹھا لیتے ہیں اور بیع ہزل ہونے کی پہچان یہ ہے کہ زراعت کے دام اتنے ہوں جو قیمت زراعت سے اس قدر کم ہیں کہ لوگ اپنے انداز میں ایسا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں اور بعض مشائخ کے نزدیک اگر بیع مذکور بعوض اتنے داموں کے ہو جو اس کی قیمت سے اس قدر کم ہیں کہ جس قدر لوگ اپنے انداز میں خسارہ نہیں اُٹھاتے ہیں تو وہ بھی امام اعظمؒ کے نزدیک بیع رغبت ہے پس اجارہ جائز ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع ہزل ہے پس اجارہ جائز نہ ہوگا اور بعضوں نے فرمایا کہ اگر یہ بیع قیمت سے کم داموں کے عوض ہو تو بھی باتفاق بیع جد و رغبت ہے پس جواز اجارہ سے مانع نہ ہوگی اور اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں نے اس بیع سے عقد اجارہ کا صحیح ہونا چاہا ہے اور صحت اجارہ بدون اس کے نہیں ہو سکتی ہے کہ پہلے زراعت فروخت کی جائے اور یہ بیع رغبت وجد فروخت کی جائے پس بظاہر یہی ہے کہ اپنی غرض پوری کرنے کے واسطے دونوں نے یہ بیع رغبت وجد بیع کی ہے۔

اگر زید نے اپنی زمین عمرو کو اجارہ پر دی اور عمرو کے ذمہ باوجود کرایہ کے اس کا خراج بھی شرط کیا تو یہ جائز نہیں ہے اس واسطے کہ اجرت مجہول ہوئی جاتی ہے بدیں وجہ[2] کہ خراج کبھی بڑھ جاتا ہے اور کبھی گھٹ جاتا ہے یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہے کہ زید نے عمرو کو اپنا دار ایک سال کے واسطے اجرت معلومہ پر بدین شرط اجارہ دیا کہ اس کی مرمت اپنے مال سے کرے تو یہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ خرچہ مرمت مجہول ہے پس اجرت معلومہ مذکورہ بھی مجہول ہو جائے گی اور بدین وجہ کہ خراج زمین بذمہ مالک زمین ہوتا ہے پس جب مالک نے یہ خراج بذمہ مستاجر شرط کیا تو تقدیراً گویا اس نے یوں کہا کہ میں نے تجھے اپنی یہ زمین اس سال کے واسطے اتنے درموں پر بدین شرط اجارے پر دی کہ جو خراج سلطان کا میرے ذمہ امسال عائد ہوگا اس کا تو حوالہ قبول کر لے حالانکہ ایسا کہنے میں عقد اجارہ صحیح نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ اس عقد اجارہ میں حوالہ شرط ہے پس عقد اجارہ فاسد ہوگا۔ پھر اس امر کا حیلہ کہ ایسا اجارہ جائز ہو جائے فاسد نہ ہونے پائے یہ ہے کہ اس کو یہ زمین کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ پر دے اور اس اجرت میں جس قدر انداز سے خراج لازم آتا نظر آئے بڑھائے اور اس سب کے عوض اس کو اجارہ پر دے کر مستاجر کے واسطے گواہ کرا دے کہ موجر نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ اس زمین کا خراج اس زمین کی اجرت میں سے اس قدر درموں تک ادا کرے اور فرمایا کہ یہ بات ویسی ہے جیسی ہم نے پہلے

[1] جد یعنی عمداً قصد بیع ہو ہزل نہ ہو اور رغبت ہو اور تلجیہ ظاہری نہ ہو ۱۲ [2] یہ توجیہ خراج بٹائی میں چلتی ہے جو پیداوار سے جزو معین ہوتا ہے کہ وہ کبھی کم و کبھی زیادہ ہو سکتا ہے لہٰذا آئندہ یہ عبارت لکھی بدیں وجہ کہ خراج بذلہ مالک ہے الخ باوجودیکہ توجیہ دوم خود مستقل ہے ۱۲ منہ

ذکر کر دی (۱) ہے اور اجارہ جائز ہو جائے گا اس واسطے کہ اجارہ بعوض اجرت معلومہ واقع ہوا ہے پس صحیح ہوگا پھر موجر نے متاجر کو اجرت میں سے ادائے خراج کی اجازت دی ہے پس متاجر مذکور اجرت واجبہ میں سے اس طرح ادا کرنے کا موجر کی طرف سے وکیل ہو جائے گا پس یہ وکالت بھی صحیح ہوگی جس طرح علماء نے مرمت دار میں فرمایا ہے کہ اگر اپنا دار ایک شخص کو باجرت معلومہ اجارہ پر دیا اور موجر نے اس کو حکم دیا کہ اس سال اس کی قابل مرمت چیز کی مرمت اسی اجرت میں سے کرے تو یہ توکیل وعقد اجارہ صحیح ہے اسی طرح یہ بھی صحیح ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہ حیلہ ضعیف ہے اس واسطے کہ موجر ومتاجر نے اگر خراج کے ادا کرنے میں اختلاف کیا اور متاجر نے کہا کہ میں نے اس زمین کا خراج و پیداوار میں سے ادا کر دیا ہے اور موجر نے اس کی تکذیب کی یا دونوں نے مقدار ادا کرنے میں اختلاف کیا تو قول موجر کا قبول ہوگا اور متاجر اپنے دعویٰ ادائے خراجہائے زمین مذکور میں تصدیق نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ متاجر مذکور ضمن ہے امین نہیں ہے پس وہ اس دعویٰ سے یہ چاہتا ہے کہ ضمانت اجرت سے بری الذمہ ہو اور موجر اس سے منکر ہے کہ اس کے حق میں بھر پانا ثابت ہوا ہے پس اس منکر کا قول قبول (۲) ہوگا اسی طرح مرمت دار میں بھی درصورت اختلاف کے موجر ہی کا قول قبول ہوگا جیسے کہ ہم نے پہلے[1] بیان کر دیا ہے پس قوی ومضبوط حیلہ یہ ہے کہ متاجر اس کو تمام اجرت پیشگی ادا کر دے پھر مالک زمین اس کو وصول کر کے اسی متاجر کو دے دے اور اس کو وکیل کر دے کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج ادا کر دے پھر اگر متاجر نے دعویٰ کیا کہ میں نے خراج ادا کر دیا ہے تو موجر اس سے گواہ طلب نہیں کر سکتا ہے بدون گواہوں کے اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اس واسطے کہ ہرگاہ متاجر نے اجرت پیشگی ادا کر دی تو اجرت سے بری کر دیا پھر اس کے بعد جب اس کو مالک زمین نے یہ اجرت کا مال دیا اور اس کو وکیل کیا کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج ادا کر دے تو متاجر اس ادا کرنے میں امین ووکیل ہوا پس جب وہ کہے گا کہ میں نے ادا کر دیا ہے تو مانند اور امینوں کے اس امین کے قول کی بھی تصدیق کی جائے گی اور ایسا ہی جواب مرمت دار میں ہے کہ اگر متاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا پھر موجر نے اس کو دے دیا کہ اس اجرت مقبوضہ میں سے دار جہاں جہاں لائق مرمت ہو اس کی مرمت کرے اور متاجر نے کہا کہ میں نے مرمت کر دی ہے اور اس قدر خرچ کیا ہے تو بدین وجہ مذکور اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔

پھر واضح ہو کہ امام محمدؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ والیان خراج کو خراج ادا کر دے یعنی نائب سلطان کو یا جو شخص سلطان کی طرف سے تحصیل خراج کے واسطے مقرر ہو اس کو ادا کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اگر متاجر مذکور یا کسی ایسے شخص نے جس پر خراج ہے اور اہل دیہ میں سے کسی آدمی کو خراج دے دیا تو بری نہ ہوگا اور دوبارہ (۳) ضامن ہوگا اسی طرح اگر حالی دیہ یا امین (۴) دیہ کو ادا کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ وہ از جانب سلطان مقرر نہیں ہے اور نہ اُس کا نائب ہے پس اس کو ادا کرنے سے بری نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ یہ شخص حالی نائب سلطان ہو یا سلطان کی طرف سے مامور ہو تو ایسی صورت میں اس کو ادا کرنے سے بری ہو جائے گا اور از جنس مسئلہ خراج ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کو امام محمدؒ نے حیل الاصل میں ذکر فرمایا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا اجارہ پر لیا اور موجر نے کرایہ کے ساتھ متاجر کے ذمہ اس کا دانہ گھاس بھی شرط کیا تو یہ جائز نہیں ہے اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ اس کے دانہ گھاس میں کتنے درم خرچ ہوں گے ان کا تخمینہ کر کے یہ مقدار بھی اجرت میں ملائی جائے پس اس مجموعہ کے عوض اس کو کرایہ پر لے پھر موجر اس کو وکیل کر دے کہ اس مقدار زائد کردہ سے اس کا دانہ چارہ دے لیکن ایسی صورت میں متاجر کے دعویٰ خرچہ کی تصدیق بدون گواہوں (۵) کے نہ ہوگی تو احتیاط یہ ہے کہ بقدر زیادہ کردہ کے موجر کو پیشگی دے دے پھر موجر اس کو متاجر کو دے کر گھوڑے کے دانہ چارہ میں خرچ کرنے کا حکم دے اسی طرح اگر کسی نے ایک شخص کو مزدور کر لیا اور

---

[1] قال سابق میں ذکر کیا ہے کہ بقدر خراج کے پیشگی ادا کر دے اور ظاہر اسی قدر کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ (۱) یعنی مثل مذکورہ سابق اس میں بھی کرے ۱۲ منہ (۲) اور متاجر کو گواہ لانے چاہئے ہیں ۱۲ (۳) اگر خراج نہ پہنچا ہو ۱۲ منہ (۴) پدھان ونمبردار وغیرہ ۱۲ منہ
(۵) اگر موجر نے انکار کیا ۱۲

اس کا کھانا دینا مستاجر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ نہیں جائز ہے اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ مقدار طعام کو دیکھ کر اُس کا تخمینہ کر کے اجرت میں ملایا جائے جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ زید نے ایک مکان ماہواری کرایہ پر لیا اور مستاجر کو خوف ہوا کہ اگر وہ اس میں مہینہ سے زیادہ دو مہینہ رہا تو جب دوسرے مہینے کا ایک روز یا دو روز گذریں گے درحالیکہ وہ اس میں ساکن ہوگا تو اس پر اس تمام مہینے کا کرایہ لازم آئے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مکان مذکور کو یومیہ کرایہ پر لے کہ روزانہ اس قدر کرایہ پر ہے پس جب چاہے گا اس کو خالی کر دے گا اور اس پر اسی قدر کرایہ لازم آئے گا جتنے دن وہ رہا ہے اور واضح ہو کہ اس قول سے کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک یا دو روز گزریں گے تو اس پر تمام اس مہینہ کا کرایہ لازم آئے گا یہ مراد نہیں ہے کہ حقیقۃً کرایہ لازم آئے گا اس واسطے کہ کرایہ درحقیقت تو بعد مہینہ پورا ہونے کے واجب ہوگا لیکن یہ مراد ہے کہ جب مہینہ آ جائے گا اور ایک دو روز گذر جائیں گے تو اس مہینہ کا اجارہ اس کے ذمہ لازم آ جائے گا اور جامع الفتاویٰ [1] میں ہے کہ اگر ایک زمین اجارہ پر لی اور چاہا کہ موجر کی موت سے اس کا اجارہ نہ ٹوٹے تو موجر اس امر کا اقرار کرے کہ یہ اراضی دس برس تک فلاں شخص کی ہے اس میں جو چاہے زراعت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ اسی کا ہوگا اور وجہ دیگر آنکہ مستاجر اقرار کرے کہ میں اس کو ایک مرد مسلمان کے واسطے اجارہ لیتا ہوں اور موجر اقرار کرے کہ میں اس کو ایک مرد مسلمان کی جو کالت سے اس کی طرف سے اجارہ پر دیتا ہوں پس ان دونوں میں سے کسی کی موت سے اجارہ مذکور منتقص نہ ہوگا اور اگر زمین اجارہ میں نفط یا قیر کا چشمہ ہو اور مستاجر نے چاہا کہ یہ مجھے ملے تو مالک زمین اس امر کا اقرار کرے کہ یہ چشمہ مستاجر کا ہے دس برس تک بمعنی آنکہ اس کو دس برس تک انتفاع کا استحقاق حاصل ہے تو جائز ہوگا اور سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر اپنی زمین اجارہ پر دی اور اسمیں درختاں خرما ہیں اور چاہا کہ اس کے پھل مستاجر کو دے دے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ یہ درخت مستاجر کو معاملہ پر دے بدین شرط کہ اس کو پھلوں کے ہزار حصوں میں سے ایک حصہ مالک کا ہے اور باقی مستاجر کے ہیں اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک مکان کرایہ پر لیا اور مالک مکان نے اس کو حکم کیا کہ اس کے کرایہ سے اس کی مرمت میں خرچ کرے پس اگر اس نے خرچ کیا تو بدون گواہوں کے صرف اس کا قول قبول نہ ہوگا کہ میں نے خرچ کیا ہے پس اس نے چاہا کہ میں اس امر میں امین ہو جاؤں تو چاہئے کہ اجرت پیشگی دے دے پھر مالک مکان اس اجرت کو وصول کر کے اسی مستاجر کو دے دے اور حکم کر دے کہ اس کو اس کی مرمت میں خرچ کرے تو وہ اس میں امین ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اٹھارھویں فصل ☆

دعویٰ کے دفعیہ میں

زید کے قبضہ میں ایک اراضی یا مکان وغیرہ ہے اس کی بابت کسی شخص نے دعویٰ کیا حالانکہ مدعی ظالم ہے ناحق دعویٰ کرتا ہے او رمدعا علیہ قسم کھانے کو مکروہ جانتا ہے پس اُس نے حیلہ دفع قسم کا چاہا تو فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس چیز متدعویہ کا اپنے فرزند صغیر یا معتمد اجنبی کے واسطے اقرار کر دے تو اس کے ذمہ سے خصومت وقسم دفع ہو جائے گی ایسا ہی امام خصاف نے اپنی حیل میں ذکر فرمایا ہے اور ہم نے ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ مشائخ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے بعض نے اسی طرح فرمایا جیسا امام خصافؒ نے ذکر فرمایا ہے اور بعض نے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کرنے اور اجنبی کے واسطے اقرار کرنے دونوں صورتوں میں تفصیل وفرق بیان کیا ہے کہ اگر اس نے اپنے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کر دیا تو اس کے ذمہ سے قسم دور ہو جائے گی اور اگر اجنبی کے واسطے اقرار کیا تو قسم دفع

(۱) پس اگر بیچ میں خالی کیا تو اس دن خالی نہ کرے گا یا خالی کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا ۱۲

نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ چونکہ ایسی صورت میں حیلہ جاری ہوسکتا ہے اس واسطے اس حیلہ کے دور کرنے کے واسطے اُس کے ذمہ سے قسم دونوں صورتوں میں دور نہ ہوگی۔ پھر امام خصافؒ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے کہا کہ ہرگاہ مدعا علیہ نے اس اراضی کا اپنے فرزند صغیر یا اجنبی کے واسطے اقرار کردیا تو اس نے میرے حق و مال کو تلف کردیا اور میرے واسطے اس پر قیمت واجب ہوئی کہ میں اس سے یہ قسم لے سکتا ہوں کہ واللہ تیرے واسطے مجھ پر اس زمین کی قیمت واجب نہیں ہوئی تو فرمایا کہ بنابر قول امام اعظمؒ و دوسرے قول امام ابو یوسفؒ کے اس پر قسم عائد نہ ہوگی اور بنابر اوّل قول امام ابو یوسفؒ اور قول امام محمدؒ کے اس پر قسم عائد ہوگی ایسا ہی امام خصافؒ نے ذکر فرمایا ہے اور وجہ یہ ہے کہ بنابر قول دوم امام ابو یوسفؒ و قول امام اعظمؒ کے عقار کا غصب کرنا موجب ضمان نہیں ہوتا ہے اور بنابر قول امام محمد و اوّل قول امام ابو یوسفؒ کے موجب ضمان ہوتا ہے پھر ہمارے بعض مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ اختلاف محض غصب میں ہے اور درصورتیکہ منکر ہوجائے تو بالاتفاق ضمان واجب ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ منکر ہوجانے کی صورت میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں اور اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ سب میں اختلاف یکساں ہے اور چاہئے کہ اس صورت مذکورہ میں بالاتفاق ضمان واجب ہو اس واسطے کہ یہ صورت تو یہ ہے کہ اُس نے عقار کو تلف کردیا اور عقار تلف کرنے سے بالاتفاق ضمان واجب ہوتی ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی گواہ نے دوسرے گواہ کے ساتھ کسی مدعی کے واسطے عقار کی گواہی مدعا علیہ پر دی پھر اپنی گواہی سے رجوع کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا کیونکہ اُس نے ملک کو تلف کردیا ہے اور اگر چیز متدعویہ کوئی اسباب یا باندی وغیرہ مال منقول ہو عقار نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مدعا علیہ اس چیز متدعویہ کو ایسی ہیات سے رکھے کہ مدعی اس کو نہ پہچانے پھر اس مدعی کے سامنے پیش کرے تاکہ مدعی مذکور اس کے خریدنے کے واسطے چکائے پس اس کا دعویٰ باطل ہوجائے گا کیونکہ ہرگاہ اُس نے چکایا تو یہ مدعی کی طرف سے اس امر کا اقرار ہے کہ اس میں مدعی کی کچھ ملک نہیں ہے پس اس کا دعویٰ باطل ہوجائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

انیسویں فصل ☆

وکالت کے بیان میں

اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ زید کے واسطے فلانہ باندی معینہ بعوض ہزار درم یا سو دینار کے خریدے پس وکیل نے اس وکالت کو قبول کیا پھر جب اس باندی کو دیکھا تو چاہا کہ اپنے واسطے خرید لے پس حیلہ یہ ہے کہ جس جنس کے عوض موکل نے اس کو خریدنے کا حکم دیا ہے اس کے خلاف جنس سے خریدے مثلاً اس کو ہزار درم کے عوض خریدنے کا حکم دیا ہے تو اس کو سو دینار کے عوض خریدے اور اگر اس کو دیناروں کے عوض خریدنے کا حکم کیا تو درموں کے عوض خریدے یا جس جنس سے خریدنے کا حکم کیا ہے اس جنس سے خریدے لیکن بڑھا[1] کر خریدے مثلاً سو دینار سے خریدنے کا حکم کیا تو ایک سو پانچ دینار کے عوض خریدے تاکہ اُس کے حکم کے برخلاف کرنے والا ہوجائے پس یہ بیع بحق وکیل نافذ ہوجائے گی اور موقوف نہ رہے گی اس واسطے کہ خرید وکیل متوقف نہیں رہتی ہے جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہوچکا ہے اور اگر وکیل مذکور نے اسی جنس سے جس کے عوض خریدنے کا حکم کیا ہے اور اسی قدر سے جس قدر کا حکم دیا ہے خریدی اور خریدنے میں تصریح کردی کہ اپنے واسطے میں نے خریدی ہے پس اگر موکل کی موجودگی میں ہو تو اپنی واسطے خریدنے والا[2] ہوگا اور اگر موکل کی غیبت میں ہو تو اپنی واسطے خریدنے والا نہ ہوگا اس واسطے کہ جو شخص کسی معین چیز کے خریدنے کا وکیل ہے وہ اپنے واسطے نہیں خرید سکتا ہے الا بعد اس کے کہ اپنے آپ کو وکالت سے معزول کرے اور موکل کی غیبت میں اپنے آپ کو

(۱) اور اگر کمی سے خریدا تو مخالف ہوگا لیکن خلاف بخیر ہوگا اس واسطے بیع بحق موکل نافذ ہوگی ۱۲ (۲) یعنی موکل کے علم کے ساتھ ۱۲ منہ

معزول نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ یہ عزل قصدی ہے پس اس میں حضور موکل شرط ہے پس جب وہ معزول نہ ہوا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جائے گا اسی طرح اگر اس نے قبل خرید کے اس امر پر گواہ کر لئے کہ میں نے اس کو اپنے واسطے خریدتا ہوں پھر اسی دم اس کو خرید لیا اور کچھ نہ کہا پس اگر اس کا موکل مجلس اشہاد میں حاضر ہو تو وہ اپنے واسطے خریدنے والا ہو گا اور اگر مجلس مذکور سے غائب ہو تو اگر موکل کو اس کا علم ہو گیا کہ وکیل نے ایسا ایسا کہا اور گواہ کر لئے ہیں قبل اس کے کہ باندی مذکورہ کو خریدے تو وکیل مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائے گا اور اگر اس کو گفتگوئے وکیل واشہاد[1] سے آگاہی نہ ہوئی ہو یہاں تک کہ وکیل نے خریدی تو وہ موکل کے واسطے خریدنے والا ہو گا۔

اس مسئلہ میں امام محمدؒ نے درم و دینار کو دو جنس مختلف قرار دیا ہے اور جنس واحد نہیں قرار دیا اس واسطے کہ اگر دونوں کو ایک جنس قرار دیا ہوتا تو درصورتیکہ موکل نے درموں سے خریدنے کا حکم کیا نے وکیل نے دیناروں سے خریدی یا اس کے برعکس کیا تو وہ اپنے موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جاتا اور شرح جامع کے باب المساومتہ میں مذکور ہے کہ حکم ربوا کے حق میں از روئے قیاس درم و دینار دو جنس مختلف قرار دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ ایک کی بیع بعوض دوسرے کے زیادتی کے ساتھ جائز ہے اور سوائے حکم ربوا کے استحساناً دونوں ایک جنس قرار دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ باب زکوٰۃ میں ایک سے دوسرے کا نصاب پورا کیا جاتا ہے اور نیز تلف کردہ شدہ چیزوں میں قاضی مختار کیا گیا ہے چاہے درموں سے اُس کی قیمت اندازہ کرادے یا دیناروں سے اور نیز جو شخص بعوض درموں کے فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُس نے دیناروں کے عوض مجبوراً فروخت کیا یا اس کے برعکس کیا تو یہ بیع باکراہ رہے گی اور نیز درموں کے حق دار نے اگر اپنے قرض دار کے دیناروں پر قابو پایا تو اس کو اختیار ہے کہ اپنی جنس حق میں لے لے جیسے اس نے درموں پر قابو پایا مگر ایک روایت شاذہ امام محمدؒ سے اس کے برخلاف مروی ہے اور نیز اگر درموں کے عوض کوئی چیز فروخت کی پھر مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے اس کو دیناروں سے خرید لیا یا اس کے برعکس کہا حالانکہ ثمن اوّل کے بنسبت دوسرا ثمن کم ہے تو استحساناً بیع[2] فاسد ہو گی لیکن جو ہم نے اس مقام پر مذکور پایا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ ماسوائے حکم ربوا کے درم و دینار دو جنس مختلف بھی اعتبار کئے گئے ہیں اسی طرح باب شہادت میں بھی دونوں دو جنس مختلف اعتبار کئے گئے ہیں حتیٰ کہ اگر ایک گواہ نے درموں کی گواہی دی اور دوسرے نے دیناروں کی گواہی دی اور مدعی درموں کا یا دیناروں کا مدعی ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی اسی طرح باب اجارہ میں بھی دونوں دو جنس مختلف اعتبار کئے گئے چنانچہ اگر ایک نے دوسرے سے درموں کے عوض اجارہ لیا اور دوسرے کے ہاتھ دیناروں کے عوض اجارہ پر دے دیا یا اس کے برعکس کیا اور دوسرے نقد کی قیمت بنسبت اوّل کے زائد ہے تو متاجر کو یہ زیادتی حلال ہو گی پس جو حکم شرح جامع میں مذکور ہے کہ ماسوائے حکم ربوا کے یہ دونوں ایک ہی جنس قرار دیئے گئے ہیں یہ علی الاطلاق صحیح نہیں ہے اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ اس باندی کو بمثل اس چیز کے جس کے عوض خریدنے کا حکم دیا ہے اور بغیر دیگر اُس کے خلاف جنس کے دونوں سے خریدے مثلاً اس کو ہزار درم کے عوض خریدنے کا حکم کیا تو وکیل اس کو ہزار درم اور ایک کپڑے کے عوض خریدے یا کپڑے کے مانند کوئی اور چیز مال دے پس اس صورت میں وکیل مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائے گا اور اگر موکل نے اس کو خریدنے کا حکم کیا اور کچھ ثمن اس سے بیان نہ کیا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک اگر وکیل نے اس کو درم یا دینار میں سے کسی کے عوض خریدا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہو گا اور اگر ان دونوں کے سوائے کسی چیز کے عوض خریدا تو اپنے واسطے خریدنے والا ہو گا اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں ایک دوسرا حیلہ اور بھی ہے کہ وکیل مذکور کسی دوسرے شخص کو وکیل کر دے کہ وہ اس وکیل کے واسطے

---

[1] اشہاد گواہ کر لینا ۱۲ [2] قولہ بیع فاسد کیونکہ قبل ادائے ثمن کے اسی جنس سے کم داموں پر خریدنا جائز نہیں ہے پس درم و دینار جنس واحد قرار پائے ۱۲

اس باندی کوخریدے پس وہ وکیل کی غیبت میں وکیل کے واسطے اس کوخریدے اور جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ کی دوصورتیں ہیں کہ موکل نے وکیل اوّل سے یا تو یہ لفظ کہا ہوگا کہ اس میں اپنی رائے سے کام کر اور جو کچھ تو اس میں کرے گا وہ میرے حق میں جائز ہوگا یا یہ لفظ نہیں کہا ہوگا پس اگر کہا ہے تو بھی اس میں دوصورتیں ہیں کہ یا تو وکیل دوم نے بحضوری وکیل اوّل اس باندی کوخرید کیا پس اس صورت میں اگر وکیل دوم نے اس باندی کو اسی جنس سے خرید کیا جس کے عوض خریدنے کا اس کے موکل نے حکم دیا ہے خواہ اسی قدر کے عوض جس قدر کا حکم دیا ہے خریدی یا اس سے کم میں خریدی تو یہ خرید بحق موکل یعنی موکل اوّل نافذ ہوگی اور اگر اس کو اس جنس کے برخلاف دوسری جنس کے عوض خرید کیا یا اسی جنس کے عوض اس مقدار سے زائد کے عوض خرید کیا تب بھی اس کے موکل کے حق میں بیع نافذ ہوگی اس واسطے کہ دوسرے وکیل کا بحضوری وکیل اوّل خریدنا بمنزلۂ وکیل اوّل کے خودخریدنے کے ہے اور اگر وکیل اوّل نے اس کوخودخریدا تو اُس کا حکم اسی تفصیل سے ہے جو ہم نے پہلے بیان کر دی ہے اور اگر وکیل دوم نے وکیل اوّل کی غیبت میں اس کوخرید کیا پس اگر وکیل اوّل نے وکیل دوم کو مقدار ثمن بیان نہیں کر دی ہے تو دوسرا وکیل پہلے وکیل یعنی اپنے موکل (۱) کے واسطے خریدنے والا ہوگا اس واسطے کہ یہ خرید پہلے موکل کے حکم کے تحت میں داخل نہیں ہوئی بدیں وجہ کہ حکم موکل اوّل مشروط بحضوری رائے وکیل اوّل تھا اور اس خرید میں استطلاع رائے وکیل اوّل نہیں ہوئی ہے اور اگر وکیل اوّل نے وکیل دوم کو کوئی مقدار ثمن بیان کرنے کے ساتھ حکم دیا ہے پس اس ثمن کے عوض وکیل دوم نے بغیر موجودگی وکیل اوّل کے خرید کیا تو اس میں دو روایتیں[ا] ہیں ایک روایت میں یہ خرید بحق موکل اوّل نافذ ہو گی اور دوسری روایت میں بحق وکیل اوّل نافذ نہ ہوگی۔

زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ اس کی باندی فروخت کر دے اور عمرو نے وکالت کو قبول کر لیا پھر وکیل نے چاہا کہ اس کو اپنے واسطے خریدے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو زید سے یوں کہے کہ مجھے اس باندی کے فروخت کرنے کا وکیل کر دے اور اس کے معاملہ میں میری رائے و کام اور جو کچھ میں کروں سب جائز کر دے پس جب زید نے ایسا کیا تو عمرو کو چاہئے کہ کسی شخص کو اس باندی کے فروخت کرنے کے لیے وکیل کر دے پھر وکیل اوّل اس وکیل دوم سے اپنے واسطے خرید لے پس خرید جائز ہوگی اس وجہ سے کہ مالک باندی نے فعل وکیل اوّل کو جائز کیا ہے اور تو کیل بھی اس کا فعل ہے پس اس کا وکیل کرنا بھی جائز ہو پس دوسرا وکیل از جانب مولائے کنیز مذکورہ وکیل ہو گیا نہ از جانب وکیل اوّل آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مولائے کنیز مذکورہ مر جائے تو دونوں وکیل معزول ہو جائیں گے اسی طرح اگر مولائے کنیز مذکورہ دونوں کو معزول کر دے تو دونوں معزول ہو جائیں گے اور اگر فقط دوسرے کو معزول کرے تو معزول ہو جائے گا اور اگر وکیل نے وکیل دوم کو معزول کیا تو بنا بر روایت کتاب الحیل وادب القاضی مصنفہ امام خصافؒ کے معزول ہو جائے گا اس وجہ سے نہیں معزول ہوا کہ وہ پہلے وکیل کا وکیل تھا بلکہ اس وجہ سے کہ موکل مذکور نے وکیل اوّل کے فعل کو جائز کر دیا ہے اور وکیل دوم کا معزول کرنا بھی اُس کا فعل ہے اس واسطے نافذ ہو جائے گا پھر جب دونوں وکیل مولائے کنیز مذکورہ کے وکیل ہو گئے تو دوسرے وکیل کو اختیار رہا کہ وہ پہلے وکیل کے ہاتھ فروخت کرے جیسے کہ اگر خود مولائے کنیز مذکورہ نے باندی مذکورہ کو وکیل کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر مالک کنیز نے وکیل کے فعل کو جائز نہ کیا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وکیل مذکور اس باندی کو کسی مرد معتمد علیہ کے ہاتھ اُس کی قیمت کے برابر داموں پر خرید کرے تا کہ بیع بالا تفاق جائز ہو جائے اور اس کو مشتری کے سپرد کرے پھر اس سے بیع کا اقالہ کرے تو یہ اقالہ بحق وکیل خاصۃً نافذ ہوگا یا مشتری مذکور سے درخواست کرے کہ میرے ہاتھ بطور بیع تولیہ فروخت کر دے یا درخواست کرے کہ ابتداء میرے ہاتھ فروخت کر دے پس یہ باندی اس وکیل کی ہو جائے گی۔ زید نے جو شہر دہلی میں ہے عمرو کو جو اس شہر کے سوائے

[ا] دونوں روایتوں میں سے ایک کی توجیہ مجھے ظاہر نہ ہوئی اور بظاہر خرید بحق موکل نافذ ہوگی اللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ (۱) بشرطیکہ درم یا دینار سے خریدے ۱۲

دوسرے شہر میں ہے خط لکھا کہ میرے واسطے فلاں قسم کی متاع جس کا وصف ایسا ایسا ہو خرید دے حالانکہ عمرو کے پاس اس جنس کی متاع موجود ہے خواہ اسی کی ملک ہے یا کسی دوسرے کی ملک ہے جس نے اس کو حکم دیا ہے کہ اس کو فروخت کر دے تو وہ کیا حیلہ کرے کہ جس سے یہ متاع اس زید کی ہو جائے تو فرمایا کہ یہ حیلہ ہے کہ عمرو اس متاع کو کسی مرد معتمد علیہ کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کر کے اس کے سپرد کر دے پھر اس سے یہ متاع اس زید کے واسطے خرید لے اور یہ اس وجہ سے کرنا پڑا کہ وہ خود اس متاع کو اس شخص زید کے واسطے نہیں خرید سکتا ہے اس واسطے کہ ایک ہی شخص دونوں طرف سے عقد بیع کا متولی نہیں ہو سکتا ہے پس وہ اسی طور پر کرے جیسے ہم نے بیان کیا ہے پس بیع جائز ہو جائے گی اس واسطے کہ عقد بیع دو آدمیوں کے درمیان جاری ہوا ہے زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک گھر یا متاع وغیرہ خرید دے پس وکیل نے چاہا کہ اس متاع کا ثمن اس کے بائع کا مجھ پر کسی میعاد معلوم تک ادھار ہو اور موکل پر اس کا ثمن فی الحال واجب ہو کہ اس سے فی الحال وصول کر لے حالانکہ بائع اس وکیل کو اس طرح ادھار دینے پر راضی ہے تو اس کا کیا حیلہ ہے تو فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ وکیل اس چیز کو جس ثمن کے عوض خریدنا چاہتا ہے خریدے پھر جب دونوں نے عقد بیع کو باہم واجب کر لیا تو بائع کا ثمن وکیل پر واجب ہوا اور وکیل کا موکل پر واجب ہوا کہ اس سے فی الحال وصول کر لے پھر بائع مذکور اس وکیل کو مدت معلومہ تک مہلت و تاخیر دے دے پس وکیل کے حق میں مہلت مذکورہ جائز ہو گی اور وکیل کو اختیار ہو گا کہ موکل سے فی الحال ثمن لے لے اس وجہ سے کہ مطلق بیع سے فی الحال ثمن واجب ہوتا ہے اور وکیل کو اختیار ہوتا ہے کہ بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اپنے موکل سے لے لے پس وکیل کا قرضہ اپنے موکل پر فی الحال واجب الادا ہوا اور بائع کا وکیل کو مہلت و تاخیر دینا متعدی بحق موکل نہ ہو گا اس واسطے کہ تاخیر دینا ابراء موقت ہے جو برقیاس ابراء موبد ہے اور ابراء موبد کی صورت میں مثلاً بائع نے وکیل کا ثمن سے بالکل بری کر دیا یا اسکو ثمن ہبہ کر دیا تو یہ ابراء بحق[1] موکل متعدی نہیں ہوتا ہے پس ایسا ہی ابراء موقت بھی متعدی بحق موکل نہ ہو گا بخلاف اس کے اگر بائع نے بعض ثمن وکیل کے ذمہ سے کم کر دیا یہ متعدی بحق موکل ہو گا کہ اس قدر موکل کے ذمہ سے بھی ساقط ہو جائے گا اس واسطے کہ ثمن میں سے کم کر دینا اصل[2] عقد سے لاحق ہوتا ہے پس ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اسی قدر باقی پر عقد واقع ہوا ہے اور پورے ثمن سے بری کر دینا ملتحق باصل عقد نہیں ہوتا ہے جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پس یہ بحق موکل متعدی نہیں ہوتا ہے اور یہ حکم نظیر اس مسئلہ ذیل کی ہے کہ اگر بائع نے مشتری کو پورے ثمن سے بری کر دیا تو شفیع دار مشفوعہ کو بعوض پورے ثمن کے لے گا اور اگر بائع نے مشتری کے واسطے کچھ ثمن کم کر دیا ہو تو جو کچھ باقی ثمن ہے اس کے عوض شفیع لے گا پس یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

وکیل بیع نے اگر وہ چیز جس کی فروخت کے واسطے وکیل کیا گیا ہے فروخت کی اور مشتری نے چاہا کہ وکیل اس کے ثمن میں سے کچھ کم دے اور وکیل نے اس کی خواہش کے موافق کیا تو یہ جائز ہے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے کہ ان دونوں اماموں کا یہ مذہب ہے کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو ثمن سے بری کیا یا ثمن اس کو ہبہ کر دیا یا ثمن میں سے اس کے واسطے کچھ گھٹا دیا تو صحیح ہے اور اس کے مثل اپنے موکل کو اپنے مال سے تاوان دے گا اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے اس میں سے کچھ جائز نہیں ہے پس اگر اس نے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق یہ بات جائز ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ جس قدر مال ثمن کا ہبہ کرنا یا گھٹانا چاہتا ہے اس قدر اپنے مال سے وکیل اس مشتری کو درم یا دینار ہبہ کر دے اور مشتری کو دے دے پھر مبیع اس کے ہاتھ فروخت کرے جتنے ثمن کے عوض فروخت کرنا

---

[1] یعنی موکل کے حق میں یہ مہلت اپنا اثر نہیں کرے گی ابراء موقت سے وقت معین تک بری کرنا اور موبد ہمیشہ کے لیے براءت ہے ۱۲

[2] اصل عقد یعنی گویا اصل عقد ہے اس کمی کے ساتھ تھا چنانچہ کتاب البیوع دیکھو ۱۲

چاہتا ہے پھر جو کچھ مشتری نے بحکم ہبہ وصول کیا ہے وہ ثمن کی ادائی میں اس وکیل کو واپس دے دے اور یہ امر مشتری کے حق میں بمنزلہ ثمن گھٹا دینے کے ہو جائے گا اور دونوں کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ پھر واضح ہو کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو اُس سے ثمن وصول کر لینے سے پہلے پورے ثمن سے یا تھوڑے ثمن سے بری کیا یا پورا ثمن یا تھوڑا ثمن اس کو ہبہ کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اسی طرح ثمن وصول کرنے سے پہلے مشتری کے واسطے تھوڑا ثمن گھٹا دینا بھی دونوں اماموں کے نزدیک صحیح ہے لیکن سب ثمن وصول کرنے سے پہلے پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے گھٹا دینا امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ [1] کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور امام محمدؒ [2] کے نزدیک صحیح ہے کہ وہ بمنزلہ ہبہ کر دینے کے قرار دیتے ہیں اور زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے واسطے جہاں کہیں شہر میں ایسی متاع پائے خرید لے پس وکیل کو بعد خریدنے کے خوف ہوا کہ اگر وہ اس متاع کو کسی دوسرے کے ہاتھ بھیجتا ہے تو ضامن ہوگا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنے موکل سے یہ اجازت لے لے کہ جو کچھ یہ وکیل کرے وہ جائز ہے پس جب موکل نے ایسی اجازت دے دی تو دوسرے کے ہاتھ بھیج سکتا ہے اور ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ ایسا امین ہو گیا جس کے افعال بحق موکل جائز ہیں اسی طرح اگر اس نے چاہا کہ خریدی ہوئی متاع کو کسی غیر کے پاس ودیعت رکھے اور ضامن نہ ہوگا تو اُس کا بھی یہی حیلہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

بیسویں فصل ☆

شفعہ کے بیان میں

شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصافؒ نے اس فصل میں بہت سے مسائل جمع کئے ہیں جن میں سے بعض اس امر کا حیلہ ہیں کہ شفعہ کا وجوب ساقط ہو جائے اور بعض بدین غرض ہیں کہ شفعہ کی رغبت کم ہو جائے از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ بائع اس دار کو مشتری کو ہبہ کر دے اور اس پر گواہ کر لے پھر مشتری مال ثمن اپنے بائع کو ہبہ کر دے اور گواہ کر لے اور حیل الاصل میں مذکور ہے کہ پھر مشتری اس کو بقدر ثمن کے عوض [3] دے دے پھر جب دونوں نے ایسا کر لیا تو شفعہ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ حق شفعہ مختص بمعاوضات ہے اور ہبہ جب کہ بشرط عوض نہ ہو تو اس کے وقوع کے بعد پھر عوض دینے سے معاوضہ نہ ہو جائے گا اسی واسطے ایسے ہبہ میں احکام مبادلہ ثابت نہیں ہوتے ہیں جیسے موہوب کا بوجہ عیب کے واپس کر دینا وغیرہ اور جب یہ مبادلہ نہ ہوا تو محض ہبہ ٹھہرا پس اس میں حق شفعہ واجب نہ ہوگا لیکن یہ حیلہ ایسا ہے کہ اُس کو بعض لوگ کر سکتے ہیں اور بعض نہیں کر سکتے ہیں اس واسطے کہ اس میں تبرع ہے اور بعض لوگ جو خریدار ہوتے ہیں وہ تبرع نہیں کر سکتے ہیں جیسے صغیر کے واسطے اس کے باپ یا وصی نے خریدا یا ان دونوں کے سوائے وکیلوں کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ہبہ دار بشرط عوض [4] ہو تو اس میں دو روایتیں مختلف ہیں چنانچہ شفعۃ الاصل اور چند مقامات مبسوط میں مذکور ہے کہ یہ بمعنی بیع کے ہے کہ اس میں شفیع کے واسطے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اور بعض روایات نوادر میں مذکور ہے کہ ایسا ہبہ بمعنی بیع نہیں ہے اور بعض جگہ مذکور ہے کہ ہبہ بشرط عوض کی صورت میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ہے پس جب کہ مسئلہ میں اختلاف ٹھہرا یا دو مختلف روایتیں پائی گئیں تو یہ ابطال شفعہ کے واسطے حیلہ نہیں ہو سکتا ہے لیکن ایسے ہبہ سے ایک حیلہ یہ نکل سکتا ہے کہ شفیع کے حق میں تاخیر ہو جائے بدین طور کہ مشتری سوائے ایک جزو کے اس دار پر قبضہ کرے یعنی اس میں سے ایک جزو پر قبضہ نہ کرے اور نیز ثمن میں سے بھی ایک جزو کے سوائے باقی ثمن سپرد کر دے پس شفیع کو بحق شفعہ لے لینے کا اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ ہبہ

(۱) کیونکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تھوڑا یا سب کچھ بھی گھٹانا صحیح نہیں ہے ۱۲ (۲) اس واسطے کہ پورا ثمن گھٹا دینا امر مہمل ہے ۱۲
(۳) یعنی بلاشرط عوض ۱۲ (۴) یعنی مشتری کو ہبہ کرنا ۱۲

بشرط عوض جبھی بمعنی بیع ہو جائے گا کہ جب پورے معقود علیہ پر قبضہ ہو جائے اور بدون قبضہ تمام معقود علیہ[1] کے وہ بمعنی بیع متحقق نہ ہوگا حتی کہ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہبہ بشرط عوض میں جب تک موہوب لہ پورے معقود علیہ پر قبضہ نہ کر لے تب تک واہب کو اختیار ہے کہ بدون حکم قاضی اور بدون رضامندی موہوب لہ کے اپنے ہبہ سے رجوع کر لے اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہے کہ مالک دار اس دار کو جس کو فروخت کرنا چاہتا ہے مشتری کو صدقہ دے دے پھر مشتری اس کے ثمن کے مثل اس بائع کو صدقہ دے دے جیسا کہ ہم نے ہبہ میں بیان کیا ہے اور ہبہ اور صدقہ میں فقط فرق یہ ہے کہ رجوع کر سکتا ہے اور سوائے اس کے دونوں کا حکم سب باتوں میں یکساں ہے اور منجملہ حیل کے یہ ہے کہ بائع دار اس دار کا واسطے اس شخص کے جو خریدنا چاہتا ہے اقرار کر دے کہ یہ دار اس کا ہے پھر مشتری اس ثمن کا اس بائع کے واسطے اقرار کر دے پس اس میں شفیع کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا اور یہ امام محمدؒ سے مروی ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہ اقرار سچا نہیں ہے اور جب اقرار سچا نہ ہوا تو آیا ملک منتقل ہوتی ہے یا نہیں ہوتی ہے سو اس میں اختلاف ہے چنانچہ کتاب الاقرار میں مذکور ہے پس یہ حیلہ بنا بر اسی کے رہے گا اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہے کہ دار مذکورہ میں سے کوئی جگہ جدا کرے اور وہاں علامات اور نشان خط کاٹ دے اور اتنا ٹکڑا مع اس کے راستہ کے مشتری کو صدقہ دے دے یا ہبہ کر دے پھر مشتری باقی دار کو(۱) خرید لے پس شفیع کے واسطے حق شفعہ حاصل نہ ہوگا اور یہ جو فرمایا کہ علامات و نشان خط کاٹ دے یہ اس واسطے[2] فرمایا کہ یہ نہ ہو کہ یہ ہبہ مشاع غیر مقسوم ایسی چیز میں ہے جو قابل تقسیم ہے۔

اس صورت میں شفیع کے واسطے حق شفعہ اس واسطے ثابت نہ ہوا کہ مشتری اس دار کا شریک ہو گیا اور شریک کا استحقاق بنسبت پڑوسی کے مقدم ہوتا ہے اور یہ شرط کہ مع راستہ کے صدقہ دے دے اس واسطے لگائی کہ اگر مع راستہ کے اس کو صدقہ نہ دیا تو متصدق علیہ اس دار کا پڑوسی قرار دیا جائے گا پس وہ دوسرے پڑوسی سے مقدم نہ ہوگا لیکن یہ حیلہ ایسا ہے کہ اس سے پڑوسی کا حق شفعہ ثابت نہ ہو سکے گا اور جو شخص اس دار کا خلیط ہے یعنی شریک ہے اس کے حق کو باطل نہیں کر سکتا ہے اور منجملہ حیل کے یہ ہے جو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ وہ بیچنا چاہتا ہے اس کو دار میں سے ایک جزو شائع غیر مقسوم ہبہ کر دے درحالیکہ وہ دار ایسا ہو کہ قابل قسمت ہو پھر دونوں ایسے قاضی کے حضور میں مرافعہ کریں جو قابل قسمت چیز میں ہبہ مشاع جائز جانتا ہے پس وہ اس کو جائز کر دے گا پھر اس کے بعد دوسرا قاضی اس کو باطل نہ کر سکے گا اور حکم قاضی کی ضرورت ایسی ہی چیز میں ہے جو محتمل قسمت ہے حتیٰ کہ اگر ایسی چیز ہو جو محتمل قسمت نہیں ہے جیسے بیت صغیر و دکان تو اس میں قضائے قاضی کی حاجت نہیں ہے پس ایک جزو شائع خریدار کو ہبہ کر دے پھر باقی اس کے ہاتھ فروخت کر دے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا۔ پھر ایسا حیلہ ذکر کیا جس سے شفیع کی بحق شفعہ لینے کی رغبت کم ہو جائے چنانچہ فرمایا کہ پہلے عمارت کو ہلکے داموں کو خریدے پھر میدان زمین کو بھاری داموں کے عوض دوسرے صفقہ میں خریدے پس شفیع کو عمارت میں حق شفعہ حاصل نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ مال منقول ہے اور اراضی کے خرید میں رغبت نہ کرے گا کیونکہ اُس کا ثمن گراں ہے اور اگر مشتری نے عمارت کو مع اصل و بنیاد کے خرید کیا حتیٰ کہ جو زمین زیر دیوار ہے وہ اسی کی ہوگئی تو وہ دار میں شریک ہو جائے گا پس پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا پس یہ حیلہ پڑوسی کے حق شفعہ واجب ہونے سے مانع ہو جائے گا اور منجملہ حیل کے یہ ہے کہ اگر مشتری کو عمارت مع اس کی بنیاد اصل کے پہلے ہبہ کر دی پھر اس کے بعد اس نے اراضی خریدی تو شفیع کے واسطے حق

[1] تمام معقود علیہ جس پر عقد ہبہ واقع ہوا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ ثمن دینا بطور مذکور فقط اطمینان ہے ورنہ ضرورت نہیں ہے ۱۲

[2] قال اس واسطے کہ یہ مشتری اس دار میں شریک ہو گیا اس کا شفعہ سب سے مقدم ہے اور مشاع غیر مقسوم اور مرافعہ نالش ہے ۱۲ منہ

(۱) یعنی اسی داموں کے عوض جتنے کو پورا دار خریدنا چاہتا تھا ۱۲ منہ

شفعہ ثابت نہ ہوگا کیونکہ جب اُس نے عمارت مع اصل کے اس کو ہبہ کر دی تو جوزمین زیر عمارت ہے وہ موہوب لہ کی ہوگئی پس وہ شریک دار ہوگیا پس وہ پڑوسی سے استحقاق میں مقدم ہوگا اور باغہائے انگور وکھیتوں کی فروخت میں اگر وجوب شفعہ سے مانع ہونے کا حیلہ چاہا تو پہلے درختوں کو مع اصل کے فروخت کر دے یا درختوں کو مع اصل کے ہبہ کر دے پس وہ شریک ہو جائے گا پھر اس کے ہاتھ باقی کو فروخت کر دے اور اگر چاہا کہ شفیع کی رغبت جاتی رہے تو پہلے ان درختوں کو ہلکے داموں کے عوض فروخت کر دے پھر مشتری اس سے اراضی کو بھاری داموں کے عوض خرید ے۔

ثبوت حق شفعہ کے واسطے ملک بائع بسبب صحیح زائل ہونا ☆

حیلہ دیگر آنکہ دار میں سے ایک سہم بھاری داموں کے عوض خرید ے پھر دوسرے صفقہ میں باقی دار کو ہلکے داموں کے عوض خرید ے پس پڑوسی کو دوسرے صفقہ میں حق شفعہ حاصل نہ ہوگا اس واسطے کہ دوسرے صفقہ کی بیع کے وقت شریک دار ہے لیکن پہلے صفقہ میں اس کو حق شفعہ حاصل ہوگا مگر وہ اس کے لینے میں رغبت نہ کرے گا اس واسطے کہ مشتری نے اس کو بھاری داموں کے عوض خریدا ہے۔ پھر اگر مشتری نے کہا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ اگر میں نے اس سے یہ سہم بعوض بھاری داموں کے خرید کیا تو شاید باقی کو بائع میرے ہاتھ فروخت نہ کرے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ بائع مذکور مشتری کے واسطے ہزار سہام میں سے ایک سہم مشاع غیر مقسوم کا اقرار کر دے پھر مشتری اس سے باقی کو خرید ے اور شیخ ابوبکر خوارزمیؒ اس مسئلہ اقرار میں امام خصافؒ کا تخطیہ[1] کرتے تھے کہ امام خصاف سے اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے کہ وہ ایک سہم مشاع کے بائع کے مشتری کے واسطے اقرار کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل کہتے ہیں اور خود فتویٰ دیتے تھے کہ پڑوسی کا حق شفعہ واجب ہوگا اس واسطے کہ شرکت سوائے بائع کے اقرار کے اور طرح ثابت نہیں ہوئی اور کسی شخص کا اقرار دوسرے کے حق میں حجت نہیں ہوتا ہے اور اپنے قول کی دلیل میں وہ مسئلہ پیش کرتے تھے جس کو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مالک دار نے اقرار کیا کہ جو دار میرے قبضہ میں ہے وہ فلاں شخص کا ہے تو مقرلہ ایسے اقرار کی وجہ سے مستحق شفعہ نہ ہوگا اور اس کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وہ میرے اقرار سے میرا شریک ہو جائے پھر مجھ سے باقی کو نہ خرید ے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ دونوں اپنے درمیان میں ایک تیسرے مرد ثقہ کو جس پر دونوں کو اعتماد ہو ڈالیں اور یہ اقرار اسی درمیانی ثقہ کے واسطے ہو پھر یہ مقرلہ باقی دار کو خرید ے تو دونوں کو مضبوطی حاصل ہو جائے گی اور حیلہ دیگر آنکہ اگر اس کو دار کی خریداری بعوض سو درم کے منظور ہے تو ظاہر میں اُس کو بعوض ہزار درم کے خرید ے یا اس سے زیادہ کے عوض خرید ے پھر بائع کو بعوض ان ہزار درم کے ایک کپڑا دے دے جس کی قیمت سو درم ہے یا دس دینار دے دے جس کی قیمت سو درم ہے۔ پھر جب شفیع آئے گا تو وہ نہ لے سکے گا لیکن اسی ثمن ظاہر کے عوض لے سکتا ہے مگر ظاہر ثمن چونکہ بہت گراں ہے اس واسطے اس کے لینے میں رغبت نہ کرے گا۔ حیلہ دیگر آنکہ مشتری اس شفیع سے کہے کہ اگر تجھ کو پسند آئے تو میں نے جس قدر داموں کو خریدا ہے اسی قدر کے عوض تجھ کو بطور بیع تولیہ دے دوں پس اگر شفیع نے کہا کہ ہاں میں اس کو بطور بیع تولیہ لینا چاہتا ہوں تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ اگر اس نے شفعہ سے اعراض کر کے خریدنا چاہا کیونکہ اس نے بطور بیع تولیہ لینا چاہا ہے حالانکہ بحق شفعہ لینا پہلی خرید پر ہوتا ہے اور تولیہ دوسری خرید ہے پس جب شفعہ سے اعراض پایا گیا تو بحق شفعہ لینا باطل ہو جائے گا اسی طرح اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ اگر تو پسند کرتا ہے تو میں تجھ کو اگر چاہے تو پہلے ثمن سے کم داموں کے عوض فروخت کر دوں پس اگر اس نے کہا کہ ہاں میں چاہتا ہوں تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور عیون میں لکھا ہے کہ چاہے ایسا فعل طلب شفعہ سے پہلے کیا یا اس کے بعد کیا ہو بہر حال شفعہ

[1] تخطیہ غلطی کی طرف نسبت کرنا ثقہ جس پر بھروسا ہو۔ بیع تولیہ کتاب البیوع میں دیکھو ۱۲

باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر مشتری نے شفیع کے پاس ایک ایلچی بھیجا جس نے شفیع کو یہی پیغام دیا اور شفیع نے اس کے جواب میں اسی طرح کہا کہ ہاں مجھے منظور ہے تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا اور حیلہ دیگر آنکہ بائع و مشتری دونوں باتفاق اس امر کا اقرار کریں کہ یہ بیع بطور فاسد یا تلجیہ تھی یا بائع کے واسطے اس میں خیار مشروط تھا پس دونوں کا قول قبول ہوگا اور جب ہم نے (۱) دونوں کا قول قبول کیا تو شفیع کے واسطے شفعہ واجب نہ ہوگا کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ ثبوت حق شفعہ کے واسطے ملک بائع بسبب صحیح زائل ہونا مقدم ہے اور یہ بات پائی نہیں گئی حیلہ دیگر آنکہ (۲) مشتری کسی شخص سے کہے کہ تو شفیع سے کہہ کہ میں نے یہ دار اس کے بائع سے قبل اس مشتری کے خریدنے کے خرید کیا ہے پس جب شفیع نے اس کے جواب (۳) میں کہا کہ آپ نے درست فرمایا تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا کیونکہ جب اس نے یہ اقرار کیا کہ مشتری کی خرید اس مقر کی خرید کے بعد واقع ہوتی ہے تو یہ اقرار کیا کہ خرید مشتری صحیح نہیں ہوئی پس بطلان شفعہ کا مقر ہو گیا کیونکہ حق شفعہ (۴) چاہتا ہے کہ خرید صحیح واقع ہو۔

اسی طرح اگر ایک شخص نے شفیع سے کہا کہ یہ دار تیرا ہے فلاں بائع کا نہ تھا پس شفیع نے کہا کہ ہاں تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اس واسطے کہ وہ اس امر کا مقر ہوا کہ خرید مشتری صحیح نہیں ہوئی ہے پس اپنے شفعہ کے باطل ہونے کا مقر ہوا۔ اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ دار بعوض سو دینار کے خریدا ہے پس اگر تجھ کو پسند ہو تو میں اس کے ثمن سے دس دینار گھٹا دوں پس شفیع نے کہا کہ اچھا مجھے پسند ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور شیخ ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ اس کا شفعہ جبھی باطل ہوگا کہ جب اس نے اس طور سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تیرے واسطے اس کے ثمن سے دس دینار گھٹا دوں اور تیرے ہاتھ اس کو نوے دینار کو فروخت کروں اور شفیع نے جواب دیا کہ ہاں مجھے منظور ہے کیونکہ جب اس نے سو دینار سے کم عوض خریدنے کی رغبت کی تو بحق شفعہ لینے سے اعراض کرنے والا ہوا اور اگر اس نے یوں نہ کہا کہ (اور تیرے ہاتھ نوے دینار کو فروخت کروں) تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا کیونکہ بحق شفعہ لینے سے اعراض کرنا اس کی طرف سے پایا نہیں گیا کیونکہ جائز ہے کہ اس نے یہ قصد کیا ہو کہ دس دینار گھٹا کر بعقد اوّل اس کو شفعہ میں لے لے اور اسی طرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ میرے لیے دس درم گھٹا دے پس اگر اس کے بعد کیا کہ اور باقی نوے دینار کے عوض میرے ہاتھ فروخت کر دے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا ورنہ نہیں اور وجہ دیگر آنکہ مشتری خرید ے اور شفیع کو اس بیع میں ثمن (۵) کا عہدہ بیع کا کفیل (۶) کر دے تو اس کو شفعہ نہ ملے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اکیسویں فصل ☆

کفالت کے بیان میں

زید نے چاہا کہ عمرو سے ایسا کفیل لے جو مکفول بہ کو سپرد کرنے کے بعد کفالت سے بری نہ ہو جائے تو فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ کفیل یوں کہے کہ میں نے تیرے واسطے نفس عمرو کی کفالت بدین شرط کی کہ ہر گاہ میں اس کو تیرے سپرد کروں تو پھر میں اس کے نفس کا کفیل بکفالت جدیدہ ہوں تو یہ جائز ہے اور یہ حسن بن زیاد سے مروی ہے اور ہمارے اصحاب یعنی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سے اس میں کوئی روایت نہیں ہے اور وکالت میں اس کی نظیر میں مشائخ اہل شروط کا اختلاف ہے یعنی اگر کسی کو معاملہ میں وکیل کیا اور وکیل سے کہا کہ ہر گاہ میں تجھ کو معزول کروں تو تو بوکالت جدیدہ میرا وکیل ہے پس بنا بر قول عامہ مشائخ کے وکالت جدیدہ ثابت نہ ہوگی

(۱) یعنی شرعاً قول متعاقدین قبول ہوگا ۱۲ منہ (۲) مسائل ذیل میں بھی ایسا ہی ہے ۱۲ منہ (۳) یعنی کسی لفظ سے اس کی تصدیق کرے ۱۲ منہ
(۴) اپنے ثبوت کے واسطے ۱۲ منہ (۵) از جانب مشتری ۱۲ (۶) یعنی ضمان درک کا از جانب بائع ۱۲

اورابوزید شروطی نے فرمایا کہ وکالت جدید ثابت ہوگی اور کفالت کا قیاس[1] اسی پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

بائیسویں فصل ☆

حوالہ کے بیان میں

ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہے مثلاً زید کا عمرو پر مال آتا ہے اور عمرو نے چاہا کہ زید کو یہ مال بکر پر اتار دے بدین شرط کہ اگر بکر مفلس مرجائے تو زید کو عمرو سے مال لینے کا اختیار نہ رہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عمرو زید کو ایک شخص مجہول پر یہ مال اتار دے اور کتابت[2] الحوالہ میں اس کو تحریر کرے پھر لکھے کہ اس محتال علیہ یعنی مجہول نے اس زید کو یہ مال اس بکر پر اتار دیا پس جب اس طرح سے کریں گے پھر بکر مفلس مرگیا تو زید کو عمرو سے رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ عمرو نے اس کو بکر پر یہ مال نہیں اتارا تھا بلکہ دوسرے شخص پر اتارا تھا اور اس کا مفلس مرنا ثابت نہیں[3] ہوا ہے اور اگر عمرو قرض دار نے چاہا کہ زید قرض خواہ کو مال کے واسطے اپنے قرض دار بکر پر اترائی کر دے پس زید نے کہا کہ میرے نزدیک تجھ پر مال رہنے میں بنسبت بکر کے زیادہ اعتماد ہے بلکہ بکر پر اترائی کرنے میں مجھے خوف ہے کہ شاید میرا مال ڈوب جائے پس زید نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے اصیل یعنی عمرو بری الذمہ نہ ہونے پائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ بکر از جانب عمرو اس مال کی جو عمرو پر ہے زید کے واسطے ضمانت کرلے پس اصیل بھی بری نہ ہوگا اور زید کو اختیار رہے گا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مؤاخذہ کرے پس دونوں کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور اس میں دوسری صورت یہ ہے کہ عمرو اپنے قرض خواہ زید کو اپنے قرض دار بکر سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کرے اور کہہ دے کہ بعد وصول کرنے کے اس کو اپنے قرضہ میں قصاص کرلے تو یہ جائز ہے کیونکہ قرضہ وصول کرنے کی وکالت تو ظاہر ہے کہ جائز ہے اور رہا وصول شدہ مال کا اپنے قرضہ میں قصاص کر لینا سو یہ بھی ظاہر ہے کہ جائز ہے اس واسطے کہ ادائے قرض کا یہ طریقہ ہے جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پھر اگر عمرو نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید میرے قرض دار بکر سے قرضہ وصول کر کے یہ کہے کہ قبل اس کے کہ میں اس کو اپنے قرضہ کا قصاص کروں وہ میرے پاس سے ضائع ہوگیا اور اس دعویٰ میں قول اسی کا قبول ہوگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ جب عمرو نے زید کو اپنے قرض دار بکر سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور یہ نہ کہا کہ اپنے واسطے وصول کرے تو زید کا وصول کرنا پہلے واسطے عمرو کے واقع ہوگا پھر زید کو اپنے ادائے قرضہ میں لینے کے واسطے جدید قبضہ کرنا پڑے گا تاکہ یہ مقبوضہ مال زید کا ہو جائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زید نے جب پہلے وصول کیا تو بطور امانت اس کے قبضہ میں رہا اور اس کا ذاتی قبضہ کرنا قبضہ ضمان ہے اور ایک قبضہ دونوں کے واسطے کافی نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے کہ قبضہ امانت نائب قبضہ ضمانت نہیں ہوتا ہے اس واسطے اس کو اپنے واسطے جدید قبضہ کرنے کی ضرورت ہوگی پس اگر اس نے دعویٰ کیا کہ مال مقبوضہ قبل اس کے کہ میں اس پر اپنے واسطے قبضہ کروں تلف ہوگیا ہے تو اس نے سبب ضمانت پیدا ہونے سے پہلے امانت کا مال تلف ہو جانے کا دعویٰ کیا پس قول اسی امین کا معتبر ہوگا پس جب اس مسئلہ کی کیفیت مفصل معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ اس خوف کے دفع کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اپنے قرض دار بکر کو حکم دے کہ زید کے واسطے عمرو کی طرف سے اس مال کی ضمانت کرلے بدین شرط کہ زید مختار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے وصول کرے پس جب بکر نے ایسا کیا تو مال مذکور ان دونوں پر ہوگیا پھر اگر زید اس مال کو سب یا تھوڑا بکر سے وصول کرے گا تو اپنے واسطے لینے والا ہوگا پھر اگر بعد وصول کے اس کے پس تلف ہوا تو اسی کا مال تلف ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

---

(۱) پس عامہ کے نزدیک مجدد نہ ہوگی اور ابوزید شروطی کے قول پر مبنی ہوگی ۱۲ (۲) یعنی تحریر حوالہ ۱۲ (۳) کیونکہ وہ خردی معروف نہیں ہے ۱۲

تیئسویں فصل ☆

صلح کے بیان میں

امام محمد نے حیل الاصل میں فرمایا کہ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہیں کہ اس نے اس سے اس شرط سے باہم صلح کی کہ زید کو فلاں مہینہ سنہ فلاں کا چاند دیکھنے پر سو درم ادا کر دے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر دو سو درم ہوں گے تو ایسی صلح ہمارے [1] قول و امام ابو یوسفؒ کے قول میں جائز ہے۔ پس یہ مسئلہ اس صورت و وضع کے ساتھ امام محمدؒ نے کتاب الصلح میں ذکر نہیں فرمایا بلکہ یہ مخصوص کتاب الحیل میں مذکور ہے اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ اگر عمرو نے اس وقت مشروط پر یہ سو درم ادا کر دیے تو باقی سے بری ہو جائے گا اور اگر اس نے ادا نہ کئے تو اس پر دو سو درم واجب ہوں گے اور کتاب الصلح میں اس جنس کی تین صورتیں مذکور ہیں اوّل آنکہ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہیں پس زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم گھٹا دیئے تاکہ تو پانچ سو درم کل کے روز مجھے ادا کر دے یا کہا پس تو پانچ سو درم مجھے کل کے روز ادا کر دے اور عمرو نے اس کو قبول کیا تو فرمایا کہ صلح کرنا و ساقط کرنا جائز ہے خواہ عمرو اس کو کل کے روز پانچ سو درم ادا کر دے یا نہ کرے۔ دوم آنکہ زید نے عمرو سے کہا کہ میں نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم بدین شرط ساقط کئے کہ تو مجھے پانچ سو درم فی الحال دے دے اور اگر تو نے فی الحال نہ دیئے تو ہزار درم تجھ پر اپنے مال پر ثابت رہیں گے اور عمرو نے اس کو قبول کیا تو فرمایا کہ اگر عمرو نے پانچ سو درم فی الحال ادا کر دیئے تو باقی پانچ سو درم سے بری ہوگا اور اگر فی الحال ادا نہ کئے تو ہزار درم اُس پر بحال خود ثابت رہیں گے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہزار درم اس پر بحالہ ثابت رہیں خواہ پانچ سو درم فی الحال ادا کرے یا نہ کرے اور بعض لوگوں نے قیاس ہی کو اختیار کیا ہے۔

کتاب الحیل میں مذکور ایک اختلافی مسئلہ ☆

سوم آنکہ اس نے کہا کہ میں نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم بدین شرط ساقط کئے کہ تو پانچ سو درم فی الحال ادا کر دے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فرمایا کہ اس میں اختلاف ہے امام اعظمؒ کے قول کے موافق اگر اس نے پانچ سو درم فی الحال ادا کئے تو باقی پانچ سو درم سے بری ہو گیا اور اگر ادا نہ کئے تو ہزار درم اس پر بحال خود رہیں گے اور صلح باطل ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ صلح باطل نہ ہوگی اور قرض دار پر پانچ سو درم ہوں گے خواہ فی الحال پانچ سو درم ادا کئے یا نہ کئے۔ پس اس سب کو امام محمدؒ نے کتاب الصلح میں بیان کیا ہے۔ اب ہم مسئلہ کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس کی صورت و حکم تو ہم نے بیان کر دیا ہے اور امام محمدؒ نے اس مسئلہ [2] میں امام ابو یوسفؒ کا قول بتصریح اس واسطے بیان کر دیا ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ یہ مسئلہ اتفاقی ہی اس میں اختلاف نہیں ہے جیسے کہ مسئلہ کتاب الصلح میں ایسی صورت میں ہے لیکن مسئلہ کتاب الحیل میں خلاف ہے سو بعض نے کہا کہ خلاف زفرؒ ہے اور بعض نے کہا کہ خلاف ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ ہے پس اگر دونوں نے ایسا حیلہ چاہا کہ بخلاف جائز ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ جس کی طرف امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ قرض خواہ اپنے قرض دار کے ذمہ سے آٹھ سو درم ساقط کر دے اور رہے اس پر دو سو درم سوان دو سو درم سے صلح کرے کہ اتنے پر صلح ہے اگر بوقت فلاں ادا کرے اور اگر ایسا نہ کیا تو دونوں میں صلح نہیں ہے اور ایسی صلح بلا خلاف جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس حیلہ میں اعتراض ہے اس واسطے کہ اس میں سو درم سے زائد دو [3] سو درم تک کی بریت کی تعلیق بھی ہے۔ شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحیل میں ذکر کیا کہ ایسی صلح بالاتفاق جائز ہے اور واقعات سمر قندیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک

(۱) یعنی امام ابو حنیفہؒ و امام محمد خود ۱۲ منہ　(۲) یعنی مسئلہ کتاب اصل میں ۱۲　(۳) یعنی اگر سو درم دے دیئے تو باقی دو سو درم تک جو سو درم ہیں ان سے بدین شرط بری ہے ۱۲

شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہوں اس نے اس سے سو درم پر ایک مہینہ تک ادا کرنے پر صلح کی مگر اس طرح کہ اگر ایک مہینہ تک سو درم نہ دے دے تو اس پر دو سو درم ہوں گے[1] تو یہ صلح جائز نہیں ہے اگر چہ یہ صلح بحط[2] ہے یعنی ساقط کرنے پر صلح ہے اور وجہ یہ ہے کہ مقدار محطوط یعنی ساقط کردہ کی مقدار مجہول ہے کیونکہ اگر اس نے ایک مہینہ تک ادا کئے تو مقدار محطوط نو سو درم ہے اور اگر ادا نہ کئے تو مقدار محطوط آٹھ سو درم ہے اور محطوط کا مجہول ہونا صحت حط کا مانع ہے پس مسئلہ کتاب الحیل میں ایسا ہی جواب ہونا چاہئے اس واسطے کہ دونوں مسئلوں میں کچھ فرق نہیں ہے پس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں۔ ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنا پسر و جورو وارث چھوڑے اور ان دونوں کے قبضہ میں ایک گھر ہے پھر ایک شخص نے آ کر دعویٰ کیا کہ یہ میرا دار ہے پس دونوں نے اس کے دعویٰ سے کسی قدر مال پر صلح کر لی تو اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اگر دونوں نے اس کے دعویٰ کا اقبال نہیں کیا اور صلح کر لی ہے تو مال صلح دونوں پر آٹھ حصے[(1)] ہو کر واجب ہوگا اور دار مذکور بھی دونوں میں آٹھ حصے ہوگا اور اگر دونوں نے باقبال دعویٰ مدعی صلح کی ہے تو دار مذکور دونوں میں نصفا نصف اور مال صلح دونوں پر نصفا نصف ہوگا۔

پھر اگر دونوں نے ایسا حیلہ طلب کیا کہ صلح باقرار دعویٰ ہو اور دار مذکور دونوں میں آٹھ حصے ہو اور مال صلح دونوں پر آٹھ حصے ہو کر واجب ہو تو فرمایا کہ اس کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی مرد اجنبی ان دونوں کی طرف سے باقبال دعویٰ صلح کر لے بدین شرط کہ عورت کو آٹھواں حصہ ملے اور پسر کو سات حصے ملیں تو اس طور پر صلح واقع ہونا صحیح ہے اور دار مذکور دونوں میں آٹھ حصے ہوگا پھر اگر دونوں نے اس اجنبی کو صلح کی اجازت دی ہو تو وہ بدل صلح ان دونوں سے آٹھ حصے کر کے واپس لے گا اور یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اجنبی کا اقرار ان دونوں کے حق میں صحیح نہ ہوا اور اس کا صلح کرنا دعویٰ مدعی کا ساقط کرنے والا ہوا پس جب مدعی کا دعویٰ ساقط ہو گیا تو دار مذکور بوجہ میراث کے ان دونوں کا مملوک رہا پس دونوں میں آٹھ سہام پر مشترک ہوگا اور بدل صلح بھی ایسا ہی رہا اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح حیل الاصل میں یہ مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا کہ اس کا[3] حیلہ یہ ہے کہ دونوں اس مدعی کے واسطے اس دار کا اقرار کر کے پھر دونوں اس سے کسی قدر مال معین پر اس شرط سے صلح کریں کہ عورت کے واسطے دار مذکور کا آٹھواں حصہ اور پسر کے واسطے سات حصے ہوں پس جب دونوں اس امر کی تصریح کر دیں گے تو دار مذکور دونوں میں دونوں کی تصریح کے موافق مشترک ہوگا اور بدل الصلح بھی اسی حساب سے واجب ہوگا بمنزلہ اس کے کہ گویا دونوں نے ایک دار کو بدین شرط خریدا کہ ایک کے واسطے آٹھواں حصہ اور دوسرے کے واسطے سات حصے ہوں۔ ایک شخص مر گیا اور اس نے درم و دینار یا عروض ترکہ چھوڑا پس اس کی جورو سے اس کے وارثوں نے جورو کے ترکہ کے حصے سے درم یا دینار پر صلح کرنی چاہی تو جاننا چاہئے کہ یہ مسئلہ دو صورتوں سے خالی نہیں ہے اوّل آنکہ ترکہ میں قرضہ نہ ہو اور شوہر نے دراہم و عروض چھوڑے اور درموں پر صلح واقع ہوئی پس اگر عورت مذکورہ نے اپنے حصہ ترکہ کے درموں سے زیادہ درموں پر صلح کی تو جائز ہے اور بدل الصلح کے درموں میں جس قدر درم اس کے حصہ کے واجب ہیں اس قدر اس کے مقابلہ میں برابر برابر مساوی قرار دیئے جائیں گے اور باقی درم بمقابلہ حصہ عروض کے ہوں گے لیکن جس قدر درم بدل الصلح کے بمقابلہ دراہم حصہ کے ہیں اس قدر میں شرط بیع صرف مرعی ہوگی کہ ہر دو بدل کا مجلس صلح میں قبضہ ہونا ضروری ہوگا بشرطیکہ وارث لوگ مقر ترکہ ہوں و بیوی کے حصہ ترکہ سے

---

[1] اگر فی الحال پانچ سو درم دے دے تو پانچ سو درم اس پر رہے قیاساً ۱۲ منہ [2] کچھ ساقط کر کے صلح کرنا ۱۲ منہ

[3] اقول اس حیلہ کے تمام ہونے میں احتمال ہے کیونکہ جب دونوں نے دعویٰ کا اقرار کیا تو صلح بمنزلہ خرید کے ہے جیسا خود ہی بیان کیا ہے پس محتمل ہے کہ مدعی اس صلح کو منظور نہ کرے اس واسطے کہ اس کو کوئی دباؤ نہیں ہے بخلاف صلح اجنبی کے کہ اجنبی کا اقرار ان دونوں کے حق میں مؤثر نہیں ہے پس شاید مدعی الصلح خبر پر عمل کرے کہ ہنوز مناقشہ باقی ہی اور ابراء بری کرنا تصادق باہم تصدیق کرنا ۱۲ منہ

(1) یعنی عورت ایک حصہ اور پسر سات حصے ۱۲

مانع نہ ہوں اس واسطے کہ جورو کا حصہ ترکہ ایسی حالت میں تو وارثوں کے قبضہ میں بطور امانت ہوگا اور قبضہ امانت نائب قبضہ ضمانت نہیں ہوتا ہے اور اگر اس کا حصہ ترکہ وارثوں پر مضمون ہوگیا مثلاً اس کے حصہ ترکہ سے منکر ہو گئے یا منکر نہ ہوئے اقرار کیا لیکن اس کے ترکہ کے دینے سے انکار کیا تو ایسی حالت میں مجلس صلح میں ہر دو بدل پر قبضہ کرنے کی حاجت نہ ہوگی اس واسطے کہ قبضہ غصب نائب قبضہ ضمانت ہوتا ہے بلکہ فقط بدل الصلح کے قبضہ کی ضرورت ہوگی اور اگر عورت مذکورہ نے اسی قدر درموں کو لیا جو اس کے حصہ کے برابر ہیں تو صلح جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ حصہ عروض عوض سے خالی رہا جاتا ہے اسی طرح اگر کم درم لیے تو بھی جائز نہیں ہے۔ اس واسطے کہ عروض مع بعض درموں کے بغیر عوض رہے جاتے ہیں پس یہ صلح بطریق معاوضہ نہیں ہوسکتی ہے اور نیز بطریق ابراء بھی نہیں ہوسکتی ہے کہ باقی سے اس نے بری کر دیا کیونکہ ترکہ مال عین ہے اور عین سے بری کرنا باطل ہے اور حاکم ابوالفضل نے فرمایا کہ عورت مذکورہ کے حصہ دراہم کے برابر عوض پر صلح جبھی باطل ہوگی کہ جب صلح بحالت تصادق [1] ہو اگر حالت انکار میں صلح کی تو جائز ہوگی اس واسطے کہ حالت انکار میں مال دینے والا اسی غرض سے مال دیتا [2] ہے کہ منازعت دور ہو جائے اور اس کی قسم کا فدیہ ہو جائے پس ربوا کی گنجائش نہ ہوگی اور اسی طرف امام محمدؒ نے کتاب الصلح میں اشارہ کیا ہے اور اگر عورت مذکورہ کے شوہر کے ترکہ سے درموں کے حصہ کی مقدار معلوم نہ ہوئی تو صلح جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ صلح دو وجہ سے فاسد اور ایک وجہ سے صحیح ہوتی ہے پس جانب فساد کا اعتبار ہوگا اور اگر عورت مذکورہ سے عروض یا دیناروں پر صلح کی گئی تو جائز ہے اگرچہ بدل صلح قلیل ہو کیونکہ خلاف جنس سے صلح کرنے میں سود متمکن نہیں ہوتا ہے اور یہی اس باب میں حیلہ ہے اور اگر ترکہ شوہر دینار و عروض ہوں پھر اس سے دیناروں پر صلح کی گئی تو اس میں وہی صورتیں ہیں جو ہم نے درم کی صورت میں بیان کر دی ہیں اور اگر بعوض درموں کے صلح کی گئی تو ہر حال میں جائز ہے اور اگر ترکہ شوہر میں درم و دینار و عروض ہوں پس اس سے درموں پر یا دیناروں پر صلح کی گئی تو جائز نہیں ہے الا اس صورت میں جائز ہوگی کہ جس بدل پر صلح کی ہے اس کی مقدار اس کے حصہ کی اسی جنس کی مقدار سے زائد ہو حتیٰ کہ اس نقد میں سے جس قدر اس کا حصہ ہے اس کا مثل اس بدل میں آجائے پس مثل بمثل ہو جائے اور جو باقی رہا وہ بمقابلہ دوسرے نقد و عروض کے ہو اور اگر صلح میں درم و دینار دونوں دے تو بہرحال صلح جائز ہے اور ہر جنس کو اس کے برخلاف جنس کے معاوضہ میں رکھا جائے گا اور یہی اس باب میں حیلہ ہے لیکن واضح رہے کہ جو کچھ بدل دراہم حصہ کا دینار سے اور دینار کا دراہم سے ہے اس میں بیع صرف کے شرائط مرعی ہوں گی پس مجلس صلح میں ہر دو بدل پر قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جو کچھ بمقابلہ عروض کے ہے وہ بیع صرف کے معنی میں نہ ہوں گے پس اس میں ہر دو بدل پر مجلس میں قبضہ شرط نہ ہوگا۔ مگر یہ حیلہ ہمارے علماء ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق ٹھیک ہے کہ ہر جنس کو اس کے برخلاف جنس کے مقابلہ میں ڈالتے ہیں۔

شیخؒ: فرؒ کے قول کے موافق نہیں ٹھیک پڑتا ہے کیونکہ وہ ایک جنس کو اس کے برخلاف جنس کی جانب راجع نہیں کرتے ہیں چنانچہ مسئلۃ الاکراہ میں معلوم ہو چکا ہے پس سب عالموں کے قول کے موافق مضبوطی چاہئے تو حیلہ یہ ہے کہ وارث لوگ تمام ترکہ شوہر سے اُس کے پورے حصہ سے ایک عرض واحد معین پر صلح کر لیں پھر جس موضع میں یہ صلح جائز ہو تو عورت مذکورہ کے پورے حصہ سے تمام ترکہ سے معرفت ہو جانا کچھ ضروری نہیں ہے اور اس امر میں اشکال ہے اور دفع یہ ہے کہ اس صلح کا جائز ہونا بطریق [3] بیع کے ہے لیکن یہ بیع ایسی ہے کہ اس میں سپرد کرنے کی حاجت نہیں ہے اور ایسی چیز کی بیع جس کی مقدار سے بائع و مشتری کو آگاہی نہ ہو اگر اس میں سپرد کرنے کی حاجت نہ ہو تو جائز ہوتی ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں شخص سے

(۱) یعنی وارث لوگ مقر وغیرہ منکر ہوں ۱۲ منہ (۲) یعنی اس معاوضہ میں ۱۲ (۳) جواب و اعتراض ۱۲ منہ

ایک چیز غصب کی ہے یا اقرار کیا کہ فلاں نے اس کے پاس ودیعت رکھی ہے پھر مقر نے مقرلہ سے یہ چیز خرید لی تو جائز ہے اگرچہ دونوں اس کی مقدار نہ جانتے ہوں پس ایسا ہی یہاں بھی ہے اور اگر ترکہ مجہول ہو کہ یہ معلوم نہ ہو کہ ترکہ میں کیا[1] چیز ہے تو شیخ محقق ظہیر الدین مرغینانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے شرح کتاب الشروط میں فرمایا کہ کیلی ووزنی[2] چیزوں پر صلح جائز نہ ہوگی کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ شاید ترکہ میں کیلی ووزنی مال ہو اور اس میں سے عورت کا حصہ اسی قدر ہو جس پر صلح ہوئی ہے یا اس سے زیادہ ہو اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ ایسی صلح جائز ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ شاید ترکہ جنس بدل الصلح سے کچھ نہ ہو اور اگر ہو تو احتمال ہے کہ اس عورت مذکورہ کا حصہ اس بدل الصلح سے زائد ہو اور احتمال ہے کہ کم ہو پس اس میں احتمال الاحتمال ہے اور ایسا احتمال[ا] معتبر نہ ہوگا اور اگر مال ترکہ عقار یا اراضی وحیوان و امتعہ ہوں اور یہ سب مدعا علیہ لوگوں کے قبضہ میں ہو لیکن مدعی کو معلوم نہیں ہے کہ مال ترکہ کیا چیز ہے پس اُس نے ان لوگوں سے مکیل یا موزوں پر صلح کر لی تو جائز ہے اور وجہ درم یہ ہے کہ ترکہ میں قرضہ ہو پس اگر وارثوں نے عورت مذکورہ سے اس طور سے صلح کی کہ قرضہ کو بھی صلح میں داخل کیا مثلاً اس کے حصہ عین ودین سے کسی قدر مال پر صلح کی یا یہ کہا کہ اس شرط سے صلح کی کہ عورت مذکورہ تمام قرضہ وصول کر لے اور باقی اموال سے اپنا حق چھوڑ دے تو یہ سب باطل ہے اس واسطے کہ اس صورت میں قرضہ کا مالک کرنا ایسے شخص کو ہے جس پر یہ قرضہ نہیں ہے اور جب کہ حصہ دین کی صلح باطل ہوئی تو حصہ عین کی صلح بھی باطل ہوئی اس واسطے کہ عقد ایک ہی ہے اور اگر انہوں نے دین کو حکم میں داخل نہ کیا بلکہ اس کے حصہ عین سے صلح کر لی اور قرضہ کو اپنے درمیان بفرائض اللہ تعالیٰ مشترک چھوڑ دیا تو یہ صلح جائز ہوگی پس ایسی صلح کے جائز ہونے کے واسطے یہ ایک نوع کا حیلہ ہے کہ قرضہ کو نکال کر باقی پر صلح کریں اور صلح نامہ میں تحریر کریں کہ ماسوائے قرضہ کے صلح کی ہے اور اگر وارثوں نے چاہا کہ قرضہ بھی داخل صلح ہو جائے تو اس کی صورت یہ ہے کہ عورت مذکورہ ان وارثوں سے بقدر اپنے حصہ دین کے قرض لے پھر ان وارثوں کو قرض داران میت پر اترائی کر دے کہ اس کا حصہ قرضہ ان لوگوں کو دے دیں اور قرض داران میت اس کو قبول کر لیں پھر وارثان مذکور اس عورت سے باقی مال متروکہ سے صلح کر لیں پس تمام مال عین ودین ان وارثوں کا ہو جائے گا یا وارث لوگ یہ کریں کہ قرض دار میت کی طرف سے بطور تطوع اس عورت کو اس کا حصہ قرضہ اپنے مالوں سے ادا کر دیں کیونکہ ادائے قرضہ غیر کی طرف سے بطور تطوع جائز ہے پھر باقی سے اس عورت کے ساتھ صلح کر لیں لیکن وارثوں کے حق میں عورت مذکورہ کو قرض دینا مفید ہے کیونکہ اگر اُن کو قرض داروں سے حصہ عورت مذکورہ وصول نہ ہوا تو جو کچھ انہوں نے عورت مذکورہ کو ادا کیا ہے وہ اس سے واپس لیں گے بخلاف اس کے اگر انہوں نے قرض داروں کی طرف سے بطور تطوع حصہ عورت مذکورہ اپنے مالوں سے ادا کیا تو درصورتیکہ قرض داروں سے کچھ وصول نہ ہوا تو نہ قرض داروں سے واپس پائیں گے اور نہ عورت مذکورہ سے واپس لے سکیں گے اس واسطے کہ بطور تطوع ادا کرنے والا کسی سے واپس نہیں لے سکتا اور اگر وارثوں نے عورت مذکورہ کا حصہ قرضہ اس کو قرض دینے سے انکار کیا تو حیلہ یہ ہے کہ کوئی قرض دار بقدر حصہ عورت کے قرض لے کر عورت مذکورہ کو پہلے ادا کر دے پھر وارث لوگوں سے باقی مال سے صلح کر لیں۔

اگر قرض دار نے اس کا حصہ قرض لے کر ادا کرنے سے انکار کیا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ سب وارث یا ایک وارث اپنا کوئی عرض اس عورت کے ہاتھ دس درم قیمت کا بعوض[3] پچاس درم کے جو کہ قرضہ میں سے اس کا پورا حصہ ہے فروخت کر دے اور وارث کبھی بغرض اس منافع[4] کے اور بغرض جواز صلح کے ایسا کرتا ہے پھر عورت مذکورہ اس عرض کا ثمن اس مقدار پر اترا دے پھر

[ا] سود کا احتمال بھی جائز نہیں ہے لیکن شبہہ کا شبہہ معتبر نہیں ہے ۱۲منہ (۱) یعنی درم ہے یا دینار عروض یا مکیل یا موزوں ۱۲منہ
(۲) اس میں درم ودینار بھی شامل ہو گئے ۱۲منہ (۳) تا کہ عورت مذکور کا جھگڑا درمیان سے نکل جائے ۱۲
(۴) کہ پچاس درم ثمن دس درم قیمت کی چیز کا ملتا ہے ۱۲منہ

وارث لوگ عورت مذکورہ سے باقی مال عین سے صلح کرلیں اور اگر عورت مذکورہ نے اس امر کو منظور نہ کیا بدین خوف کہ شاید قرض دار پر قرضہ ڈوب جائے وصول نہ ہو تو وارث بائع اس ثمن کو مجھ سے واپس لے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اقرار کرے کہ اس نے قرض دار سے فقط اپنا حصہ قرضہ بھر پایا ہے اور اس بات کے گواہ کر دے پھر وارث لوگ اس کے ساتھ مال عین کے حصہ سے صلح کرلیں جس طرح کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

منتقی میں لکھا ہے کہ ہشام نے اپنی نوادر میں فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک کی خدمت کی وصیت کی پھر موصی مر گیا اور وارثوں نے چاہا کہ زید سے اس کا حق وصیت جو غلام میں ہے خرید کریں تو فرمایا کہ یہ نہیں جائز ہے کیونکہ جب وہ مر گیا تو اس کا حق وصیت میراث نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ شفعہ حق شفیع میراث نہیں ہوتا ہے کیونکہ اُس کے حق کی کچھ مالیت اور کچھ ثمن نہیں ہے اور عقد بیع و شراء عقد مخصوص ایسی چیزوں کے ساتھ ہے جس کی مالیت و ثمن ہو اور اسی سے ہم نے کہا کہ منافع کی بیع باطل ہے اور اجارہ بلفظ بیع و شراء منعقد نہیں ہوتا ہے کیونکہ بیع و شراء ایسا عقد ہے جو خاص ایسی چیزوں پر واقع ہوتا ہے جن کی مالیت ہے اور منافع کی کوئی مالیت نہیں ہے پس اس پر بیع واقع نہ ہو گی اور یہی حال ہمارے اس مسئلہ مذکورہ میں ہے اور حق شفعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر مشتری نے شفیع سے حق شفعہ بعوض مال کے خرید اتو خرید باطل ہو گی اور اگر شفیع نے فروخت کیا تو اس کی طرف سے یہ تسلیم شفعہ ہو گا اور اپنے حق کا ابطال ہو گا اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ کو ایسا مشکل پایا کہ میں امت کے لوگوں میں کوئی ایسا نہیں دیکھتا ہوں جو اس کو حل کرے اور اس مسئلہ کا اشکال اس کی اصل کی وجہ سے ہے کہ بیع کا عقد فقط ایسی ہی چیزوں پر وارد ہوتا ہے جس کے واسطے مالیت و ثمنیت ہو بدلیل مسائل مذکورہ لیکن اس میں مسئلہ طلاق سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنی طلاق بعوض اس قدر مال کے خریدی پس شوہر نے کہا کہ میں نے فروخت کی تو صحیح ہے اور طلاق واقع ہو جائے گی اسی طرح اگر شوہر نے اس عورت کی طلاق اُس کے ہاتھ فروخت کر دی یا اس کے بضع کو اُس کے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کیا اور عورت مذکورہ نے اس سے خرید کیا تو صحیح ہے اور معاوضہ واجب ہو گا حالانکہ اس کی بضع میں کچھ مالیت و ثمنیت نہیں ہے نیز اس کی طلاق میں بھی کچھ مالیت و ثمنیت نہیں ہے اور باوجود اس کے بلفظ بیع یہ عقد صحیح ہوا اور طلاق کا بلفظ بیع صحیح ہونا مقتضی ہے کہ عقد اجارہ بھی بلفظ بیع صحیح ہو اور منافع کا بیع کرنا جائز ہو اور بیع وصیت جائز ہو اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہمارے مشائخؒ نے ان دونوں میں فرق بیان کرنے میں تکلف کیا ہے حالانکہ ان سے فرق ممکن نہ ہوا چنانچہ امام کرخیؒ جب فرق نکالنے سے تھک گئے تو انہوں نے قول علماء سے رجوع کر کے فرمایا کہ اجارہ بلفظ بیع منعقد ہوتا ہے پس بقیاس قول کرخی در انعقاد اجارہ بلفظ بیع یہ کہا جا سکتا ہے کہ موصی لہ کا منافع وصیت بدست وارث فروخت کرنا بعوض مال کے جائز ہے لیکن ظاہر مبسوط میں اس کے برخلاف موجود ہے۔ پس جب کہ وارث کے حق میں یہ جائز نہ ہوا کہ وہ موصی لہ سے اس کا حق وصیت بعوض مال کے خریدے تو پھر کیا حیلہ ہے تو حیلہ یہ ہے کہ وارث مذکور موصی لہ سے اس کے حق وصیت سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر کے اس کو دے دے تو جائز ہے اور صاحب خدمت کا عقل باطل ہو جائے گا اور غلام مذکور مسلم وارث کا ہو جائے گا کہ بیع وغیرہ جو چاہے کرے اور چاہئے یہ تھا کہ یہ صلح جائز نہ ہو اس واسطے کہ یہ صلح بخلاف جنس (۱) حق واقع ہوئی ہے اور صلح جب کہ برخلاف جنس حق واقع ہوتی ہے تو وہ معاوضہ و تملیک[1] شمار کی جاتی ہے لیکن اس صلح کا تملیک شمار کرنا متعذر ہے اس واسطے کہ موصی لہ اس خدمت کا بغیر عوض مستحق ہوا ہے اور جو شخص منفعت کا بغیر عوض مستحق ہو وہ اس منفعت کو دوسرے کی ملک میں بعوض نہیں کر سکتا ہے جیسے مستعیر اور اس کا جواب یہ ہے کہ

[1] تملیک مالک کرنا۔ قولہ بعوض یعنی عوض سے دوسرے کی ملک نہیں کر سکتا ۱۲ (۱) یعنی دوسرے غلام وغیرہ کی خدمت پر نہیں ہوئی ہے ۱۲

جب یہ صلح تملیک نہ شمار ہو سکے تو ہر وجہ سے اسقاط شمار ہوگی یعنی صلح باسقاط حق ہے کذافی المحیط۔

چوبیسویں فصل ☆

رہن کے بیان میں

ایک شخص نے اپنا نصف دار یا نصف کھیت غیر مقسوم رہن کرنا چاہا تو ہمارے نزدیک ایسا رہن جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ معروف ہے پھر اگر دونوں نے اس کے جواز کا حیلہ چاہا تو یہ حیلہ ہے کہ نصف دار یا نصف کھیت بعوض اس قدر مال کے جس کا قرض لینا چاہتا ہے فروخت کردے بدین شرط کہ مشتری کو اس میں تین روز کا خیار ہے پھر جب دونوں باہمی قبضہ کرلیں تو مشتری اس عقد کو فسخ کردے پس یہ مبیع اس کے قبضہ میں اسی طرح رہ جائے گی جیسے رہن کا حکم ہوتا ہے کہ اگر تلف ہوئی تو اسی قدر ثمن کے عوض تلف شدہ قرار دی جائے گی اور اگر اس میں کچھ نقصان آیا تو ثمن میں سے اسی قدر جاتا رہے گا ایسا ہی امام خصافؒ نے اس حیلہ کو ذکر کیا ہے پس یہ مسئلہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ جو چیز بخیار شرط خریدی گئی ہو کہ اس میں مشتری کا خیار ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض ثمن کے مضمون ہوتی ہے بعوض قیمت کے مضمون نہیں ہوتی ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ نے بیوع جامع میں باب القبض فی البیع میں ذکر کیا ہے اور جو چیز بائع کے خیار شرط پر خریدی گئی ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض قیمت کے مضمون رہتی ہے نہ بعوض ثمن کے جیسے کہ فسخ سے پہلے ہوتی ہے اور بخیار رویت و بوجہ عیب کے بحکم قاضی رد کرنے کی صورت میں ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ مشتری کے واسطے خیار شرط کی صورت میں ہے۔

یہ مسئلہ حیل الاصل میں ذکر کر کے فرمایا کہ حیلہ یہ ہے کہ مستقرض اپنا نصف دار مقرض کے ہاتھ بدین شرط فروخت کرے کہ مجھ کو ایک مہینہ یا زیادہ فلاں وقت تک خیار ہے پھر اگر اس مدت پر مال واپس کر دیا تو دونوں میں بیع نہ رہے گی اور اگر واپس نہ کیا تو خیار باطل ہو کر بیع لازم ہو جائے گی اور مثل اس مسئلہ کے کتاب البیوع میں معلوم ہو چکا ہے لیکن یہ حیلہ بنا برقول امام اعظمؒ کے نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک تین روز سے زیادہ خیار جائز نہیں ہے اور نیز اگر بائع کے واسطے خیار کی شرط کی پھر بائع نے بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے بیع کو رد کر دیا تو بھی ایک ہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ یہ مبیع بعد فسخ کے مضمون بقیمت ہوگی کہ اگر وہ تلف ہوگئی یا اس میں نقصان آ گیا تو قرضہ میں سے بطریق قصاص ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ قرضہ مثل قیمت کے ہو اور اگر کمی بیشی ہوگئی تو باہم ایک دوسرے سے واپس لیں گے۔ زید نے چاہا کہ عمرو سے رہن لے اور یہ بھی چاہا کہ رہن سے انتفاع حاصل کرے جیسے مرہون زمین ہو کہ اس میں زراعت کرے یا دار ہو کہ اس میں مرتہن نے رہنا چاہا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس چیز کو رہن لے کر قبضہ کر لے پھر راہن سے اس کو مستعار لے لے پس جب راہن اس کو مستعار دے دے اور اس سے انتفاع حاصل کرنے کی اجازت دے دے تو اس کو انتفاع حاصل کرنا حلال ہوگا اور عاریت مانع رہن نہیں ہے یعنی رہن ہونے سے خارج نہ ہوگی لیکن یہ ہوگا جب تک وہ عاریت میں رہے گی تب تک حکم رہن ظاہر نہ ہوگا یعنی اگر وہ عاریت کی حالت میں تلف ہوگئی تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا کہ اور پھر جب وہ انتفاع سے فارغ ہوئی تو رہن ہو جائے گی جیسی تھی بخلاف اجارہ کے کہ اجارہ مبطل رہن ہے اور یہ مسئلہ معروف ہے پھر خصافؒ نے ذکر فرمایا کہ اگر اس نے دار مرہون سے انتفاع ترک کیا اور اس کو خالی کر دیا تو عود کر کے رہن ہو جائے گا پس امام خصافؒ نے بیان کیا کہ ترک انتفاع کے ساتھ خالی کر دینا رہن ہو جانے کے واسطے شرط ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ جب انتفاع ترک کیا تو وہ رہن ہو جائے گا پس یہ مبسوط میں مذکور ہے وہ بظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر مرہون کوئی دار ہو اور اُس کو مرتہن نے مستعار لے کر اس

میں اپنا اسباب رکھا پھر اس کے بعد اس کی سکونت چھوڑ دی تو وہ رہن ہو جائے گا اگر چہ اس کو خالی نہ کیا ہو اور امام خصافؒ نے خالی کر دینا شرط کیا ہے پس چاہئے کہ یہ شرط امام خصافؒ کی جانب سے یاد رکھی جائے۔ زید کے قبضہ میں رہن ہے اور راہن غائب ہے پس مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے حضور میں رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اس کے واسطے اس کا نوشتہ دے دے اور حکم دے کہ یہ چیز اس کے قبضہ میں رہن ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مرتہن کسی مرد اجنبی کو حکم دے کہ وہ اس راہن کے رقبہ کا دعویٰ کرے اور مرتہن قاضی کے حضور میں حاضر ہو کر قاضی کے سامنے اس امر کے گواہ پیش کرے یہ چیز میرے پاس رہن ہے پس قاضی اس کے رہن ہونے کے گواہوں کی سماعت کر کے اُس کے پاس رہن ہونے کا حکم دے دے گا اور خصومت اجنبی اس کے مقابلہ سے دور کر دے گا پس یہ حکم امام خصافؒ کی جانب سے اس بات کی تصریح ہے کہ رہن ہونے کے گواہوں کی سماعت کی جاتی ہے اگر چہ راہن غائب ہو اور امام محمدؒ نے یہ مسئلہ کتاب الراہن میں ذکر فرمایا مگر جواب میں اضطراب ہے چنانچہ بعض مقام پر گواہی کی سماعت ہونے کے واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ جو حکم کتاب الرہن میں مذکور ہے وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسے گواہ مقبول ہوں گے جیسے کہ اگر قابض نے گواہ قائم کئے کہ یہ چیز میرے پاس فلاں کی ودیعت ہے یا مضاربت یا غصب یا اجارہ پر ہے تو گواہ مقبول ہوتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں جس میں سے ایک روایت کے موافق گواہ مقبول ہوں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے رہن رکھ لیا تو اس کی حفاظت کرنے کو قبول کیا اور جب اس کو حفاظت کرنا متعذر رہا بدون اس کے کہ وہ گواہ قائم کر کے راہن کی ملک ثابت کرے تو وہ اس بات کے واسطے خصم ہوگا جیسے ودیعت واس کے مانند میں ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ مقبول نہ ہوں گے یعنی غائب راہن کے زمہ اس امر کے ثابت کرنے کے گواہ کہ اُس نے رہن کیا ہے مقبول نہ ہوں گے اور اسی جانب شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اثبات رہن کے واسطے ایسے گواہوں کے قبول کرنے میں غائب پر حکم قضا جاری کرنا ہوتا ہے اور قابض کو اپنی ذات سے دفع خصومت کے واسطے اثبات رہن کی حاجت نہیں ہے اس واسطے کہ مجرد قبضہ سے اس کی ذات سے خصومت مندفع ہے جیسے کہ اُس نے گواہ قائم کئے کہ یہ میرے قبضہ میں ودیعت ہے تو ایسا ہی ہے اور ایسا ہی جواب سیر کبیر میں اس کے نظائر میں لکھا ہے۔

قضاءعلی الغائب کی ایک صورت کا بیان ☆

چنانچہ فرمایا کہ اگر غلام مرہون قید ہوا اور غنیمت میں آیا اور قبل تقسیم غنیمت کے مرتہن نے اس کو پایا اور گواہ قائم کئے کہ یہ میرے پاس فلاں شخص کا رہن ہے اور اس کو لے لیا تو یہ قضاءعلی الغائب اس طرح نہیں ہے کہ غائب پر رہن کرنا ثابت کیا گیا ہو کیونکہ اس کو رہن ہونا ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ وقت قید کئے جانے کے غلام مذکور اس کے پاس ہونا اس کے واسطے کافی ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ ہمارے مسئلہ مذکورہ میں غائب پر رہن ثابت کرنے کے واسطے گواہوں کے قبول کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر مرتہن نے چاہا کہ مرہون تلف ہونے سے قرضہ باطل نہ ہو تو چاہئے کہ اس قرضہ کے عوض اس سے غلام خرید لے اور اُس پر قبضہ نہ کرے پھر اگر غلام مر گیا تو اس کا قرضہ باطل نہ ہوگا اور اگر قرض دار مر گیا تو یہ طالب بنسبت مطلوب کے باقی قرض خواہوں کے اس غلام کا زیادہ حق دار ہوگا یعنی وہ اسی کو ملے گا اور اگر اس نے زندگی میں اس کا قرضہ ادا کر دیا تو اس سے بیع کا اقالہ کر لے اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنا مال مضاربت پر دے اور وہ مضارب کے پاس اس پر مضمون رہے اور منافع دونوں میں مشترک ہو تو چاہئے کہ رب المال اس کو تمام مال سوائے ایک درم کے قرض دے دے پھر درہم باقیہ سے اس کے ساتھ مشارکت کرے بدین شرط کہ دونوں کام کریں پھ یک کا کام کرنا جائز ہوگا اور منافع دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم

کذا فی التاتارخانیہ۔

پچیسویں فصل ☆

مزارعت کے بیان میں

واضح ہو کہ امام اعظم کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام خصافؒ نے فرمایا کہ سب اماموں کے نزدیک جائز ہو جانے کا حیلہ یہ ہے کہ کاشتکار و زمیندار عقد مزارعت قرار دینے کے بعد ایسے قاضی کے پاس جو مزاعت کو جائز جانتا ہے مقدمہ دائر کریں پس جب وہ اس کے جواز کا حکم قضا دے گا تو بالاتفاق سب کے نزدیک جائز[1] ہو جائے گا اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ دونوں ایک اقرارنامہ لکھیں پس اس میں دونوں یہ اقرار کریں کہ یہ زمین فلاں شخص کی ملک ہے یعنی اس کے مالک کا نام لکھیں اور نیز دونوں اقرار کریں کہ اور یہ زمین فلاں کاشتکار کے قبضہ میں ہے اور اس کی زراعت کا اس کو اتنے سال تک اختیار ہے کہ ربیع و خریف کا جو غلہ چاہے اپنے بیجوں و نوکروں و مددگاروں سے اس میں زراعت کرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میں پیداوار ہو وہ سب اتنے برسوں مذکورہ تک اسی کی ہوگی۔ نیز یہ بھی اقرار کریں کہ اس زمین یہ حق اس کاشتکار کو اتنے برس تک کے واسطے بسبب صحیح واجب لازم حاصل ہو گیا ہے۔ پس جب دونوں نے اس طور سے اقرار کیا تو ان دونوں کا اقرار ان دونوں کے حق میں نافذ ہوگا پس پورا غلہ اس کاشتکار کا ہوگا پھر یہ کاشتکار آدھے[2] غلہ کو مالک زمین کو دینے کے واسطے بھی کوئی ہبہ وغیرہ کا حیلہ نکالے۔

شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف نے پہلے حیلہ میں یہ جو ذکر فرمایا کہ ایسے قاضی کے پاس مقدمہ دائر کریں جو مزارعت کو جائز جانتا ہے پس جب وہ اس کے جواز کا حکم قضا دے گا تو بالاتفاق جائز ہو جائے گا اس کلام میں اس امر کی دلیل ہے کہ اس میں محکم کا حکم نافذ نہ ہوگا اور قاضی ابو علی نسفیؒ فرماتے تھے کہ ہمارے بعض مشائخ نے ان مسائل مختلفہ[3] اجتہادیہ میں محکم کے حکم کی تجویز سے اعتراض کیا ہے اور فرمایا کہ ان مسائل مختلفہ اجتہادیہ کے اتفاقی ہونے کے واسطے محکم کا حکم کافی نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ جو شخص قاضی مقرر ہو وہ حکم دے اسی طرح طلاق مضاف میں بھی محکم کے تجویزی حکم سے اعتراض کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ ایسی مجتہدات مسائل میں محکم کا حکم جائز ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کتاب الصلح کے چند مقامات میں ذکر فرمایا کہ محکم کا حکم ہر مسئلہ میں جائز ہے سوائے حدود و قصاص و لعان کے لیکن عام لوگوں کو یہ فتاویٰ نہ دیا جائے گا تاکہ عام لوگ خبط ہو کر حد سے تجاوز نہ کریں مگر حاکم قاضی کے حق میں محکم کا قول لازم نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر محکم کے حکم کا مرافعہ کسی قاضی کے پاس کیا گیا جو مقرر ہے اور اس کی رائے میں آیا کہ یہ حکم باطل ہے اور اس نے باطل کر دیا تو باطل کرنا صحیح ہوگا اور اگر دونوں نے مزارعت میں یہ شرط کی کہ جس کے بیج ہیں وہ پیداوار میں سے بقدر اپنے بیجوں کے نکال لے اور باقی دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہو تو ایسی مزارعت فاسد ہے اس واسطے کہ مزارعت میں یہ شرط ہے کہ پیداوار میں دونوں کی شرکت پائی جائے اور ایسی شرط سے احتمال ہے کہ پیداوار کی شرکت متحقق نہ ہو کیونکہ شاید اسی قدر پیدا ہو جس قدر بیج تھے پس ایسی شرط موجب فساد مزارعت ہے پس اس کا حیلہ یہ ہے کہ بیجوں کی مقدار دیکھی جائے اور دیکھا جائے کہ عادت کے موافق ایسی زمین میں کس قدر پیدا ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پیداوار کے لحاظ سے یہ بیج اس کا کون حصہ ہوتے ہیں پس اگر مثلاً اس کا دسواں حصہ ہوتے ہوں تو اپنے واسطے دسواں حصہ شرط[3] کر لے اور اگر تیسرا حصہ

(۱) یعنی عقد مزارعت ۱۲ (۲) جس قدر شرط منظور ہو ۱۲ (۳) یعنی حصہ مشروط سے علاوہ ۱۲

ہوتے ہوں تو اپنے واسطے تہائی شرط کر لے اور اسی قیاس پر سمجھ لینا چاہئے اور قدوری میں لکھا ہے کہ ایک شخص کو بیج دیئے کہ آدھے کی بٹائی پر اپنی زمین میں زراعت کرے تو مزارعت فاسد ہے لیکن ایک روایت میں امام ابو یوسفؒ سے جائز ہے پس اگر دونوں نے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق جائز ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ مالک زمین مالک بیج سے اس کے آدھے بیج خرید لے پھر بیجوں کا مالک اس کو ثمن سے بری کر دے پھر بیجوں کا مالک زمین کے مالک سے کہے کہ اپنی زمین میں ان سب بیجوں سے زراعت کر بدیں شرط کہ پیداوار ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگی کذافی الذخیرہ۔

چھبیسویں فصل ☆

وصی و وصیت کے بیان میں

زید نے عمرو کو اپنے مال کوفہ کا وصی کیا اور عمرو کو اپنے مال شام کا وصی کیا اور بکر کو اپنے مال بغداد کا وصی کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ یہ سب لوگ میّت کے تمام ترکات کوفہ و شام و بغداد کے وصی ہوں گے اور بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے ہر ایک جس جگہ کے واسطے اس کو وصی کیا خاصۃً وہیں کا وصی ہوگا اور امام محمدؒ کا قول کتابوں میں مضطرب ہے پس حاصل یہ ہے کہ وصایت امام اعظمؒ کے نزدیک نوع واحد و مقام و واحد و زمان واحد کی تخصیص قبول نہیں کرتی ہے بلکہ تمام انواع و اکمنہ کے واسطے عام ہو جاتی ہے اور بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے مخصوص بنوع و مقام واحد ہو سکتی ہے اور قول امام محمد مضطرب ہے ایسا ہی شیخ شمس الائمہ حلوائی نے شرح حیل الخصاف میں ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام نے شرح حیل الاصل میں قول امام ابو یوسفؒ مثل امام اعظمؒ کے بیان کیا اور امام محمدؒ کا قول یہ بیان کیا کہ مخصوص بنوع و مقام وصی ہو سکتا ہے۔ پھر بنابر قول امام ابو حنیفہؒ کے جب ہر ایک وصی و قیم تمام ترکہ کا ہوا تو کسی کو تنہا تصرف کرنے کا اختیار نہ ہوگا اگر چہ وصایت متفرقہ واقع ہوئی ہے پس اگر کسی نے چاہا کہ وصیوں میں سے ہر ایک وصی پورے ترکہ کا وصی ہو اور تنہا تصرف کر سکے اور کسی امام کے نزدیک اس میں اختلاف نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ سب کو اپنی سب ترکات میں وصی کر دے بدیں شرط کہ جو شخص ان میں سے حاضر ہو وہ اس کے تمام ترکات کا وصی ہے و بدیں شرط کہ ہر ایک کو ان میں سے اختیار ہے کہ اس کی وصایت کا کام کرے اور اس کا فعل اس میں نافذ ہوگا پس جب اس نے اس طور سے وصی کیا تو ہر ایک ان میں سے بالاتفاق عام وصی ہو جائے گا کہ ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہوگا بوجہ اعتبار شرط موصی کے پھر اگر موصی نے یہ چاہا کہ ہر ایک ان میں خاصۃً اسی چیز کا وصی ہو جس کے واسطے اس کو وصی کیا ہے اور کسی قول کے موافق وہ دوسرے وصی کے ساتھ بالکل داخل نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے زید کو فقط اپنے مال بغداد کا خاصۃً وصی کیا نہ کسی اور شہر کے مال کا اور میں نے عمرو کو خاصۃً فقط مال شام کا وصی کیا نہ اور کسی شہر کے مال کا پس جب اس نے اس طور سے کہا تو اس کی شرط کا اعتبار کر کے بالاتفاق ہر ایک وصی خاص اس مال کا وصی ہوگا جہاں کے واسطے اس کو وصی کیا ہے۔

قال المترجم ☆

ہماری زبان کے موافق اس طرح الفاظ وصایت کہنے سے بلاشبہ وہ مخصوص وصی ہو جائے گا اور اگر عربی زبان میں کہا کہ اوصیت الی فلاں فی مالی ببغداد خاصۃً یعنی وصی کیا میں نے فلاں کو اپنے مال کا جو بغداد میں ہے خاصۃً تو شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ایسے حیلہ میں ایک طرح کا اعتراض ہے اس واسطے کہ قولہ اوصیت الی فلاں یہ لفظ عام ہے کہ اس کا مقتضا یہ ہے کہ فلاں کو ولایت تصرف عام مال حاصل ہو پھر اس کا مال بغداد کے ساتھ تخصیص کرنا بمعنی حجر خاص یعنی تخصیص کر کے مجبور کرنا ہوگا اور حجر خاص جب کہ

اجازت عام پر وارد ہوتا ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا ہے یعنی عام اجازت دے کر پھر مخصوص کسی امر سے مجور کرنا غیر معتبر ہے چنانچہ ماذون میں لکھا ہے کہ اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اذن عام دیا پھر اس کو بعض تجارت سے مجور کیا تو یہ حجر صحیح نہیں ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی تخصیص صحیح نہ ہونی چاہئے بلکہ اس کا وصی عام ہونا چاہئے ہے اور نیز ایک دوسرا مسئلہ ہے جس میں مشائخ متردد ہیں وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور جو کچھ اس کا لوگوں پر ہے اس کا قیم کیا اور جو کچھ اس پر لوگوں کا ہے اس کا قیم نہ کیا تو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ تقلید صحیح ہے اور اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تقلید صحیح نہیں ہے اور وہ کل امور کا وصی ہو جائے گا پس اس تقریر سے ثابت ہوا کہ اس حیلہ میں ایک طرح کا شبہہ ہے۔ زید نے اس شرط سے عمرو کو وصی کیا کہ اگر عمرو اس کی وصایت کو قبول نہ کرے تو بکر اس کا وصی ہے تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ وصایت نیابت ہے مثل وکالت کے ہوگی اور وکیل کرنا اس طور سے جائز ہے الاّ یہ کہ اس کو معزول کرے کہ وکیل کو جب تک معلوم نہ ہو وہ معزول نہیں ہوتا ہے اور وصی معزول ہو جاتا ہے اگر چہ اس کو معلوم نہ ہو اور فرق اپنے مقام پر مذکور ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ستائیسویں فصل ☆

افعال مریض کے بیان میں

امام خصافؒ نے فرمایا کہ ایک مریض پر اس کے بعض وارثوں کا قرضہ ہے اور چاہا کہ اس کے قرضہ کا اقرار کرے مگر ہمارے اصحاب کا اصول معلوم ہے کہ مریض کا اپنے بعض وارثوں کے واسطے اقرار کرنا صحیح نہیں ہے پس ایسا حیلہ کہ جس سے بالاتفاق سب کے نزدیک اس اقرار کا مقصود حاصل ہو جائے یہ ہے کہ مریض مذکور اس قرضہ کا کسی اجنبی کے واسطے اقرار کرے جس پر اُس کو اعتماد ہو اور اس اجنبی سے کہہ دے کہ وہ وصول کر کے اس وارث کو دے دے اور اگر اجنبی نے کہا کہ مجھے خوف آتا ہے کہ شاید حاکم مجھ سے قسم لے جیسے قرض خواہان میت سے قسم لی جاتی ہے کہ واللہ تیرا یہ قرضہ اس میت پر واجب ہے تو نے میت کو اس سب سے یا اس میں سے کسی قدر سے اس کو بری نہیں کیا ہے تو میں کس طرح قسم کھا سکتا ہوں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس اجنبی کو حکم کرے کہ تو کوئی اپنا مال عین وارث کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو وارث کا مریض پر آتا ہے فروخت کر دے پس جب اس نے فروخت کیا اور وارث نے اس کو قبول کیا تو جو قرضہ وارث کا مریض پر تھا وہ اجنبی کے واسطے ہو گیا۔

اگر قرضہ مریض کے اقرار مرض سے جس میں وہ قریب مرگ تھا ثابت ہوا تو قرض خواہ سے قسم نہ لی جائیگی ☆

اگر اُس کو حاکم قسم دلائے گا تو اس کی قسم صحیح ہوگی پھر امام خصافؒ نے ذکر فرمایا کہ قاضی اس اجنبی سے قسم لے گا کہ واللہ تیرا یہ قرضہ میت پر واجب ہے تو نے اس سے اس کو بری نہیں کیا ہے پس اس طرح قسم لے گا اگر چہ کوئی شخص قسم طلب کرنے والا نہ ہو اس وجہ سے کہ یہ قسم میت کے واسطے ہوگی اور قاضی میت کی طرف سے نائب ہے پس احتیاطاً اس کے واسطے قسم لے گا اگر چہ کوئی شخص طالب قسم نہ ہو اور قاضی ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ اسی طرح ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جب قرضہ واجب ہونے کا زمانہ دراز ہو جائے حتیٰ کہ وہم ہو کہ وہ ان اسباب سے شاید ساقط ہو گیا ہو تو قرض خواہ میت سے قسم لی جائے گی کہ واللہ تیرا سب یا تھوڑا قرضہ کسی وجہ سے ساقط نہیں ہوا ہے اسی طرح ہم کو بجزئیات شرعی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اگر قرضہ مریض کے اقرار مرض سے جس میں وہ قریب مرگ تھا ثابت ہوا تو قرض خواہ سے قسم نہ لی جائے گی بلکہ بدون قسم کے اس کا حق دے دیا جائے گا کیونکہ مبسوط میں چند مقامات میں مذکور ہے اگر مریض نے اپنے مرض میں قرض خواہوں کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کا قرضہ دے دیا جائے گا اور قسم کی

شرط نہیں لگائی اور خصاف نے ایسی صورت میں قسم کی شرط لگائی ہے پس یہ شرط از جانب امام خصاف مستفاد ہے۔ فرمایا کہ اور اگر اجنبی کی ملک میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کو وارث کے ہاتھ فروخت کرے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وارث اپنے مال عین میں سے کوئی چیز اس اجنبی کو ہبہ کر دے پھر بعد قبضہ کے اجنبی اس کو وارث کے ہاتھ بعوض قرضہ مذکور کے فروخت کر دے جیسے ہم نے بیان کر دیا ہے اور حیلہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ وارث مذکور اپنے مال سے کوئی متاع یا کوئی چیز ایسی لائے جس کی قیمت اس قدر ہو جس قدر وارث کا مریض پر قرضہ ہے اور گواہوں کے سامنے مریض کے ہاتھ اس چیز کو اس کے مثل قیمت کے عوض فروخت کر دے اور اس کے سپرد کرے پس وارث کا مال مریض پر گواہوں کے حضور میں ثابت ہو جائے گا پھر مریض مذکور یہ مال خرید کردہ کسی غیر معروف آدمی کا خفیہ ہبہ کر دے اور وہ موہوب لہ اس مال کو اس وارث کو ہبہ کر دے پس وارث کو اس کی متاع پہنچ جائے گی اور اس کا قرضہ مریض پر یہ گواہی گواہان ثابت ہوگا پس وارث اس کو مریض سے مثل اجنبی کے وصول کر لے گا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ عمدہ ہے اگر ایک طرح کا شبہ ہے اس واسطے کہ اس میں وجوب قرضہ مکرر ہوتا ہے اس واسطے کہ قبل بیع کے میت پر قرضہ واجب تھا اور بیع کی وجہ سے دوسرا قرضہ واجب ہوا اور وارث نے یہ قرضہ جدید وصول کیا ہے جو گواہوں سے ثابت ہوا ہے اور وہ قرض جو قدیمی تھا وصول نہیں پایا ہے پھر جب یہ قرضہ اس ترکہ میں باقی رہا تو وارثوں کو قبل ادائے قرضہ کے ترکہ سے انتفاع حاصل کرنا حلال نہ ہوگا یہ حیہ بظاہر حیلہ ہو سکتا ہے باطن میں حیلہ نہیں ہے اور شاید خصاف نے بنائے کاریز ظاہر رکھی ہے۔

قال المترجم ☆

وارث کو اپنا قرضہ حاصل ہوا اور مال بھی مل گیا اور اگر فروخت نہ کرتا اور مال قرضہ وصول ہو جاتا تو بھی اسی قدر حاصل ہوتا ہے جواب حاصل ہوا ہے پس مراد خصاف کی یہ ہے کہ بعد اس طرح کی وصول یابی کے وارث اس کو اپنے قرضہ سے بری کر دے پس کوئی شبہہ نہ رہے گا فلیتامل۔ پھر خصافؒ نے اس حیلہ کے اوّل میں فرمایا کہ وارث اپنے عین مال میں سے کوئی مال عین مریض کے ہاتھ مثل اُس قرضہ کے فروخت کرے جو اس کا مریض پر ہے اور اس میں کوئی خلاف بیان نہ کیا پس یہ امر کی دلیل ہے کہ وارث کے اموال عین سے کوئی مال عین خریدنا مریض کو جائز و بلا خلاف بیع صحیح ہوگی اور ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعۃ کے باب مزارعۃ المریض میں بیان کیا ہے کہ مریض کا اپنے وارث کے اعیان مال سے کوئی مال عین خریدنا صحیح ہے اور اس میں کوئی خلاف ذکر نہیں کیا اور فتاویٰ صغریٰ میں خریدنے اور فروخت کرنے دونوں میں اختلاف بیان کیا ہے۔ باب اقرار العبد المولاہ میں اس کے بیان مذکور ہونے کا حوالہ دیا ہے اور حیلہ دیگر اس مسئلہ کے واسطے جس کو خصاف نے ذکر نہیں فرمایا یہ ہے کہ ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرے جو وارث کے واسطے مریض کا اقرار قرضہ صحیح جانتا ہے کیونکہ عالموں کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے چنانچہ ہمارے نزدیک یہ اقرار نہیں جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے پھر جب قاضی مذکور نے اس اقرار کی صحت کا حکم قضا جاری کر دیا تو یہ اقرار بالاتفاق صحیح ہو جائے گا جیسا کہ بہت سے مقامات میں معلوم ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کے واسطے کوئی متاع یا زیور وغیرہ اس کی مالک کر دی اور اس پر گواہ نہ کئے یہاں تک کہ وہ مریض ہو گیا اور اس کو وارثوں کی طرف سے اس باب کا خوف ہے کہ شاید وہ لوگ اس کی وفات کے بعد صغیرہ مذکورہ کو یہ چیز نہ دیں تو فرمایا کہ اگر زیور وغیرہ کوئی مال منقول ہو تو اُس کو خفیہ کسی ثقہ معتمد کو دے دے اور اس کو آگاہ کر دے کہ یہ مال میری دختر فلانہ کا ہے اور اس کو وصیت کر دے کہ اس دختر کے واسطے اس کو اپنے پاس حفاظت سے رکھے پھر جب وہ بڑی ہو جائے تو اس کو دے دے اور اگر دار و اراضی وغیرہ مال غیر منقول ہو اور وہ مریض کی ملک معروف ہو تو وہ اس مال کے ساتھ ایسا نہ کر سکے گا جیسا اس

نے زیور وغیرہ کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ کرے کہ کسی ثقہ معتمد علیہ کو اپنے مال سے اس غیر منقول کی قیمت کے برابر مال خفیہ دے کر اُس کو حکم کرے کہ یہ مال میری دختر فلانہ کا ہے سو اسکے واسطے اس مال سے مجھ سے یہ عقار خرید لے پھر گواہوں کے سامنے اس شخص کے ہاتھ یہ عقار فروخت کر دے اور یہ شخص مذکور وقت خرید کے یہ نہ کہے کہ میں یہ عقار اس کی دختر کے واسطے خریدتا ہوں اسی طرح مریض بھی یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو اپنی دختر کے واسطے فروخت کیا بلکہ دونوں کلام کو مطلق رکھیں پھر جب دختر مذکورہ بالغ ہو جائے تو مرد ثقہ مذکور یہ عقار اس کو دے دے اور مشائخ نے ایک صورت میں اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کو جہیز دیا مگر سپرد نہ کیا اور نہ اس پر گواہ کئے یہاں تک کہ بیمار ہوا پھر اگر اُس نے کسی مرد ثقہ کو یہ اسباب جہیز خفیہ دیا کہ اس کو اس کی دختر کے واسطے اپنے پاس حفاظت سے رکھے جیسے ہم نے بیان کیا ہے پس آیا اس مرد ثقہ کو جائز ہے کہ اس سے لے کر حفاظت سے رکھے تو اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ اس ثقہ کو لینا حلال نہیں ہے اس واسطے قاضی اس پدر صغیرہ کی اس قول میں تصدیق نہ کرے گا یہ مال اس صغیرہ کی ملک ہے اس طرح اس مرد ثقہ کی بھی تصدیق نہ کرے گا پس اس ثقہ کو گنجائش نہیں ہے کہ اس مال کو اس سے لے کر رکھے کہ جس سے باقی وارثوں کا حق مارا جائے لیکن امام خصافؒ نے زیور و متاع کی صورت میں اشارہ کیا ہے کہ اس ثقہ کو جائز ہے کہ اس سے لے کر حفاظت سے رکھے اور درصورتیکہ مریض نے اپنی دختر صغیرہ کو مال خفیہ ہبہ کر کے خفیہ مرد ثقہ کو دیا کہ اس مال سے اس کے واسطے خرید لے اگر مرد ثقہ کو یہ خوف ہوا کہ اس کے ذمہ قسم لازم آئے گی تو فرمایا کہ اُس کے ذمہ قسم میں کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مریض نے کسی آدمی سے مال قرض لیا پھر اس کو اپنی دختر صغیرہ کو ہبہ کیا پھر اس کو اُسی شخص کو دے دیا حتیٰ کہ اس نے اس مال سے اس کی دختر مذکورہ کے واسطے اراضی مریض سے خریدی تو جائز ہے اور قسم اس شخص کے ذمہ کچھ نہ ہو گی بنابرآنکہ مبسوط میں معلوم ہو چکا ہے کہ عقد بعینہ ان درموں سے متعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے مثل سے جو بذمہ دین واجب ہوتے ہیں متعلق ہوتا ہے پس وہ خریدنے کی قسم کھانے سے حانث نہ ہو گا۔

شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حیلہ بنابر قول صاحبینؒ کے صحیح ہو گا اور بنابر قول امام اعظمؒ کے مریض کا اپنے وارث کے ہاتھ یا اپنے وارث کے وکیل کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح نہیں ہے پس یہ حیلہ امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح نہ ہو گا اور اگر ایک مریض کے قبضہ میں اس کے وارث کا دار یا زمین ہو اور اس کو خوف ہے کہ اگر میں وارث کے واسطے اس کا اقرار کرتا ہوں تو صحیح نہ ہو گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ کسی اجنبی معتمد علیہ سے کہے کہ یہ تیرا دار ہے اور اجنبی کہے کہ یہ دار تیرے وارث فلاں کا ہے میرا نہیں ہے۔ فرمایا کہ اگر مریض کی جورو یا دوسرے وارث کے اس پر سو دینار قرضہ ہوں اور مریض کو خوف ہوا کہ اگر میں اس کا اقرار کرتا ہوں تو وارث کے واسطے اقرار جائز نہ ہو گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وارث مذکور کسی اپنے معتمد علیہ کو مریض کے پاس لائے اور گواہوں کے سامنے مریض مذکورہ اقرار کرے کہ مجھے میرے وارث فلاں نے وکیل کیا تھا کہ میں اس کے دینار جو اس شخص پر آتے تھے وصول کروں اور میں نے اس سے یہ سو دینار اپنے وارث فلاں کے واسطے وصول کر لئے پھر وارث مذکور اس امر سے انکار کرے کہ میں نے اس کو وکیل نہیں کیا تھا پھر وارث مذکور اس مرد اجنبی مذکور سے رجوع کرے پس جب اُس نے اس اجنبی سے رجوع کیا تو اجنبی مذکور کو اختیار ہو گا کہ مریض سے واپس لے۔ پھر اگر معتمد علیہ مذکور کو خوف ہوا کہ اس کے ذمہ قسم عائد ہو گی تو اس کی صورت یہ ہے کہ وارث[1] مذکور اس اجنبی مذکور کے ہاتھ اس قدر مال

[1] مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح نسخہ میں موجود ہے اور اعتراض یہ کہ اجنبی پر میت کے لیے قسم وارد ہو گی تو بیع وارث اس کو کیا دافع ہو سکتی ہے اور اگر جواب دیا جائے کہ اقرار مریض مذکور بحضور گواہان ہے تو قسم عائد نہ ہو گی جواب میں تامل ہے کہ اقرار کے بعد تحقیق کے لئے قسم ہے لہٰذا صحیح شاید یہ کہ بیع اجنبی بدست وارث بعوض مال وارث بر مریض ہو یعنی اجنبی مذکور اس وارث کے ہاتھ اپنی کوئی چیز بعوض اس مال کے جو وارث مذکور کا مریض پر آتا ہے فروخت کر دے ۱۲ منہ

کے عوض کوئی چیز فروخت کرے جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے کذافی المحیط۔

اٹھائیسویں فصل☆

متفرقات کے بیان میں

اگر ایک شخص نے چاہا کہ اس کی قضا نمازوں کے واسطے اس کی وفات کے بعد صدقہ دیا جائے اور اُس کو اپنے وارث پر اطمینان نہیں ہے کہ شاید وارث اس کی وصیت کو نافذ نہ کرے گا اگر وہ وصیت کرے اور اگر اس نے تہائی مال کی اس سے پہلے وصیت کی ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر اس کی بھی وصیت کروں گا تو یہ بھی تہائی میں داخل ہو جائے گا حالانکہ وہ چاہتا ہے کہ یہ تہائی سے خارج رہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنی املاک میں سے کوئی چیز اپنی صحت وحیات میں ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جس کو ثقہ ومعتمد جانتا ہے اور اس کو مبیع سپرد کرے پھر اس کو ثمن سے بری کر دے حتیٰ کہ یہ مشتری اس چیز کو اس کی وفات کے بعد فروخت کر کے اس کے ثمن سے یہ صدقہ دے دے پس امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ جائز ہوگا اور اگر اس کو یہ خوف ہوا کہ شاید شخص ایسا نہ کرے اور اس چیز کو اپنی ذات کے واسطے رکھ چھوڑے اور فروخت نہ کرے اور نہ اس کا ثمن اس راہ میں صرف کرے تو فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ یہ شخص اس مال عین کو بعوض ایسی چیز کے فروخت کرے جو کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو اور اس میں تھوڑا سا عیب ہو اور بائع اس ملفوف چیز کو نہ دیکھے اور نہ عیب پر راضی ہو جائے اور کسی شخص کو وصی کر دے کہ وہ اس کی موت کے بعد اس عیب دار لپٹی ہوئی چیز کو دیکھے پھر اگر مشتری مذکور بروجہ مذکور اس مبیع کو فروخت کر کے اس کا ثمن صرف کرنے سے انکار کرے تو اس ملفوف کو دیکھ کر بوجہ عیب کے اس مشتری کو واپس کر دے پس مبیع مذکور اس کے وارثوں کی ملک میں عود کرے گی اور واضح ہو کہ ہم نے اس مسئلہ میں خیار عیب اس وجہ سے تجویز کیا کہ خیار عیب بعد موت کے باقی رہتا ہے اور خیار رویت باقی نہیں رہتا ہے۔ وصی نے اگر وارثوں کے درمیان حصہ بانٹ کر دیا حالانکہ سب وارث صغیر ہیں ان میں کوئی بالغ نہیں ہے تو یہ تقسیم جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ قسمت میں بیع کے معنی ہیں حالانکہ اگر وصی بعض نابالغوں کا مال دوسرے بعض نابالغوں کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہیں ہے پس اسی طرح تقسیم بھی جائز نہ ہوگی پس وصی کے واسطے حیلہ یہ ہے۔

اگر صغیر مثلاً دو ہوں تو وصی ان دونوں میں سے ایک کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ مشاع غیر مقسم فروخت کرے پھر مشتری سے دوسرے صغیر کے واسطے جس کا حصہ فروخت نہیں کیا ہے مقاسمہ کرے پھر مشتری سے جس صغیر کا حصہ فروخت کیا ہے پھر اس کا حصہ خرید کر لے پس دونوں صغیر میں سے ہر ایک کا حصہ ممتاز جدا جدا ہو جائے گا اور یہ تقسیم اس وجہ سے جائز ہو جائے گی کہ یہ دو آدمیوں کے درمیان جاری ہوئی ہے اور حیلہ دیگر آنکہ ان دونوں کا حصہ ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرے پھر اس سے ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا ہوا جدا جدا خرید لے اگر مریض نے کہا کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے ایک حج کراؤ یا کہا حج کراؤ اور ایک لفظ نہ کہا پھر وصی نے ایک شخص کو مال بمقدار آنکہ آمد ورفت مکہ معظمہ کی راہ میں اپنی ذات پر خرچ کرے دیا پس اس نے خرچ کیا اور کچھ قدر قلیل ایسا رہ گیا کہ جس سے مامور کو احتراز ممکن نہیں ہے تو قیاس یہ ہے کہ وہ اس قدر کا ضامن ہو جس قدر اس نے اپنی ذات پر خرچ کیا ہے اور استحساناً ضامن نہ ہوگا اور مامور پر واجب ہے کہ جو اس کے پاس باقی رہا ہے اس کو وصی کو واپس کر دے اور اگر میّت نے وصیت کی کہ باقی اسی شخص کو دے دیا جائے جو اس حج کے واسطے مامور ہو پس اگر اس نے کسی مرد کو معین کر دیا ہو کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے تو باقی کی

وصیت اُس کے حق میں جائز ہوگی کیونکہ وہ ایک شخص معلوم کے واسطے واقع ہوئی ہے اور اگر اُس نے کسی شخص کو معین نہ کیا ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ موصی اپنے وصی سے کہے کہ جس قدر نفقہ باقی رہے وہ جس کو تو چاہے دے دے پھر جب وصی نے مامور کو باقی نفقہ دے دیا تو جائز ہوگا بمنزلہٗ اس کے کہ اگر مامور نے کہا کہ میرا تہائی مال تو جس کو چاہے دے دے تو یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

انیسویں فصل ☆

استعمال معاریض کے بیان میں

قال معاریض سخنہائے پوشیدہ غیر صریح۔ فی الکتاب جاننا چاہئے کہ اگر جھوٹ سے بچنے کے واسطے معاریض کو استعمال کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے وہ جائز ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا معاریض کلام ایسے ہیں کہ اگر ان کو استعمال کرے تو آدمی کو جھوٹ بولنا نہ پڑے اور نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاریض کا کلام میں بہت گنجائش ہے اور اس کے استعمال کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ آدمی ایک کلمہ بولے اور اس سے سوائے اس معنی کے مراد لے جن کے واسطے وہ کلمہ موضوع کیا گیا ہے بحسب ظاہر لیکن بات اتنی ہو کہ جو معنی اُس نے مراد[1] لیے ہیں وہ اس لفظ کے محتملات سے ہوں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کلام میں شاید یا دور نہیں ہے یا اس کے مانند الفاظ ملا دے اور یہ بمنزلہٗ انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کے ہے کہ اس سے کلام بالخیر م ہونے سے خارج ہو جائے گا اور استعمال معاریض میں مضائقہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاریض میں سے بعض ایسا جائز فرمایا ہے جہاں صریح جائز نہیں فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء پھر فرمایا کہ ولکن لا تواعد وھن سرا الا ان تقولوا قولا معروف چنانچہ اگر ایک عورت عدت میں ہو تو کسی کو یہ حلال نہیں ہے کہ اس کو صریحاً خطبہ کرے لیکن اگر تعریض کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مثلاً یوں کہے کہ تم تو ماشاء اللہ حسین خوبصورت ہو اور تم سی عورت میرے واسطے لائق ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ کی مشیت میں جو بات ہوگی پیش آ جائے گی اور شیخ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ جب وہ استراحت کے واسطے گھر میں جاتے تھے تو اپنے خادم سے فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص میرے پاس آنے کی اجازت مانگے تو کہنا کہ شیخ یہاں نہیں ہیں اور یہ مراد لینا کہ جہاں تو کھڑا ہے وہاں نہیں کھڑے ہیں اور نیز ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص اُن سے ان کے پاس آنے کی اجازت مانگتا اور ان کو ملنا منظور نہ ہوتا تو تکیہ وغیرہ جو ان کے پاس ہوتا اُس پر سوار ہو بیٹھتے اور اپنے خادم سے کہتے کہ کہہ دے کہ شیخ سوار ہو گئے ہیں حتیٰ کہ سامع کے خیال میں یہ آتا کہ شیخ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے کسی کام کو گئے ہیں پس وہ لوٹ جاتا اور نیز ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص ان سے کوئی چیز مستعار مانگتا اور ان کو دینا منظور نہ ہوتا تو اپنا ہاتھ زمین پر رکھ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ شے یہاں نہیں ہے اور مراد یہ ہوتی کہ اس جگہ جہاں ہاتھ رکھا ہے نہیں ہے حالانکہ سننے والے کو یہ گمان ہوتا کہ اُن کے پاس یا ان کے گھر میں نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔

---

(۱) یعنی احتمال ہو کہ یہ معنی جو اس نے مراد لئے ہیں مراد ہو سکتے ہوں ۱۲ منہ

کتاب الخُنثٰی

اِس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل ☆

خنثیٰ ☆ کی شناخت

جاننا چاہئے کہ خنثیٰ اُس آدمی کو کہتے ہیں کہ جس کے مقعد کے سوائے دو[1] مخرج ہوں اور بقالی نے فرمایا کہ اس کا دونوں میں سے کوئی مخرج نہ ہو اور پیشاب اس کا ایک چھید سے نکلے اور خنثیٰ کے حق میں اعتبار[2] میال کا ہے کذافی الذخیرہ پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو مرد ہے اور اگر فرج سے پیشاب کرے تو عورت ہے اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلے وہی ہوگا۔ کذافی[1] الہدایہ اور اگر دونوں سے ایک ہی ساتھ پیشاب نکلے تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ خنثیٰ مشکل[3] ہے اور کسی آلہ سے زیادہ پیشاب نکلنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس واسطے کہ کسی شے کا اس کی جنس سے کثرت ہونے سے ترجیح نہیں ہوتی ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس آلہ سے زیادہ پیشاب برآمد ہو اسی کی طرف منسوب[4] کیا جائے گا اور دونوں سے جو پیشاب نکلتا ہے وہ بھی برابر نکلے تو وہ بالاتفاق خنثیٰ مشکل ہے۔ کذافی الکافی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اشکال بالغ ہونے سے پہلے ہے اور جب بالغ ہو گیا اور پورا ہو گیا تو یہ اشکال جاتا رہے گا کہ اگر اُس نے بالغ ہو کر ذکر سے جماع کیا تو وہ مرد ہے اسی طرح اگر اس نے جماع ذکر سے نہ کیا لیکن اُس کے داڑھی نکل آئی تو وہ مرد ہے کذافی الذخیرہ۔ اسی طرح اگر اس کو مثل مردوں کے احتلام ہوا یا اس کی چھاتیاں مثل مردوں کے سینہ سے اُٹھی ہوئی نہ ہوئیں بلکہ برابر رہیں تو مرد ہے اور اگر مثل عورتوں کے اس کی چھاتیاں ابھر آئیں یا اس کی چھاتیوں میں دودھ اتر آیا یا اس کو حیض آیا یا حمل رہا یا اس کی فرج سے اس کے ساتھ جماع کرنا ممکن ہوا تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامات میں سے بھی کوئی ظاہر نہ ہوئی تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اسی طرح اگر یہ علامات مردوں وعورتوں دونوں کی ظاہر ہوئیں تو بھی خنثیٰ مشکل ہے کذافی الہدایہ۔ خروجِ منی کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس واسطے کہ منی جیسے مرد کے نکلتی ہے ویسی کبھی عورت کی بھی نکلتی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور فرمایا کہ یہ نہیں ہے کہ خنثیٰ بعد بالغ ہونے کے بھی کسی حال میں مشکل رہے اس واسطے کہ یا تو اس کو حمل رہے گا یا حیض آئے گا یا اس کے داڑھی نہ نکلے گی یا عورتوں کے مثل اس کے چھاتیاں نکلیں گی اور اس سے اس کا حال ظاہر ہو جائے گا اور اگر اُن میں سے کوئی بات نہ ہو گی تو وہ مرد ہے اس واسطے کہ عورتوں کے مانند چھاتیاں نہ ہونا اس امر کی دلیل شرعی ہے کہ وہ مرد ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔

---

[1] قال المترجم کذافی الہدایہ یہ مسئلہ آئندہ آتا ہے اس میں غور کرنا چاہئے ۱۲ (۱) یعنی پیشاب کے ۱۲ (۲) عورت کا اور مرد کا ۱۲ منہ
(۳) یعنی مذکر کہا جا سکتا ہے نہ مؤنث ۱۲ (۴) یعنی اگر ذخر سے زیادہ پیشاب نکلے تو مذکر ہے اور نہ مؤنث ہے ۱۲ منہ

☆ [خُن ۔ ثا] ...... [ع ۔ ا ۔ مذکر] وہ شخص جس کی مردانہ یا زنانہ دونوں علامات ناقص ہوں۔ ہیجڑا' مخنث

دوسری فصل☆

احکام خنثیٰ کے بیان میں

خنثیٰ مشکل کے بارہ میں اصل یہ ہے کہ امور دین میں جو احوط واوثق ہو۔اس کے حق میں اختیار کیا جائے اور جس حکم کے ثبوت میں شک ہواس کے ثبوت کا حکم نہ دیا جائے اگر وہ امام کے پیچھے نماز کی جماعت میں کھڑا ہوتو عورتوں ومردوں کی صف کے بیچ میں کھڑا کیا جائے اور مردوں کے بیچ میں کھڑا نہ کیا جائے تا کہ ان کی نماز فاسد نہ ہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہواور عورتوں کے بیچ میں کھڑا نہ کیا جائے تا کہ اس کی نماز فاسد نہ ہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ مرد ہو پس اگر وہ عورتوں کی صف میں کھڑا ہو گیا تو احتیاطاً اپنی نماز کا اعادہ کر لے بوجہ اس احتمال کے شاید وہ مرد ہواور اگر مردوں کی صف میں کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی لیکن جو شخص اس کے دائیں اور بائیں اور اس کے پیچھے اس کے مقابلہ میں ہے یہ سب مرد اپنی نماز کو احتیاطاً اعادہ کر لیں بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہواور وہ اپنی نماز کے قعدہ میں مثل عورتوں کے بیٹھے یہ کافی میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ قناع [1] کے ساتھ نماز پڑھے یعنی بالغ ہونے سے پہلے ایسا کرے اور اگر اس نے بغیر قناع کے نماز پڑھی تو اس کو اعادہ کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا لیکن استحباباً ایسا حکم دیا جا سکتا ہے۔ یہ سب اس وقت ہے کہ خنثیٰ مذکور مراہق [2] ہو بالغ نہ ہوا ہو اور اگر اس کی عمر اس قدر ہو گئی کہ جو شرع میں بالغ ہونے کا سن ہے اور مردوں وعورتوں کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی پس اگر خنثیٰ مذکور آزاد ہو تو بغیر قناع کے اس کی نماز جائز نہ ہو گی اور فرمایا کہ اس کو زیور پہننا مکروہ [3] ہے اور مراد یہ ہے کہ سن بلوغ تک پہنچ جانے کے بعد مکروہ ہے جب کہ اس میں کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہو کہ جس سے اس کے عورت ہونے یا مرد ہونے پر استدلال کیا جائے اور اس کو ریشمی کپڑا پہننا بھی مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اس کے حق میں یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ مردوں یا عورتوں کے سامنے اپنا بدن کھولے اور مکروہ ہے کہ جو مرد یا عورت اسکی ذی رحم محرم نہ ہو اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھے اور مکروہ ہے کہ وہ بغیر ذی رحم محرم کے سفر کرے اور اگر ایسے خنثیٰ نے احرام باندھا حالانکہ اس کا سن قریب بلوغ ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں [4] ہے کہ اس کا لباس [5] کیونکر ہو گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ عورتوں [6] کا لباس پہنے یہ کافی میں ہے اگر خنثیٰ مذکور اپنے ذی رحم محرم کے ساتھ میں رات ودن کا سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اس خنثیٰ کا ختنہ عورت کرے گی یا مرد کرے گا تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ سن قریب بلوغ تک پہنچ گیا ہو گا یا نہ پہنچا ہو گا پس اگر نہ پہنچا ہو تو چاہئے مرد ختنہ کرے یا عورت ختنہ کرے کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ خنثیٰ مذکور یا لڑکی ہو گی یا لڑکا ہو گا پس اگر لڑکا ہو تو مرد کے ختنہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ وہ قریب بلوغ پہنچ گیا ہو پس جب کہ وہ قریب بلوغ پہنچا ہے تو بدرجہ اولیٰ کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ لڑکی ہے تو بھی مرد کے ختنہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ وہ قریب بلوغ نہیں پہنچی ہے اس واسطے کہ وہ قابل شہوت نہیں ہے اور شہوت ہی کے سبب سے فرج کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور عورت کے فتنہ کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے اس واسطے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے پس اگر لڑکی ہے تو عورت کے ختنہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ وہ قریب بلوغ پہنچ گئی ہو کہ قابل شہوت ہواور جب کہ وہ قریب بلوغ نہیں پہنچی ہے لائق شہوت نہیں ہے تو بدرجہ اولیٰ کچھ مضائقہ نہیں ہے اور

---

(۱) یعنی منہ ڈھکے ہوئے ۱۲ (۲) قریب بلوغ ہو ۱۲ (۳) یعنی مکروہ تحریمی ۱۲ (۴) یعنی تحقیقی علم نہیں ہے ۱۲ منہ
(۵) یعنی احرام میں کیونکر لباس چاہئے ۱۲ (۶) کیونکہ اس میں بخوبی احتیاط ہے ۱۲

اگر وہ لڑکا ہے تو بھی یہی بات ہے کیونکہ وہ لائق شہوت نہیں ہے اور شہوت ہی کے سبب سے عورت کو مرد اجنبی کے جسم نہانی کا دیکھنا حرام ہے اور اگر وہ قریب بلوغ پہنچ گیا ہو تو اس کا ختنہ نہ مرد کرے گا نہ عورت کرے گی پس مرد اس وجہ سے نہ کرے گا کہ شاید وہ عورت ہو تو مرد کو اس کا ختنہ کرنا اور اس کی فرج کی طرف دیکھنا مباح نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ قریب بلوغ پہنچ گئی ہے اور قریب بلوغ عورت لائق شہوت ہوتی ہے پس مثل بالغہ عورت کے ہوگی اور بالغہ کا ختنہ مرد نہیں کرتا ہے پس عورت اجنبیہ کو ایسے لڑکے کا ختنہ کرنا اور اس کا جسم دیکھنا حلال نہ ہوگا کیونکہ وہ مثل بالغ مرد کے ہے لیکن اس کا حیلہ وہ ہے جو امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر خنثیٰ مذکور مالدار ہو تو اس کا ولی اس کے واسطے ایک ایسی باندی خریدے جو کارِ ختنہ جانتی ہو کہ وہ اس کا ختنہ کردے پھر جب اُس کا ختنہ کردے تو پھر ولی اُس کو فروخت کردے اور اگر وہ تنگدست ہو تو اس کا باپ س کے واسطے اپنے مال سے ایسی باندی خریدے تا کہ اس کا ختنہ کردے اوا گر اس کا باپ بھی تنگدست ہو تو امام المسلمین اس کے ختنہ کے واسطے بیت المال سے ایسی باندی خرید فرمادے گا پھر جب اس کا ختنہ کر چکے تو امام المسلمین اس کو فروخت کرا کر اس کا ثمن بیت المال میں داخل کردے گا اور اگر اس خنثیٰ مذکور کا نکاح کردیا جائے تا کہ اس کی جورو اسکا ختنہ کردے تو یہ کچھ مفید نہیں ہے اس واسطے کہ جب تک اس کا حال ظاہر نہ ہو کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے تب تک نکاح موقوف رہے گا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ مرد ہو تو ایسی صورت میں نکاح جائز ہوگا اور شاید وہ عورت ہو تو نکاح ناجائز ہوگا اور درحالیکہ اس کا حال مشتبہ ہے تو نکاح موقوف رہے گا اور نکاح موقوف سے یہ امر مباح نہ ہوگا کہ جسم نہانی کی طرف نظر کرے اسی واسطے یوں فرمایا کہ اس کے واسطے ایک باندی خریدی جائے تا کہ وہ ختنہ کرے اور یہ نہ فرمایا کہ اس کے مال سے اس کا نکاح کیا جائے تا کہ اس کی عورت اس کا ختنہ کردے ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمدؒ نے یوں نہ فرمایا کہ اس کے مال سے اس کے واسطے ایک عورت نکاح میں لائی جائے یہ اس وجہ سے نہ فرمایا کہ جب تک اس کا حال ظاہر نہ ہو تب تک ہم اس کے نکاح کے صحیح ہونے کا یقین نہیں کر سکتے ہیں لیکن اگر باوجود اس کے ایسا کیا تو ٹھیک ہوگا اس واسطے کہ اگر خنثیٰ مذکور عورت ہوگا تو جس عورت سے اس کا نکاح کیا گیا ہے اس کا دیکھنا عورت کا عورت کو دیکھنا ہوا اور نکاح لغو ہوا اور اگر وہ مرد ہے تو یہ دیکھنا ایسا ہوا کہ جیسے جورو اپنے خاوند کے جسم نہانی کو دیکھے یہ محیط میں ہے۔

غسل خنثیٰ کے مسائل

اگر اس کا حال کھلنے سے پہلے وہ مر گیا تو اس کو نہ مرد غسل دے گا اور نہ عورت بلکہ اس کو تیمّم کروایا جائے گا پس اگر اس کو اجنبی نے تیمّم کرایا تو ایک خرقہ سے تیمّم کرائے اور اگر اس کی ذی رحم محرم نے اس کو تیمّم کرایا تو بدون خرقہ کے اس کو تیمّم کرادے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ایک کوراہ میں کر کے اس کو غسل دیا جائے اور یہ سب اس وقت ہے کہ وہ قابل شہوت نہ ہو اور اگر طفل ہو تو چاہے اس کو مرد غسل دے اور چاہے عورت کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔

نوع دیگر در مسائل نکاح

اور اگر اس خنثیٰ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کے باپ نے اس کو کوئی عورت بیاہ دی یا کسی مرد سے اس کا نکاح کردیا تو نکاح موقوف رہے گا نہ نافذ ہوگا اور نہ باطل ہوگا اور دونوں ایک دوسرے کے وارث بھی نہ ہوں گے یہاں تک کہ خنثیٰ مذکور کا حال ظاہر ہو پھر اگر اس کے باپ نے کسی عورت سے اس کا نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوا اور اس میں مردوں کے علامات ظاہر ہوئے اور اس کے

نکاح کے جائز ہونے کا حکم دیا گیا لیکن اس عورت سے وطی نہ کر سکا تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی جیسے اور مردوں کو جو اپنی عورت سے جماع نہیں کر سکتے ہیں ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے میں نے پوچھا کہ ایک خنثیٰ مشکل نے جو قریب بلوغ ہے ایسے ہی دوسرے خنثیٰ مشکل سے باہم دونوں نے نکاح کیا بدین شرط کہ ایک ان میں سے مرد ہے اور دوسرا عورت ہے تو فرمایا کہ جب یہ معلوم ہے کہ دونوں مشکل ہیں تو نکاح موقوف رہے گا یہاں تک کہ دونوں کا حال کھلے کیونکہ جائز ہے کہ دونوں مرد ہوں پس مرد کا مرد سے نکاح ہوا اور ایسا نکاح باطل ہے اور نیز جائز ہے کہ دونوں عورت ہوں پس عورت کا عورت سے نکاح ہوا اور یہ بھی باطل ہے اور جائز ہے کہ ایک مرد اور دوسرا عورت ہو تو نکاح جائز ہوگا پس جب دونوں مشکل ہیں ان کا حال معلوم نہیں ہوتا ہے تو نکاح کے جواز و عدم جواز میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ دونوں کا حال کھلے اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا یا قبل اشکال دفع ہونے کے مر گیا تو باہم وارث نہ ہوں گے اس واسطے کہ حال کھلنے سے پہلے نکاح موقوف ہے اور نکاح موقوف کی وجہ سے میراث ثابت نہیں ہوتی ہے کذا فی الذخیرہ۔ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ دونوں مشکل ہیں تو میں دونوں کا نکاح جائز رکھوں گا بشرطیکہ ان دونوں کے باپوں نے نکاح کر دیا ہو اس واسطے کہ دونوں میں سے ایک کے باپ نے خبر دی کہ یہ مرد ہے اور دوسرے کے باپ نے خبر دی کہ عورت ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کی خبر شرعاً مقبول ہے تاوقتیکہ اس کے برخلاف ظاہر نہ ہو بنابریں واجب ہوا کہ صحت نکاح کا حکم دیا جائے اور اگر دونوں کے باپ مر گئے پھر یہ دونوں مر گئے اور ہر ایک کے وارث نے گواہ قائم کئے کہ میرا ہی مورث شوہر تھا اور دوسرا زوجہ تھا تو میں اس میں سے کسی بات کا حکم نہ دوں گا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔ پس میں نے پوچھا کہ اگر ایک فریق کے گواہ پہلے قائم ہوئے کہ ان کے موافق حکم ہو گیا پھر دوسرے فریق کے گواہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ دوسرے فریق کے گواہوں کو باطل کروں گا اور پہلا حکم قضاء بحال خود ثابت رہے گا اور اگر کسی مرد نے خنثیٰ مشکل کا شہوت سے بوسہ لے لیا تو اس مرد کو جب تک اس خنثیٰ مشکل کا حال ظاہر نہ ہو تب تک اس کی ماں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

نوع دیگر در حدود و قصاص

اگر کسی نے اس خنثیٰ مشکل کو قبل بالغ ہونے کے تہمت لگائی یعنی قذف کیا یا خنثیٰ مذکور نے کسی مرد کو قذف کیا تو قاذف پر حد شرعی واجب نہ ہوگی پس اگر خنثیٰ مذکور قاذف ہو تو اس پر اس وجہ سے حد واجب نہ ہوگی کہ وہ لڑکا یا لڑکی نابالغ ہونے کی وجہ سے مرفوع القلم ہے اور اگر قاذف مرد ہو تو اس پر اس وجہ سے حد واجب نہ ہوگی کہ اس نے غیر محصن کو قذف کیا ہے اس واسطے کہ شرائط احصان قذف میں سے ایک شرط بالغ ہونا ہے جیسے اسلام اور اگر خنثیٰ مذکور بعد سن بلوغ تک پہنچنے کے قذف کیا گیا لیکن ہنوز کوئی ایسی علامت ظاہر نہ ہوئی ہے جس سے استدلال ہو سکے کہ وہ مرد ہے یا عورت ہے پھر خنثیٰ نے کسی مرد کو قذف کیا یا خنثیٰ کو کسی مرد نے قذف کیا تو کتاب میں فرمایا کہ یہ اور صورت اوّل دونوں یکساں ہیں اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یکساں ہونے سے مراد یہ ہے کہ حق قذف خنثیٰ میں یکساں ہیں کہ قاذف خنثیٰ پر حد واجب نہ ہوگی نہ قبل بلوغ کے اور نہ بلوغ کے اس واسطے کہ خنثیٰ مذکور اگرچہ بوجہ بلوغ کے محصن ہو گیا لیکن ہنوز اس میں کوئی ایسی علامت ظاہر نہ ہوئی جس سے اس کے مرد ہونے یا عورت ہونے پر استدلال کیا جائے پس جائز ہے کہ وہ عورت ہو اور جائز ہے کہ مرد ہو پس اگر وہ مرد ہوا تو بمنزلہ مجبوب[1] کے ہے اور اگر عورت ہو تو

[1] مجبوب: ذکر بریدہ یعنی جس کا آلہ مردی قطع ہو گیا ہو ۱۲

بمنزلہ عورت رتقاء کے ہے اس واسطے کہ مثل عورت رتقاء کے اس سے بھی جماع نہیں کیا جا سکتا ہے اور جو شخص کہ مرد مجبوب یا عورت رتقاء کو قذف کرے اُس پر حد واجب نہیں ہوتی ہے اور یکساں ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اگر خنثیٰ خود قاذف ہو تو بھی یکساں ہے۔ اس واسطے کہ اگر خنثیٰ قاذف ہو اور قبل بلوغ کے اس نے کسی کو قذف کیا تو اس پر حد واجب نہ ہوگی اور اگر بعد بلوغ کے قذف کیا تو اس پر حد واجب ہوگی اس واسطے کہ مجبوب بالغ ہے یا رتقاء بالغہ ہے اور مجبوب بالغ و رتقاء بالغہ نے اگر کسی کو قذف کیا تو اس پر حد واجب ہوگی پھر میں نے پوچھا کہ اگر خنثیٰ مذکور نے بعد بالغ ہونے کے چوری (۱) کی تو فرمایا کہ اُس پر حد واجب (۲) ہوگی اور اگر کسی دوسرے نے اس کا دس درم قیمت کا مال چرایا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

پھر میں نے پوچھا کہ اگر ایسے خنثیٰ کے بالغ ہونے اور اس کا حال ظاہر ہونے سے پہلے کسی مرد یا عورت نے اس کا ہاتھ کاٹا تو فرمایا کہ اس کے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص عائد نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر خنثیٰ مذکور کو کسی مرد یا عورت نے عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا پھر میں نے پوچھا کہ اگر اس خنثیٰ نے کسی مرد یا عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو فرمایا کہ اس کی مددگار برادری پر اس کا ارش☆ واجب ہوگا اور اس پر قصاص واجب نہ ہوگا خواہ وہ صغیر یا بس بالغ ہو کہ ہنوز اس کا حال ظاہر نہ ہوا ہو پھر اگر ہنوز وہ نابالغ ہو تو اسکا ارش اسکی مددگار برادری پر واجب ہوگا اور اگر سن بلوغ کو پہنچ گیا ہو اور ہنوز اس کا حال نہ کھلا ہو اور اس نے عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو اس کا ارش اس کے مال سے واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایسا خنثیٰ جہاد کے غازیوں میں مفروض (۳) کیا گیا تو جب تک اس کا حال نہ کھلے نہیں جائز ہے اور اگر لڑائی میں حاضر ہوا تو اس کو ایک سہم بطور رضخ (۴) دیا جائے گا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اگر وہ جہاد میں قید ہو کر آیا تو فرمایا کہ قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کا حال ظاہر ہو پھر میں نے کہا کہ اگر وہ اسلام سے مرتد ہو گیا تو فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نہ کیا جائے گا پھر میں نے کہا کہ اگر وہ ذمی ہو تو فرمایا کہ اس پر اس کی ذلت کا خراج قائم نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو اور اس کا حال کھلے۔ پھر میں نے کہا کہ وہ قسامت میں داخل کیا جائے گا تو فرمایا کہ قسامت میں داخل نہ کیا جائے گا نہ بالغ ہونے سے پہلے اور نہ بالغ ہونے کے بعد یہ ذخیرہ میں ہے۔

نوع دیگر در ایمان

ایمان جمع یمین بمعنی قسم ہے اک شخص نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی اور کہا کہ اوّل ولد جس کو تو جنے گی اگر وہ لڑکا ہو تو تجھ پر طلاق ہے یا اپنی باندی سے کہا کہ کہ اوّل ولد جس کو تو جنے اگر وہ لڑکا ہو تو تو آزاد ہے پس وہ یہ خنثیٰ مشکل جنی تو فرمایا کہ اُس کی عورت پر طلاق نہ پڑے گی اور نہ اس کی باندی آزاد ہوگی جب تک کہ اس کا حال نہ کھلے یہی ہمارے علماء کا قول ہے پھر اگر اس کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ لڑکا ہے تو اس کی عورت پر طلاق ہوگی اور اس کی باندی آزاد ہو جائے گی اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ لڑکی ہے تو باندی آزاد نہ ہوگی اور عورت مطلقہ نہ ہوگی اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا ہر غلام آزاد ہے اور اس کا ایک غلام خنثیٰ مشکل ہے تو آزاد نہ ہوگا اسی طرح اگر

(۱) یعنی شرعی حد سرقہ تک چوری کی ۱۲ منہ (۲) یعنی ہاتھ کاٹا جائے گا ۱۲ (۳) یعنی اس کے نام درج کیا گیا ۱۲
(۴) یعنی بطور عطا کے نہ بطور حصہ لگانے کے ۱۲

☆ ارش: عوض مالی جو کسی زخمی کرنے یا عضو تلف کرنے والے پر زخمی کے لیے واجب ہو۔

کہا کہ میری ہر باندی آزاد ہے تو یہ خنثیٰ مشکل آزاد نہ ہوگا اور اگر اس شخص نے دونوں قولوں پر قسم کھائی یعنی ہر باندی و ہر غلام آزاد ہے تو یہ خنثیٰ مشکل آزاد ہو جائے گا اور اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوں تو میری عورت کو طلاق ہے پس اس نے اس خنثیٰ مشکل کو خریدا تو اس کی عورت کو طلاق نہ ہوگی اور اگر اس نے غلام و باندی دونوں کے خریدنے پر طلاق معلق کیا تو پھر ایسے خنثیٰ کے خریدنے سے اس کی جورو پر طلاق ہو جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

نوع دیگر در اقرار خنثیٰ کہ وہ مرد ہے یا عورت یا اسکے باپ یا وصی نے ایسا اقرار کیا

اگر اس خنثیٰ مشکل نے کہا کہ میں مرد ہوں یا کہا کہ میں عورت ہوں تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اور جب تک اس کا خنثیٰ مشکل ہونا معلوم نہیں ہوا ہے تب تک اگر اُس نے کہا کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اس واسطے کہ آدمی اپنی ذات کے واسطے امین ہوتا ہے اور جب تک امین کے قول کے خلاف ظاہر نہ ہو تب تک امین کا قول قبول ہوتا ہے پس جب اس کا خنثیٰ مشکل ہونا معلوم نہیں ہوا ہے تو اس کے قول کے خلاف معلوم [1] نہ ہوا اور اگر اس خنثیٰ کا باپ زندہ ہو اور اس نے کہا کہ یہ مرد ہے اور یہ بات فقط اُس کے قول سے ثابت ہوتی ہے تو فرمایا کہ اسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اس نے کہا کہ یہ باندی ہے تب بھی یہی حکم ہے تاوقتیکہ یہ بات ثابت نہ ہو کہ یہ خنثیٰ [2] مشکل ہے اور اگر یہ خنثیٰ قریب بہ بلوغ پہنچا ہے اور اس کا باپ نہیں ہے اور اس کا وصی موجود ہے پس وصی نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خنثیٰ مشکل ہے اور اگر اس کا خنثیٰ مشکل ہونا معلوم ہو تو وصی کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

---

(۱) پس اس کا قول قبول ہوگا ۱۲ منہ (۲) ایسا ثابت ہونے کے بعد باپ کا قول قبول ہوگا ۱۲

مسائل شتّٰی

ابواب وکتب متفرقہ کے مسائل جن کا تعلق کسی خاص کتاب سے نہیں

فرمایا کہ خنثیٰ کی گواہی جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ کہ بالغ ہو جائے اس واسطے کہ وہ لڑکا یا لڑکی ہے اور بعد بالغ ہو جانے کے اگر اس کا حال نہ کھلے تو گواہی کے حق میں اس کی گواہی میں توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ مرد[1] ہے۔ میں نے پوچھا کہ اگر ایک شخص نے اس کے واسطے جو فلاں عورت کے پیٹ میں ہے ہزار درم کی وصیت کی بشرطیکہ لڑکا ہو اور پانچ سو درم کی وصیت کی اگر وہ لڑکی ہو پھر وہ عورت خنثیٰ مشکل جنی تو فرمایا کہ اس کو پانچ سو درم دیئے جائیں گے اور پانچ سو درم رکھ چھوڑے جائیں گے یہاں تک کہ اس کا حال ظاہر ہو یا حال ظاہر ہونے سے پہلے وہ مر جائے پس اگر ظاہر ہوا کہ وہ مرد ہے تو باقی پانچ سو درم اس کو دے دیئے جائیں گے اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ عورت ہے تو یہ پانچ سو درم وارثان موصی کو واپس دیئے جائیں گے اسی طرح اگر حال ظاہر ہونے سے پہلے وہ مر گیا تو بھی باقی پانچ سو درم وارثان موصی کو واپس دیئے جائیں گے اور یہ ہمارے علماء کا قول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ گونگے آدمی کا اشارہ لکھ دینا وصیت و نکاح وطلاق و بیع و شراء وقصاص میں بیان کے ہے اور حد شرعی میں مثل بیان کے نہیں ہے بخلاف ایسے آدمی کے جس کی زبان بند ہو گئی ہو اس کے حق میں ایسا نہیں ہے اور جاننا چاہئے کہ اگر گونگے کو اُس کا وصیت نامہ لکھ کر پڑھ سنایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ ہم لوگ اس بات کے جو اس تحریر میں ہے تجھ پر گواہ رہیں پس اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا یعنی ہاں یا اس نے لکھ دیا کہ ہاں پس جب اس کی طرف سے کوئی ایسی بات پائی جائے جس سے سمجھا جائے کہ یہ اقرار کرتا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کی زبان بند ہو گئی اور اس کو وصیت نامہ پڑھ سنایا گیا پس اُس نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں یا لفظ ہاں تحریر کر دیا تو یہ باطل ہے اور گونگے کا نکاح وطلاق وعتاق وخرید وفروخت جائز ہے اور جائز ہے کہ اس سے قصاص لیا جائے اور جائز ہے کہ اس کے واسطے قصاص لیا جائے مگر یہ سب اس شرط سے کہ وہ تحریر کرے یا ایسا اشارہ کرے جس سے مضمون سمجھ لیا جائے لیکن اس کی تحریر واشارہ پر اس کو حد شرعی نہ ماری جائے گی اور نہ اس کے واسطے دوسرے کو حد شرعی کی سزا دی جائے گی۔

پھر واضح ہو کہ تحریر کرنا تین طرح کا ہوتا ہے اوّل مستبین مرسوم یعنی معنون ہو اور اُس کے نقوش موافق رسم کے ظاہر ہوں اور ایسی کتابت بنا بر قول مشائخ وعلماء کے حاضر و غائب کی حق میں بمنزلہ گفتگو و بیان کے ہے اور دوسری تحریر مستبین غیر مرسوم جیسے دیوار یا درختوں کے پتوں پر تحریر کیا سو ایسی تحریر بدون بیان و گواہی کے حجت نہیں ہے اور سوم تحریر غیر مستبین جیسے ہوا یا پانی پر تحریر[2] کیا سو ایسی تحریر بمنزلۂ کلام غیر مسموع[3] کے ہے پس اس سے کوئی حکم ثابت نہ ہوگا اور اگر ایک شخص ایک روز یا دو روز کسی امر عارض کی وجہ سے خاموش رہا پس اس نے ان میں سے کسی بات کا اشارہ کیا یا تحریر کیا تو تصرفات میں سے کسی تصرف کے حق میں اس کی طرف سے اس تحریر یا اشارہ کا اعتبار نہ ہوگا۔ مسئلہ ذبح کی ہوئی بکریوں میں مردار بکریاں بھی شامل ہیں پس اگر ذبح کی ہوئی بکریاں بہت ہوں تو ان میں تحری[4] کر کے کھائے اور اگر مردار بکریاں زیادہ ہوں یا دونوں برابر ہوں تو تحری سے نہ کھائے اور یہ حکم درصورت اختیار کی ہے

(۱) تو بشرط تعدیل قبول ہوگی ۱۲ منہ (۲) یعنی غیر معنون ۱۲ (۳) سُنا نہیں گیا ۱۲ (۴) دل سے توجہ کامل کرے گمان غالب جس طرح معلوم ہو اس پر عمل کرے ۱۲

بایں طور کہ اس کو یہ یقین ذبح کی ہوئی بکری دستیاب ہوتی ہو اور اگر حالت ضروری ہو تو تحری کر کے کھائے (۱) خواہ ذبح کی ہوئی زیادہ ہوں یا دونوں برابر ہوں یا مردار زیادہ ہوں یہ کافی میں ہے۔ مسئلہ گیلا نجس کپڑا ایک سوکھے پاک کپڑے میں لپیٹا گیا کہ اس کی تری اس پاک کپڑے میں ظاہر ہوئی لیکن ایسی نہیں ہے کہ اگر اس کو نچوڑا جائے تو نچڑے تو پاک کپڑا نجس نہ ہوگا۔ مسئلہ ایک سری بکری کی خون میں لتھڑی ہوئی ہے کہ وہ آگ میں ڈال دی گئی یہاں تک کہ اس کا خون جل کر جاتا رہا پھر اس سے شوربا پکایا گیا تو جائز ہے اور جلا دینا مشکل دھوڈالنے کے ہے۔ مسئلہ سلطان نے مالک زمین کو خراج زمین دے دیا یعنی معاف کر دیا تو جائز ہے اور اگر عشر اراضی اسی کا کر دیا تو نہیں جائز ہے یہ کنز میں ہے اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ خراج و عشر دونوں صورتوں میں جائز نہیں ہے مگر فتویٰ امام ابو یوسفؒ رحمتہ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔ مسئلہ خراج گذار لوگ اگر زراعت اراضی وادائے اخراج سے عاجز ہوئے تو امام المسلمین اس اراضی کو دوسروں کو اجرت پر دے دے گا یعنی جو لوگ زراعت کرنے پر قادر نہیں ان کی قراضی اجارہ پر دے دے گا اور اُس کی اجرت سے اپنا خراج وصول کر لے گا پھر اگر اجرت میں سے کچھ باقی بچا تو وہ مالکان اراضی کو دے دے گا اور اگر امام نے اس اراضی کا اجارہ پر لینے والا کوئی شخص نہ پایا تو اس اراضی کو ایسے خریدار کے ہاتھ فروخت کر دے گا جو زراعت کرنے پر قادر ہے پھر جب فروخت کر دیا تو پچھلا خراج اس کے ثمن سے وصول کر لے گا اگر پچھلا خراج باقی ہو اور جو کچھ بچے وہ مالکان اراضی کو دے دے گا۔ پھر مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اس واسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کو اختیار ہے کہ مدیوں کا مال بعوض قرضہ و نفقہ کے فروخت کر دے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ایسا اختیار نہیں ہے پس قاضی اس کو فروخت نہ کرے گا بلکہ مالکان اراضی کو حکم دے گا کہ وہ خود اس کو فروخت کریں اور بعض نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

مسئلہ اگر روزہ رکھنے میں قضائے رمضان کی نیت کی اور وہ دن کا تعین نہ کیا تو صحیح ہے اگر چہ دو رمضانوں[۱] سے ہو جیسے قضائے نماز صحیح ہے اگر چہ اس نے قضائے اوّل یا آخر نماز یا آخر نماز جو اس پر ہے نیت نہ کی ہو یہ کنز میں لکھا ہے اور یہی قول مشائخ کا ہے اور اصح یہ ہے کہ ایک ہی رمضان سے صحیح ہوگا اور دو رمضان سے صحیح (۲) نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ نیت میں اس طرح تعین نہ کرے کہ یہ فلاں سنہ کے رمضان کا ہے اسی طرح نماز میں بھی مطلقاً قضائے نماز کی نیت سے جائز نہ ہوگی تاوقتیکہ نماز کی اور دن کی تعین نہ کرے بایں طور کہ نماز ظہر روز چہار شنبہ مثلاً اور اگر اس نے اس طرح نیت کی ہے کہ یہ قضا اُس ظہر کی ہے جو سب سے اوّل اس سے قضا ہو کر اس پر واجب رہی ہے یا سب سے آخر قضا ہو کر اس کی قضا اس پر واجب ہے تو یہ جائز ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ مسئلہ روزہ دار کے منہ میں بہت سے آنسو بھرے ہوئے یہاں تک کہ اس نے ان کی نمکینی کا مزہ زبان پر پایا پھر وہ ان کو نگل گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر تھوڑے آنسو ہیں جیسی قطرہ دو قطرہ تو فاسد نہ ہوگا۔ مسئلہ اگر کوئی شخص صائم اپنے معشوق کا تھوک نگل گیا تو روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کرے اور اگر محبوب کا تھوک نہ ہو کسی غیر کا ہو تو کفارہ نہ ہوگا۔ مسئلہ بعض حاجی اگر حج میں قتل کئے گئے تو ایسے شخص کے لیے جس پر حج فرض ہوا ہے ترک کرنے کا یہ عذر ہے۔ مسئلہ اگر مادۂ خر فروخت کی تو بیع میں اس کا بچہ داخل نہ ہوگا۔ مسئلہ جس عقار میں تنازع ہے وہ قابض کے قبضہ سے نہ نکالا جائے گا جب تک کہ مدعی گواہ پیش نہ کرے۔ مسئلہ جو عقار جس قاضی کی ولایت میں نہیں ہے اس کی بابت اس قاضی کا حکم قضاء صحیح نہ ہوگا۔ مسئلہ اگر قاضی نے کسی مقدمہ میں بگواہی گواہان حکم دیا پھر فرمایا کہ میں نے اپنے حکم سے رجوع کیا یا

[۱] یعنی ایک شخص پر دو سال کے رمضانوں کی قضا ہے پس اُس نے مطلقاً قضائے رمضان کی نیت کی کسی سال کے رمضان کی تعیین نہ کی تو بھی روزہ قضائے رمضان کا ہو جائے گا ۱۲ منہ (۱) یعنی اگر اس کی تحری میں وہ مذبوحہ معلوم ہو تو کھائے ۱۲ منہ (۲) یعنی اگر ایک ہی رمضان کی قضا اُس پر ہے تو مطلق قضائے رمضان کی نیت سے روزہ قضائے رمضان ہوگا ۱۲ منہ

مجھے اس کے سوائے اور امر ظاہر ہوا ہے یا میں گواہوں کی تلبیس (۱) میں پڑ گیا میں نے اپنا حکم باطل کر دیا ایسے ہی اور الفاظ کہے تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور جو حکم اس نے دیا ہے اگر بعد دعویٰ صحیحہ و گواہی مستقیمہ کے حکم دیا ہے تو برابر نافذ رہے گا۔ مسئلہ چند لوگوں کو چھپا دیا پھر ایک شخص سے کوئی بات پوچھی اور اس نے اس کا اقرار کیا اور یہ لوگ اس کو دیکھ رہے ہیں اور اس کا کلام سنتے ہیں حالانکہ جو شخص اقرار کر رہا ہے وہ ان لوگوں کو نہیں دیکھتا ہے تو ان لوگوں کو گواہی دینا جائز ہے اور اگر انہوں نے اس کا کلام سنا اور اس کو دیکھتے نہ تھے تو ان کو گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ مسئلہ ایک شخص نے ایک عقار فروخت کیا درحالیکہ اس کے بعض اقارب حاضر تھے کہ بیع واقع ہونے کو جانتے تھے پھر ان اقارب میں سے کسی نے مبیع مذکور کا دعویٰ کیا تو سماعت نہ ہوگی۔ مسئلہ ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا پھر وہ مر گئی اور اس کے وارثوں نے شوہر سے اس کے مہر کا مطالبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہبہ اس کے مرض الموت میں واقع ہوا اور شوہر نے دعویٰ کیا کہ نہیں بلکہ اس نے صحت میں ہبہ کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا۔ مسئلہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو فلاں چیز کی بیع کے واسطے وکیل کیا پس وہ خاموش رہا تو وہ وکیل ہو گیا۔ مسئلہ اپنی جورو کو خود اپنی طلاق (۲) دینے کے واسطے وکیل کیا تو اس کو وکالت سے معزول نہیں کر سکتا ہے۔ مسئلہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو فلاں کام کے واسطے بدین شرط وکیل کیا کہ جب میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے تو ایسے وکیل کے معزول کرنے کے واسطے یوں کہے کہ میں نے تجھے معزول کیا پھر تجھے معزول کیا یہ کنز میں لکھا ہے۔

شرطِ فاسد کا موجود ہونا عقد کو کن صورتوں میں باطل کرتا ہے ☆

اگر یوں کہا کہ بدین شرط کہ ہرگاہ میں تجھ کو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے تو معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں نے اپنی وکالت[ا] معلقہ (۳) سے رجوع کیا اور تجھ کو اپنی وکالت[۲] منجزہ (۴) سے معزول کیا اور بعض نے فرمایا کہ اس کے معزول کرنے میں یوں کہے کہ ہرگاہ میں تجھ کو وکیل کروں تو تو معزول ہے لیکن قول اوّل اوجہ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ مسئلہ شرط فاسد موجود ہونا اور عوض کا مجہول ہونا اگر عقد بیع و اجارہ و بٹوارہ و دعویٰ مال سے صلح میں ہو تو ان کو باطل کرتا ہے اور اگر عقد و نکاح و خلع و قتل عمد سے صلح میں ہو تو ان کو باطل نہیں کرتا ہے اور عقد کتابت بسبب عوض مجہول ہونے کے فاسد ہو جاتی ہے بشرطیکہ عوض میں جہالت سے حد گذر گئی ہو اور شرط فاسد لگانے سے کتابت باطل نہیں ہوتی ہے پس یہ سب تین قسم کے عقود ہوئے پس اگر دو چیزوں کو جمع کیا اور عقد قبول کرنے والے نے دونوں میں سے ایک میں عقد قبول کیا پس قسم اوّل کے عقود میں یہ عقد صحیح نہ ہوگا خواہ دونوں چیزوں میں سے ہر ایک چیز کا عوض بیان کر دیا ہو یا بیان نہ کیا ہو اور دوسرے قسم کے عقود میں بہر حال صحیح ہوگا اور تیسرے قسم کے عقد میں اگر ہر ایک کا عوض علیحدہ بیان کر دیا تو صحیح ہوگا ورنہ صحیح نہ ہوگا۔

مثال ☆

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام ہزار درم کے عوض بیچے یا اس سے زیادہ کہا کہ بدین قرارداد کہ ان دونوں میں سے ہر ایک غلام بعوض پانچ سو درم کے ہے پس اس نے دونوں میں سے ایک کا عقد قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر اس نے دو چیزوں کو اجارہ دیا پس اس نے ایک کا عقد قبول کیا یا کہا کہ میں نے تجھ سے اس قرارداد پر مقاسمہ کیا کہ یہ اور وہ میرے واسطے اور یہ اور وہ تیرے واسطے ہے۔ پس اس نے ایک میں عقد قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر بیع و اجارہ میں یا بیع

[ا] وکالت معلقہ جو بشرطیہ ہو اور وکالت منجزہ جو بلا شرط ہو ۱۲ منہ [۲] جس وکالت میں کوئی شرط نہ ہو ۱۲ (۱) یعنی دھوکا کھایا ۱۲
(۲) یعنی جورو اپنے آپ کو طلاق دے دے ۱۲ منہ (۳) مثلاً اگر ایسا ہو تو وکیل ہے ۱۲ (۴) اور وکیل بکار فلاں ہے ۱۲

وقسمت یا اجارہ وقسمت میں جمع کیا یا سب میں جمع کیا یا مجمل رکھا یا تفصیل کر دی۔ پس اس نے ایک میں عقد قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ عقود فاسد شرط لگانے سے باطل ہو جاتے ہیں اور جید کے ساتھ ردی کے ملانے کی عادت جاری ہے پس ایک کا قبول کرنا دوسرے کے صحت قبول کے واسطے شرط ہوا پس جب اُس نے فقط ایک کا عقد قبول کیا تو یہ شرط فاسد ہوئی اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنی یہ دونوں باندیاں بعوض ہزار درم مہر کے تیرے نکاح میں دیں پس اس نے فقط ایک باندی کا نکاح قبول کیا یا اس نے اپنی دوعورتوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو ہزار درم پر خلع کر دیا پس فقط ایک جورو نے قبول کیا یا اس نے اپنے دوغلاموں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو بعوض ہزار درم کے آزاد کیا پس دونوں میں سے فقط ایک نے قبول کیا کہ یا دو شخصوں کا ایک شخص پر قصاص واجب ہوا پس دونوں نے اس سے کہا کہ ہم دونوں نے تجھ سے ہزار درم پر صلح کی پس اُس نے فقط ایک کی صلح قبول کی تو صحیح ہے کیونکہ یہ عقود شرط فاسد لگانے سے باطل نہیں ہوتے ہیں اور اگر اس نے اپنے دوغلاموں سے کہا کہ میں نے تم دونوں کو ہزار درم پر مکاتب کیا پس دونوں میں سے ایک نے عقد قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر اس نے مال کی تفصیل کر دی پس دونوں میں سے ایک نے قبول کیا تو اس کا عقد کتابت صحیح ہو جائے گا اور اگر اس نے درمیان نکاح و بیع یا اجارہ کے جمع کیا پس قبول کرنے والے نے ایک کو قبول کیا پس اگر اس نے نکاح کو قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر بیع یا اجارہ کو قبول کیا تو نہیں صحیح ہے اور علیٰ ہذا ان دونوں کا سوائے اس قسم کے دوسرے عقود کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے اور اگر اس نے کتابت وطلاق یا عتاق کو جمع کیا پس اگر اس نے طلاق یا عتاق کو قبول کیا تو صحیح ہے خواہ عوض مجمل رکھا ہو یا تفصیل کر دی ہو اور اگر اُس نے کتابت کو قبول کیا پس اگر عوض کی تفصیل کر دی ہے تو صحیح ہے اور اگر مجمل رکھا ہے تو نہیں صحیح ہے۔

مسئلہ ایک شخص کے پاس زمین ہے کہ وہ اس زمین میں زراعت کر کے اس کا غلہ حاصل کرتا ہے یا دکان ہے کہ اس کا کرایہ حاصل کرتا ہے اور یہ حاصلات اس کے اور اس کی عیال کے واسطے کافی ہے تو اُس کو زکوٰۃ لینی حلال نہیں ہے اور نہ حلال ہے۔ مسئلہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے ازراہ سرکشی منع کیا اور روکا پس خاوند نے اس کو دو طلاق دے دیں پھر اس کو تین طلاق بعوض ہزار درم کے دے دیں تو پورے ہزار درم بمقابلہ ایک (۱) طلاق باقی کے ہوں گے مسئلہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اے میرے سردار یا اپنی باندی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو وہ آزاد نہ ہوگی۔ مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا فعل کروں یا دامیکہ میں بخارا میں ہوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر وہ بخارا سے باہر چلا گیا پھر بخارا میں لوٹ آیا پھر یہی فعل کیا تو قسم جھوٹی نہ ہوگی۔ مسئلہ اگر ایک مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں پھر وہ گواہ لایا یا گواہوں نے کہا کہ ہمارے پاس بات کی گواہی نہیں ہے پھر انہوں نے گواہی دی تو گواہی مقبول (۲) ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہیں قبول ہوگی لیکن اصح قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ مسئلہ زید نے عمرو کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر زید نے کہا کہ میں نے اپنے اقرار میں جھوٹا تھا تو عمرو سے قسم لی جائے گی کہ تو قسم کھا کہ زید نے جو کچھ تیرے واسطے اقرار کیا ہے اس میں وہ جھوٹا نہ تھا اور تو جو کچھ اسپر دعویٰ کرتا ہے یہ ناحق نہیں ہے یہ امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام ابوحنیفہ وامام محمدؒ کے نزدیک زید کو حکم دیا جائے گا کہ جو کچھ اسنے عمرو کے واسطے اقرار کیا ہے وہ عمرو کو سپرد کرے لیکن فتویٰ امام ابویوسفؒ کے قول پر ہے یعنی عمرو سے قسم لی جائے گی۔ مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا کہ علی عشرۃ دراہم الاثلثۃ الا درہما یعنی مجھ پر دس درم الا تین درم الا ایک درم ہیں تو اُس پر آٹھ درم واجب ہوں گے اور اگر کہا کہ الاسبعۃ الاخمسۃ الاثلثۃ الا درہما یعنی مجھ پر دس درم الا سات درم الا پانچ درم الا تین درم الا ایک درم ہیں تو اس کے ذمہ چھ درم لازم ہوں گے۔ مسئلہ اگر ایک نانوائی نے بزازون کے بیچ میں اپنی دکان رکھی تو اس کو منع کر دیا جائے گا اسی طرح جو ضرر عام نظر آتا ہو اس میں یہی حکم ہے۔ مسئلہ اگر عام راستہ سے کچھ مسجد کر دیا گیا یا مسجد میں

(۱) دو طلاق کے بعد جو باقی رہی ہے ۱۲ (۲) امام اعظمؒ کے نزدیک ۱۲

سے کچھ عام راستہ کر دیا گیا تو صحیح ہے۔ مسئلہ ایک شہر کے لوگوں نے ختنہ کرانا چھوڑ دیا تو امام المسلمین ان سے لڑے [1] گا۔ مسئلہ دسترخوان پر بھرے ہوئے ہاتھ یا چھری کو روٹی سے رگڑ کے صاف کرنا مکروہ ہے اور پیالہ و نمکدان کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہے اور اگر روٹی آ گئی ہو تو سالن کا انتظار کرنا مکروہ ہے اور گرم کھانا کھانا اور کھانے کو سونگھنا اور اُس کو پھونکنا مکروہ ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ مسئلہ بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط ہے بشرطیکہ جس پر صلح واقع ہوئی ہے وہ دین ہو یعنی ایسی چیز ہو جو معین نہیں ہے ذمہ ثابت ہے اور جس چیز سے صلح واقع ہوئی ہے وہ بھی دین ہو مثلاً دیناروں یا اور کسی چیز سے جو ذمہ ثابت ہے درموں پر صلح واقع ہوئی تو قبضہ دارا ہم شرط ہے اور اگر دین بمقابلہ دین نہ ہو تو قبضہ شرط نہیں ہے۔ مسئلہ ایک شخص نے ایک طفل پر دار کا دعویٰ کیا پس طفل کے باپ نے مدعی سے بعوض کسی قدر مال طفل مذکور کے صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو صلح جائز ہے بشرطیکہ دار کی قیمت کے برابر مال پر یا اس قدر زیادتی کے ساتھ صلح کی ہو جیسے لوگ اپنے انداز کرنے میں برداشت کر جاتے ہیں تو صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں یا ہوں مگر گواہ عادل نہ ہوں تو صلح جائز نہ ہوگی اور اگر صغیر کی طرف سے اس کا باپ مدعی ہو پس اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو چاہے جس طرح صلح کر لے جائز ہے اور اگر اس کے پاس گواہان عادل ہوں تو جبھی صلح جائز ہوگی کہ جب اس چیز متدعویہ کی قیمت کے برابر مال پر یا صرف اس قدر کمی پر جیسے لوگ اپنے انداز میں برداشت کر جاتے ہیں صلح واقع ہوئی ہو اور باپ کے وصی کا حکم اس بارہ میں مثل باپ کے ہے۔ مسئلہ جس شخص کو خلیفہ نے مسلمانوں کا امام مقرر کیا ہو اس کو اختیار ہے کہ راستہ کے رقبہ میں سے کسی شخص کو کاٹ دے بشرطیکہ راستہ ایسا تنگ نہ ہو جائے جو آنے جانے والوں کے حق میں مضر ہو۔

مسئلہ اگر کسی شخص کو سلطان نے مصادرہ کیا مگر اس کے ساتھ بہ تعین یہ نہیں کہا کہ اپنا مال فروخت کر دے اور اس نے اپنے مال فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی۔ مسئلہ ایک مرد نے اپنی جورو کو مار پیٹ سے دھمکایا حتی کہ اس عورت نے اس کو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہ ہوگا بشرطیکہ شوہر اس کے مارنے پر قادر ہو اور اگر جورو کو خلع کرانے پر باکراہ مجبور کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور مال واجب نہ ہوگا اور اگر جورو نے کسی شخص کو اپنے قرض خواہوں میں سے اپنے شوہر پر ۔ال کی اترائی کر دی پھر شوہر کو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہیں ہے۔ مسئلہ اگر کسی نے اپنی ملک میں کنواں کھودایا چہ بچہ بنایا جس سے اس کے پڑوسی کی دیوار سیل گئی اور اس نے حاکم کے حضور میں اس سے مطالبہ کیا کہ کنواں یا چہ بچہ اس جگہ سے تبدیل کر کے دوسری جگہ بنا دے تو وہ ایسا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر اس سے پڑوسی کی دیوار گر گئی تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ مسئلہ شوہر نے اپنے مال سے اپنی جورو کی اجازت سے جورو کے دار میں عمارت بنائی تو عمارت اس کی جورو کی ہوگی اور جو خرچہ پڑا ہے وہ اس عورت پر قرضہ ہوگا اور اگر شوہر نے اپنے واسطے بدون اجازت جورو کے بنائی ہو تو عمات اس شوہر کی ہوگی اور اگر عمارت مذکورہ بدون اجازت جورو کے جورو کے واسطے بنائی تو عمارت مذکورہ جورو کی ہوگی اور اُس کا شوہر اس کام میں مطوع [2] ہوگا پس اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنی جورو سے اس کا خرچہ واپس لے مسئلہ اگر ایک شخص نے اپنے قرض دار کو پکڑا اور اس کے ہاتھ سے قرض دار مذکور کو کسی شخص نے چھڑا دیا۔ پس قرض دار کے بھاگ جانے سے چھڑانے والا ضامن نہ ہوگا۔ مسئلہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے کا مال ہے اس سے سلطان نے کہا کہ تو یہ مال دے دے ورنہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا یا تجھ کو پچاس کوڑے ماروں گا پس اُس نے دے دیا تو دینے والا ضامن نہ ہوگا۔ مسئلہ ایک شخص نے جنگل میں منجل لگایا تا کہ اس سے حمار وحشی کو شکار کرے اور اُس پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ دیا پھر دوسرے روز آیا (واضح ہو کہ دوسرے روز کی قید اتفاقی ہے چاہے تیسرے روز آئے) اور حمار وحشی کو اس دم مرا ہوا پایا تو حلال نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کی شرط نہیں پائی گئی اور اگر اُس کو مجروح مردہ پایا تو کھایا جائے گا یہ تبیین میں

(۱) یعنی اگر وہ لوگ نہ مانیں تو اُن سے لڑائی واجب ہے ۱۲ منہ (۲) یعنی بطور احسان اس نے ایسا کیا ہے ۱۲

ہے۔ مسئلہ بکری کے جنس سے حلال کرنے کے بعد مادہ کی فرج وخصیہ وغدہ ومثانہ و پتہ وخون مسفوح وذکر وحرام مغز کھانا مکروہ ہے یہ کنز میں ہے۔ مسئلہ قاضی کو روا ہے کہ وہ غائب اور طفل کا مال اور لقطہ کو کسی کو قرض دے دے۔ مسئلہ ایک لڑکا ایسا ہے کہ اس کا حشفہ کھلا ہوا ہے کہ اگر اسکو کوئی دیکھے تو گمان کرے کہ یہ ختنہ کیا ہوا ہے اور ایسی حالت ہے کہ اگر اس کی کھال کاٹی جائے تو بڑی سختی ہوگی تو اس کا ختنہ کرنا چھوڑ دیا جائے گا جیسے کہ جوان آدمی مسلمان ہوا اور اہل بصیرت نے کہا کہ یہ ختنہ کرانے کی ایذا کا متحمل نہ ہوگا تو اس کا ختنہ چھوڑ دیا جاتا ہے اور ختنہ کا[1] وقت ساتواں برس ہے اور عورت کا ختنہ کرنا سنت نہیں ہے بلکہ یہ امر مردوں کے واسطے مکرمت ہے کہ اس سے جماع میں زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ سنت ہے۔ مسئلہ صغیر کو داغ دے کر یا قرحہ وغیرہ چیر کر علاج کرنا جائز ہے اور نیز لڑکیوں کے کان چھیدنا جائز ہے مگر لڑکوں کے کان چھیدنا نہیں جائز ہے مسئلہ حاملہ عورت ایسا فعل نہ کرے جو بچہ کو مضر ہو اور اس کو پچھنے لگوانا نہ چاہئے جب تک کہ بچہ پیٹ میں نہ پھرے اور جب پیٹ میں بچہ پھرنے لگے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن زمانۂ ولادت قریب نہ ہو اور جب زمانہ ولادت قریب ہو تو پچھنے نہ لگوائے۔ جب تک حاملہ رہے تب تک فصد بالکل نہ کرائے اسی طرح بہائم کا داغ دینا اور نشتر دینا وغیرہ جو علاج ان کو نافع ہو جائز ہے اور جو جانور ضرر پہنچاتا ہو جیسے کٹھا کتا اور بلی اگر کبوتر و مرغیاں کھا جاتی ہو تو اس کو مار ڈالنا جائز ہے مگر بلی کو ذبح کر دے اس طرح نہ مار ڈالے۔

گھوڑ دوڑ' اُونٹ دھوڑ' میر اتھن وغیرہ پہ شرطوں کی حقیقت ☆

مسئلہ مسابقہ یعنی آگے نکل جانے و جیت جانے کی بازی لگانا گھوڑے یا اونٹ یا پیدل دوڑنے میں یا تیر اندازی میں جائز ہے مگر دونوں طرف سے مال دینے کی شرط کرنا حرام ہے لیکن ایک طرف سے حرام نہیں ہے اور جانبین سے مال کے شرط کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میرا گھوڑا آگے نکل جائے تو میرے واسطے تجھ پر سو درم ہوں گے اور اگر تیرا گھوڑا آگے نکل جائے تو تیرے واسطے مجھ پر سو درم ہوں گے تو یہ قمار ہے پس نہیں جائز ہے اور اگر ایک طرف سے شرط کی مثلاً کہا کہ اگر میں جیت جاؤں تو میرا تجھ پر کچھ نہ ہوگا اور اگر تو جیت جائے تو تیرے واسطے مجھ پر سو درم واجب ہوں گے تو یہ استحساناً جائز ہے مگر سوائے ان چار مذکورۂ بالا کے خچر وغیرہ میں ایسی بازی نہیں جائز ہے اگرچہ مال کی شرط ایک ہی طرف سے ہو پھر مذکورۂ بالا میں جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو انتہا رکھی ہے وہ ایسی ہو کہ گھوڑا وہاں تک پہنچنے کا احتمال رکھتا ہو مثلاً سو کوس کی دھاپ نہ ہو اور نیز یہ شرط ہے کہ دونوں گھوڑوں کی نسبت یہ احتمال ہو کہ شاید یہ نکل جائے یا وہ نکل جائے اور اگر ایسا ہو کہ یہ بات معلوم ہو کہ دونوں میں سے ایک گھوڑا فلاں ضرور آگے نکل جائے گا تو یہ جائز نہ ہوگی اور اگر زید وعمرو نے چاہا کہ دونوں طرف سے مال کی شرط کریں اور انہوں نے تیسرے شخص بکر محلل کو اپنے درمیان ڈال دیا کہ اس کے ساتھ دونوں طرف سے مال شرط نہ کیا تو اس حیلہ سے جائز ہوگا بشرطیکہ بکر کا گھوڑا ان دونوں کے گھوڑوں کے ہمسر ہو کہ شاید آگے نکل جائے یا شاید پچھڑ جائے اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ مخواہ آگے نکل جائے گا یا پچھڑ جائے گا تو جائز نہ ہوگا اور تیسرے شخص کے درمیان میں داخل کرنے کی یہ صورت ہے کہ دونوں ایک تیسرے سے یہ کہیں کہ اگر ہم دونوں سے آگے نکل گیا تو ہم دونوں کے مال تجھ کو ملیں گے اور اگر ہم دونوں تجھ سے آگے نکل گئے تو ہمارے واسطے تجھ پر کچھ نہ ہوگا لیکن جو شرط ہم دونوں میں ہے وہ بحالہ باقی رہے گی اور وہ یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو شخص آگے نکل جائے گا اس کے واسطے دوسرے پر اس قدر مال ہوگا پس اگر بکر دونوں پر غالب ہوا تو دونوں مال لے لے گا اور اگر یہ دونوں غالب ہوئے تو اس پر کچھ نہ ہوگا لیکن دونوں میں سے جو غالب ہوا وہ دوسرے سے مال مشروط لے گا۔ مسئلہ اور اگر کسی شخص نے چند سواروں یا دو سواروں سے یہ کہا کہ تم میں سے جو شخص آگے نکل جائے گا

(۱) اور اس سے پہلے اور اس کے بعد جائز ہے ۱۲ منہ

اس کو اپنے مال سے اس قدر دوں گا یا اُس نے تیراندازوں سے کہا کہ جس کا تیر نشانہ پر پڑے گا اس کو اس قدر دوں گا تو یہ جائز ہے اور علیٰ ہذا اگر فقیہوں نے کسی مسئلہ میں باہم بحث کی پھر اُن کے واسطے یہ شرط کی گئی کہ جو شخص ان میں سے حکم صواب پائے گا اس کو اس قدر پیش کیا جائے گا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ دو فقیہ دونوں طرف سے ایسی شرط نہ کریں اور واضح رہے کہ باب مسابقہ میں جواز سے یہ مراد ہے کہ یہ حال ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ جیت جانے والے کو استحقاق حاصل ہوگا یعنی دوسرے پر مال واجب ہوگا حتیٰ کہ اگر ہار جانے والے نے مال دینے سے انکار کیا تو قاضی اس پر جبر نہ کرے گا اور اس پر مال کی ڈگری نہ کرے گا۔ مسئلہ سوائے انبیاء و ملائکہ کے دوسرے پر درود نہ بھیجا جائے گا لیکن انبیاء کی تبعیت میں ہو سکتا ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ اللّٰھم صلی علی محمد و آله وصحبه اور مثل اس کے دوسری مثالیں ہو سکتی ہیں۔ مسئلہ علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ترحم کی دعا کرنے میں اختلاف کیا ہے مثلاً یوں کہے کہ اللّٰھم ارحم محمدًا صلی الله علیه وسلم سو بعض نے فرمایا کہ یہ جائز[1] ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں اولیٰ یہ ہے کہ رضی اللہ عنہم کہہ کر دعا کرے اور تابعین کے حق میں رحمت کی دعا کرے کہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور جو تابعین کے بعد رہن ان کے واسطے مغفرت و تجاوز کی دعا کرے کہ غفر اللہ لہم و تجاوز عنہم مسئلہ باسم نوروز و مہرگان عطا کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب جامع اصغر نے فرمایا کہ اگر نوروز کے روز دوسرے مسلمان کو ہدیہ بھیجا مگر اس نے اس روز کی تعظیم کی غرض سے نہیں بھیجا بلکہ لوگوں کی عادت کے طور پر بھیج دیا تو اس کو کافر نہ کہا جائے گا لیکن اس روز خاصۃً ایسا نہ کرنا چاہئے اس روز سے پہلے ایسا کرے یا اس کے بعد ایسا کرے تا کہ اس قوم نابکار کے ساتھ مشابہت نہ ہو مسئلہ ٹوپی پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ مسئلہ سیاہ کپڑا پہننا اور عمامہ کا چھوڑ پیٹھ کی طرف دونوں کندھوں کے بیچ میں آدھی پیٹھ تک لٹکانا مندوب ہے اور جو شخص چاہے کہ اپنا عمامہ پھر سے باندھے تو اس کو چاہئے کہ اس کا ایک ایک پیچ کھولتا جائے یہاں تک کہ سب کھل جائے پھر باندھ لے اس واسطے کہ یہ بات اس سے اچھی ہے کہ اس کو اپنے سر پر ایک بارگی اتار کر زمین پر ڈال دے مسئلہ کسم و زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔ مسئلہ مردوں کو چاہئے کہ اچھے کپڑے پہنیں اور امام ابوحنیفہؒ اپنے شاگردوں کو اس کی وصیت کرتے تھے۔ عالم نوجوان کو بوڑھے جاہل کے آگے چلنا جائز ہے اور حافظ قرآن کو روا ہے کہ ہر چالیس دن میں ایک بار ختم کرے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یہ تبیین میں ہے۔

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ جواز ہی ارجح ہے بدلیل اعرابی کی اس حدیث کے جس کو اصحاب السنن نے روایت کیا کہ اس اعرابی نے بعد نماز کے کہا: اللّٰھم ارحمنی وارحم محمد اولا ترحم معنا احدًا ففی الحدیث دلیل علی الجواز حیث لم یمنعه النبی صلی الله علیه وسلم عن ذلك بل انکر علیه تضییق الوسعة فافهم ۱۲منه

کتاب الفرائض

اِس میں پندرہ ابواب ہیں

باب اوّل☆

فرائض کی تعریف ومتعلقات ترکہ کے بیان میں

فرائض جمع فریضہ کی ماخوذ از فرض ہے اور فرض کے معنی لغت میں تقدیر وقطع وبیان کے ہیں اور شرع میں فرض اس کو کہتے ہیں جو بدلیل مقطوع بہ ثابت ہو یعنی قطعی دلیل سے ثابت ہو اور اس نوع فقہ کو فرائض اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ سہام مقدرہ مقطوعہ مبینہ ہیں جو بدلیل قطعی ثابت ہوئے ہیں پس یہ معنی لغوی وشرعی دونوں کو شامل ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور ارث لغت میں بمعنی بقاء ہے اور شرع میں ایک شخص کے مال کا انتقال بجانب دوسرے کے بطریق خلافت کے ارث کہلاتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ترکہ سے چار طرح کے حق متعلق ہوتے ہیں۔ میّت کی تجہیز وتکفین، قرضہ، وصیت، میراث پس پہلے اس ابتدا اس طرح کی جائے کہ میّت کا کفن ودفن مع اس کی ضرورات کے بطور معروف کیا جائے کذا فی المحیط لیکن اس سے ایسا حق مستثنیٰ ہے جو کسی عین سے متعلق ہو جیسے مال مرہون یا ایسا غلام جس نے جنایت کی ہے پس میّت کی تجہیز سے اس مال میں مرتہن اور ولی جنایت کا حق مقدم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور نظر بمقدار ترکہ ایسے کپڑوں میں کفن دیا جائے گا جیسے حلال کپڑے وہ اپنی زندگی میں پہنتا تھا بدون اس کے کہ اس میں اسراف کیا جائے یا بخل کیا جائے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ پھر قرضہ[1] میّت ادا کیا جائے اور یہ تین حال سے خالی نہیں یا تو سب قرض حالتِ صحت ہوں گے یا سب قرض ہائے مرض ہوں گے یا بعض قرضہائے صحت بعض قرضہائے مرض ہوں گے پس اگر سب قرضہائے صحت ہوں۔ یا سب قرضہائے مرض ہوں تو سب یکساں ہوں گے کہ بعض پر بعض مقدم نہ ہوں گے[2] اور اگر بعض قرضہائے صحت اور بعض قرض ہائے مرض ہوں پس جو قرضہائے مرض فقط باقرار مریض ثابت ہوں ان سے قرضہائے صحت مقدم ہوں گے اور جو قرض ہائے مرض بگواہی گواہان عادل ثابت ہوں یا بمعائنہ (۱) ثابت ہوں تو ایسے قرض ہائے مرض اور قرض ہائے صحت یکساں ہیں یہ محیط میں ہے۔ پھر بعد تجہیز وتکفین میّت کے اور ادائے قرض ہائے میّت کے جو کچھ مال ترکہ باقی ہے رہا اس کی تہائی سے اس کی وصیتیں نافذ کی جائیں گی اور اگر وصیتیں اس تہائی سے زائد ہوں اور وارث لوگ اجازت دیں تو تہائی سے زائد سے نافذ کی جائیں گی پھر جو مال باقی رہا وہ وارثوں میں بر فرائض اللہ تعالیٰ میراث تقسیم ہوگا اور یہ ایسی صورت ہے کہ میّت نے کسی خاص چیز کی وصیت (۲) کی ہو اور اگر وصیت شائع ہو مثلاً تہائی مال چوتھائی مال وغیرہ کی وصیت کی ہو تو میراث سے وصیت مقدم نہ ہوگی بلکہ اس صورت میں موصی لہ بھی وارثوں کے ساتھ شریک ہوگا کہ ترکہ میّت کی زیادتی سے اس کا حق بڑھے گا اور کمی سے کم ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور استحقاق میراث تین وجوہ سے ہر ایک سے ہوسکتا ہے یا تو نسب ہو یعنی قرابت ہو یا سبب ہو یعنی زوجیت (۳) وولاء ہو اور ولاء دو طرح کا ہوتا ہے

[1] یعنی بعد تجہیز وتکفین میّت کے ۱۲ منہ [2] یعنی بعض پہلے ادا کئے جائیں اور بعض پیچھے ۱۲ منہ (۱) مثلاً قاضی نے خود دیکھا ۱۲ منہ
(۲) مثلاً غلام معین یا ہزار درم مثلاً فافہم ۱۲ منہ (۳) شوہر وجورو ۱۲ منہ

ولاء عتاقہ وولاء (۱) موالات اور ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک قسم میں اسفل کا وارث اعلیٰ ہوتا ہے اور اعلیٰ کا وارث اسفل نہیں ہوتا ہے لیکن اگر ولاء موالات میں یہ شرط کر لی ہو کہ اعلیٰ نے کہا ہو کہ اگر میں[1] مر جاؤں تو میرا مال تیرے واسطے میراث ہے تو ایسی حالت میں اعلیٰ کا وارث اسفل ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ وارث تین قسم کے ہوتے ہیں ذوی الفرائض وعصبات وذوی الارحام کذافی المبسوط اور مستحقان (۲) ترکہ دس اصناف (۳) مرتبہ ہیں۔ کذافی الاختیار شرح المختار پس پہلے اصحاب فرائض پھر عصبہ نسبیہ پھر عصبہ سببیہ یعنی مولائے عتاقہ پھر عصبہ مولائے عتاقہ پھر رد علی اہل الفرض یعنی نسبی ذوی الفروض کو بقدر ان کے حقوق کے بچا ہوا دوبارہ دیا جائے پھر ذوی الارحام پھر مولی الموالات پھر جس غیر کے واسطے نسب کا اقرار کیا اس کا نسب اس غیر سے بدین اقرار ثابت نہیں ہوا تو جب کہ یہ مقر اپنے اس اقرار پر اڑا رہا اور مر گیا تو مقر لہ اس مرتبہ پر وارث ہوگا مثلاً کسی کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے یا یہ میری بہن ہے پھر وصی (۴) لہ جس کے واسطے تمام مال کی وصیت کی ہو پھر بیت المال ہے یہ کافی میں ہے۔

دوسرا باب ☆

ذوی الفروض کے بیان میں

فرض ہر ایسے وارث کو کہتے ہیں جس کا حصہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں یا با جماع (۵) امت مقدر ہو کذافی الاختیار شرح المختار اور اصحاب فروض بارہ نفر ہیں جن میں سے دس نسبی ہیں اور دو سببی ہیں پس دس نسبی میں تین مرد ہیں اور سات عورتیں پس مردوں میں اوّل باپ ہے اور اس کی تین حالتیں ہیں اوّل فرض محض سو باپ کے واسطے مفروض چھٹا حصہ ہے پس جب کہ میّت کے پسر کے ساتھ باپ ہو یا پسر کے پسر کے ساتھ یا کتنا ہی نیچا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ فرض ملے گا و دوم تعصیب محض یعنی عصبہ قرار دیا جائے گا سو یہ جب ہے کہ میّت نے سوائے باپ کے کوئی خلف نہ چھوڑا ہو تو باپ کو سب مال بوجہ عصبہ ہونے کے ملے گا اسی طرح اگر باپ کے ساتھ سوائے ولد کے یا ولد پسر کے کوئی صاحب فرض وارث ہو جیسے شوہر یا ماں یا نانی تو صاحب فرض اپنا حصہ فرضی لے لے گا اور باقی باپ کو بوجہ عصبہ ہونے کے ملے گا۔ سوم فرض وتعصب معاً اور یہ اس وقت ہوتا ہے کہ باپ کے ساتھ میّت کی دختر یا اس کے پسر کی دختر موجود ہو تو باپ کا چھٹا حصہ بطور فرض کے ملے گا اور ایک دختر ہو تو اُس کو آدھا اور دو یا زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے گی پھر باقی باپ کو بوجہ عصوبت کے ملے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ دوم جد اور جد سے مراد جد صحیح ہے کذافی الاختیار شرح المختار اور جد صحیح وہ ہے جس کی میّت کی جانب قرابت میں ماں داخل نہ ہو جیسے باپ کا باپ یا باپ کے باپ کا باپ اور اگر میّت کی نسبت کرنے میں ماں داخل ہو تو وہ جد فاسد ہے جیسے باپ کی ماں کا باپ یا باپ کے باپ کی ماں کا باپ یا باپ (۶) کے باپ کی ماں کے باپ کا باپ پھر واضح ہو کہ باپ کے نہ ہونے کی صورت میں جد صحیح (۷) مثل باپ کے ہے سوائے اس بات کے کہ یہ نہیں ہوتا ہے کہ اس کے ہونے سے ماں کو باقی تہائی ملے یا باپ کی ماں محجوب ہو جائے مگر عام بھائی و بہن امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی ذات سے محجوب ہو جاتے ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی میں ہے۔ سوم اخیافی بھائی یعنی[2] فقط ماں کی

[1] قال المترجم هو قوله ان مت فمالي ميراث لك فان قلت الموت حق فلا يصح استعمال لفظة ان المستعمل للشك قلت المراد ان مت قبلك الى آخره ہو مشكوك كمالا يخفى فاحفظه ۱۲منه

[2] قال المترجم اگر ماں وباپ دونوں کے ایک ہی ہوں تو اعیانی بھائی یا حقیقی بھائی ہیں اور اگر باپ ایک اور ماں دو ہوں تو علاتی بھائی ہیں اور اگر ماں نکاح کئے ایک شوہر سے ایک اور دوسرے سے دوسرا ہوا تو دونوں اخیانی بھائی ہوئے ۱۲

(۱) دونوں کا بیان مفصل سابق میں گذرا ہے ۱۲منہ (۲) خواہ جاندار ہوں یا نہ ہوں ۱۲ (۳) بترتیب وارث ہوتے ہیں ۱۲منہ (۴) ورنہ بقدر تہائی وغیرہ کے اسکو میراث سے دیا جائیگا اور باقی بچا ہوا نہ پائیگا ۱۲ (۵) یعنی معین ومقرر ہو ۱۲منہ (۶) خلاصہ آنکہ کسی حال میں نانا کا رشتہ نہ ہو ۱۲منہ (۷) اس کا دادا پردادا وغیرہ ۱۲

طرف سے بھائی ہو پس اگر اس کو ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو ان کو تہائی ملے گی اور اگر مذکر و مؤنث جمع ہوں تو تہائی میں مساوی ہوں گے اور عورتوں میں سے اوّل دختر صلبی۔ پس اگر تنہا[1] ہو تو اس کو آدھا ترکہ ملے گا اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا کذا فی الاختیار شرح المختار اور اگر پس و دختر دونوں موجود ہوں تو دختروں کو پسر عصبہ کر دیں گے پس میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ پسر کو دختر سے دوچند ملے گا یہ تبیین میں ہے۔ دوم دختر پسر پس اگر ایک ہو تو اس کو آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے گا۔ پس اولاد صلبی نہ ہونے کے وقت دختران پسر مثل دختران صلبی کے ہیں یہ اختیار شرح مختار ہے۔ پس اگر اولاد صلبی و اولاد پسر مجتمع ہوئی پس اگر اولاد صلبی میں کوئی مذکر موجود ہو تو اولاد پسر میں سے کسی کو کچھ نہ ملے گا خواہ اولاد پسر مذکر ہوں یا مؤنث ہوں یا دونوں ہوں اور اگر اولاد صلبی میں کوئی مذکر نہ ہو اور نہ اولاد پسر میں کوئی مذکر ہو پس اگر اولاد صلبی میں فقط ایک دختر ہو تو اس کو نصف ملے گا اور ایک چھٹا حصہ دختر پسر کو ملے گا خواہ ایک دختر پسر ہو یا زیادہ ہوں اور اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا اور دختران پسر کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اولاد صلبی میں کوئی مذکر نہ ہو اور اولاد پسر میں مذکور ہو پس اگر اولاد پسر میں خالی پسر ہوں تو دختران صلبی کا حصہ مفروضہ نصف یا دو تہائی[2] دے دینے کے بعد نصف یا ایک تہائی جس قدر رہا وہ اُن کو ملے گا اور اگر اولاد پسر میں مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی دے کر باقی سب اولاد پسر میں مذکر و مونث کے درمیان مذکر کو مونث سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے اور اگر دختر صلبی فقط ایک ہو تو اُس کو نصف دے کر باقی اولاد پسر میں مذکر مونث سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنی صلبی دو دختر چھوڑیں اور پسر کی ایک دختر اور پسر کے پسر کی ایک لڑکی و ایک لڑکا چھوڑا تو اس کی ہر دو دختران صلبی کو دو تہائی ملے گا اور باقی ترکہ پسر کی دختر اور نیچے وارثوں کے درمیان مذکر کو مونث سے دوچند کے حساب سے[1] ملے گا اور اگر ایک شخص مر گیا اور اس کے تین دختران پسر جو بعض سے بعض اسفل ہے اور پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہے اور پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہے چھوڑیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ میّت کے پسر کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو اور اسکے پسر کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو اور اسکے پسر کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو پھر سب پسر مر گئے اور دختر سب باقی رہیں اور اسی طرح پسر کے تین بیٹیاں ہوں اور اسی طرح پسر کے تین بیٹیاں ہوں اور اسی طرح پسر کے پسر کے پسر کے تین بیٹیاں ہوں بدین تصویر ذیل۔

میت		
فریق اوّل	فریق ثانی	فریق ثالث
(۱) پسر	(۱) پسر	(۱) پسر
(۲) پسر٬ دختر	(۲) پسر	(۲) پسر
(۳) پسر دختر	(۳) پسر دختر	(۳) پسر
(۴) پسر٬ دختر	(۴) پسر دختر	(۴) پسر دختر
	(۵) پسر دختر	(۵) پسر دختر
		(۶) پسر دختر

میت		
فریق اوّل	فریق دوم	فریق٬ سوم
پسر	پسر	پسر
پسر دختر	پسر	پسر
پسر دختر	پسر دختر	پسر
پسر دختر	پسر دختر	پسر دختر
	پسر دختر	پسر دختر
		پسر دختر

ان سب فریق میں سے پسر سب مر گئے اور سب دختریں باقی رہیں اور پسران مردہ کے ساتھ۔ نشان ہے

---

[1] حاصل آنکہ ترکہ کے بارہ حصے کر کے (۸) دو دختر صلبی کو اور ایک دختر پسر کو اور ایک دختر پسر پسر اور دو پسر پسر کے پسر کو ملے گا ۱۲ منہ

(۱) یعنی خود میت کے نطفہ سے پیدا ہو ۱۲ منہ (۲) اگر زیادہ ہوں ۱۲ منہ

پس فریق اوّل کی درجہ اوّل کی دختر کے مقابلہ میں فریق دوم وسوم میں کوئی دختر نہیں ہے اور فریق اوّل کی درمیانی کے مقابلہ میں دوسرے فریق کی اوّل دختر ہے اور سب سے نیچی دختر فریق اوّل کے مقابلہ میں فریق ثانی کی درمیانی دختر اور فریق سوم کی اوّل دختر ہے اور فریق دوم کی تیسرے درجہ کے مقابلہ میں فریق سوم کی درمیانی دختر ہے اور فریق سوم کی تیسرے درجے کی دختر کے مقابلہ میں کوئی دختر نہیں ہے پس فریق اوّل کے درجہ اوّل کے دختر کے واسطے نصف ملے گا اور فریق اوّل کی درمیانی دختر اور فریق دوم کی اوّل دختر دونوں کو ایک چھٹا حصہ دیا جائے گا کہ دو تہائی پوری ہو جائے اور دونوں کو اس وجہ سے دیا جائے گا کہ دونوں درجہ میں برابر ہیں اور دختروں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر فریق اوّل کی درجہ اوّل کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو تمام میراث اس پسر واس دختر کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقیات سب محروم ہوں گی اور اگر فریق اوّل کے درمیانی کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو نصف مال فریق اوّل کی درجہ اوّل کی دختر کو ملے گا اور باقی اس پسر اور جو دختر اس کے مقابلہ ہے اس کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر فریق اوّل کے نیچے کے درجہ کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو فریق اوّل کے درجہ اوّل کی دختر کو نصف مال ملے گا اور چھٹا حصہ دو تہائی پوری کرنے کے واسطے درمیانی دختر کو اور جو اس کے مقابلہ میں ہے دونوں کو ملے گا اور باقی مال اس پسر کے اور جو دختر اس کے ساتھ و مقابلہ میں ہے سب کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقی محروم ہوں گی اور اگر فریق دوم کی سب سے نیچے کی دختر کے ساتھ لڑکا ہو تو فریق اوّل کی درجۂ اوّل کی دختر کو نصف ملے گا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے ایک چھٹا حصہ فریق اوّل کی درجہ دوم کی دختر کو مع اُس کے جو اس کے مقابلہ میں ہے ملے گا اور باقی مال اس پسر کے اور اس کے مقابلہ کی اور اوپر کی دختر کے جس کے واسطے فریضہ حصہ نہیں ہے سب کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقی ساقط ہو جائیں گی اور علیٰ ہذا القیاس اور صورتوں کو بھی سمجھنا چاہئے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ پسر کی دختر کے ساتھ اگر پسر کا پسر ہو تو دختر مذکور اس کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے خواہ یہ پسر اس کے درجہ میں ہو یا اس سے نیچے درجہ میں ہو بشرطیکہ دختر کے واسطے فریضہ حصہ نہ ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

تیسری (ف) صاحب فریضہ عورتوں میں سے ماں ہے اور اُس کے واسطے تین حال ہوتے ہیں کہ اگر ماں کے ساتھ میّت کی اولاد ہو یا اولاد پسر ہو یا دو بھائی و بہن کسی جہت سے ہوں تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا۔ دوم اگر یہ لوگ نہ ہوں تو اس کو تہائی حصہ ملے گا۔ سوم اگر جورو مری تو شوہر موجود کا حصہ نکالنے کے بعد اور اگر خاوند مرا تو جورو موجودہ کا حصہ نکالنے کے بعد جو باقی رہا اس کی تہائی ملے گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور تیسری صورت دو جگہ ہوتی ہے کہ شوہر و مادر و پدر باقی رہے تو شوہر یا جورو کا حصہ نکال دینے کے بعد ماں کو باقی کی تہائی ملے گی اور باقی سب باپ کو ملے گا یہ جمہور کا مذہب ہے اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں کو پورے مال سے تہائی ملے گی یہ کافی میں ہے۔ چہارم (ف) جدہ صحیحہ۔ جیسے (۱) ماں کی ماں اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ میں ہو اور باپ کی (۲) ماں اگرچہ کتنے ہی اونچے درجے کی ہو اور جس جدہ کی نسبت بیان کرنے میں دو ماں کے درمیان باپ آئے وہ جدہ (۳) فاسدہ ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جدہ صحیحہ کے واسطے چھٹا حصہ ہے خواہ باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے ہو ایک ہو یا زیادہ ہوں پس سب چھٹے حصہ میں شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ ثابت ہوں اور درجے میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہوں یہ کافی میں ہے اور اگر جدہ ایسی ہو کہ اس کا رشتہ نسبی دو طرف سے ہو اور دوسری ایسی ہو کہ اس کا رشتہ ایک ہی طرف سے ہو تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ چھٹا حصہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور یہی امام اعظمؒ سے بھی مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المضمرات اس کی مثال یہ ہے کہ ایک[1]

[1] اقول قالہ ایک عورت نے اس طرح نکاح کر دیا اس میں اشارہ ہے کہ یہ عورت باقی تھی اور لڑکا و لڑکی کے ماں باپ مر گئے تھے حتیٰ کہ یہ عورت وارث ہوئی ۱۲ (۱) ماں کی ماں کی وغیرہ ۱۲ (۲) باپ کے باپ کی ماں ۱۲ منہ (۳) جیسے ماں کے باپ کی ماں ۱۲ (ف) سوم ماں کا حال (ف) چہارم جدہ صحیحہ کا بیان

عورت نے اپنی دختر کی دختر کا نکاح اپنے پسر کے پسر سے کر دیا اور ان دونوں سے ایک بچہ پیدا ہوا تو یہ نکاح کر دینے والی عورت اس بچہ کی ماں کی ماں کی ماں ہوئی اور نیز اس بچہ کے باپ کے باپ کی ماں ہوئی اور اس بچہ کی دوسری جدہ اور موجود ہے کہ وہ فقط اس بچہ کے باپ کی ماں کی ماں ہے اور اگر اس بچہ نے اس نکاح کر دینے والی کی نتنی سے نکاح کیا اور دونوں سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کی یہ نکاح کر دینے والی تین وجہ سے جدہ ہوگی اور اگر اس بچہ نے بھی اس کی دوسری نتنی سے نکاح کیا اور دونوں میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کی یہ نکاح کر دینے والی عورت چار وجہ سے جدہ صحیحہ ہوگی علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سمجھنا چاہئے یہ کافی میں ہے پنجم (ف) ماں و باپ کی طرف سے سگی بہنیں ہیں پس اگر ایک ہو تو ایک کو نصف اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو دو تہائی ترکہ ملے گا کذا فی خزانۃ المفتین۔

اگر ان کے ساتھ ماں و باپ کی طرف سے سگا بھائی ہو تو مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر دختران صلبی یا پسر کی دختر ہوں تو ایسی بہنوں کو باقی ترکہ ملے گا یہ کافی میں ہے ششم (ف) فقط باپ کی طرف سے جو بہنیں ہوں ان کا حال یہ ہے کہ سگی بہنیں ایک ماں باپ کی طرف سے نہ ہونے کی صورت میں مثل سگی بہنوں کے ہے کذا فی الاختیار شرح المختار پس ایک ہو تو اس کا آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے گا بشرطیکہ ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن موجود نہ ہو اور اگر ماں و باپ کی طرف سے ایک سگی بہن موجود ہو تو اس کو آدھا دے کر دو تہائی پوری کرنے کے واسطے چھٹا حصہ ایسی بہنوں کو ملے گا اور اگر اس کی بہنیں دو ہوں [1] تو ایسی بہنیں وارث نہ ہوں گی لیکن اگر ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی موجود ہو تو وہ ان کو اپنے ساتھ عصبہ کر لے گا پس میّت کی ایک ماں و باپ کی سگی بہنوں کو دو تہائی دیا جائے گا اور باقی مال ترکہ باپ کی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر میّت کی صلبی دختر یا میّت کے پسر کی دختر ہو تو ان کو ان کا حصہ دے کر باقی [2] ملے گا یہ کافی میں ہے۔ ہفتم (ف) فقط ماں کی طرف سے بہنیں۔ پس اگر ایک ہو تو اس کے واسطے چھٹا حصہ اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو تہائی ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

تمام بھائی و بہنیں درصورتیکہ میّت کا بیٹا موجود ہو۔ یا پسر کا پسر ہو اگر چہ کتنا ہی نیچے درجہ کا ہوگا ساقط ہو جائیں گی اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق ساقط ہو جائیں گی اور دادا کے ہوتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ساقط ہوں گی اور فقط باپ[ا] کی اولاد درصورتیکہ یہ لوگ[۲] موجود ہوں اور درصورتیکہ ماں و باپ کی طرف سے سگا [3] بھائی موجود ہو ساقط ہو جاتی ہے اور فقط ماں کی اولاد [4] درصورتیکہ میّت کی اولاد موجود ہو اگر چہ دختر ہو ساقط ہو جاتی ہے اور درصورتیکہ پسر کی اولاد ہو یا باپ یا دادا موجود ہو تو بھی بالاتفاق ساقط ہو جاتی ہے یہ کافی میں ہے اور باقی رہے دو صاحب فرض جو سببی ہوتے ہیں وہ شوہر و زوجہ (ف) ہیں پس شوہر کو درصورتیکہ میّت یعنی جورو کی اولاد نہ ہو اور اس کے پسر کی اولاد نہ ہو تو نصف ملتا ہے اور اگر اس کی اولاد ہو یا اس کے پسر کی اولاد ہو تو چوتھائی ملتا ہے اور زوجہ کو اپنے شوہر میّت کے ترکہ میں سے ان دونوں وارثوں کے موجود نہ ہونے کی صورت میں چوتھائی ملتا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کے ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ ملتا ہے اور اگر کئی جورو ہوں تو وہ چوتھائی یا آٹھویں حصہ میں برابر کی شریک ہو جائیں گی اور اس پر اجماع ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید میں جو حصص مفروض ہیں وہ چھ ہیں آدھا و چوتھائی و آٹھواں اور دو تہائی و تہائی و چھٹا۔ پس آدھا حصہ پانچ قسم کے وارثوں کا ہے شوہر کا جب کہ میّت کی اولاد یا میّت کے پسر کی اولاد نہ ہو اور صلبی دختر کا ہے اور پسر کی دختر کا جب کہ دختر صلبی موجود نہ ہو اور ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن کا ہے اور فقط باپ کی طرف سے بہن کا درصورتیکہ سگی بہن ایک

ا قولہ باپ کی اولاد یعنی میّت کے باپ کی اولاد دوسری ماں سے ہے ۱۲ ۲ قولہ یہ لوگ یعنی میّت کی ماں کی اولاد جو دوسرے خاوند سے ہے ۱۲ منہ

(۱) یا زیادہ ہوں ۱۲ (۲) یعنی ایسی بہنیں عصبہ ہو جائیں گی ۱۲ (۳) یعنی میّت کا سگا بھائی ۱۲ (۴) یعنی میّت کے باپ کے سوائے دوسرے شوہر سے ہے ۱۲ منہ (ف) پنجم حقیقی بہنوں کا بیان (ف) ششم طلاتی بہنوں کا بیان (ف) ہفتم اخیافی بہنوں کا بیان

(ف) شوہر و زوجہ کا بیان

ایک ماں و باپ کی طرف سے موجود نہ ہو اور چوتھائی حصہ دو قسم کا ہی شوہر کا جب کہ میّت کی اولاد یا میّت کے پسر کی اولاد ہو اور زوجہ یا زوجات کا جب کہ میّت کی اولاد یا میّت کے پسر کی اولاد نہ ہو اور آٹھواں حصہ پس یہ فریضہ زوجہ یا زوجات کا ہے جب کہ میّت کی یا میّت کے پسر کی اولاد ہو اور دو تہائی حصہ سو چار قسم کے وارثوں کا ہے دو یا دو سے زیادہ دختران صلبی کا ہے اور پسر کی دو دختر یا دو سے زیادہ دختر کا جب کہ دختران صلبی میں سے کوئی نہ ہو اور ماں و باپ کی طرف سے سگی دو بہنوں یا دو سے زیادہ بہنوں کا ہے اور فقط باپ کی طرف سے دو بہنوں یا زیادہ کا ہے درصورتیکہ ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن کوئی نہ ہو اور تہائی حصہ دو قسم کا ہے ماں کا تہائی حصہ جب کہ میّت کی اولاد یا میّت کے پسر کی اولاد نہ ہو اور نہ دو بھائی و بہنیں ہوں اور فقط ماں کی طرف سے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنوں (۱) کا ہے اور چھٹا حصہ سو سات قسم کے وارثوں کا ہے۔ باپ کا چھٹا حصہ ہے درصورتیکہ میّت کی اولاد یا میّت کے پسر کی اولاد ہو اور دادا کا ہے جب کہ باپ موجود نہ ہو اور ماں کا ہے درصورتیکہ میّت کی اولاد یا میّت کے پسر کی اولاد یا دو بھائیوں و بہنوں میں سے ہوں اور جدہ یا جدات کا چھٹا حصہ ہے درصورتیکہ وہ وارث ہو سکتی ہوں اور دختر صلبی کے ساتھ دختر پسر کا چھٹا حصہ ہے تا کہ دو تہائی پوری ہو جائے اور ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن کے ساتھ فقط باپ کی طرف سے بہن کا چھٹا حصہ ہے تا کہ دو تہائی پوری ہو اور فقط ماں کی ایک اولاد کا چھٹا حصہ ہے خواہ مذکر ہو یا مونث ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

تیسرا باب ☆

عصبات کے بیان میں

ہر ایسے وارث کو عصبہ کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور اصحاب فریضہ کا حصہ دے کر جو باقی رہتا ہے وہ سب لے لیتا ہے اور اگر تنہا ہوتا ہے تو سب مال لے لیتا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ عصبہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک عصبہ نسبی اور دوم عصبہ سببی پس عصبہ نسبی تین طرح کے ہوتے ہیں عصبہ (ف) بنفسہ یعنی خود بخود عصبہ ہو اور وہ ہر ایسا مذکر ہے جس کی میّت کی جانب نسب بیان کرنے میں مونث بیچ میں نہ آئے اور وہ چار اصناف ہیں جزءِ میّت (جیسے بیٹا) اور میّت کی اصل (باپ و دادا وغیرہ) اور اس کے باپ کا جزو (سگا بھائی) اور اس کے دادا کا جزو (سگا چچا) کذافی التبیین پس ان عصبات میں سے سب سے اقرب بیٹا ہے پھر پسر کا پسر اگرچہ کتنا ہی نیچے درجہ کا ہو پھر باپ ہے پھر باپ کا باپ یعنی دادا ہے اگرچہ کتنا ہی اونچے درجے کا ہو پھر ایک ماں و باپ سے سگا بھائی ہے پھر فقط باپ کی طرف سے بھائی ہے پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر باپ کی طرف سے بھائی کا بیٹا ہے پھر ایک ماں و باپ سے سگا چچا پھر فقط باپ کی طرف سے چچا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر فقط باپ کی طرف سے چچا کا بیٹا پھر باپ کا سگا چچا جو ایک ماں و باپ کی طرف سے ہو پھر باپ کا چچا جو فقط باپ کی طرف سے ہو پھر باپ کے سگے چچا کا بیٹا پھر باپ کے فقط باپ کی طرف سے چچا کا بیٹا پھر دادا کا چچا علیٰ ہذا القیاس کذافی المبسوط۔

اگر عصبات میں سے ایک جماعت ایک ہی درجہ میں پائی گئی تو مال ترکہ ان کو باعتبار ابدان کے تقسیم کیا جائے گا یعنی جتنے عدد ہیں ہر ایک کو ایک نفر وارث شمار کیا جائے گا اور اُن کے اصول کے موافق کہ اتنے عدد ایک کی اولاد ہیں ایک شمار نہ کیا جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ میّت کے ایک بھائی کا ایک بیٹا ہے اور دوسرے بھائی کے دس بیٹے ہیں یا ایک چچا کا ایک بیٹا ہے اور دوسرے چچا کے دس بیٹے ہیں تو مال کے دو حصے نہ ہوں گے بلکہ مال کے گیارہ حصے کر کے سب کو تقسیم کئے جائیں گے کہ ہر ایک کو ایک حصہ دیا جائے گا یہ

(۱) یعنی خواہ بھائی ہوں یا بہنیں ہوں ۱۲ (ف) عصبہ بنفسہ

اختیار شرح مختار میں ہے اور دوم عصبہ (ف) بغیرہ یعنی غیر کے سبب سے عصبہ ہو جائے اور وہ ہر ایسی عورت ہے جو ایسے مذکر کے سبب سے عصبہ ہو جائے جو اس کے درجہ میں ہے اور وہ چار عورتیں ہیں ایک دختر بوجہ پسر کے اور دوم دختر پسر بوجہ پسر پسر کے سوم سگی بہن بوجہ اپنے بھائی کے چہارم باپ کی طرف سے جو بہن ہو وہ بوجہ اپنے بھائی کے عصبہ ہو جاتی ہے یہ حاوی قدسی میں ہے اور باقی عصبات میں مرد لوگ تنہا میراث کو لے لیتے ہیں ان کے ساتھ ان کی بہنوں کو نہیں ملتی ہے اور وہ بھی چار ہیں چچا اور چچا کا بیٹا اور بھائی کا بیٹا اور آزاد کنندہ کا بیٹا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ سوم (ف) عصبہ مع غیرہ یعنی جو غیر کے ساتھ عصبہ ہو جائے اور وہ ہر عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ عصبہ ہو جائے جیسے ایک ماں و باپ کی سگی بہنیں یا فقط باپ کی طرف سے بہنیں کہ میت کی بیٹیوں یا میت کے پسر کی بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں کذافی محیط السرخسی اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک دختر چھوڑی اور ایک سگی بہن ایک ماں و باپ سے چھوڑی اور ایک بھائی یا کئی بھائی فقط باپ کی طرف سے چھوڑے تو نصف اس کی دختر کو ملے گا اور باقی نصف اس کی سگی بہن کو ملے گا اور باپ کی طرف سے جو بھائی ہیں اُن کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ جب بہن مذکورہ عصبہ ہو گئی تو بمنزلہ سگے بھائی ایک ماں و باپ کی طرف والے کے ہو گئی اور اگر ایک میت نے چچا کے دو پسر چھوٹے ان میں سے ایک ماں کی طرف سے اُس[1] کا بھائی ہے تو اس بھائی کو چھٹا حصہ دے کر باقی پھر ان دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہو گا اسی طرح اگر چچا کے دونوں بیٹوں میں سے ایک اس میت عورت کا شوہر ہو تو شوہر کو پہلے آدھا دے کر باقی پھر دونوں میں نصفا نصف ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

قال المترجم ☆

ایک مرد نے اپنی جورو کی نسبت دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو غیر کے ساتھ زنا میں مبتلا پایا ہے حالانکہ گواہ نہیں ہیں پس اگر شرائط لعان پائے جائیں تو جس طرح باب اللعان میں مذکور ہوا ہے ان دونوں جورو مرد میں ملاعنت کرائی جائے گی اور بعد ملاعنت کے قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا پس یہ مرد ملاعن ہوا اور یہ عورت ملاعنہ ہوئی اور اگر اس عورت سے بدون دوسرے شوہر کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہو گا۔ قال فی الکتاب ولد زنا اور ولد ملاعنہ جب کہ مر جائے تو اُس کے عصبات اس کی ماں کے موالی[2] ہوں گے اس واسطے کہ اُس کا باپ نہیں ہے پس اس کی ماں کے قرابت دار اس کے وارث ہوں گے اور یہ بھی ان کا وارث ہو گا پس اگر اس نے اپنی دختر چھوڑی اور ماں چھوڑی اور ملاعن چھوڑا تو دختر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی پھر ان دونوں پر بقدر ہر ایک کے حصہ کے رد کر دیا جائے گا اور ملاعن کو کچھ نہ ملے گا گویا اس کا کوئی باپ نہیں تھا اسی طرح اگر ان دونوں وارثوں کے ساتھ شوہر[3] یا زوجہ ہو تو اس کا فریضہ حصہ اس کو دے کر باقی ان دونوں میں بطریق فرض و رد کے تقسیم ہو گا اور اگر اس نے ماں چھوڑی اور ماں کی طرف سے ایک بھائی چھوڑا اور ملاعن کا بیٹا چھوڑا تو ماں کو تہائی اور ماں کی طرف سے بھائی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی پھر انہیں دونوں پر اسی حساب سے رد کیا جائے گا اور ملاعن کے بیٹے کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ باپ کی طرف سے اُس کا کوئی بھائی نہیں ہے اور اگر ملاعنہ کے پسر کا فرزند مر گیا تو اس کے باپ کی قوم یعنی بھائی وارث ہوں گے اور اس کے دادا کی قوم یعنی چچا اور ان کی اولاد وارث نہ ہوں گے اور اسی سے اس کے باقی مسائل معلوم ہو سکتے ہیں اور یہی حکم ولد الزنا کا ہے لیکن ان دونوں میں ایک بات میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ اگر ولد زنا کے ساتھ جوڑیا بھائی پیدا ہوا اور وہ مر گیا تو ولد الزنا اس بھائی کی میراث اس طریق سے پائے گا کہ ماں کی طرف سے بھائی مر گیا اور یہ اس کا وارث ہوا ہے اور اگر ولد ملاعنہ کا جوڑیا پیدا ہوا بھائی مر گیا تو وہ ایک ماں و باپ سے

---

[1] قولہ اس کا بھائی یعنی میت کا بھائی اس طرح کہ میت کا باپ مرا پھر اس کی ماں نے اس کے چچا سے نکاح کیا اور بیٹا پیدا ہوا ۱۲ ام [2] موالی یعنی قرابتی ۱۲
[3] قولہ شوہر یعنی میت عورت ہے تو شوہر چھوڑا یا مرد ہے تو جورو چھوڑی ۱۲ (ف) عصبہ بغیرہ (ف) عصبہ مع غیرہ

سگے بھائی کی میراث پائے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر چند عصبات مجتمع ہوئے کہ بعض عصبہ بنفسہ ہیں و بعض عصبہ بوغیرہ اور بعض مع غیرہ ہیں تو ان عصبات میں ترجیح اس طرح ہوگی کہ جو میّت سے زیادہ قریب ہو وہی وارث ہوگا اور عصبہ بنفسہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر عصبہ مع غیرہ میّت سے زیادہ قریب ہو تو وہی اولیٰ ہوگا چنانچہ اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹی چھوڑی اور ایک ماں و باپ کی طرف سے بہن چھوڑی اور فقط باپ کی طرف سے ایک بھائی کا بیٹا چھوڑا تو آدھی میراث دختر کو ملے گی اور آدھی بہن کو ملے گی اور بھائی کے بیٹے کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ بہن مذکورہ اس کی دختر کے ساتھ عصبہ ہوگئی ہے حالانکہ وہ بنسبت بھائی کے بیٹے کے میّت سے زیادہ قریب ہے اسی طرح (۱) اگر بھائی کا بیٹا ہو اور چچا ہو تو چچا کو کچھ نہ ملے گا اسی طرح اگر صورت مذکورۂ بالا میں بجائے فقط باپ کی طرف سے بھائی کے بیٹے کی جگہ بھائی فقط باپ کی طرف سے ہو تو ایسے بھائی کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے اور عصبات سببیہ آزاد کرنے والا ہوتا ہے پھر اگر آزاد کرنے والا زندہ نہ ہو تو اس کے عصبات اسی ترتیب سے جیسے عصبات نسبیہ میں مذکور ہوئے ہیں وارث ہوں گے یہ کافی میں ہے۔

چوتھا باب ☆

حجب کے بیان میں

حجب دو طرح کا ہوتا ہے حجب نقصان و حجب حرمان پس حجب نقصان یہ ہے کہ حصہ زائد سے محجوب ہو کر بجانب کم حصہ کے راجع (۲) ہو اور حجب حرمان بالکل محروم ہو جانا سو ہم کہتے ہیں کہ چھ وارث ایسے ہیں کہ وہ بالکل محجوب نہیں ہوتے ہیں اور وہ باپ بیٹا شوہر جورو ماں و بیٹی ہے اور ان کے سوائے جو وارث ہیں ان میں یہ حال ہے کہ جو میّت سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ بعید کو محجوب کر دیتا ہے جیسے بیٹا کہ وہ پسر کی اولاد کو محجوب کرتا ہے اور ماں و باپ کی طرف سے سگا بھائی کہ فقط باپ کی طرف والے بھائیوں کو محجوب کر دیتا ہے اور جو شخص دوسرے سے کسی شخص کی وجہ سے قربت حاصل کرے وہ اس شخص کے موجود ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوتا ہے سوائے اولاد ماں کے کہ یہ لوگ ماں کے ہوتے ہوئے وارث[1] ہوتے ہیں اس کی مثالیں ایک جورو مر گئی اور اُس نے شوہر چھوڑا اور ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن چھوڑی اور فقط باپ کی طرف سے ایک بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف ملے گا اور سگی بہن کو نصف ملے گا اور علاتی بہن کو چھٹا حصہ ملے گا تا کہ دو تہائی پورا ہو جائے پس اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور اس کا عول سات سے ہوگا پس اگر علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی ہو جو اس کو عصبہ کر دے تو علاتی بہن کو کچھ میراث نہ ملے گا پس ایسا ہی بھائی منحوس ہے۔ ایک عورت مر گئی اور اس نے شوہر چھوڑا اور مادر و پدر چھوڑے و دختر چھوڑی اور پسر کی دختر چھوڑی پس اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا اور اس کا عول (۱۵) سے ہوگا پس شوہر کو چوتھائی یعنی (۳) ملے گی اور مادر و پدر کو چھٹا حصہ دو دو یعنی (۴) ملیں گے اور دختر کو نصف یعنی چھ ملیں گے اور پسر کی دختر کو چھٹا حصہ یعنی دو ملیں گے اور اگر پسر کی دختر کے ساتھ اس کا کوئی بھائی ہو جو اس کو عصبہ کر دے تو یہ ساقط ہو جائے گی اور مسئلہ کا عول (۱۳) سے ہوگا اور ایسا بھائی بھی اُس کے حق میں منحوس ہے۔ میّت نے حقیقی (۳) دو بہنیں اور علاتی ایک بہن چھوڑی تو حقیقی بہنوں کو دو تہائی فریضہ دے کر باقی بھی انہیں دونوں پر رد کر دیا جائے گا اور علاتی بہن کو کچھ نہ ملے گا اور اگر علاتی بہن کے ساتھ اس کا

---

[1] یعنی زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ہندہ کے پہلے خاوند سے اولاد ہے پھر زید مر گیا اور ہندہ اور یہ اولاد موجود ہے تو باوجود ہندہ کے یہ اولاد وارث ہوں گے اگر چہ ان کا رشتہ فقط ہندہ کی وجہ سے ہے ۱۲ منہ (۱) مثال محض قرب قرابت کی ترجیح کی ہے ۱۲ (۲) ماں و باپ کی طرف سے ۱۲ منہ

(۳) فقط باپ کی طرف سے ۱۲

کوئی بھائی ہو جو اس کو عصبہ کر دے تو باقی ایک تہائی اس بھائی و بہن کو ملے گا جو دونوں میں مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور ایسا بھائی مبارک ہے اور جو شخص محروم ہو وہ کسی کو نہیں کرتا ہے جیسے کافر و قاتل و رقیق پس ایسے محروم سے کوئی وارث محجوب نہیں ہو سکتا ہے نہ بحجب حرمان و نہ بحجب نقصان کذا فی الاختیار شرح المختار لیکن جو وارث محجوب ہوا وہ دوسرے کو بالاتفاق محجوب کر سکتا ہے جیسے کہ دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ ہوں خواہ کسی جہت سے ہوں یہ باپ کے ہوتے ہوئے محجوب ہوں گے لیکن میّت کی ماں کو بحجب نقصان محجوب کریں گے کہ اس کو تہائی چھوڑ کر چھٹا حصہ ملے گا یہ کافی میں ہے اور میّت کا بیٹا یا پوتا یا باپ موجود ہونے کی حالت میں اس کے حقیقی بھائی یعنی ایک ماں و باپ کی طرف سے جو بھائی ہوں ساقط ہو جاتے ہیں اور دادا کے موجود ہونے کی صورت میں ان کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے اور علاتی بھائی ان وارثان مذکورہ کے ہوتے ہوئے اور نیز حقیقی بھائیوں کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جاتے ہیں اور اخیافی بھائی یعنی فقط ماں کی طرف سے جو بھائی ہوں وہ میّت کی اولاد یا میّت کے پسر کی اولاد یا باپ کے ہوتے ہوئے یا دادا کے ہوتے ہوئے بالاتفاق ساقط ہو جاتے ہیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور سب جدات خواہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے ہوں ماں کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جاتی ہیں اور باپ کے ہوتے ہوئے جو جدہ باپ کی طرف سے ہوتی ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے جیسے باپ کے ہوتے ہوئے دادا ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح جو جدات کہ دادا کی طرف سے ہوں وہ دادا کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جاتی ہیں اور دادا کے ہوتے ہوئے باپ کی ماں ساقط نہیں ہوتی ہے اس واسطے کہ وہ دادا کی طرف سے نہیں ہے اور جو جدات از جانب ماں ہوں تو باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہوتی ہیں۔

ایسی صورت کا بیان جس میں قریب مرتبہ والی جدہ بعید مرتبہ والی کو محجوب کرے گی ☆

پس اگر میّت نے باپ چھوڑا اور باپ کی ماں چھوڑی اور ماں کی ماں چھوڑی تو باپ کی ماں بوجہ باپ کے محجوب ہوگی اور اس میں اختلاف ہے کہ ماں کی ماں کو کیا حصہ ملے گا تو بعض نے فرمایا کہ اُس کو چھٹا حصہ ملے گا اور بعض نے فرمایا کہ اس کو چھٹے حصہ کا آدھا ملے گا اور جو جدہ قریبہ ہو وہ بعید کو محجوب کر دیتی ہے خواہ خود وارث ہو یا محجوب ہو اس کی مثال یہ ہے کہ میّت نے باپ چھوڑا اور باپ کی ماں چھوڑی اور ماں کی ماں کی ماں چھوڑی تو بعض نے فرمایا کہ سب ترکہ اکیلے باپ کو ملے گا اس واسطے کہ باپ نے اپنی ماں کو محجوب کیا اور اس کی ماں نے میّت کی ماں کی ماں کو محجوب کیا اس واسطے کہ خود بنسبت میّت کی پرنانی کے میّت سے زیادہ قریب تھی اور اس میں اختلاف ہے کہ جدہ اپنے پسر کے ساتھ جو میّت کا چچا ہو وارث ہوگی یا نہ ہوگی تو عامہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ جدہ مذکورہ اپنے پسر کے ساتھ جو میّت کا چچا ہوتا ہے وارث ہوگی اور جدات کے چند مراتب ہیں اوّل مرتبہ میں دو ہیں میّت کی ماں کی ماں اور میّت کے باپ کی ماں اور یہ دونوں جدات وارث ہوتی ہیں اور جب یہ نہ ہوں تو دوسرے مرتبہ میں چار جدات ہیں میّت کے باپ کی دادی و نانی اور میّت کے ماں کی دادی و نانی پس پہلی دونوں یہ ہیں کہ میّت کے باپ کے باپ کی ماں اور میّت کے باپ کی ماں کی ماں اور دوسری دونوں یہ ہیں کہ میّت کی ماں کی ماں کی ماں اور میّت کی ماں کے باپ کی ماں اور یہ سب وارث ہوتی ہیں سوائے اخیرہ کے یعنی میّت کی ماں کے باپ کی ماں وارث نہیں ہوتی ہے کہ وہ جدہ فاسد ہے اور تیسرے مرتبہ میں آٹھ جدات ہیں جن میں سے دو جدہ تو میّت کے باپ کے باپ کی جدہ ہیں یعنی میّت (۱) کے باپ کے باپ کے باپ کی ماں اور دوسری میّت کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں اور یہ دونوں وارث ہوتی ہیں اور دو جدہ میّت کے باپ کی ماں کی جدہ ہیں یعنی میّت کے باپ کی ماں کی ماں کی ماں اور یہ جدہ وارث ہوتی ہے اور دوسری میّت کے باپ کی ماں کے باپ کی ماں اور یہ ساقط ہوتی ہے اور دو جدہ میّت کی ماں کے باپ کی ہیں یعنی

(۱) یعنی پردادا کی ماں ۱۲

میّت کے ماں کی باپ کی ماں کی ماں اور میّت کی ماں کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں اور یہ دونوں ساقط (۱) ہیں اور دو جدہ میّت کی ماں کی ماں ہیں یعنی میّت کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں اور یہ جدہ وارث ہے اور دوسری میّت کی ماں کی ماں کے باپ کی ماں اور یہ جدہ وارث نہیں ہے اور اگر ان جدہ میں سے ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہوں تو سولہ ہو جائیں گی اور یہ چوتھا مرتبہ ہے اور اگر ان جدات میں سے بھی ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہوں تو سولہ کی دو چند یعنی بتیس جدات ہو گئیں علیٰ ہذا القیاس سمجھ لینا چاہئے پھر واضح ہو کہ جدات ثابتات دو طرح پر ہیں اوّل آنکہ متحاذیات[ا] ہوں اور درجہ میں مساوی ہوں اور دوم آنکہ درجہ میں تفاوت ہو اور متحاذیات وارثات کی شناخت اس طرح ہو سکتی ہے کہ ان کے بیان تعداد کی طرف دیکھا جائے پس اس میں ہر مرتبہ میں گنا کر ماں کے الفاظ رکھے جائیں اور ہر مرتبہ کے آخر میں اخیر ماں (۲) بدل جایا کرے گی یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے گی سوائے ایک ماں کے اور یہ امر پانچ جدات متحاذیات میں متصور ہے اوّل میّت کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں دوم میّت کے باپ کی ماں کی ماں کی ماں۔ سوم میّت کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں چہارم میّت کے باپ کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں۔ پنجم میت کے باپ کے باپ کے باپ کے باپ کی ماں اور جو جدہ کہ درجہ میں متفاوت ہو تو ہمیشہ اس کو جو اس سے قریب ہو گی وہ محجوب کرے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور جاننا چاہئے کہ ماں کی طرف سے سوائے ایک جدہ کے دوسرے کا وارث ہونا متصور نہیں ہے اس واسطے کہ جدہ صحیحہ فقط وارث ہو سکتی ہے اور ماں کی طرف سے جدہ صحیحہ وہی ہو گی جس کے نسب بیان کرنے میں دو ماں کے درمیان باپ نہ آئے پس ماں کی طرف سے جب شمار کیا جائے گا تو یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ماں کی ماں یا ماں کی ماں کی ماں ہو علیٰ ہذا القیاس چاہے جتنے اونچے مرتبہ تک جائے یہی ایک سلسلہ ہو گا لیکن اس میں دو وارث نہیں ہو سکتی ہیں اس واسطے کہ قریب مرتبہ والی جدہ بعید مرتبہ والی کو محجوب کرے گی اور جو جدات کہ باپ کی جانب سے ہوں (۳) پس ان میں اکثر کا وارث ہونا متصور ہے (۴) ہے جیسا کہ صورت مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

پانچواں باب ☆

موانع (۵) کے بیان میں

رق (ف) مانع ارث ہے یعنی کسی طرح کی مملوکیت اگر وارث میں ہو تو وہ مورث کی میراث نہیں پا سکتا ہے خواہ یہ رقیق محض قن ہو یعنی اس کی آزادی کا سبب بالکل منعقد نہیں ہوا اور خواہ ایسا مملوک ہو جس کا سبب حریت منعقد ہوا ہے مگر ہنوز آزاد نہیں ہوا جیسے مدبر اور مکاتب اور ام ولد اور نیز امام[۲] اعظم (۶) رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معتق البعض (۷) یہ تبیین میں ہے اور جس غلام کو راہن تنگدست نے آزاد کیا اور اس پر واجب ہوا کہ وہ سعایت کر کے مرتہن کو بقدر اپنی قیمت کے ادا کرے تو وہ بحکم آزاد ہے کہ وہ خود اپنے مورث کا وارث ہو گا اور نیز اس کے وارث اس کی میراث پائیں گے یہ کافی میں ہے اور اگر کسی نے بغیر حق دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک اُس کو مقتول کی میراث سے کچھ نہ ملے گا خواہ اس نے عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے قتل کیا ہو اسی طرح ہر ایسا قاتل جو خطا سے قتل

ا وہ عورتیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوں پست بلند نہ ہوں ۱۲ ۲ صاحبین کے نزدیک معتق البعض آزاد قرض دار ہے کما مر ۱۲

(۱) اس واسطے کہ فاسدہ ہیں ۱۲ (۲) جیسے بنت سلیمہ بنت حلیمہ بنت فہیمہ اور آخر میں بنت طلیحہ و مثل اس کے ۱۲

(۳) یعنی ایک سے زیادہ چار تک ۱۲ (۴) جب کہ درجہ میں برابر ہوں ۱۲ (۵) یعنی ایسے امور جن کی وجہ سے وارث نہیں ہو سکتا ہے ۱۲ منہ (۶) اور صاحبین کے نزدیک یہ صورت نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے امام اعظم کی تخصیص کی ۱۲ منہ

(۷) جس کا کوئی ٹکڑا آزاد کیا گیا ۱۲ منہ (ف) رق کا احوال

کرنے والے کے معنی میں ہے جیسے ایک شخص سوتا ہوا تھا اور وہ اپنے مورث پر الٹ پڑا کہ جس کے صدمہ سے اس کا مورث مر گیا تو یہ اس کا وارث نہ ہوگا اسی طرح اگر چھت پر سے اپنے مورث پر گرا اور وہ مر گیا یا گھوڑے پر سوار تھا کہ مورث کو گھوڑے نے کچل ڈالا تو وارث نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور نابالغ و مجنون و معتوہ و مبرسم[1] و موسوس کا قتل (۱) کرنا موجب حرمان میراث نہیں ہے اس واسطے کہ محروم ہونا جزائے قتل حرام ہے اور ان لوگوں کے افعال میں یہ بات نہیں ہے (اس واسطے کہ یہ لوگ مکلف نہیں ہیں) اور جو شخص قتل کا سبب برانگیختہ کرے وہ میراث سے محروم نہ ہوگا مثلاً کسی نے کنواں کھودا اور اس میں اس کا مورث گر کر مر گیا یا اس نے راہ میں پتھر ڈال دیا جس سے ٹھوکر کھا کر اس کا مورث مر گیا یا اس نے راہ میں پانی چھڑک دیا کہ پھسل کر اس کا مورث گر کر مر گیا یا اس کے مانند کسی سبب ہلاکت کا بانی ہوا تو یہی حکم ہے پس جو قتل ایسا ہو کہ جس کی وجہ سے قصاص یا کفارہ واجب ہو وہ قتل کا فعل کرنا ہوگا فقط سبب برانگیختہ کرنا نہ ہوگا پس اس سے میراث سے محروم ہوگا اور جو قتل اس قصاص یا کفارہ کا موجب نہ ہو وہ قتل کا فعل کرنا نہ ہوگا بلکہ سبب برانگیختہ کرنا ہوگا کہ جس سے میراث سے محروم نہ ہوگا اور جو شخص چوپایہ کو آگے سے کھینچے لیے جاتا ہو یا پیچھے سے ہانکتا ہو اور اس چوپایہ لے اس کے مورث کو قتل کیا تو یہ ہانکنے والا چلانے والا قاتل نہ ہوگا بلکہ سبب (۲) قتل کا برانگیختہ کرنے والا کہلائے گا اور اگر مسلمان میں سے باغی نے عادل کو قتل کیا اور اس کے برعکس واقع ہوا تو اس میں تفصیل و اختلاف ہے جو سیر میں مذکور ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اگر باپ نے اپنے پسر کا ختنہ کیا یا پچھنے لگائے یا اس کا قرحہ چیرا اور وہ اس سے مر گیا تو باپ اس کی میراث سے محروم نہ ہوگا اور اگر اپنے فرزند کو تادیب کے واسطے مارا پس وہ ضرب سے مر گیا تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے اس کی دیت کا ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ رحمۃ اللہ علیہ و امام محمدؒ کے کچھ ضامن نہ ہوگا اور میراث سے محروم نہ ہوگا اور اگر معلم نے طفل کو باجازت اس کے باپ کے مارا تو بالاتفاق کچھ ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور دین (ف) میں اختلاف ہونا بھی مانع ارث ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں میں اسلام و کفر کا اختلاف ہو اور کفر کی ملتیں مختلفہ مراد نہیں ہیں پس اگر ملتہائے کفر کا اختلاف (ف) ہو جیسے یہودی و نصرانی ہو و مجوسی ہو یا بت پرست ہو تو یہ مانع میراث نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ایک یہودی اور دوسرا نصرانی یا مجوسی ہو یعنی ایسے ملتون ہیں باہم اختلاف ہو تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور اختلاف دار ہونا بھی مانع ارث ہے یعنی دار (ف) الکفر میں ایک ہو اور دار الاسلام میں دوسرا ہو تو میراث باہمی جاری نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے لیکن یہ حکم کافروں کے حق میں ہے مسلمانوں کے حق میں نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ایک مسلمان دار الحرب میں مر گیا تو اس کا بیٹا جو دار الاسلام میں ہے اس کا وارث ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ اختلاف الدار دو قسم کا ہے ایک حقیقی جیسے ایک حربی دار الحرب میں مر گیا اور اس کا باپ یا بیٹا دار الاسلام میں ذمی ہے پس یہ ذمی اس حربی کا وارث نہ ہوگا اسی طرح اگر دار الاسلام میں ایک ذمی مر گیا اور اُس کا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہ ہوگا اور دوم اختلاف حکمی جیسے مستامن[2] و ذمی حتیٰ کہ اگر حربی مستامن ہمارے دار الاسلام میں مر گیا تو اس کا وارث جو ہمارے یہاں ذمی ہے اس کی میراث نہ پائے گا اور دار کا اختلاف باعتبار اختلاف معتبہ کے ہوتا ہے یعنی لشکر و بادشاہ کے اختلاف سے اختلاف ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان باہم عصمت جان و مال منقطع ہوتی ہے یہ کافی میں ہے اور اگر مستامن حربی ہمارے ملک میں مر گیا اور اُس نے مال چھوڑا تو واجب ہے کہ اس کا مال اس کے وارثوں کو بھیج دیا جائے اور اگر کوئی ذمی مر گیا اور اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا تو اس کا مال بیت المال میں داخل ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

---

[1] مبرسم جس کو برسام کی بیماری ہو اور موسوس جس کو وسواس جنونیہ و جن ہو ۱۲ [2] جو حربی دار الاسلام میں امان سے داخل ہوا ہو ۱۲ منہ

(۱) یعنی مورث کو قتل کیا ۱۲ (۲) یعنی میراث سے محروم نہ ہوگا ۱۲ (ف) اختلاف دین (ف) اختلاف دارین

چھٹا باب ☆

میراث اہل کفر وغیرہ کے بیان میں

کافر لوگ بھی باہم انہیں اسباب سے ایک دوسرے کے وارث ہوں گے جن اسباب نسبی وسببی سے اہل اسلام باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اور کافر بھی دو سببوں سے میراث پائے گا جس طرح اہل اسلام دو سبب سے وارث ہوتے ہیں مثلاً ایک عورت مرگئی اور اس نے دو بھائی چچازاد چھوڑے کہ اس میں سے ایک اس کا از جانب مادر بھائی بھی ہے یا اس کا شوہر ہے (تو اس بھائی یا شوہر کو اس کا حصہ فریضہ پہلے ملے گا پھر باقی مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا) یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک کافر میں دو قرابتیں مجتمع ہوئیں یا متفرق دو شخصوں میں ہوئیں پس اگر ایک دوسرے کے لئے حاجت ہے تو جس سے حاجب ہے اس سے وارث ہوگا اور اگر کوئی محجوب نہ ہو تو دونوں قرابتوں سے وارث ہوگا مثلاً ایک مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا اس عورت کا بیٹا بھی ہوگا اور پوتا بھی پس جب یہ عورت مرجائے گی تو یہ بیٹا اس طور سے وارث ہوگا کہ یہ اُس کا بیٹا ہے اور اس جہت[1] سے وارث نہ ہوگا کہ اس کا پوتا ہے اور اگر اس سے لڑکی جنی لڑکا نہیں جنی تو یہ لڑکی اس کی بیٹی ہے اور پوتی بھی ہے پس عورت مذکورہ کی میراث سے دو تہائی پائے گی یعنی نصف بوجہ دختر ہونے کے اور چھٹا حصہ بوجہ دختر پسر ہونے کے تاکہ دو تہائی پوری[2] ہو جائے اور دختر اپنے باپ کی وارث اس جہت سے ہوسکتی ہے کہ اس کی دختر ہے اور اس جہت سے نہیں ہوسکتی ہے کہ اس کی ماں کی طرف سے بہن ہے اس واسطے کہ دختر کے ہوتے ہوئے اخیافی بہن ساقط ہوتی ہے اور اگر رستم مجوسی نے اپنی دختر سوداوہ سے نکاح کیا اور اس سے ایک دختر شتابہ پیدا ہوئی تو شتابہ اپنی ماں کی میراث اس جہت سے نصف پائے گی کہ وہ اس کی دختر ہے اور باقی کو بوجہ عصبہ ہونے کے پائے گی اس واسطے کہ شتابہ اپنے باپ کی جانب سے اپنی ماں سوداوہ کی بہن ہے پس دختر کے ساتھ بہن عصبہ ہوتی ہے اور اگر اس کا باپ رستم مر گیا تو اس کی میراث سے نصف اس جہت سے پائے گی کہ اس کی دختر ہے اور اس جہت سے نہ پائے گی کہ اس کی دختر کی دختر ہے اس واسطے کہ نتی ذوی الارحام میں سے ہوتی ہے پس صاحب فرض یا عصبہ کے ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں (اور اس مقام پر خود ہی صاحب فرض ہے) اور یہی قول عامہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے اور واضح ہو کہ جو عورتیں ایسی ہیں کہ اُن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے واسطے حرام ہے پس اگر کسی کافر نے ایسی عورت سے نکاح کیا تو بوجہ نکاح کے اس کا وارث نہ ہوگا یعنی شوہری کا ورثہ نہ پائے گا مثلاً کسی مجوسی نے اپنی ماں یا بہن یا دختر وغیرہ سے نکاح کیا تو نکاح کی وجہ سے اس کی میراث نہ پائے گا یہ تبیین میں ہے۔

فصل ☆

در میراث مرتد

جو شخص مرتد ہوگیا وہ مسلمان کا وارث نہ ہوگا اور نہ اپنے مثل دوسرے مرتد کا وارث ہوگا یہ محیط میں ہے۔ مرتد اگر حالت ارتداد میں قتل کیا گیا یا مر گیا یا دارالحرب میں جاملا پس جو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان وارثوں کے واسطے

---

[1] کیونکہ بیٹا ہے تو پوتا محروم ہوگا ۱۲ [2] یہ اس وقت ہے کہ ماں سے پہلے باپ مرا ہو ورنہ باپ بھی بیٹے ہونے کی جہت سے وارث ہے نہ اپنی ماں کا شوہر ہونے سے ۱۲ منہ

میراث ہوگا اور اس میں سے اس کی زوجہ وارث ہوگی بشرطیکہ مسلمان ہو اور مرتد ایسے حال میں مرا ہو کہ وہ (۱) عدت میں ہو اور اگر مرتد کے مرنے سے پہلے اس کی عدت پوری ہوگئی یا مرتد نے اس کے ساتھ دخول ہی نہیں کیا تو عورت مذکورہ کو اس میں سے میراث نہ ملے گی اور اگر عورت مذکورہ بھی اس کے ساتھ مرتدہ ہوگئی تو اس عورت کو اس مرتد سے کچھ میراث نہ ملے گی جیسے اس کے اور اقارب جو مرتد ہوگئے ہوں وارث نہ ہوں گے پس اگر شوہر و جورو دونوں ساتھ ہی مرتد ہوگئے پھر عورت اس سے بچہ جنی پھر مرتد مر گیا تو عورت مذکورہ کو اس مرتد سے میراث نہ ملے گی اگرچہ دونوں میں نکاح (۲) باقی رہا ہے اور رہا بچہ سو اگر مرتد مذکور کے مرتد ہونے کے وقت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ مذکور جنی ہے تو بچہ کو اس کی میراث ملے گی اور اگر مرتد ہونے سے چھ مہینے سے زیادہ میں جنی ہے تو بچہ وارث نہ ہوگا پھر بنابر قول امام ابوحنیفہؒ کے اسی مال مرتد کا وارث ہوگا جو اُس نے حالت اسلام میں کمایا ہے اور جو مال اس نے حالت ارتداد میں کمایا وہ فیٔ (۳) ہوگا کہ بیت المال میں داخل کیا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک حالت ارتداد کی کمائی بھی مثل حالت اسلام کمائی کے میراث ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر جورو مرتد ہوئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر جورو مذکورہ ایسی حالت میں مرتدہ ہوگئی کہ جب وہ صحیح سالم تھی تو اس کا شوہر اس کے مال کا وارث نہ ہوگا اور اگر حالت مرض میں مرتدہ ہوئی ہے پس اگر مرتدہ مذکورہ ایسی حالت میں مر گئی کہ ہنوز اس کی عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو وہ قیاساً فارہ[ل] نہ ہوگی اور شوہر اس کا وارث نہ ہوگا لیکن استحساناً وہ فارہ ہوگی اور شوہر اُس کا وارث ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور جب مرتدہ عورت مر جائے تو اس کا مال اس کے وارثوں کے درمیان بر فرائض اللہ تعالیٰ تقسیم ہوگا خواہ اس کے اسلام کی حالت کی کمائی ہو یا حالت ارتداد کی کمائی ہو اُس کی دونوں کمائیاں اس کے وارثوں کے واسطے میراث ہوں گی یہ محیط میں ہے۔

فصل ☆

در میراثِ حمل

جو بچہ پیٹ میں ہے وہ وارث ہوتا ہے اور اس کا حصہ رکھ چھوڑا جائے گا اس پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے پس اگر دو سال تک وہ زندہ پیدا ہوا تو وارث ہوگا اور یہ اُس وقت ہے کہ یہ حمل میّت کا ہو اور اگر غیر میّت کا حمل ہو مثلاً وہ مرا اور اُس کی ماں اُس کے باپ کے سوائے دوسرے سے (۴) حاملہ ہے اور اُس کا شوہر زندہ ہے پس اگر چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو وہ وارث نہ ہوگا اس واسطے کہ احتمال (۵) ہے کہ شاید یہ حمل بعد موت کے حادث ہوا ہو پس شک کے ساتھ وہ وارث میّت نہ ہوگا لیکن اگر وارث لوگ اقرار کریں کہ میّت کی ماں کو بروز موت حمل موجود تھا تو وارث ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ ہوا تو وہ وارث ہوگا پھر یہ حمل دو حال سے خالی نہیں یا تو ایسے وارث موجود ہوں گے کہ اس حمل کی نسبت یہ احتمال ہوگا کہ یہ ان کو بحجب حرمان یا بحجب نقصان محجوب کرے گا یا ایسا نہ ہوگا لیکن وارثوں کے ساتھ حصہ میں شریک ہوگا پس اگر وارثان موجود کو بحجب حرمان مرحوم کرتا نظر آئے پس اگر سب کو محجوب کرتا ہو جیسے برادران و خواہران و چچا و اولاد چچا ہوں تو تمام ترکہ موقوف رکھا جائے گا یہاں تک کہ عورت مذکورہ اس حمل کو جنے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید لڑکا جنے تو فقط وہی وارث ہوگا اور باقی یہ سب محروم ہو جائیں گے اور اگر فقط بعض کو محجوب کرتا ہو جیسے بھائی ہوں اور جدہ ہو تو

[ل] فارہ جو میراث سے فرار کرنے والی ہو یعنی اس کی یہ غرض ہے کہ شوہر میراث نہ پائے ۱۲

(۱) یعنی نکاح ٹوٹ جانے کی عدت ۱۲

(۲) یعنی بعد مرتد ہونے کے ۱۲

(۳) غنیمت بلا جدال حاصل ہوئی ۱۲ منہ

(۴) دوسرے شوہر سے ۱۲

(۵) تو یہ میّت کا اخیافی بھائی یا بہن ہوگا ۱۲ منہ

جدہ کو چھٹا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی موقوف رکھا جائے گا اور اگر بحجب نقصان مجوب کرتا ہو جیسے شوہر یا زوجہ کا دونوں حصوں میں سے جو کمتر حصہ ہے مثلاً شوہر کا وقت ولد ہونے کے چوتھائی ہے ورنہ نصف ہے اور زوجہ کا وقت ولد ہونے کے آٹھواں ہے اور نہ چوتھائی ہے تو کم حصہ یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ ہو تو آٹھواں دیا جائے گا اور باقی موقوف رکھا جائے گا۔ اسی طرح باپ کو بھی فقط چھٹا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی رکھ چھوڑا جائے گا کیونکہ شاید پیٹ میں لڑکا ہو یعنی بیٹا ہو اور اگر یہ حمل مذکور کسی وارث موجود کو مجوب نہ کرتا ہو جیسے جد و جدہ موجود ہوں تو ان کو ان کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی رکھ چھوڑا جائے گا اور اگر وارثان موجود کو مجوب نہ کرتا ہو لیکن اُن کے ساتھ شریک ہوتا ہو مثلاً میت نے بیٹے یا بیٹیاں چھوڑیں اور حمل چھوڑا تو امام خصاف نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائے گا اور یہی خصاف کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر مردہ پیدا ہوا تو اس کا کچھ حکم نہیں ہے اور نہ وہ وارث ہوگا اور اس کا زندہ پیدا ہونا اس طور سے معلوم ہوگا کہ وہ پیدا ہوتے ہی سانس لے یا استہلال کرے یعنی اس کی آواز سنائی دے یا چھینک لے یا کوئی عضو اس کا حرکت کرے مثلاً آنکھیں یا ہونٹ یا ہاتھ اور اگر آدھے سے زیادہ زندہ نکلا پھر مر گیا تو وہ وارث ہوگا بدنیکہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے اور اگر اس کے برعکس واقع ہوا تو نہیں وارث ہوگا پس اگر سیدھا نکلا تو درصورتیکہ اس کا سینہ نکل آیا ہے تو وارث ہوگا اور اگر الٹا نکلا تو اس کی ناف تک نکل آنے کا اعتبار ہے اور اگر استہلال کے بعد مر گیا تو وارث ہوگا اور اس کی میراث بھی اس کے وارثوں کو ملے گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جب حمل مردہ برآمد ہوا تو جبھی وارث نہ ہوگا کہ جب وہ خود جدا ہوا ہو اور اگر وہ جدا کیا گیا ہو تو وہ منجملہ وارثوں کے قرار دیا جائے گا اس کا بیان یہ ہے عورت حاملہ کے پیٹ میں کسی آدمی نے اس طرح کی ضرب پہنچائی کہ جس سے اس کا حمل جنین ساقط ہوا تو یہ جنین منجملہ وارثوں کے ہے اس واسطے کہ شرع نے اس صدمہ پہنچانے والے پر غرہ[1] دیت واجب کیا ہے اور ضمان کا واجب ہونا جبھی ہوتا ہے کہ جب زندہ پر جنایت کرے مردہ پر جنایت کرنے سے واجب نہیں ہوتا ہے پس جب اس کے زندہ ہونے کا حکم دیا گیا تو اس کو میراث پہنچے گی اور اس کا حصہ اُس کے وارثوں کو اُس کی میراث ملے گا جیسے کہ اس کی جان کا بدلا یعنی غرہ دیت اس کے وارثوں کے واسطے اُس کی میراث ہوتا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔

فصل ☆☆

درمفقود و اسیر و غرقیٰ و حرقیٰ

واضح ہو کہ مفقود وہ شخص ہے جو کسی طرف کو نکل گیا کہ اس کی تلاش کی گئی مگر اس کا پتہ معلوم نہ ہوا اور اس کا زندہ ہونا یا مردہ ہونا کچھ ظاہر نہیں ہوا یا دشمن اس کو لے گیا کہ اُس کی موت و قتل ہونا ظاہر نہیں ہوا یہ محیط میں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مدار مسئلہ مفقود کا ایک بات پر ہے کہ وہ اپنے مال کے حق میں زندہ اعتبار کیا جاتا ہے اور مال غیر کے حق میں مردہ اعتبار کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اتنی مدت گذر جائے کہ یہ معلوم ہو کہ وہ اتنی مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا ہے یا اس کے ہم عمر لوگ سب مر جائیں پھر اس کے بعد جب کہ اتنی مدت پوری ہو جائے یا اس کے ہم لوگ مر جائیں تو اپنے مالک کے حق میں مردہ اعتبار کیا جائے گا اور مال غیر کے حق میں اس طرح مردہ اعتبار کیا جائے گا گویا وہ اُسی روز مر گیا جس دن گم ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پس اگر اس کے مفقود ہونے کی حالت میں ایسے لوگ مرے جن کا یہ مفقود وارث ہوتا ہے تو مفقود کا حصہ رکھ چھوڑا جائے گا یہاں تک کہ اس کا حال کھلے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید وہ زندہ ہو پھر جب اس قدر مدت گذر جائے جس کا بیان اوپر گذرا ہے اور ہم اس کی موت کا حکم دیں تو اس کا سب مال اس کے

[1] غرہ یعنی باندی یا غلام دینا واجب ہے اور یہ بدون زندگی غیر ممکن ہے ۱۲ منہ

وارثان موجود کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور ترکہ غیر سے جو مفقود کا حصہ رکھ چھوڑا گیا ہے وہ اس غیر کے وارثان کو واپس دیا جائے گا اور انہیں وارثوں میں تقسیم ہوگا کہ گویا کہ مفقود کا وجود ہی نہ تھا اور اصل اس میں یہ ہے کہ اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو اس سے محجوب ہوسکتا ہے تو اس موجود کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر محجوب نہ ہوتا ہو مگر اس کا حصہ کم ہوا جاتا ہو تو موجود کو کمتر حصہ دیا جائے گا اور باقی رکھ چھوڑا جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے دو دختر اور ایک پسر مفقود اور ایک پسر کا پسر و ایک دختر پسر چھوڑی تو ہر دو دختر کو نصف مال (۱) دے دیا جائے گا اس واسطے کہ اس قدر ان کا حق یقینی ہے اور باقی نصف رکھ چھوڑا جائے گا اور اولاد پسر کو کچھ نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ یہ لوگ درصورت زندگی مفقود کے اس کی وجہ سے محجوب ہوں گے پس شک کے باوجود ان کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر مفقود کے ساتھ ایسے وارث ہوں جو محجوب نہیں ہو سکتے ہیں جیسے جد و جدہ تو ان کو ان کا پورا حصہ دے دیا جائے گا جیسے حمل کی صورت میں بیان ہوا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اس پر یعنی جس کو کافروں نے قید کیا ہو اس کا حکم میراث میں مثل اور مسلمانوں کے ہے جب تک کہ اس نے اپنا دین نہ چھوڑا ہو اور اگر اس نے دین اسلام چھوڑ دیا تو اس کا حکم مثل مرتد کے ہے اور اگر اس کا مرتد ہونا معلوم نہ ہوا اور نہ اس کی موت اور نہ اس کی زندگی کا حال معلوم ہوا تو اس کا حکم مثل مفقود کے ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

قال المترجم ☆

غرقی وہ جماعت جو ڈوب کر مر گئی ہے حرقی وہ جماعت جو جل کر مر گئی ہے پس اگر ایک جماعت جل کر یا ڈوب کر مر گئی اور یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے (۲) کون مرا ہے تو ایسا اقرار دیا جائے گا کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہیں پس ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے وارثوں کو ملے گا اور ان میں کوئی دوسرے کا وارث نہ ہوگا لیکن اگر ان میں موت کی ترتیب معلوم ہو تو پہلے مرنے والے کا پچھلا مرنے (۳) والا وارث ہوگا۔ اسی طرح اگر دو چند آدمیوں پر دیوار گری اور سب مر گئے یا معرکہ میں مقتول ہوئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ پہلے (۴) کون مرا ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے اس کی مثال یہ ہے کہ دو بھائی ڈوب مرے اور ہر ایک کے پاس نوے دینار ہیں اور ہر ایک نے ایک دختر و ماں و چچا وارث چھوڑے تو عامہ علماء کے نزدیک ہر ایک کا مال ترکہ اس کے زندہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا اور وہ دختر و ماں و چچا ہے اور ان دونوں میں سے کوئی دوسرے کا وارث نہ ہوگا پس وارثان زندہ کے واسطے ہر ایک کے مال کے چھ (۵) حصے کئے جائیں گے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ ان دونوں مین سے ایک پہلے مر گیا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ کون بھائی تھا جو پہلے مرا ہے تو ہر ایک وارث کو اس کا حصہ یقینی[1] دے دیا جائے گا اور مشکوک رکھ چھوڑا جائے گا یہاں تک کہ حال ظاہر ہو یا باہم صلح کر لیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

فصل ☆

در میراثِ خنثیٰ

اگر بچہ کے فرج ہو اور ذکر بھی ہو تو وہ خنثیٰ ہے پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہے اور اگر فرج سے پیشاب کرے

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں چچا کو کچھ نہیں ملنا چاہئے پس کلام میں مسامحہ ہے فافہم ۱۲ منہ (۱) اور دو تہائی میں احتمال ہے کہ شاید مفقود زندہ ہو ۱۲

(۲) یعنی ترتیب نہیں معلوم ہوتی ہے ۱۲ منہ (۳) بشرطیکہ کوئی سبب یا نسب میراث میں ہو ۱۲

(۴) گویا ساتھ ہی مرے ہیں کوئی دوسرے کا وارث نہ ہوگا ۱۲ منہ (۵) ایک حصہ ان کو اور تین حصے دختر کو اور باقی دو حصے چچا کو ملیں گے ۱۲ منہ

وہ لڑکی ہے اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلے اسی کے موافق حکم ہوگا اور اگر اس امر میں بھی یکساں ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اور درصورتیکہ ایک ساتھ دونوں سوراخ سے پیشاب نکلتا ہے تو کثرت پیشاب کا کچھ اعتبار نہ ہوگا بخلاف قول صاحبینؒ کے پھر جب خنثیٰ مذکور بالغ ہوا اور اس کے داڑھی نکلی یا عورتوں سے اُس نے جماع کیا تو وہ مرد ہے اسی طرح اگر مردوں کی طرح اس کو احتلام ہوا یا اس کی چھاتیاں مردوں کی طرح سپاٹ ہوئیں تو بھی مرد ہے اور اگر اس کے چھاتیاں مثل عورتوں کے برآمد ہوئیں یا اس کی چھاتیوں میں دودھ اُتر آیا یا حیض آیا یا حاملہ ہوئی یا فرج سے اُس کے ساتھ جماع کیا جانا ممکن ہوا تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامات سے کوئی ظاہر نہ ہوئی یا یہ علامتیں باہم معارض ہوئیں تو وہ خنثیٰ مشکل ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس کو میراث کے حصہ میں سے کمتر[1] حصہ دیتے ہیں کیونکہ اس میں احتیاط ہے پس اگر اُس کا باپ مر گیا اور اُس کو چھوڑا اور ایک بیٹا چھوڑا تو اس خنثیٰ کو ایک سہم اور پسر کو دو سہم دیئے جائیں گے اور اگر اس خنثیٰ مشکل کو اور ایک دختر کو چھوڑا تو مال ان دونوں[2] کو بطریق فرض و رد کے نصفا نصف دے دیا جائے گا میت نے حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف سے خنثیٰ مشکل چھوڑا اور ایک عصبہ چھوڑا تو حقیقی بہن کو آدھا دیا جائے گا اور خنثیٰ مذکورہ کو چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی پوری ہو جائے جیسے باپ کی طرف سے بہن ہونے کی صورت میں ہوتا اور باقی مال عصبہ کو ملے گا۔ میت نے شوہر چھوڑا اور ماں چھوڑی اور خنثیٰ مشکل چھوڑا جو کہ میّت کی ماں و باپ کی طرف سے اس کا بھائی ہے یا بہن ہے پس میت کے شوہر کو نصف دیا جائے گا اور ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا اور باقی خنثیٰ کو دیا جائے گا اور وہ مذکر قرار دیا جائے گا کیونکہ حصہ باقی اقل ہے۔

میّت نے شوہر چھوڑا اور حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف سے خنثیٰ چھوڑا پس اگر خنثیٰ مؤنث قرار دیا جاتا ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر مذکر قرار دیا جاتا ہے تو وہ عصبہ ہے اور اس کو کچھ نہ ملے[3] گا پس یہی حال اصل مذکور کے لائق ہے اس واسطے وہ عصبہ قرار دیا جائے گا اور ساقط ہو جائے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر ایک شخص مرا اور ایک ولد خنثیٰ اور ایک عصبہ چھوڑا پھر خنثیٰ مذکور قبل اس کے کہ اس کا حال ظاہر ہو مر گیا تو بنا برقول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے خنثیٰ کا حصہ بحصۂ دختر لگایا جائے گا اور یہ نصف مال ہوا اور باقی مال عصبہ کو دیا جائے گا اور یہی امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے اور اگر باوجود اس کے میّت کا کوئی پسر معروف ہو تو بنا برقول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے مال ترکہ اس خنثیٰ اور اس پسر کے درمیان بحساب[4] مرد کو عورت سے دو چند کے تقسیم ہوگا اور درصورتیکہ خنثیٰ زندہ رہا اور ہنوز اُس کا حال ظاہر نہیں ہوا ہے تو دونوں میں مال کس طرح تقسیم ہوگا اس میں مشائخ نے گفتگو کی ہے پس بعض نے یوں فرمایا کہ تہائی مال خنثیٰ کو دیا جائے گا اور نصف مال پسر کو دیا جائے گا اور ایک چھٹا حصہ روک رکھا جائے گا جیسا کہ حمل و مفقود کی صورت میں ہے کہ ان دونوں کا حصہ رکھ چھوڑا جاتا ہے یہاں تک کہ اُن کا حال ظاہر ہو اور اکثر مشائخؒ نے فرمایا کہ یہ بھی پسر کو دیا جائے گا پس جب کہ پسر کو دو تہائی دیا گیا پس آیا پسر سے کوئی شخص کفیل لیا جائے گا تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اس میں وہی اختلاف معروف ہے کہ اگر قاضی نے وارث معروف کو مال دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس سے کوئی کفیل نہ لے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک احتیاطاً کفیل لے لے گا اور بعض نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس مقام پر سب کے نزدیک بالا جماع احتیاطاً اُس سے کفیل لے لے گا پھر اگر ثانی الحال ظاہر ہوا کہ خنثیٰ مذکور مرد ہے تو چھٹا حصہ اپنے بھائی سے واپس لے گا اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ مؤنث ہے تو جو کچھ پسر معروف نے لیا ہے وہ اس کو مسلّم رہے گا ایک میّت نے اپنے بھائی کی دختر خنثیٰ[5] اور بھائی کے پسر کی دختر خنثیٰ اور بھائی کے پسر کے پسر کا پسر معروف چھوڑا

(۱) یعنی مرد گردانتے ہیں اور عورت گردانتے میں جو کمتر حصہ ہوتا ہے اور وہ اس کو دیتے ہیں ۱۲ منہ (۲) یعنی مثل دختر کے قرار دیا ۱۲
(۳) پس شوہر کو نصف اور بہن کو نصف ملے گا ۱۲ (۴) یعنی خنثیٰ کو ایک حصہ اور پسر معروف کو دو حصے دیئے جائیں ۱۲ منہ
(۵) یعنی خنثیٰ جو ہمارے نزدیک حکم میں دختر کے ہے ۱۲

تو ہمارے اصحاب کے قول کے موافق تمام مال ان سب میں تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر ان دونوں خنثیٰ کے سوائے میّت کا کوئی وارث نہ ہوتو ہمارے قول کے موافق تمام مال اوّل خنثیٰ کو دونوں میں سے ملے گا اس واسطے کہ وہ دونوں دختر ہیں اور بھائی کی دختر حق میراث میں بہ نسبت بھائی کے پسر کی دختر [1] کے مقدم ہے اور اگر میّت نے دختر خنثیٰ اور بہن خنثیٰ چھوڑی اور دونوں قبل ان دونوں کے حال ظاہر ہونے کے مر گئیں تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ و اوّل قول امام ابو یوسفؒ کے موافق دختر کو نصف اور باقی بہن کو ملے گا اس واسطے کہ یہ دونوں دختر کے حکم میں ہیں اور دختر کے ساتھ جو بہن ہو وہ عصبہ ہوتی ہے اور اگر میّت نے ایک عصبہ اور بہن خنثیٰ چھوڑی اور بھائی کی دختر خنثیٰ چھوڑی تو ہمارے قول کے موافق بہن کو نصف اور وارث عصبہ کو نصف ملے گا اس واسطے کہ ہر دو خنثیٰ ہمارے نزدیک مونث ہیں پس بہن کو نصف ملے گا اور باقی عصبہ کو ملے گا اور بھائی کی دختر کو کچھ نہ ملے گا اور اگر میّت کا کوئی عصبہ نہ ہوتو سب مال بطریق فرض [2] ورد کے بہن کو ملے گا اور بھائی کی دختر کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ بھائی کی دختر ذوی الارحام میں سے ہے اور صاحب فریضہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کو کچھ نہیں ملتا ہے اسی طرح اگر میّت نے دختر خنثیٰ اور بھائی کی دختر خنثیٰ چھوڑی اور اس کا کوئی عصبہ وارث نہیں ہے تو بھی وہی حکم ہے جو ہم نے بہن خنثیٰ کی صورت میں بیان کیا ہے یعنی سب مال بطریق فرض ورد کے اس کی دختر خنثیٰ کو ملے گا اور بھائی کی دختر خنثیٰ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر میّت نے دختر خنثیٰ چھوڑی اور پسر کی دختر خنثیٰ چھوڑی اور پسر کے پسر کی دختر خنثیٰ چھوڑی اور ایک عصبہ وارث چھوڑا تو ہمارے قول کے موافق یہ سب خنثیٰ بحکم مونث ہیں پس اوّل درجہ والی کو یعنی میّت کی دختر خنثیٰ کو نصف ملے گا اور اوسط درجہ والی کو دو تہائی پوری کرنے کے واسطے ایک چھٹا حصہ ملے گا اور باقی مال عصبہ کو ملے گا اور نیچے والی دختر خنثیٰ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر میّت کا کوئی وارث عصبہ نہ ہو تو باقی مال درجہ اوّل والی اور درجہ اوسط والی دونوں خنثیٰ کو بحساب دونوں کی میراث کے رد کر دیا جائے گا یعنی چار حصہ کر کے تین حصے اوّل والی کو اور ایک حصہ اوسط والی کو دیا جائے گا اور اگر میّت نے ایک دختر صلبی چھوڑی اور پسر کی تین دختر سب خنثیٰ چھوڑیں جو بعض سے بعض نیچے درجہ میں ہے اور ایک عصبہ چھوڑا تو ہمارے نزدیک دختر کو نصف ملے گا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے درجہ اوّل کی خنثیٰ کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی عصبہ کو ملے گا اس واسطے کہ سب خنثیٰ بحکم مونث ہیں تاوقتیکہ ان کا حال اس کے خلاف ظاہر نہ ہو اور اگر میّت مذکور کا کوئی عصبہ نہ ہو تو باقی کے چار حصہ کر کے تین حصے دختر کو اور ایک حصہ درجہ اوّل کی دختر خنثیٰ کو دیا جائے گا اور اگر ان دختر ان خنثیٰ سے نیچے درجہ میں کوئی لڑکا معروف مذکر ہوتو ہمارے نزدیک دختر میّت کو نصف دیا جائے گا اور درجہ اوّل کی خنثیٰ دختر پسر کو چھٹا حصہ واسطے دو تہائی پورا کرنے کے دیا جائے گا اور باقی اس لڑکے مذکر اور خنثیٰ دختر درمیانی و زیریں کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اس واسطے کہ خنثیٰ بیچ کے درجہ کی اور خنثیٰ نیچے درجے کی دونوں حکم مؤنث ہیں دختر ان ہیں اور اولاد ابن میں جو مذکر ہو وہ اپنے ساتھ اور اپنے اوپر درجہ کی ان مؤنثوں کو جن کو فریضہ ترکہ کچھ نہیں پہنچا ہے اپنے ساتھ عصبہ کر لیتا ہے۔

ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنی جورو چھوڑی اور فقط ماں کی طرف سے دو بھائی چھوڑے اور ماں و باپ کی طرف سے ایک خنثیٰ بہن چھوڑی تو ہمارے نزدیک بیوی کو چوتھائی ملے گا اور ماں کی طرف سے اخیافی دونوں بھائیوں کو تہائی ملے گا اور جو باقی رہا وہ خنثیٰ بہن کو ملے گا اور باوجود ان کے میّت نے ماں چھوڑی ہو تو ماں کو بارہ سہام میں سے چھٹا حصہ دو سہام ملیں گے اور جورو کو چوتھائی کے تین سہام اور اخیافی دونوں بھائیوں کو چار سہام اور باقی خنثیٰ کو ملیں گے کہ وہ عصبہ قرار دیا جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں اس کو مرد قرار دینے میں سب سے کم حصہ ملتا ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔

(۱) یعنی براہ ذوی الارحام کے عصبہ ۱۲ منہ (۲) یعنی خنثیٰ بہن کو ۱۲

ساتواں باب ☆

ذوی الارحام کے بیان میں

ذوی الارحام ہر ایسے قریب نسبی کو کہتے ہیں جس کے واسطے کوئی حصہ فریضہ نہیں ہے اور نہ وہ عصبہ ہے اور درحالیکہ فقط ذوی الارحام میں سے کوئی ہو اور اس کے سوائے کوئی وارث نہ ہو تو وہ سب مال لے لے گا پس وہ مثل عصبات کے ہیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور ذوی الارحام چار صنف ہیں۔ صنف اوّل فروغ منسوب بجانب میّت ہوں جیسے میّت کی دختر ان کی اولاد اور میّت کے پسر کے دختروں (۱) کی اولاد اور صنف دوم جن کی طرف میّت منسوب ہو اور وہ اجداد فاسد و جدات فاسدہ ہیں اور صنف سوم جو میّت کی مادر و پدر کی جانب منسوب ہوں جیسے حقیقی بھائیوں کی بیٹیاں یا علاتی بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کی اولاد اور سب بہنوں کی اولاد اور صنف چہارم جو منسوب بجانب حد وحدہ میّت ہوں جیسے مادری (۲) چچا اور ان کی اولاد اور پھوپھیاں وان کی اولاد اور ماموں اور خالائیں وان کی اولاد اور حقیقی یا علاتی چچاؤں کی بیٹیاں پس یہ لوگ اور جو ان کے رشتہ میں ہو یہ سب ذوی الارحام ہیں پس ان میں اعلیٰ درجہ صنف (۳) اوّل کا ہے اگرچہ وہ میّت سے کتنا ہی دور ہو پھر دوسری صنف پھر تیسری صنف پھر چوتھی صنف جیسے کہ عصبات میں ترتیب ہے ویسے ہی ان میں ملحوظ ہے اور یہی ماخوذ و مختار ہے یہ کافی میں ہے۔

صنف اوّل کے ذوی الارحام کے ہوتے ہوئے صنف دوم وراثت سے ماوراء رہے گی ☆

رضی الدین نیشاپوری نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ اگر صنف اوّل کے ذوی الارحام میں سے کوئی موجود ہو اگرچہ وہ کتنا ہی نیچی پشت میں ہو جب تک وہ ہوگا تب تک صنف دوم میں سے کوئی وارث نہ ہوگا اگرچہ وہ کتنا ہی نزدیک پشت میں ہو اسی طرح دوسرے صنف کے ہوتے ہوئے تیسرے صنف کا حال ہے اور یہی تیسرے صنف کے ہوتے ہوئے چوتھے صنف کا حال ہے اور فرمایا کہ اور فتویٰ کے واسطے یہی مختار ہے اور یہی مشائخ کی طرف سے عملدرآمد میں ہے کہ صنف اوّل مطلقاً مقدم ہے پھر دوم پھر سوم پھر چہارم اور فرمایا کہ ایسا ہی اُستاد صدر الکوفی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے پس بنابریں دختر کی دختر اگرچہ کئی پشت نیچی ہو وہ ماں کے باپ سے مقدم ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور ذوی الارحام جبھی وارث ہوں گے کہ جب اصحاب فرائض میں سے کوئی ایسا نہ ہو جب کہ باقی ترکہ بطور رد کے دے دیا جاتا ہے اور نہ کوئی عصبہ موجود ہو اور اس امر پر اجماع ہے کہ شوہر و زوجہ کے ہونے سے ذوی الارحام محجوب نہ ہوں گے بلکہ ان دونوں کے ساتھ وارث ہوں گے کیونکہ یہ ایسے ذوی الفروض نہیں ہیں جن کو باقی ترکہ بطور رد دیا جائے پس زوج کو یا زوجہ کو اس کا حصہ دے دیا جائے گا پھر باقی ترکہ ذوی الارحام کے درمیان تقسیم ہوگا جیسے کہ اگر تنہا ذوی الارحام ہوں تو اُن میں تقسیم ہوتا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت مر گئی اور اُس نے شوہر چھوڑا اور دختر کی دختر چھوڑی و خالہ و چچا کی دختر چھوڑی تو شوہر کو نصف دیا جائے گا اور باقی دختر کی دختر کو ملے گا پھر واضح ہو کہ صنف اوّل میں سے مستحق میراث وہی ہوگا جو سب سے زیادہ میّت سے قریب ہے چنانچہ دختر کی دختر بہ نسبت دختر کی دختر کی دختر کے مقدم ہوگی پس اگر صنف اوّل میں سے ایسی دو ہوں جو میّت سے نزدیک ہونے میں برابر ہیں تو ان میں جو وارث کی اولاد ہے وہ مقدم ہوگی خواہ اولاد عصبہ ہو یا اولاد صاحب فرض ہو چنانچہ اگر پسر کی دختر کی دختر ہو تو وہ دختر کی دختر کے پسر سے مقدم ہے اور پسر کی دختر کا پسر بنسبت دختر کی دختر کے پسر کے مقدم ہے یہ

(۱) چاہے کتنے نیچے درجہ تک ہو ۱۲ (۲) ماں کی طرف سے ۱۲ (۳) یعنی بر صورت ذوی الارحام کے وارث ہونے کے اگر ان میں سے کوئی ہوگا چاہے وہ کتنا ہی نیچا ہو وہ بنسبت باقی اصناف کے مقدم ہوگا ۱۲ منہ

کافی میں ہے اور وارث کے ولد کے ولد کے مقدم ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مقدم نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر میّت سے نزدیک ہونے میں وہ سب برابر ہوں اور ان میں کوئی وارث کی اولاد بھی نہ ہو تو مال ترکہ ان سب میں برابر تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ سب[ا] مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں اور اگر مرد و عورت دونوں قسم کے ہوں تو مرد کو عورت سے دوچند ملے گا اور یہ بلا خلاف ہے بشرطیکہ ان کے آباء وامہات (۱) کی صفت ذکورت وانوثت میں متفرق ہو اور اگر اباء وامہات کی صفت مختلف ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ابدان (۲) فروغ کا اعتبار کر کے تمام مال ان پر برابر تقسیم کیا جائے گا بشرطیکہ یہ سب مذکر ہوں یا سب مونث ہوں اور اگر مرد وعورت ملے ہوئے ہوں تو مرد کو عورت سے دوچند ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک عدد تو ان کے ابدان سے لیا جائے گا اور صف[۲] اس بطن سے لیا جائے گا جس میں اختلاف واقع ہے حتیٰ کہ اگر اس نے دختر کا پسر اور دختر کی دختر چھوڑی تو مال ترکہ ان دونوں میں باعتبار ابدان کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اس واسطے کہ اصول (۳) کی صفت متفق (۴) ہے اسی طرح اگر دختر کی دختر کی پسر کا پسر چھوڑا اور دختر کی دختر کی دختر کی دختر چھوڑی تو بھی مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا کیونکہ اصول میں اتفاق ہے اور یہ صورتیں بلا خلاف ہیں اور اگر دختر کی دختر کی دختر چھوڑی اور دختر کی پسر کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تمام مال دونوں میں باعتبار ابدان کے نصفا نصف تقسیم ہوگا۔

امام محمدؒ کے نزدیک مال دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی دختر کے پسر کی دختر کو ملے گا اور ایک تہائی دختر کی دختر کو ملے گا کیونکہ ان کے اصول میں اسی طرح کا اختلاف ہے یعنی ایک کا باپ مرد ہے اور دوسرے کی ماں عورت ہے پس ایسا ہوا کہ گویا میّت نے دختر کا بیٹا اور دختر کی بیٹی چھوڑی ہے پس جو کچھ دختر کے پسر کو پہنچا وہ اس کی دختر کو ملا اور جو کچھ دختر کی دختر کو پہنچا وہ اس کی دختر کو ملا ہے اور اگر دختر کی دختر کے دو ولد اور دختر کی پسر کے دو ولد چھوڑے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال دونوں میں باعتبار ابدان کے چھ حصے ہوں گے جس میں سے ہر ایک مذکر کو دو سہام اور ہر ایک مؤنث کو ایک سہم ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک باعتبار اصول کے تقسیم ہوگا پس ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا اس نے ایک دختر کی دختر اور ایک دختر کا پسر چھوڑا ہے پس دختر کے پسر کو دو تہائی ملے گا اور ایک تہائی دختر کی دختر کو ملے گا پھر جو کچھ پسر کو ملا ہے وہ اسکی ہر دو اولاد کے درمیان تین تقسیم حصوں پر تقسیم ہوگا اور جو دختر کی دختر کو ملا ہے وہ اس کی ہر دو اولاد کے درمیان میں تین حصوں پر تقسیم ہوگا پس مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ ملے گا لہٰذا کل مال کے نو حصے کئے جائیں۔ اگر دختر کے پسر کی دو دختر اور دختر کی دختر کا پسر چھوڑا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظاہر ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک تمام مال ترکہ ان کے درمیان پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے ایک پانچواں حصہ دختر کی دختر کے پسر کو ملے گا اور چار پانچویں حصے دختر کے پسر کی دو دختر کو ملیں گے گویا میّت نے دختر کی دختر اور دختر کے دو پسر (۵) چھوڑے ہیں پس جو دختر کی دختر کو پہنچا وہ اس کی اولاد کے واسطے ہوا اور جو پسر کو پہنچا وہ اس کی اولاد کے واسطے ہوا اور اگر دختر کی دختر کے دو پسر اور دختر کی دختر کے پسر کی دختر اور دختر کے پسر کی دختر اور دختر کے پسر کی دختر کی دو دختر چھوڑی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال ترکہ ان فروع کے درمیان باعتبار ابدان کے سات حصے ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک مال ترکہ سب سے اوپر کے اختلاف یعنی بطن ثانی کے اختلاف پر بصفت اصول سات حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے چار حصے دختر کے پسر کی دختر کی ہر دو دختر کو اپنے نانا کا حصہ ملے گا اور تین حصے نصیب ہر دو دختر میں

[ا] یعنی ان کے اصول سب مؤنث یا سب مذکر ہوں ۱۲ منہ [۲] یعنی مثلاً دو ہوں تو دو حصے کئے جائیں گے لیکن اصول میں اختلاف ہو تو برابر نہ کئے جائیں گے بلکہ اگر ایک کے اصول میں مرد ہو اور دوسرے کے اصول میں عورت ہو تو دونوں حصے تین تہائی ہوں گے یعنی ایک حصہ دو تہائی کا اور ایک حصہ ایک تہائی کا ہوگا فاحفظہ ۱۲ منہ (۱) جمع اب باپ ۱۲ جمع ام ماں ۱۲ (۲) جمع بدن ۱۲ یعنی نفر فروع ۱۲ (۳) یعنی پسر کی ماں اور دختر کی ماں کی ماں ۱۲ (۴) یعنی دونوں بنت یعنی دختر ہیں جن کا حصہ برابر ہے ۱۲ منہ (۵) یعنی ہر دو دختر نے اپنے اصل یعنی باپ کی صفت حاصل کی ہے ۱۲ منہ

موافق تیسری پشت کے ان کی اولاد میں تقسیم ہوگا جس میں آدھا دختر کی دختر کے پسر کی دختر کو اپنے باپ کا حصہ ملے گا اور نصف دیگر دختر کی دختر کے ہر دو پسر کو اپنی ماں کا حصہ ملے گا پس اس تقسیم کی تصحیح اٹھائیس سے ہوگی اور واضح ہو کہ امام ابوحنیفہؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں اور دونوں میں سے مشہور تر روایت تمام ذوی الارحام کے حق میں یہی ہے جو امام محمدؒ کا قول ہی اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخ اسبیجابیؒ نے مبسوط میں فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول اصح ہے اس واسطے کہ یہی اسہل ہے اور صاحب محیط نے فرمایا کہ مشائخ بخارا نے ایسے مسائل میں قول امام ابو یوسفؒ اختیار کیا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر بعض ذوی الارحام کی قرابت دو جہت سے یا زیادہ سے ہو تو اس کے واسطے دو یا زیادہ جہات کا اعتبار کیا جائے گا پس وہ ہر جہت سے وارث ہوگا لیکن اختلاف اس قدر ہے کہ امام ابو یوسفؒ اس کو انہیں فروع موجود میں اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد اصول میں بھی اعتبار کرتے ہیں بخلاف جدہ کے کہ وہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط ایک ہی جہت سے وارث ہوسکتی ہے اور ذی رحم ان کے نزدیک صحیح روایت کے موافق دو جہت سے وارث ہوسکتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس کی دختر کے پسر کا پسر موجود ہے اور یہ پسر اس کی دختر کی دختر کا بھی پسر ہے اور ایک دختر کی دختر کی دختر چھوڑی اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کی دو دختریں تھیں کہ وہ مر گئیں اور ایک نے ایک بیٹا چھوڑا اور دوسری نے ایک بیٹی چھوڑی پھر اس بیٹا و بیٹی میں باہم نکاح ہوا پس وہ ایک بیٹا جنی پھر اس دختر سے کسی دوسرے شخص نے نکاح کیا کہ اس سے ایک دختر جنی پس پہلا لڑکا اس شخص کی دختر کے پسر کا پسر ہوا اور نیز اس کی دختر کی دختر کا پسر ہوا اور دوسری دفعہ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ اس کی دختر کی دختر کی دختر ہوئی پھر اگر جورو و خاوند مر گئے۔ پھر ان کے بعد اس اولاد کا نانا مرا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال ترکہ نانا ان میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جس میں سے ایک پانچواں حصہ دختر کی دختر کو ملے گا اور چار پانچویں حصے پسر کو جو دو قرابت والا اور مذکر ہی ملیں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک مال کا چھٹا حصہ دختر کی دختر کو ملے گا اور پانچ حصے چھ حصوں میں سے دو قرابت والے کو ملیں گے۔

صنف دوم یعنی اجداد فاسد و جدات فاسدہ پس ان میں سے مستحق میراث مقدم وہ ہوگا جو میّت سے زیادہ قریب ہے چنانچہ اگر ماں کا باپ ہو اور ماں کی ماں کا باپ ہو اور باپ کی ماں کا باپ ہو تو مال ترکہ اوّل کو ملے گا اس واسطے کہ وہ سب سے زیادہ قریب ہے اور اگر نزدیکی میں سب برابر ہوئے تو کسی کی اولاد کے وارث ہونے سے باہم ترجیح نہ ہوگی اور یہی اصح روایت کا حکم ہے اس واسطے کہ استحقاق کا سبب قرابت ہے نہ وارث کے جہت سے نزدیکی حاصل کرنا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ماں کی ماں کا باپ چھوڑا اور ماں کے باپ کا باپ چھوڑا تو یہ دونوں برابر ہیں اور اگر نزدیکی میں دونوں برابر ہوں اور ان میں کوئی ایسا نہ ہو جو وارث سے ترجیح رکھتا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر جانب واحد سے ہوں فقط ماں کی طرف سے یا باپ کی طرف سے اور جن کی وجہ سے انحراء بجانب میّت ہے ان کی صفت متفق ہو تو تقسیم ترکہ بعدادا بدان ہوگی پس اگر سب مذکر ہوں یا سب مونث ہوں تو تقسیم کے حصہ برابر ہوں گے اور اگر مرد و عورت مخلوط ہوں تو مرد کو عورت سے دو چند ملے گا اور اگر ان لوگوں کی صفت جن کی وجہ سے انجراء بجانب میّت ہے مختلف ہو تو مثل صفت اوّل کے میّت سے جو سب سے قریب پشت مختلف ہوئی اُس کے حساب سے ترکہ تقسیم کر کے دیا جائے گا اور اگر دونوں جانب سے ہوں تو دو تہائی واسطے قرابت پدر کے اور ایک تہائی واسطے قرابت مادر کے دیا جائے گا پھر جو کچھ ہر ایک فریق کے حصہ میں پڑا ہے وہ اُن کے درمیان بحساب مذکورہ بالا تقسیم ہوگا جیسے تنہا ان کے ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ باپ کے باپ کی ماں کا باپ ہے اور باپ کی ماں کے باپ کا باپ ہے پس یہ دونوں از جانب پدر ہیں اور ماں کے باپ کی ماں کا باپ ہے اور ماں کی ماں کے باپ کا باپ ہے اور یہ دونوں از جناب مادر ہیں پس مال کے تین حصے کئے جائیں گے جس میں سے دو حصے قرابت پدر کو اور ایک حصہ قرابت مادر کو دیا جائے گا پھر جو کچھ قرابت پدر کو ملا ہے وہ دو تین حصہ کیا جائے گا جس میں سے

دو حصہ جد از جانب (۱) پدر یعنی باپ کے باپ کی ماں کے باپ کو دیا جائے گا اور تہائی از جانب مادری (۲) قرابت کو یعنی باپ کی ماں کے باپ کے باپ کو دیا جائے گا اور جو کچھ قرابت مادر کو ملا ہے وہ بھی اسی طور سے ان دونوں میں تقسیم ہوگا کہ جد از جانب پدر (۳) کو یعنی ماں کے باپ کی ماں کے باپ کو اور ایک تہائی اس کے ماں کی از جانب ماں کے قرابت کو اور وہ ماں کی ماں کے باپ کا ہے دیا جائے گا اور یہ جواب بنابر قول ایسے عالم کے ہے جو وارث کے ہونے کے ساتھ (۴) قرابت کی ترجیح نہیں اعتبار فرماتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ صنف سوم ذوی الارحام اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل اعیانی یعنی ایک ماں و باپ کے بھائیوں کی بیٹیاں و بہنوں کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد اور دوم علاتی بھائیوں کی بیٹیاں و بہنوں کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد اور سوم اخیافی بھائیوں اور بہنوں کی اولاد اور اولاد کی اولاد۔ پس اگر قسم اوّل و دوم میں سے ہوں تو وہ مثل صنف اوّل کے ہیں کہ درجہ میں یکساں ہوتے ہیں اور نزدیکی میت و اولاد بوارث و تقسیم میں مثل صنف اوّل کے ان میں بھی اعتبار ہوگا اور اگر اس میں باہم مختلف ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تقسیم میں ابدان کا اعتبار ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک ابدان کے ساتھ ان کے اصول (۵) کے وصف کا اعتبار ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بہن کی دختر بنسبت بہن کی دختر کی دختر کے مقدم و مستحق ہوگی اس واسطے کہ وہ میت سے زیادہ نزدیک ہے اور بھائی کے پسر کی دختر مقدم ہوگی بنسبت بھائی کی دختر کی دختر کے واسطے کہ وہ وارث کی اولاد ہے ایک میت نے بہن کی بیٹی اور بہن کا بیٹا چھوڑا تو مال ترکہ ان دونوں میں مرد کو عورت نے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ میت نے بھائی کے پسر کی دختر اور بھائی کی دختر کا پسر اور بہن کی دختر کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عدد ابدان کا اعتبار کیا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک بہن کی دختر کی دختر کو پانچواں حصہ اور بھائی کی دختر کے پسر کو چار پانچویں حصہ میں سے دو تہائی اور بھائی کے پسر کی دختر کو چار پانچویں حصہ میں سے ایک تہائی ملے گا اور حقیقی بہن کا بیٹا ہے اور حقیقی بہن کی بیٹی ہے تو امام ابو یوسفؒ ابدان کا اعتبار کرتے ہیں اصول کا اعتبار نہیں کرتے ہیں پس اُن کے نزدیک تہائی مال دختر بہن کو اور دو تہائی مال بہن کے پسر کو ملے گا اور علاتی بھائی و بہنوں کی اولاد کا حال درصورتیکہ حقیقی بھائی و بہنوں کی اولاد موجود نہ ہو تو ایسا ہی حال ہے جیسا کہ حقیقی بھائی و بہنوں کی اولاد کا ہوا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اخیافی بہنوں کی اولاد کا مسئلہ ☆

اخیافی بہنوں کی اولاد ہو یعنی میری قسم ہو تو مال ان میں برابر تقسیم ہوگا ان کے مرد و عورت یکساں ہیں باعتبار ان کے اصول کے ان کے اصول کا بھی یہی حال ہے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے لیکن ایک شاذ روایت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ان میں ترکہ تقسیم کیا جائے گا اور اگر ذوی الارحام سب انواع کے موجود ہوں اور درجہ میں برابری ہوں تو جس کی اصل وارث ہو وہ مقدم ہوگا پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو شخص حقیقی کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا پھر جو شخص علاتی کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا پھر تیسرا مرتبہ اخیافی کی اولاد کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مال ترکہ اُن کے اصول پر تقسیم کر کے ہر ایک کی اصل کا حصہ اس کی فرع کو منتقل کیا جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ متفرق (۶) انواع کے تین بہنوں کی تین بیٹیاں ہیں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب مال حقیقی بہن کی دختر کو ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک حقیقی بہن کی دختر کو تین پانچویں حصے ملیں گے اور علاتی بہن کی دختر کو

(۱) یعنی باپ کے پدر کی جانب سے ۱۲ منہ (۲) یعنی باپ کے ماں کی جانب سے ۱۲ منہ (۳) یعنی ماں کے پدر ۱۲
(۴) یعنی کسی جد کی اولاد وارث ہو اور دوسرے کی نہ ہو تو جس کی اولاد وارث ہے وہ ترجیح نہیں رکھتا ہے اور بعض کے نزدیک رکھتا ہے ۱۲
(۵) جیسا کہ صنف اوّل میں بیان ہو چکا ہے ۱۲ (۶) یعنی حقیقی و علاتی اخیافی ۱۲ منہ

پانچواں حصہ اور اخیافی بہن کی دختر کو پانچواں حصہ ملے گا جیسا کہ ان کے اصول کا فریضہ حصہ ہے باعتبار فرض ورد کے۔ایک میّت نے متفرق تین قسم کے بھائیوں کی تین دختر چھوڑیں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اخیافی بھائی کی دختر کو چھٹا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی سب مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملے گا ایک میّت نے علاتی بہن کی دختر اور اخیافی بہن کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب مال علاتی بہن کی دختر کو ملے گا اس واسطے کہ وہ اعلیٰ درجہ میں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک بطریق فرض ورد کے دونوں کے اصول کے اعتبار پر پہلی کو تین چوتھائی اور دوسری کو چوتھائی مال ملے گا۔میّت کی حقیقی بہن کے دو پسر اور اخیافی بہن کی ایک دختر ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سب مال ہر دو پسر کو ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک حقیقی بہن کے دونوں پسر مثل اپنی ماں کے مستحق ہیں پس سب مال ان میں پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور ان کی اولاد مثل ان کے اصول کے ہوگی اور جو ان میں سے مدلی[۱] بوارث ہو وہ در صورت سب کے اور باتوں میں مساوی ہونے کے اولاد تو وارث ہونے کی راہ سے مقدم ہوگا اس کی مثال یہ ہے کہ اخیافی بھائی کے پسر کا پسر اور حقیقی بھائی کی دختر کا بیٹا اور علاتی بھائی کے پسر کی دختر ہے تو سب مال اسی چیز کو ملے گا اس واسطے کہ اس کا باپ وارث ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔صنف چہارم اگر ان میں سے اگر کوئی منفرد ہو تو وہ کل حال کا مستحق ہوگا اور یہ حکم تمام اصناف میں جاری ہے اور اگر چند ہوں اور ان کی قرابت متحدہ ہو بایکہ سب (۱) ایک جنس کے ہوں تو جو اقوی ہو وہ بالا جماع اولیٰ ہوگا یعنی جو از جانب مادر و پدر ہوگا وہ بنسبت اس کے جو فقط باپ کی جانب سے ہے اولیٰ و اقوی ہوگا اور جو از جانب پدر ہوگا وہ ماں کی جانب والے سے اولےٰ و اقوی ہوگا خواہ مذکر ہوں یا مونث ہوں کذا فی الکافی۔

پھر وارث کا ولد اولیٰ (۲) ہوگا۔پس اگر دونوں میں سے ایک ولد وارث ہو لیکن اس کی قرابت ایک ہی جہت سے ہو اور دوسرا اگر ذی الرحم کا ولد ہے لیکن اس کی قرابت دو جہت سے ہے تو صحیح یہ ہے کہ دو جہت کی قرابت والا اولیٰ ہوگا اس کی مثال یہ ہے کہ باپ کی جانب سے چچا کے پسر کی دختر ہے اور حقیقی پھوپھی کے پسر کا پسر ہے تو دوسرا اولیٰ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر چند ذکور چند اناث مجتمع ہوں اور ان کی قرابت یکساں ہو تو مرد کو عورت سے دو چند ملے گا مثلاً چچا و پھوپھی دونوں از جانب مادر ہیں یا ماموں و خالہ دونوں از جانب مادر و پدر ہیں یا دونوں از جانب پدر ہیں یا دونوں از جانب مادر ہیں تو ان میں مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر ان کی قرابت مختلف ہو مثلاً پھوپھی از جانب مادر و پدر ہو اور خالہ از جانب مادر ہو یا ماموں از جانب مادر و پدر اور پھوپھی از جانب مادر و تو ان میں ترکہ اُن کے اصول کے لحاظ سے تقسیم ہوگا کہ قرابت پدری والے کے دو تہائی ملے گا جو حصہ پدر ہے اور مادری والے کو ایک تہائی ملے گا جو حصہٗ مادر ہے اور یہی حکم ان کی اولاد میں ہوگا کہ میراث کے واسطے اولیٰ وہ ہوگا جو میّت سے زیادہ قریب ہو خواہ کسی جہت سے ہو اور اگر قرابت میں سب برابر ہوں اور ان کی قرابت ایک ہی جنس کی ہو تو عصبہ کی اولاد اولیٰ ہوگی جیسے چچا کی دختر اور پھوپھی کا بیٹا ہو دونوں از جانب مادر و پدر ہیں یا از جانب پدر ہیں تو پورا مال چچا کی دختر کو ملے گا اور اگر دونوں میں سے ایک از جانب مادر و پدر ہو اور دوسرا از جانب پدر ہو تو پورا مال اسی کو ملے گا جس کی قرابت قویٰ ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ میّت نے تین پھوپھیاں چھوڑیں جن میں سے ایک از جانب مادر و پدر ہے اور دوسری از جانب پدر ہے اور تیسری از جانب مادر ہے اور تین خالائیں چھوڑیں جن میں ایک از جانب مادر و پدر ہے اور دوسری از جانب پدر ہے اور تیسری از جانب مادر ہے تو کل مال ترکہ میں سے دو تہائی پھوپھیوں کے واسطے اور ایک تہائی مال خالاؤں کے واسطے ہوگا پھر پھوپھیوں کا دو تہائی مال فقط اس پھوپھی کو ملے گا جو از جانب مادر و پدر ہے اور خالاؤں کا ایک تہائی مال فقط اس خالہ کو ملے گا جو از جانب مادر و پدر ہے کیونکہ انہیں دونوں کی قرابت قوی

---

[۱] مدلی اسم فاعل از ادلاد بمعنی نزدیکی حاصل کرنا ۱۲ منہ (۱) مثلاً برادران ہوں ۱۲ منہ (۲) مقدم مستحق ہوگا ۱۲

ہے۔ایک میّت نے ایک خالہ از جانب مادر و پدر اور ایک ماموں از جانب مادرو پدر اور ایک پھوپھی از جانب مادر و پدر اور ایک پھوپھی از جانب پدر چھوڑی تو ترکہ میں سے دو تہائی مال اس پھوپھی کو ملے گا جواز جانب مادر و پدر ہے کیونکہ اس کی قرابت قوی ہے اور باقی ایک تہائی مال از جانب مادر و پدر کی خالہ اور ماموں کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا پس فرض مسئلہ تین سے اور اس کی تصحیح نو سے ہوگی۔ایک میّت نے ماموں از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کی لڑکی کو دو تہائی مال ملے گا اور ماموں کی لڑکی کو ایک تہائی مال ملے گا۔ایک میّت نے خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور چچا از جانب مادر کی دختر چھوڑی تو چچا کی لڑکی کو دو تہائی اور خالہ کی لڑکی کو ایک تہائی ملے گی اور اگر چچا از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال چچا کی دختر کو ملے گا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اگر پھوپھی از جانب پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر کو ملے گا کیونکہ اس کی قرابت قوی ہی اور اگر خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور ماموں از جانب پدر کی دختر چھوڑی تو سب مال خالہ کی دختر کو ملے گا کیونکہ اس کی قرابت قوی ہے یہ کافی میں ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جاننا چاہئے کہ پھوپھیوں اور ماموؤں اور خالاؤں کی اولاد میں سے جو اقرب ہو وہ استحقاق میراث میں بعید سے مقدم ہوتا ہے خواہ جہت ایک ہی ہو یا مختلف ہو اور قریب و بعید کا تفاوت باعتبار پشت کے ہوتا ہے پس جس کی ایک ہی پشت ہو وہ ایسے شخص سے جو دوسری پشت میں نزدیک ہوگا اور دوسری پشت والا باعتبار تیسری پشت والے کے قریب ہوگا اور اس کا بیان یہ ہے کہ اگر ایک میّت نے خالہ کی دختر اور خالہ کی دختر کی دختر یا خالہ کے پسر کی دختر یا خالہ کے پسر کا پسر چھوڑا تو سب مال میراث خالہ کی دختر کو ملے گا اس واسطے کہ وہ ایک درجہ نزدیک ہے اسی طرح اگر پر پھوپھی کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی کی بیٹی چھوڑی تو مال میراث پھوپھی کی بیٹی پائے گی اس واسطے کہ وہ ایک درجہ قریب ہے اگرچہ دونوں مختلف جہتوں سے ہیں اور اگر پھوپھی کی بیٹیاں چھوڑیں اور ان کے ساتھ خالہ کی ایک دختر چھوڑی تو پھوپھی کی بیٹیوں کو دو تہائی ملے گا اور خالہ کی ایک دختر کو ایک تہائی ملے گا اور اگر ان میں بعض کی دو قرابتیں ہوں اور بعض کی ایک ہی قرابت ہو تو درصورت اختلاف جہت کے اس وجہ سے مذکور سے ترجیح نہیں ہوسکتی ہے اور اگر جہت ایک ہی ہو تو جواز جانب پدر ہے وہ مادر کی جانب والے سے اولیٰ ہوگا خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور اس کا بیان یہ ہے کہ میّت نے متفرق تین پھوپھیوں[1] کی تین بیٹیاں چھوڑیں تو سب مال پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر کو ملے گا اگر متفرق تین خالاؤں کی تین بیٹیاں چھوڑیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے خالہ از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی از جانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کی دختر کو دو تہائی اور خالہ کی دختر کو ایک تہائی ملے گا اور نیز اگر دونوں میں سے ایک اولاد عصبہ یا اولاد صاحب فرض ہو تو ایک جہت ہونے کی صورت میں عصبہ یا صاحب فرض کا فرزند مقدم ہوگا اور جہت مختلف ہونے کی صورت میں اس امر مذکور کی وجہ سے ترجیح نہیں ہوسکتی ہے بلکہ میّت سے نزدیک ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کا بیان یہ ہے کہ میّت نے چچا از جانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی کی دختر چھوڑی تو سب مال چچا کی دختر کو ملے گا اس واسطے کہ وہ فرزند عصبہ ہے اور اگر اس نے چچا کی دختر اور ماموں یا خالہ کی دختر چھوڑی تو چچا کی دختر کو دو تہائی اور خالہ یا ماموں کی دختر کو ایک تہائی ملے گا اس واسطے کہ اس صورت میں جہت مختلف ہے پس فرزند عصبہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی اور یہ حکم ابن ابی عمران نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے لیکن ظاہر المذہب کے موافق فرزند عصبہ مقدم ہوگا خواہ جہت مختلف ہو یا متحد ہو اس واسطے کہ فرزند عصبہ وارث میّت سے بہت متصل ہے پس گویا وہ میّت سے بہت مفصل ہے اور اگر ان ذوی

---

[1] قال یعنی قرابت کی راہ سے ایسی پھوپھی جواز جانب مادر و پدر ہو اور ایسی پھوپھی جواز جانب پدر ہو اور ایسی پھوپھی جواز جانب مادر ہو ۱۲ منہ

الارحام میں سے چند آدمی میت کی ماں کی جانب سے ماموں یا خالاؤں کی بیٹیاں موجود ہوں اور چند آدمی باپ کی جانب سے چچا او ر پھوپھیوں از جانب مادر کی بیٹیاں موجود ہوں تو مال ترکہ دونوں فریق میں تین تہائی تقسیم کیا جائے گا خواہ ہر جانب سے دور قرابت والی ہوں یا ایک ہی جانب سے ایک قرابت والی ہوں پھر جو کچھ ہر فریق کو ملا ہے وہ اس فریق والوں میں تقسیم ہوگا پھر اس فریق میں جو دو قرابت والی ہوں ان کو ایک قربت والی پر ترجیح دی جائے گی اور نیز اس میں جو باپ کی طرف سے قرابت والا ہو اُس کو ماں کی طرف سے قرابت والے پر ترجیح ہوگی اور اگر قرابت میں سب برابر ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق ان کے ابدان[1] کے اعتبار سے ان میں مال تقسیم کیا جائے گا اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ان کے اصول میں جہاں پہلا اختلاف پڑا ہے اس کے اعتبار سے مال تقسیم ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ میّت نے ایک پسر خالہ اور ایک دختر خالہ چھوڑی تو ان دونوں مال ترکہ مرد کو عورت کے دو چند کے حساب سے باعتبار ابدان کے تقسیم ہوگا اس واسطے کہ ان دونوں کی اصل متفق ہے یعنی دونوں خالہ کی اولاد ہیں اور اگر اس نے ماموں کی دختر اور خالہ کا پسر چھوڑا تو امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق خالہ کے پسر کو دو تہائی اور ماموں کی دختر کو ایک تہائی ملے گا اور امام محمدؒ کے قول کے موافق اس کے برعکس ہے اور اگر پھوپھی کا لڑکا اور پھوپھی کی لڑکی چھوڑی تو ان دونوں میں مال ترکہ مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر پھوپھی کا بیٹا اور چچا کی بیٹی چھوڑی پس اگر چچا از جانب مادر و پدر از جانب پدر ہو تو اس کی دختر سب ترکہ پائے گا اس واسطے کہ عصبہ کی بیٹی ہے اور پھوپھی کا بیٹا فرزند عصبہ نہیں ہے اور اگر چچا از جانب مادر ہو تو بابر دوسرے قول امام ابو یوسفؒ کے مال ترکہ ان دونوں میں موافق ان کے ابدان کے تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی پھوپھی کا بیٹا پائے گا اور ایک تہائی چچا کی دختر پائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک ان دونوں کی اصل کا اعتبار کر کے مال ترکہ اس کے برعکس تقسیم ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ پھوپھی از جانب مادر کا بیٹا ہو اور اگر پھوپھی از جانب مادر و پدر کا بیٹا ہو تو وہ سب مال کا مستحق ہوگا اس واسطے کہ اس میں دو قرابتیں ہیں اسی طرح اگر پھوپھی از جانب پدر کا بیٹا ہو تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ وہ بقرابت پدر نزدیک ہوا ہے اور عصبہ ہونے کی راہ سے جو استحقاق ہوتا ہے اس میں قرابت پدری کو قرابت مادری پر تقسیم و ترجیح ہوتی ہے۔

اگر میّت نے خالہ اپنی مادر کی یا ماموں اپنی مادر کا چھوڑا تو میراث اسی کو ملے گی بشرطیکہ اُس کے ساتھ کوئی اور نہ ہوا اور اگر دونوں کو چھوڑا تو مال ترکہ دونوں کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے باعتبار ابدان کے تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر میّت نے ماں کی خالہ اور ماں کی پھوپھی چھوڑی تو ابو سلیمان نے ہمارے اصحاب سے روایت کی ہے کہ ماں دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں دو تہائی پھوپھی کو اور ایک تہائی خالہ کو ملے گا پھر ظاہر الروایۃ کے موافق اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک یا ایک کے واسطے دو قرابتیں ہوں اور دوسرے کے واسطے ایک ہی قرابت ہو اور اگر میّت نے باپ کی پھوپھی اور باپ کا چچا چھوڑا تو سب مال باپ کے چچا کو ملے گا بشرطیکہ چچا از جانب مادر و پدر یا از جانب پدر ہو کیونکہ وہ عصبہ ہوگا اور اگر چچا از جانب مادر ہو تو مال دونوں میں تین تہائی موافق ابدان کے تقسیم ہوگا یہ امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول ہے اور موافق اصل کے بنا بر پہلے قول کے تقسیم ہوگا اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالہ ہو تو موافق روایت ابو سلیمان کے مال ترکہ ان دونوں میں مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر ہر دو فریق مجتمع ہوں یعنی باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالہ اور ماں کی پھوپھی اور ماں کی خالہ تو باپ والے فریق کو دو تہائی اور ماں والے فریق کو ایک تہائی ملے گا پھر جو مال ہر فریق کے حصہ میں پڑا ہے وہ اس فریق کے درمیان

[1] ابدان یعنی ہر بدن ایک ایک کر کے گنا جائے ۱۲

اس طرح تقسیم ہوگا جیسے پورے مال کی تقسیم سابق میں مذکور ہوئی ہے اور اختلاف جہت ہونے کی صورت میں ایک کی دو قرابت والے ہونے اور دوسرے کی ایک ہی قربت والے ہونے کی وجہ سے تقسیم مال میں کچھ فرق نہ ہوگا لیکن ہر فریق کے درمیان اس کے حصہ کا مال تقسیم کرنے میں دو قرابت والی کو ترجیح دی جائے گی جیسے کہ ہم نے صورت مذکورہ سابقہ میں بیان کیا ہے اور ان لوگوں کی اولاد کی میراث پانے کا حال بمنزلہ ان لوگوں کے ہے لیکن اپنی اولاد کے ساتھ ان لوگوں کا موجود ہونا شرط ہے اور اگر ان میں سے کوئی موجود ہوا تو اس کی اولاد کو کچھ نہ ملے گا حتیٰ کہ میّت کی پھوپھیوں اور خالاؤں میں سے کسی پھوپھی یا خالہ کے موجود ہونے کی صورت میں اس کی اولاد کو کچھ نہیں ملتا ہے اور اس جنس میں ایک ایسا شخص متصور ہوسکتا ہے جس کے واسطے دو قرابتیں ہوں اور اس کا بیان یہ ہے کہ ایک عورت کا ایک مادری بھائی ہے اور ایک پدری بہن ہے پھر اس کے اس مادری بھائی نے اس کے اس پدری بہن سے نکاح کیا اور ان دونوں میں سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر یہ لڑکا مر گیا تو یہ عورت مذکورہ اس لڑکے کی خالہ از جانب پدر ہے اور نیز اس لڑکے کی پھوپھی از جانب مادر ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔

آٹھواں باب ☆

حساب فرائض کے بیان میں

سہام مقدرہ چھ ہیں چھٹا و تہائی و دو تہائی اور یہ سب ایک جنس ہیں اور آٹھواں و چوتھائی و آدھا یہ سب ایک جنس ہیں اور ان سہام میں سے سہم کا ایک مخرج ہے پس آدھا تو دو سے نکلتا ہے اور آدھے کے سوا ہر سہم اپنے نام سے نکلتا ہے چنانچہ آٹھواں آٹھ سے اور چوتھائی چار سے اور تہائی اور دو تہائی تین سے اور چھٹا حصہ چھ سے نکلتا ہے پس اگر چوتھائی ایک جنس کا دوسری جنس کے سب کے ساتھ یا بعض کے ساتھ جمع ہوا ہو تو اس کی اصل بارہ سے ہوگی اور اگر آٹھواں دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ جمع ہوا تو اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر آدھا حصہ دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ مجتمع ہوا تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور جب فریضہ صحیح ہوا یعنی ہر فریق کے سہام تقسیم ہو گئے تو پھر ضرب دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اگر کسر واقع ہوئی تو جن نفر وارثوں میں کسر واقع ہوئی ہے ان کی تعداد کو اصل مسئلہ میں ضرب دے اور ان کا عول کر دے اگر وہ بعول ہوتا ہو پس جو حاصل ہوا اس سے مسئلہ صحیح ہو جائے گا اس کی مثال یہ ہے کہ میّت نے ایک جورو اور دو بھائی چھوڑے پس اصل مسئلہ چار سے ہوا کہ جس کا چوتھائی ایک سہم عورت کو ملا اور تین سہام باقی رہے جو دو بھائیوں پر پورے تقسیم نہیں ہوتے ہیں اور تین اور دو میں توافق نہیں ہے پس دو کو چار میں ضرب دے دی تو مسئلہ آٹھ سے ہو جائے گا پس اس سے سب سہام صحیح نکل آئیں گے اور اگر اُن کے سہام اور تعداد میں توافق ہو تو دفق سے جو عدد نکلتا ہے اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہئے اس کی مثال یہ ہے کہ میّت نے ایک جورو اور چھ بھائی چھوڑے پس جورو کو چوتھائی یعنی چار میں سے ایک دے دیا جائے گا اور تین باقی رہے جو چھ بھائیوں پر پورے تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں مگر تین میں اور چھ میں توافق بثلث ہے پس ان وارثوں کا عدد دفق (یعنی دو کو) اصل مسئلہ یعنی چار میں ضرب دیا جائے پس آٹھ ہوں گے تو اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی کہ جورو کا ایک سہم دو میں ضرب کیا جائے گا تو اس کے واسطے دو سہام ہوں گے اور بھائیوں کے تین سہام دو میں ضرب کئے جائیں تو چھ ہوں گے پس ہر ایک کے واسطے ایک سہم ہوگا مثال دیگر میّت نے ایک جورو اور ایک ماں و باپ سے چھ

ل مثال تین بہنیں ہیں کہ کم سے کم ایک ایک سہم ہر ایک کا ہو تو تین ہوئے اور چھ بھائی ہیں کہ ہر ایک کو عورت سے دو چند ملنا چاہئے پس چھ کے دو چند بارہ ہوئے اور مجموعہ پندرہ ہوا ۱۲ منہ

بھائی اور تین بہنیں چھوڑیں پس اصل مسئلہ چار سے ہوگا پس جورو کو ایک سہم ملے گا اور باقی تین سہم رہے جو پندرہ[1] پر پورے تقسیم نہیں ہوتے ہیں لیکن تین اور پندرہ میں موافقت بثلث ہے پس پندرہ اپنی تہائی یعنی پانچ کی طرف رجوع کرے گا پس اس پانچ کو اصل مسئلہ چار میں ضرب دے کہ بیس ہو جائیں گے کہ جس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور دو فریق وارثوں کے سہام میں کسر واقع ہوئی پس ہر فریق کے سہام وعدد وارثان میں موافقت دیکھنا چاہئے پھر ہر دو عدد (۱) کو دیکھنا چاہئے پس اگر دونوں متماثل (۲) ہوں تو ایک کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہئے اور اگر دونوں متداخل ہوں یعنی دونوں میں تداخل ہو تو جو عدد فریق (۳) دونوں میں سے زیادہ ہو اُس کو ضرب دینا چاہئے اور اگر دونوں میں توافق ہو تو دونوں کا عدد وفق نکال کر اس کو ان میں سے ایک میں ضرب دیا جائے اور حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہئے اور اگر دونوں میں تبائن ہو تو ایک کو دوسرے میں ضرب دے کر پھر حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہئے اس کی مثال یہ ہے کہ تین چچا اور تین دختر چھوڑیں پس اصل مسئلہ تین سے ہوا جس میں سے دو تہائی دختروں کا حصہ ہوا یعنی دو سہام اور ایک باقی رہا وہ چچاؤں کا حصہ ہوا لیکن ہر دو فریق کے حق میں کسر واقع ہوئی اور دونوں عدد میں تماثل ہے پس ایک کے عدد (۳) کو اصل مسئلہ (۳) میں ضرب دیا جائے کہ (۹) ہوئے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر پانچ جدات اور پانچ بہنیں حقیقی اور ایک چچا چھوڑا پس اصل مسئلہ (۶) سے ہوگا اور اعداد وسہام میں موافقت نہیں ہے لیکن اعداد متماثل ہیں پس ایک کو یعنی (۵) کو اصل مسئلہ (۶) میں ضرب دیا جائے تو تیس ہوئے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر ایک جدہ اور چھ بہنیں حقیقی اور نو بہنیں اخیافی یعنی از جانب مادر ہیں اصل مسئلہ (۶) سے ہوا اور اس کا عول (۷) سے ہوا جس میں سے جدہ کا ایک سہم ہوا اور اخیافی بہنوں کے (۲) دو سہام ہوئے اور ان میں موافقت نہیں ہے اور حقیقی بہنوں کے واسطے (۴) سہام ہیں اور ان کی تعداد و سہام میں توافق بالنصف ہے پس اس کی تعداد نے نصف کی طرف رجوع کیا تو (۳) ہوئے اور ۳۔ اور ۹ میں تداخل ہے پس ۹ کو اصل مسئلہ ۷ میں ضرب دیا جائے کہ (۶۳) ہوئے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی مثال دیگر۔

دختر و چھ جدات و چار دختران پسر و چچا چھوڑا اور اصل مسئلہ (۶) سے ہوا لیکن سہام و اعداد وارثان میں توافق نہیں ہے لیکن اعداد ورثہ میں باہم توافق ہے کیونکہ ۶۔ اور چار ہیں جن میں توافق بالنصف ہے پس ایک کے نصف کو دوسرے میں ضرب دیا جائے تو ۱۲ ہوئے پھر ۱۲ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا جائے تو ۷۲ ہوئے پس اس سے تصحیح ہوگی۔ مثال دیگر زوجہ و سولہ اخیافی بہنیں اور پچیس چچا جس میں چوتھائی تہائی ماقبی کی ضرورت ہے پس اصل مسئلہ بارہ سے ہوا اور بہنوں کے سہام اور ان کی تعداد میں توافق بربع ہے پس سولہ نے چوتھائی کی طرف رجوع کیا تو ۴ ہوئے اور چچاؤں اور ان کے سہام میں توافق بہ خمس ہے پس پچیس راجع بجانب ۵ ہوا اور چار و پانچ میں موافقت نہیں ہے پس ان کو باہم ضرب دینا چاہئے تو (۲۰) پس ان کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو (۲۴۰) ہوئے اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور اگر تین فریق یا زیادہ میں کسر واقع ہوئی تو بھی اسی طرح سے پہلے سہام اور عدد وارثان میں توافق دیکھنا چاہئے پھر عددوں عددوں میں توافق دیکھنا چاہئے پھر اسی طور سے کرنا چاہئے جیسا کہ دو فریق میں کسر واقع ہونے میں کیا ہے یعنی تداخل و تماثل و توافق و تبائن کی نسبتیں لحاظ کرنی چاہئے ہیں اور چار فریق سے زیادہ میں کسر واقع ہونا فرائض میں متصور نہیں ہے اور فریقوں و ان کے سہام میں ضرب دینے سے جو حاصل ہوتا ہے اس کو جزاء السہم کہتے ہیں پس اُس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہئے اس کی مثال یہ ہے کہ چار زوجہ اور تین جدات اور بارہ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۱۲ سے سب زوجہ کو چوتھائی کے ۳ سہام سب جدات کے چھٹا حصہ ۲ سہام اور چچاؤں کے مابقی سات سہام ہوئے اور ظاہر ہے کہ اعداد و سہام میں موافقت نہیں ہے لیکن باہم اعداد متداخل ہیں پس سب سے

(۱) یعنی ہر دو موافق عدد کو ۱۲ (۲) یعنی ایک ہی ہوں جیسے دو دو چار چار وغیرہ ۱۲ منہ (۳) جو بتوافق برآمد ہوا ہے ۱۲

بڑا جو عدد ہے یعنی ۱۲ کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا تو ۱۴۴) ہوئے پس اسی سے تصحیح ہوگی پس زوجات کے ۳ کو بارہ میں ضرب دیا (۳۶) ہوئے پس ہر جورو کے واسطے ۹ ہوئے اور جدات کے ۲ کو بارہ میں ضرب دیا (۲۴) ہوئے کہ ہر ایک جدہ کے واسطے ۸ ہوئے اور چچاؤں کے واسطے ۷ تھے ان کو بارہ میں ضرب دیا تو ۸۴ ہوئے کہ ہر ایک چچا کے واسطے ۷ ہوئے مثال دیگر چھ جدات۔ نو دختر۔ پندرہ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ٦ سے ہوا پس جدات کے واسطے ا۔ سہام جو تقسیم نہیں ہو سکتا ہے اور نہ موافقت ہے اور دختروں کے ۴ بھی ایسے ہی ہیں اور چچاؤں کا ایک سہم وہ بھی ایسا ہے ہے لیکن اعداد وارثان میں باہم توافق ہے پس جدات کی تہائی یعنی دو کو تعداد دختر ان یعنی ۹ میں ضرب دیا تو ۱۸ ہوئے پھر اس کے فریق کو یعنی ٦ کو تعداد چچا یعنی ۱۵ [1] میں ضرب دیا تو ۹۰ ہوئے پھر ۹۰ کو اصل مسئلہ ٦ میں ضرب دیا تو (۵۴۰) ہوئے پس اس سے تصحیح ہوگی۔ مثال دیگر دو زوجہ اور دس جدات اور (۴۰) بہنیں اخیافی اور (۲۰) چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۱۲ سے جس میں سے ہر دو زوجہ کو چوتھائی کے ۳ ملے جو منقسم نہیں ہوتے ہیں اور نہ موافقت ہے اور جدات کو چھٹے حصہ کے دو سہام سے جو منقسم نہیں ہو سکتے ہیں لیکن دونوں میں موافقت بالنصف ہے پس یہ اپنے نصف کی طرف راجع ہوئے پس ۵ ہوئے اور بہنوں کو تہائی کے چار ملے وہ بھی نہیں منقسم ہوتے ہیں لیکن دونوں میں توافق بربع ہے پس اپنی چوتھائی کی طرف رجوع کیا تو ۱۰ ہوئے اور چچاؤں کے واسطے باقی یعنی ۳ ہے مگر تقسیم نہیں ہو سکتا ہے اور نہ توافق ہے لیکن پانچ اور دس دونوں ۲۰ میں داخل ہیں یعنی باہم تداخل ہے۔ پس بیس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینا چاہئے تو بیس کی ۱۲ میں ضرب دینے سے ۲۴۰ ہوئے جس سے تصحیح ہوگی۔

چند امثال بابت حصص ☆

مثال دیگر ۴ زوجہ ۱۵ جدہ۔ ۱۸ دختر ٦ چچا چھوڑے پس اصل مسئلہ ۲۴ سے پس زوجات کو آٹھواں حصہ کے ۳ کہ تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور جدات کو چھٹے حصہ کے ۴ وہ بھی ایسے ہی ہیں اور دختروں کو دو تہائی کے ١٦ مگر ان میں توافق بالنصف ہے پس اس نے نصف کی جانب رجوع کیا تو ۹ ہوئے اور چچاؤں کے واسطے ایک سہم رہا اب ہمارے پاس جو اعداد ہیں وہ یہ ہیں ۴ و ۱۵ و نو ٦ پس ٦ اور ۹ میں توافق بالثلث ہے پس ایک کی تہائی کو دوسرے میں ضرب دیا تو ۱۸ ہوئے پس اس میں اور ۱۵ میں توافق بالثلث ہے پس ایک کی تہائی کو دوسرے میں ضرب دیا تو ۹۰ ہوئے اور اس میں اور چار میں توافق بالنصف ہے پس دو کو ۹۰ میں ضرب دیا تو ۱۸۰ ہوئے پس اس کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دیا تو ۴۳۲۰ ہوئے پس اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی۔ مثال دیگر دو زوجہ اور دس دختر اور ٦ جدات اور سات چچا چھوڑے اصل مسئلہ ۲۴ سے پس ہر دو زوجہ کو آٹھواں حصہ ۳ ملے جو تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور دختروں کو دو تہائی میں ١٦ ملے جس میں توافق بالنصف ہے پس اُس نے نصف یعنی پانچ کی طرف رجوع کیا اور جدات کے واسطے چھٹے حصہ میں ۴ ملے اس میں بھی توافق بالنصف ہے پس اس نے ۳ کی طرف رجوع کیا اور چچاؤں کے واسطے باقی ایک سیم رہا اب ہمارے پاس ۲ اور ۵ اور ۳ اور ۷ ہے اور ان سب میں باہم تبائن ہے پس دو کو پانچ میں ضرب دیا تو ۱۰ ہوئے اس کو ۳ میں ضرب دیا تو ۳۰ ہوئے اسکو سات میں ضرب دیا تو ۲۱۰ ہوئے پھر اس کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دیا تو ۵۰۴۰ ہوئے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے مثال دیگر ۵ بہنیں علاتی اور تین بہنیں اخیافی اور سات جدات اور چار زوجات چھوڑیں تو اصل مسئلہ ۱۲ سے عول ۱۷ سے ہوا پس علاتی بہنوں کو دو تہائی کے ۸ ملے جو ان پر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور اخیافی بہنوں کو تہائی کے ۴ ملے جو ان پر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور جدات کو چھٹے حصے دو سہام ملے جو ان پر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے اور زوجات کو چوتھائی کے ۳ ملے جو ان پر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ توافق ہے پھر پانچ میں اور تین میں توافق نہیں ہے پس ضرب دینے سے ۱۵ ہوئے اور ۱۵ اور چار میں توافق

---

(۱) یا تعداد چچا ۱۵ کے وفق ۵ کو اس میں ۱۸ کو ضرب دیا تو بھی ۹۰ ہوئے ۱۲

نہیں ہے پس ضرب دینے سے ساٹھ ہوئے اور ۶۰ اور سات میں توافق نہیں ہے پس باہم ضرب دینے سے ۴۲۰ ہوئے پھر اس کو اصل مسئلہ ۱۷ میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ۷۱۴۰ ہوئے پس اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی یہ تبیین میں ہے۔

نواں باب ☆

توافق وتماثل وتداخل وتبائن کے پہچاننے کے بیان میں

واضح ہو کہ ہر دو عدد ان چار قسموں سے خالی نہیں ہو سکتے ہیں یعنی یا تو متماثل ہوں گے یا متداخل ہوں گے یا متوافق ہوں گے یا متبائن ہوں گے پس مماثل وہ دو عدد ہیں جو باہم برابر ہوں جیسے تین تین اور پانچ پانچ اور یہ بات بالبداہتہ معلوم ہوتی ہے اور متداخل وہ دو عدد ہیں جن دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا جزو ہو اور چھوٹا بڑے کے نصف سے زائد نہ ہوگا جیسے ۳ اور ۹ اور جیسے ۴ و ۱۲ پس ۹ کا ۳ تہائی ہے اور ۱۲ کا چار تہائی ہے اور ۸ کا چار آدھا ہے اور اسی طرح ۶ کا ۳ نصف ہے اور اس کے پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ جو عدد دوتوں میں سے بڑا ہے اس میں جو عدد کم ہے وہ ساقط کیا جائے پس اگر ساقط کرتے کرتے اور طرح دیتے دیتے بڑا بالکل فنا ہو جائے تو یہ دونوں عدد متداخل ہوں گے جیسے پانچ اور بیس یا چار و بیس کہ اگر بیس میں سے پانچ کو چار دفعہ طرح دیا اور نیز چار کو بیس میں سے پانچ مرتبہ طرح دیا تو بیس بالکل فنا ہو گیا پس یہ دونوں متداخل ہیں یا یوں کہنا چاہئے کہ دو عدد جن میں سے اگر بڑا چھوٹے پر پورا تقسیم ہو جائے تو وہ دونوں متداخل ہیں جیسے مثال مذکورۂ بالا میں اگر بیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو چار حصے پورے پورے نکلیں گے اسی طرح اگر چار پر تقسیم کیا تو پانچ حصے پورے پورے نکلیں گے اور متوافق وہ دو عدد ہیں کہ کوئی دوسرے کو فنا نہ کرے اور نہ کوئی دوسرے پر پورا تقسیم وہ جائے لیکن دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے پس یہ دونوں متوافق ہوں گے اور جس عدد سے دونوں فنا ہوتے ہیں اسی کے جزو کے حساب سے دونوں میں توافق کی نسبت ہوگی جیسے ۸ اور ۱۲ کہ ان دونوں کو ۴ فنا کرتا ہے پس ان دونوں میں توافق بالربع ہے اسی طرح ۱۵ اور ۲۵ کہ دونوں کو پانچ فنا کرتا ہے۔

پس ان دونوں میں توافق بہ خمس ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو عدد دوں کو کئی عدد فنا کرتے ہیں جیسے ۱۲ و ۱۸ کہ ان کو ۶ بھی فنا کرتا ہے اور ۳ اور ۲ بھی پس جزو وفق سب سے بڑے فنا کرنے والے عدد کے حساب سے لیا جائے تا کہ ضرب کرنے میں اختصار ہو اور حساب میں آسانی ہو اور توافق کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دوسرے سے برابر گھٹایا جائے پس آخر میں جو عدد باقی رہے اسی سے جزو موافقت لیا جائے جیسے ۱۵ و ۲۵ میں ہے کہ جب ۲۵ میں سے ۱۵ گھٹایا گیا تو ۱۰ رہے اور جب ۱۵ میں سے ۱۰ گھٹائے گئے تو ۵[1] رہے اور جزو موافقت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ واحد کو اس عدد باقی کی طرف نسبت کیا جائے واحد اس عدد کا جو حصہ ہوتا ہو وہی جزو موافقت ہے چنانچہ مثال مذکورہ میں پانچ رہے ہیں پس ان پانچ کی طرف ایک کو نسبت کیا تو ایک اس کا پانچواں حصہ ہے پس معلوم ہوا کہ ۱۵۔۲۵ میں توافق بہ خمس ہے اور اگر ہر دو عدد کا فنا کرنے والا دس سے زیادہ ہو جیسے ۳۲ و ۴۸ میں ہے کہ ان کا عدد مفنی ۸ ہے یا جیسے ۲۲ و ۳۳ کہ ان کا عدد مفنی ۱۱ ہے اور جیسے ۳۰ اور ۴۵ کہ ان کا مفنی ۱۵ ہے تو نظر کرنا چاہئے کہ اگر فنا کرنے والا عدد فرد مفرد ہو اور عدد فرد مفرد اس کو کہتے ہیں جس کا جزو صحیح نہ ہو یعنی وہ ایسے دو عددوں سے مرکب نہ ہو جن کے باہم ضرب دینے سے یہ عدد حاصل ہو جیسے گیارہ ہو تو یوں کہنا چاہئے کہ ان میں توافق گیارہواں جزو کے ساتھ ہے اس واسطے کہ سوائے اس کے اور طور سے اس کی تعبیر نہیں ہو سکتی

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ یہاں دس سے پانچ پھر نکالے جائیں تا کہ پانچ رہ جائیں تب نسبت کی جائے اور شاید اصل میں اس قدر عبارت رہ گئی ہے کاتب کی غلطی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

ہے اور اگر اس میں توافق ایسے عدد سے ہو جو زوج ہے جیسے ۶ ۳ و۴ ۵ میں ۱۸ یا فرد مرکب ہو اور فرد مرکب وہ ہے جس کے دو جزو صحیح یا زیادہ ایسے نکلتے ہوں جن کے باہمی ضرب سے یہ عدد حاصل ہوتا ہو جیسے ۱۵ کہ ۳ اور ۵ اس کے دو جزو ہیں صحیح کہ ایک اس کا پانچواں حصہ ہے اور دوسرا اس کا تیسرا حصہ ہے اور ایسا عدد فرد مرکب کہلاتا ہے کہ یہ ۳و۵ دو عددوں کے باہمی ضرب سے مرکب ہے پس ایسی صورت میں تعبیر جوز و وفق کے واسطے چاہئے اسی طور سے کہے جیسے فرد مفرد میں مذکور ہوا ہے یعنی توافق دونوں میں پندرھویں یا اٹھارہویں جزو کے ساتھ ہے اور چاہے واحد کو اس کے دو ٹکڑوں کی طرف منسوب کر کے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرے مثلاً پندرہ میں کہے کہ توافق بثلث الخمس[1] ہے اور اٹھارہ میں کہے کہ توافق بثلث السدس ہے اور اسی پر اُس کے نظائر کو قیاس کرنا چاہئے اور تبائن وہ عدد کہ جو مماثل نہ ہوں اور متداخل نہ ہوں اور سوائے ایک کے اُن کو کوئی عدد فنا نہ کر سکے جیسے ۵ اور ۷ یا ۷ اور ۹ یا ۱۱ اور ۲۱ اور نیز اسی کے مانند سمجھ لینا چاہئے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور جب کہ ان طریقوں سے جو ہم نے بیان کئے ہیں مسئلہ کی تصحیح ہوگئی پھر یہ قصد ہوا کہ ہر فریق کا حصہ اس تصحیح سے نکال کر معلوم کیا جائے تو چاہئے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے اس سے ہر فریق کے اس حصہ کو جو اس کو اصل مسئلہ سے پہنچا ہے ضرب کرے۔

پس حاصل ضرب اس فریق کا حصہ ہوگا اور ہر وارث کا حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کے سہام اُسی عدد میں ضرب کرے جس میں اصل مسئلہ کو ضرب کیا ہے پس حاصل ضرب اس وارث کا حصہ ہوگا اس کی مثال یہ ہے کہ ۴ زوجہ اور ۶ بہنیں حقیقی اور ۱۰ چچا ہیں پس اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوا جس میں سے سب چاروں زوجہ کو ۳ سہام ملے جو تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ ان میں توافق ہے اور بہنوں کے واسطے دو تہائی کے ۸ ہوئے جو تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں لیکن ان میں توافق اور توافق بالنصف ہے پس ۳ کی طرف راجع ہو... اور چچاؤں کے واسطے ایک ہے پس اعداد ۴و۳و۱۰ ہیں اور ۴و۱۰ میں توافق بالنصف ہے پس ایک کے نصف کو دوسرے میں ضرب دیا ۲۰ ہوئے پھر ۲۰ کو ۳ میں ضرب دیا تو ۶۰ ہوئے پس اس کو اصل مسئلہ ۱۲ میں ضرب دیا تو ۷۲۰ ہوئے اسی سے تصحیح ہوگی پھر اگر تو نے ارادہ کیا کہ ہر فریق کا حصہ دریافت کرے تو ہم کہتے ہیں کہ زوجات کے ۳ سہام تھے اُن کو ۶۰ سے ضرب دیا جس سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے تو ۱۸۰ ہوئے اور بہنوں کے ۸ تھے ان کو ۶۰ میں ضرب دیا تو ۴۸۰ ہوئے اور چچاؤں کا ایک سہم تھا اس کو ۶۰ میں ضرب دیا ہے تو ۶۰ ہوئے پھر اگر چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے تو ہر زوجہ کے واسطے تین[2] چوتھائی سہم تھا اس کو ۶۰ میں ضرب دیا تو ۴۵ ہوئے اور ہر دختر کے واسطے ایک سہم و ایک تہائی سہم تھا اس کو ۶۰ میں ضرب دیا تو ۸۰ ہوئے اور ہر چچا کے واسطے سہم کا دسواں حصہ تھا تو اس کو ۶۰ میں ضرب دینے سے ۶ حاصل ہوئے پس یہ بیان تصحیح مسائل اور شناخت حصہ ہر فریق و ہر وارث تھا پس اسی پر اس کے مثال کو قیاس کرنا چاہئے اور جو طریقے ظاہر کر دیئے گئے ہیں انہیں کے موافق عمل کرنا چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ مقصود حاصل ہوگا اور دوسرا طریقہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے اس کو جس فریق کی تعداد پر چاہے تقسیم کرے جو حاصل تقسیم آئے اس کو فریق کے سہام میں جو باعتبار اصل مسئلہ کے حاصل ہوئے ہیں ضرب کرے پس حاصل ضرب اس فریق کے

[1] یعنی پانچویں کی تہائی ۱۲ منہ [2] قال المترجم اس مقدمہ پر حساب کسر سے واقف ہونا ضروری ہے اور ہم تھوڑا سا بیان کرتے ہیں قولہ تین چوتھائی یعنی سب چار حصوں میں سے تین حصے پس جس قدر سب حصے ہوں ان کو نیچے لکھے اور جس قدر حاصل ہوں ان کو اوپر لکھے اس صورت سے لکھے ۳/۴ پھر جس میں ضرب دینا مقصود ہو اس عدد میں اوپر والے کو ضرب دے کر نیچے والے سے تقسیم کرے چنانچہ ۶۰ میں ۳ کو ضرب دیا تو ۱۸۰ ہوئے اور ۴ سے تقسیم کیا تو ۴۵ ہوئے یہی حاصل ضرب ہے۔ قولہ ہر دختر کا ایک سہام اور ایک تہائی ہے ایسی صورت میں اصل یہ ہے کہ ایک تہائی کو بطریق مذکور لکھے یعنی ۱/۳ پھر چونکہ ایک سہام پورا ہے اس واسطے یوں لکھے کہ ۱/۳ ۱ پھر تین کو صحیح میں ضرب کر کے اس میں اوپر کا ایک جمع کر لیے تو ۴ ہوئے پھر اس طرح لکھے ۴/۳ پھر موافق دستور مذکور کر کے ضرب کرے ۱۲ منہ

ایک وارث کا ہوگا چنانچہ مثال مذکورۂ بالا میں جس عدد کو ضرب دیا ہے وہ ۶۰ ہے اور زوجات کے عدد چار ہیں پس چار پر تقسیم کرنے سے ۱۵ حاصل ہوئے اسکو زوجات کے سہام ۳ میں ضرب دیا تو ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ حاصل ہوا اور اگر بہنوں کی تعداد ۶ پر تقسیم کیا تو دس حاصل ہوئے اس کو سہام خواہران ۸ میں ضرب دیا تو ۸۰ ہر ایک بہن کا حصہ حاصل ہوا اور اگر ۱۰ چچا پر تقسیم کیا تو ۶ حاصل ہوئے اس کو ان کے حصہ میں جو ایک ہے ضرب دیا تو ہر ایک چچا کا حصہ ۶ حاصل ہوا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو سہام اصل مسئلہ سے حاصل ہوئے ہیں اس کو ان کی تعداد کی طرف نسبت کر کے دیکھے کہ کیا نسبت حاصل ہوتی ہے پھر اسی نسبت سے جس عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیا ہے اس میں سے ہر وارث اس فریق کو دے دے چنانچہ مسئلہ مذکورۂ بالا زوجات کے سہام ۳ تھے اور تعداد ۴ تھی پس نسبت تین چوتھائی ہوئی پس ۶۰ میں سے تین چوتھائی یعنی ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا اور یہی عمل بہنوں و چچاؤں کے حصے دریافت کرنے میں کرنا چاہئے کذا فی الاختیار شرح المختار۔

قال المترجم ☆

ایک طریقہ جدید واسطے دریافت ہر حصہ فریق کے اور واسطے دریافت حصہ ہر فرد کے مترجم کی طرف سے یاد رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ عدد جس سے تصحیح مسئلہ ہوتی ہے بقواعد متذکرۂ بالا معلوم ہو گیا تو اس عدد کو بجائے اصل مسئلہ کے عدد کے تصور کرے پس اس سے ہر ذی فرض فریق کا حصہ مثل اصل مسئلہ کے نکالے اور جو ہر فریق کے واسطے حاصل ہوا اس کو اس فریق کی تعداد پر تقسیم کر دے تو ہر فرد فریق مذکور کا حصہ بھی معلوم ہو جائے گا چنانچہ مثال مذکورۂ بالا میں تصحیح مسئلہ کا عدد ۷۲۰ ہے پس اس کو بجائے اصل مسئلہ کے تصور کر کے اس میں سے چوتھائی حق زوجات ہے اس کو چار پر تقسیم کیا تو ۱۸۰ حاصل ہوئے یہ جملہ زوجات کا حصہ ہے پھر اگر ہر زوجہ کا حصہ نکالنا منظور ہے تو تعداد زوجات ۴ ہے اس کو چار پر تقسیم کیا تو ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ ہوا پس اس قاعدہ سے ہر فریق کا مجموعی حصہ اور ہر فریق کے ہر فرد کا تفصیلی حصہ دونوں معلوم ہو جائیں گے فلیکن منك علی ما ذکر فان وجدت ھذہ السانحة من الترجم تنفعك فی شی فما مولہ منك ان لا تنساہ فی دعائك لہ بالمغفرة عن ظھر قلب مغفرة تامة لاتغادر ذنبا ان اللہ تعالیٰ لا یضیع اجر المحسنین وانہ ھوا لتواب الرحیم۔

دسواں باب ☆

عول کے بیان میں

شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاننا چاہئے کہ فرائض تین طرح کے ہوتے ہیں فریضۂ عادلہ اور فریضۂ قاصرہ اور فریضہ عائلہ پس فریضۂ عادلہ وہ ہے کہ جس میں اصحاب فرائض کے سہام اور مال کے سہام ٹھیک برابر برتن مثلاً ایک شخص نے دو بہنیں از جانب مادر و پدر یعنی خواہران اعیانی چھوڑیں اور دو بہنیں از جانب مادر یعنی خواہران اخیافی چھوڑیں تو خواہران اخیافی کو ایک تہائی مال ملے گا اور باقی دو تہائی مال اس کی دونوں [1] حقیقی بہنوں کا فریضہ حصہ ہے اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے حصے مال کے حصوں سے کم ہوں لیکن وارثوں میں کوئی عصبہ ہو کہ اصحاب فرائض سے بچا ہوا سب مال لے لے تو یہ فریضہ بھی فریضہ عادلہ ہے۔ فریضہ قاصرہ یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام بنسبت مال کے سہام کے کم ہوں اور یہاں کوئی عصبہ نہ ہو جو بچا ہوا مال لے لے مثلاً اُس نے دو بہنیں از جانب مادر و پدر چھوڑیں اور ایک ماں چھوڑی تو ہر دو خواہر کو دو تہائی اور ماں کو ایک چھٹا حصہ دیئے جائیں گے اور پھر بھی ایک چھٹا حصہ

(۱) پس حصے بھی پورے ہوئے اور مال بھی پورا ہوا ۱۲

باقی رہا اور یہاں کوئی عصبہ نہیں ہے جو اس باقی کو لے لے پس اس صورت میں حکم یہ ہے کہ بچا ہوا مال اصحاب فرائض کو رد کر دیا جائے گا اور فریضہ عائلہ یہ ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام میں سے مال کے سہام کم ہوں مثلاً اصحاب فرائض میں دو تہائی کے اور نصف کے مستحق ہوں جیسے حقیقی دو بہنوں کے ساتھ میت کا شوہر بھی ہو یا دو نصف و تہائی ہو جیسے میت کا شوہر ہو اور اس کی ایک بہن حقیقی ہو اور ماں ہو تو ایسی صورت واقع ہونے کی حالت میں حکم یہ ہے کہ عول کیا جائے اور یہی اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے از انجملہ حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں در یہی مذہب فقہاء کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

عول یہ ہے کہ سہام مفروضہ مسئلہ پر کچھ بڑھا دیا جائے پس عول مسئلہ بجائے فریضہ ہو جائے گا اور یہ نقصان ان لوگوں پر بقدر ان کے حقوق کے پڑے گا کیونکہ بعض کو بعض پر ترجیح نہیں ہے تا کہ بعض مرجوح کے ذمہ نقصان ڈالا جائے جیسے دیون وصاما میں ہوتا ہے کہ جب میت کے ترکہ میں سب قرضوں وغیرہ کے ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی ہے تو جو کچھ مال موجود ہے وہ سب پر بحساب ہر ایک کے حق واجب کے حصہ رسد تقسیم کر دیا جاتا ہے اور نقصان سب کے ذمہ ہوتا ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ جاننا چاہئے کہ اصل مسئلہ جو مفروض ہوتے ہیں وہ سات ہیں دو اور تین اور چار اور چھ اور آٹھ اور بارہ اور چوبیس پس ان میں سے چار میں عول نہیں ہوتا ہے اور وہ دو تین و چار و آٹھ ہیں اور تین میں عول ہوتا ہے اور وہ چھ و بارہ و چوبیس ہیں پس چھ کا عول دس تک ہوتا ہے طاق (۱) یا جفت جیسا موقع ہو اور بارہ کا عول ۱۳ و ۱۵ و ۱۷ ہوتا ہے اور چوبیس کا عول فقط ۲۷ ہوتا ہے اور اس کی مثالیں جس سے قواعد مذکورۂ بالا معلوم ہوں اس طرح ہیں کہ جن میں عول نہیں ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ میت نے شوہر اور حقیقی بہن چھوڑی یا شوہر و علاتی بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف ملے گا اور بہن کو نصف ملے گا اور یہ دونوں مسئلہ یتیمیہ کہلاتے ہیں اس واسطے کہ مال ترکہ بدو فریضہ متساویہ سوائے ان دونوں مسئلوں کے کسی میں نہیں ملتا ہے۔ میت نے دختر و عصبہ چھوڑا تو نصف مابقی کی ضرورت ہوئی پس مسئلہ (۲) سے ہوگا۔ میت نے دو مادری بھائی اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا تو تہائی اور باقی کی ضرورت ہے اور میت نے حقیقی دو بہنیں اور علاتی بھائی چھوڑا پس دو تہائی و مابقی کی ضرورت ہے پس ان دونوں میں اصل مسئلہ (۳) سے ہوگا اور نیز جب دو بہنیں حقیقی اور دو بہنیں اخیافی چھوڑیں تو دو تہائی اور تہائی کی ضرورت ہے پس اس میں بھی مسئلہ (۳) سے ہوگا۔ میت نے شوہر و دختر و عصبہ چھوڑا تو چوتھائی و نصف مابقی کی حاجت ہے پس اصل مسئلہ (۴) سے ہوگا میت نے زوجہ و دختر و عصبہ چھوڑا تو آٹھویں و نصف و مابقی کی حاجت ہے اصل مسئلہ (۸) سے ہوگا۔ میت نے زوجہ و پسر چھوڑا تو آٹھویں و باقی کی ضرورت ہے اصل (۸) سے ہوگی اور مسائل عائلہ کی مثال یہ ہے کہ میت نے جدہ اور اخیافی اور حقیقی بہن کی اور علاتی بہن چھوڑی تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور اسی سے صحیح نکل آئے گا اور اگر اخیافی دو بہنیں ہوں اور حقیقی ایک بہن ہو اور علاتی ایک بہن اور جدہ ہو تو تہائی و نصف و چھٹا حصہ چاہئے پس اصل (۶) سے اور عول (۷) سے ہوگا۔ میت نے شوہر و ماں و دو بھائی اخیافی چھوڑے تو نصف و تہائی و چھٹے حصے کی ضرورت ہے اصل مسئلہ (۶) سے ہوا اور اس کو مسئلہ الزام کہتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ بر مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما الزام ہے اس واسطے کہ اگر انہوں نے یوں فرمایا جیسے ہم نے بیان کیا ہے (۲) تو ماں تہائی سے محجوب ہو کر چھٹے حصہ کی پانے والی رہ گئی بسبب ہر دو خواہر کے اور یہ ان کا قول نہیں ہے اور اگر ماں کا تہائی قرار دیا اور ہر دو خواہر کا چھٹا حصہ تو اولاد مادر کے حق میں کمی آ گئی اور یہ ان کا مذہب نہیں ہے اور نیز خلاف نص ہے اور اگر ہر دو

(۱) یعنی سات آٹھ نو دس ۱۲ منہ (۲) یعنی ہم نے اس صورت میں کہا کہ نصف تہائی و چھٹا اور حصہ حاصل یہ ہے کہ نصف تہائی و تہائی چاہئے پس عول ثابت ہوگا ۱۲

خواہر کے واسطے تہائی قرار دیا تو یہ عول کا اقرار ہے۔ میّت نے شوہر و ماں و حقیقی بہن چھوڑی تو نصف و تہائی و نصف کی ضرورت ہے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اس کا عول (۸) سے ہوگا اور یہ پہلا مسئلہ عول اسلام میں واقع ہوا تھا چنانچہ زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ صورت واقع ہوئی تھی پس حضرت عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا کہ بقدر ان کے سہام کے ان پر مال تقسیم کر دیا جائے پس [۱] سب نے اس کو اختیار کیا۔ شوہر و ماں و حقیقی دو بہنیں ہیں اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۸ سے ہوا۔ شوہر و ماں و تین بہنیں متفرق ہیں یعنی ایک حقیقی و ایک علاتی اور ایک اخیافی ہے پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور عول ۹ سے ہوا کہ شوہر کو ۳ اور ماں کو ایک اخیافی بہن کو ایک اور حقیقی بہن کو تین اور علاتی بہن کو دو تہائی پوری کرنے کے واسطے چھٹا حصہ ایک دیا جائے گا۔ شوہر و ماں و اخیافی دو بہنیں اور حقیقی دو بہنیں تو آدھے و تہائی و چھٹے حصہ کی اور دو تہائی کی ضرورت ہے اس کی اصل ۶ سے اور عول ۱۰ تک ہوگا اور اس مسئلہ کو [۲] ام الفروخ کہتے ہیں اسواسطے کہ مسائل میں سے اس میں سب سے زیادہ عول ہے پس چار زائد کو فروخ کے ساتھ تشبیہ دی اور نیز اس کو مسئلہ شریحیہ کہتے ہیں اس واسطے کہ شریح رحمتہ اللہ تعالیٰ نے جو قاضی تھے پہلے پہل اس طور پر حکم قضا دیا ہے زوجہ و حقیقی دو بہنیں اور برادر علاتی چھوڑا تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور اسی سے اس کی تصحیح ہوگی۔

زوجہ و جدہ و حقیقی دو بہنیں ہیں پس چوتھائی و چھٹا حصہ و دو تہائی چاہئے ہے کہ اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا اور عول ۱۳ سے ہوگا زوجہ اور اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن پس چوتھائی و تہائی و دو تہائی چاہئے ہے اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوگا۔ زوجہ و ماں اور اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن ہیں پس چوتھائی و چھٹا حصہ اور دو تہائی چاہئے ہے اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ سے ہوگا۔ ۳ زوجہ ۲ جدہ ۴ اخیافی بہن ۸ حقیقی بہن۔ اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۷ تک ہوگا اور اس مسئلہ کو ام الارامل کہتے ہیں اس واسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں سب عورتیں ہیں اور یہ مسئلہ امتحاناً دریافت کیا جاتا ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ۱۷ دینار چھوڑے اور ۱۷ عورتیں وارث چھوڑیں کہ جس میں سے ہر عورت کو ایک ایک دینار ملا تو بتلاؤ کہ اس کی کیا صورت ہے سو اس کی صورت یہی ہے۔ زوجہ و مادر و مدر و پسر چھوڑا تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا اور اسی سے صحیح ہوگا۔ زوجہ و دو دختر و مادر و پدر تو آٹھویں و دو چھٹے حصے اور تہائی کی ضرورت ہے پس اصل مسئلہ ۲۴ سے اور عول ۲۷ سے ہوگا اور اس کو مسئلہ منبریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا اور آپ اس وقت منبر پر خطبہ پڑھتے تھے پس جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فی الفور جواب فرمایا کہ عورت کا آٹھواں [۳] نواں ہو گیا اور اپنا خطبہ پڑھنے لگے اور اگر بجائے مادر و پدر کے جد و جدہ ہو یا باپ و جدہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح بجائے ہر دو دختر کے دختر اور پسر کی دختر ہو تو بھی [۴] یہی حکم ہے۔ زوجہ و ماں و اخیافی دو بہن اور حقیقی دو بہن اور بیٹا کافر یا قاتل یا رقیق چھوڑا تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ہو کر ۱۷ سے ہوگا جیسا کہ سابق میں گذرا ہے اس واسطے کہ بیٹا جو محروم ہے وہ مجوب نہ کرے گا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا بیٹا زوجہ کو چوتھائی سے مجوب کر کے اس کا حصہ ناقص کر دے گا کہ آٹھواں حصہ رہ جائے گا پس اصل مسئلہ ۲۴ سے اور اس کا عول ۳۱ سے ہوگا کہ زوجہ کا آٹھویں کے ۳ اور ماں کو چھٹے کے ۴ اور اولاد مادر کو تہائی کے ۸ اور حقیقی بہنوں کو دو تہائی کے ۱۶ ملے اور یہ مسئلہ ثلاثیہ ابن مسعود کہلاتا ہے اور جاننا چاہئے کہ اصل مسئلہ جب ۶ سے ہو اور اس کا عول ۱۰ سے ہو تو یقینی جاننا چاہئے کہ میّت عورت ہے اور جب عول ۷ سے ہو تو احتمال ہے کہ شاید مذکر ہو یا مؤنث ہو یعنی دونوں میں ایسا ہو سکتا ہے اور ہر گاہ ۱۲ کو عول ۱۷ سے ہو تو میّت مذکر ہے اور اگر ۱۳ یا ۱۵ سے ہو تو احتمال ہے کہ میّت مذکر ہو یا مونث ہو اور ۲۴ کا عول ۲۷ سے ہو تو میّت مذکر ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

(۱) پس بمنزلہ اجماع کے ہو گیا ۱۲ (۲) بچہ جو انڈے سے نکلا ہے ۱۲ (۳) یعنی عول ہو کر کمی آ گئی کیونکہ ۲۴ کا آٹھواں ۳ ہے اور ۲۷ عول شدہ کا نواں حصہ ۳ ہے ۱۲ منہ (۴) یعنی ترکہ کی یہی صورت تقسیم ہوگی ۱۲ منہ

گیارھواں باب ☆

رد[۱] کے بیان میں

اور رد ضد عول ہے۔ واضح ہو کہ ذوی الفروض کے سہام سے جو فاضل ہو تو انہیں ذوی الفروض پر بقدر اُن کے سہام کے رد کر دیا جائے گا سوائے شوہر و جورو کے کہ ان پر رد نہیں کیا جاتا ہے اور اسی کو ہمارے اصحاب نے اختیار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور واضح ہو کہ جن ذوی الفروض پر فاضل ترکہ رد کیا جاتا ہے وہ سب سات ہیں ماں، جدہ، دختر و پسر کی دختر و حقیقی بہنیں اور علاتی بہنیں و اولاد مادر اور رد کرنا ایک جنس پر ہوتا ہے اور دو پر ہوتا ہے اور تین پر ہوتا ہے اور اس سے زیادہ نہیں ہوتا ہے اور وہ سہام جن پر رد واقع ہوتا ہے چار ہیں دو اور تین اور چار اور پانچ یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اگر رد کرنا ان سب پر ہو جو مسئلہ میں ہیں تو زائد ساقط ہو گا۔ دو کی مثال یہ ہے جدہ اور خیافی بہن ہے تو جدہ کو چھٹا حصہ اور بہن کو چھٹا حصہ اور باقی انہیں دونوں پر بقدر ان کے سہام کے رد کیا[(1)] جائے گا۔

قال المترجم ☆

یعنی مسئلہ (۶) سے ہو گا اور ایک جدہ کو اور ایک سہم بہن کو دیا جائے گا اور باقی چار سہام رہے اور ان دونوں کا حصہ برابر ہے پس چار باقی دونوں کو مساوی دیا گیا پس جب دونوں کا حصہ مساوی ہوا تو مسئلہ ۲ سے ہوا چنانچہ کتاب میں فرمایا ہے اصل مسئلہ ۶ سے اور رد کی وجہ سے دو سہام کی طرف عود کیا تو مال دونوں میں برابر تقسیم ہو گا۔ مثال تین کی جدہ اور اخیافی ۲ بہن اصل مسئلہ ۶ سے پس جدہ کو چھٹا حصہ ایک سہم اور ہر دو خواہر کو دو سہام اور چونکہ باقی انہیں پر رد ہے اس واسطے مسئلہ ۳ سے ہو گا اور چار کی مثال یہ ہے کہ دختر و ماں ہے مسئلہ ۶ سے پس دختر کو نصف کے ۳ اور ماں کو چھٹا حصہ ملا پس مسئلہ ۴ سے ہوا اور پانچ کی مثال یہ ہے کہ چار دختر و ماں ہے پس مسئلہ ۶ سے جس میں سے دو تہائی دختروں کی ۴ اور ماں کا ایک ہوا جملہ ۵ ہوئے پس مسئلہ ۵ سے ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مسئلہ میں کوئی ایسا ہو جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے جیسے شوہر یا زوجہ پس اگر جنس واحد ہو تو جس ذی فرض پر رد نہیں کیا جاتا ہے اُس کا حصہ اس کے حصہ کے کمتر مخرج سے نکال کر اُس کو دے دے پھر باقی کو دیکھ کہ اگر باقی وارثوں پر جن پر رد کیا جائے گا پوری تقسیم ہوتی ہے تقسیم کر دے جیسے میت نے شوہر اور تین دختر چھوڑیں تو شوہر کو اس کا چوتھائی مخرج چار سے دیا تو باقی تین رہے پس تین بیٹیوں پر پورے تقسیم ہو سکتے ہیں اور اگر پوری تقسیم نہ ہو سکے پس اگر باقی میں اور وارثوں کی تعداد میں توافق ہو تو عدد وفق کو ان مخرج میں ضرب دے جو ایسے وارث کے واسطے نکالا ہے جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے چنانچہ شوہر اور چھ دختر چھوڑیں تو شوہر کے واسطے ۴ سے مسئلہ فرض کیا گیا اور اُس کو چوتھائی کا ایک دیا گیا اور باقی ۳ رہے جو ۶ بیٹیوں پر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں لیکن ۳ اور ۶ میں توافق بالثلث ہے پس عدد وفق یعنی ۲ کو اس مخرج میں جو شوہر کے واسطے نکالا ہے یعنی ۴ میں ضرب دیا تو ۸ ہوئے جس میں سے چوتھائی ۲ شوہر کو دیئے اور باقی ۶ رہے وہ ۶ دختروں پر تقسیم ہو گئے اور اگر باقی اور تعداد وارثوں میں توافق نہ ہو جیسے شوہر اور پانچ دختر ہوں تو پوری تعداد ۵ کو اس مخرج میں ضرب دے جو ایسے وارث کے واسطے نکالا ہے جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے اور وہ مخرج چار ہے پس ۲۰ ہوئے پس اس سے مسئلہ صحیح ہو گا اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے دو جنس یا تین جنس ہوں کہ جن پر رد کیا جاتا ہے تو جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے اس کو اس کا حصہ اس کے مخرج سے نکال

۱؎ ہمارے علماء نے کہا کہ اگر مثلاً زید مرا اور ایک دختر چھوڑی تو نصف دیگر باقی بیت المال کے خزانہ فی میں جمع ہو کر...... کن و مسافروں وغیرہ پر صرف ہو لیکن جب اسلام میں ایسے بادشاہ ہوئے جو خزانہ اپنا مال سمجھنے لگے اور انتظام بگڑا تو انہیں وارثوں پر رد کیا جائے ۱۲ (۱) یعنی برابر برابر رد کیا جائے گا ۱۲

کر دے دے پھر باقی کو ان لوگوں پر جن پر رد کیا جاتا ہے تقسیم کرے پس اگر ٹھیک تقسیم ہو جائے تو خیر ورنہ جن پر رد کیا جاتا ہے ان کے پورے فرض کو اس شخص کے مخرج فرض میں جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے ضرب دے پس حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے اُس کے سہام کو جن پر رد کیا جاتا ہے ان کے مسئلہ میں ضرب دے اور جن پر رد کیا جاتا ہے اُن کے سہام کو جن پر نہیں کیا جاتا ہے اس کے مخرج سے اُس کا حصہ نکال لینے کے بعد جو باقی رہا ہے اس میں ضرب دے چنانچہ اوّل کی مثال یہ ہے کہ زوجہ و ۴ جدات و ۶ اخیافی بہنیں ہیں پس زوجہ کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور باقی ۳ سہام رہے اور جن پر باقی رد کیا جائے گا ان کے سہام مسئلہ بھی ۳ ہیں پس ان کے سہام پورے ہیں اور دوم کی مثال یہ ہے کہ ۴ زوجات اور ۸ دختر اور ۶ جدات ہیں پس زوجات کو آٹھویں کا ایک سہم ملا اور باقی سات سہام رہے اور سہام رد پانچ ہیں کہ وہ پورے صحیح تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ باہم توافق ہے پس سہام رد کو جو پانچ ہیں زوجات کے مخرج مسئلہ میں جن پر رد نہیں کیا جاتا ہے اور وہ آٹھ ہی ضرب دے تو ۴۰ ہوئے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی جس پر رد نہیں ہوتا ہے ان کے سہام کو اور وہ ایک ہے اُن کے مسئلہ میں جن پر رد ہوگا اور وہ پانچ ہے ضرب دے تو ۵ ہوئے اور جن پر رد ہوگا اُن کے سہام یعنی ۵ کو جن پر رد نہیں کیا جاتا ہے ان کے ماقی مخرج میں ضرب دے اور وہ سات ہے تو ۳۵ ہوئے اس میں سے دختروں کا حصہ چار پانچواں ہوا یعنی ۲۸ ہوئے اور جدات کا پانچواں حصہ یعنی ۷ ہوئے مثال دیگر زوجہ و دختر و پسر کی دختر و جدہ ہے پس زوجہ کو آٹھویں حصہ کا ایک ملا اور باقی سات رہے اور رد کے سہام ۵ ہیں اور وہ پورے تقسیم نہیں ہوتے ہیں اور نہ باہم توافق ہے پس جن پر رد کیا جاتا ہے اُن کے سہام یعنی ۵ کو مخرج اس وارث میں جس پر رد نہیں کیا جاتا ہے ضرب دے اور وہ آٹھ ہے تو ۴۰ ہوئے کہ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور اگر یہ منظور ہو کہ ہر فرد وارث کا حصہ بھی صحیح نکلے تو موافق قواعد مذکورۂ بالا کے عمل کرنا چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

بارھواں باب ☆

مناسخہ کے بیان میں

مناسخہ اس کو کہتے ہیں کہ ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے بعض وارث مر جائیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک شخص مر گیا اور ہنوز اس کا ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اس کے بعض وارث مر گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو میّت ثانی کے وارث فقط وہی لوگ ہوں گے یہ میّت اوّل کے وارث ہیں یا دوسرے میّت کے وارثوں میں ایسے بھی ہوں گے جو میّت اوّل کے وارث نہیں ہیں پھر دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو تقسیم ترکہ دوم اور ترکہ اوّل کی یکساں ہوگی یا دوسرے ترکہ کی تقسیم پہلے ترکہ کی تقسیم کی بنسبت دوسرے طور سے ہوگی۔ پھر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو حصہ میّت دوم جو اس کو ترکہ میّت اوّل سے ملا ہے اس کے وارثوں پر صحیح بدون کسر کے تقسیم ہو جائے گا یا اس میں کسر واقع ہوتی ہوگی پس اگر وارثان میّت ثانی وہی ہوں جو وارثان میّت اوّل ہیں تو ایک ہی تقسیم کر دی جائے گی اس واسطے کہ مکرر تقسیم کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ ایک شخص اپنے چند پسر و چند دختر چھوڑ کر مر گیا پھر تقسیم ترکہ سے پہلے اس کے پسر و دختر میں سے کوئی مر گیا اور اس میّت دوم کا کوئی وارث سوائے اس کے بھائی و بہنوں کے نہیں ہے تو باقی لوگوں میں ترکہ بصفت واحدہ یعنی مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم کر دیا جائے گا پس ایک ہی تقسیم پر اکتفا کیا جائے گا اور اگر میّت دوم کے وارثوں میں کوئی ایسا ہو جو میّت اوّل کا وارث نہیں ہے تو پہلی میّت کا ترکہ پہلے ہی تقسیم کیا جائے گا تا کہ میّت دوم کا حصہ ظاہر ہو پھر میّت دوم کا ترکہ اس کے وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا پھر اگر حصہ میّت ثانی جو اس کو ترکہ اوّل سے ملا ہے اس کے وارثوں کے

درمیان بدون کسر کی صحیح تقسیم ہو جاتا ہو تو ضرب دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ میّت نے پسر و دختر چھوڑی اور ہنوز دونوں میں ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اس کا پسر مر گیا اور اس نے ایک دختر اور بہن وارث چھوڑی تو ترکہ میّت اوّل میں تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی یعنی دو سہام حصۂ میّت ثانی یعنی پسر ہے اور اُس نے دختر و خواہر وارث چھوڑی تو دختر کو نصف اور باقی خواہر کو بوجہ عصبہ ہونے کے ٹھیک تقسیم ہو جاتا ہے کوئی کسر واقع نہیں ہوتی ہے اور اگر دوسری میّت کا حصہ اس کے وارثوں کے درمیان صحیح تقسیم نہ ہو بلکہ اس کے وارثوں کا فریضہ دوسرا تصحیح ہو پس یا تو اس فریضہ اور حصہ کے درمیان موافقت ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر ہو تو اُس فریضہ میں سے فقط جز و موافق پر اقتصار کر کے اس کو فریضہ اوّل میں ضرب دیا جائے پس حاصل سے جو حصہ میّت ثانی ہوگا وہ اس کے وارثوں پر بطور صحیح تقسیم ہو جائے گا لیکن میّت اوّل کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کا حصۂ سابق اس میّت ثانی کے جز و موافق میں صرب دے دیا جائے اور وارثان میّت ثانی میں سے ہر ایک کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ میّت ثانی کے پورے فریضہ اور میّت اوّل کے اس کے حصہ حاصل شدہ ہیں جس جز و سے موافقت ہو اس کے جز و موافق میں اس کا حصہ ضرب دیا جائے پس حاصل ضرب اس کا حصہ ہوگا اور اگر حصہ میّت ثانی اور اس کے مسئلہ کے درمیان موافقت بالکل نہ ہو تو فریضۂ میّت ثانی کو فریضہ میّت اوّل میں ضرب دیا جائے حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور ہر وارث میّت اوّل کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہوگا کہ اُس کے حصہ کو فریضہ میّت ثانی میں ضرب دیا جائے اور میّت ثانی کے ہر وارث کا حصہ اس طرح دریافت ہوگا کہ اُس کا حصہ میّت ثانی کے اس حصہ میں ضرب دیا جائے جو اس کو ترکہ میّت اوّل سے ملا ہے پس میّت ثانی کے حصہ میں ضرب کرنے سے اس کا حصہ حاصل ہوگا اور مثال اس کی درصورتیکہ دونوں میں موافقت ہو یہ ہے کہ میّت نے بیٹا و بیٹی چھوڑی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ بیٹا ایک بیٹی و جورو اور پسر کے تین چھوڑ کر مر گیا پس فریضہ میّت اوّل ۳ سے ہوا جس میں سے ۲ پسر کو ملتے ہیں پھر اس کی وارث جورو و دختر و پسر کے تین پسر ہیں پس اس کا فریضہ ۸ سے ہوا جس میں سے عورت کا آٹھواں ایک سہم اور دختر کا آدھا ۴ سہام اور باقی ۳ سہام تین پوتوں کے ہوئے لیکن اس کے حصہ ۲ سہام کی تقسیم ۸ پر نہیں ہو سکتی ہے مگر دونوں میں موافقت بالنصف ہے پس فریضہ میّت ثانی فقط چار رکھا جائے اور اس کو فریضہ میّت اوّل ۳ میں ضرب دیا تو ۱۲ ہوئے اس سے تصحیح ہوگی اور اس میں سے پسر کا حصہ اس طرح دریافت کیا جائے کہ اس کا حصہ ۲ سہام اس کے مفروضہ ثانی ۴ میں ضرب دیا تو ۸ ہوئے یہ اس کا حصہ ہے اور میّت اوّل کی دختر کا حصہ ایک تھا اس کو فریضہ میّت ثانی ۴ میں ضرب دیا تو ۴ اُس کا حصہ ہوا اور وارثان میّت ثانی میں سے ہر ایک کا حصہ اس طرح دریافت کیا جائے کہ میّت ثانی کے حصہ ترکہ میّت اوّل میں اور اس کے مفروضہ کامل میں جس جز و سے موافقت ہو اُس جز و میں اس کے ہر وارث کا حصہ ضرب دیا جائے چنانچہ دونوں میں توافق بواحد ہے اور اس کی دختر کا حصہ اس کے فریضہ کامل میں سے چار ہے پس چار کو جز و موافق ایک میں ضرب دیا تو چار سہام حصہ دختر ہوا اور اس کی جورو کا حصہ ایک ہے اس کو جز و توافق ایک میں ضرب دیا تو ایک رہا پس یہ حصہ زوجہ ہے اور باقی رہے ۳ سہام وہ تینوں پوتوں کو ایک ایک تقسیم ہوا اور درصورتیکہ توافق نہ ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص بیٹا و بیٹی چھوڑ کر مر گیا اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اس کا بیٹا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر مر گیا پس فریضہ میّت اوّل ۳ ہے پھر بیٹا ۲ سہام چھوڑ کر مر گیا اور اُس کا فریضہ بھی ۳ ہے اور ۲ سہام کی تقسیم ۳ پر نہیں ہو سکتی ہے اور نہ باہم موافقت ہے پس فریضہ ثانی کو فریضہ اوّل میں ضرب دیا تو ۹ ہوئے اس میں سے میّت اوّل کے پسر کا حصہ دریافت کیا کہ اس کا حصہ ۲ سہام تھا اور اس کو فریضہ دوم میں ضرب دیا تو ۶ ہوئے پس یہ حصہ پسر میّت ہے اس میں سے اس کے وارثوں کا حصہ دریافت کیا پس اس کے پسر کا حصہ اس طرح دریافت کیا کہ اُس کا حصہ ۲ سہام تھے ان کو حصہ میّت ثانی میں جو اُس کو ترکہ میّت اوّل سے ملا تھا اور وہ بھی ۲ سہام تھے ضرب دیا تو ۴ اس کا حصہ ہوا اور اس کی دختر کا حصہ اس

طرح دریافت کیا کہ اس کا حصہ ترکہ میت ثانی سے ایک تھا اس کو میت ثانی کے حصہ ترکہ میت اوّل میں جو دو تھا۔ ضرب دیا تو ۲ ہوئے یہ اس کی دختر کا حصہ ہے۔ اسی طرح اگر میت ثانی کے بعض وارث قبل تقسیم ترکہ کے مر گئے تو اس کی تقسیم اسی طور سے ہوگی جس طرح ہونے کا قاعدہ بیان کیا ہے اور اگر وارثان میت ثالث میں کوئی ایسا ہو جو ہر دو اوّل کا وارث نہ تھا تو طریقہ یہ ہے کہ فریضہ ہر دو اوّل مثل فریضہ واحدہ کے اسی طریقہ سے قرار دیا جائے جیسے ہم نے بیان کیا ہے پھر دیکھا جائے کہ جو کچھ میت ثالث کا حصہ پر دو اوّل کے ترکہ میں سے اگر وہ تیسرے کے وارثوں پر بلا کسر پڑے تقسیم ہوتا ہو تو تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر کسر پڑتی ہو تو اس کے حصہ ہر دو ترکہ کو اور اس کے فریضہ کو دیکھا جائے اگر دونوں میں کسی جزو سے موافقت ہو تو اس کے فریضہ میں سے فقط جز و موافق پر اقتصار کیا جائے پھر میت ثانی و اوّل کے فریضہ کو اسی جز و موافق میں ضرب دیا جائے پس جو مبلغ حاصل ہو اس سے تصحیح مسئلہ [1] ہوگی اور ہر دو میت کا حصہ ہر دو ترکہ اوّل سے معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کے حصہ کو اس جز و موافق میں ضرب دے دیا جائے حاصل ضرب اس کا حصہ ہوگا اور میت ثالث کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کا حصہ در جز و موافق از نصیب میت ثالث از ترکہ ہر دو اوّل میں ضرب کیا جائے پس [ا] حاصل ضرب اس کا حصہ ہوگا اور اگر دونوں میں موافقت نہ ہو تو مبلغ ہر دو فریضہ کو میت ثالث کے فریضہ میں ضرب دیا جائے حاصل ضرب مبلغ سے تصحیح ہوگی اور اس میں سے میت ثالث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کا حصہ اس کے فریضہ میں ضرب دیا جائے حاصل ضرب ہر دو ترکہ سے اس کا حصہ ہوگا۔

قال المترجم ☆

اس کی وجہ یہ ہے کہ مبلغ اوّل اسی قدر بڑھایا گیا ہے جس قدر اس کا فریضہ ہے یعنی اتنے ہی گونہ کر دیا گیا ہے پس جتنے گونہ مبلغ بڑھایا گیا ہے اتنے گونہ مبلغ میں سے اس کا حصہ بھی بڑھ جائے گا اور واضح ہو کہ جز و موافق کی صورت میں سریع الفہم ہر ایک وارث ثالث دریافت کرنے کا بیان یہ ہے کہ پس میت ثالث کے ہر ایک وارث کا حصہ وہی ہوگا جو اس کے پورے فریضہ سے نکالا گیا ہے اس واسطے کہ توافق کی صورت میں فریضہ فقط اسی قدر زیادہ کیا گیا ہے جس سے اس کا حصہ بقدر اس کے فریضہ کے ترکہ سابق سے ہو جائے اور ظاہر ہے کہ اگر ترکہ سابق سے اس کا حصہ اسی قدر ہوتا جس قدر اس کا فریضہ ہے تو کوئی حاجت نہ تھی پس بیان مذکورہ کتاب صرف بہ پابندی قاعدہ ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم اور میت ثالث کے ہر ایک وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کا حصہ میت ثالث کے حصہ ہر دو ترکہ میں ضرب دیا جائے حاصل ضرب اس کا حصہ ہوگا اور اس کا بیان یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور دو پسر چھوڑے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ دونوں میں سے ایک پسر مر گیا اور اس نے اپنا یہ بھائی چھوڑا اور اپنی ایک دختر چھوڑی پھر یہ دختر بھی مر گئی اور اس نے اپنا یہ چچا چھوڑا اور اپنا شوہر و ماں چھوڑی پس فریضہ میت اوّل ۲ سے ہوگا پس اس کا بیٹا ایک سہم چھوڑ مرا ہے حالانکہ اس کا فریضہ بھی ۲ سے ہوگا جس میں سے نصف اس کی دختر کا اور باقی اُس کے چچا کا ہوگا اور ایک سہم کی تقسیم دو پر صحیح نہیں ہو سکتی ہے پس دو کو دو میں ضرب دیا تو چار ہوئے پھر چونکہ اس کی دختر ایک چچا و ماں و شوہر چھوڑ مری ہے پس اس کا فریضہ ۶ سے ہوگا کہ شوہر کو نصف کے ۳ اور ماں کو تہائی کے دو اور باقی چچا کو ایک ملے گا لیکن ایک سہم کی چھ پر تقسیم مستقیم نہیں ہو سکتی ہے اور موافق ہونا یہاں نہیں ہے پس چار کو چھ میں ضرب دیا تو ۲۴ ہوئے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی پس میت اوّل سے پسر کا حصہ ۱۲ ہوا اور میت ثانی سے ۶ ہوا کہ مجموعہ ۱۸ ہوا اور دختر کا حصہ ۶ ہے کہ اس کا حصہ کہ وہ ایک سہم ہے اس کا فریضہ ۶ میں ضرب دیا گیا تو چھ ہوئے اور حصہ زوج معلوم

[ا] قال المترجم اور اگر جز و موافق نکالنے میں خطا نہ واقع ہوئی تو غالباً جز و موافق ایک ہوگا ۱۲ منہ

(۱) اوّل جو حصہ اس سے برآمد ہوگا وہ پورا تقسیم ہوگا ۱۲ منہ

کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کا حصہ ۳ میّت ثالث کے فریضہ اولیٰ کے حصہ میں جو ایک ہے ضرب دیا تو ۳ ہوئے پس ۳ سہام شوہر کے ہوئے اور ماں کے دو سہام اسی طور سے ہوئے اور باقی ایک سہم وہ چچا کا ہوا اور دونوں سہام میں توافق ہونے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے جورو دو ماں و تین (۱) متفرق نہیں چھوڑیں پھر ماں مرگئی اور شوہر و چچا چھوڑا اور جن کو میّت اوّل نے چھوڑا ہے مگر ان میں سے میّت اول کی حقیقی بہن اور مادری بہن اس میّت ثانی کی بیٹیاں ہیں اور اس کی پدری بہن اس میّت ثانی سے اجنبی ہے پھر ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ میّت اوّل کی حقیقی بہن مرگئی اور اس نے شوہر و دختر چھوڑی اور ان لوگوں کو چھوڑا جن کو میّت اوّل و ثانی نے چھوڑا ہے یعنی اپنی پدری بہن و مادری بہن تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ میّت اوّل کا فریضہ ۱۲ سے فرض کیا جائے جس میں سے جورو کے چوتھائی کے ۳ ہوئے اور ماں کے چھٹے حصے کے ۲ ہوئے اور حقیقی بہن کے نصف کے ۶ ہوئے اور مادری بہن کے چھٹے حصے کے ۲ ہوئے اور پدری بہن کے چھٹے حصہ کی دو تہائی پوری کرنے کے واسطے دو سہام ہوئے پس ۳ کا عول ہو کر ۱۵ سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی پھر ماں دو سہام چھوڑ کر مرگئی اور اس نے شوہر و چچا و ۲ دختر چھوڑیں تو اسکا فریضہ ۱۲ سے ہوا جس میں سے شوہر کو چوتھائی کے ۳ اور ہر دو دختر کو دو تہائی کے ۸ اور باقی چچا کو ایک سہم ملا مگر ۲ سہام کی تقسیم ۱۲ پر مستقیم نہیں ہے لیکن دونوں میں موافقت بالنصف ہے پس جزو موافق یعنی چھ پر اقتصار کیا جائے۔

پس فریضہ میّت اوّل ۱۵ کو جزو موافق فریضہ میّت دوم ۶ میں ضرب کیا تو ۹۰ ہوئے اور اس میں سے حصہ ماں یعنی میّت کا اس طرح معلوم کیا کہ اس کے حصہ سابقہ ۲ کو اُس کے فریضہ جزو موافق چھ میں ضرب کیا تو ۱۲ ہوئے جو اس کے وارثوں کے درمیان باستقامت تقسیم ہوئے پھر حقیقی بہن مری ہے اور اُس نے شوہر و دختر و مادری بہن و پدری بہن چھوڑی ہے پس اس کا فریضہ ۴ سے ہوا کہ شوہر کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور دختر کو نصف کے ۲ سہام اور پدری بہن اور مادری [1] بہن کو باقی ایک سہم ملا پس چار سے تقسیم ہوئی پھر اس میّت کا حصہ ہر دو ترکہ بالا سے دیکھنا چاہئے تو ہم کہتے ہیں کہ ترکہ اولیٰ سے اس کا حصہ ۶ تھا اس کو ۶ میں ضرب دیا یعنی جزو موافق میّت ثانی میں تو ۳۶ ہوئے اور ترکہ ثانیہ سے اس کا حصہ ۴ تھا اس کو ہم نے جزو موافق از حصہ مادر از ترکہ اولیٰ میں ضرب دیا اور وہ ایک ہے تو ۴ ہوئے پس مجموعہ ہر دو حصہ ترکتین (۴۰) ہوا پس اس کے وارثوں کے درمیان یہ سب باستقامت تقسیم ہو سکتا ہے اور اگر میّت نے دو پسر و مادر و پدر چھوڑے پھر ایک پسر ایک دختر چھوڑ کر اور جس کو میّت اوّل نے چھوڑا ہے اس کو چھوڑ کر مرا اور وہ بھائی و دادا و دادی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ میّت اوّل کا فریضہ چھ سے ہوا جس میں سے کہ ہر دو مادر و پدر کو ۲ چھٹے حصہ اور باقی ۴ سہام ہر دو برادر کے درمیان برابر ہیں پھر ایک بھائی دو سہام چھوڑ مرا اور دختر و جدہ و جد و بھائی چھوڑا تو فریضہ چھ سے ہوا کہ دختر کو نصف کے ۳ اور دادی کو چھٹے کا ایک اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصف نصف بنا بر قول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوئے لیکن ۲ سہام کی تقسیم ۶ پر تقسیم نہیں ہے مگر ان دونوں میں توافق بالنصف ہے پس نصف یعنی تین پر اقتصار کر کے اس کو فریضۂ اوّل میں ضرب دیا تو ۶ مضروب ۳ کے ۱۸ ہوئے اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اس میں سے میّت دوم کے حصہ کی پہچان یہ ہے کہ اُس کے حصہ ترکہ اوّل یعنی ۲ کو جزو موافق فریضۂ دوم یعنی ۳ میں ضرب دیا تو ۶ ہوئے اور دختر کے حصہ کی پس یہ اس کا حصہ ہے اور ایک سہم دادی کا اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصف کا ایک ایک سہم ہوا۔ ایک شخص مرگیا اور اس نے ایک جورو اور دو دختر جو اسی جورو سے ہیں و مادر و پدر چھوڑے پھر ایک دختر اپنا شوہر اور ان لوگوں کو جن کو میّت اوّل نے چھوڑا ہے چھوڑ کر مرگئی اور وہ ایک اس کا دادا ہے اور ایک دادی ہے' ایک اس کی ماں ہے اور اس کی سگی بہن ہے پس فریضہ میّت اوّل کی اصل ۲۴ سے اور تقسیم ۲۷ سے ہوگی اور وہ

[1] نسخہ موجودہ میں ایسا ہی لکھا ہے فلیتامل ۱۲ (۱) اعیانی وعلاتی واخیانی ۱۲ منہ

مسئلہ منبر یہ ہے پھر ایک دختر ۸ سہام چھوڑ مری ہے اور اس کا فریضہ اصل ۶ سے تقسیم ہوگا کہ شوہر کو نصف کے ۳ اور ماں کو تہائی کے دو اور دادا کو چھٹے کا ایک اور بہن کو نصف کے ۳ ملیں [1] گے پس عول ہو کر ۹ سے تقسیم ہوگی پھر جو دادا و بہن کو ملا ہے وہ دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا پس ۹ کو ۳ میں ضرب کیا تو ۲۷ ہوئے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی لیکن ۸ اور ۲۷ میں توافق نہیں ہے تو فریضۂ اولیٰ کو فریضۂ ثانیہ میں ضرب دیا کہ اس حاصل ضرب مبلغ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور ہر ایک کا حصہ نکالنے کا وہی دستور ہے جو ہم نے مکرر بیان کر دیا ہے۔

ایک شخص مر گیا اور جورو چھوڑی اور مادر و پدر اور تین متفرق بہنیں چھوڑیں اور ہنوز اس کا ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اس کی ماں بھی مر گئی اور انہیں وارثوں کو چھوڑا جن کو میّت اوّل نے چھوڑا ہے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اس کا باپ مر گیا اور جورو چھوڑی اور ان لوگوں کو چھوڑا جن کو میّت اوّل نے چھوڑا ہے اور ہنوز اس کا ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اس کی حقیقی بہن مر گئی اور اس نے شوہر چھوڑا اور ان لوگوں کو چھوڑا جن کو پہلوں نے چھوڑا ہے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ پدری بہن مر گئی اور اس نے شوہر و دو دختر اور ان لوگوں کو چھوڑا جن کو پہلوں [2] نے چھوڑا ہے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ مادری بہن مر گئی اور شوہر اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے قال واضح ہو کہ قولہ مادری بہن مر گئی اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے یہ مادر کا لفظ غلط ہے کاتب کی غلطی سے تحریر ہوا ہے۔ کیونکہ اُس نے وضع مسئلہ میں پہلے بیان فرمایا کہ ماں پہلے مر گئی ہے پھر اس کے بعد کیونکر یہ قول درست ہو سکتا ہے کہ اس نے مادر و پدر چھوڑے بلکہ صحیح یہ ہے کہ شوہر و تین دختر و پدر چھوڑا پھر تخریج کی صورت یہ ہے کہ فریضۂ میّت اوّل ۱۲ سے ہوگا جورو کو چوتھائی کے ۳ اور ماں کو چھٹے حصہ کے ۲ اور باقی سات سہام باپ کو ملیں گے اور بہنوں کو کچھ نہ ملے گا۔ پھر ماں مری ہے اور شوہر و دو دختر چھوڑی ہیں کیونکہ میّت اوّل کی حقیقی و مادری بہن اس میّت ثانی کی دونوں بیٹیاں ہیں پس ان دونوں کو دو تہائی اور شوہر کو چوتھائی ملے گا اور اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوگا لیکن میّت کے حصہ دو سہام اور فریضہ ۱۲ میں توافق بالنصف ہے۔

پس ۶ پر اقتصار کیا گیا اور اس کو ۱۲ میں ضرب دیا گیا تو ۷۲ ہوئے اور چونکہ میّت دوم کے ۲ سہام تھے اس کو جزو موافق ۶ میں ضرب دیا تو ۱۲ ہوئے جس میں سے شوہر کے ۳ ہوئے اور شوہر مذکور کو اوّل فریضہ میں سے ۷ ملے تھے پھر اصل مسئلہ ۶ میں ضرب دیا گیا ہے اس واسطے ۷ کو ۶ میں ضرب دیا تو ۴۲ ہوئے اور اب ۳ ملے ہیں پس جملہ ہر دو ترکہ سے اس کو ۴۵ سہام ملے پھر یہ شخص جو میّت اوّل کا باپ ہے ۴۵ سہام چھوڑ کر اور ایک جورو اور دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہے اور یہ دو بیٹیاں وہی ہیں جو میّت اوّل کی ایک حقیقی بہن اور ایک مادری بہن ہے پس اس کا فریضہ ۲۴ سے ہوا لیکن اس کے سہام باستقامت تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں مگر ۲۴ اور ۴۵ میں توافق بالثلث ہے پس فریضہ میں سے ایک تہائی یعنی آٹھ پر اقتصار کیا گیا اور ۷۲ کو ۸ میں ضرب دیا تو ۵۷۶ ہوئے اسی طرح ہر میّت کے ترکہ میں اقتصار و ضرب وغیرہ قواعد مذکورۂ بالا جاری کرتے جائیں گے یہاں تک کہ آخر کار مبلغ کی تعداد اس مسئلہ مذکور ہیں (۳۹۳۱۲) پہنچے گی اور اسی سے تصحیح مسئلہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

تیرھواں باب ☆

تقسیم ترکات کے بیان میں

اگر ترکہ میّت درم و دینار ہوں اور چاہا کہ اس کو وارثوں کے سہام پر تقسیم کریں تو تصحیح سے ہر وارث کے سہام لے کر ان کو ترکہ میں ضرب دیں پھر حاصل ضرب [3] کو مسئلہ پر تقسیم کریں اور اگر تعداد ترکہ اور تعداد تصحیح میں توافق ہو تو وارث کے تعداد سہام کو

(۱) اور دادی ساقط ہوگی ۱۲ منہ (۲) ان میں سے خواہر پدری وارث نہ ہوگی ۱۲ منہ (۳) تعداد سہام مسئلہ تصحیح شدہ ۱۲ منہ

وفق ترکہ میں ضرب دے اور حاصل کو وفق تصحیح پر تقسیم کرے پس ہر دو صورت میں وارث کا حصہ ترکہ نکل آئے گا اور یہی عمل (۱) ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں کیا جائے گا اور چاہے وارث یا فریق کا حصہ تعداد ترکہ میں سے بطریق نسبت دریافت کرے اور چاہے بطریق قسمت دریافت کرے جیسے کہ پہلے ہم نے دونوں قاعدے بیان کر دیے ہیں اور اگر منظور ہوا کہ یہ معلوم کریں کہ عمل میں خطا تو نہیں ہوئی ہے تو اس کے امتحان کر لینے کا یہ طریقہ ہے کہ متفرق حصہ ہائے ترکہ کو جو ہر ایک کے واسطے نکالا ہے جمع کرے پس اگر مجموعہ اسی قدر آ جائے جس قدر کل ہے تو عمل صحیح ہے ورنہ اس میں خطا ہوئی پس چاہئے کہ مکرر عمل کرے تا کہ انشاء اللہ تعالیٰ صحیح ہو جائے اس کی مثال یہ ہے کہ میّت نے شوہر و پدری بہن اور مادری بہن چھوڑی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور عول ۷ سے ہوا اور ترکہ میں پچاس دینار ہیں۔ پس شوہر کا حصہ ۳ سہام کو ۵۰ میں ضرب دے تو (۱۵۰) ہوئے اور اس کو مسئلہ کی تعداد یعنی ۷ پر تقسیم کرے تو اکیس دینار اور تین ساتواں حصہ دینار برآمد ہوا اور اسی قدر پدری بہن کا بھی حصہ ہے اور وہ اسی طور سے نکل بھی سکتا ہے اور مادری بہن کا ایک سہم ہے اس کو پچاس میں ضرب دے کر سات سے تقسیم کیا تو سات دینار و ساتواں حصہ دینار نکلا اور جب ان سب کو جمع کیا تو پورے پچاس دینار ہو گئے پس عمل صحیح ہوا ہے اور بطریق نسبت کے یہ ہے کہ شوہر کے سہام کو کل سہام کی طرف نسبت کیا تو معلوم ہوا کہ تین ساتواں حصہ ہے یعنی سات حصوں میں سے تین ہیں پس اس کو ترکہ کے پچاس دینار میں سے تین ساتواں حصہ چاہئے ہے جس کے اکیس دینار و تین ساتواں حصہ دینار ہوا اور یہی طریقہ باقی میں کرنا چاہئے ہے اور طریق قسمت یہ ہے کہ ترکہ کو سات پر تقسیم کر دیا تو سات دینار و ساتواں حصہ ہوا اور ایسا ہی باقی کے ساتھ کرنا چاہئے مثال دیگر شوہر و مادر و پدر و دو دختر ہیں پس اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا اور ترکہ میں چوراسی دینار ہیں پس (۱۵، اور ۸۴) میں توافق بالثلث ہے پس دختروں کے سہام ۸ کو وفق ترکہ یعنی ۲۸ میں ضرب دیا تو ۲۲۴ ہوئے اس کو وافق عدد تصحیح یعنی اس کی تہائی یعنی ۵ پر تقسیم کیا تو (۴۴) دینار و چار پانچواں حصہ دینار حاصل ہوا پھر ہر دو مادر و پدر کی چہار سہام کو بھی ۲۸ میں ضرب دے کر پانچ (۲) پر تقسیم کیا تو ۲۲ دینار و دو پانچویں حصہ دینار ہوئے پھر شوہر کے تین سہام کو بھی ۲۸ (۳) میں ضرب دے کر پانچ پر تقسیم کیا تو ۱۶ دینار و چار پانچواں حصہ دینار حاصل ہوئے اور مجموعہ سب کا ۸۴ دینار ہوا پس مسئلہ صحیح ہوا ہے اور طریق قسمت یہ ہے کہ وفق ترکہ یعنی ۲۸ کو وفق مسئلہ یعنی ۵ پر تقسیم کیا تو ۵ دینار و تین پانچواں حصہ دینار ایک سہم حاصل ہوا پس اگر اس کو شوہر کے سہام میں ضرب دیا جائے تو ۱۶ صحیح و چار پانچواں حصہ حاصل ہوگا اور اگر سہام مادر و پدر میں ضرب دیا تو ۲۲ صحیح دو پانچویں حصے حاصل ہوئے اور جب سہام دختران میں ضرب دیا تو چوالیس صحیح چار پانچویں حصے حاصل ہوئے اور سب کا مجموعہ ۸۴ ہوا پس تقسیم صحیح ہوئی اور طریق نسبت یہ ہے کہ شوہر کے ۳ سہام کل ۱۵ سہام کا پانچواں حصہ ہے پس اس کو ترکہ کا پانچواں حصہ یعنی ۱۶ صحیح چار پانچویں حصہ دینار حاصل ہوئے و ہر دو مادر و پدر کو ۱۵ میں سے ۴ سہام چھٹا حصہ و دسواں حصہ ہے پس ان کو ۸۴ میں سے چھٹا اور دسواں حصہ دیا گیا تو ۲۲ صحیح دو پانچویں حصے دینار ملے اور ہر دو دختر کو ۱۵ سے ۸ ملے ہیں کہ پانچواں اور تہائی ہے پس دونوں کو ترکہ میں سے پانچواں و تہائی دینا چاہئے پس ۴۴ صحیح چار پانچواں حصہ ہوا اور مجموعہ کے ۸۴ ہوئے پس مسئلہ کا عمل صحیح ہوا اور اگر سہام مسئلہ کوئی عدد اصم ہو یعنی اس کی تقسیم آخر تک بغیر سر کے صحیح نہ ہوتی ہو پس جو طریقہ ہم نے ضرب کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق عمل کرنا چاہئے پھر جب اس قدر باقی رہ جائے جو مقسوم علیہ پر تقسیم نہیں ہو سکتا ہے تو اس کو بیس میں ضرب دے کر اس کی قیراط بنائے کیونکہ ۲۰ قیراط کا ایک دینار ہوتا ہے اس کو تقسیم کرے پھر جب قیراط میں سے بھی کچھ بچا تو تین میں ضرب دے کر اس کی حبات بنائے اور تقسیم کرے پھر جب کچھ بچا تو اُس کو چار میں ضرب دے کر چاول بنائے پھر اگر بچے تو اس کو چاولوں کی طرف نسبت کر کے کسر لکھ دے اور اس کی مثال یہ ہے کہ میّت نے شوہر و جد و جدہ و دختر چھوڑی اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۳ سے ہوا اور ترکہ میں ۳۱

(۱) یعنی درم و دینار کا حصہ ۱۲ منہ (۲) حاصل ضرب ۱۱۲-۱۲ منہ (۳) حاصل ضرب ۸۴-۱۲ منہ

دینار ہیں پس شوہر کے ۳ سہام کو ۳۱ ترکہ میں ضرب دیا تو ۹۳ ہوئے اس کو ۱۳ پر تقسیم کیا تو سات حاصل ہوئے اور ۲ باقی رہے جو ۱۳ پر تقسیم نہیں ہو سکتے ہیں پس اس کو ۲۰ میں ضرب دے کر قیراط بنایا تو ۴۰ ہوئے پھر ان کو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۳ نکلے اور ایک باقی رہا اس کے جزاء چاول[1] بنائے تو ۱۲ ہوئے ان کو ۱۳ کی طرف منسوب کیا پس شوہر کے واسطے سات دینار و تین قیراط اور چاول کے ۱۳ جزوں میں سے بارہ جز ہوئے اور دہ کے دو سہام ہیں ان کو ۳۱ میں ضرب دیا تو ۶۲ ہوئے ان کو ۱۳ پر تقسیم کیا تو چار نکلے اور ۱۰ باقی رہے ان کے قیراط بنائے تو ۲۰۰ ہوئے ان کو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۱۵ قیراط نکلے اور ۵ باقی رہے پس ان کے حبات ۱۵ ہوئے اور ۱۳ پر تقسیم کرنے سے ایک حبہ نکلا اور ۲ باقی رہے جس کے ۸ چاولوں ہوئے کہ ۱۳ کی طرف نسبت کر دیا پس جدکو ۴ دینار و ۱۵ قیراط اور ایک حبہ اور ایک چاول کے ۱۳ جزوں میں سے ۸ جزو حاصل ہوئے اور جدہ کو بھی اسی کے مثل حاصل ہوئے اور دختر کو شوہر سے دو چند یعنی ۱۴ دینار و سات قیراط اور ایک چاول اور چاول کے ۱۳ جزوں میں سے ۱۱ جزو حاصل ہوئے اور سب کا مجموعہ ۳۱ دینار ہوئے پس مسئلہ صحیح ہوا اور اسی طرح قرض خواہوں میں بھی ترکہ تقسیم[2] کیا جاتا ہے پس مجموعہ قرضوں کا مثل عدد تصحیح مسئلہ کے اور ہر قرضہ مثل سہام وارث کے قرار دیا جاتا ہے۔

فصل ☆

اگر قرض خواہوں یا وارثوں میں سے کسی سے ترکہ کی کسی چیز پر صلح کر لی تو اس کو ترکہ میں سے طرح دے دے گویا وہ دراصل نہ تھی پھر باقی کو باقی وارثوں کے سہام پر تقسیم کرے اس کی مثال یہ ہے کہ میت نے شوہر و ماں و چچا چھوڑا پس شوہر نے اپنے حصہ ترکہ سے اس مقدار پر جو اس کی میت کا مہر ہے وارثوں سے صلح کر لی تو اس کو طرح دے دے گیا وہ نہ تھا پھر باقی کو باقیوں کے سہام پر تقسیم کر دے کہ ماں کو اس کا حصہ[3] دے دے اور باقی مال میت کے چچا کا ہوا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

چودھواں باب ☆

فرائض متشابہ کے بیان میں

جن کو امتحاناً اور دریافت کرتے ہیں۔ سوال ایک شخص مر گیا اور حقیقی بھائی اور اپنی جورو کا بھائی چھوڑا پس اس کی جورو کا بھائی تمام مال کا وارث ہوا اس کا حقیقی بھائی نہ ہوا تو اس کی کیا صورت ہوگی جواب دیا گیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو[(1)] کی ماں سے نکاح کیا اور اس کا باپ زندہ ہے پس اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر یہ شخص مر گیا اور اس کا باپ بھی[(2)] اس کے بعد مر گیا اور اس نے اپنے پسر کا پسر چھوڑا حالانکہ وہ اس کی جورو کا بھائی ہے اور اس کا ایک حقیقی بھائی بھی ہو۔ پس اس کی میراث اس کے پسر کے پسر کو جو اس کی جورو کا بھائی ہے ملے گی اور اس کے حقیقی بھائی کو نہ ملے گی۔ سوال ایک شخص مر گیا اور اپنا سگا چچا چھوڑا اور ماموں ایسا چھوڑا جو فقط ماں کی جانب سے ہے یعنی اس کی ماں کا مادری بھائی ہے پس یہ ماموں اس کا وارث ہوا چچا نہ ہوا تو اس کی کیا صورت ہے جواب ایک شخص نے اپنے علاتی بھائی کی ماں کی ماں سے نکاح کیا اور اس سے بیٹا پیدا ہوا پھر یہ شخص مر گیا جس نے اپنے علاتی بھائی کی ماں کی ماں سے نکاح کیا تھا پھر اس کے بعد اس کا یہ بھائی مرا اور اپنا سگا چچا چھوڑا اور اپنے علاتی بھائی کا بیٹا چھوڑا جو اس کا ماموں بھی ہے پس اس کی میراث اس کے بھائی کے بیٹے کو ملے گی نہ اس کے چچا کو۔ سوال ایک شخص مر گیا اور اپنے سگے چچا کا بیٹا اور اپنے سگے

---

[1] قال اس واسطے کہ ایک قیراط کے ۳ حبہ ہوئے یہ بھی تقسیم نہیں ہوتے ہیں تو چار میں ضرب دے کر ۱۲ چاول ملائے وہ بھی تقسیم نہیں ہوتے ہیں ۱۲ منہ

[2] اقول قید اتفاقی ہے ۱۲ [3] قال اصل میں لکھا ہے کہ ماں کو دو تہائی دے دے وہو سہو من الکاتب ۱۲ منہ (۱) یعنی جو اسکی ماں نہیں ہے ۱۲

(۲) یہ میت بھی باپ ہے ۱۲ منہ

بھائی کا بیٹا چھوڑا پس چچا کا بیٹا وارث ہوا بھائی کا بیٹا وارث نہ ہوا تو اس کی کیا صورت ہے جواب دو بھائی تھے اور دونوں میں سے ایک کا بیٹا تھا پھر دونوں نے ایک باندی خریدی پھر اس سے ایک لڑکا ہوا پس دونوں نے ساتھ ہی اس کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے تو وہ دونوں کا بیٹا ہوگا پھر دونوں بھائی مر گئے پھر دونوں کی فوت کے بعد دونوں میں سے جس کا بیٹا تھا وہ بیٹا بھی مرا اور اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے اُس طفل کے جو اس کے باپ اور اس کے چچا کے درمیان تھا حالانکہ اس کے سگے بھائی کا بیٹا بھی ہے تو اس کی میراث اس کے اس بھائی کو ملے گی جو اس کے باپ کا بیٹا ہے اور نیز چچا کا بیٹا ہے اور اس کے سگے بھائی کا بیٹا ساقط ہو جائے گا۔ سوال ایک شخص مر گیا اور اس نے سگے چچا کا بیٹا چھوڑا اور علاتی بھائی کا بیٹا چھوڑا پس مال کا وارث اُس کے چچا کا بیٹا ہوا اور علاتی بھائی کا بیٹا نہ ہوا تو اس کی کیا صورت ہے۔ جواب اس کی صورت یہ ہے کہ دو بھائی تھے اور دونوں میں سے ایک کا ایک بیٹا تھا پھر دونوں نے ایک باندی خریدی اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس کا نسبی دعویٰ دونوں نے ساتھ ہی کیا کہ وہ دونوں کا بیٹا ہوا پھر یہ باندی آزاد کی گئی پھر اس باندی سے اس شخص نے دونوں میں سے نکاح کیا جس کا بیٹا موجود ہے پھر اس سے دوسرا بیٹا پیدا ہوا پھر دونوں بھائی مر گئے پھر وہ لڑکا مرا جس کو باندی مذکورہ[1] بعد نکاح کے جنی ہے اور اس نے ایک بھائی حقیقی چھوڑا جو اس کے چچا کا بیٹا بھی ہوا اور ایک اپنا بھائی از جانب پدر چھوڑا تو اس کی میراث اس کے چچا کے پسر کو ملے گی جو اس کا حقیقی بھائی ہے۔

سوال ایک شخص مر گیا اور اس نے تین دختر چھوڑیں ان میں سے ایک کو سب مال کی تہائی ملی اور دوسری کو سب مال کی دو تہائی ملی اور تیسری کو کچھ نہ ملا تو اس کی کیا صورت ہے جواب ایک شخص کسی کا غلام تھا اور اس کی تین بیٹیاں تھیں پس ایک نے اپنے باپ کو خریدا اور دوسری نے اپنے باپ کو قتل کیا پس قاتلہ محروم ہوئی اور جن دونوں نے نہیں قتل کیا ان کو دو تہائی ترکہ ملا کہ ہر ایک کے واسطے ایک تہائی ہوا پھر باقی ایک تہائی مال اس کو بحکم ولاء ملا جس نے خرید کیا تھا۔ سوال ایک مرد ہے اور اس کی ماں ہے دونوں ترکہ کے وارث ہوئے اور دونوں کو برابر مال نصفا نصف ملا تو اس کی کیا صورت ہے۔ جواب زید کی ایک دختر ہے اس کی دختر سے اس کے بھائی کے پسر نے نکاح کیا اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا پھر بھائی کا بیٹا مر گیا پھر اس کے بعد زید مرا اور اس نے اپنی دختر اور بھتیجی کا بیٹا چھوڑا اور یہ دختر اس طفل کی ماں ہے پس نصف مال دختر کو ملا اور باقی مال اس طفل کو جو بھتیجی کا بیٹا ہے ملا پس نصف مال اس طفل کا ہوا اور نصف مال اس کی ماں کا ہو۔ سوال ایک مرد اور اس کی ماں و اس کی خالہ کسی مال ترکہ کی باہم تین تہائی وارث ہوئیں تو اس کی کیا صورت ہے جواب زید کی دو بیٹیاں ہیں کہ ایک دختر سے اُس کے بھائی کے پسر مسمّٰی عمرو نے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عمرو مر گیا پھر اس کے بعد زید مرا اور اس نے دو دختر اور ایک بھتیجے کا بیٹا چھوڑا پس ہر دو دختر کو دو تہائی مال یعنی تہائی تہائی ہر ایک کو ملا اور اس بھتیجے کے پسر کو باقی مال ایک تہائی ملا پس طفل کو ایک تہائی اور اس کی ماں کو تہائی اور اس کی خالہ کو تہائی ملا۔ سوال تین بھائی ایک ماں و باپ سے ہیں کہ ایک کو سب مال کی دو تہائی ملی اور باقی دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملا تو اس کی کیا صورت ہے۔ جواب ایک عورت ہے کہ اس کے تین بھائی چچازاد ہیں جن میں سے ایک نے اس سے نکاح کیا پھر وہ مری تو اصل مسئلہ ۶ سے ہوا جس میں سے ۳ اس کے شوہر کو نصف کے ملے اور باقی ۳ سہام ان تینوں میں برابر تقسیم ہوئے کہ ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا۔ سوال ایک شخص مرا اور چار جورو چھوڑیں جس میں سے ایک جورو کو چوتھائی مال و آٹھویں حصہ کا نصف ملا اور دوسری کو نصف مال اور آٹھویں حصہ کا نصف ملا اور تیسری و چوتھی کو مال کا نصف آٹھواں حصہ ملا تو اس کی کیا صورت ہے جواب ایک مرد نے اپنی ماں کی مادری بہن کی بیٹی اور اپنی ماں کی پدری

[1] یعنی آزاد ہو کر ۱۲

بہن کی بیٹی سے نکاح کیا ہے اور اپنے باپ کی پدری بہن اور مادری بہن دونوں کی دو بیٹیوں سے نکاح کیا پھر مر گیا اور سوائے ان کے کوئی وارث نہ چھوڑا تو ہر چار زوجہ کو چوتھائی مال ملا اور ماں کی پدری بہن کی بیٹے کو باقی کی تہائی ملی اور جو کچھ باقی رہا وہ پھوپھی از جانب پدر کی بیٹی کو ملا پس مسئلہ ۱۶ سہام سے ہوا جس میں سے ۴ سہام زوجات کو اور باقی کی تہائی یعنی چار سہام پدری خالہ کی دختر کو اور باقی ۸ سہام پدری پھوپھی کی دختر کو ملے پس میّت کی ماں کی مادری بہن کی اور باپ کی مادری بہن کی لڑکیوں کو ۶ میں سے دو سہام جو کل مال کا آٹھواں حصہ ہی ملے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملا اور ماں کی پدری بہن کی دختر کو پانچ سہام ملے جو کل مال کا چوتھائی اور آٹھویں حصہ کا آدھا ہے اور باپ کی پدری بہن کی لڑکی کو ۹ سہام ملے جو کل مال کا آدھا اور آٹھویں حصہ کا نصف ہے۔ سوال ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنی جورو کے سات بھائی چھوڑے پس اس کی جورو اور ساتوں بھائیوں میں سے ہر ایک نے برابر مال پایا تو اس کی کیا صورت ہے جواب زید نے اپنے باپ عمرو کی جورو یعنی اپنی سوتیلی ماں کی ماں سے نکاح کیا پس اس سے سات پسر پیدا ہوئے پھر زید مر گیا پھر اس کے بعد عمرو مرا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پسر کے ساتھ پسر چھوڑے تو مسئلہ ۸ سے ہوا کہ اس کی جورو کو ایک سہم ملا اور باقی سات سہام ان پسروں میں برابر تقسیم ہوئے کہ ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا اور یہ ساتوں اس میّت کے جورو کے بھائی مادری ہیں۔ سوال ایک شخص مر گیا اور اس نے بیس دینار چھوڑے پس اس کی عورت کو ایک دینار ملا تو اس کی کیا صورت ہے جواب ایک شخص مر گیا اور اس نے بیس دینار چھوڑے اور دو حقیقی بہن اور دو مادری بہن و چار جورو چھوڑیں تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا جس میں سے ہر چار زوجہ کو ۳ سہام ملے اور یہ پندرہ کا پانچواں حصہ ہے پس بیس دینار میں سے پانچواں حصہ یعنی ۴ ہر چار زوجہ کے واسطے ہوئے پس ہر زوجہ کو ایک دینار ملا۔

سوال ایک عورت کو اپنے چار شوہروں سے میراث ملی یہاں تک کہ اس کے واسطے نصف مال ہو گیا تو کیا صورت ہے جواب ایک عورت ہے اس سے چار بھائیوں نے ایک نے بعد موت دوسرے کے نکاح کیا اور پورا مال ۱۸ دینار تھے کہ اوّل کے ۸ اور دوسرے کے ۶ اور تیسرے کے ۳ اور چوتھے کا ایک دینار تھا پس اوّل ۸ دینار چھوڑ کر مرا اور یہ عورت مذکورہ اور یہی تینوں بھائی وارث چھوڑے پس عورت مذکورہ نے اس میں سے ۲ دینار لئے اور ہر بھائی نے بھی دو دو دینار لئے پھر دوسرے بھائی کے پاس ۸ دینار ہو گئے پس جب اس نے اس عورت سے نکاح کیا پھر مر گیا تو عورت مذکورہ نے اس سے بھی دو دو دینار ترکہ میں لئے پس اس کے پاس چار دینار ہوئے اور باقی دو بھائی نے تین تین دینار لئے پس تیسرے بھائی نکاح کرنے والے کے پاس ۸ دینار ہو گئے پھر جب وہ بھی مر گیا تو عورت نے اس کے ترکہ میں سے دو دینار لیے پس اس کے پاس چھ دینار ہوئے اور باقی ۶ دینار چوتھے بھائی کے واسطے رہے پس سب اس کے پاس ۱۲ دینار ہوئے پھر جب وہ مرا تو عورت نے اس کی چوتھائی میں ۳ دینار لئے پس عورت کے پاس ۹ دینار ہو گئے جو نصف مال ہی اور باقی عصبہ کو ملے گا۔ سوال وارث لوگ میراث تقسیم کرتے تھے پس ایک وارث آیا اور اس نے کہا کہ جلدی نہ کرو کہ میری عورت غائب ہے اگر وہ زندہ ہو گی تو وہی وارث ہو گی اور میں وارث نہ ہوں گا اور اگر وہ مر گئی ہے تو میں ہی وارث ہوں گا وہ وارث نہ ہو گی تو اس کی کیا صورت ہے جواب ایک عورت مر گئی اور اس نے دو حقیقی بہنیں و ماں اور ایک اخیافی بہن اور ایک علاتی بھائی چھوڑا اور اس علاتی بھائی نے اس کے اخیافی بہن سے نکاح کیا ہے اور یہی قول مذکور کا کہنے والا ہے کیونکہ اسی کی جورو میّت کی اخیافی بہن ہی غائب ہے پس اگر وہ زندہ ہو گی تو دو تہائی دونوں حقیقی بہنوں اور چھٹا حصہ ماں کو اور باقی چھٹا حصہ اس اخیافی بہن کو ملے گا اور یہ علاتی بھائی محروم رہے گا اور اگر وہ مر گئی ہو گی تو باقی چھٹا اس علاتی بھائی کو ملے گا۔ سوال ایک عورت آئی اور اُس نے کہا کہ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نہ کرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہو گا تو کچھ وارث نہ ہو گا اور اگر لڑکی ہو گی تو وارث ہو گی تو اس کی کیا

صورت ہے جواب ایک عورت مر گئی اور اس نے شوہر و ماں و دو اخیافی بہنیں چھوڑیں پس اس کے باپ کی جورو آئی یعنی سوتیلی ماں آئی اور کہا کہ اگر مجھ سے لڑکا ہوا تو اس میّت کا پدری بھائی ہوگا پس کچھ وارث نہ ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میّت کی پدری بہن ہوگی پس اس کے ساتھ نصف کی وارث ہوگی اور فریضہ کا عول ۹ تک ہوگا۔ سوال ایک عورت آئی اور اُس نے میراث تقسیم کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نہ کرو کہ میں پیٹ سے ہوں اگر لڑکا ہوا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث نہ ہوگی تو اس کی کیا صورت ہے۔

جواب ایک مرد مر گیا اور اس نے حقیقی دو بہنیں چھوڑیں پس اس کے باپ کی جورو آئی یعنی سوتیلی ماں آئی اور کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نہ کرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہوا تو میّت کا پدری بھائی ہوگا پس حقیقی دونوں بہنوں کو دو تہائی ملے گا اور باقی اُس کے پدری بھائی کو ملے گا اور اگر لڑکی ہوئی تو میّت کی پدری بہن ہوگی پس اس کی دونوں حقیقی بہنوں کو دو تہائی ملے گا اور جو باقی رہا وہ عصبہ[1] کو ملے گا اور پدری بہن کو کچھ نہ ملے گا اور اگر عورت مذکورہ نے آ کر کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ حمل سے ہوں اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کچھ نہ ملے گا اور اگر لڑکا و لڑکی ہوئی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ تعالیٰ کے قول کے موافق دونوں وارث ہوں گی تو اس کی کیا صورت ہے پس جواب یہ ہے کہ ایک مرد مر گیا اور اس نے ماں و حقیقی بہن و دادا چھوڑا پس اس کے باپ کی جورو یعنی سوتیلی ماں آئی اور اس نے کہا کہ تقسیم میراث میں جلدی نہ کرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہوا تو میّت کا پدری بھائی ہوگا پس ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور جو باقی رہا وہ بھائی و بہن و دادا کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پدری بھائی کو ملے گا وہ سب میّت کی حقیقی بہن کو دے دے گا اور خود خالی رہ جائے گا اور اگر لڑکی ہوئی تو میّت کی پدری بہن ہوگی تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی ان سب میں چار حصوں پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن کے پاس جو کچھ ملا ہے وہ سب میّت کی مادری بہن کو رد کر دے گی اور خود ہاتھ خالی رہ جائے گی اور اگر لڑکا و لڑکی دونوں ہوئے تو میّت کے پدری بھائی و بہن ہوئے پس ماں کو چھٹا حصہ اور بھائی کو باقی کی تہائی اور حقیقی بہن کو نصف ملے گا اور جو باقی رہا وہ پدری بھائی و بہن کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر عورت نے آ کر کہا کہ تم لوگ تقسیم میں جلدی نہ کرو کیونکہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا پیدا ہوا تو میں اور لڑکا دونوں وارث ہوں گے اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو میں اور لڑکی کوئی وارث نہ ہوگی پس جواب یہ ہے کہ زید نے اپنے پسر کے مسمّیٰ عمرو کا نکاح اپنے دوسرے پسر کی دختر مسماۃ ہندہ سے کر دیا پھر عمرو مر گیا اور اس کی جورو مسماۃ ہندہ جو زید کی دختر پسر ہے حمل سے ہے پھر زید مر گیا اور اس نے دو دختر اور عصبہ چھوڑے پس مسماۃ ہندہ مذکورہ آئی اور کہا کہ تقسیم میراث میں جلدی نہ کرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکی پیدا ہوگی تو میّت کی ہر دو دختر کو دو تہائی ملے گا اور باقی عصبہ کو ملے گا اور اس کے پسر کی دختر کو کچھ نہ ملے گا اور نہ اس لڑکی کو ملے گا اور لڑکا پیدا ہوا تو ہر دو دختر کو دو تہائی ملے گا اور باقی اس کے پسر کی دختر مسماۃ ہندہ کو مذکورہ اور ہندہ کے پسر کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ سوال اگر کسی شخص سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے اپنی پھوپھی کے پسر کا ماموں اور اپنے ماموں کے پسر کی پھوپھی چھوڑی تو حصہ کیونکر تقسیم ہوگا تو اس سے دریافت کرنا چاہئے کہ آیا اس میّت کی پھوپھی کی بیٹی کا ماموں دوسرا بھی ہے اور ماموں کے بیٹے کی پھوپھی کوئی دوسری بھی ہے یا نہیں ہے پس اگر اس نے کہا کہ دوسرا ایسا ماموں اور پھوپھی نہیں ہے تو جواب دینا چاہئے کہ مال میراث ان دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا کیونکہ اُس کی پھوپھی کے بیٹے کا ماموں اس میّت کا باپ ہے اور ماموں کے بیٹے کی پھوپھی اس کے ماں کے بھائی کی بہن ہے اور جب کہ سوائے ایک کے دوسری نہیں ہے تو اس میّت کی ماں ہے اسی واسطے یہ ہوا کہ باپ کو دو تہائی اور ماں کو ایک تہائی مال ملا۔ سوال اگر ایک عورت نے میراث تقسیم کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ

(۱) یعنی ذوی الارحام کو۱۲

میراث تقسیم کرنے میں جلدی نہ کرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہوگا تو وہ وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث نہ ہوگی اور اگر لڑکا اور لڑکی دونوں ہوئے تو لڑکی وارث نہ ہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سوائے باپ و پسر کے ہر عصبہ کی زوجہ ہو سکتی ہے اور اگر اُس نے کہا کہ اگر لڑکا اور لڑکی دونوں ہوئے تو دونوں وارث ہوں گے اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث نہ ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ باپ [1] کی جورو ہے درحالیکہ وارثوں میں حقیقی دو بہنیں ہوں یا پسر کی جورو ہے درحالیکہ وارثوں میں دو دختر صلبیہ [ا] ہوں اور اگر عورت نے آ کر کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو وارث نہ ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث ہوگی تو یہ پسر کی زوجہ ہے درحالیکہ وارثان موجودہ میں شوہر و مادر و پدر و دختر میّت ظاہر ہوں۔ یا باپ کی زوجہ ہے درحالیکہ وارثان موجودہ میں شوہر و مادر و مادری دو بہن ظاہر ہوں اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کوئی وارث نہ ہوگا اور اگر دونوں وارث ہوں گے تو جواب یہ ہے کہ یہ میّت کے باپ کی جورو ہے درحالیکہ باپ اس سی پہلے مر گیا ہے اور ظاہر وارثوں میں ماں و جد و حقیقی بہن موجود ہیں کیونکہ ایسی حالت میں اگر لڑکا یا لڑکی جنی تو وہ میّت کا پدری بھائی یا بہن ہے پس حصہ مادر نکالنے کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ دادا و حقیقی بہن اور اس مولود کے درمیان تقسیم ہوگا پھر حقیقی بہن اس مولود سے جو اس کو ملا ہے لے لی گئی پس خالی رہ جائے گا اور اگر لڑکا و لڑکی دونوں جنی تو ماں کا حصہ نکالنے کے بعد باقی کی تہائی دادا لے لے گا پھر باقی میں سے حقیقی بہن بقدر نصف کے لے لیں گی پھر جو کچھ رہا وہ اس لڑکا و لڑکی کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو مجھے آٹھواں حصہ ملے گا اور باقی اس کو ملے گا اور اگر لڑکی ہوئی تو مال ترکہ میرے و اس کے درمیان آدھا آدھا ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو مجھ کو پورا مال ملے گا تو جواب یہ ہے کہ ایسی عورت ہے جس نے ایک غلام کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا ہے پھر وہ غلام فقط اس عورت کو حاملہ [2] چھوڑ کر مر گیا ہے۔ سوال ایک عورت اور اس کے شوہر دونوں نے میّت کے مال سے تین چوتھائی پایا اور دوسری عورت و اس کے شوہر نے ایک چوتھائی پایا تو اس کی کیا صورت ہے۔ جواب میّت کی مادری بہن ہے اور ایک پدری بہن ہے اور میّت کے دو چچا زاد بھائی ہیں مگر دونوں میں سے ایک بھائی میّت کا مادری بھائی ہے اور اس مادری بھائی نے اس کی پدری بہن سے نکاح کیا ہے اور دوسرا بھائی اس کی مادری بہن کا شوہر ہے پس پدری بہن کو نصف ملا اور مادری بھائی و بہن کو تہائی مال ملا اور باقی مال ہر دو چچا زاد بھائیوں میں برابر تقسیم ہوا۔

قال المترجم ☆

پس پدری بہن کو ۱۲ میں سے ۶ ملے اور اس کے شوہر مادری بھائی کو فریضہ کے ۲ اور عصوبت کا ایک ملا پس مجموعہ ۹ ہوا یہ تین چوتھائی مال ہے اور باقی ایک چوتھائی دوسری بہن اور اس کے شوہر کو ملا ہے فافہم۔ سوال ایک جورو و خاوند نے تہائی مال پایا اور دوسری جورو و خاوند دونوں نے دو تہائی مال پایا تو صورت بتلاؤ جواب میّت کے مادر و پدر ہیں اور میّت کے پسر کے پسر کی دختر میّت کے پسر کے پسر کے نکاح میں ہے۔

قال المترجم ☆

پس مادر و پدر کو ایک تہائی یعنی چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دوسرے دونوں جورو خاوند کو ملے گا فافہم۔ سوال ایک مرد و اس کی دو زوجہ نے مال میّت تین تہائی پایا تو صورت بتلاؤ جواب میّت کے پسر کی دو دختر میّت کے برادر زادہ یا میّت کے پسر دیگر کے پسر کے پسر کے نکاح میں ہے سوال دو بھائی از جانب مادر و پدر ہیں ان دونوں میں سے ایک شخص نے میّت کا تین چوتھائی مال پایا اور دوسرے نے چوتھائی پایا تو صورت بتلاؤ۔ جواب اس کی صورت یہ ہے کہ میّت کے دو برادر زادہ ہیں کہ دونوں میں سے ایک چچا زاد بھائی میّت

ا صلبیہ یعنی خاص میّت کے پشت سے ہوں ۱۲ (۱) یعنی سوتیلی ماں ۱۲ (۲) صورت تخریج بہت واضح ہے ۱۲

کی دختر کا خاوند ہے۔

قال المترجم ☆

میّت کی دختر کا نصف اور ہر ایک برادرزادہ کا چوتھائی چوتھائی ہوا قال[1] وفیہ نظر فانہ لم یرث عنہ احد ھما فقط ثلثۃ ارباع المال تامل فیہ۔ سوال ایک صحیح وتندرست آدمی ایک مریض کے پاس گیا اور کہا کہ میرے واسطے کچھ وصیت کر دے تو اس نے جواب دیا کہ میں تیرے واسطے کیونکر وصیت کر سکتا ہوں کیونکہ میرے وارثوں میں تو ہے اور تیرے دونوں بھائی اور تیرے مادر و پدر و تیرے دونوں چچا ہیں جواب یہ ہے کہ یہ صحیح آدمی اس مریض کا مادری بھائی ہے اور چچا کا بیٹا ہے اور اس کے دونوں بھائی مریض کے مادری بھائی ہیں اور اس کے مادر و پدر مریض کے مادر و چچا ہیں و اس کے دونوں چچا مریض کے دو چچا ہیں پس حاصل یہ ہے کہ مریض کے تین برادر مادری ہیں اور ماں ہے اور تین چچا ہیں اور اگر کہا کہ میرے وارث تیرے دونوں چچا و مادر و پدر ہیں تو یہ مرد صحیح اس مریض کے مادری بھائی کا بیٹا ہے اور اس کے دو بھائی مادری اور ہیں اگر کہا کہ میرے وارث تیری ہر دو جدہ و تیری ہر دو بہن و تیری ہر دو زوجہ و تیری ہر دو دختر ہوں گی پس صحیح کی ہر دو جدہ اس مریض کی ہر دو زوجہ ہیں اور اس کی مادری دو بہن مریض کی پدری دو بہن اور صحیح کی ہر دو زوجہ میں سے ایک مریض کی ماں ہے اور دوسری اس کی بہن از جانب پدر ہیں اور صحیح کی ہر دو دختر مریض کی مادری بہن ہیں کہ مریض کی ماں اس صحیح سے جنی ہے پس حاصل یہ ہے کہ دو زوجہ ہیں اور تین پدری بہنیں ہیں اور دو مادری بہنیں ہیں۔ سوال میّت نے چوبیس دینار چوبیس عورتوں کے واسطے چھوڑے کہ ہر ایک نے ایک ایک دینار پایا صورت بتلاؤ جواب صورت یہ ہے کہ ۳ زوجہ و ۴ جدہ اور ۱۶ دختر و ایک پدری بہن ہے سوال دو مرد ہیں کہ دونوں میں ہر ایک دوسرے کا چچا ہے۔ جواب صورت یہ ہے کہ عمرو زید میں سے ہر ایک نے دوسرے کی ماں سے نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک بیٹا دوسرے کا از جانب مادری چچا ہے۔ سوال دو مرد میں سے ہر ایک دوسرے کا ماموں ہے جواب عمرو و زید میں سے ہر ایک نے دوسرے کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک کا ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک پسر دوسرے کا ماموں ہے۔

سوال دو مرد میں سے ہر ایک دوسرے کے باپ کا چچا ہے۔ جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی باپ کی ماں سے نکاح کیا اور دونوں کے بیٹا پیدا ہوا۔ سوال دو مردوں میں سے ہر ایک دوسرے کی ماں کا چچا ہے۔ جواب دو مردوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے پسر کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ سوال دو مردوں میں سے ہر ایک دوسرے کے باپ کا ماموں ہے۔ جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی ماں کی ماں سے نکاح کیا پس دونوں کے فرزند پیدا ہوئے۔ سوال دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی ماں کا ماموں ہے۔ جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی دختر کی دختر سے نکاح کیا اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا سوال زید عمرو کا چچا ہے اور عمرو زید کا ماموں ہے۔ جواب صورت یہ ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے پسر نے اس عورت کی ماں سے نکاح کیا اور دونوں کے فرزند پیدا ہوا تو باپ کا پسر اس کے پسر کے پسر کا چچا ہے اور پسر کا پسر اسکے باپ کے پسر کا ماموں ہے۔ سوال ایک شخص ماموں بھی ہے اور چچا بھی ہے۔ جواب مادری دو بھائی ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے کی مادری بہن سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس پسر کا باپ کی طرف سے چچا ہے اور ماں کی طرف سے ماموں ہے اور نیز اگر مادری دو بھائیوں میں سے ایک نے دوسرے کی پدری بہن سے نکاح کیا اور بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس پسر کا باپ کی جانب سے ماموں ہے اور ماں کی جانب سے چچا ہے۔ سوال ایک شخص دوسرے کے باپ کا چچا اور ماں کا چچا ہے۔ جواب

[1] قولہ قال الخ مطلب یہ کہ ایک نے اپنی زوجہ کے ساتھ البتہ تین چوتھائی پایا اور اکیلے نہیں پایا ۱۲

صورت یہ ہے کہ زید کے باپ کے باپ نے اس کی ماں کے باپ کی ماں سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا زید کے باپ کا از جانب پدر چچا ہے اور ماں کا از جانب مادر چچا ہے۔ سوال ایک شخص زید کے باپ کا ماموں اور ماں کا ماموں ہے جواب اس کی صورت یہ کہ زید کی ماں کی ماں کے باپ نے زید کے باپ کی ماں کی ماں سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا پس یہ بیٹا زید کی ماں کا از جانب پدر ماموں ہے اور زید کے باپ کا از جانب پدر ماموں ہے۔ سوال دو مرد ہیں کہ ہر ایک ان میں سے دوسرے کی پھوپھی کا بیٹا ہے دوسرے کے ماموں کا بیٹا ہے۔ جواب اس کی صورت یہ ہے زید و عمرو سے ہر ایک نے دوسرے کی بہن سے نکاح کیا ہے اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا اور ہر ایک نے دوسرے کی بہن سے نکاح کیا ہے اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا پس ان میں سے ہر ایک دوسرے کی پھوپھی اور ماموں کا بیٹا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ سوال دو برادر حقیقی میں سے ایک شخص فقط ایک مرد میّت کا وارث ہوا دوسرا وارث نہ ہوا تو کیا صورت ہے جواب میّت ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا تھا پس اس کا باپ سب مال کا وارث ہوا اور چچا وارث نہ ہوا یہ محیط سرخسی میں ہے سوال زید اور اس کا بیٹا ہے کہ وہ دونوں کو مال ترکہ نصفا نصف ملا تو کیا صورت ہے جواب یہ میّت ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس کے چچا کے پسر نے نکاح کیا حالانکہ اس کا چچا زندہ ہے پھر یہ عورت مری تو اس کا نصف مال اس کے شوہر کو ملا اور باقی اس کے شوہر کے باپ یعنی اس کے چچا کو ملے گا۔ سوال ایک مرد ہے اور اُس کی دختر دونوں نصفا نصف مال کے وارث ہوئے تو کیا صورت ہے جواب یہ ہے کہ ایک عورت ہے کہ جس کے ساتھ اس کے چچا زاد بھائی نے نکاح کیا پس اس سے ایک دختر پیدا ہوئی پھر یہ عورت مری تو اس کی دختر کو نصف مال ملا اور اُس کے شوہر کو نصف مال کا چوتھائی فریضہ میں ملا اور باقی بوجہ عصبہ ہونے کے ملا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

پندرھواں باب ☆

مسائل ملقبہ کے بیان میں

جن مسائل کے نام رکھے گئے ہیں ☆

مسائل مشترکہ میّت نے شوہر و ماں و ماں کی دو اولاد اور حقیقی بھائی و بہنیں چھوڑیں تو نصف زوج کو اور چھٹا حصہ مال کو اور تہائی اولاد مادر کو ملے گا اور باقی سب ساقط ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر بجائے ماں کے ماں کی ماں ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ قول حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے اور یہی علماء کا مذہب ہے اور حضرت ابن مسعود و حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اولاد مادر و پدر میں جو عصبہ ہوتے ہیں وہ تہائی میں اولاد مادر کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول ہے چنانچہ انہوں نے پہلے اسی طور پر فیصلہ فرمایا تھا جو ہمارا مذہب ہے پھر دوسرے سال ایسا ہے ترکہ کا مقدمہ پیش ہوا تو چاہا کہ مثل پہلے فیصلہ کے اسمیں بھی حکم دیں پس ایک ماں و باپ کے بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ اے امیر المؤمنین خیال فرمائیے کہ کیا ہمارا باپ گدھا تھا کیا ہم سب ایک ماں کی اولاد نہیں ہیں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باجتہاد ان لوگوں کو اُن کے ساتھ تہائی میں شریک کر دیا اور فرمایا کہ ہمارا پہلا حکم قضا اپنے حال پر رہے گا اور یہ حکم قضا اپنے حال پر ہوگا۔ پس یہ مسئلہ مشترکہ کہلایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باہم شریک کر دیا ہے اور نیز اس کو حماریہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے درمیان گفتگو میں کہا کہ خیال فرمائیے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا اور واضح ہو کہ اگر بجائے ایک ماں و باپ کے بھائیوں کے فقط باپ کی طرف سے بھائی ہوں تو بالاجماع ساقط ہو جائیں

گے اور مسئلہ اختلافی میں ہمارا مذہب صحیح ہے۔ مسئلہ خرقاء یا درد جد و خواہر چھوڑے اور اس مسئلہ کو خرقاء اس واسطے کہتے ہیں کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو گویا خرق کر دیا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ماں کو چھٹا حصہ اور باقی دادا کو ملے گا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ماں کو تہائی ملے گی اور باقی دو تہائی دادا و بہن کے درمیان تین حصے ہو کر تقسیم ہو گی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ماں کو تہائی اور بہن کو نصف اور باقی دادا کو ملے گا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں بہن کو نصف اور باقی دادو ماں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور دوسری روایت میں بہن کو نصف اور ماں کو تہائی اور باقی دادا کو ملے گا اور یہی قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اور اس کو عثمانیہ بھی کہتے ہیں اسواسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک قول اس میں منفرد ہوا جس نے اجماع کو خرق کر دیا یعنی توڑ دیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ماں کو تہائی اور باقی دادا و بہن کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور علماء نے کہا کہ اسی وجہ سے اس کو خرقاء کہتے ہیں اور مثلثہ عثمان رضی اللہ عنہ و مربعہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور محمۃ الشعبی بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ حجاج نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے اور اگر ان کے ساتھ قول حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ملایا جائے تو مسدسہ ہوگا مسئلہ مردانیہ صورت یہ ہے کہ چھ بہنیں متفرقہ اور شوہر چھوڑا پس نصف شوہر کو اور حقیقی دو بہنوں کو دو تہائی اور مادری دو بہنوں کو تہائی ملے گا اور پدری دو بہن ساقط ہو جائیں گی۔ پس اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۹ تک ہوگا اور اس کو مردانیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ مردان میں الحکم کے زمانہ میں واقع ہوا تھا اور اس کو غراء بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ باہم ان میں مشتہر ہو گیا تھا۔

سیّدنا ابوبکر صدیق و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے حصہ کی بابت مروی روایات ☆

مسئلہ حمزیہ صورت یہ ہے کہ تین جد متحاذیات اور ایک جد اور تین بہنیں متفرقہ چھوڑیں تو حضرت ابوبکر و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ اور باقی مال جد کو ملے گا پس اصل مسئلہ ۶ سے اور تصحیح ۱۸ سے ہو گی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حقیقی بہن کو نصف ملے گا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے علاتی بہن یعنی پدری بہن کو چھٹا حصہ ملے گا اور جدات کو چھٹا حصہ اور جد کو چھٹا حصہ ملے گا اور یہی قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شاذ روایت یہ بھی ہے کہ جدہ جو ماں کی ماں ہے اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی سب جد کو ملے گا اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ اور باقی مال دادا و حقیقی بہن اور پدری بہن کے درمیان چار حصوں پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن نے جو کچھ پایا ہے وہ حقیقی بہن میّت کو واپس دے گی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور اس کی تصحیح ۷۲ سے ہو گی اور اختصار کرنے سے ۳۶ سے رہے گی جس میں سے جدات کو ۶ سہام اور حقیقی بہن کو اس کے حصہ اور اس کے پدری بہن کے حصہ کے سب ۱۵ سہام اور دادا کو پندرہ سہام ملیں گے اور اس کو حمزیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ شیخ حمزۃ الزیات سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے اسی طور سے جو ہم نے ذکر کئے ہیں سب جوابات دیئے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان' ایک معاماۃ کا حل ☆

مسئلہ دیناریہ صورت یہ ہے کہ میّت نے زوجہ و جدہ و دو دختر اور حقیقی بارہ بھائی و ایک بہن چھوری اور ترکہ میں چھ سو دینار چھوڑے پس جدہ کو چھٹے حصہ کے سو دینار اور ہر دو دختر کو دو تہائی کے چار سو دینار اور زوجہ کو آٹھویں حصے کے ۷۵ دینار اور باقی رہے ۲۵

دینار تو ہر ایک بھائی کو دو دو دینار اور بہن کو ایک دینار ملے گا اور اسی دیناروں کی وجہ سے اس کو دینار یہ کہتے ہیں اور اس کو داؤ دیہ بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ شیخ داؤ دطائی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا پس اُنہوں نے اسی طور سے تقسیم کیا تو میّت کی بہن حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئی اور کہا کہ میرا بھائی مر گیا اور اُس نے چھ سو دینار چھوڑے پس مجھے اس میں سے سوائے ایک دینار کے کچھ نہ دیا گیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ ترکہ کس نے تقسیم کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ آپ کے شاگرد شیخ داؤ دطائی نے تو امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ ایسا نہیں ہے جو ناحق ظلم کرے۔ تجھ سے پوچھتا ہوں کہ بھلا تیرے بھائی نے جدہ چھوڑی ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں پھر فرمایا کہ بھلا دو دختر چھوڑی ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں پھر فرمایا کہ بھلا زوجہ چھوڑی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں پھر فرمایا کہ بھلا تیرے ساتھ بارہ بھائی چھوڑے ہیں؟ اُس نے کہا کہ ہاں۔ پس امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پس ایسی حالت میں تیرا حق ایک ہی دینار ہے اور اس مسئلہ کے حل کرنے سے فضیلت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہر ہے کیونکہ یہ مسئلہ معاماۃ [1] سے ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ ایک میّت نے چھ سو دینار چھوڑے اور مرد وعورت ملا کر سترہ وارث چھوڑے جن میں سے ایک وارث کو فقط ایک دینار ملا ہے فافہم مسئلہ امتحانیہ صورت یہ ہے کہ ۴ زوجات اور ۵ جدات اور ۷ دختر اور ۹ پدری بہنیں پس اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوا جس میں سے زوجات کو آٹھویں کے ۳ سہام ملے اور جدات کو چھٹے حصہ کے ۴ سہام ملے اور دختروں کو دو تہائی کے ۱۶ ملے اور بہنوں کو باقی ایک سہم ملا اور اس صورت میں ہر فریق کی تعداد سہام و تعداد وارثان میں توافق نہیں ہے اور فریق وارثوں کی تعداد میں بھی باہم توافق نہیں ہے پس یہ ضرورت پیش آئی کہ فریق وارثوں میں ایک کی تعداد کو دوسرے میں ضرب دیا جائے پس چار کو پانچ میں ضرب دیا تو ۲۰ ہوئے پھر اس کو سات میں ضرب دیا تو ۱۴۰ ہوئے پھر اس کو ۹ میں ضرب دیا تو (۱۲۶۰) ہوئے پھر اس کو اصل مسئلہ یعنی ۲۴ میں ضرب دیا تو (۳۰۲۴۰) ہوئے اسی سے تصحیح مسئلہ ہوگی اور اس سے امتحان کرنے کی صورت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے چند اصناف وارثان چھوڑے کہ ہر صنف کی تعداد دس سے کم ہے مگر تصحیح مسئلہ بدون اس کے نہیں ہوسکتی ہے کہ مبلغ تصحیح تیس ہزار سے بڑھ جائے تو تعداد و اصناف وارثان بتلاؤ۔ مسئلہ مامونیہ صورت یہ ہے کہ میّت نے مادر و پدر و دو دختر چھوڑیں پھر ہر دو دختر سے ایک دختر مری اور وہ وارث چھوڑے جو میّت اوّل نے چھوڑے ہیں اور اس کو مامونیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ مامون رشید نے چاہا کہ کسی کو بصرہ کا قاضی مقرر کرے پس اس کے سامنے یحییٰ بن اکثم پیش کئے گئے تو اس نے ان کو حقیر جانا اور اُن سے یہی مسئلہ دریافت کیا۔

پس یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ اے سلطان مجھ کو یہ بتلا دیجئے کہ میّت اوّل مرد تھا یا عورت تھی پس مامون رشید کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص عالم ہے پس ان کو عہدہ دے کر قاضی مقرر کیا اور بات یہ ہے کہ میّت اوّل کے مرد ہونے اور عورت ہونے کے اختلاف سے اس صورت میں جواب مختلف ہوتا ہے کیونکہ اگر میّت اوّل مذکر ہوگا تو مسئلہ ۶ سے ہوگا جس میں سے ہر دو دختر کو دو تہائی اور ہر ایک مادر و پدر کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا پھر جب ایک دختر مری تو اُس نے ایک بہن چھوڑی اور جد صحیح یعنی دادا سگا یعنی باپ کا باپ چھوڑا اور سگی دادی یعنی باپ کی ماں چھوڑی پس چھٹا حصہ دادی کو ملے گا اور باقی دادا کو ملے گا اور بہن ساقط ہو جائے گی یہ بنابر قول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہے اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دادی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی سہام دادا و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوں گے اور تصحیح مناسخہ انہیں قواعد کے موافق ہوگی جو پہلے مذکور ہوئے ہیں اور اگر میّت اوّل عورت ہوگی تو جب کہ دختر مری ہے یعنی میّت ثانی تو اُس نے ایک بہن چھوڑی اور جدہ صحیحہ

---

(۱) ایسی بات بولنا جس کا پتہ نہ لگے ۱۲

یعنی ماں کی ماں چھوڑی اور جد فاسد یعنی ماں کا باپ تو اسکی نانی کو چھٹا حصہ ملے گا اور بہن کو نصف ملے گا اور باقی بھی انہیں پر رد کر دیا جائے گا اور بالا جماع جد فاسد ساقط ہو گا کذا فی الاختیار شرح المختار وہذا آخر ما اردنا من اتمام ترجمۃ المجلد العاشر من الفتاویٰ الہندیۃ بحمد اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ فی غایۃ الاستعجال مع مالی من تفرق الحال وتشتت البال ضحوۃ الاربعاء سبعۃ وعشرین خلت من ربیع الاوّل ۱۳۰۲ میں الہجریہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنہ کہ جس نعمت باقیہ صالحہ کی مدت سے تمنا تھی اُس نے اپنے سایۂ دولت سے دینداروں کو سرفراز کیا یعنی کتاب مستطاب فتاویٰ ہندیہ کا اُردو ترجمہ جو فتاویٰ عالمگیریہ کے نام سے مشہور ومعروف ہے مترجمہ عالم یلمعی فاضل لوذعی جناب مولانا مولوی سید امیر علی طاب ثراہ۔ بہ تصحیح تام وتنقیح مالا کلام باہتمام کیسر یداس سیٹھ سپر نٹنڈنٹ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں بماہ ستمبر ۱۹۳۲ء قالب طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ضیا بخش دیدۂ ناظرین باتمکین ہوا۔ امید کہ مؤمنین موقنین اس گوہر گرانمایہ کو نقد دل سے خرید کریں گے۔

طبع جدید

اللہ عز وجل کی بے پایہ رحمت اور فضل کے سبب آج ۱۲/فروری ۲۰۰۵ء بمطابق ۱۱ محرم کو ادارہ ''مکتبہ رحمانیہ'' الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ فتاویٰ جلیل، عدیم المثیل، منبع مسائل واحکام، مشرع افتاء ووقائع انام، مدار دومعتمدین اسلام، حاوی احکام دینیہ، شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاویٰ درفقہ حنفیہ یعنی فقہ کی مشہور ومعروف کتاب ''فتاویٰ ہندیہ'' المعروف بہ ''فتاویٰ عالمگیریہ'' کو تسویب، عنوانات و حواشی (اضافی) کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

فرہنگ☆ فتاویٰ ہندیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ صحبہ و علی جمیع عباد اللہ الصالحین اجمعین اما بعد جب یہ فتاویٰ بفضل وتوفیق الٰہی سبحانہ تعالیٰ پورا ترجمہ ہوا تو جن الفاظ کا ترجمہ اپنے مقام پر غیر مناسب یا غیر ممکن یا میرے نزدیک ناگوار یا موہم تھا اُن کو بطور فرہنگ (لغت) کے آخر کتاب میں لاحق کیا تاکہ دِقت نہ ہو واسال اللہ بقالی النصر والعصمۃ عن الخطاء الزلۃ ھو حسبی و نعم المولٰی ونعم النصیر۔

الف

اجارہ لغت میں منفعتوں کا بیچنا اور شرع میں خالی منافع کی بیع بالقصد جائز نہیں ہے لہٰذا شرعاً حق حکم میں بیع منافع ہے اور حق عقد میں نہیں ہے لیکن کتاب الحیل میں اس پر ایک سخت اشکال مذکور ہے وہاں سے معلوم کرنا چاہئے۔ موجودہ شخص جو اجارہ دے کسی چیز کو۔ اس کو اجر بمد الف بھی کہتے ہیں بین اور فقہا اُس کو مواجر بھی کہتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کما حققہ العینی اور اجیر بوزن امیر جو اپنی ذات کو اجارہ دے یعنی نوکر و مزدور، مستاجر جو اجارہ لے بکسر الجیم اور مستاجر بفتح جیم وہ چیز جو اجارہ لی گئی جس کو مترجم اجارہ کی چیز لکھتا ہے اجر بالفتح واجرۃ بالضم مزدوری۔

اصطبل وہ جگہ جو چوپایہ کے لیے مہیا کی گئی ہو۔ تھان اور دیار مغرب میں یہ احاطہ کے اندر ہوتا تھا۔ اونٹوں کے اصطبل کو مبارک اور بکریوں کے مقام کو مرابض کہتے ہیں۔

اقط پنیر و جغرات۔

اغماء ایسی بے ہوشی جو بغیر نشہ وصدمہ کے ہو اور اہل لغت مطلق بے ہوشی کہتے ہیں اس میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے بخلاف جنون کے کہ اس میں عقل سلب ہوتی ہے اور مغمیٰ علیہ جس پر بے ہوشی طاری ہو اُس کا مقابل مفیق ہے جیسے مجنون کا مقابل عاقل۔

انزال بکسر اوّل اُتارنا اور کنایہ ہے مرد یا عورت کے بلذت جماع منی نکل جانے سے و فی جامع الرموز مردہ عورت یا چوپایہ زندہ کے وطی سے بلا انزال وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ آلۂ تناسل دھونا واجب ہے کما فی صوم النظم۔ میں کہتا ہوں کہ متون میں غسل واجب نہ ہونا البتہ مذکورہ ہے اور بالفتح جمع نزل جو مسافر مہمان کے لیے دعوت دین اور انگور وغیرہ کے جو خوشہ اُتریں۔

☆ (فر۔ ہنگ) (ف۔ا۔ مؤنث) دانائی، دانش (۲) لغت کی کتاب، ڈکشنری (اضافہ جات کیلئے بندہ استاذ محترم مولانا عبدالرؤف حفظہ اللہ کا مشکور ہے)

احبال — باب افعال حاملہ کر دینا۔ بالفتح جمع حبل بمعنی حمل وبمعنی رسّی۔

انذار — ڈرسنانا۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نافرمانوں کو عذاب دوزخ سے منذر تھے۔

اساءۃ — بدی کرنا، برائی کرنا، وقالوا۔ دوزخ سے کم سزا کا کام اور مترجم جلد اوّل اکثر اس کا ترجمہ بمعنی لغوی لکھ دیتا ہے۔

انتقال — ایک جگہ سے دوسری جگہ ہو جانا۔ اسی سے موت کو کہتے ہیں اور نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن پر انتقال قہستانی نے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ہے اور رکوع وسجدہ سے سر اُٹھانا امام محمدؒ کے نزدیک فرض ہے مگر متون مشورہ میں اس کا ذکر نہیں ہے اقول شاید اقامۃ الصلوٰۃ سے نکالا ہو ورنہ فرض کا طلاق خلاف اصطلاح ہے اور شاید وجوب مراد ہو۔

استبراء — فقہ میں باندی کا رحم حمل سے پاک دریافت کرنا بذریعۂ حیض کے اور یہاں تین حیض کا نصف نہیں بلکہ ایک ہی حیض سے براءۃ ثابت ہو جاتی ہے۔

ارش — وہ عوض مالی جو کسی زخمی کرنے یا عضو تلف کرنے والے پر زخمی کے لیے واجب ہو۔

استیلاد — باندی کو جس کی ملکیت حقیقۃً یا حکماً ثابت ہو اس طرح اپنے تصرف میں لانا اُس کو حمل رہے پھر اگر بچہ ہوا یا ایسا پیٹ گرا کہ خلقت پوری ظاہر ہوگئی تھی تو باندی ام الولد ہوگئی کہ اُس کی بیع وغیرہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور بعد الموت وہ خود آزاد ہو جائے گی۔

استخفاف — کسی چیز کو ہلکا وخفیف جاننا ہے اس کے ساتھ برتاؤ ایسا کرنا جس سے یہ ثابت ہو۔

استہزاء — ٹھٹھا کرنا خواہ باتوں سے یا کسی فعل سے اور اول اصل ہے۔

اسراف — جس قدر حکم شرع ہے اُس سے زیادہ خرچ کرنا اور یہ احوال واشخاص کی راہ سے مختلف ہے چنانچہ دو آنہ کے مزدور کو تنزیب کا انگرکھا اسراف ہے۔

اتجار — تجارت اختیار کرنا، تاجر سوداگر ومتاع فروش۔

اضطجاع — کروٹ سے لیٹ جانا اور کبھی مطلقاً لیٹ کر آرام لینے کو کہتے ہیں۔ اصل بالتاء ہے۔

ازار — لنگی، تہبند اور جب پانجامہ دوختہ قطع خاص ہو تو سراویل کہتے ہیں۔

اعمیٰ — اندھا اور اگر ایک آنکھ ہو تو اعور ہے اور واضح ہو کہ کبھی ایسے شخص کو بھی اعمیٰ کہتے ہیں کہ جس کے خالی بینائی نہ ہو جیسے موتیا بند میں ہوتا ہے۔

اقالہ — بیع پھیر لینا باہمی رضامندی سے وہ غیروں کے حق میں ایسا ہے کہ گویا مشتری نے پھر بائع کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اس کا فائدہ باب الاقالہ مین ظاہر ہوگا۔

ادوات — دُکاندار کے کام کی چیزیں جیسے پالودہ والے کے برتن اور آلات کاری گر کے اوزار ہتھیار جیسے بڑھئی کی آری وغیرہ۔

ابقع	جامع الرموز میں لکھا ہے کہ نجاست کھانے والا کوا اور اسود کالا کوا اور صراح میں زاغ بیر لکھا اور میں نے ہر سہ اقسام زاغ کو ذبائح و بعض مقامات مقدمہ میں لکھ دیا ہے۔
احرام	لغت میں بمعنی منع و باز رکھنا۔ قالہ ابن الاثیر اور شرع میں چند چیزوں کا واجب کرنا اور چند چیزوں سے روکنا جیسے کہ ہدایہ کے باب التمتع میں ہے۔
احتجام	پچھنے دلوانا، حجامت، پچھنے دینا۔
اجر المثل	ایسے کام کے مثل کام کی جو کچھ اجرت ہوتی ہو۔ مہر المثل ایسی عورت کے مثل عورت کا جس قدر مہر ہوتا ہو۔
ارج	ایک قسم کی عمارت ہے کہ پیش طاق کی طرح خمیدہ بناتے ہیں۔
اجر مسمیٰ	وہ اُجرت جو عقد کے وقت موجر و متاجر میں ٹھہری ہو۔
احول	بھینگا۔ جو ایک کو دو دیکھتا ہو جس کو حول کی بیماری ہو۔
انقیاد	فرمانبرداری کرنا حکم ماننا۔
انبساط الازواج	مرد و عورت میں گلے لگانے و بوسہ لینے وغیرہ کی بے تکلفی سے ظاہر ہو کہ جورو مرد ہیں۔
اقرار	اپنے اوپر یا دوسرے پر کسی غیر کے حق کا اقرار کرنا۔
استثناء	متعدد چیزوں میں سے بعض کو نکالنا اور عالمانہ طور پر اُس کی تعریف اصول میں ہے۔ قسم و طلاق وغیرہ کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ کہنا۔
اہل بدعت	جو لوگ دین میں خواہ اصول میں ہو یا فروع میں ہو بدون دلیل شرعی کے کوئی بات نئی پیدا کریں اکثر اعتقاد کے بدعتی کو اہل ہوا کہتے ہیں۔ مبتدع جمع مبتدعین۔
اصیل	وہ کہ جس پر دراصل حق لازم تھا اُس کی کفالت سے کفیل پر آیا۔
استیفاء	سب لے لینا۔ بھرپور وصول پانا۔
احصار	خانہ کعبہ تک پہنچنے میں روک حائل ہونا خواہ مرض ہو یا دشمن وغیرہ۔
اعیان	جمع عین جو بمقابلہ دین ہو اور کبھی معانی کے مقابلہ میں بولتے ہیں۔
اتلاف	تلف کر دینا۔

الباء

بنج	بنون و جیم معرب بنگ جس کو لغت میں اجوائن خراسانی لکھا۔ بھنگ مکروہ تحریمی ہے۔
بساط	فرش، بچھونا۔
بطریق	رومی سردار و حاکم صوبہ و شہر۔ جمع بطارقہ۔
بروی	عمدہ اقسام خرما میں سے ایک قسم ہے۔ بالکسر جامع الرموز میں لایا کہ ترکی گھوڑا یا خچر گدھا اور منتخب وغیرہ میں تفصیل طویل ہے اور اکثر استعمال کتب فقہ میں عربی گھوڑے کے مقابل ہے یعنی دوغلا گھوڑا۔

بُر	بالضم وراء مہملہ گیہوں۔
بز	بالفتح وزاء منقوطہ سوتی کپڑے۔ بزاز۔ان کا بیچنے والا اور ہمارے استعمال میں سوئی واونی وریشمی سب کا بیچنے والا بزاز ہے۔
بیطار	جو چوپایہ وغیرہ جانوروں کا علاج کرتا ہے اور بزغ اس کے نشتر دینے کو کہتے ہیں۔ جیسے آدمی مین فصد ہے۔
بجر	بفتحتین ناف نکل آنا اور اُس کی جڑ بھاری پڑ جانا۔
بگنی	بالفتح وکاف فارسی شراب کہ جو جوار وچاول وغیرہ سے بناتے ہیں۔
بلانہ	بدکارہ وفاسق ونابکارہ فاحشہ اور بلا بچہ حرام زادہ ظاہر مخفف بلا بہ بچہ۔
باذق	گدر چھوارے کا پانی پکا کر تھوڑا سا اُڑانے کے بعد باذق شراب کہلاتا ہے۔
بُسر	غورۂ خرما۔ کیری جو بڑی ہو چکی ہو اور کیا ستہ البُسر عنقود النخل ہے۔
بیت	جس جگہ رات گذاری جائے لیکن عرف میں اس مطلب کے لائق چار دیواری وچھت و دروازہ دار ہو۔ یعنی جیسے ہمارے یہاں کوٹھری ہوتی ہے۔ جامع الرموز وغیرہ میں لکھا کہ ماوای آدمی خواہ مٹی و پتھر کا ہو خواہ بالوں کا۔
بلد	آبادی کا نام ہے کہ عمارت ومکانات بضد کو محیط ہو۔ میں کہتا ہوں کہ قریہ سے بڑا ہونا بھی معروف ہے۔
بُستان	باغ چار دیواری کا جس میں متفرق درخت اسی طرح ہوں کہ زراعت کرنا بھی ممکن ہو بخلاف کرم کے۔
بغاث	غبن معجمہ قسم پرند کہ مردار خوار ہے کہا گیا کہ گج یا گدھا ہے اور اوس وخزرج کی سخت لڑائی والا دن یوم البعاث بعین مہملہ ہے۔
بذر کتان	السی کے بیج کہ وہ بھی السی مشہور ہیں۔
بنت لبون	لغت میں وہ مادہ بچہ جس پر تین سال گذرے ہوں مگر شرع مین دو سال معتبر ہیں اور یہی کی حقہ وجذعہ میں معتبر ہے۔
بیعہ	عبادت خانہ، یہود جیسے کلیسا عبادت خانہ نصاریٰ اور کبھی مجازاً ایک دوسرے کے لیے مستعمل ہے۔
بینہ وبرہان	فقہاء کے عرف میں گواہوں کے لیے ہے گویا گواہ کا ہونا دعویٰ کے لیے برہان وبینہ میں۔اسی واسطے ایک گواہ کو بینہ نہیں کہتے الامجازاً۔
بیاع	وہ شخص جو اُجرت پر لے کر لوگوں کا مال فروخت کرے کذافی وکالۃ الذخیرہ۔
بکری	شاۃ کا ترجمہ ہے اکثر شاۃ کا لفظ بھیڑی وغیرہ کو بھی شامل ہے جدی دودھ پیتا ہوا بز غالہ ہے۔

حرف پ

پیداوار	اکثر کھیتی وغیرہ میں مستعمل ہوا اور ثمر کا ترجمہ جہاں ہے پھل لکھا گیا ہے اور حرف ث میں دیکھو۔
پلیدی	عذرہ کا ترجمہ ہے جس کے معنی آدمی کا پیخانہ۔

پیچھا پکڑنا	ملازمت کا ترجمہ ہے اور تحقیق اس کی باب مشکلات ومتشابہات میں دیکھو۔

حرف ت

تخلیہ	خالی کر دینا، تنہائی کر دینا۔
نافہ	تھوڑی حقیر چیز، بے مزہ، جس میں کچھ مزہ نہ ہو۔
نکاح	نکاح میں لیناو تزوج نکاح میں دینا۔
تماثیل	جمع تمثال، آدمیوں کی مورتیں و بت بقولہ تعالیٰ ماہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون اور کبھی مجازاً پھول پتی وغیرہ کی تصویر کو کہتے ہیں۔
ترویج	براء مہملہ رواج دینا چلن چلانا
تبر	سکہ سے پہلے سونا و چاندی تبر ہین اور سکہ کے بعد عین ہیں اور کبھی تانبے و پیتل ولوہے کو بھی کہتے ہیں لیکن سونے کے ساتھ اس کا زیادہ مخصوص استعمال ہے جامع الرموز۔
	تبر بتائع وباء کا ترجمہ تپر پت کہا گیا ہے۔
تلجیۂ	ظاہر میں بیع وغیرہ کا عقد کرنا حقیقت میں نہیں۔
تدبیر	شرع میں مملوک کا بعد موت آزاد قرار دینا بدون تفصیل کے جامورالرموز۔
تہایو	مشترک چیز میں باہمی رضامندی سے منفعت حاصل کر کے باری مقرر کرنا۔
تابہ	توا۔ معرب اس کا طابق اور بمعنی جھابہ بھی مستعمل ہے۔
تابخانہ	حمام اور باورچی خانہ جس میں تنور ہو۔
تنور	معروف جس میں روٹی لگاتے ہیں۔
تمغاجی	چوکوتوال کی طرف سے اجناس پر مہر کر کے محصول لیتا ہے اور نقرہ طمغاجی کھری چاندی۔
تکہ	ازار بند کذافی الغیاث۔
تفکہ	میوہ کھانا اور فقہ میں جس سے غذا و دوا مقصود نہ ہو بلکہ مزے عیش کے لیے کھائیں۔
تالہ	پودا
تمویہ	سنہرا اور دپہلا کرنا و بمعنی مکر و فریب و تملق، منتخب۔
تشذیب	بذال منقوطہ درخت انگور وغیرہ کو پیراستہ کرنا۔
ترجیع	آواز دوہری کر کے باریک سے بلند کر کے قراءف کرنا اور مصیبت میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا۔

حرف ث

ثمر	پھل جو کچھ درخت میں لگے بدون کسی کے ساخت کے مثل طلع وخلال وبلح وبسر ورطب وثمر وجمار دخام وبس کے۔

ثرید	گوشت جمع شوربا میں روٹی ڈال کر مل دیتے ہیں اور کبھی خفیف پکاتے بھی ہیں جیسے ہندوستان میں ٹکڑے ہوتے ہیں۔

حرف ج

جبن	پنیر۔
جزاف	معرب گزاف۔ مثلاً گیہوں کی ڈھیری جس کی ناپ وتول کچھ معلوم نہ تھی اس کو کسی قدر دام کو بیچا تو اُس نے گیہوؤں کو بطور جزاف بیچا اور کام کو بغیر سوچے سمجھے آسان کر لینا۔
جزور	بالفتح ذبح کرنے کے اونٹ خواہ نر ہو یا مادہ ہو جمع جزر بضمتین آتی ہے۔
جوشیدہ	جوش دیا ہوا۔
جوزینہ	جس میں جوز پڑ کر بنتا ہے بمانند لوازینہ جیسے ہندوستان میں اخروٹ کا حلوا سوہن۔
جمد	برف۔ جم جانا، عین چشمہ بے آب، جامد بستہ۔
جدع	بدال بے نقطہ، ناک، کان، ہاتھ، ہونٹ کاٹنا مجدوع جو ایسا کیا ہوا ہو۔
جذع	بذال نقطہ دار، اونٹ کا بچہ کتاب الزکاۃ، دیکھو اور فصل مشکلات و متشابہات، جذرع درخت کی پالوشہتیر خواہ تراشیدہ ہو یا نہ ہو۔ دھنیاں۔
جوزجانیات	بعض مسائل نوادر جو امام محمدؒ سے علاوہ اصول کے مروی ہیں بنام کیسانیات و جوزجانیات وغیرہ نسبتی ناموں سے معروف ہیں وہذا القدر ملکفی۔
جانی	جنایت کنندہ جنایت جرم قتل یا جرح وزخم وغیرہ۔ اکثر اطلاق ظلم وتعدی کے جرم پر ہے۔
جوال	معرب گوال، تھیلا، گون۔
جفن	پلک، تلوار کا میان، بڑا پیالہ۔
جل	جھول مگر گھوڑے کے لیے مخصوص ہے اور دن کے لیے مجازاً۔ اکاف پالان خر۔
جعل	وہ مزدوری جو بھاگے غلام پکڑ لانے والے کے لیے شرعاً مقرر ہے مجازاً مزدوری۔
جناح	گناہ یا اسی کا معرب ہو بال، جناح العار معروف۔

حرف چ

چکنی	عربی الیہ فارسی دنبہ۔
چوپایہ	ترجمہ دابہ ہے۔

حرف ح

حرہ	عورت آزادہ خواہ اصلی یا آزاد ہو گئی ہو اور باندی ومملوکہ ولونڈی اس کے مقابلہ میں ہے۔

حرمت رضاع — جو دودھ کی وجہ سے حرمت ہو۔

حق حضانت — پرورش طفل صغیر کا حق۔

حسنہ — جو کام شرع سے ثواب ملنے کا ثابت ہو۔

حجام — پچھنے لگانے والا اور نائی کو حلاق کہتے ہیں اور مجازاً ایک دوسرے پر بھی آتا ہے۔

حریم — گرداگرد چشمہ و کنواں و نہر کا ہر ایک کی ضرورت سے شرع میں حد مقرر ہے۔

خطیرہ — جو جانوروں کے رہنے کے لے جنگل میں لکڑیوں و کانٹوں سے روندھ کر بنا دیتے ہیں اور کبھی مچھلیوں کے لیے بناتے ہیں۔

حفید — ناتی پوتے۔

حشو — بھرتی جو قبا وغیرہ کے تہ میں بھری جاتی ہے اور حشو خرمانا کارہ۔

حدید — لوہا اور تیز دھار وار ہتھیار و ہر چیز۔

حنای زین — لکڑی یا کوہان زین میں نکلا ہوا معروف۔

حرز — جای محفوظ جس طرح کہ اپنے پاس رہنے کے لیے محفوظ ہو سکے مثلاً انگوٹھی کو انگلی مین ڈال لینا اور یہ معتبر نہیں ہے وہ ایسی طرح ہو کہ کوئی ڈاکہ ڈالنے والا اور زبردستی لینے والا اُس کو نہ لے سکے مثلاً لوہے کے صندوق میں مقفل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس طور پر یہ چیز محفوظ رہ سکتی ہو ضائع نہ چھوڑے۔

حریر — ریشمی کپڑا۔

حاصلات — پیداوار ہر چیز کو منافع۔

حقیبہ — بارواں۔

حصن — قلعہ و گڑھی و حلبولہ درمیان میں حائل ہونا استوار۔

حرف خ

خمار — اوڑھنی۔

خلع — رسی سے گردن نکال دینا عورت کا اپنے شوہر سے کسی مال پر طلاق بائن لے لینا عندالحنفیہ۔

خلخال — پازیب واس کے مانند۔

خز — میلا ریشم یا میل کا کپڑا۔

خشمرانی — قسم گیہوں کی ملک ماوراء النہر میں معروف ہے۔

خان — کارواں سرائے۔

حرف د

وملدج — بازو بند۔

وردی	تلچھٹ۔
درب	دریہ اور سرحد کا راستہ۔
دعائم	جمع دعامہ، ستون۔
ولب	چنار، کچنار وقسم جانور دیکھو مقدمہ۔
دودھیا درم	سپید، چاندی کے درم
دکان	چبوترہ، جہاں متاع واسباب تلے اوپر رکھا ہو۔ معروف۔

حرف ذ

ذولت القیم	وہ چیزیں جن کے بجائے اُن کی قیمت ہو سکتی ہے اور مثل نہیں ٹھیک پڑتا۔
ذی رحم	جس سے پیٹ کا ناتا ملا ہو بخلاف نکاحی رشتہ دار کے۔

حرف ر

رواء	چادر جو چادر کی طرح اوڑھی جائے۔
رقعہ	عینی نے کہا کہ رقعۃ الثوب غلطۃ یعنی کپڑے کی گندگی۔
رقبہ	گردن اور تمام جسم سے تعبیر ہوتی ہے۔
رصاص	قلعی ایک قسم کا رانگ ہے اور درم وصاص یعنی ملمع کیا ہوا۔
رتقاء	وہ عورت جس کو رتق کا مرض ہو اور عیوب البیوع میں مذکور ہے۔
رہص	پشتہ کنکروں و پتھروں کا۔
رضخ	جو جہاد میں عورتوں وغیرہ ایسی خدمت کرنے والوں کو دیا جاتا ہے جن کیلئے کوئی حصہ شرع میں مقرر نہیں ہے۔
رساتیق	جمع رستاق پرگنہ۔
ریح السیل	آنکھ میں ایک قسم کی بیماری ہے اور بیوع کے عیوب میں مذکور ہے۔
رحم	بچہ دان جس سے اولاد ہوتی ہے پھر اولاد کی اولاد جہاں تک ہوں رحم میں ناتا رکھتی ہیں۔

حرف ز

زرنیخ	ہرتال۔
زمزمہ	باریک آواز سے خوش الحانی کرنا۔

حرف س

سہوکت	بسایند مچھلی وکساووزنگ کی۔
سقمونیا	ایک قسم کی دوا معروف ہے جو پت کے لیے دیتے ہیں۔

سلکہ	ڈورا جس کو عورتیں سلنگہ کہتی ہیں۔
سجل	فیصلہ قاضی مہری ودستخطی جس کی نظیر ڈگری ہے۔
سلعہ	اسباب جوفروخت کے لیے ہو۔
سفتجہ	روپیہ ایک شہر میں دیا کہ دوسرے شہر میں وصول کرے گا تاکہ راہ کے خطرے سے بچے
سقی	قسم گیہوں جو کچی زمین سے پیدا ہوا اور نجسی اُس کا مقابل ہے کہ فقط مینہ کے پانی سے پیدا ہو۔
ساتھ لگادینا	ملازم ہونا ہر وقت قرض دار کے ساتھ رہنا تاکہ اس کے کسب سے قرضہ وصول کرے۔

حرف ش

شقہ	پارچہ ٹکڑا۔
شبکہ	جال، دام، خانہ دار۔
شرج اللبن	کچی اینٹوں کا سنوار رکھنا۔
شقراق	جانور ہے مقدمہ دیکھو۔

حرف ص

صفح	درگذرنا۔
صعلوک	مفلس نادار محتاج۔
صولجان	معرب چوگان۔
صکوک	جمع صک معرب چک ومقدمہ دیکھو۔
صحراء	جنگل بے نبات۔

حرف ع

عقر	وطی شبہہ وغیرہ میں کہ بلا نکاح صحیح ہو جو تاوان دینا پڑے۔
عزادار	جس کے قریب کا انتقال ہو گیا اور لوگ اُس سے ماتم پرسی کریں۔
عذار	جو گھوڑے وغیرہ کے ساز میں معروف ہے۔
عریش	مچان انگور کے باغ وغیرہ میں بناتے ہیں۔
عدالی	قسم درم۔

حرف غ

غلق	کلیدان، دربند، کھٹکا۔
غطریفیہ	قسم درم۔

غلہ حاصلات، پیداوار۔

حرف ف

فالیز پالیز، خربزہ وغیرہ کی معروف ہے۔
فور جلدی بلا تاخیر۔

حرف ق

قمقمہ آفتابہ معروف۔
قائد آگے سے جانور وغیرہ کو لے چلنے والا اور سائق پیچھے سے ہانکنے والا۔
قصاص بدلا خواہ کسی عضو کا ہو یا جان کا۔

حرف ک

کراع گھوڑے۔
کاریز زمین کے اندر ہی اندر پانی کا راستہ۔
کرم چار دیواری کا باغ انگور۔
کوہ پانی لینے کا مفتح۔

حرف گ

گوبر سرگین وسرقین کا ترجمہ۔

حرف ل

لوزینہ جس حلوا ئین لوز پڑا ہو۔
لینہ گھنڈی۔

حرف میم

مزورہ ماش و مونگ وغیرہ مصالحہ دے کر پکاتے ہیں۔
مزاح دل لگی۔
متعہ جو طلاق دی ہوئی عورت غیر مدخولہ وغیر مہر مسمّی کو دیا جائے اور متعہ شیعہ حرام ہے۔
مری نرخرہ پانی و اناج کا راستہ۔
مساقات بٹائی پر درخت دینا جیسے معاملہ۔
مقاصہ اولاد بدلا کر دینا۔
مولی العتاقہ آزاد کرنے سے جو ولایت باقی رہتی ہے۔

حرف ن

ناذق	تل۔
نبل	قسم تیر اور کشاب بھی۔
نوائب	جمع نائبہ نکس۔
نتاج	پیدائش

حرف و

ورس	خوشبودار گھاس کی قسم ہے۔
وصیف	چھوکرا یا چھوکری۔
ودیعت	حفاظت کے لیے امانت رکھنا۔
وداجین	رگہائے گردن۔

حرف ہ

ہجین	دوغلا گھوڑا۔
ہزیمت	بھاگ جانا۔
ہمیان	ہمیانی معروف۔
ہزل	ٹھٹھول کے طور پر ایسا کام جو کبھی قصد سے کیا۔

حرف ے

یمین	قسم۔
یارمند	دوست۔ معاون
یافت	آمدنی، کمائی، (بالائی آمدنی ورشوت کے معنی میں بھی مترجمؒ نے اس جلد میں استعمال کیا ہے)
یجروید (پڑھنا)	ہندوؤں کے چار ویدوں میں سے دوسرا وید، جس میں قربانی کے رسوم وآداب درج ہیں۔ (یا وہ گوئی وہ لغویات سے اَٹا پڑا ہے)
یک جدی	ایک دادا کی اولاد، اجدادی، موروثی (یہ لفظ کتاب الفرائض میں استعمال ہوا ہے)
یوجنا	ستائش، تعریف، منصوبہ بندی
یکدھر	فوراً
یک لوتا	اکلوتا، اکیلا، فرد، واحد اولاد (کتاب الفرائض میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے)

نوٹ ☆ جن کتب سے فرہنگ میں اضافہ جات کئے گئے اُن میں المعجم، فرہنگ آصفیہ، فیروز اللغات اور اشرف الہدایہ شامل ہیں۔ (عبدالرؤف)